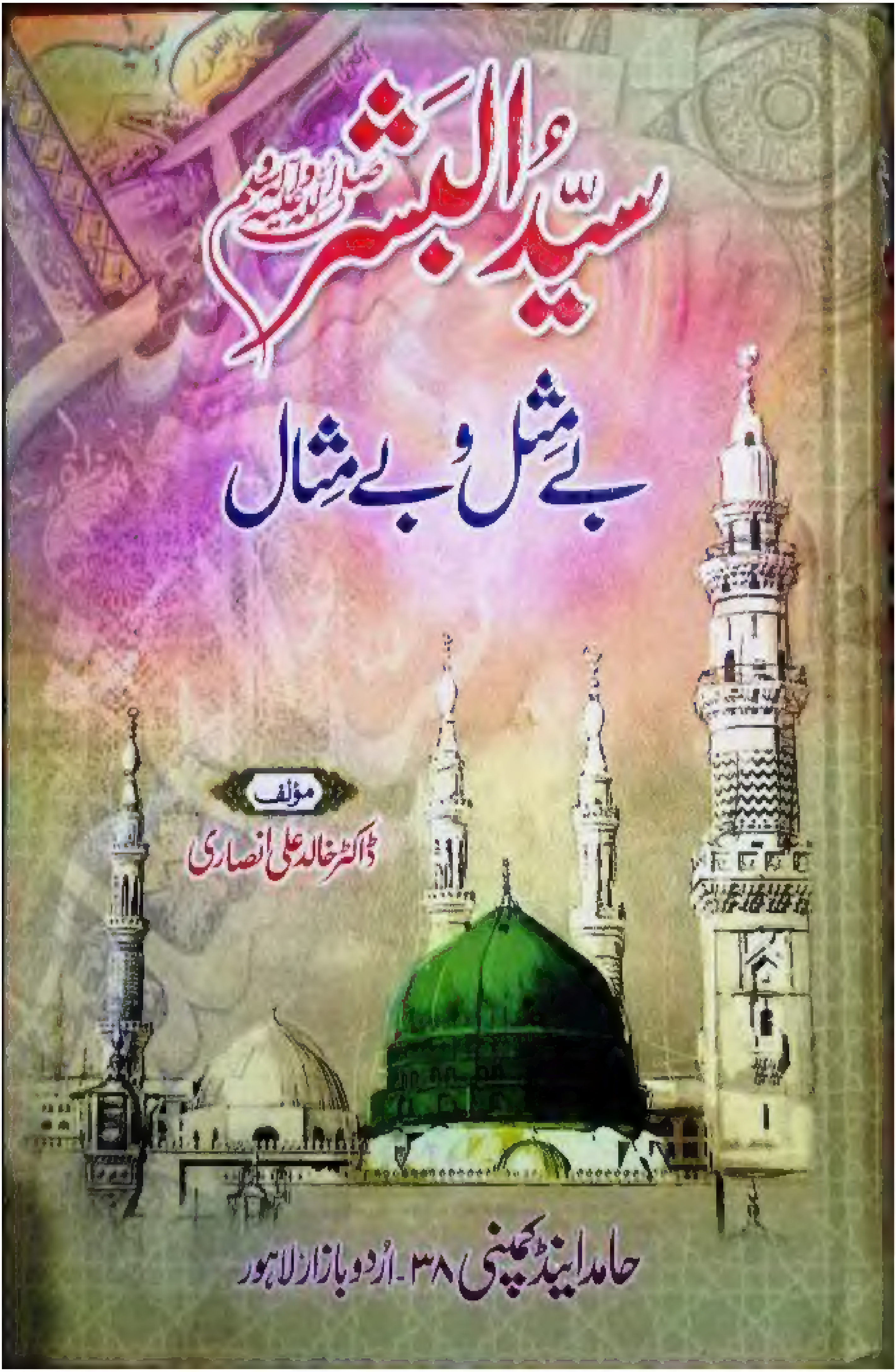
سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم
بے مثل و بے مثال
مؤلف
ڈاکٹر خالد علی انصاری
حامد اینڈ کمپنی ۳۸۔ اُردو بازار لاہور

فہرست

	عنوان	صفحہ نمبر
	انتساب	۱۴
	تحدیث نعمت	۱۵
	تقریظ	۲۰
	نام نامی اسم گرامی (محمد ﷺ)	۲۷
✱	آپ ﷺ کے اسماء و صفات قرآن میں	۳۵
✱	حدیقۃ الصفاء فی اسماء النبی المصطفیٰ	۴۰
✱	اسماء النبی الکریم	۴۱
✱	اسماء النبی الکریم المصطفیٰ	۴۲
✱	سیرۃ الرسول فی اسماء الرسول ﷺ	۴۲
✱	اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء کے ساتھ اپنے حبیب ﷺ کے نام رکھے	۴۳
✱	نام محمد ﷺ کی برکت سے جنگ میں فتح	۴۵
✱	وہ جس کا ذکر ہوتا ہے زمینوں آسمانوں میں	۴۷
✱	محمد ادسلو میں مردوں کا سب سے مقبول نام	۴۹

	عنوان	صفحہ نمبر
	قرآن آپ ﷺ کا عظیم ترین معجزہ	۵۱
✱	معجزہ	۵۳
✱	مشمولات قرآن کا تعارفی خاکہ	۵۹
✱	اقسام آیات	۵۹
✱	منازل کی تقسیم	۶۰
✱	تعداد حروف	۶۰
✱	(۱) مذہبی علوم	۶۲
	(۲) زبان و ادب	۶۳
	(۳) حکمت و فلسفہ	۶۳
	(۴) سماجی علوم	۶۳
	(۵) طبعی علوم	۶۳
✱	فرانسیسی موسیقار ژاں کا قبول اسلام	۸۳
✱	قرآنی تلاوت کی اثر آفرینی	۹۵
✱	نغمگی، موسیقیت اور موزونیت سے لبریز چند مثالیں	۹۹
✱	قرآنی زبان عربی وہ واحد زبان ہے جو تغیر پذیر نہیں اور متروک ہونے سے محفوظ ہے	۱۰۲

عنوان	صفحہ نمبر
سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب	۱۱۱
تراویح	۱۱۳
تجوید	۱۱۸
سب سے زیادہ عمل کی جانے والی کتاب	۱۱۸
قرآن کثیر الاشاعت کتاب	۱۲۰
شاہ فہد قرآن پرنٹنگ کمپلکس مدینہ منورہ	۱۲۰
حفاظت قرآن کا وعدہ	۱۲۳
جستہ جستہ قرآن کا نزول' امتیازی خصوصیت	۱۲۷
قرآنی پیشین گوئیوں کا اعجاز	۱۲۹
اہل روم مغلوب ہوکر پھر غالب ہوں گے	۱۳۵
فرعون کی لاش کا نشان عبرت بننا	۱۳۹
فتح مکہ	۱۴۲
اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی حفاظت کا اعلان کیا	۱۴۳
کفار پسپا ہوکر بھاگ کھڑے ہوں گے	۱۴۶
مسلمانوں کے لیے خلافت ارضی کی نوید	۱۴۶

عنوان	صفحہ نمبر
مہاجرین عروج پائیں گے	۱۴۸
فتح خیبر کی پیشین گوئی	۱۴۸
لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوں گے	۱۴۹
اہل مکہ کی نافرمانی پر ان کے قحط میں مبتلا کیے جانے کی دعاء	۱۴۹
قرآن کا چیلنج	۱۵۱
انسان تسخیر کائنات کرے گا' انسان مدار (Orbit) سے باہر نکل جائے گا	۱۵۳
انسان چاند پر پہنچ جائے گا' بلکہ اس سے بھی آگے	۱۵۵
قرآن اور سائنسی انکشافات	۱۵۶
تاریخی تمہید	۱۵۹
نطفہ	۱۶۰
دو سمندروں کا ملنا اور خلط ملط نہ ہونا	۱۶۳
قرآن مجید کا امتحان (Test)	۱۶۶
تدوین قرآن اور کمال احتیاط	۱۶۷
قرآن کو حفظ کرنا نئی و منفرد روایت' حفاظت قرآن کی	
اولین تدبیر	۱۶۹
حافظ اور مسودہ	۱۸۱
حضرت عثمان t کا ایک	

	عنوان	صفحہ نمبر
	لہجہ پر قرآن کو یکجا کرنا	۱۸۸
✖	قرآنی خطوط	۱۹۵
✖	دیگر آسمانی و مذہبی کتابیں آج کس حال میں ہیں	۱۹۵
✖	تورات	۲۰۳
✖	انجیل	۲۰۴
✖	پارسیوں کی کتاب	۲۰۵
✖	وید	۲۰۶
✖	ویدیں	۲۰۶
✖	بدھ مت کی کتب	۲۰۶
✖	تورات	۲۰۷
✖	تراجم قرآن	۲۱۲
✖	ممالک یورپ میں قرآن مجید کے تراجم	۲۱۳
✖	ممالک یورپ میں قرآن مجید کے دیگر مطبوعہ نسخے یہ ہیں	۲۱۵
✖	بیسویں صدی کے مشہور نسخہ ہائے تراجم	۲۱۵
✖	مسلمانوں کے تراجم و تفاسیر انگریزی زبان میں	۲۱۵
✖	اردو زبان میں قرآنی ترجمہ کے دنیا کی دوسری زبانوں میں تراجم	۲۳۴
✖	انگریزی تراجم کنزالایمان	۲۳۴

	عنوان	صفحہ نمبر
✖	کنزالایمان کے تراجم دیگر زبانوں میں	۲۳۵
	آپ ﷺ پر سب سے زیادہ لکھا گیا	۲۳۹
✖	حدیث	۲۴۲
✖	کتب حدیث کی اقسام	۲۵۲
	(الف) کتب صحاح	۲۵۲
	(ب) کتاب الجوامع	۲۵۲
	(ج) کتاب السنن	۲۵۳
	(د) الموطات	۲۵۳
	(ھ) المصنفات	۲۵۳
	(ز) المسانید	۲۵۳
	(س) المعاجم	۲۵۴
	(ش) المستدرکات	۲۵۴
	(ص) المستخرجات	۲۵۴
	(ض) کتب الاحکام	۲۵۴
	(ر) کتب المشیخات	۲۵۴
	(ز) کتب الافراد والغرائب	۲۵۴
✖	صحاح ستہ	۲۵۵
✖	صحیفہ ہمام بن منبہ	۲۵۶
✖	کتاب السرد والفرد	۲۵۶
✖	موطا امام مالک	۲۵۶
✖	مصنف عبدالرزاق	۲۵۷
✖	صحیح بخاری	۲۵۷

	عنوان	صفحہ نمبر		عنوان	صفحہ نمبر
✖	صحیح مسلم	۲۵۸	✖	آپ ﷺ کی پسندیدہ غذائیں	۲۸۳
✖	سنن ابوداؤد	۲۵۹	✖	آپ ﷺ کی سواریاں	۲۸۳
✖	سنن نسائی	۲۵۹	✖	گھوڑے	۲۸۳
✖	جامع ترمذی	۲۵۹	✖	اونٹ	۲۸۴
✖	سنن ابن ماجہ	۲۶۰	✖	خچر	۲۸۴
✖	مسند احمد بن حنبل	۲۶۰	✖	دراز گوش	۲۸۵
✖	الجامع الکبیر	۲۶۰	✖	رسول اللہ ﷺ کے اُمراء اور	
✖	علم فقہ	۲۶۲		عُمّال	۲۸۵
✖	سیرتؐ سفینہ چاہیے اس بحر		✖	ذاتی حفاظت کا فریضہ سرانجام	
	بیکراں کے لیے	۲۶۳		دینے والے محافظین صحابہ کرام W	۲۸۶
✖	کتب اسماء الرجال		✖	آپ ﷺ کے خدام	۲۸۷
	(Biographies)	۲۶۹	✖	آپ ﷺ کی خادمائیں	۲۸۸
✖	آپ ﷺ کا حلیہ مبارکؐ		✖	آپ ﷺ کے کاتبین	۲۸۹
	تفصیلات وجزئیات	۲۷۲	✖	آپ ﷺ کے شعراء	۲۸۹
✖	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی		✖	حجرے	۲۸۹
	کی کتاب شمائل ترمذی میں		✖	مولود برزنجی	۲۹۱
	شامل عنوانات وابواب	۲۷۳	✖	فہرست رسائل میلاد مصطفیٰ ﷺ	۲۹۲
✖	ملبوسات	۲۷۸	✖	المواھب اللدنیہ فی الشمائل	
✖	حضور ﷺ کا اسلحہ اور ہتھیار	۲۷۹		المحمدیہ	۲۹۹
✖	نعلین پاک...... فدائے نقش		✖	جدید عربی کتب سیرت	۳۰۰
	نعلینت کنم جاں یارسول اللہ	۲۸۰	✖	مدارج النبوت	۳۰۱
✖	آپ ﷺ کے زیر استعمال		✖	سرسید احمد خان کی "خطبات	
	پیالے	۲۸۲		احمدیہ"	۳۰۸

	عنوان	صفحہ نمبر
✱	سید امیر علی کی کتاب "Spirit of Islam"	۳۱۰
✱	ضیاء النبی	۳۱۱
✱	عبدالعزیز عرفی کی جمال مصطفی	۳۱۲
✱	سیرۃ الرسول	۳۱۳
✱	کشف الظنون	۳۱۴
✱	علامہ لیوتشی کی چینی زبان میں ''چی چیاشی ازو''	۳۱۵
✱	منظوم سیرت نگاری	۳۱۶
✱	عربی میں منظوم سیرت نگاری	۳۱۶
✱	محمد بن ابراہیم الشہید	۳۱۶
✱	حافظ زین الدین عراقی	۳۱۶
✱	الشمس الباعونی الدمشقی	۳۱۶
✱	فارسی ادبیات میں سیرت رسول	۳۱۷
✱	اُردو میں منظوم سیرت نگاری	۳۱۸
✱	حالی اور شبلی کی سیرت نگاری	۳۱۹
✱	شاہنامہ اسلام	۳۲۰
✱	شاہنامہ اسلام کی پہلی جلد	۳۲۱
✱	منظوم سیرت کا دور حاضر	۳۲۲
✱	غیر مسلموں کی سیرت نگاری	۳۲۳
✱	کتابیات کتب سیرت	۳۲۷
✱	اُردو تراجم عربی کتب سیرت	۳۳۴
✱	فہرست اُردو تراجم کتب سیرت	۳۳۵
✱	فہرست اُردو کتب سیرت	۳۳۵
✱	پاکستان میں اُردو سیرت نگاری (ایک تعارفی مطالعہ)	۳۳۹
	الف) معروف کتب سیرت	۳۴۰
	ب) قرآن حکیم کی روشنی میں	
✱	سیرت طیبہ	۳۴۱
✱	بچوں کے لیے کتب سیرت	۳۴۹
✱	کتب سیرت کے اُردو تراجم	۳۴۹
✱	عربی اُردو کتب سیرت کا تعارف	۳۵۰
✱	سندھی میں لکھی گئی کتب سیرت کی کتابیات	۳۵۱
✱	نعت، نشید، قصائد	۳۵۱
✱	ڈاکٹر شہزاد احمد کے مطابق	۳۵۲
✱	المجموعة النبهانية فی المدائح النبوية	۳۵۹
✱	قصیدہ محمدیہ	۳۵۹
✱	کتابیات مجموعہ ہائے نعت	۳۶۳
✱	فہرست کتب خانہ	۳۶۳
✱	فہرست کتب نعت	۳۶۸
✱	۵۰۰ سے زائد اُردو نعت گو شعراء کا تذکرہ	۳۶۹
✱	غیر مسلم نعت گو شعراء	۳۷۲
✱	محسن انسانیت ﷺ	۳۷۳

	عنوان	صفحہ نمبر
	درود و سلام آپ ﷺ کی ثناء سب سے زیادہ کی گئی	۳۷۷
✖	درود کی اہمیت، فضیلت اور ترغیب	۳۷۹
✖	ایک لاکھ سے زیادہ درود	۳۸۶
✖	تنبیہ الانام دس ہزار سے زائد درودوں کا مجموعہ	۳۸۶
✖	دلائل الخیرات	۳۸۷
✖	مجموعہ صلوٰۃ الرسول (۳۰ جلدیں)	۳۸۹
✖	لطائف العرشیہ	۳۹۲
✖	درود غوثیہ	۳۹۲
✖	سعادۃ الدارین فی الصلوٰۃ علی سید الکونین	۳۹۳
✖	دلائل البرکات فی التحیات و الصلوات	۳۹۴
✖	مراکش میں امام جزولی کے مزار پر درودوں کا تسلسل	۴۰۱
✖	درود شریف کا ورلڈ بینک (چک عبدالخالق، تحصیل دینہ ضلع جہلم، پاکستان)	۴۰۱
✖	درود بینک (فیصل آباد)	۴۰۳
✖	حلقۂ درود سقیانی شریف، سجاول، سندھ	۴۰۵

	عنوان	صفحہ نمبر
✖	گوشۂ درود لاہور	۴۰۶
✖	درود محل بہاولپور	۴۰۷
✖	گوشۂ درود بھیرہ (ضلع سرگودھا، پاکستان)	۴۰۸
✖	ٹورانٹو، کینیڈا میں ۲ ۱/۲ گھنٹہ تک مسلسل کھڑے ہو کر سلام پیش کیا گیا	۴۰۸
✖	سوشل میڈیا پر ایک کروڑ مرتبہ درود پڑھنے کی مہم	۴۰۹
	توئی تسکین دل، آرام جان، صبر و قرار من	۴۱۰
✖	محبت	۴۱۰
✖	عشق	۴۱۰
✖	باخدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار	۴۱۷
✖	اگر ارشاد ہو بحر فنا میں کود جائیں ہم	۴۲۱
✖	صلح حدیبیہ اور عروہ کا اعتراف	۴۲۲
	بہ وقت حجامت موئے مبارک کے حصول کا دلفریب منظر	۴۲۳
✖	ایک خاتون کا بے مثال عشق نبی ﷺ	۴۲۵
✖	مولیٰ علی نے واری تیری نیند پر نماز	۴۲۶
✖	محبوب ترین ہستی	۴۲۷

	عنوان	صفحہ نمبر
✖	ہجرِ رسول اور فاروقِ اعظم w کی گریہ وزاری	۴۳۰
✖	ازاں ازل سے تیرے عشق کا ترانہ بنی	۴۳۲
✖	حضرت امام مالک بن انس h	۴۳۴
✖	امام بخاری h کا طریقۂ ادبِ رسول ﷺ	۴۳۷
✖	حضرت عمر بن عبدالعزیز	۴۳۷
✖	ایک پہلوان کا واقعہ	۴۳۸
✖	سلطان محمود غزنوی کا طریقِ ادبِ رسول ﷺ	۴۳۹
✖	مسجد نبوی کی تعمیرِ نو...... عثمانیہ دورِ خلافت (۱۲۵۵ھ-۱۲۷۷ھ) میں	۴۴۰
✖	مؤدبِ سلطان بارگاہِ خیر الانام ﷺ میں	۴۴۳
✖	عبدالرحمٰن جامی h کا بے مثال عشقِ رسول ﷺ	۴۴۴
✖	اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی؛ حبِ رسول اور احترامِ سادات کا انوکھا واقعہ	۴۴۶
✖	علامہ شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کا عشقِ رسول	۴۴۹
✖	مولانا ضیاء الدین مدنی h (ساکنِ مدینہ منورہ)	۴۵۰
✖	سرکار کے قدموں کے نشان ڈھونڈ رہا ہے	۴۵۱
✖	امیر دعوتِ اسلامی مولانا محمد الیاس قادری	۴۵۱
✖	HOLLYWOOD WALK OF FAME	
	اپنی نوعیت کا منفرد واقعہ	۴۵۲
✖	رسول ﷺ کے زیرِ استعمال پیالہ کی چیچنیا آمد کے موقع پر رقت آمیز مناظر	۴۵۳
✖	توپ قاپی محل استنبول؛ ترکی اور احترامِ تبرکات	۴۵۴
✖	آپ ﷺ کے نعلین پاک	۴۵۴
	رسول ﷺ سے محبت کی انوکھی مثال	۴۵۵
✖	ٹورانٹو کینیڈا کے ایک نوجوان (جس کا نام محمد تھا) کا متاثر کن واقعہ	۴۵۵
✖	محمد نام انگلینڈ ویلز اور اوسلو ناروے میں مقبول ترین نام ہے	۴۵۹
✖	سندھ (پاکستان) میں لوگ	

عنوان	صفحہ نمبر
محمد نام کے شخص کو "تانے متھو" کہہ کر پکارتے ہیں	۴۶۰
نعتیہ اشعار اور عشق رسول	۴۶۲
آپ ﷺ کو کثرت عطاء کی گئی ہے	۴۶۸
قرآن کی اشاعت	۴۷۴
شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلکس	۴۷۴
قرآن پاک کے حفاظ	۴۷۵
سیرت رسول ﷺ	۴۷۵
اسم محمد (ﷺ) کی کثرت	۴۷۶
سالانہ ایک کروڑ سے زائد افراد کی سلامی	۴۷۶
درود پاک	۴۷۷
اسم محمد ﷺ قصائد اور نعتیہ شاعری میں	۴۷۷
ذخیرہ قصائد ونعت	۴۷۷
۱۵۰ جلدوں پر مشتمل سیرت انسائیکلوپیڈیا	۴۷۹
دنیا کے ۵۳ ممالک میں یوم میلاد پر سرکاری تعطیل	۴۸۰
افریقہ	۴۸۰
مشرق وسطیٰ	۴۸۰
یورپ	۴۸۰
ایشیا	۴۸۰
دیگر	۴۸۰
آپ ﷺ کے صحابہ	۴۸۴
کیا اسلام بزور شمشیر پھیلا؟	۴۸۸
"PEW RESEARCH CENTER" کی رپورٹ	۴۹۴
جو چیز آپ ﷺ سے جڑی امر ہو گی	۴۹۷
شجرہ مبارک	۴۹۸
آپ ﷺ کے چچا	۵۰۰
حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ بی بی آمنہ ؓ کا نسب پاک	۵۰۰
پھوپھیاں	۵۰۱
چچی	۵۰۱
چچازاد اور خالہ زاد وغیرہ	۵۰۱
ازواج مطہرات	۵۰۲
کنیزیں (باندیاں)	۵۰۳
حضرت خدیجہ ؓ کا نسب	۵۰۳
آپ ﷺ کے خسر	۵۰۳
داماد رسول ﷺ	۵۰۴
اولاد پاک	۵۰۴
بیٹے	۵۰۴
بیٹیاں	۵۰۴
آپ ﷺ کے نواسے اور	

عنوان	صفحہ نمبر
نواسیاں	۵۰۵
رضاعی مائیں	۵۰۵
رضاعی بہن بھائی	۵۰۵
غلامان وخدام	۵۰۵
خادمائیں اور دایہ	۵۰۶
پہریداران (دربان)	۵۰۷
مؤذن	۵۰۸
قاصد	۵۰۸
عمال (اموال و صدقات وصول کرنے والے)	۵۰۸
حضور ﷺ کے شعراء	۵۰۹
خطیب	۵۰۹
حدی خواں	۵۰۹
آپ ﷺ کے صحابہ	۵۱۰
کاتبان وحی	۵۱۰
آپ ﷺ کے مقرر کردہ جلاد	۵۱۱
دیگر امور کے لیے	۵۱۱
غزوات	۵۱۱
سرایہ	۵۱۳
آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے والے وفود	۵۱۳
سواریاں اور جانور	۵۱۵
گھوڑے	۵۱۶

عنوان	صفحہ نمبر
خچر	۵۱۶
دراز گوش (گدھے)	۵۱۶
بکریاں	۵۱۶
زرہیں	۵۱۶
کمانیں	۵۱۶
ترکش	۵۱۶
تیر	۵۱۶
ڈھالیں	۵۱۷
خود (مغفر)	۵۱۷
حربے (بغدے)	۵۱۷
تلواریں	۵۱۷
چھڑی	۵۱۷
سوٹا	۵۱۷
نیزے	۵۱۷
پھاگل	۵۱۷
جنگی خیمہ	۵۱۷
پیالہ	۵۱۷
آئینہ	۵۱۸
پسندیدہ لباس	۵۱۸
دیگر لباس	۵۱۸
جوتے	۵۱۸
بستر	۵۱۸
تکیہ	۵۱۸
پسندیدہ غذائیں	۵۱۸

	عنوان	صفحہ نمبر		عنوان	صفحہ نمبر
✖	غار	۵۱۸	✖	انجیل کا حق	۵۶۵
✖	شہر	۵۱۸	✖	برابری کا انصاف، انتقام کی	
✖	پہاڑ	۵۱۹		ممانعت	۵۶۶
✖	ستون	۵۱۹	✖	قتل کی سزا اور قصاص	۵۶۷
	رسول اللہ ﷺ اولین		✖	قتل عمد اور قتل خطاء میں فرق	۵۶۷
	قانون دینے والے	۵۲۱	✖	شک کا فائدہ	۵۶۷
✖	علم قانون پر دنیا کی پہلی کتاب	۵۲۴	✖	سود	۵۶۷
✖	میثاق مدینہ دنیا کا پہلا تحریری		✖	رشوت	۵۶۸
	دستور	۵۲۵	✖	ذخیرہ اندوزی	۵۶۸
✖	خطبۂ حجۃ الوداع انسانیت کا		✖	قانون دیوالیہ	۵۶۸
	منشور آزادی	۵۳۲	✖	مالک، ملازم اور اُجرت	۵۶۸
✖	سیر یا قانون بین الممالک	۵۳۷	✖	کسی جنس کے سودے کے لیے	
✖	فقہ، اصول فقہ، اجتہاد	۵۴۴		اس کا موجود ہونا ضروری ہے	۵۶۸
✖	حقوق نسواں اور اسلامی قانون	۵۵۴	✖	نقص اور خامی کا ظاہر کرنا لازم	۵۶۹
✖	اسلامی قانون کے بنیادی نکات	۵۶۲		ممنوع سودے	
✖	قانون سے کوئی بھی بالاتر نہیں	۵۶۲	■	غیر ہم جنس اشیاء کا تبادلہ ممنوع	۵۶۹
	باہمی رضامندی	۵۶۲		قدرتی آفات سے تباہ ہونے	
✖	دوسرے فریق کا موقف	۵۶۳		والے پھل	۵۶۹
✖	ثبوت مدعی کا ذمہ ہے	۵۶۳	✖	ایسا مال جو دو خریداروں کو بیچا	
✖	گواہی (شہادت)	۵۶۴		گیا ہو	۵۶۹
✖	دو گواہوں کی ضرورت	۵۶۴	✖	حق شفعہ	۵۶۹
✖	زنا کا جرم ثابت ہونے کے		✖	پٹے پر اراضی	۵۷۰
	لیے چار گواہوں کی ضرورت	۵۶۵	✖	ایفائے عہد، معاہدوں کی پاسداری	۵۷۰

	عنوان	صفحہ نمبر
✖	وراثت	٥٧٠
✖	نگیوں کی چوڑائی	٥٧١
✖	دین میں زبردستی نہیں	٥٧١
✖	امریکی سپریم کورٹ کی جانب سے عظیم قانون عطاء کرنے والے محمد ﷺ کی عظمت کا اعتراف	٥٧٢
	معجزہ ہے میرے سرکار کا اُمّی ہونا	٥٧٤
✖	پیدائش سے لے کر اعلان نبوت تک کسی بندہ بشر کے شاگرد نہیں بنے	٥٧٤
✖	"مَا اَنَا بِقَارِئٍ" کی حقیقت	٥٨٥
✖	افصح العرب..... ان کے بول بہ روں جیسے	٥٩٢
✖	مثالی فصاحت و بلاغت	٥٩٢
✖	فصاحت نبی اُمّی ﷺ کی چند مثالیں	٥٩٩
	اُن کی رحمت نہیں فقط ہم پر	٦٠٨
	پیغمبر اسلام اور ماحولیات	٦٠٨
✖	وہ جیسے ہیں کوئی ویسا نہیں ہے	
	غیر مسلم دانشوروں کے اعترافات	٦٣٣
✖	Who were History's "Time" Great Leaders 1974,July 15	٦٥٩

	عنوان	صفحہ نمبر
✖	جارج برنارڈ شا	٦٦٨
✖	گوئٹے	٦٧٠
✖	جوئے آب	٦٧٢
✖	نغمۂ محمدی	٦٧٧
✖	نپولین بونا پارٹ	٦٨٢
✖	مہندس کرم چند گاندھی	٦٨٢
✖	پروفیسر تھومس کارلائل	٦٨٣
✖	الفونسے ڈی لا مارٹن	٦٨٦
✖	رورنڈ بوسورتھ سمتھ	٦٨٨
✖	جیمز اے۔ میکنر	٦٩٣
✖	اینی بسنت	٦٩٦
✖	مونٹگمری واٹ	٦٩٧
✖	رومانیہ کے وزیر خارجہ کونستانس جورجیو کے تاثرات	٧٠٠
✖	ہیرلڈ اے تھلیفڈ	٧٠١
✖	اگنس گولڈ زیہر	٧٠١
✖	عبداللہ بن عبداللہ	٧١١
✖	ڈاکٹر خالد شیلڈرک	٧١٣
✖	کالکی اوتار (ہادی عالم)	٧١٣
✖	کے۔ایس۔راما کرشنا راؤ	٧١٥
✖	دیپک چوپڑہ	٧١٩
	جامعیت و کاملیت	٧٢٣

انتساب

میں اس قلمی کاوش کو اپنی والدہ مرحومہ خورشید جہاں صاحبہ
کے نام منسوب کرتا ہوں'
جنہوں نے مجھ ناچیز کو
زیست کی راہوں پر چلنا سکھایا'
اپنی تربیت کے سانچے میں ڈھالا
اور دعاؤں کے سائبان میں رکھا۔

تحدیث نعمت

میں دس سال سے زائد عرصہ تک کراچی سے ماہنامہ ساحل شائع کرتا رہا ہوں۔ ۱۹۹۹ء میں جب میں نے پاکستان سے کینیڈا کی جانب نقل مکانی کی تو نئے ملک اور نئے ماحول میں میری ساری توجہ حصولِ معاش کی جدوجہد تک محدود ہو کر رہ گئی۔ اپنے لیے اور اپنے عیال کے لیے دال اور روٹی کا حصول اوّلین ترجیح قرار پایا۔ اسی کیفیت میں کئی سال بیت گئے، مگر یہ خیال ہمیشہ دامن گیر رہا کہ

عشق نے غالبؔ نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

یہ خیال اور یہ ملال ہمیشہ ساتھ ساتھ رہا کہ مجھے جو کچھ کرنا چاہیے تھا وہ میں نہیں کر سکا ہوں۔ ایسا کچھ کرنے کی خواہش ہمیشہ ساتھ رہی جس سے بندہ کو قلبی سکون میسر آسکے اور نجات اخروی کا سامان مہیا ہو۔ ایک لمبا عرصہ اس دعا میں گزرا کہ یارب مجھے کسی ایسے کام کے کرنے کی جانب راہنمائی فرما جسے کوئی سیتے کا کام کہا جا سکے۔ پھر یہ خیال دل میں عود کر آیا کہ کیوں نہ وجہِ تخلیق کائنات ﷺ کے بارے میں کچھ لکھا جائے اور یہ خیال دل میں گھر کرتا چلا گیا کہ جس ذات گرامی کا خیال دل سے بہت قریب ہے، جس کا تذکرہ دل کے تاروں کو چھیڑتا ہے اس ذات والا صفات کے بارے میں کچھ لکھا جائے۔

میرا یقین ہے کہ کسی خیال کے دل میں آنے سے لے کر ان راہوں پر چلنے اور کسی مقام تک پہنچنے تک کا عمل دراصل رب کائنات کی توفیق اور تائید سے ہی ممکن ہو پاتا ہے۔

۱۹۹۹ء میں جب معروف نعت گو شاعر اور محقق جناب سید صبیح الدین رحمانی پہلی مرتبہ کینیڈا کے دورے پر آئے ہوئے تھے، تو مجھ سے ملنے میرے دفتر (کلینک) پر تشریف لائے، جو کہ ٹورانٹو شہر کے قلب میں واقع تھا۔ ہمارا معمول تھا کہ سہ پہر کو اس منزل پر موجود تمام لوگ چائے کے وقفہ میں میٹنگ روم میں جمع ہو جاتے اور ایک ساتھ چائے یا کافی نوش کرتے۔

چائے کی میز پر میں نے صبیح رحمانی کا تعارف کرواتے ہوئے بتایا کہ یہ میرے دوست ہیں جو پاکستان سے کینیڈا وزٹ پر آئے ہوئے ہیں۔ وہاں موجود ایک گوری خاتون جو خاصی تعلیم یافتہ تھی اور Career Consultant کا کام کرتی تھی' نے ایک غیر متوقع سوال پوچھ لیا کہ تمہارا دوست کرتا کیا ہے؟ میں نے بتایا کہ یہ نبی محمد ﷺ کی مدح میں شعر لکھتے ہیں۔ اس نے پھر سوال پوچھ لیا' کہنے لگی:

No no I am asking about his profession.

میں نے کہا:

Writing and reciting poetry in praise of Prophet Muhammad (Peace and blessings be upon him) is his profession.

گوری خاتون حیران اور ششدر تھی' جیسے اسے یقین ہی نہیں آ رہا ہو کہ محمد ﷺ کی مدح سرائی بھی کسی کا اوڑھنا بچھونا (پیشہ) ہو سکتا ہے۔

اپنے آقا سے پیار کرتے ہیں
بس یہی کاروبار کرتے ہیں

میں یہاں ٹورانٹو میں اکثر دینی مجالس میلاد و محافلِ نعت کی نقابت و نظامت کے فرائض انجام دیا کرتا تھا۔ اس سلسلہ میں مطالعہ اور ایسے مواد اور نکات کی تیاری پورا سال جاری رہتی جو اس فرض کی ادائیگی میں معاون و مددگار ہو سکے۔ دریں اثناء www.bbc.com کی ایک خبر میری توجہ کا مرکز بنی کہ ناروے کے دارالحکومت اوسلو میں "محمد" مقبول ترین نام بن گیا ہے۔ اس خبر میں یہ بھی لکھا تھا کہ یہ نام برطانیہ اور ویلز میں پہلے ہی مقبول ترین نام ہونے کا درجہ حاصل کر چکا ہے۔

سید صبیح الدین رحمانی کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ' بی بی سی کی خبر اور اس سے ملتے جلتے چونکا دینے والے مزید نکات نے مجھے "محمد ﷺ تاریخ انسانی کی منفرد ترین شخصیت" کے موضوع پر غور و فکر اور تحقیق و جستجو کی جانب مائل کیا اور یہ خیال تخیل سے نکل کر قرطاس و قلم پر پھیلتا چلا گیا۔ ہر لحہ یہ بات بھی پیشِ نظر رہی کہ اس کام میں انفرادیت' نیا پن' نئی فکر' نیا زاویہ اور نئی جہت ہونی چاہیے۔

سیرت نگاری صدیوں کا فاصلہ طے کر کے آج جس مقام تک پہنچی ہے وہ حیران کن ہے۔ آپ جس بھی موضوع کا تصور کر سکتے ہوں وہ کام احباب نے پہلے ہی کر لیا ہوا ہے۔ سیرت طیبہ پر ان گنت کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مگر سیرت طیبہ کی یہ نرالی شان ہے کہ آج بھی جستجو

کرنے والوں کو نئی جہتیں میسر آتی ہیں۔ جب تک ذہنوں میں نئے نئے سوالات جنم لیتے رہیں گے' نت نئے مسائل سامنے آتے رہیں گے' اہل علم و اہل نظر اپنی اپنی استعداد اور اپنے اپنے ظرف کے مطابق ان سوالوں کے جوابات بہم پہنچاتے رہیں گے۔

پیغمبر اسلام ہمارے آقا ﷺ پر پہلے ہی اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے جو تمام ہی شعبۂ حیات کا احاطہ کرتا ہے۔ اگر آپ ﷺ کے معجزات کی ہی بات کی جائے تو ان معجزات کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ یہاں کے مغربی معاشرے میں ایک استعارہ "Does it make sense" عام استعمال ہوتا ہے کہ کیا کہی گئی کوئی بات منطقی ہے یا نہیں اور یہ بات ایک عام' غیر جانبدار اور انصاف پسند شخص کو عقلی طور پر سمجھائی جا سکتی ہے یا نہیں۔ لہٰذا اس کتاب کے لیے مواد جمع کرنے' نکات اکٹھے کرنے اور انہیں ضبط تحریر میں لانے تک میں نے اس بات کی حتی الامکان کوشش کی کہ میں اپنی تحریر کو صرف ان نکات تک محدود رکھوں جنہیں محض عقیدت کی وجہ سے نہیں بلکہ منطقی (Logically) طور پر سمجھا اور سمجھایا جا سکتا ہو۔ ان نکات کو پڑھنے والا اور انہیں سننے والا کہہ اٹھے کہ بات تو ٹھیک کہی گئی ہے۔

میں نے اپنے طور پر جو نقشہ بنایا کہ پہلے موضوع سے متعلق تمام دستیاب کتابوں اور مواد تک رسائی حاصل کی جائے' ان نکات پر مشتمل نوٹس تیار کیے جائیں اور پھر تحریری کام کا آغاز کیا جائے۔ مگر استاد گرامی (جناب صدیق نور محمد مدظلہ) کے کہنے پر مواد کے اکٹھا ہونے کا انتظار کیے بغیر ہی تحریری کام کا آغاز کر دیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ طریقہ مؤثر ثابت ہوا۔

اپریل ۲۰۱۵ء میں فقیر کو عمرہ اور زیارت روضۂ رسول ﷺ کی سعادت نصیب ہوئی۔ ۱۵/اپریل' بروز بدھ مسجد نبوی شریف میں اصحابِ صفہ کے چبوترے پر بیٹھ کر عاجز نے اس کام کا آغاز کیا اور اس کتاب کی ابتدائی سطور لکھیں۔

الحمدللہ کہ یہ کام سال کے ۳۶۵ دن شب و روز جاری رہا۔ روزانہ میں دُعا کرتا رہا کہ یارب جس کام کا آغاز میں نے کیا ہے اسے پایۂ تکمیل تک پہنچا دے۔ میں اپنے رب کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھ ناچیز کو اس کام کے پایۂ تکمیل تک پہنچنے کی سعادت بخشی۔

یہ ہے درود کی جزاء یہ ہے سلام کا ثمر
روح ہے میری شادماں' قلب ہے میرا مطمئن

اس کتاب کی تحریر کے دوران ہر مرحلے پر مجھے یہ خیال دامن گیر رہا کہ ان عنوانات پر قلم اٹھانا کسی فردِ واحد کے بس کی بات نہیں بلکہ اجتماعی کوشش (Team work) اور ایک پورے دفتر (Bureau) کا متقاضی ہے۔ میری کتاب کے ہر باب کے لیے ایک مستقل علیحدہ کتاب کی ضرورت ہے۔ مستقبل کے ممکنہ عنوانات (For further research) یہ ہو سکتے ہیں:

(الف) مختلف زبانوں میں لکھی گئی کتب سیرت' تراجم قرآن' تفاسیر' احادیث' شروح حدیث' مجموعہ ہائے نعت وغیرہ کی مکمل فہرست سازی۔

(ب) حفاظ قرآن کے بارے میں اعداد و شمار (Statistics) جمع کرنا۔

(ج) قرون اولیٰ سے لے کر آج کے دور تک کے عاشقان رسول کے عقلوں کو حیران کر دینے والے حالات و واقعات کی قلم بندی' جن میں واقعات کی صحت' ان کے معتبر ہونے اور حوالہ جات کا باقاعدہ اہتمام ہو۔

(د) غیر مسلم دانشوروں اور اہم شخصیت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں جو کچھ کہا ہے ان کی مبسوط تدوین۔ اس تحقیق میں حوالہ جات کے معتبر اور درست ہونے پر خصوصی توجہ دی گئی ہو۔

(ذ) اس کتاب کے باب ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے زیادہ لکھا گیا'' میں میں نے پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یونیورسٹی آف ٹورانٹو کی لائبریری میں موجود کتب کے اعداد و شمار دیے ہیں۔ اسی طرح دنیا کی اہم لائبریریوں میں موجود کتب کی مکمل فہرست سازی کی جائے۔

درج بالا عنوانات پر علیحدہ علیحدہ کام کرنے اور ان پر مستقل کتاب لکھنے کی ضرورت ہے۔

میری خواہش اور تمنا ہے کہ اس کتاب کی اشاعت سے فارغ ہوتے ہی انگریزی میں اس کی تلخیص اور ترجمہ کا کام کیا جائے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ مجھے اس کام کی توفیق اور مہلت بھی ارزانی فرمائے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کے بارے میں جتنا بھی لکھیں' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جتنی بھی تعریف و توصیف کریں' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف بیان کرنے کے لیے کتنے بھی رطب اللسان ہوں' ہم نہ تو اس کا حق ادا کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان کا احاطہ کرنا کسی بندہ و

بشر کے لیے ممکن ہے۔ آپ ﷺ کی ذات تو ممدوح رب اور ممدوح ملائکہ ہے۔

زندگیاں ختم ہوئیں اور قلم ٹوٹ گئے
تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

اس کتاب کی ابتداء سے لے کر اس کی تکمیل کے ہر مرحلہ پر مجھے بہت سے احباب کی مشاورت، مدد اور راہنمائی حاصل رہی ہے۔ میں ان احباب کی کرم گستری کا کما حقہ شکریہ تو ادا نہیں کر سکتا ہوں مگر دعا کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت ان کو دنیا و آخرت میں بہترین جزاء عطاء فرمائے (آمین)۔ ان میں سرفہرست کینیڈا میں مقیم استاد صدیق نور محمد، قاری عطاء اللہ، علامہ ضیاء الحق رازی، محترم محمد حارق غوری، جناب سید حامد یزدانی، جناب حافظ وقار احمد، امریکہ سے جناب محمد مسعود احمد، ڈاکٹر ظفر اقبال نوری، پاکستان سے ڈاکٹر حبیب الرحمان، ڈاکٹر عزیز الرحمان، سید صبیح الدین رحمانی، ڈاکٹر شہزاد احمد، ڈاکٹر سید جمیل احمد رضوی، صاحب زادہ زبیر احمد اور جناب محمد اشرف لودھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ سید فاروق القادری صاحب کا بھی دل کی گہرائیوں سے ممنون ہوں جنہوں نے پورا مسودہ پڑھا اور مقدمہ تحریر فرمایا۔

میں اپنی اہلیہ اور بچوں کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے چار سالوں پر محیط اس عرصہ میں میری شب و روز کی مصروفیت اور بے اعتنائی کو برداشت کیا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کاوش کو شرف قبولیت عطاء فرمائے، اس میں موجود کمی و کوتاہی سے درگزر فرمائے، اپنے محبوب ﷺ کی سچی و پکی محبت عطاء فرمائے اور اسے میرے اور میرے والدین کی بخشش اور نجات کا سامان بنائے۔ (آمین)

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے

فقیر
خالد علی انصاری
مورخہ ۲۹ نومبر ۲۰۱۸ء
ٹورانٹو، کینیڈا
Tell: (416) 8069279
E-mail ansarikhalid@yahoo.com

تقریظ

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

محمد بگویم ترا یا محمد

کہ وصفِ تو بروں ز امکانِ من

سرورِ عالم ﷺ کی سیرت طیبہ اور آپ کی تعریف و توصیف ایسا موضوع ہے جو معلوم انسانی تاریخ کے روزِ اوّل سے شروع ہوا ہے اور شاید قیامِ قیامت تک جاری رہے۔ اس موضوع کا کوئی عنوان اور باب تو کبھی ختم ہونے میں نہیں آئے گا البتہ ہماری نسلیں اپنی جگہ بدلتی رہیں گی۔ اس موضوع میں جگہ حاصل کرنا ایک ایسا اعزاز ہے جسے حاصل کرنے کے لیے مختلف اقوام و ملل کے مفکرین اور دانشور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے ہیں۔ یہ سرورِ عالم ﷺ کی جامعیت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطاء کردہ کمال انفرادیت ہے کہ سیرت طیبہ اور فضائل عالیہ محمودہ پر لکھنے والوں کی تحریروں میں کلّی طور پر تکرار نہیں ہے بلکہ ہر ایک تحریر میں نئی خصوصیت، نیا حسن، نیا جمال اور ندرت پائی جاتی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

أَعِدْ ذِكْرَ نُعْمَانٍ لَّنَا إِنَّ ذِكْرَهُ

هُوَ الْمِسْكُ مَا كَرَّرْتَهُ يَتَضَوَّعُ

ذکرِ محبوب بار بار دہرایئے، یہ ایسا مشک ہے جسے جتنا رگڑا (دہرایا) جائے گا اتنا ہی اس کی خوشبو پھیلے گی۔

یوں بھی ذکرِ رسول کے بارے میں زبانیں گنگ، قلم خاموش اور الفاظ ختم ہو جاتے ہیں اور بالآخر کہنا پڑتا ہے کہ ہم نے یہ تعریف و توصیف اس خالق کردگار کے حوالے کر دی ہے جس نے ''وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ'' اور ''إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ'' کہہ کر یہ سب کچھ اپنے ذمے لے لیا ہے۔ اس طرح حبیب کردگار کی توصیف و ثناء میں ہم اس خالق

کائنات کی نہ صرف سنت پر عمل کررہے ہوتے ہیں بلکہ اس کے ساتھ شامل ہوتے ہیں اور شاید یہ سب سے بڑی نیکی اور خوش نصیبی ہے۔ مولانا جامی نے کیا ہی خوب فرمایا ہے:

نہ تنہا ہست جامی نعت خوانش
خدائے ما ہم ثنا خوانِ محمد

میرے صاحب علم وفضل دوست خالد علی انصاری کے مطابق اُردو زبان میں سیرت طیبہ اور فضائل نبویہ پر سب سے زیادہ کام ہوا ہے اور ابھی تک ہو رہا ہے۔ ان کے مطابق دنیا کی تمام قابل ذکر زبانوں میں سیرت طیبہ اور فضائل نبویہ کے مختلف گوشوں پر کام ہوا ہے لیکن کیا تمام زبانوں کے یہ ذخیرے سیرت طیبہ پر مزید کسی کام سے بے نیاز کرنے کے لیے کافی ہیں تو اس کا جواب نفی میں ہے۔ گویا ؎

حدیث زلف تو آخر نہ شد شب آخر شد
عبارتیست مسلسل حکایتے است دراز

سیرت طیبہ کی یہ جامعیت اور کلیت دراصل اس نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم المرتبت شخصیت کی وہ ہمہ جہت ذاتِ والا تبار ہے جس کا ہر رنگ' ہر زاویہ' ہر جہت اور ہر سمت اپنے اندر معانی کے جہان لیے ہوئے ہے۔ سچ ہے

عِبَارَاتُنَا شَتّٰی وَحُسْنُكَ وَاحِدٌ
وَكُلٌّ اِلٰى ذَاكَ الْجَمَالِ يُشِيْرُ

سیرت طیبہ کے موضوع پر تفصیلی کتابیں بھی موجود ہیں اور مختصر بھی' پوری زندگی مبارک کے حالات پر مشتمل بھی ہیں اور سیرت کے کسی ایک گوشے پر بھی موجود ہیں۔ میرے علم کے مطابق سیرت طیبہ کے ہر گوشے پر تفصیلی معلومات' یہاں تک کہ آپ کی ذات مبارکہ سے نسبت رکھنے والی تمام شخصیات' مقامات' رجال' لباس' حلیے' غزوات' اسم گرامی' ایسی تمام ضروری باتیں یکجا طور پر اس کتاب سے پہلے اس قدر تفاصیل کے ساتھ جمع نہیں کی گئیں۔ میرے مطابق اس کتاب کو دوسری سیرت وتاریخ کی کتابوں پر بے حد انفرادیت حاصل ہے۔ بالخصوص سیرت طیبہ کے تمام یا کسی ایک پہلو پر تحقیق کرنے والے حضرات کو مستند طور پر اتنی

معلومات یکجا کہیں نہیں ملیں گی جتنی اس کتاب میں موجود ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں بائیس ہزار، تین سو تیس دن، چھ گھنٹے قیام فرمایا مگر جس طرح آپ کی ایک ایک ادا کو محفوظ کر دیا گیا وہ حیرت ناک امر ہے۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ ''اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ'' میں ''الذکر'' سے مراد آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ قرآن اور صاحب قرآن لفظاً دو چیزیں ہیں، معناً ایک ہی ہیں۔ آپ کی ذات گرامی خود مجسم و ممثل قرآن ہے۔ اسی لیے قرآن مجید کے ایک ایک حرف کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کا ایک ایک لمحہ بھی محفوظ و مصئون ہے۔

بے مثل و بے مثال کے ذریعہ ہمیں آپ کے والدین، آباء و اجداد، صاحب زادے صاحب زادیاں، چچے، پھوپھیاں، رضاعی مائیں، آزاد کردہ باندیاں، رضاعی بھائی بہنیں، ازواج مطہرات، کنیزیں، خدام، محافظین، قاصد، عمال، کاتبان وحی، مؤذن، خطیب، شعراء، شاعرات، حدی خواں صحابہ کرام، غلام، آزاد کردہ غلام، آپ سے متعلق شہر، زیر استعمال جانور، مویشی، اسلحہ، آلاتِ حرب، لباس، برتن، انگشتری، جبے، موزے، عمامہ، نعلین پاک، خوشبوئیں، برتن، پسندیدہ کھانے، ناپسندیدہ کھانے، تابعین، تبع تابعین اور پانچ لاکھ اسماء الرجال کے تذکرہ سے متعلق معلومات کا ایسا خزانہ ملتا ہے جو یکجا کہیں اور ملنا مشکل ہے۔

اس کتاب میں جا بجا غیر مسلموں کے تاثرات بھی درج کیے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ کتاب اپنے قیمتی مضامین، نادر معلومات اور گراں بہا علمی معارف کا ایک ایسا مجموعہ بن گئی ہے جسے ۲۰۱۹ء کا بہترین تحفہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ میں اس کتاب کو سیرت طیبہ کا ایک ایسا انسائیکلوپیڈیا سمجھتا ہوں جو اس موضوع پر تحقیق کرنے والے اسکالرز کو بے شمار کتابوں سے بے نیاز کر سکتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ آج کی متمدن دنیا میں سیرت کا مقام و مرتبہ، اس کی ضرورت اور اس پر عمل کرنے کی اہمیت کیا ہے؟ اس کے لیے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ آج دنیا کو جن مسائل نے شدید کرب میں مبتلا کر رکھا ہے اور دنیا ان کی لپیٹ میں آ کر کراہ رہی ہے، تڑپ رہی ہے، سسک رہی ہے، ہاتھ پاؤں مارنے کے باوجود ان سے پیچھا نہیں چھڑا پا رہی ہے، ان میں جنگ

وجدل سے بچاؤ اور غربت سرفہرست ہیں۔ جنگ عالمگیر اول اور دوم میں انسانیت کی جو تذلیل ہوئی اور متمدن دنیا نے جس طرح اپنے بھائی بندوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹا اس سے جاہلیت کی تاریک تاریخ بھی شرمندہ ہے۔ اسی پر کیا بس ہے آج بھی بڑے اور طاقتور ممالک چھوٹی اور کمزور اقوام کو ہڑپ کرتے اور ان کے علاقے ہتھیانے کے لیے جن جن دسیسہ کاریوں، فتنہ انگیزیوں اور شیطانی پروگراموں میں مصروف ہیں وہ سب کے سامنے ہیں۔ ہمدردی، اخوت، انسانیت اور مساوات کے دعوے پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ سننے میں آ رہے ہیں مگر ناانصافی اور طاقت کا استعمال پہلے سے کہیں بڑھ گیا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ بے انصافی، ظلم، طاقت کا استعمال اور بھوک و غربت کا میزانیہ دن بدن بڑھ رہا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ وہ قدرتی وسائل جو روز افزوں انسانی آبادی میں اضافے کے ساتھ ساتھ خود بخود ابھرتے آتے ہیں انسانیت کی فلاح و بہبود پر صرف ہونے کی بجائے مسائل میں مزید اضافے کا سبب بن رہے ہیں۔

دنیا کے جدید نظام ہائے زندگی میں سوشلزم معاشی عدم مساوات کو انسانیت کا بنیادی مسئلہ قرار دیتے ہوئے اس کے خلاف ردعمل کے طور پر بڑے بلند بانگ دعووں کے ساتھ میدان عمل میں آیا۔ مگر دنیا نے دیکھ لیا کہ صرف انقلاب روس میں بیس لاکھ انسان اس جدید اور بظاہر معاشی مساوات کے دعویدار نظام کی بھینٹ چڑھ گئے۔ اس کے مقابلے میں سرمایہ دارانہ نظام ہے جس نے صدیوں سے انسانوں کو ظلم کی چکی میں پیسا ہے۔ کیا اب بھی دنیا کو اس سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو نمونہ اور مثال نہیں بنانا چاہیے؟ جس نے بقول اقبال یہ منفرد اصول دنیا کو دیا تھا۔

کس نہ گردد در جہاں محتاج کس
نکتہ شرع مبیں ایں است و بس

اور یہ فرمایا:

با مسلماں گفت جاں برکف بنہ
ہرچہ از حاجت فزوں داری بدہ

جہاں تک امن کا مسئلہ ہے کیا وقت نہیں آ گیا کہ ہم دنیا کے سامنے اس رحمت للعالمین کی حیات طیبہ کے پردے اٹھا کر کائنات کے اس سب سے بڑے انقلاب کے بانی کا وہ رخ دکھائیں جس نے عالمگیر انقلاب برپا کرنے کے لیے مجموعی طور پر صرف ۱۰۱۸ افراد کی قربانی دی۔ چھوٹے بڑے غزوات اور جنگیں ملا کر کل ۸۲ بنتے ہیں۔ گویا فرانس سے دو چند بڑے ملک میں امن و امان قائم کرنے' صدیوں کی خون خواری' ڈکیتی' چوری اور موروثی عداوتیں ختم کرنے کے لیے کل ۱۰۱۸ انسانوں کی قربانی دی گئی۔ اس کے مقابلے میں جنگ عظیم ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کے مقتولین کی تعداد روس ۱۷ لاکھ' جرمنی ۱۶ لاکھ' فرانس ۱۳ لاکھ' اٹلی ۴ لاکھ' آسٹریا ۸ لاکھ' برطانیہ ۷ لاکھ' ترکی دو لاکھ پچاس ہزار' بلجیم ایک لاکھ دو ہزار اور امریکہ میں پچاس ہزار بنتی ہے۔ اس میں زخمیوں' اسیروں اور گمشدہ افراد کی تعداد شامل نہیں ہے۔ یہ ساری تفصیلات دیکھ کر کون ذی ہوش آدمی کہہ سکتا ہے کہ یہ انقلاب لانے والا عالم انسانیت کا سب سے بڑا مصلح اور امن و آشتی کے ساتھ اس کے معاشی مسئلے کا بھی پیامبر نہ تھا۔

ان ساری باتوں کو دیکھتے ہوئے سیرت نبوی اور حیات طیبہ ہی وہ واحد روشنی کا مینار نظر آتی ہے جس کی روشنی میں مسائل کی شکار یہ دنیا اپنی راہیں متعین کر سکتی ہے۔ اب جس طرح سیرت طیبہ کی اہمیت اور ضرورت بڑھتی جا رہی ہے اسی طرح سیرت کے نئے نئے گوشے بھی واضح ہو رہے ہیں۔ قرآن مجید اور سیرت طیبہ اپنے موضوعات کی جامعیت اور وسعت کے اعتبار سے ایسے سمندر ہیں جن کی تہہ سے قیامت تک موتی و جواہرات نکالے جاتے رہیں گے اور کبھی ختم نہ ہوں گے۔

میرے فاضل دوست خالد علی انصاری نے صرف روایت کو پورا نہیں کیا بلکہ انہوں نے سیرت مبارکہ کے ایک ایک پہلو پر انتہائی مستند اور تفصیلی معلومات یکجا کر دی ہیں۔ اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وضاحت اور تشریح میں جس طرح انہوں نے اپنے قلم کو حب رسول کی روشنائی میں ڈبو کر گل کاری کی ہے اس سے روح وجد میں آ جاتی ہے۔ مولانا شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی کا اپنا انداز ہے۔ کوئی شک نہیں کہ اُردو زبان ان سیرت نگاروں کی نگارش پر ہمیشہ ناز کرتی رہے گی۔ قاضی سلیمان منصور پوری کی رحمۃ للعالمین اور علامہ نور بخش توکلی کی سیرت رسول عربی کا لفظ لفظ جہاں تاریخی اعتبار سے موتی و جواہرات کی حیثیت رکھتا ہے وہاں محبت

رسول کا ایسا دل پذیر ارمغان ہے جو دماغوں کو روشنی اور دلوں کو محبت رسول کی بہار فراہم کرتا رہے گا۔ اسی طرح خطبات مدراس' النبی الخاتم اور الرحیق المختوم کے مصنفین کی طرح سینکڑوں مصنفین و مولفین صف بستہ ہو کر ہاتھ باندھے ہوئے ہر وقت رطب اللسان ہیں:

ندانم کدامیں سخن گویمت
کہ والا تری زانچہ گن گویمت
چہ وصفت کند سعدی ناتمام
علیک الصلوۃ اے نبی والسلام

اگر ان کی طرف نظر اٹھاتے ہوئے میرے فاضل دوست خالد علی انصاری یہ کہیں تو حق بجانب ہیں:

نہ من تنہا دریں مے خانہ مستم
جنید و شبلی و عطار ہم مست

بہت ساری ایسی باتیں ہیں جو ذکر کردہ سیرت کی کتابوں میں تفصیل سے مل جاتی ہیں۔ مگر اس کتاب میں بے شمار ایسی باتیں' ایسی معلومات اور ایسے اعداد و شمار آئے ہیں جن سے اُردو دان طبقہ پہلی بار متعارف ہوگا' اس لیے کہ تفصیل کی بجائے ان میں اختصار اور ہر جگہ ایک ہی موضوع پر سیر حاصل گفتگو کے بعد دوسرا موضوع اختیار کیا گیا ہے' یوں کتاب ہر موضوع کا مکمل احاطہ کر لیتی ہے۔ ضرورت پڑنے پر مناسب مقامات میں مستشرقین اور مسلم اسکالرز مثلاً ڈاکٹر محمد حمید اللہ' پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری' ڈاکٹر محمد طاہر القادری' مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ایسے مشاہیر کے حوالہ جات سے کتاب کی علمی ثقاہت میں اضافہ کیا گیا ہے۔ مواد اور عنوان کی طرح نام بھی بے مثل و بے مثال براشبہ بے مثال تجویز کیا گیا ہے۔

میں اس علمی' روحانی' تاریخی اور معلوماتی کتاب کی تالیف پر اپنے فاضل دوست خالد علی انصاری کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔ بے مثل و بے مثال' سیرت النبی ﷺ اور تاریخ کی کتابوں میں ہوا کا تازہ جھونکا ہے۔ میں آخر میں اپنے دوست خالد علی انصاری کی زبان میں شہنشاہ کونین کے حضور اخلاص و عقیدت کا یہ نذرانہ پیش کرتے ہوئے عرض گزار اور

دعاء کا طالب ہوں:

سعدی ثنائے تو نہ تواند بشرح گفت
خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست

زاویہ نشین
سید محمد فاروق القادری
دربار عالیہ شاہ آباد شریف گڑھی اختیار خان
ضلع رحیم یار خان
۷ دسمبر ۲۰۱۸ء

نام نامی اسمِ گرامی (محمد ﷺ)

آپ ﷺ کے اسماء ذاتی محمد (ﷺ) اور احمد (ﷺ) ہیں۔ یہ دونوں اسماء گرامی دراصل ایک ہی مادہ لفظ (Root word) یعنی حمد سے بنے ہیں۔ ثناء و تکریم، رفعت شان و رفعت ذکر اور جود و عطاء کا مجموعہ حمد کہلاتا ہے۔

آپ ﷺ کے اسماء صفاتی کا شمار سینکڑوں نہیں، بلکہ ہزاروں میں ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ناموں کی کثرت کسی شخصیت کی منفرد خصوصیت (Unique quality) بن سکتی ہے؟ اسی نکتے کی وضاحت کے لیے میں نے "نام نامی اسم گرامی" کے عنوان کو اس کتاب کا پہلا باب بنایا ہے۔

عربی کا مقولہ ہے: "کثرۃ الاسماء تدل علی شرف المسمّٰی" کہ کسی کے ناموں کی کثرت اس کی اہمیت، شرف اور عظمت پر دلالت کرتی ہے۔

یہ ایک عمومی قاعدہ ہے کہ اسماء کی کثرت مسمّٰی کی عزت و عظمت اور شرف و مجد پر دلالت کرتی ہے۔ ناموں کی کثرت اور بہت سے اچھے القابات کا حامل ہونا دراصل کسی شخصیت کے ہمہ صفت ہونے اور مجموعۂ خصوصیات و فضائل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

علمائے کرام رحمہم اللہ اجمعین نے فرمایا: اسماء کی کثرت مسمّٰی کی عظمتوں اور رفعتوں پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ اس سے مسمّٰی کی ذات اور اس کے حالات کی جانب توجہ کی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کلام عرب میں آپ کو مسمیات کے متعلق زیادہ گفتگو اور توجہ نظر آئے گی۔ [1]

حضور اکرم ﷺ کے اسماء گرامی کی کثرت دراصل آپ کے اعظم کرامات، جامع ترین فضائل و کمالات اور آپ کی شخصیت کے ہمہ پہلو ہونے کی بناء پر ہی ہے۔ اسماء کی کثرت حقیقتاً مسمّٰی کی عظمت، محبوبیت اور بزرگی کی ہی دلیل ہے، کیونکہ ہر اسم کسی نہ کسی صفت، خوبی اور فضل ہی سے ماخوذ ہے۔ ایک عام شخص کی صفات کو بآسانی انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے، جبکہ حضور ﷺ

---

[1] اسماء النبی، امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی، ص ۴، اردو ترجمہ، مظہر علم شاہدرہ، لاہور

کی خصوصیات اور صفات بے شمار ہیں۔

حضور کا کثیر الاسماء ہونا بھی آپ کے فضل وشرف اور متصف بصفات کثیرہ ہونے پر دلالت کرتا ہے کیوں کہ اشتقاق اسماء صفات سے یا افعال سے ہوتا ہے اور ہر اسم کسی نہ کسی صفت یا فعل سے نکلتا ہے۔ تو ضرور ہوا کہ جس شخص کے اسماء کثیر ہوں وہ متصف بصفات کثیرہ ہو۔ [1]

پھیل جاتی ہے زباں سے رگِ جاں تک خوشبو
کیا عجب آپ کا ہے اسم گرامی آقا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دنیا میں تشریف لانے کے ساتویں روز آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے تمام قریش کو مدعو کیا اور مہمانوں کے لیے پرتکلف دعوت کا اہتمام کیا۔ مہمانوں نے عبدالمطلب سے دریافت کیا کہ جس فرزند کے دنیا میں تشریف لانے کی خوشی میں آپ نے اس دعوت کا اہتمام فرمایا ہے یہ تو بتایئے کہ آپ نے اس بچے کا نام کیا رکھا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کا نام "محمد" تجویز کیا ہے۔

مہمانوں نے حیران ہو کر اُن سے پوچھ کہ آپ نے اپنے اہل بیت میں سے کسی کے نام پر اس کا نام کیوں نہ رکھا؟ تو آپ گویا ہوئے:

"اَرَدْتُ اَنْ یَّحْمِدَهُ اللّٰهُ فِی السَّمَآءِ وَخَلْقُهٗ فِی الْاَرْضِ"۔

میں نے اس لیے اس کا یہ نام تجویز کیا ہے تاکہ آسمانوں میں اللہ تعالیٰ اور زمین میں اس کی مخلوق اس مولود مسعود کی حمد وثناء کرے۔ [2]

جس وقت آپ کے دادا نے آپ کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھا، کیا کوئی اندازہ کر سکتا تھا کہ تاریخ میں یہ نام اتنا محترم اور اس قدر معتبر ٹھہرے گا۔ کروڑوں لوگ اس نام کا کلمہ پڑھیں گے۔ صبح وشام اس کا ورد کریں گے، اسے اپنے دلوں میں بسائیں گے اور اسے اپنی آنکھوں سے لگائیں گے؟

---

[1] شہد سے میٹھا نام محمد، محمد فیض احمد اویسی، ادارہ تصنیفات علامہ اویسی، بہاولپور، ۱۹۸۵ء

[2] (الف) الروض الانف، عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی، اردو ترجمہ، ج ۱، ص ۲۵۲-۲۵۳، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۵ء

(ب) ضیاء النبی، پیر محمد کرم شاہ الازہری، ج ۲، ص ۶۱، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۱۳ھ

صاحب مفردات علامہ راغب اصفہانی نے محمد ﷺ کے معنی: ''الذي اجمعت فيه الخصال المحمودة'' یعنی مجموعہ خوبی و خصال بتائے ہیں۔ اہل لغت کے نزدیک محمد (ﷺ) اس ہستی کو کہتے ہیں جو صفات خیر کی جامع ہو۔ یہ لفظ اسم مفعول کا صیغہ ہے اور اس سے مراد وہ ذات گرامی ہے جس کی کثرت کے ساتھ اور بار بار تعریف کی جائے۔

علامہ سہیلی اس نام نامی کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

یعنی لغت میں محمد اس کو کہتے ہیں جس کی بار بار تعریف کی جائے کیونکہ مفعل کے وزن میں اس فعل کا تکرار مقصود ہوتا ہے۔[1]

امام محمد ابوزہرہ اسم محمد کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

تفعیل کا صیغہ کسی فعل کے بار بار واقع ہونے اور لحہ بہ لحہ وقوع پذیر ہونے پر دلالت کرتا ہے اس میں استمرار (CONTINUITY) پایا جاتا ہے۔ یعنی ہر آن وہ نئی آن بان سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس تشریح کے مطابق محمد کا مفہوم یہ ہوگا کہ وہ ذات جس کی بصورت استمرار ہر لحہ ہر گھڑی نو بہ نو تعریف و ثناء کی جاتی ہو۔[2]

صرف دو نام اسم بامسمّٰی کی تعریف پر پورے اترتے ہیں۔ ایک قرآن جس کے معنی ہیں: بار بار پڑھی جانے والی کتاب اور دوسرا نام محمد ﷺ جس کی تعریف سب سے زیادہ بار بار نو بہ نو کی جاتی ہے۔ یہ نام نامی اپنی خوبیوں اور خصوصیات کے اعتبار سے فضائل کا خلاصہ اور خوبیوں کا مرقع ہے۔ یہ نام اسم مسمّٰی کی ضمانت بھی ہے۔ یعنی ہم دیکھتے ہیں کہ یہ نام نامی کروڑوں انسانوں کی زبانوں پر صبح و شام رہتا ہے۔ ہر کوچہ و خطہ میں اس نام کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ آپ ﷺ کی بعثت سے لے کر آج تک بلکہ روز قیامت تک یہ نام اپنے فضائل کی شہادت پیش کرتا رہے گا۔ تعریف کے بعد تعریف اور توصیف کے بعد توصیف کی جاتی رہے گی۔

دوسرا کون ہے جو محمد ﷺ کہلا سکے؟ جس کے فضائل بار بار بیان ہوں اس طرح بیان ہوں کہ بات شمار و عدد سے باہر ہو جائے؟ کس پر اتنا لکھا گیا؟ کس کی باتوں کو اس طرح محفوظ

---

[1] ضیاء النبی، پیر محمد کرم شاہ الازہری، ج ۲، ص ۶۲، بحوالہ الروض الانف، ابوالقاسم سہیلی، ج ۱، ص ۱۸۲، دار الفکر، بیروت

[2] ایضاً، بحوالہ خاتم النبیین، امام محمد ابوزہرہ، ج ۱، ص ۱۱۵، دار الفکر العربی، قاہرہ

کیا گیا؟ اور کون ہے جس کی زندگی اس طرح آئینہ قرار پائی ہو؟ کسے یہ شرف ملا کہ حیات و زیست کا لمحہ لمحہ محفوظ اور ورق ورق موجود ہے۔ [1]

ایک صدی قبل اسپر نگر اور مارگولیتھ نے لکھا تھا کہ آپ ﷺ کے حیات پاک اور اسوۂ حسنہ پر اتنا کچھ لکھا گیا ہے' آپ ﷺ کے فضائل وشمائل اور ان کی جزئیات اور تفصیلات جمع کرنے کے لیے اتنی توجہ اور محنت صرف کی گئی ہے کہ کسی دوسرے فردِ واحد کے لیے آج تک نہیں کی گئی ہے۔ [2]

اس نام کے ساتھ صرف اچھائی اور خوبی (Merits) کو ہی بیان کیا جاسکتا ہے' کسی برائی (Demerit) کو اسم محمد ﷺ کے ساتھ نتھی (Attach) نہیں کیا جاسکتا ہے۔ یعنی یہ بات نہیں کہی جاسکتی ہے کہ محمد (جو بہت تعریف کے قابل ہے) میں (معاذ اللہ) یہ خامی ہے۔ اہل زبان ہونے کے ناطے کفارِ مکہ (جن کے دل بغض اور نفرت سے بھرے ہوئے تھے اور وہ کسی صورت بھی آپ ﷺ کی تعریف برداشت نہیں کرسکتے تھے) نے بھی اس نکتہ کو سمجھ لیا تھا کہ جب وہ آپ کو محمد کہتے ہیں تو ہر عیب کی نفی ہو جاتی ہے' اس لیے انہوں نے آپ کو مذمم (یعنی مذمت کیا ہوا) کہنا شروع کر دیا تھا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ قریشیوں نے آپ ﷺ کا نام مذمم (برا) رکھ چھوڑا تھا۔ پھر وہ آپ کو گالی نکالتے تھے' تو اس پر حضور اقدس ﷺ فرماتے تھے: کیا تم تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے قریش کی گندگی کو کیسے دور رکھتا ہے؟ وہ مذمم کو گالیاں نکالتے ہیں اور اس کی ہجو کرتے ہیں حالانکہ میں تو محمد ﷺ (یعنی تعریف کیا گیا) ہوں۔ [3]

حدیث کے الفاظ ہیں:

”یشتمون مذمما ویعیبون مذمما وانا محمد“۔ (مشکوٰۃ)

یعنی وہ مذمم کو گالی دیتے ہیں اور مذمم کی عیب جوئی کرتے ہیں اور ہم تو محمد ہیں (ﷺ)۔ [4]

---

[1] اوراقِ سیرت' سید عزیز الرحمٰن' ص ۲۸' کتب خانہ سیرت' کراچی' ۲۰۱۴ء

[2] نقوش' رسول نمبر ج ۹' ص ۷-۸' ادارہ فروغ اردو' لاہور' ۱۹۸۳ء

[3] اسماء النبی الکریم' محمد برکت علی لدھیانوی' ص ۱۷-۱۱۱' دارالاحسان' فیصل آباد' ۱۹۷۹ء

[4] شہد سے میٹھا نام محمد' محمد فیض احمد اویسی' ادارہ تصنیفات علامہ اویسی' بہاولپور' ۱۹۸۵ء

امام بخاری کی روایت ہے:

حضرت ابوہریرہ t بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس پر تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے قریش کے سب وشتم کو کس طرح دور کر دیا؟ وہ مذمم کو برا کہتے ہیں اور مذمم کو لعنت کرتے ہیں اور میں محمد ہوں۔ [1]

نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال یہ ہے کہ اسے اپنی زبان سے ادا کرنے کے لیے پہلے دو مرتبہ اپنے لبوں سے اس کا بوسہ لینا پڑتا ہے۔ اس نام کی ادائیگی میں دونوں ہونٹ ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں اور آپ اس کا بوسہ لیے بغیر اسے ادا کر ہی نہیں سکتے ہیں۔ گویا پہلے اس نام کی حلاوت اور شیرینی کو اپنے کام ودہن میں اُتاریئے پھر کوئی بات کیجیے۔

سید مصطفی البکری اپنی کتاب "شرح حزب الامام النووی" میں فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار ناموں میں سے آپ کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سننے میں لذیذ تر، دل کو سب سے زیادہ تسکین دینے والا اور چشمۂ فرحت وسرور ہے۔ یہ نام اقدس مشہور تر، مخصوص تر اور معروف تر ہے۔ اسی نام اقدس سے اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں سرکار کو بلاتا ہے اور بلائے گا اور یہی نام پاک کلمۂ توحید میں آیا ہے، اسی سے آدم u کی کنیت (ابومحمد) رکھی گئی، اسی نام اقدس سے انھوں نے شفاعت چاہی اور (اماں) حواء کے حق مہر کے طور پر اسی نام پاک پر انھوں نے درود پڑھا تھا اور خود حضور u اپنا نام یہی بتاتے تھے، اسی نام سے فرشتے آپ پر درود بھیجتے ہیں اور اسی نام سے قیامت کے دن عیسیٰ u تمام انسانوں کو شفاعت کے لیے آپ کا دروازہ دکھائیں گے۔ حدیث معراج میں جبریل u نے اسی نام پاک سے سرکار کا تعارف کرایا ہے۔ جب سرکار جنت کا دروازہ کھلوائیں گے اور نگران فرشتہ نام پوچھے گا تو وہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہی نام لیں گے۔ [2]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ آپ سے پہلے کسی بشر کا نام محمد نہیں رکھا گیا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس اسم گرامی کی حفاظت رب تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لی تھی تاکہ اس نام مبارک کی وجہ سے کسی اور کے ساتھ اشتراک اور اشتباہ نہ

---

[1] صحیح بخاری، امام محمد بن اسماعیل بخاری، ج ۱، ص ۵۰۱، نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

[2] سعادة الدارین، یوسف بن اسماعیل نبہانی، ج ۲، ص ۳۷۳۔۳۷۴، مکتبہ حامدیہ لاہور ۱۹۹۴ء

رہے۔ [1]

آپ کے اسماء گرامی محمد اور احمد آپ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ورود مسعود سے قبل یہ نام کسی اور کا ہونے نہیں دیا تا کہ لوگوں میں کوئی شک اور التباس پیدا نہ ہو۔ [2]

البتہ جب آپ ﷺ کا زمانہ قریب آیا اور اہل کتاب نے آپ ﷺ کی ولادت کے زمانے کے قریب آنے کی بشارت دی' تو کئی لوگوں نے اپنے بچوں کے نام محمد رکھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس طور سے نگہبانی کی کہ ان میں سے کسی نے بھی نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی کسی اور نے ان کے حق میں یہ دعویٰ کیا اور نہ ہی ان میں نبوت کی علامات یعنی معجزات وخوارق عادت نشانیاں ظاہر ہوئیں۔ [3] (ایسے ۱۶ افراد کا ذکر سیرت حلبیہ' ج ۱' ص ۸۷' میں ملتا ہے)۔

قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے پہلے ان دو ناموں (محمد اور احمد) میں سے کسی کو موسوم نہ ہونے دیا۔ آپ کا اسم گرامی محمد ﷺ کسی عربی یا غیر عربی نے آپ کی پیدائش سے کچھ عرصہ پہلے صرف اس وقت رکھنا شروع کیا' جب یہ بات مشہور ہوئی کہ ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے جس کا نام محمد ہوگا۔ [4]

اللہ جلا جلالہ کے نام پاک اور حضور ﷺ کے نام پاک محمد میں کئی مناسبتیں پائی جاتی ہیں' جیسے اسم اللہ میں چار حروف (ا ل ل ہ) ہیں' اسم محمد میں بھی چار حروف (م ح م د) ہیں۔ اللہ کے چاروں حروف نقطوں کے بغیر ہیں' محمد کے چاروں حروف بھی بے نقطہ ہیں۔ اللہ میں ایک شد ہے' محمد میں بھی ایک شد ہے۔ اللہ کے تین حروف حرکت والے ہیں' محمد کے تین حروف بھی متحرک ہیں۔ اللہ کہنے میں دونوں ہونٹ علیحدہ ہوتے ہیں۔ ایک ہونٹ اوپر اور دوسرا نیچے کھلتا ہے۔ محمد

---

[1] مدارج النبوت' محمد عبدالحق محدث دہلوی' ج ۱' ص ۳۸۵' ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور' ۲۰۰۸ء

[2] فضائل النبی' محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی' ج ۳' ص ۲۴۰' ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور' ۲۰۰۸ء

[3] سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد' امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی' ج ۱' ص ۲۳-۲۴' اُردو ترجمہ مظہر علم' شاہدرہ لاہور

[4] سعادۃ الدارین' یوسف بن اسماعیل نبہانی' ج ۲' ص ۳۶۸-۳۶۹' مکتبہ حامدیہ لاہور' ۱۹۹۶ء

لفظ کو ادا کرنے میں دونوں ہونٹ مل جاتے ہیں ایک ہونٹ اوپر اور دوسرا نیچے کھلتا ہے۔

امام بیہقی نے "دلائل النبوت" میں لکھا ہے کہ اہل تصوف نے اشتقاق کبیر (اس طریقہ سے کسی لفظ کے ہر حروف سے کچھ معانی اخذ کیے جاتے ہیں) کے ذریعہ اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں موجود "م" سے مجد (بزرگی) "ح" سے رحمت "م" سے ملک اور "د" سے دوام (ہمیشگی) کے معانی اخذ کیے ہیں۔

جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو خوشخبری دیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام احمد بتایا تھا:

اور مژدہ دینے والا ہوں ایک رسول کا' جو تشریف لائے گا میرے بعد اس کا نام (نامی) احمد ہوگا۔ (الصف:۶)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ زمین پر میرا نام محمد اور آسمان پر احمد ہے۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔[1]

ایک اور حدیث میں فرمایا: میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور مقفّی اور حاشر ہوں اور نبیٔ توبہ اور نبیٔ رحمت ہوں۔[2]

پھر فرمایا: میرے پانچ نام ہیں: میں محمد ہوں' احمد ہوں' ماحی (مٹانے والا) ہوں کہ رب کریم میرے توسط سے کفر (و شرک) کے ہر نشان کو مٹا دے گا اور میں حاشر ہوں کہ سب لوگ (روز قیامت اپنی قبروں سے اٹھ کر) میرے قدموں میں جمع کیے جائیں گے اور میں عاقب (سب نبیوں سے آخر میں آنے والا) ہوں۔[3]

صحابہ کرام میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام احمد معروف و مستعمل تھا۔ حضرت حسان بن ثابت t یہی نام لے کر بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ و سلام عرض کرتے ہیں:

صَلَّى الْإِلٰهُ وَمَنْ يَّحُفُّ بِعَرْشِهٖ
وَالطَّيِّبُوْنَ عَلَى الْمُبَارَكِ اَحْمَدَ [4]

---

[1] الریاض الانیقہ فی شرح اسماء خیر الخلیقہ' جلال الدین سیوطی' ص ۲۵۹

[2] مسلم' کتاب الفضائل' رقم: ۲۳۵۵

[3] بخاری' کتاب التفسیر' رقم ۴۶۱۳' مسلم' رقم: ۲۳۵۴

[4] ضیاء القرآن' محمد کرم شاہ الازہری' ج ۵' ص ۲۱۳' ضیاء القرآن پبلیکیشنز' لاہور' ۱۴۰۰ھ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ و حاملین عرش اور تمام پاکیزہ لوگ اس مبارک ہستی پر درود و سلام بھیجیں جس کا اسم گرامی احمد ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اور اس کے عرش کے گرد جمگھٹا لگائے ہوئے فرشتوں نے اور سب پاکیزہ ہستیوں نے اس مبارک ہستی پر درود و سلام بھیجا ہے جس کا نامِ نامی احمد ہے۔

آپ ﷺ کا دوسرا معروف نام احمد ہے۔ احمد اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی ہے: احمد الحامدین، یعنی ہر حمد و ثناء کرنے والے سے زیادہ اپنے رب کی حمد و ثناء کرنے والا۔ آپ ﷺ احمد المحمودین بھی ہیں یعنی تمام تعریف کیے ہوؤں میں سب سے زیادہ تعریف کردہ۔

آپ ﷺ کی حیات پاک کا ایک ایک لمحہ اپنے رب کی تعریف و ثناء سے معمور و درخشاں ہے، لیکن آپ ﷺ کی شان احمدیت روزِ محشر میں اوج کمال کو پہنچنے والی ہے، جب کہ آپ کے ہاتھوں میں لواء حمد ہوگا اور آپ ﷺ مقام محمود پر فائز ہوں گے۔ اللہ رب العزت آپ کو شرح صدر کی نعمت عطاء فرمائے گا اور ایسی حمد کی تعلیم فرمائے گا، جو اس سے پہلے کسی اور کو تعلیم نہیں فرمائی گئی ہوگی۔ آپ ﷺ اپنے رب کے ایسے محاسن و محامد بیان کریں گے اور ایسی ثناء و ستائش کریں گے، جو اس سے پہلے کبھی نہیں کی گئی ہوگی۔ [1]

فتنہ کے اس دور میں کچھ لوگ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی بجائے مرزا غلام احمد قادیانی کو سورۃ الصف کی مذکورہ آیت کی پیشین گوئی کا مصداق بتاتے ہیں کہ یہاں اسم احمد مرزا کے لیے استعمال ہوا ہے۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری فرماتے ہیں:

اس کے بارے میں اتنا ہی سمجھ لیں کہ ایک شخص جس کا نام عبداللہ ہو وہ اپنے نام سے عبد حذف کر کے اگر اللہ نہیں کہلا سکتا، تو اسی طرح غلام احمد نامی شخص غلام کا لفظ کاٹ کر اپنے آپ کو احمد کہلائے گا، تو اس سے بڑھ کر قرآن کی کوئی تحریف نہیں ہو سکتی ہے۔ [2]

مزید برآں مرزا اپنے آپ کے مسیح موعود ہونے کا دعوے دار ہے، جبکہ آیت مذکورہ میں رسول کی بات کی جا رہی ہے۔

---

[1] حدیث شفاعت، بخاری و مسلم

[2] ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ الازہری، ج ۵، ص ۲۲۲، ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور، ۱۴۰۰ھ

قرآن کریم میں چار مقامات پر آپ ﷺ کا اسم گرامی محمد آیا ہے اور ایک مقام پر نام نامی احمد مذکور ہوا ہے۔

☆ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ (آل عمران:۱۴۴)

اور محمد تو ایک رسول ہیں۔

☆ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (احزاب:۴۰)

محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔

☆ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ (محمد:۲)

اور اس پر ایمان لائے جو محمد پر اُتارا گیا اور وہی ان کے رب کے پاس سے حق ہے۔

☆ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (فتح:۲۹)

محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔

☆ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ (صف:۶)

اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔

مجلہ نقوش نے ۱۹۸۳ء میں ۱۳ ضخیم جلدوں پر مشتمل اپنا خصوصی شمارہ رسول نمبر شائع کیا تھا۔ اس کی جلد ۹ میں ڈاکٹر سید محمد عبداللہ کا مضمون ''سیرت طیبہ حضور کے اسماء والقاب کے آئینے میں'' شامل ہے۔ اس مضمون میں مصنف نے آپ ﷺ کے وہ اسمائے گرامی جو قرآن میں مذکور ہیں کی فہرست باعتبار حروف تہجی مرتب کی ہے جن کی تعداد ۸۶ ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کے وہ اسماء گرامی' جو احادیث وسیرت کی کتابوں میں آئے ہیں کی فہرست بھی شامل کی ہے' جن کی تعداد ۱۵۸ ہے۔ یہ تمام اسماء مبارکہ کسی خاص وجہ سے ہیں اور آپ ﷺ کے خواص اور کارناموں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ لہٰذا ان القابات اور اسماء گرامی کو سامنے رکھ کر بھی آپ ﷺ کی سیرت مرتب کی جاسکتی ہے۔

آپ ﷺ کے اسماء وصفات قرآن میں

آیات قرآنی کے مطابق آپ دعائے خلیل (۱) بھی ہیں اور نوید مسیحی (u) (۲) بھی۔ آپ کا اسم مبارک محمد (ﷺ) (۳) بھی ہے اور احمد (ﷺ) (۴) بھی۔

آپ یٰسین (۵)' طٰہٰ (۶)' مزمل (۷)' مدثر (۸)' نبی امی (۹)' داعی الی اللہ (۱۰)' منذر (۱۱)'

ہادی(۱۲)، سراج منیر(۱۳)، شاہد(۱۴)، مبشر(۱۵)، نذیر(۱۶)، مزکی(۱۷)، معلم کتاب و حکمت(۱۸)، نور(۱۹)، رسول صدق(۲۰)، برہان ربانی(۲۱)، حاکم برحق(۲۲)، سراپاہدایت(۲۳)، رحمۃ للعالمین(۲۴)، رؤف و رحیم(۲۵)، صاحب خلق عظیم(۲۶)، اول المسلمین(۲۷)، خاتم النبیین(۲۸)، بندۂ الٰہی(۲۹)، صاحب کوثر(۳۰)، صاحب رفعت وشان(۳۱)، مرکز آرزوئے مومنین(۳۲)، محبوب خدا(۳۳)، ممدوح ملائک(۳۴)، اللہ کے بندے(۳۵) اور اُس کے رسول(۳۶) ہیں۔[1]

بخاری ومسلم کی حدیث میں حضرت جبیر بن مطعم ؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ میرے پانچ نام ہیں میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ کفر کو محو کرے گا اور میں حاشر ہوں، کیونکہ روزِ محشر تمام لوگ میرے بعد اٹھائے جائیں گے، یا یوں کہیے کہ باقی خلقت آپ کے نقش قدم پر اٹھائی جائے گی۔ اور فرمایا کہ میرا نام عاقب ہے۔ عاقب بعد میں آنے والے کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہیں۔ بعض حدیثوں میں آپ ﷺ کے دس نام آتے ہیں، یعنی محمد، احمد، ماحی، حاشر، عاقب، رحمت، راحت، ملاحم، مقفّی اور قیم۔

آپ ﷺ کے وہ اسماء وصفات، جو احادیث کریمہ میں مذکور ہیں ان میں مصطفیٰ، مجتبیٰ، ابوالقاسم، شفیع، متقی، مصلح، طاہر، مطمئن، صادق، مصدوق، ہادی، سید ولد آدم، سید المرسلین، امام

---

[1] (۱) البقرہ:۱۲۹ (۲) صف:۹ (۳) فتح:۲۹
(۴) صف:۶ (۵) یٰسین:۱ (۶) طٰہٰ:۱
(۷) مزمل:۱ (۸) مدثر:۱ (۹) اعراف:۱۵۸
(۱۰) احزاب:۴۶ (۱۱) رعد:۷ (۱۲) رعد:۷
(۱۳) احزاب:۴۶ (۱۴) احزاب:۴۵ (۱۵) احزاب:۴۵
(۱۶) احزاب:۱۹ (۱۷) آل عمران:۶۴ (۱۸) آل عمران:۶۴
(۱۹) مائدہ:۱۵ (۲۰) نساء:۱۷۰ (۲۱) نساء:۱۷۴
(۲۲) نساء:۱۰۵ (۲۳) النحل:۶۷ (۲۴) انبیاء:۱۰۷
(۲۵) توبہ:۱۲۸ (۲۶) قلم:۴ (۲۷) انعام:۱۶۳
(۲۸) احزاب:۴۰ (۲۹) بنی اسرائیل:۱ (۳۰) کوثر:۱
(۳۱) الم نشرح:۴ (۳۲) احزاب:۶ (۳۳) احزاب:۵۶
(۳۴) احزاب:۵۶ (۳۵) الکہف:۱۱۰ (۳۶) اعراف:۱۵۸

المتقین، رسول رب العالمین، قائد الغر المحجلین، حبیب اللہ، خلیل الرحمٰن، صاحب الحوض المورود، صاحب الشفاعۃ، صاحب المقام المحمود، صاحب الوسیلۃ والفضیلۃ والدرجۃ الرفیعۃ، صاحب التاج والمعراج، صاحب اللواء، صاحب القضیب، الراکب، البراق، الناقۃ، النجیب، صاحب الحجۃ، السلطان، الخاتم، العلامۃ، صاحب الھراوۃ اور صاحب النعلین شامل ہیں۔ [1]

جس طرح اللہ رب العزت کے بے شمار اسمائے حسنیٰ منقول ہیں اسی طرح نبی کریم ﷺ کے اسماء گرامی بھی کثیر ہیں۔ اسماء کی یہ کثرت آپ ﷺ کے خصائص میں شامل ہے۔ آپ ﷺ کے اسمائے صفاتی کے اعتبار سے علماء کے متعدد اقوال منقول ہیں۔

امام قسطلانی نے "المواہب اللدنیہ" میں تین سو سینتیس (۳۳۷) نام اور ۴ کنیتیں (ابو القاسم، ابو ابراہیم، ابو الارامل اور ابو المومنین) ذکر کی ہیں۔ امام سیوطی نے "الریاض الانیقہ فی شرح اسماء خیر الخلیقہ" میں تین سو چالیس (۳۴۰) سے زیادہ اسماء مبارکہ اور چار کنیتیں ذکر کی ہیں۔ امام صالحی نے حضور ﷺ کے سات سو چون (۷۵۴) نام اور ۴ کنیتیں (ابو القاسم، ابو ابراہیم، ابو الارامل اور ابو المومنین) بیان کی ہیں۔ ابن فارس کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ کے اسماء مبارکہ بارہ سو (۱۲۰۰) ہیں۔ قاضی ابو بکر بن عربی نے "جامع الترمذی" کی شرح میں بعض صوفیاء سے نقل کیا ہے: اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار (۱۰۰۰) نام ہیں اور حضور نبی اکرم ﷺ کے بھی ایک ہزار (۱۰۰۰) نام ہیں۔ ابن دحیہ نے "المستوفی فی اسماء المصطفیٰ ﷺ" میں تین سو (۳۰۰) اسماء مبارکہ بیان کئے ہیں۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی h نے "مدارج النبوۃ" میں قریباً چار سو (۴۰۰) اسمائے مصطفیٰ ﷺ کا ذکر کیا ہے۔ مجموعی طور پر اسمائے مصطفیٰ چودہ سو (۱۴۰۰) سے زائد بن جاتے ہیں۔ [2]

صاحب مدارج النبوت شیخ عبد الحق محدث دہلوی h فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے اسماء کی تعداد میں تفاوت کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ آپ کے اسماء سے باخبر کرنے کا عمل اور وحی کا نزول بتدریج ہوا ہے۔

علامہ سخاوی h نے اپنی مشہور زمانہ تالیف "القول البدیع فی الصلوۃ والسلام علی

[1] مدارج النبوت، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، ج ۱، ص ۳۸۸، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء
[2] سیرۃ الرسول، محمد طاہر القادری، ج ۱۰، ص ۷۷۔۴۷۸، منہاج القرآن پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۱۰ء

الحبیب الشفیع" میں' قاضی ابوالفضل عیاض نے اپنی بیش بہا تالیف "الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ" میں اور امام ابن عربی نے اپنی کتاب "القبس والاحکام" میں سرکار دو عالم ﷺ کے چار سو (۴۰۰) اسماء گنوائے ہیں۔

رازئ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ خان روحانی البازی نے اپنے ایک قصیدہ میں سرورِ کونین ﷺ کے پانچ سو اسمائے گرامی نظم کی شکل میں پیش فرمائے ہیں۔ اس قصیدے کا نام "قصیدۂ حسنیٰ" ہے۔[1]

EDIER AND YOUNG نے اپنی کتاب "A list of the appellations of the prophet Muhammad" میں ۱۲۶۸ھ کے ایک مخطوطہ جو کہ "LEEDS" برطانیہ میں موجود ہے کے حوالے سے حضور ﷺ کے ۱۲۰۱ اسماء گرامی کا ذکر کیا ہے۔[2]

امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی کی سیرت پاک پر لکھی گئی کتاب "سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد" جو کہ ۱۳ جلدوں اور ایک ہزار ابواب پر مشتمل ہے' میں مصنف نے اس کتاب کے باب ششم کو آپ ﷺ کے اسمائے گرامی کے بیان کے لیے مخصوص کیا ہے۔ یہ باب کتاب کی جلد اول میں موجود ہے۔

مفتی محمد علیم الدین نے "اسماء النبی" کے نام سے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ ۶۴۵ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں ۷۶۸ اسماء گرامی کے قرآن وحدیث سے ماخذ بیان کیے ہیں اور ان کی تشریح بھی کی گئی ہے۔[3]

ابوعبداللہ محمد بن قاسم الرصاع التیونسی کی تالیف کا اردو ترجمہ اسماء النبی کے فضائل و خصوصیات اس وقت میرے پیش نظر ہے' جسے دارالنعیم' لاہور نے شائع کیا ہے۔ ۷۷۳ صفحات کی اس کتاب میں آپ ﷺ کے ۹۳ منتخب اسمائے گرامی کے فضائل ومناقب بیان کیے گئے ہیں اور ان کی تفصیل وتشریح کی گئی ہے۔

---

[1] اسماء النبی المصطفیٰ' نوید انور' ص ۹' مکتبہ الرازی' کراچی' ۲۰۱۵ء

[2] And Muhammad is his messenger; Anne Marie Schimmel, P.112, The University of North Carolina Press, USA: 1985

[3] اسماء النبی' مفتی محمد علیم الدین نقشبندی' اردو ترجمہ' مظہر علم' لاہور

دلائل الخیرات [1] جو کہ مجموعہ ہائے درود ہے' میں نہ صرف آپ ﷺ کے ۲۰۱ اسماء گرامی کا ذکر کیا گیا ہے' بلکہ ہر نام نامی کے ساتھ درود (Blessings) لکھا گیا ہے۔ [2]

ٹورانٹو' کینیڈا سے شائع ہونے والی کتاب "A DICTIONARY OF ASMA AND SIFAT UN NABI FROM DALA'IL UL-KHAYRAT" میں مرتبین [3] نے دلائل الخیرات سے آپ ﷺ کے ۲۰۱ ناموں کو اخذ کر کے نہ صرف مرتب کیا ہے' بلکہ انگریزی اور اُردو زبانوں میں ان اسماء گرامی کا ترجمہ بھی پیش کیا ہے۔

بقول ملا علی قاری' علامہ جلال الدین سیوطی نے ایک رسالہ میں آپ ﷺ کے پانچ سو اسمائے گرامی کا ذکر کیا ہے اور بقول امام سخاوی بعض علماء نے حضور سید عالم ﷺ کے ایک ہزار اسمائے گرامی گنوائے ہیں۔ [4]

علامہ قسطلانی نے آپ ﷺ کے ایک ہزار صفاتی ناموں کا ذکر کیا ہے۔ [5]

حضرت امام غزالی h نے آپ ﷺ کے ایک ہزار اسمائے گرامی لکھے ہیں۔ [6]

---

[1] دلائل الخیرات کے مؤلف ابو عبداللہ محمد بن سلیمان الجزولی ہیں۔ آپ کے والد عبدالرحمن بن ابی بکر کی سکونت ضلع سوس اقصیٰ' بربر افریقہ میں تھی۔ آپ نے تحصیل علم فاس' مراکش میں کیا۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد بیس ہزار سے متجاوز تھی جنہوں نے آپ سے علم حدیث حاصل کیا اور علم فقہ و تفسیر سیکھا۔
دلائل الخیرات کے درود کے تمام الفاظ کو احادیث سے جمع کیا گیا ہے مگر اختصار کے لیے اسناد کو حذف کر دیا گیا ہے۔ آپ کی وفات کیم ربیع الاول ۸۷۰ھ سوس' بربر میں ہوئی۔ مراکش کے بادشاہ نے انتقال کے ۷۷ سال بعد آپ کے جسد خاکی کو سوس سے منتقل کرا کے قبرستان ریاض الفردوس' مراکش میں دفن کیا۔ مراکش میں ان کا مقبرہ آج بھی مرجع خلائق ہے۔
(سوانح عمری مؤلف دلائل الخیرات' از عطاء الرحمن خان شروانی' بیت القرآن' اردو بازار' کراچی' پاکستان)
نوٹ: جستجو کے باوجود آپ کی تاریخ پیدائش معلوم نہیں ہو سکی۔

[2] دلائل الخیرات' ابو عبداللہ محمد بن سلیمان الجزولی' ص ۳۳-۳۹' بیت القرآن' کراچی

[3] مرتب کردہ مدرسۃ الھدایہ' استاد صدیق عثمان نور محمد و طلبہ مدرسہ' ۲۰۱۴' ٹورانٹو' کینیڈا

[4] معارف اسم محمدؐ' ڈاکٹر محمد مسعود احمد' ص ۱۸' ادارہ مسعودیہ' کراچی' ۲۰۰۱ء

[5] سیرت رسول اللہ انسائیکلو پیڈیا' مسعود مفتی' ص ۵۰۱' علم و عرفان پبلشرز' لاہور' ۲۰۰۵ء

[6] شمیم رسالت' ابو مظہر علی اصغر چشتی' دیباچہ' لاہور' ۱۳۱۶ھ

آپ ﷺ کے ایک ہزار نام ظاہر ہوئے جو کہ اسماء الٰہی سے مشتق و ماخوذ ہیں اور یہ کہ اسماء الٰہی میں سے تقریباً ستر اسماء کے ساتھ آپ ﷺ کا اسم شریف رکھا گیا۔ [1]

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کے نام بعض مقامات پر ایک ہزار اور بعض مقامات پر ۲۰۲۰ آئے ہیں۔ [2]

"شرح انموذج اللبیب" جو کہ شیخ عبدالرؤف مناوی h کی تصنیف ہے میں امام ابن فارس h کا قول منقول ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے دو ہزار بیس (۲۰۲۰) اسماء گرامی ہیں۔ [3]

مولانا امداد اللہ انور نے "اسماء النبی الکریم" کے نام سے کتاب مرتب کی ہے' ۳۳۲ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں حضور ﷺ کے ایک ہزار اسماء گرامی کا تذکرہ ہے۔ [4]

صاحب "مدارج النبوت" شیخ عبدالحق محدث دہلوی h نے قاضی ابوبکر العربی کی کتاب "احکام القرآن" کے حوالے سے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار نام ہیں اور نبی کریم ﷺ کے بھی ایک ہزار نام ہیں۔ آپ ﷺ کے اوصاف جدا جدا ہیں اور ہر وصف سے ایک نام بنتا ہے۔ [5]

حدیقۃ الصفاء فی اسماء النبی المصطفیٰ

بارہویں صدی ہجری کے جلیل القدر عالم شیخ الاسلام مخدوم سید محمد ہاشم ٹھٹھوی h (متوفی ۱۱۷۴ھ) کی تصنیف لطیف "حدیقۃ الصفاء فی اسماء النبی المصطفیٰ" ہے' جس میں مصنف نے حضور ﷺ کے ۱۱۸۱ اسماء گرامی کو جمع کیا ہے۔ کتاب کا جدید نام "باغ ہی باغ" رکھا گیا ہے اور اسے دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ ملیر کراچی نے شائع کیا ہے۔ اس کتاب کا ایک اور ایڈیشن بھی شائع ہوا ہے' جس کی ترتیب و تہذیب تو مولانا نوید انور نے کی ہے' جسے مکتبہ

---

[1] خصائص الکبریٰ' جلال الدین سیوطی' اردو ترجمہ' ج ۲' ص ۳۰۱' مکتبہ اعلیٰ حضرت' لاہور' ۲۰۰۶ء

[2] اسماء النبی المصطفیٰ' شیخ سید محمد ہاشم ٹھٹھوی سندھی' ص ۵۷' مکتبہ الرازی' کراچی' ۲۰۱۵ء

[3] سعادۃ الدارین' یوسف بن اسماعیل نبہانی' ج ۲' ص ۳۴۷' مکتبہ جامعیہ' لاہور' ۱۹۹۶ء

[4] سیرت رسول اللہ انسائیکلو پیڈیا' مسعود مفتی' ص ۵۰۱' علم و عرفان پبلشرز' لاہور' ۲۰۰۵ء

[5] مدارج النبوت' شیخ عبدالحق محدث دہلوی' ج ۱' ص ۳۸۹

الرازی' کراچی نے ۲۰۰۷ء میں شائع کیا ہے۔ اس کتاب کے کل صفحات ۱۹۰ ہیں۔ مولانا نوید انور اس کتاب کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جناب نبی کریم ﷺ کے مقدس ومبارک ناموں کے اس قلمی نسخے کو جو گزشتہ تین صدیوں سے پردۂ اخفاء میں تھا ظاہر کیا۔ آج سے تقریباً دو سال قبل ایک دوست نے ہدیۃً یہ مخطوطہ عنایت فرمایا جس میں آپ ﷺ کے ۱۱۷۷ حسین وبابرکت نام ہیں' جسے آج سے تقریباً تین سو سال قبل شاہ ولی اللہ h کے ہم عصر اور سندھ کے مشہور محدث اور بزرگ عالم دین حضرت علامہ سید مخدوم ہاشم ٹھٹھوی سندھی h نے تحریر فرمایا' جن کی قبر مبارک ٹھٹھہ میں ہے' جو باوجود سخت گرمی کے بھی ٹھنڈی رہتی ہے۔[1]

مخدوم سید محمد ہاشم ٹھٹھوی h اپنی مذکورہ کتاب کے ماخذ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے اسمائے مبارکہ کو سب سے پہلے قرآن عظیم میں تلاش کیا' پھر احادیث مبارکہ میں' پھر آثار صحابہ وتابعین میں اور بعض اسمائے گرامی علماء سابقین ومحققین کی کتابوں سے بھی نقل کیے ہیں۔[2]

اسماء النبی الکریم

صوفی محمد برکت علی (متوفی ۱۹۹۷ء) نے پانچ جلدوں پر مشتمل اسماء النبی الکریم کے نام سے نبی کریم ﷺ کے اسماء گرامی کا حسین گلدستہ مرتب کیا ہے۔ جلد ۱' ۲ اور ۳ ہی مجھے دستیاب ہو سکی ہیں۔ تین ابتدائی جلدوں کے کل صفحات ۱۳۵۸ بنتے ہیں۔ خوبصورت قلمی خطاطی' نفیس کاغذ اور عمدہ طباعت سے مزین یہ کتاب ادارہ دارالاحسان' فیصل آباد' پاکستان نے شائع کی ہے۔ تاریخ طباعت ۱۹۷۹ء درج ہے۔ اس کتاب میں مجموعی طور پر آپ ﷺ کے ۱۱۳۳۸ اسماء گرامی درج کیے گئے ہیں۔ ہر نام کو پہلے عربی اور پھر اردو رسم الخط میں لکھا گیا ہے اور پھر اس نام کا ماخذ یعنی قرآن' حدیث' قول صحابہ اور تاریخی حوالہ بیان کیا گیا ہے۔ ماخذ کے اندراج اور حوالہ جات نے اس کتاب کی اہمیت اور افادیت میں چار چاند لگا دیے ہیں۔

اس کتاب کا انگریزی ایڈیشن بھی بہت سلیقے سے مرتب اور شائع کیا گیا ہے۔ انگریزی

---

[1] اسماء النبی المصطفیٰ' مخدوم سید محمد ہاشم ٹھٹھوی سندھی' ص ۱۰–۱۱' مکتبہ الرازی' کراچی' ۲۰۱۵ء

[2] ایضاً' ص ۵۸.

ایڈیشن کا نام THE BOUNTEOUS NAMES OF THE HOLY PROPHET MUHAMMAD ہے۔ یہ کتاب بھی پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس ایڈیشن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء گرامی کو عربی' اُردو اور انگریزی میں درج کیا گیا ہے اور پھر اس اسم گرامی کا ماخذ اور تعارف انگریزی میں لکھا گیا ہے۔ انگریزی ایڈیشن کی جلد ۴ اور ۵ مجھے دستیاب ہو سکی ہیں۔ جلد ۴' ۸۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں پہلا اسم گرامی الماجد اور آخری اسم گرامی المغیّر درج ہے۔ جلد ۵ کل ۵۸۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں پہلا اسم گرامی المفتاح اور آخری اسم گرامی ابو المؤمنین درج ہے۔

اسماء النبی الکریم المصطفیٰ

فیصل آباد' پاکستان کے ادارہ مدینہ فاؤنڈیشن نے اسماء النبی الکریم المصطفیٰ کے نام سے یہ مجموعہ شائع کیا ہے۔ یہ مجموعہ دراصل مخدوم سید محمد ہاشم ٹھٹھوی کی کتاب "حدیقۃ الصفاء فی اسماء النبی المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" اور صوفی ابو انیس محمد برکت علی لودھیانوی کی کتاب "اسماء النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کو جمع کر کے ترتیب (Compile) دیا گیا ہے۔ اسماء گرامی کی ترتیب و پیشکش میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ ناموں کا تکرار نہ ہو یعنی جو نام دونوں کتابوں میں مشترک طور پر موجود تھے انہیں پہلے حصہ میں درج کیا گیا ہے' لیکن دوسرے حصہ سے حذف کر دیا گیا ہے۔ اس طرح اس مجموعہ میں اسماء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کل تعداد ۲۰۰۱ ہو گئی ہے۔ اس اعتبار سے اسماء گرامی کا یہ مجموعہ منفرد حیثیت کا حامل ہے کہ ایک ہی کتاب میں ۲۰۰۱ نام یکجا درج کر دیئے گئے ہیں۔

سیرۃ الرسول فی اسماء الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ کتاب صدق پبلی کیشنز' الکریم مارکیٹ' اُردو بازار' لاہور نے شائع کی ہے' ۲۶۸ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صفاتی ناموں کا تذکرہ ہے اور ۱۰۰ اسماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ اسماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریح کو تاریخی پس منظر میں بیان کیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کو ایک مربع میں دے کر اس کے ساتھ اُردو میں اس کا مفہوم بتایا گیا ہے اور اسی حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود کا تحفہ پیش کیا گیا ہے اور ہر نام کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کی اہمیت کے حوالے سے دو

اشعار بیان کیے گئے ہیں اور ان کی تشریح بھی کی گئی ہے۔

تشریح میں لغت سے استفادہ کیا گیا ہے اور قرآن مجید اور حدیث رسول ﷺ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ ایک بہت ہی خاص بات یہ ہے کہ اسماء کے حوالے سے آثار واقوال بھی درج کیے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء کے ساتھ اپنے حبیب ﷺ کے نام رکھے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بہت سے نبیوں کو بزرگی عطاء کی اور اپنے اسماء مبارکہ میں سے انہیں ایک نام عطاء کیا' جیسے حضرت اسحٰق اور حضرت اسماعیل i کو علیم وحلیم' حضرت ابراہیم U کو حلیم' حضرت نوح U کو شکور' حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ i کو بر (نیکی)' حضرت موسیٰ U کو کریم وقوی' حضرت یوسف U کو حفیظ وعلیم' حضرت ایوب U کو صابر اور حضرت اسماعیل U کو صادق الوعد۔

قاضی عیاض نے ''الشفاء'' میں تیس (۳۰) ایسے اسماء گرامی گنوائے ہیں' جو اللہ کے بھی نام ہیں اور ہمارے آقا محمد ﷺ کے بھی نام ہیں۔ مثلاً

(۱) حمید بمعنی محمود

(۲) محمد اور احمد بمعنی محمود

(۳) الرؤف الرحیم

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ (التوبہ:۱۲۸)

آپ مسلمانوں کے ساتھ مہربان اور رحیم ہیں○

(۴) الحق المبین

حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۹﴾ (الزخرف،۲۹)

یہاں تک کہ ان کے پاس حق آیا اور صاف بتانے والا رسول تشریف لایا○

(۵) نور

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ (المائدہ:۱۵)

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب○

(۲) اَلشَّہِیْد

اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا ۔(الاحزاب:۴۵)

ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا۔

وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا ۔(البقرہ:۱۴۳)

اور یہ رسول تم پر گواہ ہے۔

اسی طرح ''الکریم' العظیم' الجبّار' الخبیر' الفتّاح' الشّکور' الاوّل' اور ''الاٰخر' الصّادق' اَلْوَلِی' المولیٰ' العفو' الھادی' المؤمن'' اور ''اَلْمُھَیْمِنُ''۔[1]

بعض مفسرین نے طٰہٰ اور یٰسین کو اللہ جل شانہٗ کے ناموں میں شمار کیا ہے اور بعض مفسرین نے حضور ﷺ کے ناموں میں۔

زندگیاں ختم ہوئیں اور قلم ٹوٹ گئے
تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جگہ جگہ ہر نبی اور رسول کا ذکر ندا و خطاب کی صورت میں ان کے ذاتی نام کے ساتھ کیا ہے' مثلاً:

☆ یٰٓاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّةَ ۔(البقرۃ:۳۵)

اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں سکونت اختیار کرو۔

☆ یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَکٰتٍ ۔(ہود:۴۸)

اے نوح! ہماری برکات وسلامتی کے ساتھ کشتی سے نیچے اترو۔

☆ یٰٓاِبْرٰهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۔(ہود:۷۶)

اے ابراہیم! قوم لوط کے لیے دعاء نجات کرنے سے باز رہیں۔

☆ یٰمُوْسٰٓی اِنِّی اصْطَفَیْتُکَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ ۔(الاعراف:۱۴۴)

اے موسیٰ! ہم نے آپ کو لوگوں پر رسالت ونبوت کی خاطر چن لیا ہے۔

☆ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ ۔(ص:۲۶)

اے داؤد! ہم نے آپ کو زمین کے اندر اپنا خلیفہ مقرر فرمایا ہے۔

---

[1] الشفاء' قاضی عیاض مالکی' ج ا' ص ۲۱۱-۲۲۲' اردو ترجمہ مکتبہ اعلیٰ حضرت' لاہور ۲۰۰۴ء

☆ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ۔ (المائدہ:۱۱۰)

اے عیسیٰ بن مریم! میری ان نعمتوں کو یاد کرو جن کے ساتھ میں نے تمہیں اور تمہاری والدہ کو بہرہ ور فرمایا۔

☆ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اسْمُهٗ يَحْيٰى۔ (مریم:۷)

اے زکریا! ہم آپ کو ایسے بیٹے کی بشارت دیتے ہیں جن کا نام یحییٰ ہے۔

☆ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ۔ (مریم:۱۲)

اے یحییٰ! ہماری عطاء کردہ کتاب کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو۔

☆ قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ۔ (ہود:۵۳)

بولے: اے ہود! تم کوئی دلیل لے کر ہمارے پاس نہ آئے۔

☆ يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ۔ (اعراف:۷۷)

اے صالح! ہم پر لے آؤ جس کا تم ہم سے وعدہ کر رہے ہو۔

امتیازی بات یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے پورے قرآن مجید میں کسی ایک مقام پر بھی اپنے محبوب ﷺ کو ان کے اسم ذاتی سے مخاطب نہیں کیا' بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے پیارے صفاتی ناموں اور القابات کے ساتھ مخاطب کیا ہے۔ اسے ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان محبوبی ہی قرار دے سکتے ہیں' جیسے:

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ۔ يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ۔ يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ۔ يٰاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ۔

کس پیار سے لیتا ہے خدا نام محمد
کیا نام ہے اے صلِ علیٰ نام محمد

نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے جنگ میں فتح

ظہور اسلام کے موقع پر عرب قبائل کی مختصر اور منتشر فوج نے شمال مشرقی عرب میں ''ذوقار'' یا ''ذی وقار'' کے مقام پر طاقتور اور منظم ایرانی فوج کو شکست فاش دی۔ اس جنگ نے عربوں میں نیا جوش وجذبہ پیدا کیا اور غیر ملکی طاقتوں کے حوالے سے ان میں بڑی فکری تبدیلی آئی۔ [1]

[1] پیغمبر اسلام' ڈاکٹر محمد حمید اللہ' ص ۳۶' بیکن بکس لاہور' ۲۰۱۱ء

اس جنگ کا سبب یہ تھا کہ نعمان بن منذر نے کسریٰ پرویز کے خوف سے بھاگتے وقت اپنے اہل وعیال اور زرہ کو ہانی بن مسعود بن عامر شیبانی کے پاس امانت رکھا' کسریٰ پرویز نے ہانی بن مسعود سے نعمان بن منذر کے دو بیٹوں اور زرہوں کا مطالبہ کیا' اس نے صاف انکار کردیا تو کسریٰ نے بنوشیبان پر فوج کشی کا حکم دیا اور شدید جنگ کے بعد بنوشیبان کو کسرائی لشکر کے مقابلہ میں فتح حاصل ہوئی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی برکت سے عربوں کو عجمیوں پر فتح حاصل ہوئی۔ [۱]

اس جنگ میں ایرانی فوج منظم اور یونیفارم میں تھی جبکہ عرب فوج غیر منظم اور یونیفارم (وردی) کے بغیر تھی۔ اس وقت عربوں نے' جب کہ جنگ زوروں پر تھی دوست ودشمن میں فرق وتمیز کے لیے شناختی الفاظ استعمال کیے۔ ہمیں قدیم مورخین سے علم ہوتا ہے کہ ذوقار کی جنگ میں عربوں کا شناختی نعرہ "یا محمد (ﷺ)" تھا (الیعقوبی "تاریخ" جلد دوم صفحہ ۴۷' ابن حبیب "محبر" صفحہ ۳۶۰' طبری جلد اول' ۱۰۳۱)' لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ ایسا کیوں تھا؟ ہم شاید اس کا تعلق اس حقیقت سے جوڑ سکتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ کی پیدائش کے موقع پر تمام عرب میں یہ افواہ گردش کررہی تھی کہ اسی دور میں نبیٔ آخر الزماں ﷺ کا ظہور ہوگا اور یہ کہ اس کا نام "محمد" (ﷺ) ہوگا۔ اس وقت کون سا بہتر انتخاب ہوسکتا تھا' جب کہ ذوقار کے مقام پر وجود کے بقا کی اذیت ناک جدوجہد جاری تھی' سوائے اس کے کہ جنگجوؤں کے جوش وجذبہ کو ابھارنے کے لیے اس نجات دہندہ کا نعرہ استعمال کیا جائے جس کا ایک عرصہ سے انتظار کیا جا رہا تھا۔ [۲]

فرمان رسول ﷺ ہے کہ "**یوم ذی وقار اوّل یوم انتصفت العرب من العجم وبی نصروا**" جنگ ذی وقار پہلی جنگ ہے جس میں عربوں نے عجم پر فتح پائی اور میری وجہ سے ان کی مدد کی گئی۔ [۳]

---

[۱] اصول سیرت نگاری' ڈاکٹر صلاح الدین ثانی' ص ۴۶' بحوالہ "المعارف" "ابن قتیبہ' ص ۲۶۰' مکتب یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانی' کراچی' ۲۰۰۳ء

[۲] پیغمبر اسلام' ص ۳۶

[۳] التاریخ الکبیر' محمد بن اسماعیل بخاری' ج ۱' قسم ۱' ص ۳۳

وہ جس کا ذکر ہوتا ہے زمینوں آسمانوں میں

فرمانِ خداوندی ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ (الم نشرح: ۴)

اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کیا۝

کسی ہادی، بادشاہ یا سربراہِ مملکت کو آج یہ مقام کیوں حاصل نہیں کہ اس کا ذکر اس تواتر، تسلسل اور وسعت سے کیا جائے جتنی کثرت سے نام محمد ﷺ کا ذکر کیا جاتا ہے؟ اس قدر، اس شان اور اس درجہ کی تعریف آج تک کسی ہستی، کسی مخلوق اور کسی محبوب کی نہیں کی گئی ہے، اس لیے کہ آپ محمد (ﷺ) ہیں اور اس کے معنی ہیں: بہت ہی تعریف کیا گیا۔

حدیث قدسی ہے:

''کلما ذکرت ذکرت معی'' [1]

جہاں میرا ذکر ہوگا وہیں تیرا ذکر ہوگا۔

حضرت ابوسعید خدری t نے بیان کیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (حضرت) جبرئیل امین u میرے پاس آئے اور بیان کیا: بے شک میرے اور آپ کے رب فرماتے ہیں: کیا آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ کے ذکر کو کیسے بلند کیا؟ (راوی کہتے ہیں:) آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب میرا ذکر کیا جائے گا تو آپ کا ذکر بھی میرے ذکر کے ساتھ کیا جائے گا۔ [2]

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اسم گرامی کو اپنے اسم جلالت کے ساتھ کلمہ، اذان، اقامت، نماز، نہی، اوامر، اطاعت، تمام خطبات اور ہر ذکر خیر میں شامل رکھا ہے۔

امام ضحاک نے حضرت عبداللہ بن عباس W سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ (اس آیت میں گویا) آپ ﷺ سے فرماتا ہے: میرا ذکر نہیں ہوگا، مگر تیرا ذکر بھی ساتھ ہوگا، اذان میں، اقامت میں، تشہد میں، جمعہ کے دن منبروں پر، عیدالفطر، عیدالاضحیٰ، تشریق کے دنوں اور عرفہ کے روز، شیطان کو کنکریاں مارنے کے وقت، صفاء و مروہ کے درمیان سعی کرتے

---

[1] الصحیح ابن حبان ۸/۱۷۵، رقم: ۳۳۸۲۔ المسند ابو یعلیٰ ۲/۵۲۲، رقم: ۱۳۸۰

[2] معارج السنن، محمد طاہر القادری، ج ۳، ص ۱۳۳، منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور ۲۰۱۴ء

وقت' نکاح کے خطبہ میں اور زمین کے مشارق اور مغارب میں۔ [1]

یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک کی مختلف آیتوں میں رب کائنات نے آپ کے ذکر کو اپنا ذکر' آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت' آپ کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی' آپ کی معصیت کو اپنی معصیت' آپ کی بیعت کو اپنی بیعت' آپ کی حرمت کو اپنی حرمت' آپ کے امر کو اپنا امر' آپ کی نہی کو اپنی نہی' آپ کی دعوت پر لبیک کہنے والے کو اپنی دعوت پر لبیک کہنے والا' آپ کی اذان کو اپنی اذان' آپ کی امان کو اپنی امان' آپ کی ضمانت کو اپنی ضمانت اور آپ کی براءت کو اپنی براءت قرار دیا ہے۔

وہ جس کا ذکر ہوتا ہے زمینوں آسمانوں میں
فرشتوں کی دعاؤں میں مؤذن کی اذانوں میں

نام نامی محمد ﷺ ہر روز' صبح و شام کروڑوں انسانوں کی زبانوں سے ادا ہوتا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اپنی تالیف "معارف اسم محمد" میں مغربی محقق فلپ کے ہٹی کے حوالے سے لکھا ہے کہ دنیا میں کوئی لمحہ ایسا نہیں جس میں دنیا کے کسی نہ کسی شہر میں اذان نہ ہو رہی ہو' ہر لمحہ مؤذن اللہ کے نام کے ساتھ ان (محمد ﷺ) کا نام بلند کر رہا ہے۔ [2]

کرۂ ارض پر صبح و شام "اشهد ان محمدا رسول الله" کی کروڑوں صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ یہ آواز ساڑھے چودہ سو سال سے یونہی گونج رہی ہے۔ یہ آواز کبھی نہیں تھمی' کبھی مدہم نہیں پڑی۔ سلطنتیں قائم ہوئیں اور زوال پذیر ہو گئیں' حالات متغیر ہوئے' لیکن اس نامِ نامی کی بازگشت نہ صرف سنائی دے رہی ہے' بلکہ بلند سے بلند تر ہوتی جا رہی ہے۔

روئے زمین کے انتہائی مشرق میں ایک علاقہ فجی ہے۔ یہیں سے انٹرنیشنل ڈیٹ لائن یعنی نئی تاریخ کا آغاز ہوتا ہے۔ یہاں مسلمان تقریباً ۶۵ ہزار کی تعداد میں بستے ہیں۔ یہ مسلمان نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور اذانیں بھی دیتے ہیں۔ نماز فجر کی اذان سب سے پہلے فجی میں دی جاتی ہے' پھر آسٹریلیا و انڈونیشیا' اس کے بعد سماٹرا' ملائیشیا' بنگلہ دیش' سری لنکا' انڈیا' پاکستان' افغانستان' ایران' مسقط' متحدہ عرب امارات' کویت' عراق' سعودی عرب'

---

[1] ایضاً' ص ۶۳۷

[2] معارف اسم محمد' ڈاکٹر محمد مسعود احمد' ادارہ مسعودیہ' کراچی' ۲۰۰۱ء

یمن، ترکی، افریقی ور یورپی ممالک سے ہوتے ہوئے شمالی اور جنوبی امریکہ تک مسلسل نو گھنٹے جاری رہتی ہے یہاں تک کہ انڈونیشیا میں ظہر کی اذان کا وقت ہو جاتا ہے اور پھر سے آئندہ نو گھنٹوں تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اسی طرح بقیہ اذانوں یعنی عصر، مغرب اور عشاء کی اذانوں میں ہوتا ہے۔ اس طرح چوبیس گھنٹے یہ سلسلہ جاری رہتا ہے اور اس دوران کوئی لمحہ بھی ایسا نہیں آتا، جب یہ دھرتی اور اس کی فضائیں اس نام نامی کی گونج سے معمور نہ رہتی ہوں۔ یہ ایک زنجیر ہے، جو دنیا کے گرد ایک حلقہ بنائے ہوئے ہے۔ اس میں کبھی بھی وقفہ نہیں آتا ہے۔ کبھی بھی انقطاع واقع نہیں ہوتا ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کا یہ فرمان ہے:

اور بے شک ہر پچھلی گھڑی آپ کے لیے پہلی سے بہتر ہے۔ (الضحیٰ: ۴)

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ روئے زمین پر آج سب سے زیادہ بچوں کے نام ''محمد'' پر رکھے جاتے ہیں۔ آج سب سے زیادہ محمد نام کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ اس کثرت سے نام محمد سے منسوب کیے جانے کی وجہ وہ تعلق، وہ محبت اور وہ پیار ہے، جو لوگوں کو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی یہ تعلق کمزور نہیں پڑ سکا ہے، بلکہ ہر آنے والے وقت میں یہ تعلق فزوں تر ہو رہا ہے۔ اپنے اس دعوے کی دلیل میں میں بی بی سی اردو ڈاٹ کام کی ایک خبر بغیر کسی قطع و برید کے پیش کر رہا ہوں۔

محمد اوسلو میں مردوں کا سب سے مقبول نام

محمد نام انگلینڈ، ویلز کے بعد اب اوسلو میں سب سے مقبول نام ہے۔ ناروے کے دارالحکومت اوسلو میں مردوں میں سب سے عام نام محمد ہے۔ ناروے کے محکمہ اعداد و شمار کے پرگن اورن نے مقامی نیوز ویب سائٹ کو بتایا کہ یہ بہت دلچسپ ہے، کیونکہ حالیہ دنوں میں شہر کی آبادی کی گنتی سے پتا چلا کہ ۴۸۰۰ سے زیادہ لڑکوں اور مردوں کے نام محمد ہیں۔ پرگن نے بتایا کہ اس نام نے مشہور ناموں 'یان' اور 'پر' کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اگرچہ محمد کئی طرح کے تلفظ سے لکھا جاتا ہے، گذشتہ چار سال سے بچوں کے مقبول ترین ناموں میں سے ایک رہا ہے، تاہم یہ پہلی بار ہے کہ یہ نام مردوں کے ناموں میں سے ایک ہے۔ یہ صرف ناروے ہی نہیں، بلکہ برطانیہ کے اعداد و شمار کے محکمے کا کہنا ہے کہ محمد ۲۰۱۳ء میں انگلینڈ اور ویلز میں ان سب سے عام نام تھا، جو والدین اپنے لڑکوں کو دیتے ہیں۔ اسلام پر ایک ویب سائٹ کے مطابق

ناروے میں مسلمان ۲۰۱۲ء میں ناروے کی کل آبادی' جو ۵۵ لاکھ ہے اس میں تقریباً ۱۵۰۰۰۰ مسلمان ہیں۔ ان میں سے اکثریت پاکستان' صومالیہ' عراق اور مراکش سے تعلق رکھتے ہیں' مگر ناروے میں ہی یورپ کی سب سے بڑی اینٹی اسلام تنظیم 'سٹاپ اسلامائزیشن آف ناروے' ہے۔ اس تنظیم کو ۲۰۰۸ء میں قائم کیا گیا تھا اور اس کے ۳۰۰۰ سے زیادہ اراکین ہیں۔ ناروے کے دارالحکومت اوسلو کے باہر فیلیپ نومولود لڑکوں کا سب سے مقبول نام ہے جبکہ ایما لڑکیوں کا پسندیدہ ترین نام ہے۔ [1]

✖ ✖ ✖ ✖ ✖

---

[1] بی بی سی اردو ڈاٹ کام ہفتہ • ۳۰ اگست ۲۰۱۴ء

قرآن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عظیم ترین معجزہ

آج روئے زمین پر تقریباً ایک ارب اسی (۸۰) کروڑ مسلمان بستے ہیں جن کا یہ ماننا ہے کہ قرآن کلامِ الٰہی ہے اور یہ قرآن سراپا معجزہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو معجزات عطا ہوئے وہ اس قدر متنوع اور کثیر تعداد میں ہیں کہ جن کا شمار قریب قریب ناممکن ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ معجزات جو مستند حوالوں سے ہم تک پہنچے ہیں ان کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ [۱] یہ معجزات نہ صرف بہ اعتبار تعداد زیادہ ہیں' بلکہ اپنی ندرت' شان اور عظمت کے اعتبار سے بھی منفرد و ممتاز ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شمار میں نہ آنے والے معجزات میں ڈوبے ہوئے سورج کا پلٹنا' انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے ہو جانا' انگشت ہائے مبارک سے چھما چھم پانی کے چشموں کا جاری ہو جانا اور پوری فوج کا اس سے سیراب ہو جانا' بے دودھ کی بکری کا دودھ دینا' چند افراد کے کھانے کا سینکڑوں لوگوں کے لیے کافی ہو جانا' دودھ کے ایک پیالے سے ستر افراد کا شکم سیر ہو جانا' آپ کے بلانے پر درخت کا چل کر آنا' لعاب دہن کی برکت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آشوب چشم کا لمحوں میں ٹھیک ہو جانا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم پاک کا سایہ سے محفوظ ہونا' پسینہ مبارک کا گلاب سے بڑھ کر خوشبودار ہونا' کنکریوں کا کلمہ پڑھنا' ستون حنانہ کا آپ کے فراق میں بلک بلک کر رونا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاء پر فوراً بارش کا ہونا' اونٹ' ہرن' بھیڑیا' گوہ اور پتھروں کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم کلام ہونا جیسے ہزاروں معجزات شامل ہیں' لیکن کفار نے جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معجزہ طلب کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نبوت کے ثبوت میں قرآن کو ہی بطور دلیل و برہان پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پیغمبروں میں سے ہر پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر معجزات عطاء کیے جن کو دیکھ کر لوگ ایمان لائے' لیکن جو معجزہ مجھے دیا گیا ہے وہ وحی (یعنی قرآن) ہے جس کو رب تعالیٰ نے مجھ پر اتارا ہے' اس لیے میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے پیروکاروں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔ [۲]

---

[۱] دیکھیے کتاب "رسول عربی کے ہزار معجزات" حرا خاتون اور ینگل پبلیکیشنز لاہور ۲۰۰۵ء کل صفحات ۴۳۸

[۲] السیرۃ عالمی نمبر ۱۳ ص ۲۶ 'زوار اکیڈمی' کراچی ۲۰۰۵ء

پادری بوسورتھ اسمتھ (Bosworth Smith) اپنی کتاب "Mohammed and Mohammedanism" کے صفحہ ۲۳۷ پر لکھتا ہے:

It is one miracle claimed of by Mohammad - his standing miracle, he called it; and a miracle indeed.[1]

جیسا کہ بانی اسلام محمد (ﷺ) نے اسے (قرآن مجید کو) ایک معجزہ قرار دیا ہے ایک زندہ معجزہ، درحقیقت یہ معجزہ ہی ہے۔

ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ قرآن دلائل نبوت میں سب سے بڑی دلیل اور آپ ﷺ کے معجزات میں سب سے عظیم معجزہ ہے، بلکہ درحقیقت قرآن معجزوں کا معجزہ ہے۔ آئندہ کے صفحات میں ہم اس بات کا جائزہ لینے کی کوشش کریں گے کہ "قرآن" کس طرح منفرد ترین (Most Unique) کتاب ہے اور یہ منفرد ترین کتاب کس طرح صاحب کتاب یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کے منفرد، ممتاز اور یکتا ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

مسند احمد بن حنبل کی حدیث ہے کہ اللہ نے حضرت آدم U سے لے کر محمد تک ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے، جن میں سے تین سو پندرہ صاحب کتاب تھے۔[2]

ایک دوسری روایت کے مطابق کل ایک سو چار صحیفے نازل ہوئے۔ دس صحیفے حضرت آدم U پر، پچاس حضرت شیث U پر، تیس حضرت ادریس U پر، دس حضرت ابراہیم U پر، توریت حضرت موسیٰ U پر، زبور حضرت داؤد پر، انجیل حضرت عیسیٰ پر اور قرآن حضرت محمد ﷺ پر۔[3]

ڈاکٹر محمود احمد غازی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ممکن ہے بڑی کتابیں ایک سو چار ہوں اور چھوٹے صحائف ملا کر یہ تعداد تین سو پندرہ بنتی ہو۔[4]

1 Mohammed And Mohammedanism, R. Bosworth Smith, P.237, Smith Elder & Co., London: 1874

[2] خطبات بہاولپور، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ص ۱۷، ایجوکیشن بکس، لاہور، ۲۰۰۵ء

[3] نزہۃ القاری، مفتی محمد شریف الحق امجدی، ج ۱، ص ۲۳۴، فرید بک سٹال، لاہور، ۲۰۰۸ء

[4] محاضرات قرآنی، ڈاکٹر محمود احمد غازی، ص ۵۷، الفیصل ناشران کتب، لاہور، ۲۰۰۹ء

معجزہ

☆ معجزہ کا معنی ہے: وہ نشانی' جو عاجز کر دے' یعنی ایسی نشانی' جو مخاطب یا مقابل کو عاجز کر دے۔ انگریزی اصطلاح بھی معجزہ سے نکلی ہے۔ وہ خارق عادت امر' جو اللہ تعالیٰ نے کسی پیغمبر کی نبوت کی صداقت کے اظہار کے لیے اسے عطا کیا ہو۔

☆ انبیاء کرام ؑ کے دست حق پرست پر قدرت الٰہی سے رونما ہونے والے ماورائے عقل واقعات کو معجزہ کہتے ہیں۔ معجزے کی مادی توجیح ممکن نہیں' بلکہ اس کا تعلق ایمان ووجدان سے ہوتا ہے۔

☆ متکلمین کے مطابق معجزہ وہ امر ہے جسے رب تعالیٰ کسی پیغمبر کے دعویٰ نبوت کی صداقت کے لیے دنیا پر ظاہر فرماتا ہے۔

☆ جہاں عقل عاجز آ جاتی ہے وہاں سے معجزے کی سرحد شروع ہوتی ہے۔

پروفیسر محمد طاہر القادری نے معجزے کی تعریف یوں کی ہے:

(۱) معجزہ من جانب اللہ ہوتا ہے' لیکن اس کا صدور اللہ کے برگزیدہ نبی اور رسول کے ذریعے ہوتا ہے۔

(۲) معجزہ مروّجہ قوانین فطرت اور عالم اسباب کے برعکس ہوتا ہے۔

(۳) معجزہ نبی اور رسول کا ذاتی نہیں' بلکہ عطائی فعل ہے اور یہ عطاء اللہ رب العزت کی طرف سے ہوتی ہے۔

(۴) معجزے کا ظہور' چونکہ رحمانی اور الوہی قوت سے ہوتا ہے اس لیے عقل انسانی اس کے سامنے ماند پڑ جاتی ہے اور تصویر حیرت بن کر سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ وہ اس کی حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتی۔ [1]

دوسرے تمام انبیاء کرام ؑ چونکہ کسی ایک قوم اور کسی ایک مخصوص زمانے کے لیے تشریف لائے تھے اس لیے انہیں اسی طرح کے محدود معجزات عطاء کیے گئے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت' چونکہ عالمگیر اور قیامت تک کے لیے تھی اس لیے انہیں جو معجزہ عطاء کیا گیا وہ ہمہ جہت' عالمگیر اور دائمی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن رسول خدا کی صداقت کا زندہ نشان اور

---

[1] سیرۃ الرسول' محمد طاہر القادری' ج ۹' ص ۳۸' منہاج القرآن پبلیکیشنز' لاہور' ۲۰۱۰ء

اسلام کے دینِ حق ہونے کی روشن دلیل ہے۔

قرآن منبع علم و دانش اور مرکز رشد و ہدایت ہونے کے لحاظ سے ممتاز و یگانہ ہے۔ جستہ جستہ اس کا نزول' اس کا جمع کیا جانا' اس کا ضبط تحریر میں آنا' اس کا محفوظ کیا جانا' صبح و شام اس کا پڑھا جانا' اسے حفظ کرنا' اس پر عمل کرنا' اس کا چاردانگ عالم میں پھیل جانا' اس کا ہر دلعزیز ہو جانا' بے شمار زبانوں میں اس کا ترجمہ اور اس کی تفاسیر کا لکھا جانا' اس کا احترام کیا جانا' اس کی طرف پیٹھ اور پیر کا نہ کرنا' اسے بوسہ دینا وہ اوصاف ہیں' جو اس کتاب کو دوسری تمام کتابوں سے منفرد' ممتاز اور بالاتر بناتے ہیں۔

دیگر انبیاء O کے پیروکاروں نے تو اپنے ہی نبی کا معجزہ دیکھا ہے' جبکہ امت مسلمہ نے ہزاروں معجزات کی خبر اور تفصیلات کو سنا اور جانا ہے' لیکن قرآن مجید کی شکل میں آپ ﷺ کا لازوال معجزہ علمی اور مادی (Physically) طور پر دنیا کی نظروں کے سامنے موجود ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

قوم بنی اسرائیل کے اکثر معجزات حسی تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ قوم بڑی کند ذہن اور کم فہم تھی اور اس امت محمدیہ (ﷺ) کے زیادہ تر معجزات عقلی ہیں جس کا سبب اس امت کے افراد کی ذکاوت اور اُن کی عقل کا کمال ہے اور دوسرا سبب یہ ہے کہ شریعت مصطفوی ﷺ چونکہ قیامت تک صفحہ دہر پر باقی رہنے والی شریعت ہے اس واسطے اس کو یہ خصوصیت عطا ہوئی کہ اس کے شارع اور نبی (ﷺ) کو ہمیشہ قائم و باقی رہنے والا عقلی معجزہ دیا گیا تا کہ اہل بصیرت اُسے ہر وقت اور زمانہ میں دیکھیں۔ [۱]

این میری شمل نے نجم الدین رازی کے حوالے سے لکھا ہے کہ دیگر تمام انبیاء کے معجزات ان کی اپنی زندگیوں تک ہی رہے' لیکن محمد ﷺ کے معجزہ قرآن کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس نے صاحب قرآن کو آج تک زندہ رکھا ہوا ہے' بلکہ روز قیامت تک زندہ رکھے گا۔ [۲]

---

[۱] الاتقان' جلال الدین سیوطی' ج ۲' ص ۲۷۲' مکتبۃ العلم لاہور

[۲] And Muhammad is His Messenger, Annemarie Schimmel, P.67, The University of North Carolina Press, USA.1985

اللہ رب العزت کی مشیت یہ رہی ہے کہ جس زمانے میں انسانی معاشرے میں جو فن عروج پر تھا اس زمانے میں مبعوث ہونے والے نبی کو اُسی قسم کے معجزے سے نوازا۔ مثلاً زمانہ موسیٰ علیہ السلام میں جادوگری اور سحر کاری کا دور دورہ تھا' تو انہیں اس قبیل کے معجزات عطا فرمائے گئے' جیسا کہ انہوں نے اپنے عصاء کو پھینک دیا' تو وہ اژدھا بن گیا' ضرورت کے وقت عصاء سے روشن ہو کر اندھیرے کو دور کر دیا اور کبھی پانی کی موجوں کو منجمد اور ٹھوس بنا کر بنی اسرائیل کے لیے گزرنے کا راستہ بنا دیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں علم طب اپنے عروج پر تھا تو انہیں برص کے مریض کو شفاء دینا' اندھے کو بینا کرنا اور مردے کو زندہ کرنا' جیسے معجزے عطاء کیے گئے' جس نے اس زمانے کے اطباء کو انگشت بہ دندان کر دیا۔

حضرت صالح علیہ السلام کا تعلق خطہ عرب سے تھا' جہاں علم و دانش اور لکھنے پڑھنے کا رواج نہ تھا' سنگلاخ پہاڑیاں اور ریگستانی علاقہ تھا۔ ان کو جو معجزہ عطاء ہوا وہ ایک منفرد خصوصیت کی حامل اونٹنی کا تھا' جو کہ ان کے مخاطبین کی ذہنی سطح کے عین مطابق تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں خوابوں کی تعبیر کا علم نشان عظمت سمجھا جاتا تھا۔ اسی لیے رب کائنات نے انہیں خوابوں کی تعبیر کا وہ علم عطا فرمایا جس کے سامنے سب ہی نے گھٹنے ٹیک دیئے۔

حضور ﷺ کے زمانے میں اہل عرب کو اپنی زبان دانی پر ناز تھا' فصاحت و بلاغت عروج پر تھی' شعر و سخن کو منتہائے کمال سمجھا جاتا تھا' نظم و نثر میں لوگوں کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ ایسے معاشرے کو جو چیز متاثر کر سکتی تھی اس کے لیے اسی صنف میں اوج کمال پر فائز ہونا ہی ضروری تھا' اس لیے رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قرآن حکیم کا معجزہ عطا فرمایا' جو فصاحت اور بلاغت میں اپنی مثال آپ ہے اور جس کی حلاوت و شیرینی کی کوئی مثال پیش نہیں کی جا سکتی ہے۔

عربوں کا طرۂ امتیاز اور وجہ کمال ان کی خطیبانہ عظمت تھی۔ اس عظمت کا اظہار نثر سے زیادہ نظم کی صورت میں ہوتا تھا۔ عربوں کے ہاں ضرب المثل ہے کہ مرد کا حسن اس کی زبان کی فصاحت میں مضمر ہے۔

ایسی قوم کی رہنمائی کے لیے اللہ رب العزت نے جو رسول مبعوث کیا اس میں فصاحت، بلاغت، اور جوامع الکلم ہونے کی خصوصیات کو بدرجہ اتم یکجا رکھا۔ اس پر نازل ہونے والے کلام (قرآن) نے ان فصیح اللسان شعراء کو حیران و ششدر کر دیا، ان کی زبانیں گنگ ہو گئیں، وہ مبہوت ہو گئے۔ جنہیں اپنی سخنوری پہ ناز تھا وہ دم بخود رہ گئے۔ قرآن کی اسی خوبی نے کسی کو اس کے مقابلہ میں آنے کا حوصلہ نہیں دیا، بلکہ وہ سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ کئی بار ایسا ہوا ہے کہ اس کے مخالفین نے اسے سنا، اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے اور اعتراف عظمت کے سوا ان کے پاس کوئی اور راستہ نہیں رہا۔

مترجم قرآن جارج سیل اپنے قارئین کو یہ بتاتا ہے کہ مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قرآن کی مثال پیش کرنا انسانوں کے لیے ممکن نہیں اور حضور ﷺ نے اسی قرآن حکیم کو اپنے دعویٰ رسالت کے ثبوت کے طور پر پیش کیا تھا اور ہزاروں عرب، جن کو اپنی قادر الکلامی پر ناز تھا، ان کو چیلنج کیا تھا کہ وہ اس کی ایک سورۃ جیسی سورۃ بنا کر دکھا دیں۔ اپنے قارئین کو یہ باتیں بتانے کے بعد جارج سیل لکھتا ہے:

I will mention but one instance of several to show that this book was really admired for the beauty of its composure by those who must be allowed to have been competent judges. A poem of Labid Ebn Rabia one of the greatest wits n Arabia in Muhammad's time, being fixed up on the gate of the temple of mecca, an honour allowed to none but the most esteemed performances, none of the other poets durst offer anything of their own in competition with it. But the second chapter of Koran being fixed up by it soon after, Labid himself (then an idolater) on reading the first verses only, was struck with admiration, and immediately professed the religion taught thereby, declaring that such words could proceed from an inspired person only.

یہاں میں بے شمار مثالوں میں سے صرف ایک مثال یہ ظاہر کرنے کے لیے پیش کروں گا کہ اس کتاب کے اسلوب کی تعریف وہ لوگ بھی کیا کرتے تھے جن کو اس کتاب کے متعلق فیصلہ کرنے کے لیے اہل اور موزوں جج قرار دیا جا سکتا ہے۔ لبید بن ربیعہ جو محمد ﷺ کے زمانے

کے عظیم عرب شعراء میں سے ایک تھا' اس کی ایک نظم خانہ کعبہ کے دروازے پر آویزاں کی گئی۔ یہ ایک ایسا اعزاز تھا جو صرف ان ادب پاروں کو حاصل ہوتا تھا جن کے مقابلے کی دوسرے شعراء میں ہمت نہ ہوتی تھی' لیکن جلد ہی لبید کی نظم کے ساتھ قرآن حکیم کی دوسری سورۃ آویزاں کردی گئی۔ لبید اس سورۃ کی ابتدائی آیات پڑھ کر ہی اس کے لیے سراپا تعریف بن گیا۔ اس نے فوراً وہ دین قبول کر لیا جس کی تعلیم وہ سورۃ دے رہی تھی اور ساتھ ہی اعلان کیا کہ یہ کلام صرف ایسے شخص کی زبان سے نکل سکتا ہے جس پر خدا کی طرف سے وحی آتی ہو۔ [1]

اہل عرب کو اپنی زبان پر قدرت تامہ حاصل تھی۔ قرآن نے اس مروجہ طرز کو چھوڑ کر ایک منفرد اسلوب اختیار کیا۔ عربوں کا کلام یا تو شعر ہوتا تھا یا پھر نثر' انہیں برجستہ خطابت اور فی البدیہہ شعر گوئی کا ملکہ حاصل تھا۔ لیکن قرآن نے نہ تو شعر کا طرز اپنایا نہ ہی نثر کا' بلکہ ایک درمیانی راستہ اختیار کیا۔ اس میں شعری حسن بھی کارفرما تھا اور نثر آفرینی بھی موجزن تھی۔ قرآن جس طرح کسی مضمون کا آغاز کرتا ہے' جس طرح ایک موضوع سے دوسرے موضوع کی طرف مراجعت کرتا ہے اور جس طرح اس کا اختتام کرتا ہے وہ نیا بھی ہے اور معجزنما بھی۔

قرآن کریم کے ندرت بیان' الفاظ کے برجستہ استعمال اور جملوں کے حسن ترتیب نے معلقات سبع کے حاملین کو دعویٰ زبان دانی سے دست برداری پر مجبور کر دیا۔ انہیں ماننا پڑا کہ قرآنی اسلوب کسی مروجہ عربی ادب کی طرز کا ترجمان نہیں' بلکہ یہ ایک نئی صنف کا موجد اور اپنی مثال آپ ہے۔

علامہ مصطفیٰ رافعی مصری ''اعجاز القرآن'' میں لکھتے ہیں:

ظاہر ہے کہ وہ اہل عرب خطابت وکلام میں باہم مقابلے بھی کیا کرتے تھے' شعر گوئی کے میدان میں بھی ان کی مسابقت ہوتی تھی اور شعر پر اغراض ومقاصد کے اعتبار سے تنقید بھی کیا کرتے تھے۔ اس وقت فصحائے عرب کے نزدیک کلام کے فن اور دوسرے فن کے درمیان فرق' معانی' اغراض اور کلام میں وسعت تاثیر وتصرف کے علاوہ اور کچھ نہ تھا' کیونکہ ان کا اسلوب کلام ایک ہی طرز اور ایک ہی قبیل سے ہوتا تھا جس میں یہ باتیں داخل نہیں یعنی گفتگو کا آزادانہ لہجہ' فصیحانہ خطاب' ترتیب ونظم' کلام میں سادگی' مضمون اور فکر پر پورا پورا زور' عبارت

---

[1] ضیاء النبی' پیر محمد کرم شاہ الازہری' ج ۶' ص ۷۶-۷۵' ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور' ۱۴۱۸ھ

کی فصاحت اور ترکیب کی جزالت اور یہ احتیاط کہ ایک مبہم لفظ بھی درمیان میں نہ آنے پائے۔

وہ کسی خاص ترکیب کا اہتمام نہیں کرتے تھے اور نہ صنائع بدائع کی الجھنوں میں گرفتار تھے' اُن کے کلام میں آمد ہوتی تھی' آورد سے بچتے تھے۔ اُن کی فطرت اور طبع سلیم اُن کے ادبی نظم ونثر کے شہ پاروں میں' ان کی ممد ومعاون ہوتی تھی' اس لیے ان کی زبان پر بے تکلف الفاظ جاری ہو جاتے تھے' ان کے تخیل کی ہر حرکت کے ساتھ ایسے بامعنی الفاظ اُن کی زبان پر آجاتے تھے' جیسے یہ الفاظ اسی موقع اور محل کے لیے وضع ہوئے ہیں۔ لیکن جب ان کے سامنے اسلوب قرآن آیا تو قوم عرب کے بلیغوں کو یہ اعتراف کرنا پڑا کہ اسلوب قرآنی بیان و کلام کی وہ جنس ہے جس تک نہ اُن کی پرواز ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ [1]

ڈاکٹر محمود احمد غازی نے قرآنی طرز بیان کی اسی منفرد خصوصیت کا ذکر یوں کیا ہے:

قرآن مجید میں شعر کی غنائیت اور موسیقیت بھی ہے' خطابت کا زور بیان بھی ہے' جملوں کا اختصار بھی ہے۔ اس میں جامعیت بھی پائی جاتی ہے اور معانی ومطالب کی گہرائی بھی۔ اس میں حقائق ومعارف کی گہرائی بھی ہے اور حکمت ودانائی بھی۔ اس کتاب میں دلائل اور براہین کا تنوع اور استدلال کی جدت اور قوت بھی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے اور ان سب چیزوں کے ساتھ ساتھ یہ کلام فصاحت اور بلاغت کے اعلیٰ ترین معیار پر بھی فائز ہے۔ [2]

قرآن علم کا بحر بیکراں اور انداز بیان کے حسن کا گوہر آبدار ہے یعنی جلال و جمال ہر دو خوبیوں کا حامل اور یکتا و بے مثال ہے۔

کتاب مبین کو قرآن کریم کے علاوہ بھی متعدد ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ محققین نے ایسے پچپن ناموں کی نشاندہی کی ہے جو خود قرآن نے اپنے لیے استعمال کیے ہیں۔ ان میں سے چند نام یہ ہیں:

الکتاب (البقرہ:۲)

المجید (قٓ:۱)

الحکیم (یٰسین:۲)

---

[1] نقوش' رسول نمبر' ج ۸' ص ۳۰۴۔۳۰۷' ادارہ فروغ اردو' لاہور' ۱۹۸۳ء

[2] محاضرات قرآنی' ڈاکٹر محمود احمد غازی' ص ۳۱۵' الفیصل ناشران کتب' لاہور' ۲۰۰۹ء

مبارک	(الانعام:۹۲)
بشریٰ	(البقرہ:۹۷)
العظیم	(الحجر:۸۷)
فرقان	(الفرقان:۱)
ذکریٰ	(الاعراف:۲)
ذکر	(الحجر:۹)
تذکرۃ	(الدھر:۲۹)
رحمۃ	(یونس:۵۷)

مشمولاتِ قرآن کا تعارفی خاکہ

کل تعدادِ کلمات	۸۶۴۳۰ (چھیاسی ہزار چار سو تیس)
کل تعداد حروف	۳۲۳۷۶۰ (تین لاکھ تیئس ہزار سات سو ساٹھ)
کل پارے	۳۰ (تیس)
کل منزلیں	۷ (سات)
کل سورتیں	۱۱۴ (ایک سو چودہ)
کل رکوع	۵۴۰ (پانچ سو چالیس)
کل آیات	۶۶۶۶ (چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ)
کل فتحات (زبریں)	۵۳۲۲۳ (ترپن ہزار دو سو تیئس)
کل کسرات (زیریں)	۳۹۵۸۲ (انتالیس ہزار پانچ سو بیاسی)
کل ضمات (پیشیں)	۸۸۰۴ (آٹھ ہزار آٹھ سو چار)
کل مدات (~)	۱۷۷۱ (ایک ہزار سات سو اکہتر)
کل تشدیدیں (شدیں)	۱۲۷۴ (ایک ہزار دو سو چوہتر)
کل نقاط (نقطے)	۱۰۵۶۸۴ (ایک لاکھ پانچ ہزار چھ سو چوراسی)

اقسامِ آیات

آیاتِ وعدہ	۱۰۰۰	آیاتِ وعید	۱۰۰۰

آیاتِ نہی	۱۰۰۰	آیاتِ امر	۱۰۰۰
آیاتِ مثال	۱۰۰۰	آیاتِ قصص	۱۰۰۰
آیاتِ تحلیل	۲۵۰	آیاتِ تحریم	۲۵۰
آیاتِ تسبیح	۱۰۰	آیاتِ متفرقہ	۶۶

منازل کی تقسیم

پہلی منزل	سورۂ فاتحہ تا سورۂ نساء
دوسری منزل	سورۂ مائدہ تا سورۂ توبہ
تیسری منزل	سورۂ یونس تا سورۂ نحل
چوتھی منزل	سورۂ بنی اسرائیل تا سورۂ فرقان
پانچویں منزل	سورۂ شعراء تا سورۂ یٰسین
چھٹی منزل	سورۂ والصّٰفّٰت تا سورۂ حجرات
ساتویں منزل	سورۂ ق تا سورۂ الناس

تعدادِ حروف

حرف	تلفظ	تعدادِ استعمال
ا	(الف)	۴۸۸۷۴ (اڑتالیس ہزار آٹھ سو چوہتر)
ب	(باء)	۱۱۴۲۸ (گیارہ ہزار چار سو اٹھائیس)
ت	(تاء)	۱۱۹۹ (ایک ہزار ایک سو ننانوے)
ث	(ثاء)	۱۲۷۶ (ایک ہزار دو سو چھہتر)
ج	(جیم)	۳۲۷۳ (تین ہزار دو سو تہتر)
ح	(حا)	۹۷۳ (نو سو تہتر)
خ	(خا)	۲۴۱۶ (دو ہزار چار سو سولہ)
د	(دال)	۵۶۰۲ (پانچ ہزار چھ سو دو)
ذ	(ذال)	۴۶۷۷ (چار ہزار چھ سو ستتر)
ر	(را)	۱۱۷۹۳ (گیارہ ہزار سات سو ترانوے)

ز	(زا)	۱۵۹۰ (ایک ہزار پانچ سو نوے)
س	(سین)	۵۹۹۱ (پانچ ہزار نو سو اکانوے)
ش	(شین)	۲۱۱۵ (دو ہزار ایک سو پندرہ)
ص	(صاد)	۲۰۱۲ (دو ہزار بارہ)
ض	(ضاد)	۱۳۰۷ (ایک ہزار تین سو سات)
ط	(طاء)	۱۲۷۷ (ایک ہزار دو سو ستتر)
ظ	(ظاء)	۸۴۲ (آٹھ سو بیالیس)
ع	(عین)	۹۲۲۰ (نو ہزار دو سو بیس)
غ	(غین)	۲۲۰۸ (دو ہزار دو سو آٹھ)
ف	(فاء)	۸۴۹۹ (آٹھ ہزار چار سو ننانوے)
ق	(قاف)	۶۸۱۳ (چھ ہزار آٹھ سو تیرہ)
ک	(کاف)	۹۵۰۰ (نو ہزار پانچ سو)
ل	(لام)	۳۴۳۲ (تین ہزار چار سو بتیس)
م	(میم)	۳۶۵۳۵ (چھتیس ہزار پانچ سو پینتیس)
ن	(نون)	۴۰۱۹۰ (چالیس ہزار ایک سو نوے)
و	(واؤ)	۲۵۵۳۶ (پچیس ہزار پانچ سو چھتیس)
ہ	(ہاء)	۱۹۰۷۰ (انیس ہزار ستر)
لا	(لا)	۳۷۲۰ (تین ہزار سات سو بیس)
ی	(یاء)	۴۵۹۱۹ (پینتالیس ہزار نو سو انیس)

قرآن میں سابقہ امتوں کی خبریں، علوم سیر، اخلاقیات، تزکیۂ نفس، وعظ، نصیحت، حکمت کی باتیں، روز جزاء کی معلومات، وہ نکات جو قیامت کے برپا ہونے پر دلالت کرتے ہیں، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، محاسن، آداب، مستقبل کی پیشین گوئیاں اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی جیسے امور بیان کیے گئے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے علی بن عیسی کے حوالے سے لکھا ہے کہ قرآن کے مضامین

تیس چیزوں پر مشتمل ہیں: اعلام' تشبیہ' امر' نہی' وعد' وعید' وصف جنت' دوزخ' اسم اللہ' اس کی صفات اور اس کے افعال کے اقرار کی تعلیم' اس کی نعمتوں کے اعتراف کی تعلیم' مخالفین کے مقابلہ میں احتجاج (حجت لانا)' ملحدین کا رد' رغبت' رہبت' خیر' شر' حسن اور قبح کا بیان' حکمت کی توصیف' معرفت کی فضیلت' نیک لوگوں کی مدح' بدکاروں کی مذمت' تسلیم' تحسین' توکید اور تقریع کا بیان اور برے اخلاق اور شریف آداب کا بیان۔ [1]

علوم الحدیث ستون علماً و علوم القرآن اکثر [2]

علوم الحدیث کی تعداد ساٹھ (۶۰) ہے اور علوم قرآن بے شمار ہیں۔

قرآنی علوم کی تعداد ستتر ہزار چار سو پچاس (۷۷۴۵۰) ہے۔ مسلمان اہل علم نے صرف مطالعۂ قرآن کے ذریعے جو علمی و ادبی اور سائنسی و سماجی علوم وفنون اخذ کیے اُن میں سے چند ایک یہ ہیں:

(ا) مذہبی علوم (Religious Sciences)

(۱) علم التوحید (Theology)(۱)

(۲) علم القراءۃ والتجوید (Pronunciation)(۲)

(۳) علم التفسیر (Exegesis)(۳)

(۴) علم الاصول (Science of fundamentals)(۴)

(۵) علم الفروع (Science of branches)(۵)

(۶) علم الکلام (Theology)(۶)

(۷) علم الفقہ والقانون (Law & jurisprudence)(۷)

(۸) علم الفرائض والمیراث (Law of inheritance)(۸) [3]

---

[1] الاتقان' جلال الدین سیوطی' ج ۲' ص ۲۹۸' مکتبہ العلم لاہور

[2] قانون التاویل' ابوبکر بن عربی' ص ۵۶

[3] (۱) اخلاص: ۱-۴ (۲) المزمل: ۴ (۳) الفرقان: ۳۲-۳۳
(۴) النساء: ۸۳ (۵) آل عمران: ۷ (۶) النحل: ۶۰-۶۴
(۷) النساء: ۵۸ (۸) النساء: ۷-۱۲

(۹) علم التزکیہ والتصوف (Theosophy)[۹]

(۱۰) علم التعبیر (Oneiromancy)[۱۰]

(۲) زبان وادب (Language and Literature)

(۱۱) علم النحو (Grammer & syntax)[۱۱]

(۱۲) علم الصرف (Morphology)[۱۲]

(۱۳) علم اللغۃ (Linguistics)[۱۳]

(۱۴) علم الادب (Literature)[۱۴]

(۱۵) علم البلاغت، المعانی، البیان، البدیع (Rhetoric)[۱۵]

(۳) حکمت وفلسفہ (Philosophy)

(۱۶) علم الفلسفہ (Philosophy)[۱۶]

(۱۷) علم المنطق (Logic)[۱۷]

(۴) سماجی علوم (Social Sciences & Humanities)

(۱۸) علم الحرب (Science of war)[۱۸]

(۱۹) علم التاریخ (History)[۱۹]

(۲۰) علم المناظرہ (Polemics)[۲۰]

(۲۱) علم النفسیات (Psychology)[۲۱]

(۲۲) علم الجریمہ (Criminology)[۲۲]

(۲۳) علم الاخلاق (Ethics)[۲۳]

(۲۴) علم السیاسۃ (Political science)[۲۴]

---

(۹) الشمس:۸۔۱۰ (۱۰) یوسف:۱۰۱ (۱۱) یوسف:۲

(۱۲) طٰہٰ:۱۱۳ (۱۳) النحل:۱۰۳ (۱۴) فصلت:۳

(۱۵) الرحمٰن:۴ (۱۶) العلق:۵ (۱۷) النحل:۱۲۵

(۱۸) الانفال:۶۰ (۱۹) القصص:۷۶ (۲۰) النحل:۱۲۵ (۲۱) القیامۃ:۱

(۲۲) المدثر:۳۸ (۲۳) القلم:۴ (۲۴) یوسف:۵۶

(۲۵) علم المعاشرہ (Sociology)[۲۵]

(۲۶) علم الثقافہ (Culture)[۲۶]

(۲۷) علم الخطاطی (Calligraphy)[۲۷]

(۲۸) علم المعیشت والاقتصاد (Economics)[۲۸]

(۵) طبعی علوم (Physical Sciences)

(۲۹) علم الکیمیا (Chemistry)[۲۹]

(۳۰) علم الطبیعیات (Physics)[۳۰]

(۳۱) علم الحیاتیات (Biology)[۳۱]

(۳۲) علم الجبر والمقابلہ (Algebra)[۳۲]

(۳۳) علم النباتات (Botany)[۳۳]

(۳۴) علم الزراعت (Agronomy)[۳۴]

(۳۵) علم الحیوانات (Zoology)[۳۵]

(۳۶) علم الطب (Medical science)[۳۶]

(۳۷) علم الادویہ (Pharmacology)[۳۷]

(۳۸) علم الجنین (Embryology)[۳۸]

(۳۹) علم تخلیقیات (Cosmology)[۳۹]

(۴۰) علم کونیات (Cosmogony)[۴۰]

(۴۱) علم الہیئت (Astronomy)[۴۱] [1]

---

[1] (۲۵) البقرہ:۲۱۳ (۲۶) الروم:۲۲ (۲۷) العلق:۴
(۲۸) یوسف:۵۵ (۲۹) النٰزعٰت:۱-۲ (۳۰) النٰزعٰت:۳-۵
(۳۱) الانبیاء:۳۰ (۳۲) یونس:۵ (۳۳) یٰسین:۳۶
(۳۴) النحل:۱۱ (۳۵) المؤمنون:۲۱ (۳۶) الشعراء:۸۰
(۳۷) النحل:۶۹ (۳۸) العلق:۲ (۳۹) الانبیاء:۳۲
(۴۰) الانبیاء:۳۳ (۴۱) الملک:۳-۵

(۴۲) علم جغرافیہ (Geography)(۴۲)

(۴۳) علم الارضیات (Geology)(۴۳)

(۴۴) علم الآثار (Archaeology)(۴۴)

(۴۵) علم المیقات (Timekeeping)(۴۵)[1]

قرآن دراصل معجزات کا مجموعہ یعنی معجزۂ معجزات ہے۔

قرآن کا موضوع انسان ہے۔ مضامین قرآن اسی ایک نکتہ کو مرکز نگاہ (Focus) بنائے ہوئے ہیں اور کہیں بھی آپ اس مرکزی نکتے سے سرمو انحراف نہیں پائیں گے۔

قرآن کا پڑھنے والا اگر روزانہ سال کے ۳۶۵ دن' بلکہ ساری عمر بھی اس کی تلاوت کرتا ہے تو بھی اسے اکتاہٹ محسوس نہیں ہوتی ہے اور کبھی طبیعت سیر نہیں ہوتی ہے۔

علوم قرآن کے جاننے والوں اور اس علم میں مہارت حاصل کرنے والوں نے کبھی بھی اس بات کا دعویٰ نہیں کیا کہ انہوں نے اس علم میں واقعی مہارت حاصل کرلی ہے' بلکہ یہی احساس غالب رہتا ہے کہ وہ علم کے اس سمندر سے چند قطرے ہی حاصل کر پائے ہیں اور ابھی اس بحر بیکراں کی غواصی انہیں کرنی ہے۔

رب العالمین قرآن کریم کی سورۃ الکہف' آیت ۱۰۹ میں فرماتا ہے کہ اگر سمندر روشنائی بن جائے رب کے کلمات (قرآن کے معنی) لکھنے کے لیے' تو یہ سمندر ختم ہوجائے گا' مگر میرے رب کی باتیں ختم نہیں ہوں گی۔

اسی بارے میں عظیم مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس W کا قول: "القرآن یفسرہ الزمان"[2] (زمانہ قرآن پاک کی تفسیر خود کرتا ہے) قابل توجہ ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ جوں جوں زمانہ ترقی کرے گا' جیسے جیسے علم و آگہی کے نئے نئے دروازے کھلیں گے' انسان ترقی کی نئی نئی منزلیں طے کرے گا' آفتاب و ماہتاب اور اجرام فلکی کی حقیقتوں سے آشنا

---

[1] (۴۲) الغاشیہ: ۲۰ (۴۳) الانبیاء: ۳۱ (۴۴) یٰسین: ۷۸
(۴۵) الاسراء: ۱۲' الکہف: ۱
مقدمہ سیرۃ الرسول' ج ۱' ص ۵۶۰-۵۶۳' محمد طاہر القادری' منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور' ۲۰۱۴ء

[2] تفسیر الامثل' مکارم الشیرازی' ج ۱' ص ۶' مدرسہ الامام علی ابن ابی طالب' قم' ایران' ۱۳۸۴ھ

ہوگا' اس پر قرآن عظیم کے اسرار ورموز کھلتے چلے جائیں گے' حقائق کے دروازے وا ہوتے چلے جائیں گے۔ نہ اس کی باتیں فرسودہ ہوں گی نہ اس کے علم کو زمان ومکان میں مقید کیا جا سکے گا' بلکہ ہر مفسر اپنی استعداد اور اپنے افق (canvas) کے مطابق قرآنی مفاہیم ومطالب کی نئی سے نئی دنیا دریافت کرتا چلا جائے گا اور اس کے عجائبات کبھی اختتام پذیر نہیں ہوں گے۔

قرآن پاک کے اعجاز کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس کی تعلیمات وسیع' اس کا پیغام ہمہ گیر اور اس کے موضوعات لامتناہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کی نصوص کی بنیاد پر ہر آنے والے دن میں نئے قواعد وضوابط مرتب ہو رہے ہیں اور نئے آنے والے سوالات کے جوابات میسر آ رہے ہیں۔

۱۴۰۰ سالوں سے مختلف زبانوں میں اس کتاب کی تفاسیر لکھی جا رہی ہیں۔ نئے نئے رموز آشکار ہو رہے ہیں' نئی نئی جہتیں دریافت ہو رہی ہیں' نئے نئے گوشہ ہائے راز افشا ہو رہے ہیں اور معانی کے نئے نئے باب کھل رہے ہیں۔ نہ اس کے علوم کی انتہا ہے نہ اس کی گہرائی کی حد۔ قرآن ہر آنے والے دن کی نئی راہیں متعین کرتا ہے' نہ اس کی تازگی کم ہوتی ہے نہ سیری ہوتی ہے۔

قرآن مجید کے بارے میں حضور p نے ایک مرتبہ ایک طویل حدیث میں ایک اہم وصف ارشاد فرمایا تھا' وہ ارشاد جس کو سیدنا علی بن ابی طالب t نے روایت کیا ہے اور محدث طبرانی نے اس کی تخریج کی ہے۔ اس حدیث میں حضور ﷺ نے قرآن پاک کے دس بارہ اوصاف بیان فرمائے۔ ان میں ایک وصف یہ بھی ہے کہ ''لا تنقضی عجائبہ'' یعنی قرآن مجید کے عجائب وغرائب کبھی بھی ختم نہیں ہوں گے۔ قرآن مجید سے ہمیشہ نئے نئے مطالب اور نئے نئے معانی نکلتے چلے جائیں گے اور ہر آنے والا دن قرآن پاک کے حقائق اور معارف کی ایک نئی دنیا لے کر آئے گا۔

علامہ اقبال نے ایک جگہ لکھا ہے کہ عالم قرآنی ہر دور میں اپنے آپ کو بے نقاب کرتا ہے اور نہیں کہہ سکتے کہ قرآن کے بطن میں ابھی کتنے عوالم پنہاں ہیں اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے کتنے مناظر اور مشاہد انسانوں کے سامنے آئیں گے۔ اسی طرح صاحب قرآن کی سیرت اور ارشادات میں پنہاں حقائق ومعارف بھی کم از کم ہم محدود انسانوں کی بساط کے

لحاظ سے لامتناہی ہیں۔ [1]

اس کتاب (قرآن) کی حفاظت کا ذمہ رب کائنات نے خود لیا ہوا ہے۔ قرآن نے یہ دعویٰ کیا کہ اس میں کسی لفظ کو نہ کم کیا جا سکتا ہے نہ ہی کسی لفظ کا اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝ (الحجر:۹)

بے شک ہم نے اُتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں ۝

آج چودہ صدیوں سے زیادہ کا عرصہ گزر جانے کے باوجود اسے رب کا کلام نہ ماننے والے بھی یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اس کتاب میں سرمو تحریف' کی کوشش نہیں کی گئی ہے۔

وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ۝ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ

(حم السجدة:۴۱-۴۲)

اور بے شک یہ قرآن بہت معزز کتاب ہے ۝ باطل (غیر قرآن) اس میں سامنے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کے وعدے کی تکمیل کے یے منفرد اور بے مثال انتظامات کیے۔ اس نے قرآن کی حفاظت کے لیے انسان ہی کو وسیلہ بنایا۔ بندگان خدا نے اس کی حفاظت کے لیے وہ طریقے اپنائے جن کا تجربہ اس نے اس سے پہلے کبھی نہیں کیا تھا' مثلاً:

(۱) قرآن کو کسی مستند استاد سے پڑھنا۔

(۲) اسے تحریری شکل میں محفوظ کرنا۔

(۳) اسے حفظ کرنا۔

(۴) پنج وقتہ نمازوں میں اسے دہرانا۔

(۵) تراویح میں حافظ کا پورے قرآن کو سنانا' سامع کا اسے سننا اور مقتدیوں کا اسے تازہ (Refresh) کرنا جیسے اقدامات شامل ہیں۔

چنانچہ ولیم میور سیرت محمدی میں لکھتے ہیں: قوت حافظہ اُن کی انتہائی درجہ پر تھی اور اُس کو وہ لوگ قرآن کی نسبت کمال سرگرمی سے کام میں لاتے تھے۔ اُن کا حافظہ ایسا مضبوط تھا اور اُن کی محنت ایسی قوی تھی کہ حسب روایات قدیم اکثر اصحاب' پیغمبر ﷺ کی حیات میں بڑی صحت

[1] محاضرات سیرت' ڈاکٹر محمود احمد غازی' ص ۱۵' الفیصل' لاہور' ۲۰۰۹ء

کے ساتھ تمام وحی کو حفظ پڑھ سکتے تھے۔ [۱]

پوری کی پوری کتاب کو حفظ کرلینا اچھوتا خیال (Concept) تھا۔ قرآن سے پہلے دنیا میں کوئی کتاب اس طرح حفظ نہیں کی گئی تھی۔ مسلمانوں میں قرآن پاک کو حفظ کرنے کی جو روایت چلی وہ منفرد اور یکتا تھی۔ لاکھوں انسانوں کا حافظ قرآن ہونا اس پر مستزاد تھا۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری فرماتے ہیں:

دیگر اقوام عالم کے پاس بھی ان کے مذہبی صحائف ہیں' تورات' انجیل' زبور وغیرہ۔ ان کے بارے میں ان کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ آسمان سے نازل ہوئے ہیں' لیکن آج تک ان میں ایک آدمی بھی پیدا نہیں ہوا جس نے اپنے آسمانی صحیفہ کو یاد کیا ہو۔ [۲]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی h فرماتے ہیں کہ اہل کتاب میں سے صرف ایک دو ہی ایسے ہیں جنہوں نے پڑھنے پڑھانے میں ساری عمریں ختم کر کے ان کا تھوڑا بہت حال جانا ہو اور اس کتاب (قرآن) کو ہر اس امتی پر جو خواہش کرے اس کا حفظ کرنا آسان کردیا گیا اور دوسری امتوں میں سے کوئی ایک بھی اپنی کتاب کو حفظ نہیں کرسکا۔ [۳]

سید احمد بن زینی دحلان فرماتے ہیں:

سابقہ امم کی عمریں اگرچہ بہت زیادہ ہوا کرتی تھیں' لیکن ان کی کتابوں کو کوئی شاذ و نادر ہی یاد کرسکتا تھا۔ حضرت سعید بن جبیر t فرماتے ہیں: بنی اسرائیل میں سے کوئی شخص بھی تورات کو یاد نہیں کرسکتا تھا۔ وہ اسے اوپر سے دیکھ کر پڑھتے تھے۔ تورات شریف صرف انبیاء کرام حضرت موسیٰ' حضرت ہارون' حضرت یوشع اور حضرت عزیر O کو ہی یاد تھی۔ لیکن امت مسلمہ پر رب تعالیٰ نے یہ احسان فرمایا ہے کہ قرآن پاک حفظ کرنا اس پر آسان کردیا ہے۔ اس کے ان گنت حفاظ ہیں' بچے اس کتاب حکیم کو بالکل تھوڑی سی مدت میں یاد کرلیتے ہیں۔ [۴]

---

[۱] تاریخ القرآن' مفتی عبداللطیف رحمانی' حضرت شاہ ابوالخیر اکادمی' دہلی' ۱۹۸۳ء بحوالہ الفرقان' ص ۳۹

[۲] ضیاء النبی' پیر محمد کرم شاہ الازہری' ج ۵' ص ۲۹۱' ضیاء القرآن پبلیکیشنز' لاہور' ۱۴۲۰ء

[۳] مدارج النبوت' شیخ عبدالحق محدث دہلوی' ج ۱' ص ۲۳۸' اردو ترجمہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی' شبیر برادرز' لاہور' ۲۰۰۴ء

[۴] السیرۃ النبویۃ' سید احمد بن زینی دحلان' اردو ترجمہ' ج ۲' ص ۳۰۷' ضیاء القرآن پبلیکیشنز' لاہور' ۲۰۱۴ء

وہ کون سی بات ہے جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کی امت کے لیے قرآن کا حفظ کرنا آسان کر دیا ہے۔ اس سوال کا جواب بھی قرآن ہی دیتا ہے:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ (القمر: ۲۲)

اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن کو یاد کرنا' تو ہے کوئی یاد کرنے والا۝

یعنی قرآن کریم کو حفظ کرنا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے آسان کر دیا ہے۔ اس بات کا مشاہدہ ہم روزانہ کرتے ہیں کہ سات آٹھ سال کے بچے سے لے کر ستر اسی سال کے بوڑھے تک کے لیے بھی قرآن کا حفظ کرنا ممکن ہوتا ہے۔ حفظ کرنے کا دورانیہ چند ماہ سے لے کر چند سالوں پر محیط ہے۔

آج مسلمان مادی طور پر ضعیف اور مغلوب ہیں۔ کفار مادی طور پر قوی اور غالب ہیں' لیکن مسلمانوں کو اس لحاظ سے غلبہ حاصل ہے کہ ان کی کتاب اپنے اصل متن کے ساتھ من وعن محفوظ ہے' جب کہ تورات اور انجیل جس زبان میں نازل ہوئی تھیں اس زبان میں وہ کتاب آج کہیں بھی موجود نہیں ہے۔ قرآن مجید میں کسی ایک لفظ کی تبدیلی یا کمی اور بیشی نہیں ہوئی' جبکہ تورات اور انجیل محرف ہو چکی ہیں' متن قرآن کے ہزاروں' بلکہ لاکھوں حافظ موجود ہیں' جبکہ تورات اور انجیل کا کوئی ایک حافظ دنیا میں کبھی بھی نہیں پایا گیا۔ قرآن کا چیلنج ہے کہ اس کی کسی ایک سورت کی مثال کوئی بنا کر نہیں لا سکتا' اور آج تک کوئی اس چیلنج کو نہیں توڑ سکا۔[1]

مختلف زبانوں کے بولنے والے اور مختلف براعظموں سے تعلق رکھنے والے ہزاروں نہیں' بلکہ لاکھوں افراد جو کہ عربی جیسی سخت نحوی زبان کو سمجھتے بھی نہیں ہیں ایک غیر منظوم اور ضخیم کتاب کو لفظ بہ لفظ' زیر زبر اور پیش کا لحاظ کرتے ہوئے پوری صحت اور کاملیت کے ساتھ حفظ کر لیتے ہیں۔ یہ قرآن کا ایک اور معجزہ ہے اور اس بات کی دلیل بھی کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں' بلکہ یہ خالق حقیقی کا کلام ہے' جس نے اپنی قدرت سے بندوں کے لیے اس ضخیم کتاب کا منہ زبانی یاد کرنا (memorise) سہل اور ممکن کر دیا ہے۔ اس کتاب کو یاد کرنے کا عمل اس دن شروع ہوا تھا جب آپ ﷺ پر پہلی وحی اتری تھی' یہ کام آج بھی جاری ہے اور یہ عمل قیامت کے برپا ہونے تک جاری رہے گا۔ اگر ایک لمحہ کے لیے یہ تصور کر لیا جائے کہ روئے زمین پر

---

[1] تبیان القرآن' غلام رسول سعیدی' ج ۲' ص ۳۳۱' فرید بک سٹال' لاہور' ۲۰۱۲ء

موجود قرآن کریم کی تمام کاپیاں تلف کر دی جائیں تب بھی اس کتاب کو ضائع نہیں کیا جا سکے گا۔ لاکھوں حفاظ کے سینوں میں محفوظ اس خزانے کو دوبارہ سے قرطاس و قلم میسر آ جائے گا اور پھر سے یہ کتابی شکل اختیار کر لے گا۔ یہی وہ معجزہ قرآنی ہے جس کی کوئی مثل پیش نہیں کی جا سکتی ہے۔ یہی وہ منفرد خصوصیت ہے جس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

مشرق و مغرب میں لاکھوں حافظ ہیں جن کو سارا قرآن مجید زبانی یاد ہے اور وہ اسے رمضان میں تراویح میں سب کو سناتے ہیں' ایک ترکی ہی میں کوئی دو لاکھ حافظ ہیں اور وہاں مرد ہی نہیں عورتوں کے حفظ کے لیے بھی خصوصی درسگاہیں موجود ہیں۔ یہ دیکھنا ولولہ انگیز ہے کہ چین سے مراکش تک حافظوں کی یاد اور تحریری قرآنوں کی عبارت میں کہیں بھی کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔[1]

ہر زمانے میں ہزاروں نہیں' بلکہ لاکھوں ایسے افراد موجود رہے ہیں جنہوں نے قرآن کو حفظ کیا اور آج بھی یہ عمل تسلسل اور تواتر کے ساتھ جاری ہے۔ دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہ ہوگا جہاں حافظ قرآن موجود نہ ہوں اور کوئی بستی ایسی نہ ہوگی جہاں قرآن کو حفظ کرنے اور حفظ کرانے کے لیے افراد اور ادارے موجود نہ ہوں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ قرآن کو حفظ کرنے والے لوگوں میں سے اکثریت کی زبان عربی نہیں ہوتی ہے' نہ وہ عربی بولتے ہیں نہ ہی عربی سمجھتے ہیں' وہ اس کے متن کے مطالب و معانی سے نابلد ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود انہیں اس کتاب کو یاد کرنے (memorise) میں دشواری یا رکاوٹ پیش نہیں آتی ہے۔ یہ بات دراصل رب تعالیٰ کے اس وعدے کی بنا پر ہی ہے کہ "اسے ہم نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے"۔ یہ رب قادر کی جانب سے قرآن کی حفاظت کو یقینی بنانے کا ایک ذریعہ ہے۔ پوری کتاب تو بڑی چیز ہے اگر اس کے ایک نقطہ کو بھی تبدیل کرنے کی جسارت کی جائے' تو حفاظ کی یہ جماعت پکار اٹھے گی اور ایسی ہر کوشش نقش بر آب ثابت ہوگی۔

دوسری اقوام اور دوسری مقدس کتابوں کے ماننے والوں کے سامنے پوری کتاب کو حفظ کرنے کی کوئی روایت نہیں تھی' لیکن جب مسلمانوں نے ایسا کیا اور قرآن کو ازبر سنانا شروع کر دیا' تو ان اقوام کے دلوں میں بھی ایسا کرنے کی خواہش کروٹ لینی چاہیے تھی' ان

---

[1] نگارشات ڈاکٹر محمد حمید اللہ' حصہ دوم' محمد عالم مختار حق' ص ۱۳۷ بیکن بکس' لاہور' ۲۰۱۳ء

میں بھی ایسا کرنے کا جذبہ پیدا ہونا چاہیے تھا کہ وہ بھی اپنی مقدس کتاب کو حفظ کر لیتے' مگر عیسائی' یہودی' ہندو' پارسی کوئی بھی ایسا نہ کر سکا۔

ذیل کی سطور میں قرآن کو حفظ کرنے کی چند حیرت انگیز مثالیں پیش کی جاری ہیں:

☆ سفیان بن عیینہ نے چار سال کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا۔[1]

☆ حضرت شاہ ولی اللہ h نے سات سال سے کم عمر میں قرآن حفظ کر یا تھا۔[2]

☆ مولانا احمد دین توگیروی چشتی نے سید ابوالبرکات قادری قدس سرہ کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ ابن ہشام نامی ایک شخص جو شام کا رہنے والا تھا' نے صرف تین دن میں قرآن کریم حفظ کر لیں۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی h نے ایک ماہ میں اور میں (احمد دین توگیروی چشتی) نے چھ ماہ ستائیس دن میں قرآن حفظ کر لیں۔[3]

☆ خواجہ شمس الدین سیالوی h نے ۷ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔[4]

☆ مولانا فضل الرحمٰن مدنی قادری ۱۳۴۴ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ۹ برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔[5]

☆ سید رافع جو مسی ساگا' اونٹاریو' کینیڈا میں پیدا ہوا' یہیں اس کی پرورش ہوئی' جو میرا پڑوسی بھی ہے' نے ۹ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔

☆ حافظ عثمان منور' جو کینیڈا میں پیدا ہوئے' تکت مسجد' اسکار بورو' اونٹاریو' کینیڈا کے مدرسے سے ریکارڈ ۹ ماہ میں حفظ مکمل کیا اور اب مسجد نور الحرم' مسی ساگا' اونٹاریو کینیڈا میں خطیب و امام ہے۔

Despite the fact that the child Algerian Abdul Rahman;

---

[1] نور مبین' محمد فتح اللہ گولن' ص ۸۷' مارمٹی پبلیکیشنز' اسلام آباد' ۲۰۱۳ء

[2] Misquoting Muhammad, Jonathan A.C. Brown, P-18, One World Publications, London, UK, 2014

[3] فضائل النبی' محمد یوسف بن اسماعیل نبہانی' اردو ترجمہ حاشیہ ص ۵۶' ج ۲' ضیاء القرآن پبلیکیشنز' لاہور' ۲۰۰۸ء۔ حیات اعلیٰ حضرت' ج ۱' ص ۲۰۸' مکتبۃ المدینہ کراچی

[4] ضیاء الدین احمد قادری' عبد المصطفیٰ محمد عارف قادری ضیائی' ج ۲' حزب القادریہ' لاہور' ۱۴۲۸ھ

[5] ایضاً' ج ۱' ص ۳۹

which did not exceed three years old, could not read a single word written, but he was able -through listening to the verses of Quran - to preserve the Book of Allah by heart; to enter encyclopedia Guiness Book of Records.[1]

اس حقیقت کے باوجود کہ الجزائر سے تعلق رکھنے والا بچہ عبدالرحمان جس کی عمر تین سال سے بھی کم ہے نے پورا قرآن حفظ کرلیا ہے۔ یہ بچہ قرآن کا ایک لفظ بھی نہیں پڑھ سکتا ہے اس نے قرآن کو یاد کرنے کا کام قرآنی آیات کی تلاوت سن سن کر کیا ہے۔ اس طرح اس نے گینیز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں جگہ بنالی ہے۔

یاد رہے کہ اس نونہال حافظ قرآن (Youngest Hafiz Quran) کی تلاوت کی متعدد ویڈیو (Youtube) پر دستیاب ہیں جو دیکھی اور سنی جاسکتی ہیں۔

آج دنیا میں ایک ارب اسی کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ ان میں ۱۲ فیصد عرب اور ۸۸ فیصد غیر عرب ہیں۔ اس آبادی کے ۸۰ فیصد سے زائد لوگوں کو کم یا زیادہ مکمل یا جزوی طور پر قرآن مجید یاد ہے۔ ظاہر ہے قرآن کو یاد (Memorise) کرنے والوں کی اکثریت عربی زبان سے نابلد ہے۔ قرآن کو یاد کرنے والے لاکھوں نہیں کروڑوں افراد ہیں۔ اتنی بڑی تعداد میں لوگوں کا حافظ قرآن ہونا قرآن پاک کا ایک اور معجزہ ہے۔ دنیا میں موجود کوئی اور ضخیم کتاب حرف بہ حرف زیر زبر پیش کا لحاظ رکھتے ہوئے تلفظ کی صحت کے ساتھ زبانی یاد نہیں کی جاتی ہے۔

مستشرق ولیم گراہم معترف ہے کہ قرآن کریم مذہبی اور غیر مذہبی کتابوں میں شاید واحد کتاب ہے جو کہ لاکھوں لاکھ (کروڑوں) لوگوں کے ذریعہ مکمل طور پر حفظ کی جاتی رہی ہے۔[2]

ایک اور خصوصیت جو قرآن کو دیگر تمام آسمانی کتب میں منفرد و ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح متن قرآن اپنی تمام تر جزئیات کے ساتھ محفوظ ہے بالکل اسی طرح صاحب قرآن کے حالات زندگی بھی تاریخ کی روشنی میں اپنی پوری صحت اور جزئیات کے ساتھ مامون اور محفوظ ہیں۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی صداقت اور سچائی کو مستند اور معتبر بناتی ہے۔

---

[1] www.themuslimtimes.info/2014/10/31abdul-rahman-farah-algerian-youngest-hafiz-of-the-holy-quran-in-the-world

[2] مستشرقین کے اعترافات، حمید اللہ خان عزیز، ص ۱۹۶، ادارہ تفہیم الاسلام بہاولپور، ۲۰۱۳ء بحوالہ Beyond the Written World, William Graham, P-80, University Press, Cambridge, UK:1993

دورِ صحابہ سے لے کر آج تک کوئی زمانہ اور کوئی گھڑی ایسی نہیں گزری جب کہ حفاظ قرآن ہزاروں کی تعداد میں موجود نہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ آج جو قرآن ہم تک پہنچا ہے وہ صرف کتابی شکل میں ہم تک نہیں پہنچا ہے' بلکہ سینہ بہ سینہ ہم تک منتقل ہوا ہے۔ ایک انسانی زنجیر (Human Chain) کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے۔ اس بات کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے کہ دنیا کے ہر اس خطے میں جہاں مسلمان بستے ہیں یہاں تک کہ مغربی ممالک یورپ اور امریکہ میں بھی مجموعی طور پر ہزاروں مراکز' مدارس (School) ایسے ہیں جہاں لاکھوں کی تعداد میں بچے اور بڑے قرآن پاک حفظ کرنے (Memorise) میں شب و روز مصروف رہتے ہیں۔

لہذا دورِ صحابہ سے لے کر آج کے دور تک جو قرآن ہم تک منتقل ہوا ہے' پہلا تو تواتر (Continuity) ہے یعنی اسے ایک نسل نے سینہ بہ سینہ دوسری نسل کو منتقل کیا ہے اور دوسرا تحریری اور کتابی ہے۔ قرآن کا نسل در نسل اپنی صحت اور ثقاہت کے ساتھ اس طرح منتقل ہونا بھی اس کا عجوبہ اور معجزہ ہے اور اس خصوصیت میں بھی دنیا میں موجود کوئی اور کتاب اس کی ہم پلہ اور ہم سر نہیں ہوسکتی ہے۔ کوئی اور کتاب یہاں تک کہ اس کے دسویں حصہ کے برابر بھی کوئی کتاب اتنی صحت (Authenticity) کے ساتھ نہ یاد کی گئی ہے نہ محفوظ کی گئی ہے۔

آنحضرت ﷺ سے لے کر اس وقت تک ہر عہد میں قرآن کے آنحضرت ﷺ سے راوی اور بیان کرنے والے اس قدر رہے ہیں جن کی وجہ سے اس کی صداقت پر ہر انسان مجبور ہوجاتا ہے اور اس امر کے باور کرنے کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں کہ یقیناً بلا کمی اور بیشی کے یہ وہی کتاب ہے جس کے متعلق آنحضرت ﷺ نے کتاب الٰہی ہونے کا دعویٰ کیا ہے' یہاں تک کہ قرآن کا یہ تواتر اُس کا طرۂ امتیاز اور خاصہ اور لازمہ ہوگیا۔ اسی لیے قرآن کی معرفت کی تقریب میں یہی وصف بیان کیا جاتا ہے۔ چنانچہ عامہ علماء اسلام قرآن کی تعریف اس طرح کرتے ہیں: وہ کلام الٰہی جس کا سلسلہ آنحضرت ﷺ تک متواتر ہو۔ اس کے سوا قرآن کے متعلق آنحضرت ﷺ سے توارث اور تعامل عامہ بھی ہے یعنی ہر عہد والوں نے اپنے قبل کے عہد والوں کو اسی قرآن کو پڑھتے ہوئے سنا یہاں تک کہ سلسلہ آنحضرت ﷺ پر ختم ہوجاتا ہے۔ جس حالت میں کہ اس قرآن میں تواتر اور توارث اور تعامل عامہ دونوں ہیں' تو پھر اس قرآن کی آنحضرت ﷺ تک سند اور اس قرآن کا آنحضرت ﷺ سے ثبوت ان دو

چیزوں سے زیادہ یقینی اور قطعی ہے جو محض متواتر ہیں یا محض متوارث ہیں۔ [1]

قرآن کے معجزہ ہونے پر کئی پہلوؤں سے گفتگو کی جاسکتی ہے' لیکن ذیل کی سطور میں ہم خاص طور پر اس کے اسلوب (فصاحت' بلاغت' نظم)' اس کا اغلاط (Errors) سے پاک ہونا' اس کی تازگی کا برقرار رہنا' قرآنی زبان عربی کا زمانے کے تغیر سے محفوظ رہ کر ایک زندہ زبان کی حیثیت سے برقرار رہنا' قرآن کا زندہ معجزہ ہونا' قرآن کے ایک ایک لفظ کا اپنی اصل حالت میں روز قیامت تک محفوظ رہنا' قرآن کا چیلنج کہ کوئی بھی شخص ذاتی طور پر یا افرادمل کر اجتماعی طور پر اس کی مثل ایک سورۃ بھی تخلیق نہیں کر پائیں گے' پورے کے پورے قرآن کو لاکھوں حفاظ کا حفظ کرلینا' قرآن کا سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہونا' مختلف زبانوں میں قرآن کے تراجم و تفاسیر کی کثرت کا ہونا' قرآن کا زندگیوں میں انقلاب برپا کرنا' قرآنی پیشین گوئیاں اور ان کا سچ ثابت ہونا' پچھلے نبیوں اور امتوں کے حالات کی خبر دینا' ایسے سائنسی انکشافات کرنا جن سے ساتویں صدی کا انسان نابلد تھا اور جن کا علم سائنسی دنیا کو صدیوں بعد ہوا' قرآن کا یکبارگی نزول کی بجائے جستہ جستہ نازل ہونا اور قرآن کی تدوین کی حیرت انگیز تفصیلات کا ذکر کریں گے۔

ہر پیغمبر ایک یا چند معجزات کا حامل ہوتا ہے اور پیغمبر اسلام ﷺ کے ہزاروں معجزات میں سے عظیم ترین معجزہ قرآن ہے۔ آپ ﷺ کے یکتا' منفرد اور ممتاز ہونے کے لیے آپ کا معجزہ قرآن ہی کافی ہے' اس لیے کہ یہ ایسا علمی معجزہ ہے جسے ہر صاحب علم اور غیر متعصب شخص ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ انسانی صلاحیت سے ماوراء اور رب کی قدرت کا شاہکار ہے۔ اہل عرب جو کہ آپ ﷺ کے اوّلین مخاطب تھے اپنی بلاغت اور حکمت میں کمال رکھتے تھے' خطابت ایسی کرتے تھے کہ کوئی دوسرا ان کا ہمسر نہیں تھا۔ اپنے فی البدیہہ کلام سے ایسے ایسے نکات لاتے تھے جو سننے والے کو حیران کر دیتے تھے۔ جب نیزے اور تلوار چل رہے ہوتے تو رجز یہ اشعار پڑھتے۔ اپنی تعریف اور دوسروں کی برائی کرتے۔ تعریف و توصیف کے ایسے ہار بناتے جو موتیوں کی لڑی سے زیادہ حسین ہوتے۔ عقلوں کو فریفتہ کرتے' بزدلوں کو جرأت دلاتے' شجاعت کو ابھارتے اور اپنے مخاطب کو دلیر بنا دیتے' ناقصوں کو کامل بناتے

[1] تاریخ القرآن' مفتی عبداللطیف رحمانی' حضرت شاہ ابوالخیر اکادمی' دہلی' انڈیا' ۱۹۸۳ء

بخیل کو سخی، گمنام کو نامور، مشکل کو آسان اور بڑے بڑے ہوشیاروں کو گم سم کر دیتے تھے۔ جس کی تعریف کرتے اسے اوج ثریا تک پہنچا دیتے تھے، جس کی مذمت کرتے اسے ذلت کی گھاٹی میں دھکیل دیتے تھے۔ وہ قبیح کو حسین اور حسین کو قبیح بنا دینے پر قدرت رکھتے تھے۔ وہ اپنے آپ کو مافی الضمیر کا اظہار کرنے والا کہتے۔ شہری ہو کہ بدوی فصاحت ان کے گھر کی لونڈی اور بلاغت ان کے در پر ہاتھ باندھے کھڑی ہوتی تھی، وہ کلام کی ہر صنف سے آگاہ اور اس کے ہر اسلوب سے آشنا تھے۔ اپنی زبان دانی پر ناز کرتے اور غیروں کو عجمی یعنی گونگا قرار دیتے تھے۔ لیکن قرآن نے ان کی فصاحت اور بلاغت کے غرور کو اپنے اعجاز و ایجاز سے پستی کے گہرے گڑھے میں پھینک دیا۔ اس لیے کہ قرآنی فصاحت اور بلاغت انسانی طاقت سے بالاتر ہے اور اس کی فصاحت و بلاغت کا معیار اس کی ۶۲۳۶ آیات میں متواتر اور یکساں طور پر برقرار رہتا ہے، کہیں کمی یا کجی نہیں آتی ہے اور کہیں بھی جھول واقع نہیں ہوتی ہے۔

قرآن کے جملہ اوصاف و اعجاز میں سے یہ بھی ہے کہ وہ ایک ہی سورۃ (Chapter) میں جا بجا ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف رخ کرتا ہے، ایک موضوع کو بدل کر فوراً ہی دوسرا موضوع لے آتا ہے اور ایسا کرنے سے نہ تسلسل ٹوٹتا ہے، نہ بیان میں سکتہ آتا ہے اور نہ ہی طبیعت پر ناگواری طاری ہوتی ہے، بلکہ بہتے ہوئے چشمے کی طرح اس کی روانی برقرار رہتی ہے۔

انہی وجوہات اعجاز میں سے یہ ہے کہ قرآن کریم کے اجزاء ایک دوسرے سے مشاکلت رکھتے ہیں اور انواع و اقسام کے مضامین باہم پیوست ہیں اور نہایت حسن وخوبی کے ساتھ ایک قصہ سے دوسرے قصہ کی طرف اور ایک جملہ سے دوسرے جملہ کی طرف باوجود اختلاف معانی کے بدلتے چلے جاتے ہیں۔ اور ایک ہی سورۃ میں امر، نہی، خبر، استخبار، وعد، وعید، اثبات نبوت و توحید اور ترغیب و ترہیب وغیرہ مضامین بغیر اس کے کہ ان کو فصول میں تقسیم کیا جائے موجود ہے اور اگر کسی اور کلام فصیح میں اس قسم کے اختلافی مضامین لاحق ہوں، تو یہ اسے فصاحت کے ضعف کی طرف لے جاتا ہے اور اس کی روانی کو کمزور اور سست کر دیتا ہے اور الفاظ کا تسلسل ختم ہو جاتا ہے اور عبارتیں متزلزل ہو جاتی ہیں، مگر قرآن پاک میں یہ انداز بیان نرالا ہے حسن وخوبی بڑھاتا اور اس کی شان کو دوبالا کرتا ہے"۔ [1]

---

[1] مدارج النبوت، شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی، ج ۱، ص ۲۳۸، اردو ترجمہ، مفتی سید غلام معین الدین نعیمی، شبیر برادرز لاہور، ۲۰۰۴ء

باوجود یہ کہ اس (قرآن) میں وجوہ خطاب مختلف ہیں۔ کہیں قصص و مواعظ ہیں' کہیں حلال و حرام کا ذکر ہے' کہیں اعزار و انذار ہے' کہیں وعدہ و وعید ہے' کہیں تخویف و تبشیر اور کہیں تعلیم اخلاق حسنہ ہے۔ مگر وہ ہر فن میں فصاحت و بلاغت کے خارق عادات اعلیٰ درجے میں ہے اور اس میں کہیں اس منزلت علیا سے انحطاط نہیں پایا جاتا۔ [1]

صاحب شفاء قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں:

ان صفتوں کے مالک فصحاء و بلغاء عرب کو اگر عاجز کیا ہے اور ان کو مرعوب کیا ہے' تو رسول ﷺ نے کتاب مجید لا کر ہی کیا ہے' جس پر سامنے سے باطل ٹھہرے' نہ پیچھے سے۔ وہ کتاب حکمت والے تعریف کیے ہوئے اللہ کی اتاری ہوئی ہے۔ اس کی آیتیں محکم' اس کے کلمات مفصل' اس کی بلاغت عقلوں کو متحیر کرنے والی' اس کی فصاحت ہر بولنے والے پر غالب ہے۔ اس کا اختصار اور اعجاز کامیاب ہے' اس کی حقیقت و مجاز واضح ہے۔ خوبصورتی میں اس کے ابتدائی اور انتہائی کلمات متشابہ ہیں اور اس کے جامع و بدیع کلمات ہر بیان پر حاوی ہیں۔ باوجود اپنے اختصار کے نظم کی خوبی میں معتدل ہے اور اپنے فوائد میں زیادتی کے باوجود اس کے الفاظ پسندیدگی کے عین مطابق ہیں۔ [2]

یاد رہے کہ قرآن نظم (Poetry) نہیں ہے' لیکن اس کلام میں وہ ساری خوبیاں اور خصوصیات پائی جاتی ہیں جو نظم میں پائی جاتی ہیں' جیسے نغمہ' ترنم' جمالی و جلالی ضرورتوں کے لیے آواز کا اتار چڑھاؤ اور اس کے لیے موزوں حروف والے الفاظ کا انتخاب۔ اصل میں قرآن نہ نثر میں ہے نہ نظم میں' بلکہ ایک مستقل اور یگانہ اسلوب میں ہے جس میں نثر اور نظم دونوں کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ [3]

قرآن مجید کے انداز کو آپ نہ نظم کہہ سکتے ہیں اور نہ ہی نثر' بلکہ قرآن نے ایک ایسا درمیانی اسلوب اختیار کیا جو بلغائے عرب کے تخیل سے ماوراء تھا۔ اس کا طرز تحریری نہیں' بلکہ خطیبانہ تھا۔ لوگوں نے عرب و عجم کے تمام کلام کو کھنگال ڈالا' مگر کسی بھی کلام کو حسن نظم' فصاحت

---

[1] سیرت رسول عربی' نور بخش توکلی' ص ۳۶۶' فرید بک سٹال' لاہور' ۱۹۷۹ء

[2] الشفاء' اردو ترجمہ' ابوالفضل قاضی عیاض مالکی' ج ۱' ص ۲۳۵' مکتبہ اعلیٰ حضرت' لاہور' ۲۰۰۴ء

[3] نگارشات' ڈاکٹر محمد حمید اللہ' حصہ دوم' محمد عالم مختار حق' ص ۸۲' بیکن بکس' لاہور' ۲۰۰۳ء

اور جودت میں قرآن کا ہم سر نہیں پایا۔ قرآن کی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے مضمون کو دلیل' واقعات' مثالوں اور استعاروں کی مدد سے سمجھاتا ہے۔ کوئی بھی انسان جو تعصب کے پردے کو ہٹا کر اسے سنتا ہے تو وہ اس کی اثر آفرینی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔ یہ کلام دلوں کو تسخیر کرنے کی صلاحیت سے مالامال ہے۔ قرآن پاک کی اس غیر معمولی اثر آفرینی کی بناء پر ہی کفار اس کلام کو سحر قرار دیتے تھے اور لوگوں کو تلقین کرتے تھے کہ اس کلام کو نہ سنو ورنہ اس کا جادو تم پر بھی چل جائے گا اور تمہیں تمہارے باپ دادا کے دین سے برگشتہ کر دے گا۔ قرآن کے اسی مبہوت کر دینے کی صلاحیت اور اس کی شدت تاثیر کی بناء پر ہی مخالفین اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے تھے کہ مبادا اس کی آواز کانوں کے راستے دل میں اتر کر ان کے من کی دنیا کو تہ و بالا نہ کر ڈالے۔ ایسی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں کہ لوگوں نے محض قرآن کے حسن بیان سے متاثر ہو کر دین اسلام قبول کر لیا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ یہ کلام ایک ایسے نبی اُمی کی زبان معجز بیان پر جاری تھا جس نے کسی استاد کے سامنے زانوئے ادب تہہ نہیں کیا تھا۔ یعنی امیت کی شان کا حامل تھا۔

خالد بن عقبہ t قرآن مبین سنتا ہے' تو ششدر رہ جاتا ہے اور جب اس حالت سے سنبھالا لیتا ہے' تو بول اٹھتا ہے:

وَاللّٰہِ اِنَّ لَہٗ لَحَلَاوَۃً	بخدا! اس میں عجب شیرینی ہے
وَاِنَّ عَلَیْہِ لَطَرَاوَۃً	اس میں عجب تر و تازگی ہے
وَاِنَّ اَسْفَلَہٗ لَمُغْدِقٌ	اس کی جڑیں سیراب ہیں
وَاِنَّ اَعْلَاہُ لَمُثْمِرٌ	اور اس کی شاخیں پھل سے لدی ہوئی ہیں
وَمَا یَقُوْلُ ھٰذَا بَشَرٌ	بشر تو ایسا کہہ ہی نہیں سکتا(۱)

ڈاکٹر محمود احمد غازی کا کہنا ہے کہ قرآن پاک کے اسلوب کا مطالعہ کرنے کے لیے ان پانچ نکات کو پیش نظر رکھنا چاہیے:

(۱) قرآن مجید میں اس کے بنیادی مضامین یکجا کیوں ہیں؟

(۲) قرآن مجید کے مضامین غزل مسلسل کے انداز میں ہیں۔

---

(۱) رحمۃ للعالمین' قاضی محمد سلیمان منصور پوری' ج ۳' ص ۲۵۷' شیخ غلام علی اینڈ سنز' لاہور

(۳) قرآن مجید نے جگہ جگہ جو مختصر منظر کشی کی ہے وہاں قرآن مجید اس منظر کو یاد دلانا چاہتا ہے' اس کی واقعاتی تفصیلات بیان کرنا مقصد نہیں ہوتا' اس لیے کہ قرآن مجید انسانوں کی ہدایت اور عبرت کے لیے اتارا گیا ہے' اور اس کام کے یہ جزوی اور واقعاتی تفصیلات غیر ضروری ہیں۔

(۴) قرآن مجید کا انداز خطیبانہ ہے' تالیفانہ نہیں۔ تقریری ہے' تحریری نہیں۔

(۵) قرآن مجید کا اسلوب انتہائی ایجاز اور جامعیت کا ہے' اس کا انداز بڑا تشبیہ ٹیلی گرافک زبان کا سا ہے۔[1]

قرآن کا اسلوب جداگانہ ہے۔ عام کتابیں ابواب اور ذیلی ابواب پر مشتمل ہوتی ہیں' لیکن قرآن میں یہ اسلوب نہیں اپنایا گیا ہے نہ ہی اس کے مضامین کو علیحدہ علیحدہ عنوانات کے تحت بیان کیا گیا ہے۔ اس کے انداز بیان اور نظم کلام میں آب رواں جیسا تسلسل ہے۔ کسی بھی مقام پر جھول یا سکتہ نظر نہیں آتا ہے۔ کہیں حمد و ثناء ہے' کہیں پند و نصیحت ہے' کہیں وعدہ و وعید ہے' کہیں تاکید و تہدید ہے' کہیں خالق کائنات کا ذکر' تو کہیں مخلوق کا بیان' کہیں پچھلے انبیاء کا بیان' تو کہیں امم سابقہ کی کہانیاں' کہیں حلال و حرام کا بیان' تو کہیں استثناء و اجازت کا اعلان۔ قرآن جب اپنے ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف مراجعت کرتا ہے' تو کلام کی روانی اور بیان کا تسلسل برقرار رہتا ہے' نہ پہلے مضمون کا ربط دوسرے سے ٹوٹتا ہے' نہ ہی کلام کی حلاوت و شیرینی متاثر ہوتی ہے۔

اعجاز قرآن کے ضمن میں علامہ جلال الدین سیوطی h کی کتاب ''الاتقان'' سے چند حوالے پیش کرنا برمحل ہوگا۔

قاضی ابوبکر بیان کرتا ہے: اعجاز قرآن کی وجہ وہ نظم و تالیف اور ترصیف ہے جو اس میں پائی جاتی ہے اور وہ کلام عرب کے تمام معمولی اور مستعمل وجوہ نظم سے بالکل جداگانہ ہے' نظم قرآن اہل عرب کے انداز خطابات سے کوئی مشابہت ہی نہیں رکھتا اور اسی وجہ سے اہل عرب اس کا معارضہ نہ کر سکے۔ اگر کوئی یہ چاہے کہ اہل عرب نے اپنے شعر میں جس قدر بدیع کے اصناف برتے ہیں اُن کے ذریعہ سے اعجاز قرآن کی معرفت حاصل کرے' تو یہ

---

[1] محاضرات قرآنی' محمود احمد غازی' ص ۳۲۸' الفیصل' لاہور' ۲۰۰۹ء

بات کسی طرح ممکن نہیں اس لیے کہ وہ بدائع خارق عادت امور نہیں ہیں' بلکہ علم تدریب اور ان کے ساتھ تصنّع کرنے سے ان کا ادراک کر لینا ممکن ہے مثلاً شعر کہنے' خطبات بیان کرنے' رسائل لکھنے کی مشق اور بلاغت میں کمال پیدا کرنے سے صنائع اور بدائع حاصل ہو سکتی ہے اور ان صنائع و بدائع کا ایک طریقہ مقرر ہے جس پر لوگ چلتے ہیں' مگر نظم قرآن کا مرتبہ بے مثل ہے اور اس کا کوئی نمونہ بجز اُسی کے پایا نہیں جاتا' اس لیے باتفاق قرآن کا مثل واقع ہونا غیر صحیح امر ہے۔ وہ کہتا ہے اور ہم اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ قرآن کے بعض حصہ میں اعجاز نہایت ظاہر اور واضح ہے اور بعض دوسرے حصہ میں بے حد دقیق اور غامض (مخفی)۔

امام فخر الدین کا قول ہے: قرآن کے عجاز کی وجہ اُس کی فصاحت' اسلوب بیان کی غرابت اور اس کا تمام عیوب کلام سے محفوظ ہونا ہے۔

زماکانی کہتا ہے: اعجاز کا مرجع قرآن کی ایک خاص تالیف ہے نہ کہ مطلق تالیف۔ اور خاص تالیف یہ ہے کہ اُس کے مفردات' ترکیب' وزن کے اعتبار سے معتدل ہوں اور اُس کے مرکبات معنی کے لحاظ سے بلند ترین مرتبہ پر رہیں' اس طرح کہ ہر ایک فن کا وقوع لفظاً اور معناً اس کے بلند ترین مرتبہ میں ہوا۔

ابن عطیہ کا بیان ہے: وہ صحیح بات جس کو جمہور اور اعلیٰ درجہ کے زبان دان علمائے قرآن کے اعجاز کی وجہ قرار دیتے ہیں یہ ہے کہ قرآن اپنے نظم عبارت' صحت معانی اور پے در پے الفاظ کی فصاحت کے باعث معجز ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ خداوند کریم کا علم تمام چیزوں پر محیط ہے اور ایسے ہی تمام کلام پر بھی۔ لہٰذا جس وقت کوئی ایک لفظ قرآن کا مرتب ہوا اُسی وقت خدا تعالیٰ نے اپنے احاطہ کے ذریعہ سے معلوم فرما لیا کہ کون سا لفظ پہلے لفظ کے بعد آنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور ایک معنی کے بعد دوسرے معنی کی تبیین کر سکتا ہے۔ پھر اسی طرح اول قرآن سے آخر تک اُس کی ترتیب ہوئی ہے اور انسان کو عام طور پر جہل' نسیان اور ذہول (بے خبری) لاحق رہتی ہے اور یہ بھی بدیہی طور پر معلوم ہے کہ کوئی بشر تمام کلاموں پر یوں احاطہ نہیں رکھتا' اس لیے یوں قرآن کا نظم فصاحت کے اعلیٰ ترین مرتبہ میں آیا اور اسی دلیل سے اُن لوگوں کا قول بھی باطل ہوتا ہے جو کہ اہل عرب کے قرآن کا مثل لانے پر قادر

ہونے کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ ارادۂ الٰہی نے اُن کا رُخ اس طرف سے پھیر دیا۔ حالانکہ صحیح یہ ہے کہ قرآن کا مثل پیش کر سکنا کبھی اور کسی کی قدرت میں نہ تھا۔ اور یہی باعث ہے کہ تم ایک لائق و فائق زبان دان اور بلیغ شاعر کو پورے سال تک اپنے ایک خطبہ یا قصیدہ کی درستی اور تنقیح میں مصروف دیکھنے کے بعد' پھر اُسے ہر مرتبہ نظر ثانی کے موقع پر کچھ نہ کچھ اُس میں بگاڑتے بناتے ہی پایا کرتے ہو اور کتاب اللہ کی یہ حالت ہے کہ اگر اس میں سے ایک لفظ نکال ڈالا جائے اور پھر تمام عرب کی زبان کو چھان کر اُس سے اچھا لفظ تلاش کیا جائے تو ہرگز نہ ملے گا' بلکہ اُس جیسا لفظ بھی کوئی دستیاب نہ ہوگا جو وہاں رکھ دیا جا سکے۔ اور ہم پر قرآن کے اکثر حصہ میں وجہ براعت واضح ہو جاتی ہے' مگر بعض مواقع میں مخفی بھی رہتی ہے اور اس کی علت یہ ہے کہ ہم اُس زمانہ کے اہل عرب سے ذوقِ سلیم اور جودتِ طبع میں بدرجہا کم ہیں۔

قرآن کے ذریعے سے عرب کی دنیا پر اس لیے حجت قائم ہوئی کہ وہ فصیح و بلیغ لوگ تھے اور ان کی طرف سے معارضہ ہونے کا شبہ کیا جا تا تھا اور اس بات کی مثال ویسی ہی ہے' جیسے کہ موسیٰ ؑ کا معجزہ ساحروں پر اور عیسیٰ ؑ کا معجزہ طبیبوں پر حجت ہوا تھا۔ [1]

قرآن میں لفظوں کا انتخاب' اس کی غنائیت' اس کی موزونیت' اس کی مٹھاس اور اس کی اثر پذیری بے مثال ہے۔ یہ معمول کی بات ہے کہ ایک ادیب جو اپنی تحریروں میں مناسب اور خوبصورت ترین الفاظ کا انتخاب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے' مگر ہوتا یہ ہے کہ وہ اپنی تحریر میں از اوّل تا آخر اس معیار کو برقرار نہیں رکھ پاتا ہے۔ قرآن کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ یہاں الحمد سے لے کر والناس تک ایک جیسا معیار برقرار رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان قرآن کا مطالعہ کرے یا سماعت اس کی سحر بیانی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔

ویسے تو پورے کا پورا قرآن ہی جمالیاتی پہلو لیے ہوئے ہے' مگر قرآن پاک کے آخری پاروں اور نسبتاً چھوٹی سورتوں میں یہ خوبی فزوں تر نظر آتی ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہو سکتی ہے کہ یہ سورتیں مکی سورتیں ہیں اور ان کے اوّلین مخاطب مکہ کے تحت گیر کا فر تھے کہ اس طرح ان کے دلوں کو موم کیا جا سکے۔

---

[1] الاتقان' جلال الدین سیوطی' اردو ترجمہ' ج ۲' ص ۲۷۷۔۲۷۶' مکتبہ العلم لاہور

قرآن میں کئی مقامات پر تکرار نظر آتا ہے یعنی ایک ہی مضمون کو بار بار بیان کیا گیا ہے، مگر اس خوبی سے کہ یہ تکرار انسان کو نہ تو بوجھل کرتا ہے اور نہ ہی اکتاہٹ کا شکار۔

قرآن نے عربی ادب کا جو اعلیٰ، منفرد، ممتاز اور بے مثال نمونہ پیش کیا ہے وہ اتنا حسین ہے کہ عربی زبان کی کوئی اور تحریر، عربی ادب کا کوئی اور نمونہ اس کے مقابلے پر پیش نہیں کیا جاسکتا ہے۔ کفار نے یہ کہنا شروع کیا کہ رسول خدا ﷺ تو شاعر ہیں۔ عام طور پر اگر کسی شخص کو شاعر کہا جائے اور اس کے کلام کو شاعری کا نمونہ قرار دیا جائے تو مذکورہ شخص کے لیے یہ بات فخر کا باعث ہوتی ہے۔ مگر رسول خدا ﷺ کے لیے یہ بات انہیں (نعوذ باللہ) نیچا دکھانے کے لیے کی جارہی تھی، کیونکہ آپ ﷺ کوئی شاعر نہیں، بلکہ اللہ کے رسول تھے۔ ﴿وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ﴾ (الحاقۃ:۴۱) (اور وہ کسی شاعر کا کلام نہیں)۔

قرآن شاعری نہ ہونے کے باوجود اپنے اندر نغمگی اور موسیقیت رکھتا ہے۔ شعری اوزان اور قافیہ آرائی سے پاک ہونے کے باوجود صوتی کشش اور نغمگی کی تاثیر رکھتا ہے۔ جملوں کے اختصار کے باوجود معنویت کی گہرائی سے مالا مال ہے۔ اپنی سادگی کے باوجود جامعیت کا خوگر ہے۔ دھیمے لہجے کے باوجود خطابت کا زور بیان لیے ہوئے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شاعری نہ ہونے کے باوجود کوئی شاعری اپنی اثر پذیری کے لحاظ سے اس کے ہم پلہ نہیں ہے۔

قرآن کریم میں کئی مقامات پر تکرار ہے، ایک ہی بات کو بار بار دہرایا گیا ہے۔ یہ انداز تخاطب دراصل کسی بات کی اہمیت کو اجاگر کرنے (Emphasize) کے لیے ہے۔ مثلاً سورۃ الشعراء میں ﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ۝ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝﴾ [1] آٹھ بار آیا ہے، سورۃ القمر میں ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ۝﴾ [2] چار مرتبہ آیا ہے، سورۃ المرسلات میں ﴿وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝﴾ [3] دس بار آیا ہے، سورۃ الرحمان میں ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝﴾ [4] اکتیس مرتبہ آیا ہے، لیکن ہر

---

[1] الشعراء: ۸، ۶۸، ۱۰۴، ۱۲۲، ۱۴۰، ۱۵۹، ۱۷۵، ۱۹۱

[2] القمر: ۱۷، ۲۲، ۳۲، ۴۰

[3] المرسلات: ۱۵، ۱۹، ۲۴، ۲۸، ۳۴، ۳۷، ۴۰، ۴۵، ۴۷، ۴۹

[4] الرحمن: ۱۳، ۱۶، ۱۸، ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۸، ۳۰، ۳۲، ۳۴، ۳۶، ۳۸، ۴۰، ۴۲، ۴۵، ۴۷، ۴۹، ۵۱، ۵۳، ۵۵، ۵۷، ۵۹، ۶۱، ۶۳، ۶۵، ۶۷، ۶۹، ۷۱، ۷۳، ۷۵، ۷۷

جگہ نہ صرف ایک نیا لطف اور منفرد کیفیت نصیب ہوتی ہے' بلکہ اس تکرار سے دل و دماغ پر اکتاہٹ کی بجائے ہر بار نئے معانی و مطالب اور نئے اسرار و رموز منکشف ہوتے ہیں۔

مذکورہ بالا آیات میں الفاظ کا چناؤ اور ان کی ترتیب اس خوبی سے کی گئی ہے کہ جیسے کسی نے انہیں موتیوں کی لڑی میں پرو دیا ہو۔ ان میں نغمگی اور موسیقیت کو بھر دیا ہو۔ سلاست و روانی کو یکجان کر دیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے بار بار کے پڑھنے یا سننے سے نہ سیری ہوتی ہے نہ ہی بیزاری' بلکہ ان کا پڑھنے والا ہر بار نئے لطف اور نئی چاشنی سے ہمکنار ہوتا ہے اور یہی گئی بات دل و دماغ میں اترتی چلی جاتی ہے۔

دنیا کی کوئی بھی تحریر اگر بار بار پڑھی جائے یا کوئی بھی گفتگو بار بار سنی جائے تو وہ اپنی کشش اور افادیت کھو بیٹھتی ہے۔ مگر یہ کلام فرحت انگیز اور سدا بہار ہے۔ قرآن کا یہ اعجاز ہے کہ اسے بار بار پڑھنے والے اور اسے بار بار سننے والے نہ اکتاہٹ کا شکار ہوتے ہیں نہ ہی بے دلی محسوس کرتے ہیں' بلکہ نہ صرف ان کی دلچسپی برقرار رہتی ہے' بلکہ وہ ہر بار ایک نئی کیفیت محسوس کرتے ہیں' ہر بار نیا لطف اٹھاتے ہیں' ہر بار نئی چاشنی سے روشناس ہوتے ہیں اور ہر بار نئی کیف و مستی میں کھو جاتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کہتے ہیں کہ ایک اور آرٹ جو مسلمانوں سے مخصوص ہے وہ قرآن مجید کی قراءت ہے۔ اس کے ساتھ نہ تو آلات موسیقی کی سنگت ہوتی ہے اور نہ ہی یہ شاعری ہے' مگر رسول اللہ ﷺ کے دور مسعود سے قرآن مجید قراءت کے لیے خاص توجہ کا مرکز ہے۔ عربی زبان کی نثر میں بھی ایسی مٹھاس اور نغمگی ہے کہ دوسری زبانوں کی شاعری بھی بمشکل ہی اس کا مقابلہ کر پاتی ہے۔ ماہر قاریوں کی تلاوت اور خوش الحان مؤذن کی اذان سن کر بجا طور پر احساس ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی یہ خصوصیت اپنی مثال آپ ہے اور ان میں جو خوبصورتی اور کشش ہے اس کا دنیا میں کوئی ثانی نہیں۔ [1]

قرآن پاک کی تلاوت پراثر ترنم کی خصوصیت سے مالامال ہے۔ اکثر یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ ایک شخص جو عربی زبان سے قطعی نابلد ہے' اس تلاوت کو سن کر وہ بھی مسحور ہو جاتا ہے۔

---

[1] اسلام کیا ہے؟' ڈاکٹر محمد حمید اللہ' ص ۲۶۷' بیکن بکس' لاہور' ۲۰۱۰ء

جرمن شاعر و فلسفی گوئٹے کہتا ہے:

It soon attracts, astounds, and in the end enforces our reverence ... its style, in accordance with its contents and aim is stern, grand - ever and always, truly sublime. So this book will go on exercising through all ages a most potent influence.①

قرآن کی یہ حالت ہے کہ اس کی دلفریبی بتدریج فریفتہ کرتی ہے پھر متعجب کرتی ہے اور آخرش ایک رقت آمیز تحیر میں ڈال دیتی ہے۔اسی طرح یہ کتاب تمام زمانوں میں اثر کرتی رہے گی۔

اے۔جے۔آربری (A.J. Arberry) متوفی ۱۹۶۹ء ایک برطانوی اسکالر ہے' عربی' فارسی اور اسلامی علوم کا ماہر ہے۔اسے غیر مسلم مترجمین قرآن میں نمایاں مقام حاصل ہے۔وہ اپنے ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں لکھتا ہے:

Whenever I hear the Qur'an chanted. It is as though I am listening to music, underneath the flowing melody. There is sounding all the time the insistent beat of a drum. It is like the beating of my heart.②

جب کبھی میں قرآن کی تلاوت سنتا ہوں مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے میں کوئی موسیقی سن رہا ہوں جس میں نغمگی رواں ہے' طبلہ کی تھاپ کی طرح جو بالکل میرے دل کی دھڑکنوں کی مانند ہے۔

آربری مزید لکھتا ہے:

In making the present attempt to improve on the performance of my predecessers, and to produce something which might be accepted as echoing however faintly the sublime rhetoric of the Arabic Koran, I have been at pain to study the intricate and richly varied rhythms which - apart from the message itself - constitute the Koran's undeniable claim to rank amongst the greatest literary masterpieces of mankind.③

---

① Dictionary of Islam, T.P. Huges, P.526, Munshi Manoharial Publishers Pvt Ltd., New Dehli, India:1995

② The Koran Interpreted, A.J. Arberry, Preface, Part-I, Oxford University press: 1964

③ Arthur J. Arberry - The Koran Interpreted, London Oxford University Press, 1964 p.10

اپنے پیشروؤں کی کارکردگی (کاوش) میں بہتری لانے کی میری موجودہ کوشش اور کچھ ایسا کرنے کی خواہش کہ جسے ان لوگوں کے کیے ہوئے کام کی بازگشت (تسلسل) کے طور پر قبول کیا جا سکے۔ بہرکیف یہ بہترین قرآنی عربی کی ترجمانی کی کمزوری کوشش ہے۔ مجھے پیچیدہ اور ترنم سے لبریز قرآنی آیات کے مطالعہ میں کافی دقت اٹھانی پڑی ہے۔ قرآنی متن پیغام سے ہٹ کر انسانی ادب کا بہترین اور ناقابل تردید شاہکار ہے۔

قرآنی تلاوت کی اثرآفرینی اور قرآنی سماعت کی جلوہ آرائی کے واقعات سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ ایسے واقعات میں ایک اہم واقعہ حضرت عمر فاروق اعظم t کا ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ وہ ایمان نہیں لائے تھے۔ ایک دن وہ (نعوذ باللہ) محمد ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے تلوار بے نیام لیے چلے جا رہے تھے کہ راستے میں کسی نے خبر دی کہ ایسا کچھ کرنے سے پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ تمہاری بہن اور بہنوئی اسلام لا چکے ہیں۔ یہ سنتے ہی فاروق اعظم اپنی بہن کے گھر پہنچے اور قرآنی تلاوت سنتے ہی ان کی دنیا بدل گئی اور وہ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

فرانسیسی موسیقار ژاں کا قبول اسلام

۱۹۵۷ء کی بات ہے ایک شخص ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے پاس ملنے کے لیے آیا اور اسلام قبول کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ اس کا نام ژاں ژلبیر (Jean Gilbert) تھا۔ اس نے بتایا کہ میں فرانسیسی موسیقار ہوں اور میری موسیقی کے ریکارڈ پوری دنیا میں سنے جاتے ہیں۔ میں آج سے چند روز پہلے سعودی سفیر کی دعوت میں مدعو تھا۔ اس دعوت میں بہت سے لوگ خاموش بیٹھے تھے اور ایک موسیقی سن رہے تھے۔ جب میں نے یہ موسیقی سنی تو مجھے ایسا لگا کہ یہ ایک مکمل موسیقی ہے جو آواز کے زیر و بم اور موسیقی کے اصولوں کے مطابق ایک کامل (Perfect) موسیقی ہے۔ میں نے حیرت سے پوچھا کہ یہ کس کی موسیقی ہے؟ لوگوں نے اشارہ کیا کہ خاموش رہو تو میں خاموش ہو گیا۔ وہ آواز اتنی غیر معمولی تھی کہ مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے پھر لوگوں سے پوچھا یہ کون سی موسیقی ہے؟ لیکن لوگوں نے مجھے پھر خاموش کرا دیا۔ کچھ دیر بعد وہ موسیقی رک گئی تو میں نے پھر اس موسیقی کے بارے میں استفسار کیا تو میزبان نے بتایا کہ یہ موسیقی نہیں، بلکہ قرآن پاک کی تلاوت تھی۔ موسیقار نے پوچھا کہ قرآن تو یہ ہے، مگر اس کی

موسیقی کس نے ترتیب دی ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ قرآن پاک کی آیات ہیں اور ان کی تلاوت صدیوں سے اسی انداز میں کی جارہی ہے۔ اگر ۱۴۰۰ سالوں سے یہ تلاوت اسی طرح کی جارہی ہے تو میں اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ کوئی آسمانی وحی (Revealation) ہی ہوسکتی ہے۔ اس نے اسلام قبول کرلیا اور ایک الجزائری طالب علم سے اس نے قرآن پڑھنا شروع کیا۔

ایک دن وہ گھبراہٹ کی حالت میں کانپتا ہوا میرے (ڈاکٹر حمید اللہ کے) پاس یونیورسٹی میں آیا۔ کہنے لگا: میرے خیال میں مسلمانوں نے قرآن مجید کو کامل طور پر محفوظ نہیں رکھا ہے' کیونکہ اس کی بعض سورتیں اور بعض آیتیں' تو بے شک علم موسیقی کے مطابق ہیں' لیکن بعض نہیں ہیں اور موسیقی کے مطابق نظر نہ آنے والی چیزیں میرے خیال میں کسی چیز کے حذف کردینے کی وجہ سے ہوئی ہیں۔ میں نے پوچھا: کیا؟ اس اثنا میں وہ عربی خط سیکھ چکا تھا' فوراً جیب سے قرآن مجید کا چھوٹا نسخہ نکالا اور کہا: دیکھو یہ سورت وہ سورت تھی "اذا جآء نصر اللہ والفتح "۔

یہ الفاظ موسیقی کے نقطہ نظر سے ٹھیک نہیں بیٹھتے۔ یہاں کوئی چیز تم لوگوں نے حذف کردی ہے' تمہیں معلوم نہیں ہے' لیکن میں بتاتا ہوں کہ علم موسیقی کے لحاظ سے یہاں کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔

یہ سن کر ایک لمحہ کے لیے ڈاکٹر محمد حمید اللہ پریشان ہوئے' پھر دفعتاً انہیں اپنے قاری استاد کی بات یاد آئی کہ انہوں نے مجھے (ڈاکٹر حمید اللہ کو) "اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ" پڑھایا تھا۔ میں نے اسے بتایا کہ اس لفظ کو غنہ کے ساتھ آگے سے ملا کر پڑھا جائے گا۔ وہ کھڑا ہوگیا' ناچنا شروع کردیا' مجھے بوسہ دیا اور کہا کہ اب میری پریشانی دور ہوگئی ہے اور اس نے کہا کہ میں اپنے ایمان کی تجدید کرتا ہوں۔ یہ واقعہ ۱۹۵۷ء کا ہے اور اس موسیقار کا نام ژاں ژلیبر تھا۔ [1]

قرآن کی حلاوت' اس کی موسیقیت اور اثر پذیری کے بارے میں ایک اور رائے ملاحظہ کیجیے:

---

[1] (الف) آڈیو ریکارڈنگ قرآن کا اعجاز' ڈاکٹر محمود احمد غازی

www.youtube.com/watch?v=lyricXIMA74

(ب) نگارشات' ڈاکٹر محمد حمید اللہ' محمد عالم مختار حق' ص ۲۴۸' بیکن بکس' لاہور' ۲۰۰۹ء

It is certain that the illiterate Bedouins of our day do not always understand the real meaning of the words recited by the Imam, but the rhythm, the cadence, the harmony of the assonances animating the wonderful verses, echoing in their breasts to the beatings of their hearts, convey to them an explanation, vague perhaps, but truly in accordance with the spirit of the text, and above all full of incomparable suggestions. [1]

یہ بات بھی واضح ہے کہ آج کے دور کا ان پڑھ دیہاتی اکثر ان آیات کے معانی و مفہوم سے نابلد ہوتا ہے جو کہ امام تلاوت کر رہا ہوتا ہے۔ لیکن اس کا ترنم، اس کا زیر و بم، اس کی ترتیب، ہم آہنگی اور قافیہ بندی سامعین کے دلوں کو اپنے سحر میں لے لیتی ہے۔ الفاظ کے معانی غیر واضح ہونے کے باوجود ان کی اثر پذیری بے مثال ہے۔

قرآنی عربی کا ادبی و علمی اسلوب اتنا منفرد، نمایاں، ممتاز اور فائق ہے کہ کوئی بھی شخص جو عربی زبان پر دسترس رکھتا ہو اس کی عظمت، بلندی اور انفرادیت کا ادراک، اعتراف اور اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔ علامہ طنطاوی جوہری نے اپنی تفسیر میں ایک امریکی پروفیسر کا واقعہ لکھا ہے جو عربی زبان کا ماہر تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

۱۳ جون ۱۹۳۲ء کو میری ملاقات مصری ادیب استاد کامل کیلانی سے ہوئی۔ انہوں نے ایک عجیب واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں امریکی مستشرق فنکل کے ساتھ تھا۔ میرے اور ان کے درمیان ادبی رشتہ سے گہرے تعلقات تھے۔ ایک دن انہوں نے میرے کان میں چپکے سے کہا: کیا تم بھی انہی لوگوں میں ہو جو قرآن کو ایک معجزہ مانتے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ ایک معنی خیز ہنسی ہنسے جس کا مطلب یہ تھا کہ اس عقیدہ کی کوئی حقیقت نہیں۔ محض تقلیداً مسلمان اس کو مانتے چلے جا رہے ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ انہوں نے ایسا تیر مارا ہے جس کا کوئی روک نہیں۔ ان کا یہ حال دیکھ کر مجھے ہنسی آ گئی۔ میں نے کہا: قرآن کی بلاغت کے بارے میں کوئی حکم لگانے کے لیے ضروری ہے کہ ہم تجربہ کر کے دیکھ لیں کہ کیا ہم اس جیسا کلام مرتب کر سکتے ہیں؟ تجربہ کر کے خود بخود اندازہ ہو جائے گا کہ ہم ویسا کلام تیار کرنے پر قادر ہیں یا نہیں۔

---

[1] The Life of Mohammad The Prophet of Allah, E. Dinet and Sliman Ben Ibrahim, P.50-51, Taj Company Ltd., Karachi

اس کے بعد میں نے استاد فنکل سے کہا کہ آیئے ہم ایک قرآنی تصور کو عربی الفاظ میں مرتب کریں۔ وہ تصور یہ کہ ''جہنم بہت وسیع ہے''۔ انہوں نے اس رائے سے اتفاق کیا اور ہم دونوں قلم کاغذ لے کر بیٹھ گئے۔ ہم دونوں نے مل کر تقریباً بیس جملے عربی کے بنائے جس میں مذکورہ بالا مفہوم کو مختلف الفاظ میں ادا کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ وہ جملے یہ تھے:

☆ ان جهنم واسعة جدا۔
☆ ان جهنم لاوسع مما تظنون۔
☆ ان سعة جهنم لا يتصورها عقل الانسان۔
☆ ان جهنم لتسع الدنيا كلها۔
☆ ان الجن والانس اذا دخلوا جهنم لتسعهم ولا تضيق بهم۔
☆ كل وصف في سعة جهنم لا يصل الى تقريب شيء من حقيقتها۔
☆ ان سعة جهنم لتصغر امامها سعة السماوات والارض۔
☆ كل ما خطر ببالك في سعة جهنم فانها لارحب منه واوسع۔
☆ سترون من سعة جهنم ما لم تكونوا لتحلموا به او تتصوروه۔
☆ مهما حاولت ان تتخيل سعة جهنم فانت مقصر ولن تصل الى شيء من حقيقتها۔
☆ ان البلاغة المعجزة لتقصر و تعجز اشد العجز عن وصف سعة جهنم۔
☆ ان سعة جهنم قد تخطت احلام الحالمين وتصور المتصورين۔
☆ متى امسكت بالقلم وتصديت لوصف سعة جهنم احسست بقصورك وعجزك۔
☆ ان سعة جهنم لا يصفها وصف ولا يتخيلها وهم ولا تدور بحسبان۔
☆ كل وصف لسعة جهنم انما هو فضول وهذيان۔

ہم دونوں جب اپنی کوشش مکمل کر چکے اور ہمارے پاس مزید عبارت کے لیے الفاظ نہ

رہے، تو میں نے پروفیسر فنشکل کی طرف فاتحانہ نظروں سے دیکھا۔ ''اب آپ پر قرآن کی بلاغت کھل جائے گی''۔ میں نے کہا: جب کہ ہم اپنی ساری کوشش صرف کر کے اس مفہوم کے لیے اپنی عبارتیں تیار کر چکے ہیں۔ پروفیسر فنشکل نے کہا: کیا قرآن نے اس مفہوم کو ہم سے زیادہ بلیغ اسلوب میں ادا کیا ہے؟ میں نے کہا: ہم قرآن کے مقابلے میں بچے ثابت ہوئے ہیں۔ انہوں نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا: قرآن میں کیا ہے۔ میں نے سورۂ ق کی یہ آیت پڑھی: ''يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ۝'' (ق: ۳۰) یہ سن کر ان کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ وہ اس بلاغت کو دیکھ کر حیران رہ گئے، انہوں نے کہا:

''صدقت نعم صدقت وانا اقرلك ذلك مغتبطا من كل قلبي''۔

آپ نے سچ کہا: بالکل سچ۔ میں کھلے دل سے اس کا اقرار کرتا ہوں۔

میں نے کہا: یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ آپ نے حق کا اعتراف کر لیا، کیونکہ آپ ادیب ہیں اور اسالیب کی اہمیت کا آپ کو پورا اندازہ ہے۔ یہ مستشرق انگریزی، جرمن، عبرانی اور عربی زبانوں سے بخوبی واقف تھا۔ لٹریچر کے مطالعہ میں اس نے اپنی عمر صرف کر دی تھی۔ [1]

اسٹینلے لین پول (Stanle Lane Pool) متوفی ۱۹۳۱ء جو کہ ایک برطانوی مستشرق اور ماہر آثار قدیمہ تھا، اس نے برٹش میوزیم لندن میں کام کیا اور بعد ازاں ڈبلن یونیورسٹی میں بہ حیثیت عربی علوم کے پروفیسر کے خدمات انجام دیں، وہ لکھتا ہے:

The style (of the Surahs) is haughty in every part and full of passion. The words are those of a man who tries with all his heart to convince his readers. Even nowadays, they give an impression of the vehemence and fire with which they were originally hurled forth at Mohammad's hearers surrounding him. These are the broken utterances of a human heart totally incapable of hypocrisy; the heart of a man who has exercised extraordinary influence over mankind.[2]

---

[1] پیغمبر انقلاب، وحید الدین خان، ص ۱۸۳ ـ ۱۸۴، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۱۳ء، بحوالہ ''الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم'' الشیخ طنطاوی جوہری، جز ۲۳، ص ۱۱۲ ـ ۱۱۱، مصر، ۱۳۵۱ھ

[2] The Life of Mohammad The Prophet of Allah, E. Dinet and Sliman Ben Ibrahim, P.50, Taj Company Ltd., Karachi

آیات قرآنی جو کہ جوش، جذبہ اور تمکنت سے بھرپور ہیں۔ اس کے الفاظ ایک ایسی ہستی کے دل کی آواز ہیں جو اپنے پڑھنے والوں (سننے والوں) کو قائل کرنا چاہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس دور میں بھی قرآنی الفاظ وہی شدت اور اثر پذیری رکھتے ہیں جو کہ محمد ﷺ کے زمانے میں ان کے براہ راست سامعین رکھتے تھے۔ یہ کلام ایک ایسے شخص کی زبان پر جاری تھے جو ریاکاری سے پاک تھا اور دلوں کو مسخر کرنے کی غیر معمولی صلاحیت کا مالک تھا"۔

غلطی انسانی وصف ہے۔ انسان کا تخلیق کردہ کلام کتنا ہی معیاری کیوں نہ ہو وہ اغلاط سے پاک نہیں ہو سکتا ہے۔ کوئی انسان کتنا ہی قادر الکلام کیوں نہ ہو اس کی تحریر یکساں معیار کی حامل نہیں ہو سکتی ہے۔ اس کلام میں کہیں نہ کہیں جھول نظر آئے گی۔ وہ تحریر کہیں بلندیوں کو چھو لے گی تو کہیں پستی کا نمونہ پیش کرے گی۔ کچھ حصے غلطیوں سے مبرا تو کچھ حصے اغلاط سے پر ہوں گے۔ انسانی کلام کا یکساں طور پر بلیغ ہونا ممکن نہیں۔ لیکن رب کے کلام کی یہ خصوصیت ہونی چاہیے کہ وہ از اوّل تا آخر یکساں طور پر معیاری ہو، شروع سے آخر تک غلطیوں سے پاک و مبرا ہو اور یہ کہ قاری کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو کہ کہاں اس کا معیار بلند اور کہاں بلند تر ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے متن اور اس کی زبان میں تبدیلی کی ضرورت پیش نہ آئے۔ گویا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر بندہ سو غلطیاں بھی کرے تو اس کی بندگی میں کوئی فرق نہیں آئے گا، لیکن اگر رب (معاذ اللہ) ایک بھی غلطی کرے تو اس کی ربوبیت میں فرق آجائے گا، نقص پیدا ہو جائے گا۔

دنیا کی ہر کتاب میں غلطیاں، خطائیں اور لغزشیں (Errors) ہوتی ہیں۔ بعد ازاں ان غلطیوں کا احساس، ادراک اور علم ہوتا ہے۔ چنانچہ آنے والے نئے ایڈیشنوں میں تصحیح، تبدیلی، ترمیم و اضافہ کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ یہاں تک کہ دوسری آسمانی کتابوں کے بھی نئے نئے تراجم (Versions) شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ہر ایڈیشن دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ ان میں تغیر و تبدل ہوتا ہے۔ آج بھی انجیل یوحنا، انجیل مرقس، انجیل لوقا اور انجیل متی کے نام سے چار مختلف نسخے موجود ہیں اور ایک پانچواں نسخہ انجیل برنباس کا بھی ہے۔

رب کی ذات چونکہ غلطیوں سے پاک ہے لہٰذا اس کے کلام کو بھی غلطیوں سے مبرا ہونا چاہیے۔ اس کے کلام میں کوئی ایک بھی سہو اس اعتبار کو داغدار کر سکتا ہے۔ ۱۴۳۸ سال کا

طویل عرصہ گزرنے کے باوجود قرآن کے متن میں نہ تو کسی غلطی کی نشاندہی کی جاسکی ہے اور نہ ہی یہ کلام کسی روایتی تصحیح کے مرحلے سے گزرا ہے۔ دوسری آسمانی کتابوں کے برعکس قرآن کو یہ منفرد مقام اور افتخار حاصل ہے کہ صدیاں گزر جانے کے باوجود اس کلام کے متن میں سرمو تبدیلی بھی نہیں آسکی ہے' بلکہ وہ اصل عربی زبان میں مضمون' متن اور الفاظ (Text) کی کامل صحت کے ساتھ من وعن موجود ہے۔

یہ قرآن ہی کا اعجاز ہے کہ اس کا بڑے سے بڑا مخالف بھی یہ نہیں کہتا ہے کہ اتنی صدیوں میں اس کے الفاظ' آیات اور متن میں کوئی معمولی سا فرق بھی آیا ہے یا اس میں کوئی خفیف سی کمی بیشی بھی کی گئی ہے' جبکہ دیگر تمام آسمانی کتابوں کے ماننے والے اور پیروکار خود اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ان کی کتب سماویہ آج اپنی اصل زبان اور حالت میں موجود نہیں ہیں۔ دوسری جانب قرآن کریم کو آسمانی صحیفہ نہ ماننے والے بھی معترف ہیں کہ ۱۴۳۸ سال کا طویل عرصہ گزرنے اور حالات کے پیچ وخم کے باوجود یہ کتاب اپنی اصل حالت میں موجود ہے۔

Yet there is no doubt that the Koran of today is substantially same as it came from prophet (Muhammad, peace be upon him).[1]

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ قرآن ہو بہو وہی ہے جو نبی (محمد ﷺ) کے زمانے سے چلا آرہا ہے۔

تورات میں سینکڑوں مقامات پر آپ ''بنی اسرائیل کا خدا'' لکھ دیکھیں گے' لیکن قرآن مجید میں آپ جابجا ''رب العالمین'' لکھا دیکھیں گے۔ اس طرح تورات کی محدودیت (Limitation) اور قرآن کی ہمہ گیری (Versatility) واضح ہو جاتی ہے۔

ایک اور بات جو قرآن کریم کو باقی آسمانی کتب سے جدا اور منفرد بناتی ہے وہ اس کا طرز بیان ہے۔ دیگر تمام آسمانی کتب کا انداز بیان ''ایک مرتبہ کا ذکر ہے'' (Once upon a time) والا ہے۔ اس کے برعکس قرآن کے طرز بیان کو ہم براہ راست تخاطب (Live

[1] The Webster Family Encyclopedia, Stephen P. Elliott, Vol-10, P.237, Webster's Dictionary, US 1984

coverage) سے تعبیر کرسکتے ہیں۔ اس ضمن میں شیخ احمد دیدات[1] کے حوالے سے چند مثالیں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں:

تمام دوسری آسمانی کتب کا انداز بیان ''ایک مرتبہ کا ذکر ہے'' یا ''لومڑی اور انگور'' (The fox and the grapes) ''بھیڑیا اور بھیڑ'' (The wolf and lamb) وغیرہ وغیرہ جیسا ہے۔

(a) In the beginning (once upon a time) God created the heaven' and the earth ... (Emphasis added).

(Holy Bible) Genesis 1:1

(ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جب) پہلے پہل رب نے جنت اور زمین کو پیدا کیا

(b) In the beginning (once upon a time) was the word, and the word was with God, (Emphasis added). (Holy Bible) John 1 1

(ایک مرتبہ کا ذکر ہے جب) پہلے پہل الفاظ تھے' رب کے پاس الفاظ تھے اور الفاظ ہی رب

(c) This is the genealogy (The origin, the beginning) of Jesus Christ, the son of David, the son of Abraham .., (Emphasis added). (Holy Bible) Matthew 1:1

(ایک مرتبہ جب) یسوع مسیح' داؤد کے فرزند' ابراہیم کے فرزند کے نسب کا آغاز ہوا ۔

2. Now after the death of moses the servant of the lord it

---

[1] Rekab, Edition 3, P. 60-63, Saudi Arabia: Sept. 2015

نوٹ: شیخ احمد دیدات ۱۹۱۸ میں ''سورت'' انڈیا میں پیدا ہوئے۔ ۹ سال کی عمر میں اپنے والد کے ہمراہ ڈربن' ساؤتھ افریقہ منتقل ہو گئے اور زندگی کا بقیہ حصہ وہیں گزارا۔ ڈربن میں ''Islamic Propagation Center International (IPIC)'' کے نام سے ادارہ قائم کیا۔ دنیا کے کئی ممالک کے دورے کیے۔ کئی معروف عیسائی مبلغوں سے مناظرے کیے جن میں ''Clark Jimmy Swagart' اور 'Anis Shorrosh'' شامل ہیں۔ ان مناظروں سے متاثر ہو کر ہزاروں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ ۲۰ سے زائد کتابیں لکھیں اور ان کی لاکھوں کاپیاں مفت تقسیم کی گئیں۔ ان کتابوں میں "What does the Bible say about Mohammed" نے سب سے زیادہ پذیرائی حاصل کی ہے۔ ان کا انتقال ۸۵ سال کی عمر میں ۸ اگست ۲۰۰۵ء کو ان کے آبائی قصبہ (Verulam) ساؤتھ افریقہ میں ہوا۔

came to pass (so it happened, once upon a time), that the Lord spake unto Joshua ... (Emphasis added).

(Holy Bible) Joshua 1 1

اور خداوند کے بندہ موسیٰ کی وفات کے بعد ایسا ہوا کہ خداوند نے اس کے خادم نون کے بیٹے یشوع سے کہا۔

3. Now after the death of Joshua it came to pass (so it happened, once upon a time), the children of Israel asked the Lord ... (Emphasis added). (Holy Bible) Judges 1:1

اور یشوع کی موت کے بعد یوں ہوا کہ بنی اسرائیل نے خداوند سے پوچھا کہ ہماری طرف سے کنعانیوں سے جنگ کرنے کو پہلے کون چڑھائی کرے

4. Now it came to pass (so it happened, once upon a time) in the days when the judges ruled, that there was famine in the land ... (Emphasis added). (Holy Bible) Ruth 1 1

اور ان ہی ایام میں جب قاضی انصاف کیا کرتے تھے ایسا ہوا کہ اس سرزمین میں کال پڑا اور یہوداہ کے بیت لحم کا ایک مرد اپنی بیوی اور دو بیٹیوں کو لے کر چلا کہ موآب کے ملک میں جا کر بسے۔

5. Now there was a certain man (once upon a time) of Ramathaimzophim, of the mount Ephraim... (Emphasis added). (Holy Bible) Samuel 1 1

افرائیم کے کوہستانی ملک میں رامہ تیم صوفیم کا ایک شخص تھا۔ وہ افرائیمی تھا

6. Now it came to pass (so it happened, once upon a time) after the death of Saul ... (Emphasis added).

(Holy Bible) Samuel 1:1

اور ساؤل کی موت کے بعد جب داؤد عمالیقیوں کو مار کر لوٹا ۔

7. Now (once upon a time) king David was old (gone cold) and stricken in years, and they covered him with clothes, but he gat no heat.(Holy Bible) 1 King 1 1

اور داؤد بادشاہ بڈھا اور کہن سال ہوا اور وہ اسے کپڑے اڑھاتے پر وہ گرم نہ ہوتا تھا۔

8. Now (once upon a time) in the first year of Cyrus King of Persia ... (Holy Bible) Book of Ezra 1:1

اور شاہ فارس خورس کی سلطنت کے پہلے سال میں۔

9. Now it came to pass (so it happened once upon a time) in the days of Ahasuerus ... (Emphasis added).

(Holy Bible) Book of Esther 1:1

اخسویرس کے دنوں میں ایسا ہوا ......

10. Now it came to pass (so it happened, once upon a time) in the thirtieth year, in the fourth month, in the fifth day of the month ... (Emphasis added). (Holy Bible) Ezekiel 1.1

تیسویں برس کے چوتھے مہینے کی پانچویں تاریخ کو یوں ہوا [1]

درج بالا مثالیں اور حوالہ جات اگر آپ کو حیران، پریشان اور الجھن کا شکار نہیں کرتے ہوں اور آپ ''ایک مرتبہ کا ذکر ہے'' کے سحر میں الجھ کر رہ جاتے ہوں، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ انسانی ساختہ کہانیوں کو سننے کے عادی ہو چکے ہیں۔ یہ انداز تخاطب اور یہ انداز بیان تو انسانی ہے کہ یوں ہی ایک انسان سوچتا اور بولتا ہے۔

درج بالا تمام حوالہ جات بائبل کے کنگ جیمس (KJV) ورژن سے نقل کیے گئے ہیں۔ یاد رہنا چاہیے کہ بائبل کے نسخوں میں سے یہ نسخہ عیسائیوں میں مقبول ترین ہے۔ آپ کو نوٹ کرنا چاہیے ان تمام آیات کا آغاز "Now" سے ہو رہا ہے۔

قرآن کریم میں آپ کو کہیں بھی ''ایک مرتبہ کا ذکر ہے'' جیسا انداز بیان دکھائی نہیں دے گا۔ قرآنی انداز بیان اور اس کی تدوین دونوں ہی معجزاتی خصوصیات اور صفات کی حامل ہیں۔

دوسری جانب قرآنی طرز بیان میں کسی انسانی کوشش، کاوش اور طرز اسلوب کا شائبہ بھی نظر نہیں آئے گا۔ مثال کے لیے قرآن کی پہلی وحی کا حوالہ پیش کر رہا ہوں: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝ (العلق:۱-۵)

Proclaim! (or Read!) in the name of thy Lord and Cherisher, Who created. Created man, out of a (mere) clot of

---

[1] The Choice, Ahmed Deedat, V.1, P.189-191, Fahil Khair Saudi Arabia 1994

congealed blood. Proclaim! And thy Lord is Most Bountiful. He who taught (the use of) the Pen. Taught man that Which he knew not. (Sura Alaq) Holy Quran 96.1-5

پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیاO آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایاO پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہےO جس نے قلم سے لکھنا سکھایاO آدمی کو سکھایا جو وہ نہ جانتا تھاO

شیخ احمد دیدات نے قرآن کریم کے ایک اور معجزاتی اسلوب کی نشاندہی بھی کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی صحافی میرا انٹرویو لینے کے لیے آتا تو میں اس سے کہتا کہ میں تمہیں دکھانا چاہتا ہوں کہ قرآن ایک صحافتی معجزہ ہے۔ میری یہ بات سن کر اس صحافی کی دلچسپی بڑھ جاتی کہ قرآن ایک صحافتی معجزہ کیوں کر ہے۔ میں اپنی گفتگو کا آغاز حضرت موسیٰ u کی اسی طرح کی کہانی یعنی ''ایک مرتبہ کا ذکر ہے'' سے کرتا اور پھر اسے بتاتا کہ قرآن نے کس طرح صحافیانہ طرز بیان اختیار کیا ہے۔

وَهَلْ أَتٰىكَ حَدِيثُ مُوسٰى ۞ (طٰہٰ:۹)

Has the story of Moses reached you?

(Sura Ta-ha) Holy Quran 20:9

اور کچھ تمہیں موسیٰ کی خبر آئی!O

اس سوالیہ پیرایہ سے سامعین کی دلچسپی مہمیز ہو جاتی تھی۔ وہ کہتے کہ اے اللہ کے رسول ہمیں بتائیے۔ اس محفل میں اہل ایمان ہوں کہ کافر، یہودی ہوں کہ عیسائی ہمہ تن گوش ہو جاتے' پھر اللہ کے رسول ﷺ فرماتے:

إِذْ رَأٰى نَارًا۔ Behold, He saw a fire!

اس نے ایک آگ دیکھی۔

آپ اس منظر کا تصور کر سکتے ہیں' تخیل قائم کر سکتے ہیں کہ لوگوں کی کتنی توجہ اور دلچسپی آپ ﷺ اور ان کے پیش کردہ کلام کی طرف مبذول ہوتی ہوگی۔ آج اشتہاری دنیا (Field of advertisement) ڈیڑھ ہزار سالوں کے بعد وہی اسلوب اپنانے پر مجبور ہوئی ہے۔ جب ایک اشتہاری ایجنسی اپنے پیغام کو نعرہ (Slogan) دیتی ہے۔ معروف ویسٹرن یونین

ٹیلیگراف کمپنی نے اپنے اشتہار کو یہ نعرہ دیا۔ "Don't Write - Telegraph!" دیکھنے اور غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ڈیڑھ ہزار سال قبل اُمّی رسول کو یہ اسلوب تخاطب کس نے سکھایا تھا؟ [1]

قرآنی تلاوت کی اثر آفرینی

قرآنی تلاوت میں عجب اثر آفرینی ہے' جو بھی اسے سنتا ہے اس کی حلاوت' مٹھاس' شیرینی' نغمگی اور موسیقیت کی جانب کھنچا چلا آتا ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ سامع عربی کا جاننے والا ہو یا پھر عربی سے نابلد ہو دونوں یکساں طور پر اس کے ترنم اور اس کی کشش سے متاثر ہوتے ہیں۔

For centuries, Qur'anic commentators have discussed the power and beauty of this sound, what they call the nazm of the Qur'an, the composition, or, more lossely but perhaps more richly translated, the Qur'anic "voice". In turn, nazm is one of the key concepts in I'jaz al-Qur'an (analysis of the inimitability of the Qur'an) which is a standard feature of Qur'anic commentary. [2]

صدیوں سے قرآن کے مبصرین (شارحین) قرآن کی صوتی قوت اور خوبصورتی کا ذکر کرتے آئے ہیں' قرآن کی اس خصوصیت کو انہوں نے قرآن کے "نظم" کا نام دیا ہے' نغمگی اور لحن و لہجہ کہا ہے۔ قرآن کا نظم دراصل 'اعجاز قرآن' کی خصوصیت میں سے ایک ہے۔ اعجاز قرآن کا بیان قرآنی تشریحات کا ایک جزو ہے۔

"R.V.C. Bodley" اپنی کتاب "The Messenger" میں جرمن زبان کی نابغۂ روزگار شخصیت گوئٹے کے حوالے سے لکھتا ہے:

As often as we approach it (the Koran), it always proves repulsive anew; gradually, however, it attracts, it astonishes

---

[1] The Choice, Ahmed Deedat, V.1, P.197-200, Fahil Khair, Saudi Arabia 1994

[2] Approaching The Qur'an, Micheal Sells, P.200, White Cloud Press, Ashland, Origon, USA.2007

and, in the end, forces admiration. [1]

جوں جوں ہم قرآن کے قریب جاتے ہیں تو ابتداءً ناگواری کا احساس ہوتا ہے' لیکن رفتہ رفتہ یہ اپنی جانب متوجہ کرتا ہے' اچنبھے میں مبتلا کرتا ہے اور بالآخر اپنا شیدائی بنالیتا ہے۔

قرآنی تلاوت کی اثر آفرینی کی بابت مائیکل سلس نے ایک اور منظر کشی کی ہے:

One afternoon in Cairo, I found myself in an unusual situation. The streets of this nosiy, bustling city were suddenly strangely quiet, yet the cafes were crowded with people clustered around televisions. For special events - the death of a great figure, an important soccer game - one might expect to find people in cafes following the event on television. What had drawn people from the streets into the cafes today was the appearance of one of Egypt's popular Qur'an reciters. When I returned to my hotel, the lobby was filled with men, some of them Egyptian Christians, watching and listening to the televised recitation with intense interest. [2]

قاہرہ میں ایک سہ پہر میں نے اپنے آپ کو ایک غیر معمولی صورتحال سے دوچار پایا۔ قاہرہ جیسی پر شور اور ہلچل والی سڑکوں پر اچانک سناٹا چھا گیا' اس کے قہوہ خانوں میں موجود مجمع ٹی وی کے گرد جمع ہو گیا خاص وجہ سے' ایک بڑی شخصیت کے انتقال کے سبب یا پھر کسی اہم فٹ بال میچ کی بناء پر' لیکن ایسا نہیں تھا' بلکہ یہ مجمع قرآن کے قاریوں کی آواز سننے کے لیے تھا' جب میں اپنے ہوٹل واپس پہنچا تو ہوٹل کا دالان (Lobby) لوگوں سے بھرا ہوا تھا' ان میں سے کچھ لوگ تو مصری عیسائی تھے' جو کہ قرآنی تلاوت کو انتہائی انہماک سے دیکھ اور سن رہے تھے۔

In Alexandria, Egypt, it is a hot, humid, breezeless day. The bus is filled. People are hanging onto the steps and sitting on the roof. Inside, there is hardly room to stand, and when the bus is stopped in traffic, it is hard to breathe. The passengers fidget and struggle to be comfortable.

---

۱. The Messenger, R.V.C. Bodley, P.237, Doubleday & Company Inc., New York 1946

۲. Approaching The Qur'an, Micheal Sells, Preface, P.1, White Cloud Press, Ashland, Origon, USA 2007

At some point in the two-hour trip, someone puts on a cassette of Qur'anic recitations. As the recitations play, a meditative calm begins to set in. People relax. The jockeying for space ends. The voices of those who are talking grow quieter and less strained. Others are silent, lost in thought. A sense of shared community overtakes the discomfort.[1]

اسکندریہ' مصر میں ایک سخت گرم' مرطوب اور حبس والا دن تھا۔ بس کا فرش اور اس کی چھت مسافروں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ بس کے اندر کھڑے ہونے کی جگہ بھی بہ مشکل بچی تھی۔ اگر بس ٹریفک کی زیادتی کی وجہ سے رک جائے تو سانس کا لینا بھی دشوار ہو رہا تھا۔ مسافر اپنی گھٹن اور اضطراب کو دور کرنے کی جدوجہد کر رہے تھے۔

دوران سفر کسی نے قرآنی تلاوت کی کیسٹ لگا دی۔ جیسے ہی تلاوت کی آواز کانوں تک پہنچی لوگوں نے انہماک' استغراق' اور تسکین پانا شروع کر دیا' لوگوں کی ہلچل تھم گئی۔ باتیں کرنے والے مہر بہ لب ہو گئے۔ جو خاموش تھے وہ خیالات میں گم ہو گئے۔ اضطراب کی جگہ ایک مشترکہ شراکت داری نے لے لی۔

قرآن کی کشش نہ صرف مسلمانوں کو' بلکہ غیر مسلموں کو بھی یکساں طور پر متاثر کرتی ہے۔ اس کی دلفریبی اس پر عقیدہ نہ رکھنے والے کو بھی اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ معروف مصنف دیپک چوپڑا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکے:

The Koran deserves its place as a song of the soul, to be celebrated wherever the soul matters.[2]

قرآن روح کا ترانہ کہلائے جانے کا سزاوار ہے' جہاں کہیں روح کو فوقیت حاصل ہے وہاں (اس کی ستائش ہونی چاہیے) اس کا جشن منایا جانا چاہیے۔

ایک غیر عرب کے لیے قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت' اس کے حسن اور اثر آفرینی کو سمجھنا کافی دشوار عمل ہے۔ لیکن قرآن کریم کی اثر پذیری اور اس کی کشش کی شدت سے ایسے لوگ بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے ہیں۔

---

[1] Approaching The Qur'an, Micheal Sells, P.199, White Cloud Press, Ashland, Origon, USA.2007

[2] Muhammad, author's note, xii, Deepak Chopra, Harper Collin Publishers, New York:2011

اگرچہ قرآن پاک کے تراجم دنیا کی ہر زبان میں ہوئے ہیں‘ بعض زبانوں میں کئی کئی ترجمے ہوئے ہیں‘ جیسے اردو میں لگ بھگ سات سو ترجمے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ بھی ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ اس کی جو اثر آفرینی اس کی اصل زبان عربی میں ہے وہ کماحقہٗ کسی اچھے سے اچھے ترجمہ میں نہیں پائی جاتی ہے۔ اس کے باوجود ہم آئے دن یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ لوگ قرآن پاک کے تراجم پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو رہے ہیں۔ گویا قرآن ایک زندہ معجزہ ہے کہ نہ صرف اصل عربی متن‘ بلکہ اس کے تراجم بھی ہدایت کے طلبگاروں کو ہدایت کی راہ دکھاتے ہیں۔

برطانوی مصنف محمد مارماڈیوک پکتھال نے اپنے انگریزی ترجمہ قرآن کے پیش لفظ میں حقیقت کا اعتراف ان لفظوں میں کیا ہے:

The Book is here rendered almost literally and every effort has been made to choose befitting language. But the result is not the Glorious Koran, that inimitable symphony, the very sounds of which move men to tears and ecstasy.[1]

یہ ترجمہ (قرآن) بڑی حد تک لفظ بہ لفظ ترجمہ ہے۔ اگرچہ حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ الفاظ کا چناؤ حقیقت سے قریب تر ہو مگر مجھے ادراک ہے کہ یہ ترجمہ قرآن کی اصل عربی عبارت کا متبادل نہیں (قرآن کا کوئی بھی ترجمہ کماحقہٗ اس کے جلال و جمال کا مظہر نہیں ہو سکتا ہے) جس کی بے مثل و بے مثال موسیقی (اثر انگیزی) سننے والوں کو بے خود اور آبدیدہ کر دیتی ہے۔

مارماڈیوک پکتھال نے ترجمہ قرآن مکمل کرنے سے پہلے ہی اسلام قبول کر لیا۔ یہ واضح نہیں کہ اس نے درج بالا پیش لفظ اپنے اسلام قبول کرنے سے پہلے لکھا یا بعد میں۔[2]

نغمگی‘ موسیقیت اور موزونیت سے لبریز چند مثالیں

پورے کا پورا قرآن اور اس کی ہر آیت ایک خاص نظم لیے ہوئے ہے۔ اس میں نغمگی ہے‘ موسیقیت ہے‘ موزونیت ہے اور شعری حسن ہے۔ گو کہ یہ شاعری نہیں ہے‘ مگر اس کے باوجود یہ شعری حسن سے مالا مال ہے۔ قرآن کریم میں جا بجا اس کی مثالیں ملیں گی‘ مگر اس کی آخری سورتوں میں جو نسبتاً مختصر ہیں اور بیشتر مکی سورتیں ہیں ان میں یہ وصف زیادہ نمایاں نظر

[1] The Holy Qur'an, forward to english translation by Mohammad M. Pickthall, P.7, Millat Book Corporation, New Delhi 2005

[2] The Choice, Vol.1, Ahmed Deedat, P.176, Fahil Khair, Saudi Arabia 1994

آئے گا۔ ذیل کی سطور میں ہم چند مثالیں پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں گے:

(۱) وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۝ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۝ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۝ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۝ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝ (المرسلات:۱-۶)

نرم وخوش گوار ہواؤں کی قسم جو پے در پے چلتی ہیں ۝ پھر تندو تیز ہواؤں کی قسم جو شدید جھونکوں سے چلتی ہیں ۝ اور ان کی قسم جو بادلوں کو ہر طرف پھیلا دیتی ہیں ۝ پھر ان کی قسم جو (انہیں) پھاڑ کر جدا جدا کر دیتی ہیں ۝ پھر ان کی قسم جو نصیحت لانے والی ہیں ۝ حجت تمام کرنے یا ڈرانے کے لیے ۝

(۲) فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۝ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۝ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ۝ (المرسلات:۸-۱۲)

پھر جب ستاروں کی روشنی زائل کر دی جائے گی ۝ اور جب آسمانی کائنات میں شگاف ہو جائیں گے ۝ اور جب پہاڑ (ریزہ ریزہ کر کے) اُڑا دیے جائیں گے ۝ اور جب پیغمبر وقت مقررہ پر (اپنی اپنی امتوں پر گواہی کے لیے) جمع کیے جائیں گے ۝ بھلا کس دن کے لیے (ان سب امور کی) مدت مقرر کی گئی ہے ۝

(۳) وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝ (النازعات:۱-۵)

اُن (فرشتوں) کی قسم جو (کافروں کی جان ان کے جسموں کے ایک ایک انگ میں سے) نہایت سختی سے کھینچ لاتے ہیں ۝ اور ان (فرشتوں) کی قسم جو (مومنوں کی جان کے) بند نہایت نرمی سے کھول دیتے ہیں ۝ اور ان (فرشتوں) کی قسم جو (زمین و آسمان کے درمیان) تیزی سے تیرتے پھرتے ہیں ۝ پھر ان (فرشتوں) کی قسم جو لپک کر (دوسروں سے) آگے بڑھ جاتے ہیں ۝ پھر ان (فرشتوں) کی قسم جو مختلف اُمور کی تدبیر کرتے ہیں ۝

(۴) اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝ (التکویر:۱-۹)

جب سورج لپیٹ کر بے نور کر دیا جائے گا○ اور جب ستارے (اپنی کہکشاؤں سے) گر پڑیں گے○ اور جب پہاڑ (غبار بنا کر فضا میں) چلا دیئے جائیں گے○ اور جب حاملہ اونٹنیاں بے کار چھوٹی پھریں گی (کوئی ان کا خبر گیر نہ ہوگا)○ اور جب وحشی جانور (خوف کے مارے) جمع کر دیئے جائیں گے○ جب سمندر اور دریا (سب) ابھار دیئے جائیں گے○ اور جب روحیں (بدنوں سے) ملا دی جائیں گی○ اور جب زندہ دفن کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا○ کہ وہ کس گناہ کے باعث قتل کی گئی تھی○

(۵) إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ۝ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝ وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝ وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ۝ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ ۝ (الانفطار: ۱۔۵)

جب (سب) آسمانی کرے پھٹ جائیں گے○ اور جب سیارے گر کر بکھر جائیں گے○ اور جب سمندر (اور دریا) ابھر کر بہہ جائیں گے○ اور جب قبریں زیر و زبر کر دی جائیں گی○ تو ہر شخص جان لے گا کہ کیا عمل اس نے آگے بھیجا اور (کیا) پیچھے چھوڑ آیا تھا○

(۶) وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاعِمَةٌ ۝ لِسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً ۝ فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝ فِيهَا سُرُرٌ مَرْفُوعَةٌ ۝ وَأَكْوَابٌ مَوْضُوعَةٌ ۝ وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ۝ وَزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ۝ أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۝ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۝ فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝ (الغاشیہ: ۸۔۲۲)

(اس کے برعکس) اس دن بہت سے چہرے (حسین) بارونق اور تروتازہ ہوں گے○ اپنی (نیک کاوشوں) کے باعث خوش و خرم ہوں گے○ عالیشان جنت میں (قیام پذیر) ہوں گے○ اس میں کوئی لغو بات نہ سنیں گے○ اس میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے○ اس میں اونچے (بچھے ہوئے) تخت ہوں گے○ اور جام (بڑے قرینے سے) رکھے ہوئے ہوں گے○ اور غالیچے اور گاؤ تکیے قطار در قطار لگے ہوں گے○ اور نرم و نفیس قالین اور مسندیں بچھی ہوں گی○ کیا یہ لوگ اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح (عجیب ساخت پر) بنایا گیا ہے○ اور آسمان کی طرف (نگاہ نہیں کرتے) کہ وہ

کیسے (عظیم وسعتوں کے ساتھ) اٹھایا گیا ہےO اور پہاڑوں کو (نہیں دیکھتے) کہ وہ کس طرح (زمین سے ابھار کر) کھڑے کیے گئے ہیںO اور زمین کو (نہیں دیکھتے) کہ وہ کس طرح (گولائی کے باوجود) بچھائی گئی ہےO پس آپ نصیحت فرماتے رہیے آپ تو نصیحت ہی فرمانے والے ہیںO آپ انہیں زبردستی منوانے والے نہیںO

(٧) وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝ (الفجر:١-٥)

اس صبح کی قسم (جس سے ظلمت شب چھٹ گئی)O اور دس (مبارک) راتوں کی قسمO اور جفت کی قسم اور طاق کی قسمO اور رات کی قسم جب گزر چلےO بے شک ان میں عقلمند کے لیے بڑی قسم ہےO

(٨) وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝ (الشمس:١-١٠)

سورج کی قسم اور اس کی روشنی کی قسم۔ اور چاند کی قسم جب وہ سورج کی پیروی کرے (یعنی اس کی روشنی سے چمکے)O اور دن کی قسم جب وہ سورج کو ظاہر کرے (یعنی اسے روشن دکھائے)O اور رات کی قسم جب وہ سورج کو (زمین کی ایک سمت سے) ڈھانپ لےO اور آسمان کی قسم اور اس (قوت) کی قسم جس نے اسے (اذن الٰہی سے ایک وسیع کائنات کی شکل میں) تعمیر کیاO اور زمین کی قسم اور اس (قوت) کی قسم جو اسے (امر الٰہی سے سورج سے کھینچ کر دور) لے گئیO اور انسانی جان کی قسم اور اسے ہمہ پہلو توازن و درستگی دینے والے کی قسمO پھر اس نے اسے اس کی بدکاری اور پرہیزگاری (کی تمیز) سمجھا دیO بے شک وہ شخص فلاح پا گیا جس نے اس (نفس) کو (رذائل سے) پاک کر لیا (اور اس میں نیکی کی نشوونما کی)O اور بے شک وہ شخص نامراد ہو گیا جس نے اسے (گناہوں میں) ملوث کر لیا (اور نیکی کو دبا دیا)O

(٩) اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝ (الزلزال:١-٥)

جب زمین اپنے سخت بھونچال سے بڑی شدت کے ساتھ تھرتھرائی جائے گی٥ اور زمین اپنے (سب) بوجھ نکال باہر پھینکے گی٥ اور انسان (حیران و ششدر ہو کر) کہے گا: اسے کیا ہو گیا ہے٥ اس دن وہ اپنے حالات خود ظاہر کر دے گی٥ اس لیے کہ آپ کے رب نے اس کے لیے تیز اشاروں (کی زبان) کو مسخر فرما دیا ہو گا٥

(۱۰) وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۙ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۙ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ (العادیات ۱-۵)

(میدان جہاد میں) تیز دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم جو ہانپتے ہیں٥ پھر جو پتھروں پر سم مار کر چنگاریاں نکالتے ہیں٥ پھر جو صبح ہوتے ہی (دشمن پر) اچانک حملہ کر ڈالتے ہیں٥ پھر وہ اس (حملے والی) جگہ سے گرد و غبار اڑاتے ہیں٥ پھر وہ اسی وقت (دشمن کے) لشکر میں گھس جاتے ہیں٥

(۱۱) اسی طرح سورۃ الملک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۔ (الملک ۸)

گویا ابھی (شدت) غضب سے پھٹ کر پارہ پارہ ہو جائے گی۔

درج بالا آیات کا انتخاب اور اردو ترجمہ "مقدمہ سیرۃ الرسول" محمد طاہر القادری، ج ا سے ماخوذ ہے۔

قرآنی زبان عربی وہ واحد زبان ہے جو تغیر پذیر نہیں اور متروک ہونے سے محفوظ ہے

ثبات اک تغیر کو ہے زمانے میں

مختلف بانیانِ مذہب اور انبیاء ٥ پر نازل ہونے والی تمام کتابیں جن زبانوں میں نازل ہوئی تھیں ان زبانوں کے بولنے اور سمجھنے والے آج روئے زمین پر موجود نہیں رہے۔ چنانچہ عبرانی، سریانی، کلدانی، سنسکرت اور دیگر زبانیں آج زندہ نہیں ہیں اور نہ اس علاقے کے لوگ اور موجودہ نسلیں ان زبانوں کو سمجھتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ کتابیں آج صرف تراجم کی شکل میں پائی جاتی ہیں۔ ان کے اصل متن اور ماخذ دنیا سے ناپید ہو چکے ہیں، یہاں تک کہ نزول قرآن کے زمانے کی ساری زبانیں بھی یا تو مٹ گئیں یا کچھ سے کچھ ہو گئیں۔

دیگر انبیاء ٥ ایک خاص علاقے اور ایک محدود مدت کے لیے تشریف لائے تھے۔

ھدایات کی لائی ہوئی کتابیں اوران کتابوں کی زبانیں تغیر پذیر ہوکر یا تو متروک ہوگئیں یا پھر مٹ گئیں۔لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خاتم النبیین ہیں اورآپ کالایاہوادین قیامت تک کے لیے ہے اس لیے قرآن کی زبان عربی کارہتی دنیا تک محفوظ وموجودرہناضروری تھا۔یہی وجہ ہے کہ عربی زبان کواستثناء (Exception) حاصل ہے کہ اس کے بولنے' سمجھنے' لکھنے اور برتنے والے مختلف براعظموں اور متعدد ممالک میں کروڑوں کی تعداد میں آج بھی موجود ہیں۔عربی زبان کی یہ خصوصیت دراصل قرآن کے اعجاز کی بناء پر ہی ہے۔

عربی کووسعت الفاظ کی وجہ سے ام الالسنہ یعنی زبانوں کی ماں کہتے ہیں۔یہ ایک ابدی زبان ہے۔صدیاں گزرجانے کے بعدبھی اس کے الفاظ اور گرامر تبدیلیوں سے محفوظ ہیں۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں:

ہندوستان کے مذاہب قدیم میں سے جین مت بھی ہے۔جینی لوگ وید کے ایک حرف کو بھی صحیح نہیں سمجھتے ہیں قدرت الٰہیہ نے نہ صرف یہی کیا کہ کتابوں کی حفاظت نہیں کی' بلکہ اس زبان اور لغت کی حفاظت بھی چھوڑ دی جن میں یہ کتابیں لکھی گئی یا نازل کی گئی تھیں۔

ذراغور کروعبرانی جوتورات کی زبان تھی اور خالدی جو مسیح کی زبان تھی اور وڑی جو ژندو پاژند کی زبان تھی اور سنسکرت قدیم جو وید کی زبان تھی' اب دنیا کے کسی پردے پر کسی براعظم یا کسی ملک یا کسی ضلع یا کسی شہر میں بطور زبان مستعمل ہیں؟ قدرت نے اسے کونا پید کرنے سے اپنا فیصلہ قطعی صادر کر دیا ہے کہ اب انسان کوان کتابوں کی بھی ضرورت نہیں رہی جوان زبانوں میں مروّج کی گئی تھیں۔[1]

اسی طرح وحیدالدین خان کہتے ہیں:

انجیل کو لیجیے جوقرآن کے بعد سب سے زیادہ قریب العہد مقدس کتاب ہے۔اس کا حال یہ ہے کہ ابھی تک قطعیت کے ساتھ یہ بھی نہیں معلوم کہ حضرت مسیح کون سی زبان بولتے تھے۔قیاساً یہ کہا جاتا ہے کہ ان کی زبان غالباً آرامی تھی' تاہم انجیل کی شکل میں آپ کی تعلیمات کا جو بالواسطہ ریکارڈ آج ہمارے پاس ہے اس کا قدیم ترین نسخہ یونانی زبان میں پایا جاتا ہے۔گویا حضرت مسیح کے خیالات صرف ترجمہ شدہ حالت میں ہمارے پاس موجود ہیں حتیٰ کہ

---

[1] رحمت اللعالمین' قاضی محمد سلیمان منصور پوری' ج ۳' ص ۲۷۵' شیخ غلام علی اینڈ سنز' لاہور

انیسویں صدی کے آخر تک نئے عہد نامہ میں کم از کم ۵۵۰ الفاظ (کل متن کا ۱۲ فیصد) ایسے تھے جن کے معانی معلوم نہ تھے۔ [١]

زبانوں کے تغیر، تبدل اور متروک ہوجانے کے حوالے سے ذیل کا اقتباس اہمیت کا حامل ہے:

بائبل کا موجودہ انگریزی ترجمہ ۱۶۱۱ء کے لگ بھگ ہوا تھا۔ پادری جے بوکر نے ۱۸۶۴ء میں ایک فرہنگ شائع کی جس میں ان متروک انگریزی الفاظ کی شرح کی گئی ہے جو انجیل میں استعمال ہوئے ہیں۔ یہ ۳۸۸ الفاظ ہیں۔ سائنس آف لینگوئج جلد اول میں پروفیسر میکس مولر کا بیان ہے کہ یہ کل استعمال شدہ الفاظ کا پانچواں حصہ ہیں۔ ڈھائی سو سال کے اندر ایک ضخیم کتاب کے الفاظ کا پانچواں حصہ استعمال سے خارج ہوگیا اس سے زبان کے اصلاح اور لفظوں کی قطع و برید کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ [٢]

ہمارے ہم وطن بھائی بہن (مثلاً) انگلستان میں جا بسے ہیں اور اس پر ایک نسل گزر گئی ہے تو ان کا مشاہدہ اور ان کا بیان ہے کہ انگریزی زبان ان کی آنکھوں کے سامنے اتنی تیزی سے بدلی اور بدل رہی ہے کہ وہاں کے عیسائی فرنگیوں کے اپنے بچے بھی اب مثلاً بائبل میں مستعمل انگریزی کو سمجھ نہیں سکتے ہیں۔ [٣]

ڈاکٹر محمد حمید اللہ فرماتے ہیں کہ انگریزی زبان کا معمار اوّل جافرے چاسر (Geoffrey Chaucer) ۱۳۴۰ء-۱۴۰۰ء کی انگریزی آج لندن کا کوئی شخص یونیورسٹی کے فاضل پروفیسر کے سوا نہیں سمجھ سکتا ہے۔ [٤]

انگریزی زبان کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

Beowulf mapelode, bearn Ecgpeowes:
Ne sorga, snotor guma, selre bio aeghwaem paet he his freond wrece, ponne he fela murne.

---

[١] پیغمبر انقلاب، وحید الدین خان، ص ۱۷۳، فکشن ہاؤس، کراچی، ۲۰۱۳ء

[٢] جریدہ نمبر ۲۵، متروکات اردو کی تاریخ، ایک نیاز اویہ، شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ جامعہ کراچی

[٣] نگارشات ڈاکٹر محمد حمید اللہ، محمد عالم مختار حق، ص ۲۲۶، بیکن بکس، لاہور، ۲۰۰۹ء

[٤] خطبات بہاولپور، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ص ۳۲، بیکن بکس، لاہور، ۲۰۰۵ء

Ure aeghylc sceal ende gebidan
worolde lifes: wyrce se pe mote
domes aer deape: paet bio drihtguman
unlifgend dum aefter selest.
Aris, rices weard, nto rape feran
Grendles magan gang sceawigan.
Ic hit pe gehate, no he on helm losap,
ne on foldan faepm, ne on fyrgenholt,
ne on gyfenes grund, ga paer he wille.
Dys dogor pu gepyld hafa
Weana gehwycles, swa ic pe wene to.

Beowulf spoke, the son of Ecgtheow: "Sorrow not, wise warrior. it is better for a man to agenge his friend than much mourn. Each of us must await his end of the world's life. Let him who may get golory before death: that is best for the warrior after he has gone from life. Arise, guardian of the kingdom, let us go at once to look on the track of Grendel's kin. I promise you this. she will not be lost under cover, not in the earth's bosom nor in the mountain woods nor at the bottom of the sea, go where she will. This day have patience in every woe-as I expect you to." (page No. 43, "The Languages of the World"). ۱

جریدہ (۲۵) "متروکات کی لغت" کے زیر عنوان درج بالا اقتباس پیش کرنے کے بعد محقق لکھتا ہے کہ اس نثر پارے کا ہر لفظ متروک ہے اور آج کے جدید انگریزی داں اسے پڑھنے اور سمجھنے سے قاصر ہیں۔

شیکسپیئر کی انگریزی اس کے انتقال کے چند برسوں بعد متروکات میں داخل ہو گئی تھی۔ ۲

وحیدالدین خان نے بھی کم و بیش یہی بات لکھی ہے:

ہومر (م ۸۵۰ ق م) کی الیڈ، تلسی داس (م ۱۶۲۳ء) کی رامائن اور شیکسپیئر (۱۵۶۴ء۔ ۱۶۱۶ء) کے ڈرامے انسانی ادب کا شاہکار سمجھے جاتے ہیں اور زمانۂ تالیف سے لے کر اب تک مسلسل پڑھے جاتے رہے ہیں۔ مگر وہ ان زبانوں کو اپنی ابتدائی شکل میں محفوظ نہ رکھ سکے جن میں لکھے گئے تھے۔ ان کی زبانیں اب کلاسیکس کی زبانیں ہیں نہ کہ زندہ زبانیں۔

---

۱ جریدہ نمبر ۲۵، ص ۴۲، ۴۳، شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ جامعہ کراچی ۲۰۰۴ء

۲ جریدہ شمارہ ۲۶، ص ۶، شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ جامعہ کراچی

زبانوں کی تاریخ میں قرآن واحد مثال ہے جو مختلف قسم کے علمی اور سیاسی انقلابات کے باوجود اپنی زبان کو مسلسل اسی حالت پر باقی رکھے ہوئے ہے جس حالت پر وہ نزول قرآن کے وقت تھی۔ [1]

اردو زبان کے بارے میں بھی یہی بات کہی جاسکتی ہے کہ اب سے پانچ سو سال پہلے کی اردو مشکل سے ہی ہمیں سمجھ میں آتی ہے' جیسا کہ "متروک الفاظ' تاریخ' تحقیق' تحریکیں" کے زیر عنوان لکھا ہے:

بہت سے لفظ جو سرحد کے اس پار (بھارت میں) بولے جاتے ہیں پاکستان میں متروک ہو چکے ہیں۔ بہت سے لفظ جو شان الحق حقی جیسے اہل زبان کے قلم سے ۱۹۷۰ء کے مجموعہ مضامین میں شامل ہیں آج متروکات کا درجہ حاصل کر چکے ہیں۔ [2]

ڈاکٹر محمد حمید اللہ فرماتے ہیں:

خود اردو زبان کو لے لیجیے۔ اب سے پانچ سو سال پہلے کی کتاب مشکل سے ہمیں سمجھ میں آتی ہے یہی حال دوسری قدیم وجدید زبانوں کا ہے۔ یعنی وہ بدل جاتی ہیں اور رفتہ رفتہ ناقابل فہم ہو جاتی ہیں۔ اگر خدا جل شانہٗ کا آخری پیغام بھی کسی ایسی ہی تبدیل ہو جانے والی زبان میں آتا تو پھر خدا جل شانہٗ کی رحمت کا اقتضاء یہ تھا کہ ہم بیسویں صدی کے لوگوں کو پھر ایک نئی کتاب دیں تاکہ ہم اسے سمجھ سکیں' کیونکہ صدیوں پرانی کتاب اب تک ناقابل فہم ہو چکی ہوتی۔ دنیا کی زبانوں میں اگر کسی زبان کو یہ استثناء ہے کہ وہ نہیں بدلی' تو وہ عربی زبان ہے۔ [3]

عربی زبان کو کس غیر معمولی طریقے پر محفوظ رکھا گیا ہے؟ اس کا ایک معمولی سا اندازہ اس واقعے سے ہوگا کہ یمن کے شہر زرائب کے اوپر عکاد نامی دو پہاڑ تھے' ان پہاڑوں کے رہنے والوں نے یہ عہد کیا ہوا تھا کہ وہ اپنی بستی کے باہر کسی بھی شخص سے شادی بیاہ کا تعلق قائم کریں گے' نہ دوستی کا اور نہ خود کہیں باہر جائیں گے' یہاں تک کہ باہر کا کوئی آدمی ان کے یہاں تین دن سے زیادہ قیام بھی نہیں کر سکتا تھا اور اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ اگر باہر کے

---

[1] پیغمبر انقلاب' وحید الدین خان' ص ۱۷۴' فکشن ہاؤس' کراچی' ۲۰۰۳ء

[2] جریدہ نمبر ۲۵' ص ۵۱' شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ' جامعہ کراچی بحوالہ لغات وکلمات واژہ ہای نو ماہنامہ لغت' تہران' شمارہ ۲۹' اکتوبر ۱۹۷۲ء' ایران

[3] ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی بہترین تحریریں' سید قاسم محمود' ص ۷۹' بھکن بکس' لاہور' ۲۰۱۱ء

لوگوں سے ہمارا میل جول بڑھا' تو ہماری عربی زبان بگڑ جائے گی' یہ لوگ اپنے ان اصولوں پر سختی سے عمل پیرا رہے اور مؤرخین نے لکھا ہے کہ یہ وہ واحد گروہ ہے جس کی عربی زبان ٹھیٹھ زمانہ جاہلیت کی زبان ہے اور اس میں سرمو فرق نہیں آیا۔ [1]

عربی زبان کا معاملہ دوسری زبانوں سے یکسر مختلف اور ممتاز ہے' اس لیے کہ ۱۵۰۰ سال قبل استعمال ہونے والی عربی نثر' نظم' گرامر' ذخیرۂ الفاظ اور بجوں کے اعتبار سے آج بولی اور سمجھی جانے والی عربی سے قطعاً مختلف نہیں ہے۔ آج عربی ریڈیو سروس خواہ اس کا تعلق تیونس و دمشق سے ہو یا پھر قاہرہ و بغداد سے ہو بالکل ویسی ہی ہے جو ہادیٔ کون و مکاں حضرت محمد مصطفی ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ بول چال میں استعمال کرتے تھے۔ [2]

چنانچہ صدیاں گزر جانے کے باوجود یہ عربی زبان عام بول چال' بازاروں' شاہراہوں' اخبارات' کتب اور رسائل میں برتی اور بولی جاتی ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ مزید کہتے ہیں کہ اگر آج مجھے نبی کریم ﷺ سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہو اور میں ایک عرب کی حیثیت سے آج کی مروّجہ عربی میں آپ سے گفتگو کروں تو آپ ﷺ اس کا ہر لفظ سمجھ سکیں گے۔ اسی طرح اگر آپ ﷺ مجھے جواب مرحمت فرمائیں' تو میں بھی آپ ﷺ کا فرمایا ہوا ہر لفظ سمجھ پاؤں گا' کیونکہ اُس دور کی عربی اور آج کی عربی میں کوئی فرق نہیں ہے۔

عربوں میں تمام فطری چیزیں موجود تھیں یعنی شاعری' ضرب الامثال' لوک کہانیاں' مقامی تاریخ کے زبانی بیان کردہ واقعات وغیرہ۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ظہور اسلام سے پہلے گرامر اور شعروں میں ردیف و قافیہ مکمل طور پر ترقی یافتہ شکل میں موجود تھے اور گزشتہ ۱۴۰۰ سال میں ان میں عملی طور پر کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ قرآن الحکیم نے عربی زبان' گرامر' ہجوں اور تلفظ کو ایک معیار اور وقار بخشا۔ قرآن پاک کی زبان بالکل ویسی ہے جیسی ہم عربی اخبارات و رسائل میں پڑھتے ہیں یا ریڈیو کی نشریات میں سنتے ہیں۔ یہ بات بڑی اہم

---

[1] علوم القرآن' محمد تقی عثمانی' ص ۲۷۹' مکتبہ دار العلوم کراچی' ۱۴۱۵ھ بحوالہ: معجم البلدان لیاقوت الحموی' ص ۱۴۳' ج ۳' جزو ۱۳' دار صادر بیروت ۱۳۷۶ھ مادہ "تکوتان" و "تاج العروس للزبیدی" ۱۱ مادہ "عکۃ"

[2] پیغمبر اسلام' ڈاکٹر محمد حمید اللہ' ص ۳۷ بیکن بکس لاہور ۲۰۱۱ء

ہے کہ عربی جاننے والا ہر شخص قرآن الحکیم کی زبان سمجھ سکتا ہے اور دوسری قدیم یا جدید زبانوں یونانی، عبرانی، سنسکرت اور انگریزی وغیرہ کی کتابوں کی طرح قرآن الحکیم کے معانی اور وضاحت کے لیے کسی مفروضے یا قیاس کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ظاہر ہے ایک ابدی دین اور ایک ایسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے لیے کہ جس کے بعد کوئی اور نبی پیدا نہیں ہوگا ایسی ہی ابدی اور مستقل زبان چاہیے تھی۔ [1]

کوئی بھی زبان برسوں اور صدیوں تک اپنی اصل حالت پر قائم نہیں رہتی ہے۔ تغیر و تبدل سے گزر کر اس کے الفاظ بدل جاتے ہیں، الفاظ کے معانی بدل جاتے ہیں، ان کی تعبیرات بدل جاتی ہیں اور وہ نا قابل فہم ہو جاتی ہیں۔ مگر قرآن کے معاملے میں یہ کلیہ لاگو نہیں ہوتا ہے۔ وہ زمانہ جس کا آغاز ۱۷ رمضان ۱۳ قبل ہجرت سے شروع ہوا سے لے کر آج تک، بلکہ قیامت کے برپا ہونے تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کا دور ہے۔ آج ۱۴۳۸ سال کا طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود قرآن کی زبان عربی غیر تبدیل پذیر رہی ہے۔ یہ زبان آج بھی دنیا کے مختلف علاقوں میں اسی طرح بولی اور سمجھی جاتی ہے جس طرح صدیوں پہلے بولی اور سمجھی جاتی تھی۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی کہتے ہیں:

دنیا کی ہر زبان دو تین سو سال بعد تبدیلی کے عمل سے گزرنے لگتی ہے اور پانچ سو سال بعد تو مکمل طور پر تبدیل ہو جاتی ہے اس عام قاعدہ سے واحد استثناء عربی زبان (کو حاصل) ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے تین سو سال قبل جو زبان بولی جاتی تھی وہ ہی زبان ہے جو آج بولی اور لکھی جا رہی ہے۔ [2]

اسلامی تعلیمات کے ماخذ قرآن و سنت اور ان کی عملی تفسیر سیرت کی تفصیلات جو اپنے ابتدائی ذرائع سے ہم تک پہنچی ہیں ان کا عربی متن لفظی اور معنوی اعتبار سے آج مختلف خطوں میں بولی اور لکھی جانے والی عربی سے یکسر مختلف نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تعلیمات کے بنیادی ماخذ برخلاف دوسرے ادیان کے ماخذ کے مامون و محفوظ ہیں۔

---

[1] محمد رسول اللہ، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ص ۲۹۳، بیکن بکس، لاہور، ۲۰۱۳ء

[2] محاضرات قرآنی، محمود احمد غازی، ص ۱۱۶۔۱۱۵، الفیصل، لاہور، ۲۰۰۹ء

"فصاحت نبوی" کے مصنف ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کہتے ہیں کہ بعثت محمدی ﷺ اور نزول قرآن کے سبب عرب قوم اور عربی زبان وادب پر وسیع اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ قرآن ہی کی بدولت عربی زبان کو ایک متحدہ زبان بننے کا شرف حاصل ہوا ہے اور بقائے دوام بھی نصیب ہوا ہے۔ عربی زبان منتشر عربی قبائل کے متضاد لہجوں کے درمیان ایک زندہ و پائندہ زبان بن کر ابھری اور دنیا پر چھا گئی۔ قرآن ہی کی بدولت عربی زبان کو یہ عظمت واہمیت میسر آئی ہے۔ [1]

اللہ تعالیٰ کی مشیت رہی ہے کہ جب تک کسی علاقے میں کوئی نبی موجود رہا اس کا معجزہ بھی موجود رہا اور جب وہ نبی نہ رہا تو اس کا معجزہ بھی معدوم ہو کر ختم ہو گیا۔ یعنی ان معجزات کا وجود محض ان کی حیات ظاہری تک رہا۔ مثلاً عصائے موسوی کے معجزات کو ان معجزات کے وقوع پذیر ہونے کے وقت موجود لوگوں نے ہی دیکھا۔ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے معجزے کو عینی شاہدین نے ہی دیکھا۔ اور مائدہ، مردوں کا زندہ ہونا، نابینا اور کوڑھیوں کے شفاء پانے کا مشاہدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے موجود لوگوں نے ہی کیا۔ ان معجزات کی صرف خبریں ہی ہم تک پہنچی ہیں، یہ معجزات ان نفوس قدسیہ کی ظاہری حیات کے بعد تحلیل ہو گئے اور اب ان معجزات میں سے کسی بھی معجزے کو بطور برہان، حجت (Evidence) اور دلیل پیش نہیں کیا جاسکتا ہے، مگر محمد رسول اللہ ﷺ چونکہ اللہ کے آخری رسول ہیں اور ان کی نبوت قیامت کے برپا ہونے تک رہے گی، اس لیے ضروری تھا کہ وہ معجزہ (قرآن) جو آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق اور اس کی دلیل کے طور پر بھیجا گیا تھا وہ بھی روز قیامت تک اپنی اصل حالت میں موجود رہے اور اپنی تابانیاں بکھیرتا رہے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ اس معجزہ قرآن کو دیکھ سکتے ہیں، چھو سکتے ہیں، پڑھ سکتے ہیں، اس کے علوم کو جان سکتے ہیں، اس کے اعجاز کا مشاہدہ کر سکتے ہیں، اس کی پیشین گوئیوں کے گواہ بن سکتے ہیں اور اس کے بحر معانی میں غوطہ زن ہو سکتے ہیں۔

امام بوصیری اپنے معروف قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں:

دَامَتْ لَدَيْنَا فَفَاقَتْ كُلَّ مُعْجِزَةٍ
مِنَ النَّبِيِّينَ إِذْ جَاءَتْ وَلَمْ تَدُمِ

---

[1] فصاحت نبوی، ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، ص ۲۱۱، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۸۸ء

ہیں ہمارے پاس باقی آج تک وہ آیتیں
معجزے اور انبیاء کے ہوگئے سب کالعدم

ارنسٹ رینان (۱۸۲۳ء۔۱۸۹۲ء) نے عربی زبان کا مطالعہ کرتے ہوئے اپنی کتاب "اللغات السامیہ" میں لکھا ہے:

انسانی تاریخ کا سب سے زیادہ حیرت انگیز واقعہ عربی زبان ہے۔ یہ زبان قدیم تاریخ میں ایک غیر معروف زبان تھی پھر اچانک وہ ایک کامل زبان کی حیثیت سے ظاہر ہوئی۔ اس کے بعد سے اس میں کوئی قابل ذکر تبدیلی نہ ہوسکی حتی کہ اس کا نہ کوئی بچپن ہے اور نہ بڑھاپا۔ وہ اپنے ظہور کے اول دن جیسی تھی ویسی ہی آج بھی ہے۔

قرآن کی زبان کے بارے میں فرانسیسی مستشرق کا یہ اعتراف دراصل اعجاز قرآن کا اعتراف ہے، کیونکہ حقیقتاً یہ قرآن کا معجزاتی ادب ہی ہے جس نے عربی زبان کو تبدیلی کے اس عام تاریخی قانون سے مستثنیٰ رکھا جس سے دوسری تمام زبانیں متاثر ہوئی ہیں۔

مسیحی عالم جرجی زیدان (۱۸۶۱ء۔۱۹۱۴ء) نے اس کا اعتراف ان لفظوں میں کیا ہے:

"وبالجملة فان للقرآن تاثيرا فى اداب اللغة العربية ليس لكتاب دينى مثله فى اللغات الاخرىٰ"۔ (آداب اللغات العربیہ)

مختصر یہ کہ عربی زبان کے ادب پر قرآن نے ایسا غیر معمولی اثر ڈالا ہے جس کی مثال کسی اور دینی کتاب کی دوسری زبانوں میں نہیں ملتی۔[1]

قرآن کے علاوہ آپ ﷺ کے دیگر معجزات اور دیگر تمام انبیاء ؑ کے پیش کردہ معجزات سب کے سب حسی (Physical) معجزات تھے جو دیکھے، سنے اور محسوس کیے جا سکتے تھے۔

And unlike the miracles of other prophets, which are confined to a particular age, Muhammad's miracle of the Quran would, in the words of the twelfth century mystic Najam ad-Din Razi Daya (1177-1256), "remain until the end of the world.[2]

---

[1] پیغمبر انقلاب، وحید الدین خان، ص ۱۷۳۔۱۷۴، فکشن ہاؤس، کراچی، ۲۰۱۳ء

[2] "No god but God", Reza Aslam, P.157, Random Books, New York: 2005

دیگر انبیاء کرام کے پیش کردہ معجزات کے برعکس جو کہ ایک خاص عہد تک محدود تھے' محمد ﷺ کا پیش کردہ معجزۂ قرآن بارہویں صدی کے صوفی نجم الدین راضی (۱۱۷۷ء تا ۱۲۵۶ء) کے الفاظ میں قیامت کے برپا ہونے تک قائم رہے گا۔

نبی آخرالزمان حضرت محمد ﷺ کا معجزہ قرآن آج بھی زندہ ہے اور آج بھی اپنی تابانیاں بکھیر رہا ہے۔

علامہ محمد یوسف بن اسماعیل نبہانی فرماتے ہیں:

آپ کی کتاب (قرآن کریم) مقابلہ سے عاجز کردینے والی اور تحریف وتبدیل سے محفوظ ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کی وفات شریف کے بعد (آپ کی صداقت وحقانیت پر) لوگوں کے لیے حجت (قاہرہ) اور معجزہ (قویہ) ودلیل (قاطع) ہے جبکہ دوسرے انبیاء کرام ؑ کے معجزے ان کے ساتھ ہی روپوش ہوگئے۔[1]

سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب

دستیاب اعدادوشمار کے مطابق دنیا کی سب سے زیادہ شائع ہونے والی کتاب بائبل ہے۔ مگر اس ضمن میں کوئی حتمی رائے قائم کرنے سے پہلے چند حقائق کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ مثلاً

(الف) بائبل کی اشاعت کے اعدادوشمار کے لیے ایک باقاعدہ نظام موجود ہے' جسے وقت کے ساتھ ساتھ تازہ (Update) کیا جاتا ہے' جبکہ قرآنی اشاعت کا بیشتر کام ترقی پذیر ممالک میں ہوتا ہے جہاں ضرورت کے مطابق اس کی اشاعت جاری رہتی ہے' مگر چند مستثنیات کو چھوڑ کر اس کے اعدادوشمار کا کوئی باقاعدہ حساب (Data) نہیں رکھا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر پاکستان کے معروف ادارہ تاج کمپنی نے بلاشبہ کروڑوں کی تعداد میں قرآن کی اشاعت کی ہے' مگر اس کے اعدادوشمار دستیاب نہیں ہیں۔

(ب) دنیا بھر کے ہوٹل کے کمروں میں بائبل کی کاپی رکھی ہوئی ملے گی۔ لیکن کیا خاص طور پر مغربی ممالک میں اس بائبل کو کوئی پڑھتا بھی ہے اور اگر کوئی اسے پڑھتا ہے تو ایسے لوگوں کی تعداد اور تناسب کیا ہے۔

---

[1] فضائل النبی' محمد یوسف بن اسماعیل نبہانی' اردو ترجمہ' ج ا' ص ۷۰۔ ۶۹' ضیاء القرآن پبلیکیشنز' لاہور' ۲۰۰۸ء

(ج) یہ بات نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ بائبل کو اس کے ماننے والے ہفتہ میں صرف ایک دن پڑھتے ہیں جبکہ وہ اتوار والے دن عبادت کے لیے چرچ جاتے ہیں۔ اس موقع پر بھی اسے عام لوگ نہیں پڑھتے ہیں' بلکہ صرف پادری پڑھتا ہے اور حاضرین سماعت کرتے ہیں' جبکہ قرآن کی تلاوت اس کے ماننے والے روزانہ' بلکہ ایک دن میں کئی کئی بار کرتے ہیں اور بعض مقامات پر تو اس کی تلاوت چوبیس گھنٹے' ہفتہ کے ساتوں دن' بلکہ پورا سال جاری رہتی ہے۔

قرآن پاک کی تلاوت کرنا کروڑوں مسلمانوں کے لیے روزانہ کے معمولات کا حصہ ہے۔ واقعۂ معراج سے پہلے مسلمان روزانہ دو وقت کی نماز پڑھتے تھے۔ معراج کے موقع پر مسلمانوں کے لیے روزانہ پانچ وقت کی نماز فرض (Mandatory) قرار دی گئی۔ ہر نمازی کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ہر رکعت میں قرآن کی افتتاحی سورۃ (فاتحہ) کے علاوہ ایک اور چھوٹی یا بڑی سورۃ یا چند آیت کی تلاوت لازمی کرے گا۔ یہ تلاوت دیکھ کر نہیں' بلکہ زبانی کی جائے گی اور ایسا کرنے کے لیے ضروری تھا کہ ہر مسلمان اس فرض کی ادائیگی کی غرض سے قرآن پاک کی کم از کم چند سورتیں ضرور یاد (Memorise) کرے۔ ان پانچ نمازوں میں فجر' مغرب اور عشاء کی فرض نمازوں میں امام کے لیے تلاوت جہراً (یعنی بہ آواز بلند) کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ قرآن پاک کو یاد کرنے (Memorise) کا یہ نظام دراصل قرآن پاک کو محفوظ کرنے کی جانب بنیادی اور اولین قدم تھا۔ جب مسلمان انفرادی اور اجتماعی طور پر ایک دن میں پانچ مرتبہ اور سال کے ۳۶۵ دن یہ معمول جاری رکھیں گے' تو اس کا بھول جانا اور ذہنوں سے محو ہو جانا ناممکن ہوگا۔ کرۂ ارض پر بسنے والے کروڑوں مسلمان ہزاروں مقامات پر روزانہ کی بنیاد پر یہ عمل جاری رکھتے ہیں۔ عہد رسالت مآب ﷺ سے لے کر آج تک یہ معمول کسی تعطل و توقف کے بغیر جاری ہے اور روز قیامت تک جاری رہے گا۔

آج دنیا میں لاکھوں کی تعداد میں حافظ قرآن موجود ہیں۔ یہ حفاظ یاد کیے ہوئے قرآن کو اپنے حافظے میں محفوظ رکھتے اور اس میں پختگی کی خاطر روزانہ کی بنیاد پر اسے دہراتے (Repeat) ہیں' تا کہ یادداشت میں جو کچھ محفوظ ہے اس کی تجدید (Renew) ہوتی رہے۔

کروڑوں مسلمان قرآن پاک سے اپنی عقیدت کے اظہار اور فیوض و برکات اور ثواب

کی نیت سے روزانہ یا اکثر و بیشتر اس کی تلاوت کرتے ہیں۔ کسی خوشی یا کسی غمی کے موقع پر نئے گھر کی تعمیر کے بعد کسی کاروبار کے آغاز پر غرض ہر موقع (Event) اور ہر بہانے اس کی تلاوت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

کسی کی موت پر ایصال ثواب کی نیت سے تیسرے روز دسویں روز چالیسویں روز یا پھر سالانہ کی بنیاد پر قرآن خوانی کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اسکولوں اور مدرسوں میں کروڑوں طالب علم روزانہ کی بنیاد پر اس کتاب مقدس کی تعلیم حاصل کرنے اور اسے یاد کرنے کی غرض سے اس کی تلاوت کرتے ہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ قرآن پاک کی تلاوت کرنے والوں کی اکثریت اس کے متن کے معانی اور مفہوم سے بھی واقف نہیں ہوتی ہے مگر اس کے باوجود ان کے شوق تلاوت میں فرق نہیں آتا ہے بلکہ وہ اس کی تلاوت میں حلاوت اور سکون قلب کا سامان پاتے ہیں۔

(د) گرجا گھروں کی تعداد دن بہ دن گھٹ رہی ہے۔ یہ بات عام مشاہدہ میں آئی ہے کہ چرچ برائے فروخت ہوتے ہیں اور فروخت کردیے جاتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں مسجد کی فروخت کا واقعہ شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔

(ر) ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اپنی کتاب ''آخری پیغام'' کے صفحہ ۱۱ پر یہ بات لکھی ہے کہ دنیا کی کوئی کتاب اتنی نہیں پڑھی جاتی جتنا قرآن پڑھا جاتا ہے۔[1]

حقیقت یہ ہے کہ دنیا بھر میں صرف قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جو سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے۔[2]

"Holy Quran is the most read book in the world"[3]

قرآن کریم دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔

---

[1] The Faith Men Live by Charles Francis Potter, P.81,Kingswood, Surrey: 1955

[2] یہودیت عیسائیت اور اسلام شیخ احمد دیدات ص ۲۹۷ عبداللہ اکیڈمی لاہور ۲۰۱۰ء بحوالہ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا' نوشتہ کے کا مقالہ قرآن

[3] ایضاً ص ۳۳۳ بحوالہ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا

تراویح

آپ ﷺ ہر رمضان میں قرآن کریم کا ایک دور جبرئیل امین u کے ساتھ فرماتے تھے۔ اس وقت تک نازل شدہ قرآن ایک دوسرے کو سناتے تھے۔ پھر دوسرا دور صحابہ کے ساتھ ہوتا تھا۔ حضور ﷺ نے اپنی حیات طیبہ کے آخری رمضان میں حضرت جبرئیل امین u کے ساتھ یہ دور دو مرتبہ کیا۔ آپ ﷺ عموماً ہر سال رمضان مبارک میں دس دن اعتکاف فرماتے تھے لیکن رمضان ۱۰ھ میں بیس دن اعتکاف میں بیٹھے۔ سال میں ایک دفعہ ماہ رمضان میں آپ ﷺ پورا قرآن ناموسِ اکبر (جبرئیل u) کی زبانی سنتے تھے لیکن وفات کے سال دو دفعہ یہ شرف حاصل ہوا۔ [1]

نماز تراویح رمضان کے مہینے کے ۲۹ یا ۳۰ دنوں میں ہر شب نماز عشاء کے بعد پڑھی جاتی ہے۔ نماز تراویح کا طریقہ یہ ہے کہ ایک حافظ پورے ماہ میں کم از کم ایک بار مکمل قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے اور ایک یا ایک سے زائد حفاظ بہ حیثیت سامع اسے سنتے ہیں۔ سینکڑوں اور ہزاروں مقتدی اس تلاوت کو سماعت کرتے ہیں۔ بلاشبہ دنیا میں ہزاروں مقامات پر نماز تراویح کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ہر چھوٹی بڑی مسجد، بعض پارکوں اور عوامی مقامات پر، یہاں تک کہ گھروں میں نماز تراویح کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ کروڑوں مسلمان ان نمازوں میں شریک ہوتے ہیں۔ نماز تراویح کے لیے مسلمانوں کا ذوق وشوق دیدنی ہوتا ہے۔ کوئی شخص اس ذوق وشوق کی شدت کا اندازہ اس وقت تک نہیں لگا سکتا ہے جب تک کہ وہ خود اس کا مشاہدہ نہ کرلے۔ اس کا مشاہدہ کرنے والا پکار اٹھتا ہے کہ روئے زمین پر کوئی عمل اس کے مماثل نہیں ہے۔ مسلمانوں کا یہ عمل یکتا، منفرد اور بے مثال ہے۔ قرآن کی حفاظت کو یقینی بنانے کے لیے تراویح بھی ایک اہم ذریعہ (Tool) ہے۔

The literal meaning of the word Qur'an is 'read a lot.' This also explains why the Qur'an is the most read book in the world. Tens of millions of Muslims recite the holy Qur'an five times a day in salah and many millions recite a considerable portion of it on a daily basis. The holy Qur'an is continuously

---

[1] صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن

recited throughout the world in millions of masajid (msoques), especially in the two holiest places of Islam (Makkah and Madinah). It is recited in thousands of holy shrines and in Islamic educational institutions. Ever since its inception, this practice has been ongoing and continuous. When a Muslim passes away, friends and family members recite the holy Qur'an abundantly and convey its earned blessings to the deceased. In the holy month of Ramadhan, the ninth month of the Islamic calendar and the month of fasting, almost every single Muslim recites the entire Qur'an at least once, and some do it many times more. [1]

قرآن کے لغوی معنی ہیں: بہت پڑھا جانے والا۔ اور یہی بات یہ سمجھنے کے لیے کافی ہے کہ قرآن دنیا میں سب سے زیادہ کیوں پڑھا جاتا ہے؟ کروڑوں مسلمان روزانہ پانچ مرتبہ اپنی نمازوں میں اس کی تلاوت کرتے ہیں اور کروڑوں دوسرے نماز کے علاوہ بھی قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں۔ دنیا کی لاکھوں مساجد میں مسلسل قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی ہے بالخصوص مقدس ترین مقامات (مکہ و مدینہ) میں۔ اس کی تلاوت ہزاروں مقبروں اور مدرسوں میں کی جاتی ہے۔ آغاز سے لے کر آج تک یہ سلسلہ مسلسل جاری ہے۔ جب کوئی مسلمان انتقال کر جاتا ہے تو اس کے گھر والے اور دوست احباب کثرت سے قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تاکہ مرنے والے کو ثواب پہنچا سکیں۔ اسی طرح رمضان کے بابرکت مہینے میں خصوصیت کے ساتھ ہر مسلمان ایک یا ایک سے زائد مرتبہ اس کی تلاوت کرتا ہے۔

"Reader's Digest" مئی ۱۹۵۵ء میں "James A. Mechener" کا مضمون میں شائع ہوا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

The Koran is probable the most often read book in the world, surely the most memorized. [2]

قرآن غالباً دنیا کی سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے اور یقینی طور پر سب سے

---

1. "Would you Like to know Something about Islam", Mohammed M. Ahmed, P.70-71, Crescent Books Inc. New York: 2011
2. "Islam: The Misunderstood Religion", James A. Michener, Reader's Digest, P.70, May 1955

زیادہ حفظ کی جانے والی کتاب ہے۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری فرماتے ہیں کہ قرآن کریم ایک اُمّی عرب ﷺ پر نازل ہوا۔ عرب بھی اس کے دامن سے وابستہ ہوئے اور عجمیوں نے بھی اس کے سائے میں پناہ لی۔ فلسفیوں نے بھی اس کے بحر معانی میں غوطہ زنی کی اور ایک ان پڑھ عجمی نے بھی اس کی تلاوت سے اپنے قلب و روح کو معطر کیا۔ وہ قومیں جن کی زبانیں عربی الفاظ کو ادا کرنے میں ثقل محسوس کرتی تھیں' انہوں نے بھی اس کی تلاوت کو اپنا وظیفہ حیات بنایا۔ اپنوں نے بھی اسے پڑھا اور دشمنوں نے بھی اس کا مطالعہ کیا۔ شاید دنیا میں کوئی دوسری کتاب ایسی نہیں ہے جس کے مخالفین اسے اس کثرت سے پڑھتے ہوں جتنا قرآن پڑھا جاتا ہے۔ کیا حفاظت قرآن کی خدائی پیشین گوئی کی صداقت کا اس سے بڑا ثبوت ممکن ہے؟[1]

(س) حرم مکہ' حرم مدینہ' استنبول میں توپ قاپی عجائب گھر' ابوظہبی میں شیخ سلطان بن النہیان کے مزار جو کہ مسجد زید الکبیر (Sheikh Zayed Grand Mosque) سے متصل ہے' لاہور میں داتا گنج بخش علی ہجویری h کے مزار' لاڑکانہ پاکستان میں سابق وزیر اعظیم ذوالفقار علی بھٹو کے مزار اور دیگر بہت سے اولیاء کے مزارات پر چوبیس گھنٹہ تلاوت قرآن کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

(ش) قرآن اشاعت اور سج دھج کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔ دنیا میں تجزیہ اور تحقیق کے اعتبار سے بھی اس کا کوئی ثانی نہیں۔ قرآن سے اخذ کی جانے والی معلومات روز بروز بڑھتی رہتی ہیں' اس کے نئے نئے گوشوں سے پردے اٹھ رہے ہیں۔ (اس کی تفصیلات آگے آنے کو ہیں)۔

(ص) خطاط خورشید عالم گوہر رقم نے اپنی خطاطی (Calligraphy) میں قرآن کریم کو ۳۰۰ سے زائد عربی رسم الخطوں میں لکھا ہے جو حیرت انگیز بھی ہے اور نادر روزگار بھی۔ اس کا وزن ایک ٹن سے زیادہ ہے۔ یہ قلمی نسخہ جس کا نام "عجائب القرآن" ہے بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی' اسلام آباد میں رکھا گیا ہے۔[2]

(ض) بائبل اور دوسری مذہبی کتب اگر بوسیدہ ہو جائیں' لوگ نقل مکانی کر رہے ہوں یا پھر

---

[1] ضیاء النبی' پیر محمد کرم شاہ الازہری' ج ۶' ص ۵۱۰' ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور' ۱۴۱۸ھ

[2] مقدمہ آخری پیغام' ڈاکٹر محمد مسعود احمد' ص ۱۵' مرہند پبلیکیشنز' کراچی' ۱۹۹۸ء

کتاب کا نیا ایڈیشن دستیاب ہو جائے تو لوگ اپنے پرانے نسخوں کو تلف (Garbage) کر دیتے ہیں' جبکہ قرآن کو تلف کرنے کا تصور موجود نہیں ہے۔ قرآن کا جو نسخہ دادا پڑھا کرتا تھا وہی نسخہ اس کا بیٹا اور پوتا پڑھتا ہوا نظر آئے گا۔ قرآن کے پرانے سے پرانے اور بوسیدہ سے بوسیدہ تر نسخے کو لوگ اپنے سینوں سے لگا کر رکھنا اپنا فرض اور اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ ایسے بہت سارے افراد اور اداروں کی مثال پیش کی جا سکتی ہے جنہوں نے بوسیدہ تر قرآنی نسخوں کی حفاظت کا نظم قائم کر رکھا ہے۔ ان میں سے ایک مثال فیصل آباد میں قائم قرآن محل کی ہے' جہاں لاکھوں کی تعداد میں بوسیدہ قرآنی نسخوں کی جلد بندی اور انہیں احتیاط و احترام کے ساتھ محفوظ رکھنے کا پورا انتظام موجود ہے۔ گویا قرآن کی حفاظت کے لیے لوگوں میں احساس ذمہ داری (Commitment and dedication) پائی جاتی ہے۔ آج چودہ سو سال کا طویل عرصہ گزر جانے اور عام طور پر لوگوں کی ترجیحات بدل جانے کے باوجود قرآن کے ساتھ مسلمانوں کے احترام' تعلق' وفاداری اور ادب میں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔ اس کے علاوہ بوسیدہ ہونے کی وجہ سے ناقابل استعمال ہو جانے والے قرآنی نسخوں کو علماء (مفتی) کے فتووں کی روشنی میں یا تو مٹی میں دفن کر دیا جاتا ہے یا پھر پانی میں بہا دیا جاتا ہے۔

کثرت سے قرآن پڑھنے اور اس کی تلاوت کو اپنی روزمرہ زندگی کا معمول بنانے والوں کی چند مثالیں پیش کرنا چاہتا ہوں:

روح البیان میں زیر آیت "وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا" ہے' کہ چار صاحبوں نے ایک رکعت میں سارا قرآن ختم فرمایا ہے' حضرت عثمان بن عفان' تمیم داری' سعید ابن جبیر اور امام اعظم ابوحنیفہ y اور ہمہ ابن منہال ایک ماہ میں نوے ختم کرتے تھے اور ابوالحسن علی ابن عبداللہ نے ایک دن میں چار ختم کیے' اور طحاوی شریف جلد اول "باب جمع السور فی رکعة" میں ہے کہ حضرت تمیم داری' عبداللہ بن زبیر' سعید ابن جبیر y نے ایک رکعت میں قرآن ختم کیا۔ غالباً رد المحتار کے مقدمہ میں ہے کہ امام ابوحنیفہ t رمضان میں ۶۱ قرآن کریم ختم فرماتے تھے۔ امام نووی اپنی کتاب الاذکار کتاب تلاوۃ القرآن میں فرماتے ہیں کہ بے شمار حضرات نے ایک رکعت میں قرآن ختم کیا' انہیں میں سے عثمان ابن عفان و تمیم داری

اور سعید ابن جبیر بھی ہیں۔[1]

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی کے والد گرامی اسماعیل بن یوسف h ہر تین دن کے بعد قرآن کریم ختم کرتے تھے، بعد میں اور ترقی ہوئی اور ہفتہ بھر میں تین مرتبہ قرآن کریم ختم کرنے لگے۔[2]

تجوید

مسلمانوں نے نہ صرف اس بات کا اہتمام کیا کہ قرآن کو درست طریقہ سے پڑھا جائے، بلکہ اس بات کو بھی یقینی بنایا کہ اسے اس طرح سے پڑھا جائے جس طرح کہ رسول خدا ﷺ نے تعلیم فرمایا تھا۔ اس مقصد کے لیے مسلمانوں نے قرآن میں زیر، زبر، پیش لگائے، وقفہ اور سکتہ کے مقامات متعین کیے، تجوید کے قاعدے قانون بنائے، تلفظ اور مخارج (Accent) کا پورا اہتمام والتزام رکھتے ہوئے اسے پڑھنے یعنی تلاوت کرنے کی روایت قائم کی۔ اس مقصد کے حصول کے لیے مسلمانوں نے فن تجوید وقراءت ایجاد کیا اور اسے فروغ دیا۔ اس فن پر دنیا کی مختلف زبانوں میں سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں۔ کسی کتاب کو کس طرح پڑھا جائے اس موضوع پر فن کو ایجاد کرنا اور کتابوں کا لکھ جانا بھی قرآن کے ساتھ مخصوص ہے۔ کسی دوسری آسمانی کتاب کے لیے نہ یہ اہتمام کیا گیا، نہ علم ایجاد ہوا، نہ کتابیں لکھی گئیں۔

دنیا کی تاریخ میں قرآن کے سوا کوئی اور ایسی کتاب پیش نہیں کی جاسکتی ہے جو اپنی ابتداء سے لے کر آج تک الفاظ، معانی اور ادائیگی کے اعتبار سے غیر تغیر پذیر رہی ہو۔ امتداد زمانہ اور ماہ وسال اسے تبدیل نہ کرسکے ہوں۔

سب سے زیادہ عمل کی جانے والی کتاب

مذہب سے لے کر سائنس اور ادب سے لے کر ثقافت جیسے موضوعات پر لاکھوں کتابیں لکھی گئی ہیں اور لکھی جارہی ہیں۔ لوگوں کے نزدیک ان کتابوں کو پڑھنے کا مقصد کسی علم کا حاصل کرنا، کسی عقدہ کو کھولنا یا پھر اپنے ذوق کی تسکین ہوتا ہے۔ ایسا شاذ ونادر ہی ہوا ہے کہ کسی

---

[1] شان حبیب الرحمٰن، مفتی احمد یار خان نعیمی، ص ۲۵۵، مکتبہ اسلامیہ، لاہور

[2] سعادۃ الدارین، یوسف بن اسماعیل نبہانی، ج ۱، ص ۶۲، مکتبہ حامدیہ، لاہور، ۱۹۸۸ء

کتاب کا قاری اس کتاب کو اپنی سیرت و کردار کی تعمیر کی غرض سے پڑھے یا پھر وہ کسی کتاب کو پڑھ کر اپنے افعال واعمال (Behavior and Character) میں کوئی بڑی تبدیلی لے کر آئے۔ قرآن کا معاملہ اس لحاظ سے بھی منفرد و ممتاز ہے کہ اس نے کروڑوں انسانوں کے نظریات' خیالات' عادات' اطوار' مزاج' طور طریقے' نشست و برخاست' رہن سہن' تہذیب و ثقافت' بود و باش اور کھانے پینے پر اتنے گہرے اثرات مرتب کیے ہیں' اتنی بڑی انقلابی تبدیلی پیدا کی ہے' اور اتنے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں' اس کے ایک ایک حکم اور اس کی ایک ایک آیت نے لوگوں کی زندگیاں بدل دی ہیں۔ لاکھوں نہیں' بلکہ کروڑوں انسانوں کی زندگیوں کو یکسر تبدیل کر دیا ہے۔ نہ صرف انفرادی سطح پر تبدیلی آئی ہے' بلکہ اجتماعی طور پر پوری کی پوری نسل اور معاشرے کی تعمیر ہوئی ہے۔ تبدیلی کا یہ دورانیہ کسی خاص علاقے یا کسی خاص زمانے تک محدود نہیں' بلکہ عالمگیر ہے اور صدیوں پر محیط ہے۔

(Qur'an is) one of the most influential texts in human history in a manner that is accessible. [1]

قرآن کا متن تاریخ انسانی کی چند پر اثر ترین عبارتوں میں سے ایک ہے جس تک رسائی ممکن ہے۔

The sound of Qur'anic recitation can move people to tears, from 'Umar, the powerful second Caliph of Islam, to the average farmer, villager, or townsman of today, including those who may not be particularly observant or religious in temperament. [2]

قرآنی تلاوت کی آواز سے لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ (حضرت) عمر اسلام کے دوسرے طاقتور خلیفہ سے لے کر ایک عام کسان' دیہاتی یا شہری یہاں تک کہ وہ لوگ بھی جو بہت زیادہ مذہبی رجحان نہ رکھتے ہوں اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے ہیں۔

---

[1] "Approaching the Qur'an", Michael Sells, P.5, White Cloud Press, Ashland, Oregon, USA 2007

[2] ایضاً' ص ۳

قرآن کثیر الاشاعت کتاب

دستیاب اعداد و شمار کے مطابق آج سب سے زیادہ شائع ہونے والی کتاب بائبل ہے۔ اس موضوع پر بات کرنے والوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ آج دنیا میں بائبل کی اشاعت اور اعداد و شمار (Data) کو محفوظ رکھنے کا باقاعدہ نظام موجود ہے۔ اس کے برعکس قرآن کی اشاعت پر کوئی کاپی رائٹ کا قانون لاگو نہیں ہوتا ہے۔ اس کی اشاعت پر کسی فرد یا ادارے کی اجارہ داری بھی نہیں ہے۔ انفرادی طور پر افراد اور بڑے پیمانے پر مختلف ادارے اپنے اپنے طور پر اس کی اشاعت اور تقسیم کا اہتمام کرتے ہیں۔ قرآنی اشاعت کے اعداد و شمار کو جمع کرنے اور ان کے اعداد و شمار کو محفوظ رکھنے کا کوئی مربوط نظم موجود نہیں ہے۔

شاہ فہد قرآن پرنٹنگ کمپلکس مدینہ منورہ

یہ ادارہ ان چند اشاعتی اداروں میں سے ایک ہے جہاں قرآن پاک کی اشاعت کے اعداد و شمار (Data) محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ اس ادارے کی بنیاد سعودی عرب کے فرمانروا شاہ فہد بن عبدالعزیز نے مدینہ منورہ میں ۱۶ محرم ۱۴۰۳ھ (۱۹۸۲ء) کو رکھی۔ اس ادارے میں سالانہ ایک کروڑ سے تین کروڑ تک قرآنی نسخوں کی اشاعت کی گنجائش ہے۔

اس مرکز کا رقبہ اڑھائی لاکھ مربع میٹر ہے جس میں پرنٹنگ پریس اور اس کی متعلقہ سہولتوں کے علاوہ دفاتر، مسجد، رہائش، اسٹور، مارکیٹ، لائبریری اور ڈسپنسری وغیرہ شامل ہیں۔

یہ ادارہ سعودی وزارت مذہبی امور کی زیر نگرانی کام کرتا ہے۔ ادارہ کے اغراض و مقاصد درج ذیل ہیں:

(۱) قرآن کریم کی طباعت و اشاعت۔

(۲) مشہور قراء کرام کی آواز میں قرآن کریم کی ریکارڈنگ۔

(۳) قرآن کریم کے تراجم و تفاسیر کی اشاعت۔

(۴) علوم قرآن پر ریسرچ و تحقیق۔

(۵) سیرۃ و سنت نبویہ شریفہ پر تحقیقی کام۔

(۶) اسلامی لٹریچر کی تیاری اور اس کی اشاعت۔

(۷) اندرون و بیرون مملکت حسب ضرورت ادارہ کی مطبوعات کی فراہمی۔

(۸) مجمع کی مطبوعات کو انٹرنیٹ پر متعارف کرانا۔

اس مرکز میں سالانہ مختلف قسم کے دس ملین سے زیادہ نسخے چھپتے ہیں جو ہدیۃً تقسیم کیے جاتے ہیں البتہ ایک مخصوص مقدار فروخت کے لیے بھی چھاپی جاتی ہے۔ ابھی تک بیس مختلف سائزوں میں قرآن کریم چھپ چکے ہیں جبکہ چھ مختلف آوازوں میں اس کی ریکارڈنگ بھی مکمل ہوگئی ہے جو کہ آڈیو کیسٹ اور سی ڈی پر دستیاب ہیں۔ ابھی تک مجمع نے درج ذیل زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع کیے ہیں:

۱	اسپینی	۲	البانی	۳	انڈونیشی	۴	انگریزی
۵	آنگو	۶	اردو	۷	اُوروی	۸	ایغوری
۹	پشتو	۱۰	براہوی	۱۱	بنگالی	۱۲	بوسنی
۱۳	برمی	۱۴	تلگو	۱۵	تامیلی	۱۶	ترکی
۱۷	تھائی لینڈی	۱۸	زولو	۱۹	صومالی	۲۰	چینی
۲۱	فارسی	۲۲	فرنسی	۲۳	قازاقی	۲۴	کشمیری
۲۵	کوری	۲۶	مقدونی	۲۷	ملیباری	۲۸	ہوسا
۲۹	یوربا	۳۰	یونانی	۳۱	ایرانونی	۳۲	روسی
۳۳	مجری	۳۴	جرمن	۳۵	سندری	۳۶	شیشوا
۳۷	امازیغی	۳۸	پرتگالی	۳۹	ویتنامی	۴۰	امہری
۴۱	گجری	۴۲	سندھی				

اس ادارے سے شائع ہونے والی مختلف قسم کی قرآنی مطبوعات کی تعداد ۹۰ ہے۔ ۱۴۲۲ھ ماہ صفر (۲۳ مئی ۲۰۰۱ء) کے اختتام تک یہ ادارہ ۱۶ کروڑ ۵۰ لاکھ قرآنی نسخے شائع کر چکا تھا۔ اس ادارہ میں مختلف کمیٹیاں قائم ہیں جو اپنے اپنے دائرہ میں قرآن کریم احادیث مبارکہ سیرت وسنت اور دیگر اسلامی موضوعات پر تحقیقی اور تحریری کاموں میں مصروف ہیں۔ [1]

---

[1] (الف) تاریخ مدینہ منورہ مصورہ ڈاکٹر محمد الیاس عبدالغنی لاہور ۱۴۲۴ھ
(ب) www.qurancomplex.gov.sd/Display.asp?section=7&1=urdu&f=nobza10.htm&trans=

پاکستان میں موجود قرآن کریم شائع کرنے والے بڑے بڑے اشاعتی ادارے کام کر رہے ہیں' مثلاً تاج کمپنی' ضیاء القرآن پبلیکیشنز' قدرت اللہ کمپنی' شفیق پریس اور ویسٹ پاک پبلشنگ وغیرہ۔ ان میں سے ہر کمپنی بلاشبہ کروڑوں کی تعداد میں قرآن پاک کی اشاعت کرتی ہے۔ تاج کمپنی جس کا قیام ۱۹۲۹ء میں عمل میں آیا تھا اور جس کا مرکزی دفتر دہلی (انڈیا) میں تھا' ۱۹۸۲ء میں سعودی عرب میں شاہ فہد پرنٹنگ کمپلکس کے قیام سے قبل تاج کمپنی کے شائع کردہ قرآن مجید ہی حرمین شریفین میں جایا کرتے تھے اور کروڑوں کی تعداد میں فروخت اور تقسیم ہوا کرتے تھے۔ میں نے ان اداروں سے رابطہ قائم کیا تا کہ میں ان کے اب تک شائع کردہ قرآن مجید کی کل تعداد جان سکوں' مگر آپس کی کاروباری مسابقت اور تجارتی رازداری کی وجہ سے کوئی بھی ادارہ اپنی اشاعت کی صحیح تعداد عام (Public) کرنے سے گریزاں نظر آیا۔

شیخ احمد دیدات نے The Lord Jesus in the Koran کے مصنف "J.Sh llidy" کے درج ذیل اقتباس کا حوالہ دیا ہے:

The Koran is the Mohammedan Bible, and is more reverenced than any other sacred book, more than the Jewish old testament or the Christian new testament. ؎

قرآن محمد (ﷺ) کی بائبل (آسمانی کتاب) ہے جس کی تعظیم کسی بھی دوسری مقدس کتاب سے زیادہ کی جاتی ہے۔ یہودیوں کے عہد نامہ قدیم اور عیسائیوں کے عہد نامہ جدید سے بھی زیادہ۔

The Koran (Quran) admittedly occupies an important position among the great religious books of the world. Though it is the youngest of the epoch making works belonging to this class of literature, it yields to hardly any in the wonderful effect which it has produced on large masses of men. It has created an all but new phase of human thought and a fresh type of character. It first transformed a number of heterogeneous

---

؎ "The Choice", Vol.1, P.176, Ahmed Deedat, Fahil Khair, Saudi Arabia 1994 with reference of "The Lord Jesus in the Koran", Surat 1913, P 111

desert tribes of the Arabian Peninsula into a nation of heroes, and then proceeded to create the vast politico-religious organizations of Muslims world wide which are one of the great forces with which Europe and the East have to reckon with today. [1]

دنیا کی تمام عظیم مذہبی کتابوں کے مابین قرآن کی اہم حیثیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ باوجود یہ کہ یہ (قرآن) اس نوعیت کی دوسری کتب کے درمیان سب سے کم عمر ہے لیکن شاید ہی کسی اور کتاب نے بنی نوع انسان پر اتنے حیرت انگیز اثرات مرتب کیے ہوں جتنے کہ (قرآن نے) مرتب کیے ہیں۔ اس نے کلی طور پر ایک نئی انسانی سوچ اور کردار کو جنم دیا ہے۔ اولاً اس نے جزیرہ نما عرب میں مختلف الخیال قبائل کو ملا کر ایک بہادر و شجاع قوم تیار کی اور بعد از اں عالمی سطح پر ایک وسیع سیاسی و مذہبی مسلم ادارہ (جماعت) کی بناء ڈالی۔ یہی وہ عظیم طاقت ہے جس کے بارے میں آج یورپ اور مشرق تخمینے لگا رہے ہیں۔

قرآن پاک کی عظمت کا اعتراف، اس کی انقلابی فکر، اثر پذیری اور قوت عمل کے بارے میں شیخ احمد دیدات نے کچھ غیر مسلموں کے تاثرات پیش کیے ہیں:

☆ لوسیو سیڈیو فرانسیسی لکھتا ہے:

اسلام کو جو لوگ وحشیانہ مذہب کہتے ہیں انہوں نے قرآن کی تعلیم کو نہیں دیکھا جس کے اثر سے عربوں کی تمام بری اور معیوب عادتوں کی کایا پلٹ گئی۔

☆ مسٹر ٹامس کارلائل انگلستان کے فاضل اپنی کتاب "لیکچرز آن ہیروز" میں لکھتے ہیں:

اسلام قوم عرب کے حق میں گویا تاریکی میں روشنی کا آنا تھا۔ عرب کا ملک پہلے پہل اس کے ذریعے سے زندہ ہوا۔

☆ "Popular Encyclopedia" میں لکھا ہے:

قرآن کی زبان بلحاظ لفظ عرب نہایت فصیح ہے۔ اس کی انتہائی خوبیوں نے اسے اب تک بے مثل اور بے نظیر ثابت کیا ہے۔

قرآن مجید اثر ڈالنے، یقین دلانے کی طاقت، فصاحت و بلاغت اور تراکیب و بندش

---

[1] "G.Maraglioth in his Introduction to J. M. Rodwells - "The Koran", New York - 'Everyman's Library, 1977, p.VI

الفاظ میں بے نظیر ہے اور دنیائے سائنس کے تمام شعبوں کی حیرت انگیز ترقی کا باعث ہے۔

☆ چنانچہ سر جارج لکھتا ہے:

انسان کا قلم ایسی معجزانہ کتاب نہیں لکھ سکتا اور یہ مردوں کو زندہ کرنے سے بڑھا ہوا معجزہ ہے۔

قرآن مجید کے الفاظ میں خارق عادت تاثیر ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۝ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝ (القمر:۴-۵)

اور بے شک ان کے پاس وہ خبریں آئیں جن میں کافی روک تھی ۝ انتہاء کو پہنچی ہوئی حکمت پھر کیا کام دیں ڈر سنانے والے ۝

☆ جان ویسک جرمن فلاسفر کہتا ہے:

جب قرآن پیغمبر کی زبان سے منکر سنتے تھے' تو بے تاب ہو کر سجدے میں گر جاتے تھے اور مسلمان ہو جاتے تھے۔ [1]

حفاظت قرآن کا وعدہ

ساڑھے چودہ سو سال قبل قرآن نازل کرنے والے رب نے یہ وعدہ کیا تھا کہ بے شک اس ذکر (قرآن کریم) کو ہم نے اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ (الحجر:۹)

ان صدیوں میں دنیا کئی انقلابات سے گزری' اس کا نقشہ نئے سرے سے بنتا اور مٹتا رہا' کئی فرماں روا اور حکمران آئے اور تاریخ کے صفحات میں گم ہو گئے۔ مستشرقین کی جماعت آئی اور گم ہو گئی' انفرادی اور اجتماعی سطح پر کئی سازشوں نے سر اٹھایا' لیکن یہ ساری کی ساری کوششیں نقش بر آب ثابت ہوئیں اور قرآن کے ایک لفظ کو تو کیا اس کے ایک نقطے کو بھی تبدیل نہیں کیا جا سکا۔ یہ کام انسانی استعداد سے باہر تھا کہ وہ اپنے رب سے نبرد آزمائی کرتا۔ کیا ایسا معجزہ اس سے پہلے یا اس کے بعد کبھی دیکھا گیا ہے۔ اگر نہیں تو پھر اس کا سبب وہی خدائی وعدہ ہے کہ ہم نے ہی اسے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

More than fourteen centunes have passed since this promise (about protection of Quran) was made, during which time muslim world has gone through many periods of trouble,

---

[1] اسلامی زندگی' احمد دیدات' ص ۳۶-۳۸' عبداللہ اکیڈمی' لاہور' ۲۰۱۰ء

war, occupation, chaos and even backwardness, but the Quran remained intact throughout. [1]

قرآن کی حفاظت کے لیے کیے گئے وعدے کو چودہ سو سال سے زائد کا عرصہ بیت چکا ہے۔ اس عرصہ میں امت مسلمہ جنگوں' مسائل' قبضہ' ابتری' انتشار اور تنزلی جیسی صورتحال سے بارہا دوچار ہوئی ہے' مگر اس کے باوجود اس سارے عرصہ میں قرآن کی حفاظت پر کوئی آنچ نہیں آئی ہے۔

قرآن کی مختصر ترین سورۃ ''الکوثر'' ہے جو کہ دو سطری ہے۔ قرآن کا یہ چیلنج کہ اگر کوئی سمجھتا ہے کہ یہ رب کا کلام نہیں' تو پھر اپنے دعوی کی صداقت میں اس جیسی ایک سورۃ ہی بنا لائے۔ اتنا سادہ' لیکن درحقیقت اتنا بڑا چیلنج نہ تو اس سے پہلے کسی کتاب نے دیا تھا نہ ہی اس کے بعد کسی کتاب یا مصنف نے دیا ہے۔

جن لوگوں نے کہا کہ یہ قرآن محمد ﷺ نے (معاذ اللہ) خود گھڑ لیا ہے ان کے دعویٰ کے مطابق اگر یہ انسانی کلام ہی تھا تو پھر بہ آسانی اس جیسا کلام' بلکہ اس سے بڑھ کر کلام کوئی دوسرا انسان تخلیق کر سکتا تھا۔ اگر انفرادی طور پر نہ سہی انسانوں کی کوئی جماعت اجتماعی طور پر ایسا کر لیتی' مگر ساڑھے چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود ایسا نہیں کیا جا سکا۔

آپ ﷺ کا وہ معجزہ جو قیامت تک باقی و مستمر رہے گا وہ قرآن کریم ہے اور تمام انبیاء O کے معجزات اپنے وقت کے ساتھ تھے۔ یہ خصوصیت شیخ عزالدین ابن عبدالسلام h نے خصائص میں شمار کی ہے۔ [2]

قرآن کریم کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اسے الہامی کلام (Word of God) نہ ماننے والے بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ کتاب ساڑھے چودہ سو سالوں سے کسی تغیر و تبدل کے بغیر اپنی اصل حالت میں موجود ہے۔ دوسری جانب انجیل اور تورات کو الہامی کلام ماننے والے بھی یہ اقرار کرتے ہیں کہ یہ کتابیں اب اپنی اصل حالت میں موجود نہیں ہیں جیسا کہ یہ اپنے نزول کے وقت موجود تھیں۔ گویا کہ امتداد زمانہ نے انہیں کیا سے کیا بنا دیا ہے۔

---

1 "Muhammad his character and conduct", Adil Salahi, P.83, The Islamic Foundation, Leicestershire, UK.2013

2 الخصائص الکبریٰ' جلال الدین سیوطی' ج ۲' ص ۱۰۶ ' اردو ترجمہ' مکتبہ اعلیٰ حضرت' لاہور' ۲۰۰۹ء

پیر محمد کرم شاہ الازہری نے مستشرق روڈی پیرٹ (Rudi Paret) کا یہ اقتباس پیش کیا ہے:

ہمارے پاس کوئی ایسا سبب نہیں جو ہمیں یہ اعتقاد رکھنے پر مجبور کرے کہ قرآن حکیم میں کوئی آیت ایسی بھی ہے جو محمد (ﷺ) سے مروی نہیں۔ [1]

فرانسیسی مصنف لورا ویسیا والرا اپنی کتاب Delek (Apologie De -Islamism) میں کہتی ہیں:

قرآن پاک کے کتاب قدسی ہونے کا یہی ایک ثبوت کافی ہے کہ زمانہ اس میں زیر وزبر کا تغیر نہ لا سکا۔ [2]

اس باب کا اختتام میں شیخ احمد دیدات کے اس اقتباس پر کرنا چاہتا ہوں:

The world is challenged to produce a Book like the Holy Qur'an and has not produced one in fourteen centuries. The Arab Christians who boast a population of 15 million today, not to be out done, have produced the Christian gospels in Qur'anic style. They have plagiarised the Holy Qur'an by stealing words and phrases and even the style, not forgetting the Bismillah! Every chapter of their most modern invention begins with the first verse of the Qur'anic Revelation. You have to see it to believe it. Here is a photostat of their new man made "revelation". [3]

دنیا کو چیلنج کیا گیا ہے کہ وہ قرآن جیسی کتاب بنا کر دکھائے لیکن یہ کام چودہ صدیوں میں کوئی نہیں کر سکا ہے۔ عرب عیسائی جن کی آبادی آج ۱۵ لاکھ سے متجاوز ہے آج تک انجیل کو قرآنی قالب میں نہیں ڈھال سکے ہیں۔ انہوں نے چربہ سازی کی کوشش ضرور کی ہے' قرآنی

---

[1] الاستشراق والخلفیۃ الفکریہ للصراع الحضاری ص ۱۱۲

[2] قرآن پاک کے نئے نئے سائنسی معجزات' سلطان بشیر محمود ص ۳۸' القرآن الحکیم ریسرچ فاؤنڈیشن' اسلام آباد' پاکستان' ۱۹۹۸ء

[3] "The Choice", Vol.1, P.227, Ahmed Deedat, Fahil Khair, Saudi Arabia 1994

الفاظ اور کہاوتوں کو چرایا ہے اور قرآنی طرز کو اختیار کرنے کی کوشش کی ہے' یہاں تک کہ ان کی جدید ایجاد کا ہر باب "بسم اللہ" سے شروع ہو رہا ہے۔ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر ہی آپ میری بات کا یقین کر سکیں گے۔ میں یہاں انسانی ساختہ وحی کا ایک نمونہ (کاپی) پیش کرتا ہوں۔

(۲۸) بَابُ السَّكِيْنَةِ مُقَدَّسِي

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ حَقًّا فَاٰمِنُوْا بِيْ وَلَا تَخَافُوْٓا اِنَّ لَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ جَنّٰتٍ نُزُلًا۔ (۲) فَلَا سَبَقْنٰكُمْ اِلَى اللّٰهِ لَا عَنَّهَا لَكُمْ ثُمَّ لَا يَاْتِيَنَّكُمْ نَزَلَةً اُخْرٰى (۳) وَاَنْكُمْ لَتَعْرِفُوْنَ السَّبِيْلَ اِلٰى قِبْلَتِي الْعُلْيَا فَقَالَ لَهٗ تُوْمَا الْحَوَارِيُّ مَوْلَانَا اِنَّا لَا نَمْلِكُ مِنْ ذٰلِكَ عِلْمًا (۴) فَقَالَ لَهٗ عِيْسٰى اِنَّا هُوَ الصِّرَاطُ اِلَى اللّٰهِ حَقًّا وَمِنْ دُوْنِيْ لَا تَسْتَطِيْعُوْنَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (۵) وَمَنْ عَرَفَنِيْ فَكَاَنَّمَا عَرَفَ اللّٰهَ وَهٰذَا نُكُمْ مُنْذُ۔ [۱]

Here is another proof, if proof was needed that the Qur'an is inimitable. Try as you might. The challenge still stands. The Holy Qur'an is God's Word revealed to Muhammad (pbuh) and it is the Miracle of Miracles! [۲]

"AND A MIRACLE INDEED IT IS!" Rev. Bosworth Smith.

اگر اس بات کے یقین کے لیے ثبوت کی ضرورت ہے کہ قرآن کی مثل پیش نہیں کی جاسکتی ہے' تو پھر ثبوت حاضر ہے۔ یہ چیلنج آج بھی موجود ہے۔ قرآن مقدس رب کے الفاظ ہیں جو محمد (ﷺ) پر نازل کیے گئے ہیں اور یہ (قرآن) معجزات کا معجزہ ہے اور یقیناً یہ معجزہ ہے۔ (پادری باسورتھ اسمتھ کے الفاظ)

جستہ جستہ قرآن کا نزول' امتیازی خصوصیت

مولانا غلام رسول سعیدی اپنی تفسیر تبیان القرآن میں لکھتے ہیں کہ تورات کو یک بارگی نازل کیا گیا۔ حضرت موسیٰ ؑ کو کوہِ سینا (طور) پر بلا کر لکھی ہوئی تختیاں اُن کے حوالے کر دی

---

[۱] "The Choice", Vol.1, P.228, Ahmed Deedat, Fahil Khair, Saudi Arabia.1994

[۲] ایضاً ص ۲۲۸

گئیں، کیونکہ حضرت موسیٰ u انہیں پڑھ کر لوگوں کو سناتے تھے اس کے برعکس قرآن مجید تھوڑا تھوڑا کر کے (۲۳ سال کے عرصہ میں سنہ ۱۳ ہجری قبل ہجرت تا سن ۱۱ ہجری مطابق ۶۰۹ تا ۶۳۲ عیسوی) نازل ہوا تو لوگ بتدریج احکام کے مکلف ہوئے اور ان پر عمل کرنا لوگوں کے لیے آسان ہو گیا۔[1]

پروفیسر محمد طاہر القادری کہتے ہیں کہ قرآن پاک کا تدریجاً نزول صحابہ کرام w کی آسانی کے لیے تھا تاکہ یک بارگی قرآن پاک کے نزول سے کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے اور اس کی کتابت، ترتیب اور حفظ میں کہیں کچھ خلط ملط ہونے کا امکان کم سے کم رہ جائے۔[2]

نجماً نجماً قرآن پاک کے نزول میں آپ ﷺ کی فضیلت ہے، کیونکہ ان (حضرت موسیٰ u) پر یک بارگی کتاب نازل کر دی گئی اور ان کے پاس صرف ایک بار حضرت جبرئیل u آئے اور اس کے بعد ان کے اور اللہ کے درمیان سفارت منقطع ہو گئی۔ اس طرح دوسرے رسولوں سے سفارت کاری صرف ایک بار ہوئی جبکہ آپ ﷺ سے یہ سفارت کاری تاحیات برقرار رہی۔ مزید یہ کہ حضرت موسیٰ u پر یک بارگی کوہ طور پر کلام نازل ہوا اور اس طرح کوہ طور کو مہبط وحیٔ الٰہی ہونے کا شرف حاصل ہوا اور جب حضرت سیدنا محمد ﷺ پر جستہ جستہ کر کے مختلف اوقات اور مختلف مقامات پر قرآن کا نزول ہوا اس طرح مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے مختلف مقامات یہاں تک کہ حجرۂ عائشہ صدیقہ r کو مہبط وحی الٰہی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔[3]

غور طلب بات یہ ہے کہ قرآن ۲۳ سال کے عرصہ میں دھیرے دھیرے نازل ہوتا رہا۔ پھر بھی اس کے انداز بیان، اسلوب، مقاصد اور پیغام میں حد درجہ یکسانیت اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے، کہیں بھی خلاء اور جھول نظر نہیں آتی ہے۔ انسان کی یہ خصوصیت ہے کہ حالات اور واقعات کی تبدیلی، جذبات کے اتار چڑھاؤ اور خوشی و غمی کے سبب اس کی گفتگو اس کے کلام اور

---

[1] تبیان القرآن، غلام رسول سعیدی، ج ۱، ص ۹۲-۹۳، فرید بک سٹال لاہور، ۲۰۱۳ء

[2] سیرۃ الرسول، محمد طاہر القادری، ج ۳، ص ۲۶۳، منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۰۷ء

[3] تبیان القرآن، غلام رسول سعیدی، ج ۱، ص ۹۳-۹۴، فرید بک سٹال لاہور، ۲۰۱۰ء

اس کی تخلیق میں یکسانیت برقرار نہیں رہ سکتی ہے بلکہ حالات کا تغیر اس کی تخلیقات میں ابھر کر سامنے آتا ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن اپنے آغاز سے لے کر اختتام تک اپنے معیار روانی اور تسلسل کو یکساں طور پر برقرار رکھتا ہے۔

مزید یہ کہ اگر سارے کا سارا قرآن یک بارگی نازل ہو جاتا یا کتابی صورت میں بھیج دیا جاتا تو اس کی حفاظت ایسی نہ ہو سکتی تھی جیسی کہ ہوئی ہے۔ پورے کلام الٰہی کو ایک دن یا ایک جست میں حفظ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس کلام کا نزول آیت بہ آیت' سورۃ بہ سورۃ ہوتا رہا اور یہ کلام آیت بہ آیت اور سورۃ بہ سورۃ سینوں میں محفوظ ہوتا چلا گیا۔

قرآنی پیشین گوئیوں کا اعجاز

امم سابقہ کے حالات' واقعات اور ان کی جزئیات کے بارے میں جتنی معلومات قرآن کریم نے فراہم کیں اور انہیں جس شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ان سے یہود و نصاریٰ بھی اتنے واقف نہ تھے۔ قرآن نے ان امتوں کے انحرافات اور ان پر آنے والے عذابات کی خبریں بھی دیں۔ ان میں سے بہت سے واقعات کا ذکر سابقہ کتابوں میں سرے سے موجود ہی نہ تھا اور اگر موجود تھا بھی' تو وہ محرف اور تبدیل شدہ تھا۔ قرآن نے ان واقعات کی پردہ کشائی کر کے انہیں سند و اعتبار عطا کیا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ یہ واقعات ایک ایسی ہستی کی زبان معجز بیان سے بیان ہو رہے تھے جو امی تھا' اس نے کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ نہیں کیا تھا اور اس نے کسی بندہ بشر سے تاریخ کا علم حاصل نہیں کیا تھا۔

قرآن کریم نے حضرت آدمؑ' حضرت نوحؑ' حضرت ابراہیمؑ' حضرت اسحاقؑ' حضرت اسماعیلؑ' حضرت یعقوبؑ' حضرت یوسفؑ' حضرت موسیٰؑ' حضرت خضرؑ' حضرت داؤدؑ' حضرت سلیمانؑ' حضرت یونسؑ' حضرت ذوالکفلؑ' حضرت صالحؑ' حضرت شعیبؑ' حضرت زکریاؑ' حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ و مریم ؑ کے واقعات کے علاوہ اصحاب کہف' قوم ہودؑ' قوم ثمودؑ' قوم عادؑ' قوم لوطؑ' نمرودؑ' فرعونؑ' ہامان اور قارون کے واقعات بیان کیے ہیں۔ یہ واقعات جن جن سورتوں میں بیان ہوئے ہیں ان کی تفصیلات کچھ اس طرح ہیں:

☆ عصائے موسیٰ کا اژدھا بن جانا (طہٰ: ۶۵ تا ۷۰)

- ☆ عصاءِ موسیٰ کو پتھر پر مارنے سے بارہ چشموں کا پھوٹ پڑنا۔(بقرہ:۶۰)
- ☆ عصاءِ موسیٰ دریا پر مارنے سے اس کا راستہ دے دینا۔(شعراء:۶۳ تا ۶۷)
- ☆ میدان تیہ میں بنی اسرائیل کا چالیس سال تک بھٹکتے رہنا۔(مائدہ:۲۶)
- ☆ حضرت موسیٰ U کے ہاتھ کا روشنی دینا۔(طہٰ:۲۲'۲۳)
- ☆ بنی اسرائیل پر من وسلویٰ کا اترنا(البقرہ:۵۷)
- ☆ بنی اسرائیل کے نافرمانوں کا بندر بن جانا(البقرہ:۶۵'الاعراف:۱۶۶)
- ☆ بنی اسرائیل کے ستر ہزار لوگوں کا موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونا(البقرہ:۲۴۳)
- ☆ حضرت عزیر U کا موت کے سو برس بعد پھر سے زندہ ہونا(البقرہ:۲۵۹)
- ☆ تابوت سکینہ کا بیان(البقرہ:۲۴۸)
- ☆ چار پرندوں کا ذبح ہونے کے بعد پھر سے زندہ ہونا(البقرہ:۲۶۰)
- ☆ حضرت داؤد U کا جالوت کو قتل کرنا(البقرہ:۲۵۱)
- ☆ محراب مریم کا ذکر(آل عمران:۳۷'۳۸)
- ☆ حضرت عیسیٰ U کے چار معجزات یعنی مٹی کے پرندے بنا کر ان میں پھونک مار کر ان کو اڑا دینا' مادرزاد اندھوں اور کوڑھی کو شفاء بخشنا' مردوں کو زندہ کرنا اور جو کچھ کھایا اور جو کچھ گھروں میں چھپایا اس کی خبر دینا(آل عمران:۴۹)
- ☆ حضرت آدم U کے بیٹے قابیل کا اپنے بھائی ہابیل کو قتل کرنا(المائدہ:۲۷ تا ۳۰)
- ☆ آسمانی دستر خوان کا نازل ہونا(مائدہ:۱۱۳'۱۱۵)
- ☆ فرعونیوں پر لگاتار پانچ عذابوں کا آنا(الاعراف:۱۳۳ تا ۱۳۶)
- ☆ حضرت صالح U کی اونٹنی کا بیان(الاعراف:۷۳)
- ☆ قوم ثمود پر زلزلہ کا عذاب(الاعراف:۷۸)
- ☆ قوم عاد پر آندھی کا عذاب(الحاقۃ:۶ تا ۸)
- ☆ قوم لوط کا اپنی بدفعلی کے سبب ہلاک ہونا(الاعراف:۸۰ تا ۸۴)
- ☆ سامری کے بچھڑے کا بیان(الاعراف:۱۴۸)
- ☆ مچھلی کا حضرت یونس U کو نگل لینا اور پھر اگل دینے کا بیان(الصّٰفّٰت:۱۳۹ تا ۱۴۸)

☆ حضرت یوسف U کے کرتے کی برکت سے حضرت یعقوب U کی آنکھوں کا بینا ہو جانا۔ (یوسف: ۹۳)

☆ اصحاب کہف (غار والوں) کا واقعہ (کہف: ۹ تا ۱۳)

☆ حضرت ابرہیم U کی بت شکنی (الانبیاء: ۵۷، ۵۸)

☆ حضرت ابرہیم U پر آگ کا ٹھنڈی ہو کر سلامتی بن جانا (الانبیاء: ۶۹)

☆ حضرت سلیمان U اور چیونٹی کا واقعہ (النمل: ۱۸، ۱۹)

☆ حضرت سلیمان U اور تخت بلقیس کا واقعہ (النمل: ۳۸ تا ۴۰)

نوٹ: قوم ہود اور قوم صالح کے واقعات کسی اسرائیلی صحیفہ میں نہیں، مگر قرآن نے ان واقعات کی پردہ کشائی کی۔ اسی طرح فرعون کی غرقابی کے بعد اسرائیلیوں کی حکومت کے قیام کا پتہ قرآن سے ہی چلا "وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ" (الشعراء: ۵۹) تورات اس معاملے میں بھی خاموش ہے۔[1]

قرآن پاک نے نہ صرف پچھلے وقتوں میں رونما ہونے والے واقعات کی پردہ کشائی کی، بلکہ مستقبل میں رونما ہونے والے متعدد واقعات کے بارے میں بھی پیشین گوئیاں کیں جو بعد ازاں ظاہر ہونے والے تھے۔ جب یہ واقعات ظہور پذیر ہوئے تو وہ بالکل ویسے ہی تھے جیسا کہ قرآن میں بیان ہوئے تھے:

عنقریب ہم انہیں اپنی (قدرت) کی نشانیاں دکھائیں گے (عالم کے) اطراف میں اور ان کے نفسوں میں یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے کہ یقیناً وہی (قرآن) حق ہے۔ (حٰم السجدہ: ۵۳)

قرآنی پیشین گوئیوں کے ذکر سے پہلے دو اہم واقعات (Events) آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں جن کا بیان برمحل اور دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی بیان کرتے ہیں:

(الف) آج سے ۵۴ سال قبل (یہ خطبہ ۱۵/اپریل ۲۰۰۳ء کو دیا گیا تھا گویا یہ واقعہ ۶۹ سال قبل کا ہے) اردن کے علاقے میں بڑا عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ "Dead Sea" جس کو بحر میت یا (بحر مردار) بھی کہتے ہیں اس کے ایک طرف پہاڑ ہے اور پہاڑ کے

---

[1] رحمت اللعالمین، ج ۳، ص ۳۲۵، قاضی محمد سلیمان منصور پوری، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

اختتام پر بحرمیت شروع ہو جاتا ہے۔اس کے دوسرے کنارے پر اس علاقہ کی حدود شروع ہوتی ہیں جس کو مغربی کنارہ کہتے ہیں جس پر اب اسرائیل نے قبضہ کررکھا ہے۔ یہاں ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ وہاں ایک چرواہا رہتا تھا جس کا نام احمد تھا۔ وہ روزانہ اس جگہ اپنی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ایک روز وہ اپنی بکریاں چراتا چراتا پہاڑ کے اوپر چلا گیا اور شام تک وہاں بکریاں چراتا رہا۔جب واپس جارہا تھا تو ایک بکری گم ہوگئی۔وہ اس بکری کی تلاش میں نکا' چلتے چلتے اسے ایک غار دکھائی دیا۔اس نے سوچا کہ شاید بکری غار کے اندر چلی گئی ہے۔ بکری کو بلانے کے لیے اس نے آواز دی تو اندر سے بکری کی آواز آئی۔وہ غار کے اندر داخل ہوگیا۔وہ غار کے اندر چلتا گیا اور بکری بھی آگے آگے چلتی گئی۔جب خاصا اندر چلا گیا تو اسے کچھ اندھیرا سا محسوس ہوا۔یہ اپنی بکری چھوڑ کر واپس آ گیا اور اگلے دن کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر گیا اور ساتھ ہی روشنی کا انتظام کرنے کے لیے کوئی شمع یا لالٹین بھی ساتھ لیتا گیا۔جب وہ اندر داخل ہوا اور بکری کو ساتھ لانے لگا تو اس نے دیکھا کہ غار کے اندر مٹی کے بہت سارے بڑے بڑے گھڑے رکھے ہوئے ہیں۔اس کو یہ خیال ہوا کہ شاید یہ کوئی پرانا خزانہ ہے جو یہاں چھپا ہوا ہے۔ اس نے ایک مٹکے میں ہاتھ ڈالا تو اس میں پرانے کاغذ اس طرح لپٹے ہوئے رکھے ہوئے تھے جیسے طومار لپٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایک کو چھیڑا وہ پھٹ گیا' دوسرے کو چھیڑا وہ بھی پھٹ گیا۔ہر مٹکے میں ایسے ہی طومار بھرے ہوئے تھے۔وہ واپس آ گیا اور اس نے آ کر گاؤں والوں کو بتایا کہ شاید وہاں کوئی خزانہ دفن ہے۔بہت سے گاؤں والے وہاں پہنچے اور انہوں نے ان مٹکوں میں ہاتھ ڈال کر کچھ نکالنے کی کوشش کی جس کے نتیجہ میں بہت کاغذ پھٹ گئے۔

اتفاق سے وہاں ماہرین آثار قدیمہ کی ایک ٹیم آئی ہوئی تھی جو چند مغربی ماہرین پر مشتمل تھی' جب انہیں یہ قصہ معلوم ہوا تو وہ بھی وہاں پہنچے اور ان میں سے بہت سے کاغذات اور کتابیں چرا کر لے گئے۔مقامی حکومت کو جب ان کی اس حرکت کا پتہ چلا تو انہوں نے انہیں روکا اور یہ تمام کاغذات اور کتابیں سرکاری قبضہ میں لے کر ایک مرکز میں رکھ دیں اور ماہرین کی ایک ٹیم مقرر کی کہ وہ کاغذوں اور طوماروں کا مطالعہ کر کے دیکھیں کہ یہ کیا کتابیں ہیں؟ کہاں سے آئی ہیں اور کس نے لکھی ہیں اور ان میں کیا لکھا ہوا ہے؟ ان آثار و دستاویزات کا جو

حصہ مغربی ماہرین لے گئے تھے انہوں نے بھی ان کاغذات کا مطالعہ کرنا شروع کیا۔ قدیم خطوط اور مذاہب کے ماہرین کو بلوایا گیا۔ انہوں نے بھی ان کتابوں کو پڑھا تو معلوم ہوا کہ یہ ایک بہت بڑا کتب خانہ تھا جو کسی بڑے عیسائی عالم کی ملکیت تھا۔ وہ عیسائی عالم اس زمانہ میں تھا جب عیسائیوں پر مظالم ہو رہے تھے اور یہودیوں کی حکومت تھی۔

یہ حضرت عیسیٰ U کے ۱۰۰، ۱۵۰ سال بعد کا واقعہ ہے۔ یہ لوگ اہل ایمان اور صاحب توحید تھے۔ جب ان پر مظالم ہوئے تو یہ اپنا گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ اس کتب خانے کے مالک عالم کو خیال ہوا کہ کتابوں کا یہ قیمتی ذخیرہ لوگ ضائع کر دیں گے۔ اس لیے وہ اس ذخیرہ کو غار میں چھپا کر چلا گیا کہ اگر زندگی بچی تو واپس آ کر لے لوں گا۔ اس کے بعد اس کو واپس آنے اور اپنے کتب خانہ کو حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا۔ یوں یہ کتب خانہ کم و بیش اٹھارہ سو سال وہاں غاروں میں محفوظ رہا۔ گویا تقریباً سن ۱۰۰ یا ۱۵۰ عیسوی سے یہ کتابیں وہاں رکھی ہوئی تھیں۔

کوئی پونے دو ہزار سال پہلے کے لکھے ہوئے یہ ذخائر قدیم عبرانی اور سریانی زبانوں میں تھے۔ ان میں سے ایک ایک کر کے چیزیں اب شائع ہو رہی ہیں۔ کچھ چیزیں اردن میں شائع ہوئی ہیں اور کچھ انگریزی زبان میں یورپ میں شائع ہو رہی ہیں۔ یونیسکو اس عظیم کام کے لیے پیسہ دے رہی ہے۔ ان میں سے کچھ حصے جو ۱۹۶۰ء یا اس کے لگ بھگ شائع ہوئے تھے ان میں ایک پوری کتاب ہے جو غالباً کسی عیسائی عالم کی لکھی ہوئی ہے۔ اس کا کچھ حصہ یہودیوں کی تردید میں ہے۔ خاص طور پر ان یہودیوں کی تردید میں جو حضرت عزیر U کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مانتے تھے۔ کتاب میں اس عقیدے کی برائی بیان کی گئی ہے اور اس مشرکانہ عقیدہ پر ان یہودیوں کو شرم دلائی گئی ہے اور پھر یہ وضاحت بھی لکھی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو ایک ہے۔ اس کا کوئی بیٹا نہیں ہے اور عزیر U تو اللہ کے نیک بندے اور انسان تھے وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے کیسے ہو سکتے ہیں؟

گویا اسلام سے بہت پہلے کا یہودیوں کا اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا عیسائیوں کا محفوظ کیا ہوا اور اہل مغرب کا چھاپا ہوا ایک مسودہ مل گیا کہ جس سے یہ ثابت ہو گیا کہ اس زمانہ میں یہودیوں میں ایک فرقہ ایسا موجود تھا جو حضرت عزیر U کو اللہ کا بیٹا مانتا تھا۔

(ب) قرآن مجید میں ایک جگہ آیا ہے کہ فرعون کے وزیروں میں ایک ہامان بھی تھا۔ لیکن یہودیوں کے کسی لٹریچر سے اس بات کی تائید نہیں ہوتی تھی کہ ہامان بھی فرعون کا کوئی ہمراز یا وزیر تھا۔ دستیاب قدیم مصری ادب سے بھی اس بات کی تائید نہیں ہوتی تھی۔ مغربی مفکرین نے اس پر ایک طوفان اٹھا دیا اور کہا کہ یہ نعوذ باللہ غلط ہے' جب یہ بات پھیلی تو مسلمان اہل علم نے اس کا جواب دینے کی کوشش کی' لیکن آج سے کچھ سال قبل جب مصر سے وہ دستاویزات نکلنی شروع ہوئیں اور قدیم فراعنہ کے بارے میں ساری معلومات جمع ہو کر سامنے آنا شروع ہوئیں تو آج سے کچھ عرصہ قبل ایک میت دریافت ہوئی' جس کے تابوت پر پوری تفصیل لکھی ہوئی تھی کہ یہ کون شخص ہے اور کس زمانہ کا شخص ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ اس کا نام ہامان ہے اور یہ اس دور کا ایک بہت بااثر انسان تھا۔ اور یہ اسی زمانے میں تھا جس میں فرعون مصر کا حکمران تھا۔ اس سے قرآن کے اس بیان کی بھی تصدیق اور تائید ہوگئی۔ ایسی اور بھی مثالیں ہیں کہ مغربی اہل علم نے قرآن مجید کے بیان کو ماننے سے انکار کر دیا۔ لیکن پھر بعد میں ایسے شواہد مل گئے جن سے قرآن مجید کے بیان کی خود بخود تصدیق ہوگئی۔ [1]

تاریخ میں ایسے بہت سے لوگوں کا ذکر ملتا ہے جنہوں نے پیشین گوئیاں کی ہیں۔ ان پیشین گوئیوں کا پورا ہونا یا پورا نہیں ہونا تکے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا ہے۔ لیکن وہ پیشین گوئیاں جو کسی نبی' بلکہ وہبی علم (الہام) کی بنیاد پر کی گئی تھیں حرف بہ حرف پوری ہوئیں۔ ان میں سے اکثر تو ان نفوس قدسیہ کی حیات (دورِ صحابہ) میں ہی پوری ہوگئیں جن کے سامنے یہ پیشین گوئیاں کی گئی تھیں۔ جس وقت یہ پیشین گوئیاں کی گئی تھیں معروضی حالات میں ان کا پورا ہونا ممکن نظر نہیں آتا تھا۔ کچھ پیشین گوئیاں وقت کے ساتھ ساتھ پوری ہو رہی ہیں۔ بعد میں پوری ہونے والی پیشین گوئیوں میں فرعون کی لاش کا عبرت نشان ہونا' انسان کا تسخیر کائنات کرنا اور رحم مادر میں جنین کی پرورش کے مراحل جیسی تفصیلات شامل ہیں۔ قرآن کھلے الفاظ میں اعلان کر رہا ہے:

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۚ

(ھود ۱۱:۴۹)

---

[1] محاضراتِ قرآنی' ڈاکٹر محمود احمد غازی' ص ۲۷۴-۲۷۷' الفیصل' لاہور' ۲۰۰۹ء

یہ غیب کی خبریں ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں' انہیں نہ تم جانتے تھے اور نہ اس سے پہلے تمہاری قوم جانتی تھی۔

اہل روم مغلوب ہو کر پھر غالب ہوں گے

اٹلی کا موجودہ پایۂ تخت ''روم'' صدیوں پہلے چند مفرور پناہ گزینوں کی بستی تھی۔ وقت کے ساتھ ساتھ وہ ایک شہری مملکت بنا اور بعد ازاں ایک بڑی شہنشاہی کا دارالسلطنت۔ اس سلطنت میں انگلستان' فرانس' اٹلی وغیرہ کے علاوہ مصر' ترکی اور شام جیسے علاقے بھی شامل تھے۔

رسول اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت اور بعد ازاں نزول قرآن کے زمانے میں روئے زمین پر دو عظیم طاقتیں (Super Powers) تھیں' سلطنت روم اور سلطنت فارس (ایران)۔ روم کا فرمانروا ہرقل اور ایران کا تاجدار خسرو تھا۔ رومی اہل کتاب اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے تھے' جبکہ اہل فارس مجوسی (آتش پرست) تھے۔ یہ دونوں عظیم طاقتیں ایک عرصہ تک باہم برسرپیکار رہیں' لیکن بعثت نبوی کے پانچویں سال یعنی ۶۱۱ء میں اس لڑائی میں شدت آ گئی۔ اس نبرد آزمائی میں ایک ایسا وقت بھی آیا جب کہ رومی پسپا ہو گئے اور ایرانی غالب آ گئے۔

ایرانی فوجوں نے انطاکیہ پر قبضہ کر لیا۔ ۶۱۳ء میں دمشق میں داخل ہوئیں۔ ۶۱۴ء میں بیت المقدس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی' ہیلینا اور قسطنطین کے شاہی قلعے مسمار کر دیئے' کلیسوں کی ساری دولت لوٹ لی گئی۔ اصل صلیب جس پر عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کیا گیا تھا' ایران بھیج دی گئی اور نوے ہزار عیسائیوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کر دیا گیا رومیوں کی قوت دن بدن دم توڑ رہی تھی۔ ایرانی فوج اور ان کے شہنشاہ کی طاقت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ایرانی فوجیں جدھر کا رُخ کرتیں' کامیابی ان کے قدم چومتی۔ شام' فلسطین' اردن اور لبنان پر خسرو ایران کا پرچم لہرانے لگا۔ افریقہ میں مصر سے لیبیا تک کا علاقہ فتح کر لیا گیا۔ دوسرے محاذ پر ایرانی فوجیں خود قسطنطنیہ کے دروازے پر دستک دینے لگیں اور ۶۱۶ء میں شہر کے سامنے ایک بلند پہاڑی پر ایرانی فوجوں نے اپنا کیمپ قائم کر لیا۔[1]

---

[1] ضیاء القرآن' پیر محمد کرم شاہ الازہری' ج ۳' ص ۵۵۴۔۵۵۵' ضیاء القرآن پبلیکیشنز' لاہور' ۱۳۹۹ھ

سید سلیمان ندوی نے اس صورتحال کی منظر کشی کچھ اس طرح کی ہے:

۶۱۴ء میں فلسطین اور اس کا مقدس شہر یروشلم صیبی علم کی بجائے درفش کاویانی کے زیر سایہ آ گیا' کنیسے (یہودیوں کی عبادت گاہ) مسمار کیے گئے' مذہبی شعائر کی توہین کی گئی۔ ۲۶ ہزار یہودیوں نے ایرانی فوج میں شامل ہو کر ۹۰ ہزار بے گناہ عیسائیوں کا قتل عام کیا۔ شہنشاہ ایران کے قصر اقامت کی تیس ہزار مقتول سروں سے آرائش کی گئی۔ ایرانی فتوحات کا سیلاب اس سے آگے بڑھ کر ۶۱۶ء میں پوری وادیٔ نیل یعنی مملکت مصر پر محیط ہو گیا اور آخر سکندریہ کے ساحل پر جا کر تھما اور دوسری طرف تمام ایشیاء کوچک کو زیر وزبر کرتا ہوا باسفورس کے ساحل پر جا کر رکا اور قسطنطنیہ کی دیواروں سے جا ٹکرایا۔ شہنشاہ روم کے دارالسلطنت کے سامنے ایران کے فاتح لشکر نے جا کر اپنے خیمے کھڑے کر دیئے ہر جگہ آتش کدے تعمیر ہوئے اور مسیح کے بجائے آگ اور سورج کی جبری پرستش کو رواج دیا گیا (رومی) اپنے مشرقی مقبوضات کا ایک ایک چپہ کھو بیٹھے تھے' خزانہ خالی تھا' فوج منتشر تھی' ملک میں بغاوتیں پیدا تھیں' شہنشاہ روم ہرقل ہمہ تن عیش' بے پرواہ' سست اور مبتلائے اوہام تھا۔[1]

یہ وہ زمانہ تھا جب کہ ایرانی یکے بعد دیگرے فتوحات حاصل کر رہے تھے اور فتح کے نشہ میں بدمست ہاتھی بنے ہوئے تھے۔ کفار مکہ اور ایرانیوں میں بت پرستی اور ان کا منکر وحی ہونا مشترک تھا' جبکہ اہل کتاب ہونے' آسمانی مذہب اور نبوت و آخرت پر ایمان رکھنے کے باعث مسلمانوں کی ہمدردیاں اپنے پڑوسی ایران کی بجائے رومیوں کے ساتھ تھیں۔

اس وقت مسلمان نہایت کم تعداد میں تھے اور مکہ میں قریش کے تختۂ مشق بنے ہوئے تھے۔ اہل فارس کی فتح کفار مکہ کے لیے خوشی و اطمینان کا باعث تھی اور وہ مسلمانوں کو طعنہ دیتے تھے کہ تمہارے ہم مسلک اہل کتاب ایرانیوں کے ہاتھوں شکست پر شکست کھا رہے ہیں اور اگر ہماری اور تمہاری جنگ ہوئی تو اسی طرح ہم بھی تم پر غالب آ جائیں گے۔ بایں وجہ مسلمان ملول اور پریشان تھے۔

یہ بعثت نبوی کا پانچواں سال تھا اور رسول اکرم ﷺ ابھی مکہ میں ہی مقیم تھے اور آپ

---

[1] سیرت النبی' سید سلیمان ندوی' ج ۳' ص ۳۴۸۔۳۴۷' الفیصل' لاہور' ۲۰۰۵ء

نے ابھی ہجرت نہیں فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے اضمحلال کو دور کرنے اور دل جوئی کے لیے اہل روم کے غالب آنے کی بابت یہ آیت نازل فرمائی:

الٓمّٓ ۚ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۙ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَ هُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۙ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ؕ (الروم:۱-۴)

الم ۞ اہل روم (فارس سے) شکست کھا گئے ۞ قریب زمین میں اور وہ اپنی شکست کے بعد عنقریب فتح یاب ہوں گے ۞ چند سالوں میں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان معجز بیان سے جتنی بھی پیشین گوئیاں کی گئیں ان میں سب سے واضح، روشن، شاندار اور حیران کن پیشین گوئی اہل روم کی فتح کی خبر تھی۔

اوپر بیان کیے گئے حالات اور پس منظر میں ایسی پیشین گوئی کا کرنا کسی اچنبھے سے کم نہ تھا، لیکن بہت ہی کم عرصے میں حالات نے پلٹا کھایا اور رب کائنات کا فرمایا ہوا سچ ثابت ہو گیا۔ مغربی مؤرخ گبن لکھتا ہے:

At the time this prediction is said to have been delivered, no prophecy could be more distant from it's accomplishment, since the first twelve years of Heraclius announced the approaching dissolution of the empire. [1]

جس وقت یہ پیشین گوئی کی گئی کہ ایسا ہونے جا رہا ہے اس وقت ایسا ہونے کے امکانات نظر نہیں آتے تھے، کیونکہ ہرقل کی حکمرانی کے پہلے بارہ سال بتا رہے تھے کہ (رومی) سلطنت کا خاتمہ ہوا ہی چاہتا ہے۔

مستدرک حاکم اور ترمذی کے باب تفسیر سورہ روم میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "بضع" کا لفظ تین سے نو تک پر بولا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس پیشین گوئی کو تین سے نو سال کی درمیانی مدت میں پورا ہونا تھا۔

پیر محمد کرم شاہ لکھتے ہیں کہ عربی لفظ "بضع" تین سے لے کر نو تک کے عدد کے لیے بولا جاتا ہے۔ یہ پیشین گوئی نو سال کا عرصہ مکمل ہونے سے پہلے پوری ہوئی۔ [2]

---

[1] دی ڈیکلائن اینڈ فال آف رومن ایمپائر، ایڈورڈ گبن، ج ۳، ص ۵۱۴، ایوری مین لائبریری، لندن، ۱۹۶۲ء

[2] ضیاء النبی، پیر محمد کرم شاہ الازہری، ج ۶، ص ۵۲۹-۵۳۰، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، ۱۳۹۹ء

نبی اُمی ﷺ کی کی ہوئی پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی' جو لوگ روم اور ایران کے جنگی حالات کا ادراک رکھتے تھے اور زمینی حقائق سے آگاہ تھے ان کے لیے یہ پیشین گوئی ناقابل یقین تھی۔ یہاں تک کہ اس قضیہ پر مسلمانوں اور کفار کے مابین شرط لگ گئی۔ اس شرط کی تفصیل محمد حسین ہیکل کی زبانی کچھ یوں ہے:

ہوا یہ کہ کفار مکہ کے ایک سردار (ابی بن خلف) کی زبان سے حضرت ابو بکر کے بالمواجہہ ایسا جملہ نکل گیا جس سے عیسائیوں کی ہزیمت پر خوشی کا اظہار مقصود تھا۔ ابو بکر کو یہ بات ناگوار گزری۔ انہوں نے (ابی سے) فرمایا: اس فتح کی خوشی میں عجلت نہ کیجیے۔ عنقریب عیسائی ہی ان مجوسیوں پر غالب آنے کو ہیں۔ ابو بکر کی زبان پر یہ الفاظ سوچے سمجھے بغیر نہ آئے تھے۔ ابو بکر نہایت درجہ سنجیدہ اور متین تھے۔ ابی بن خلف ان کی زبان سے یہ سن کر آگ بھبوکا ہو گیا۔ اس نے متکبرانہ انداز میں ابو بکر سے کہا: تم کاذب ہو۔ ابو بکر کو بھی اپنی فراست پر اعتماد تھا۔ جواب میں فرمایا: ''كذبت انت يا عدو الله!'' (اے دشمن خدا! تو کاذب ہے)۔ اگر تجھے اپنی صداقت پر اس قدر بھروسہ ہے تو میں اس پر دس اونٹوں کی شرط رکھتا ہوں کہ اگر عیسائی ان مجوسیوں پر سال بھر سے پہلے غالب نہ آ گئے تو میں یہ شرط ہار دوں گا ورنہ تم مجھے دس اونٹ دینا۔[1]

یاد رہے کہ شریعت محمدیہ میں اس وقت تک شرط لگانے کی ممانعت نازل نہیں ہوئی تھی۔

جب آنحضرت ﷺ کو اس شرط کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وحی میں جو لفظ ''بِضۡعِ سِنِيۡنَ'' استعمال ہوا ہے اس کا اطلاق تین سے لے کر نو سال تک کے لیے ہوتا ہے۔ چنانچہ تم (ابو بکر صدیق) ابی بن خلف سے اونٹوں کی تعداد بڑھا کر شرط کی مدت نو سال مقرر کر لو۔ لہٰذا اونٹوں کی تعداد بڑھا کر سو اور مدت شرط میں اضافہ کر کے اسے نو سال کر دیا گیا۔

حضرت ابو بکر صدیق t نے ان آیات کو سن کر کفار مکہ میں یہ اعلان کرا دیا کہ خدا کی قسم رومی اہل فارس پر غلبہ پائیں گے۔ لہٰذا اے اہل مکہ! تم اس وقت کے نتیجہ جنگ سے خوشی نہ مناؤ۔ چونکہ بظاہر رومیوں کے فتح یاب ہونے کے اسباب دور دور تک نظر نہ آتے تھے اس

---

[1] حیات محمد' محمد حسین ہیکل' ص ۷' ادارہ ثقافت اسلامیہ' لاہور' ۱۹۹۰ء

لیے ابی بن خلف آپ کے بالمقابل کھڑا ہو گیا اور آپ کے اور اس کے درمیان سوسو اونٹ کی شرط لگ گئی کہ اگر نو سال کے اندر رومی غالب نہ آئے تو حضرت ابو بکر صدیق ایک سو اونٹ دیں گے اور اگر رومی غالب آ جائیں' تو ابی بن خلف ایک سو اونٹ دے گا۔ اس وقت جوا اسلام میں حرام نہیں ہوا تھا۔ خدا کی شان کہ سات ہی برس میں رومی اہل فارس پر غالب ہوئے اور رومیوں نے ''مدائن'' میں گھوڑے باندھے اور عراق میں رومیہ نامی شہر بسایا اور حضرت ابو بکر صدیق t نے شرط کے سو اونٹ ابی بن خلف کی اولاد سے وصول کر لیے چونکہ وہ اس دوران مر چکا تھا۔ حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق t کو حکم دیا کہ شرط کے اونٹوں کو جو انہوں نے ابی بن خلف کی اولاد سے وصول کیے ہیں سب صدقہ کر دیں اور اپنی ذات پر کچھ بھی صرف نہ کریں۔ [1]

وہ دن جب اہل روم کو اہل فارس پر فیصلہ کن برتری حاصل ہوئی وہ وہی دن تھا جب کہ مسلمانوں نے بدر کے مقام پر کفارِ مکہ کو شکست دی تھی۔

مکہ میں روم و فارس کی جنگ کے متعلق آنحضرت ﷺ نے جو پیشین گوئی فرمائی تھی وہ ٹھیک فتح بدر کے موقع پر پوری اتری اور قرآن مجید کی پیشین گوئی کے مطابق سات برس کے بعد رومیوں نے فارس پر فتح کلی پائی۔ اس عظیم الشان معجزہ کا یہ نتیجہ ہوا کہ ایک خلق کثیر نے اسلام کی صداقت کا اقرار کر لیا۔ [2]

فرعون کی لاش کا نشانِ عبرت بننا

اسرائیلی روایات میں دو (مختلف) فرعونوں کا ذکر ملتا ہے۔ ایک وہ جس کے گھر میں موسیٰ u نے پرورش پائی اور دوسرا وہ جس کے ہاں آپ تبلیغ حق کے لیے پہنچے' بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ کیا اور انجام کار فرعون غرق ہوا۔ پہلا فرعون رعمسیس ثانی تھا جس کا دور

---

[1] (الف) السیرۃ النبویہ' سید احمد بن زینی دحلان' ج ۲' ص ۳۵۵' اردو ترجمہ' ضیاء القرآن پبلیکیشنز' لاہور' ۲۰۱۴ء

(ب) عجائب القرآن' ص ۱۹۳' عبد المصطفیٰ اعظمی' بحوالہ مدارک' خازن و خزائن العرفان' مکتبہ حنفیہ' لاہور' ۲۰۰۸ء

[2] سیرت النبی' شبلی نعمانی' ج ۳' ص ۲۲' الفیصل' لاہور' ۲۰۰۵ء

حکومت ۱۳۰۰ قبل مسیح تھی۔ دوسرا فرعون منفتاح تھا جو اپنے باپ کی زندگی میں ہی اس کا شریک کار بن چکا تھا اور باپ کے مرنے کے بعد اس کا جانشین بنا۔ [1]

فرعون (رعمسس ثانی)، ستی اول کا بیٹا اور جانشین تھا اور اس نے ۱۲۹۰ سے ۱۳۳۰ قبل مسیح تک حکومت کی۔ قرآن کے مطابق اس کا عہد خاص طور پر قوم موسیٰ کے لیے بڑی آزمائش کا تھا۔ فرعون مصر کو دین موسوی قبول کرنے پر آمادہ کرنے میں ناکامی کے بعد انہوں نے مصر سے ہجرت کا فیصلہ کیا۔ دو سرداروں موسیٰ U اور ہارون U (موسیٰ U پیغمبر اور ہارون U ان کے مددگار تھے) کی قیادت میں اس اجتماعی ہجرت سے افرادی قوت کی شدید کمی کی بنا پر مصر کی خصوصاً زرعی معیشت کی تباہی کے خدشے کو بھانپ کر فرعون نے اپنی فوج کے ہمراہ اسرائیلیوں کا تعاقب کیا تاکہ انہیں ملک چھوڑنے سے روکا جا سکے۔ مگر اس کوشش میں رعمسس دریا میں ڈوب گیا۔ قرآن میں یہ تو مذکور نہیں کہ رعمسس دریائے نیل میں ڈوبا یا بحیرہ احمر میں تاہم یہ ذکر ہے کہ فرعون کے جسم کو (عبرت کے لیے) محفوظ رکھا گیا۔ [2]

فرعون (رعمسس ثانی یا منفتاح دوم) ۱۲۶۳ قبل مسیح میں غرق ہوا (اردو دائرہ المعارف، ج ۱۵، ص ۲۷۵) جبکہ یہ سال ۲۰۱۸ء ہے، اس طرح واقعہ کو رونما ہوئے ۳۲۸۱ سال گزر چکے ہیں۔

عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص سمندر میں ڈوب جاتا ہے یا تو اس کا جسم آبی جانوروں کی خوراک بن جاتا ہے یا پھر سمندر کی لہریں اس کے جسم کو کہیں دور بہا کر لے جاتی ہیں اور اس جسم کا نشان تک نہیں مل پاتا ہے۔

مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا اور موسیٰ p نے اپنی قوم کو ان کی ہلاکت کی خبر دی تو بعض بنی اسرائیل کو شبہ رہا اور اس کی عظمت اور ہیبت جو ان کے قلوب میں تھی اس کے باعث انہیں اس کی ہلاکت کا یقین نہ آیا، بامر الٰہی دریا نے فرعون کی لاش ساحل پر پھینک دی بنی اسرائیل نے اس کو دیکھ کر پہچانا۔ [3]

---

[1] یہودیت، عیسائیت اور اسلام، شیخ احمد دیدات، ص ۶۲، عبد اللہ اکیڈمی، لاہور، ۲۰۱۰ء

[2] پیغمبر اسلام، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ص ۵۶۱، بیکن بکس، لاہور، ۲۰۱۱ء

[3] خزائن العرفان، سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، ص ۳۹۳، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور

اس طرح بنی اسرائیل نے فرعون کی لاش کو دیکھ کر اسے پہچانا اور یقین کیا کہ واقعی یہ اس کی ہی لاش ہے۔ سمندری موجوں نے لاش کو جس ٹیلہ پر پھینکا تھا وہ جگہ آج بھی جبل فرعون کے نام سے مشہور ہے۔ [1]

قرآن نے ۱۴۳۷ سال قبل یہ دعویٰ کیا تھا کہ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً (یونس: ۹۲) سو آج ہم تیرے (بے روح) جسم کو (غرق ہونے کے بعد) بچا لیں گے تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لیے (عبرت) کا نشان ہو جائے۔

اس قرآنی اعلان کے بعد کئی صدیوں تک فرعون کی لاش کا نشان کہیں نہیں ملتا تھا۔ علماء و مفسرین اس آیت کی تاویلیں کیا کرتے تھے کہ بالآخر فرعون کی لاش دریافت ہو گئی۔

یہ قرآنی دعویٰ تو موجود تھا مگر شارحین قرآن کے لیے اس آیت کی تشریح دشوار تھی۔ یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ پورا ہوا۔ ۱۸۸۱ء میں رعمسس کی ممی دریافت ہوئی جو اب قاہرہ کے عجائب گھر میں نہ صرف موجود و محفوظ ہے بلکہ عبرت کا نشان بنی ہوئی ہے۔ [2]

ہزاروں سال قبل مصری اس فن کے ماہر تھے کہ وہ خاص مصالحہ (Chemicals) لگا کر میت کو حنوط یعنی محفوظ کر لیتے تھے۔ اس میت کو ایک صندوق میں رکھ کر اس پر مرنے والے کی تفصیل یعنی اس کا نام، وہ کب اور کیسے مرا، اس کی زندگی کیسے گزری، وغیرہ درج کر دیتے تھے۔

مصر ۱۹۱۴ء تا ۱۹۸۲ء برطانیہ کے زیر تسلط رہا ہے۔ انگریزوں نے اپنے اس دور میں آثار قدیمہ کی دریافت اور ان کے بارے میں تحقیقات کے سلسلہ میں کافی دلچسپی اور سرگرمی کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے اہرام مصر کو کھولا اور وہاں موجود لاشوں (Mummies) کا جائزہ لیا، تو یہ انکشاف ہوا کہ یہ ممیاں انسانی تاریخ کا بہت اہم راز ہیں۔ اسی دوران ایک ممی کو رعمسیس کی حیثیت سے شناخت کیا گیا، جس نے غالباً ۲۸ سالوں تک مصر پر حکمرانی کی تھی۔ جب اس کے دور حکمرانی کا اندازہ کیا گیا تو یہ وہی دور نکلا جو حضرت موسیٰ u کا زمانہ تھا۔ جب اس کی میت کا جائزہ لیا گیا تو پتہ چلا کہ اس کے جسم پر پوری طرح نمک لگا ہوا ہے۔ اس سے ماہرین

---

[1] تبیان القرآن، غلام رسول سعیدی، ج ۱، ص ۶۳، فرید بک سٹال، لاہور، ۲۰۱۳ء

[2] پیغمبر اسلام، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ص ۵۶۱، ملکن بکس، لاہور، ۲۰۱۱ء

نے یہ خیال ظاہر کیا کہ یہ سمندر میں ڈوب کر مرا ہے اور ڈوبتے سے سمندر کے پانی کے ساتھ نمک بھی اندر چلا گیا اور یہ وہی نمک ہے جو میت کے جسم سے نکل نکل کر باہر آتا رہا اور یوں میت کے جسم پر بھی لگا رہ گیا۔ گویا پورے طور پر یہ ثابت ہو گیا کہ یہ وہی فرعون ہے جس کے ڈوبنے کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے اور جس کے جسم (بدن) کو محفوظ رکھے جانے کی خبر دی گئی ہے۔ فرعون کی یہ میت آج بھی قاہرہ کے عجائب گھر میں موجود ہے اور دیکھنے والے اس کو دیکھ کر عبرت حاصل کرتے ہیں۔[1]

ڈاکٹر موریس بوکائی (Dr. Maurice Bucaille) جو کہ ایک مشہور فرانسیسی سرجن، سائنسدان، محقق اور "The Bible, The Qur'an and Science" نامی کتاب کے مصنف ہیں، نے ۱۹۷۵ء میں مصر میں فرعون کی ممی کا تفصیلی معائنہ کیا۔ ڈاکٹر موریس کے اخذ کردہ نتائج حیران کن تھے۔ اس نے کہا:

Those who seek among modern data for proof of the Holy Scriptures will find a magnificent illustration of the verse of the Qur'an dealing with the Pharaoh's body by visiting the Royal Mummies Room of the Egyptian Museum, Cairo![2]

وہ لوگ جو آسمانی کتابوں میں جدید اعداد و شمار (Data) کے متلاشی ہوتے ہیں قرآنی آیات میں موجود توضیح اور قاہرہ مصر میں موجود فرعون کی ممی میں مطابقت کی عمدہ مثال پائیں گے۔

ماہرین آثار قدیمہ کا یہی ماننا ہے کہ قاہرہ کے عجائب گھر میں موجود ممی اسی فرعون کی ہے جس کا مقابلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوا تھا۔

فتح مکہ

ترے فرزند اب مجھ کو یہاں رہنے نہیں دیتے

جب کفار نے مسلمانوں کے لیے عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ گھٹن اتنی بڑھی کہ ان کے لیے مکہ میں سانس لینا دشوار ہو گیا۔ دین کی تبلیغ کرنا ممکن نہ رہا، یہاں تک کہ کفار نے خفیہ طور پر (نعوذ باللہ) آپ ﷺ کو جان سے مار ڈالنے کا فیصلہ کر لیا، جس کی اطلاع رب تعالیٰ نے

---

[1] محاضرات قرآنی، ڈاکٹر محمود احمد غازی، ص ۲۷۲۔ ۲۷۳، الفیصل، لاہور ۲۰۰۹ء

[2] "Aijazul-Quran", Dr. Rafiq Ahmad, P.145, Adnan Publishers, Delhi 2000

آپ کو دے دی اور شہر محبوب کو خیر باد کہہ دینے کا حکم بھی آ گیا۔

جس شہر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے' جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عہد طفولیت گزارا' جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی کی ۵۳ بہاریں دیکھیں اسے یوں خیر باد کہہ دینا کوئی آسان کام نہ تھا۔ مگر نصب العین کی عظمت اور مقصد کی سچائی نے ایسا کرنے پر مجبور کر دیا۔ اعلان نبوت کے تیرہویں سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتہائی رنجیدگی اور دل گرفتگی کے عالم میں اپنی جائے ولادت مکہ مکرمہ کو خیر باد کہتے ہوئے کعبہ پر ایک حسرت بھری نگاہ ڈال کر فرمایا تھا:

ما اطیبك من بلد واحبك الی ولو لا ان قومی اخرجونی منك ما سکنت غیرك۔ [۱]

اے مکہ! تو کتنا ذی شان شہر ہے اور مجھے کس قدر محبوب و مرغوب' اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کسی دوسری جگہ قیام نہ کرتا۔

ایک روایت کے مطابق جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے جا رہے تھے اور مکہ مکرمہ کا شوق دل پر غالب آ رہا تھا' تو جبرئیل امین تشریف لے آئے اور یہ آیت کریمہ تلاوت کی: [۲]

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ ؕ۔ (القصص:۸۵)

(اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) جس (اللہ) نے آپ پر قرآن (یعنی قرآنی تعلیمات کی تبلیغ کو) فرض فرمایا وہی آپ کو پہلی جگہ لے جائے گا۔

ذیقعد ۶ ھ میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چودہ سو جاں نثار صحابہ کے ہمراہ عمرہ ادا کرنے کے ارادے سے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تھے' لیکن حدیبیہ کے مقام پر اس قافلہ کو رک جانا پڑا تھا۔ کفار نہیں چاہتے تھے کہ اس وقت مسلمان عمرہ ادا کریں۔ سفارت کاری ہوئی اور صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا۔ مسلمانوں کو احرام کھولنے پڑے اور عمرہ و زیارت کعبہ کی خواہش اپنے دلوں میں لیے ہی انہیں واپس لوٹنا پڑا۔ مسلمان نظر بظاہر اس صلح اور اس کی شرائط کو اعتراف

---

[۱] جامع ترمذی' ۲: ۲۳۲

[۲] سیرۃ الرسول' ڈاکٹر محمد طاہر القادری' ج ۲' ص ۷۴' منہاج القرآن پبلیکیشنز' لاہور ۲۰۰۲ء بحوالہ التاریخ القویم ۱: ۳۱۱

شکست سمجھ رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی دل جوئی کے لیے اس قرآنی پیشین گوئی کا اعلان فرمایا:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ (الفتح:۱)

بے شک ہم نے تمہارے لیے عظیم الشان فتح مقدر کر دی ہے ۝

یہ آیت بھی اسی موقع پر نازل ہوئی:

لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ ۖ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِن شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ ۙ (الفتح:۲۷)

بے شک اللہ نے اپنے رسول کو حق کے ساتھ سچا خواب دکھایا کہ اللہ کے چاہنے سے تم ضرور بہ ضرور مسجد حرام میں امن کے ساتھ داخل ہو گے۔

کون جانتا تھا کہ جن نفوس قدسیہ کو اللہ کے گھر کی زیارت کرنے کی آزادی نہیں تھی اور جنہیں اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہونے نہیں دیا جاتا تھا وہ بہت جلد فاتح اور سرخرو ہو کر اس بستی میں داخل ہوں گے اور کفر کی تنی ہوئی گردنیں خم اور ان کا تکبر خاک میں مل جائے گا۔

اہل مکہ نے عہد شکنی کی؛ انہوں نے مسلمانوں کے حلیف بنو خزاعہ کو بے دردی سے قتل کیا۔ بنو خزاعہ نے جب حرم کعبہ میں پناہ لینے کی کوشش کی تو کفار نے حرم الٰہی کا احترام بھی نہ کیا۔ اس حملہ میں بنو خزاعہ کے متعدد افراد قتل ہوئے اور یوں اہل مکہ نے صلح حدیبیہ کے معاہدے کو توڑ ڈالا۔[1]

بالآخر اس پیشین گوئی کے سچ ہونے کا وقت آن پہنچا۔ انتہائی بے سروسامانی کی حالت میں اپنے آبائی شہر کو چھوڑنے والے ہجرت کے ۸ سال بعد ہی ایک حیران کن منظر دیکھ رہے تھے۔ ۱۰ رمضان ۸ ھ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دس ہزار جاں نثاروں کے ہمراہ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور بغیر کسی جنگ یا قابل ذکر مزاحمت کے مکہ میں داخل ہو گئے اور کعبۃ اللہ کو ان ۳۶۰ بتوں سے ہمیشہ کے لیے پاک کر کے اسے مومنین کی سجدہ گاہ بنا دیا۔ یوں اللہ کا کیا ہوا وعدہ (قرآنی پیشین گوئی) دو سال کے قلیل عرصے میں پورا ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کا اعلان کیا

دنیا کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ انبیاء ؑ نے جب بھی اپنی قوم کے اعتقادات، مروجہ

---

[1] سیرت ابن ہشام ابو محمد عبد الملک بن ہشام اردو ترجمہ ج ۳، ص ۱۴۰، اسلامی کتب خانہ لاہور

طریقوں، جہالت وظلمت، ظلم وستم اور جور وجفا کے خلاف اپنی آواز بلند کی، تو ان کی قوم نہ صرف اندھی مخالفت پر اتر آئی، بلکہ ان کے خون کی پیاسی ہوگئی۔ لہٰذا مکہ کی سرزمین پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایسا ہی ہوا۔ سرداران قوم سے لے کر عام لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان کے دشمن ہوگئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہوں کو مسدود کرنے کے منصوبے بنائے گئے اور یہاں تک کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کی منصوبہ بندی بھی کر لی۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ابتدائی دنوں میں صحابہ راتوں کو جاگ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد پہرہ دیا کرتے تھے۔ ایک رات جب صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیمہ کے گرد پہرہ دے رہے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۗ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِينَ ﴿٦٧﴾ (المائدہ:۶۷)

اور اللہ تعالیٰ بچائے گا آپ کو لوگوں (کے شر) سے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا کافروں کی قوم کو ○

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لوگو! واپس جاؤ، خدا نے میری حفاظت کا ذمہ خود لے لیا ہے۔ [1]

یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا تھا۔ چشم فلک نے ایسا ہی دیکھا کہ ہجرت کی شب تلواروں سے مسلح مستعد جوانوں کے درمیان میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاف بچ کر نکل گئے۔ جب آپ غار ثور میں موجود تھے، تو قدموں کے نشانات کا تعاقب کرنے والے غار کے دہانے تک پہنچ کر بھی آپ کو نہ پا سکے۔ سراقہ نے پیچھا کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پا لیا، مگر پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بال بھی بیکا نہ کر سکا۔ دشمن شمشیر بے نیام لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر تک پہنچ گیا، مگر نقصان نہیں پہنچا سکا، بلکہ کلمہ پڑھ کر آپ ہی کی زلف کا اسیر بن گیا۔ اسی طرح ایک مرتبہ خیبر کی یہودیہ نے جب گوشت میں زہر ملا کر آپ کو کھلانے کی کوشش کی، تو پہلا نوالہ اٹھاتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے زہر آلود ہونے کی نشاندہی کر دی۔

مذکورہ آیت کے ضمن میں سید محمود احمد رضوی لکھتے ہیں کہ اس آیت کا صرف یہی مطلب نہیں ہے کہ جسم نبوی کو دشمنوں سے محفوظ رکھا جائے گا، بلکہ یہ بھی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

---

[1] جامع ترمذی، تفسیر سورۂ مائدہ

وجودِ مبارک اللہ کی حفاظت میں ہے' اس لیے نبی کی آنکھیں اور اس کی زبان حق دیکھتی اور حق ہی کہتی ہے اور نبی دین سے متعلق جو کچھ فرماتا ہے' وہ منشاء ایزدی کی ترجمانی ہوتی ہے۔[1]

دشمن کی طرف سے کی گئی تمام انفرادی اور اجتماعی سازشیں بے اثر رہیں یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مشن کو کامیابی سے ہمکنار کیا' یوں اللہ کا کیا ہوا وعدہ پورا ہوا۔

کفار پسپا ہوکر بھاگ کھڑے ہوں گے

ہجرت سے پانچ سال قبل اور غزوۂ بدر سے سات سال پہلے سورۃ القمر کی یہ آیت نازل ہوئی:

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴿٤٥﴾ (القمر:۴۵)

عنقریب پسپا ہوگی یہ جماعت اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے ○

یہ وہ زمانہ تھا جب مسلمان کسمپرسی کی حالت میں تھے۔ کفار کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد بے حد کم تھی۔ اہل مکہ نے ہر اعتبار سے مسلمانوں کا جینا حرام کر رکھا تھا۔ مسلمانوں کا اعلانیہ رب کی عبادت کرنا بھی انہیں گوارا نہ تھا۔ ایسے زمینی حقائق کی موجودگی میں اس طرح کی پیشین گوئی کرنا بعید از قیاس نظر آتا تھا' لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان معجز بیان سے ایسے دعویٰ کا اظہار کہ یہ کفار نہ صرف پسپا ہوں گے' بلکہ پیٹھ پھیر کر راہِ فرار اختیار کریں گے کسی اچنبھے سے کم نہ تھا۔

۲ ھ میں جنگ بدر لڑی گئی اور چشم فلک نے یہ مشاہدہ کیا کہ مکہ سے آئے ہوئے سورمے جو عددی اعتبار سے اور اسلحہ کی فراوانی کے لحاظ سے بہت آگے تھے اپنے ستر جوانوں کی لاشیں میدان میں چھوڑ کر اور اپنے ستر نمایاں افراد کو مسلمانوں کا قیدی بنوا کر میدان کارزار سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

میدان بدر میں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زرہ زیب تن فرمائی ہوئی تھی اور اپنے صحابہ کے پاس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک پر اسی آیت کی تلاوت جاری تھی۔ حضرت عمر فاروق t نے فرمایا کہ اس آیت کے مفہوم کا علم مجھے آج ہوا ہے۔

مسلمانوں کے لیے خلافت ارضی کی نوید

رب کائنات نے مسلمانوں کو خلافت ارضی عطا کرنے کی نوید ان الفاظ میں دی:

---

[1] فیض الباری' سید محمود احمد رضوی' ج ۱' ص ۳۱' مکتبہ رضوان لاہور

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ (النور: ۵۵)

جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ان سے اللہ نے وعدہ فرمایا کہ وہ انہیں زمین میں ضرور بہ ضرور خلافت دے گا' جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلافت دی تھی۔

درج بالا پیشین گوئی کا شمار ان پیشین گوئیوں میں ہوتا ہے جنہوں نے لوگوں کو حیران و ششدر کر دیا۔ جس وقت قرآن نے مسلمانوں کو روئے زمین پر اقتدار عطاء کرنے کی خوشخبری سنائی اس وقت مٹھی بھر مسلمان کفار مکہ کے ظلم کا تختۂ مشق بنے ہوئے تھے' ان کی معیشت تباہ کر دی گئی تھی' ان پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا تھا' انہیں اپنے گھروں سے بے دخل کر دیا گیا تھا اور انہیں اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑا تھا۔ انہیں ہر لمحہ یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ کفار مکہ اپنی مادی برتری' افرادی قوت اور اسلحہ کی فراوانی کی وجہ سے مسلمانوں کی اس مختصر سی جماعت کو نیست و نابود نہ کر دیں۔ دوسری جانب اس وقت کی دو عالمی طاقتیں ایران و روم تھیں' جن کی حیثیت آج کے دور کی دو عالمی طاقتوں یعنی امریکہ و روس جیسی تھی۔ ان کی موجودگی میں عددی اعتبار سے مختصر اور مادی طور پر بے حال جماعت کے بارے میں کہنا کہ وہ اقتدار و تمکنت حاصل کریں گے بعید از قیاس نظر آتا تھا۔ لیکن چشم فلک نے یہ منظر بھی دیکھا کہ انہیں روئے زمین پر خلافت عطاء ہوئی' ایران جیسا عظیم ملک فتح ہوا' اسلامی پرچم تین براعظموں پر لہرانے لگا' اسلامی سلطنت کا رقبہ حضرت عمر کے دور میں ۳۵ لاکھ مربع کلومیٹر تک وسیع ہو گیا۔ پہلی اسلامی صدی کے اختتام سے پہلے اسلامی عملداری کا سلسلہ ایک جانب فرانس تک' دوسری جانب سندھ و ہند تک' تیسری جانب وسطی ایشیا و چین تک اور چوتھی جانب شمالی افریقہ کے دور دراز علاقوں تک وسیع ہو چکا تھا۔ مسلمانوں نے ان دور دراز علاقوں تک نہ صرف شاندار حکومت قائم کی' بلکہ اس وقت کی تمام ترقی یافتہ اور متمدن حکومتوں کا شیرازہ بکھر گیا۔ سنن ابوداؤد میں ہے کہ نبی ﷺ نے جدبر t کے کنبہ سے پوچھا کہ تمہارے ہاں قاین بھی ہیں؟ وہ بولے کہ ہم اور قالین۔ فرمایا: تم کو ملیں گے۔ پھر ایک وقت آیا' جب ان کے گھر میں سارا فرش قالین کا تھا۔ [1]

---

[1] رحمت للعالمین' قاضی محمد سلیمان منصور پوری' ج ۳' ص ۲۸۹' شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

مہاجرین عروج پائیں گے

مکہ معظمہ میں اسلام قبول کرنے والے اولین لوگوں نے بڑی کسمپرسی بڑی بے سروسامانی کی حالت میں اور اکثر نے چھپ چھپا کر اپنے آبائی شہر کو چھوڑا تھا اور اللہ کی راہ میں ہجرت اختیار کی تھی تا کہ ایمان کی دولت سلامت رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو نوید جانفزا سنائی:

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً (النساء: ۱۰۰)

اور جو شخص ہجرت کرے گا اللہ کی راہ میں، پائے گا زمین میں پناہ کے لیے بہت جگہ اور کشادہ روزی۔

چشم فلک نے اس پیشین گوئی کو بھی انفرادی اور اجتماعی سطح پر پورا ہوتے ہوئے دیکھا۔ وہ مہاجرین جو خالی ہاتھ اور تہی دامن اپنے وطن سے نکلنے پر مجبور ہوئے تھے، جو عزیز و اقارب، مال و جائیداد کو چھوڑ کر صرف رضائے الٰہی کے لیے غریب الوطن ہوئے تھے کچھ ہی عرصہ میں بڑی بڑی جائیدادوں کے مالک بن گئے، کروڑوں کا کاروبار کرنے لگے، خوشحال و متمول ہو گئے اور وہ وقت بھی آیا کہ زکوٰۃ دینے والے تو تھے، مگر زکوٰۃ لینے والے نہیں ملتے تھے۔ صحابہ کی دولت کی فراوانی اور غنا کا یہ عالم تھا کہ انہیں خود بھی اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ کتنی ثروت کے مالک ہیں۔ خلفاء راشدین کے دور میں خلافت اسلامی کے پھریرے تین براعظموں پر لہرانے لگے۔ خالد بن ولید، ابوعبیدہ بن جراح، عمرو بن عاص اور سعد بن وقاص y جیسے مہاجرین نے فتوحات کی ایسی شاندار داستانیں رقم کیں جو تاریخ کا ایک درخشندہ باب ہیں۔ ان سب باتوں کا ممکن ہونا دراصل قرآنی وعدہ کی تکمیل کی بناء پر ہی تھا۔

فتح خیبر کی پیشین گوئی

صلح حدیبیہ کا واقعہ ذیقعد ۶ ھ میں پیش آیا اور فتح خیبر محرم ۷ ھ میں وقوع پذیر ہوا۔ صلح حدیبیہ کے بعد فتح خیبر کی نوید سناتے ہوئے قرآن نے کہا:

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۔ (الفتح: ۱۵)

عنقریب کہیں گے پیچھے بیٹھ رہنے والے جب تم غنیمتیں لینے چلو تو ہمیں بھی اپنے پیچھے آنے دینا۔

جہینہ، مزینہ اور دیگر قبائل نے سفر حدیبیہ میں مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ اس آیت

میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب کو مطلع فرمارہا ہے کہ عنقریب تم غزوۂ خیبر کے مشن پر روانہ ہو گے' کامیابی تمہارے قدم چومے گی اور ڈھیر سارا مال غنیمت بھی تمہارے ہاتھ آئے گا۔ اس موقع پر کچھ مفاد پرست لوگ جوش وجذبہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی خدمات پیش کریں گے اور اس جہد میں شمولیت کے لیے اپنی آمادگی ظاہر کریں گے' لیکن ان کے پیش نظر اپنی گزشتہ کوتاہی کی تلافی کا جذبہ کار فرما نہیں ہوگا' بلکہ اموال غنیمت کا حصول ان کا مقصد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ یہاں حکم دے رہا ہے کہ ایسے لوگوں کو اس غزوہ میں شرکت کی اجازت نہیں ہوگی' بلکہ اس مشن میں صرف وہی نفوس قدسیہ شرکت کا شرف حاصل کریں گی جو سفر حدیبیہ کا حصہ تھیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خیبر بھی فتح ہوا اور ڈھیر سارا مال غنیمت بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اس طرح قرآن کی یہ پیشین گوئی بھی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔

لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوں گے

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ (النصر:۱۔۳)

جب اللہ کی مدد اور فتح آئے ۝ اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے ہیں ۝ تو اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو' بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے ۝

یہ سورۃ فتح مکہ کے وقت نازل ہوئی۔ آٹھ سال پہلے رسول اکرم ﷺ صرف حضرت ابوبکر صدیق t کے ساتھ اس شہر کو چھوڑنے پر مجبور ہوئے تھے۔ آج اپنے دس ہزار جاں نثاروں کی جماعت کے ہمراہ فاتح بن کر اس شہر میں داخل ہو رہے تھے۔ یہ قرآنی پیشین گوئی بھی لفظ بہ لفظ پوری ہوئی اور چشم فلک نے یہ نظارہ بھی دیکھا کہ فتح مکہ کے بعد قطار اندر قطار اہل مکہ' اہل طائف' اہل ہوازن' اہل یمن اور دیگر قبائل اسلام میں داخل ہو رہے ہیں' یہاں تک کہ سن دس ہجری تک جزیرۂ عرب کے دور و نزدیک کے قبائل جوق در جوق بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے اور آپ ﷺ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کرتے جاتے تھے۔

اہل مکہ کی نافرمانی پر ان کے قحط میں مبتلا کیے جانے کی دعاء

جب اہل مکہ کی نافرمانیاں حد سے بڑھ گئیں اور ان کی جانب سے ظلم کی انتہا ہوگئی' تو

آپ ﷺ نے منکروں کے لیے قحط میں مبتلا کیے جانے کی دعا کی۔ سورۂ دخان میں اسی جانب اشارہ ہے کہ تو تم اس دن کے منتظر رہو جب آسمان ایک ظاہر دھواں لائے گا کہ لوگوں کو ڈھانپ لے گا' یہ ہے دردناک عذاب O اس دن کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم پر سے عذاب کھول دے ہم ایمان لاتے ہیں O کہاں سے ہو انہیں نصیحت ماننا حالانکہ ان کے پاس صاف بیان کرنے والا رسول تشریف لا چکا O پھر اس سے روگرداں ہوئے اور بولے: سکھایا ہوا دیوانہ ہے O ہم کچھ دنوں کو عذاب کھولے دیتے ہیں تم پھر وہی کرو گے O (الدخان: ۱۰-۱۵)

علامہ غلام رسول سعیدی نے ان آیات کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت ابن مسعود t نے فرمایا' دخان (دھوئیں) سے مراد کفار کی بھوک کی کیفیت ہے۔ جب نبی ﷺ نے ان کی مسلسل سرکشی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ان کے خلاف دعا کی تو ان پر قحط آ گیا' بھوک کی شدت میں جب وہ آسمان کی طرف دیکھتے' تو وہ ان کو دھوئیں کی طرح نظر آتا' پھر اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی دعا سے ان سے وہ کیفیت دور کر دی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود t بیان کرتے ہیں کہ یہ دھواں اس لیے ظاہر ہوا کہ قریش نے نبی ﷺ کی مسلسل نافرمانی کی' تو نبی ﷺ نے ان کے خلاف دعا کی کہ اے اللہ! ان پر ایسے قحط کے سال مسلط کر دے جس طرح حضرت یوسف u کے زمانہ میں قحط آیا تھا' پھر ان پر قحط آ گیا اور ان پر سخت مصیبت آ گئی' حتیٰ کہ انہوں نے ہڈیاں کھا لیں' ان میں کا ایک شخص آسمان کی طرف دیکھتا' تو اس کو آسمان دھوئیں کی طرح نظر آتا تھا۔

پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ لوگ لائے گئے اور آپ سے کہا گیا: یا رسول اللہ! مضر کے لیے بارش کی دعا کیجئے یہ لوگ ہلاک ہو رہے ہیں' آپ نے فرمایا: مضر کے لیے؟ تم تو بہت جری ہو' پھر آپ نے بارش کی دعا کی' تو بارش نازل ہو گئی پھر جب یہ (بارش ہونے سے) مطمئن ہو گئے تو پھر کفر کی طرف لوٹ گئے۔ [1]

امام بخاری کی اس سلسلہ میں ایک اور روایت یہ ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود t بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ نے یہ دیکھا کہ مشرکین آپ کے پیغام توحید سے اعراض کر رہے ہیں' تو آپ نے ان کے خلاف دعا کی کہ اے اللہ!

---

[1] تبیان القرآن' غلام رسول سعیدی' ج ۱۰' ص ۷۶۲' فرید بک سٹال لاہور' ۲۰۰۵ء

ان پر قحط کے ایسے سال مسلط کر دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کے لوگوں پر قحط کے سات سال مسلط کیے تھے' پھر ان پر قحط آ گیا' ان کے تمام کھیت جل گئے' حتیٰ کہ انہوں نے جانوروں کی کھالوں کو' مردہ جانوروں کو اور مردہ انسانوں کو کھایا' ان میں سے کوئی شخص آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتا تو اسے بھوک کی شدت سے آسمان دھوئیں کی طرح دکھائی دیتا تھا' پھر آپ کے پاس ابوسفیان آیا اور کہنے لگا: یا محمد (ﷺ)! آپ اللہ کی اطاعت کرنے اور صلہ رحم کا حکم دیتے ہیں اور آپ کی قوم (قحط سے) ہلاک ہو رہی ہے' آپ اللہ سبحانہ سے ان کے حق میں دعا کیجئے' تب یہ آیت نازل ہوئی: ''فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۝'' (الدخان:١٠)[1]

قرآن کا چیلنج

قرآن نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے متعدد بار اور مختلف انداز میں اسے کلام ربانی نہ ماننے والوں اور اس سے معارضہ کرتے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے چیلنج دیا کہ اگر تمہارے کہنے کے مطابق یہ اللہ کا کلام نہیں ہے اور یہ کوئی انسانی تخلیق ہے' تو پھر اس کی مثل کوئی سورۃ تم بھی لے آؤ۔ قرآن یوں خطاب فرما رہا ہے:

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ ۠ (البقرہ:٢٣)

اور اگر تم کو (اس کلام کے کلام ربانی ہونے میں) شک ہے جس کو ہم نے اپنے (محبوب) بندہ پر نازل کیا ہے تو اس کی مثل ایک سورت ہی لے آؤ۔

ایک مختلف نداز میں ایک مرتبہ پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ۝ (بنی اسرائیل:٨٨)

(بطور چیلنج) کہہ دو کہ اگر اکٹھے ہو جائیں سارے انسان اور سارے جن اس بات پر کہ لے آئیں اس قرآن کی مثل تو ہرگز نہیں لا سکیں گے اس کی مثل اگرچہ وہ ہو جائیں ایک دوسرے کے مددگار ۝

اس چیلنج کے بعد سلسلۂ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے قرآن پیشین گوئی کرتا ہے:

---

[1] تبیان القرآن' غلام رسول سعیدی' ج١٠' ص ٦٣-٧٢' فرید بک سٹال' لاہور

فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ ۖۚ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ ۝ (البقرۃ:۲۴)

پھر اگر ایسا نہ کرسکو اور ہرگز نہ کرسکو گے، تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، جو تیار کی گئی ہے کافروں کے لیے ۝

قرآن نے یہ دعویٰ کیا کہ اگر انسان انفرادی یا اجتماعی طور پر مل کر بھی اس بات کی کوشش کریں کہ اس جیسا کلام تخلیق کرسکیں تب بھی وہ ایسا نہیں کرسکیں گے۔

عرب عظیم شاعر، جادو بیان مقرر اور عربی زبان کے امام تھے۔ متعدد لوگوں نے قرآن کے جواب میں دوسرا قرآن لکھنے کی کوشش کی، مگر سب کے سب ناکام رہے۔ مثال کے طور پر مسیلمہ بن حبیب، طلیحہ بن خویلد، نضر بن الحارث، ابن الراوندی، ابوالعلاء المعری، ابن المقفع، متنبی وغیرہ۔ اس سلسلے میں ان کی جو عبارتیں نقل کی گئی ہیں، وہ اتنی سطحی ہیں کہ قرآن کے مقابلہ میں ان کو رکھنا بھی مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً مسیلمہ کے قرآن کا ایک حصہ یہ تھا:

"یا ضفدع نقی ما تنقین فلا الماء تکدرین ولا الشارب تمنعین"۔

اے مینڈکی اجتنا ٹرانا ہے ٹرالے تو نہ پانی کو گدلا کرے گی نہ پینے والوں کو روکے گی۔

اس طرح مسیلمہ کا ایک اور الہام یہ تھا:

"لقد انعم اللہ علی الحبلی اخرج منھا نسمۃ تسعی من بین صفاق وحشا۔" [1]

اللہ نے حاملہ عورت پر بڑا انعام کیا ہے اس کے اندر سے دوڑتی ہوئی جان نکالی، جھلی اور پیٹ کے اندر سے۔

مشہور فرانسیسی فلسفی، تاریخ دان، ماہر لسانیات اور مصنف جوزف ارنسٹ رینان (۱۸۲۳ء۔۱۸۹۲ء) نے قرآن کو ایک لسانی معجزہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ جس طرح دوسری زبانوں میں زبان آور پیدا ہوئے اسی طرح عربی میں بھی شعراء و ادباء اور مصنفین پیدا ہوئے اور پیدا ہو رہے ہیں، مگر اس پوری مدت میں کوئی ایسا زبان دان نہ اٹھا جو قرآن سے برتر ادب پیش کر کے عربی میں نیا لسانی معیار قائم کرتا اور زبان کو نئے مرحلہ کی طرف لے جاتا۔ [2]

---

[1] پیغمبر انقلاب، وحیدالدین خان، ص ۱۸۰، گڈ ورڈ گلشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۱۳ء بحوالہ تہذیب سیرت ابن ہشام، ج ۲، ص ۱۲۱

[2] ایضاً

مقام فکر یہ ہے کہ وہ عرب جو فصیح بھی تھے اور بلیغ بھی' زبان آور بھی تھے اور شعر گوئی میں اپنا ثانی بھی نہیں رکھتے تھے' جن کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ وہ کسی طرح شمع اسلام کو گل کر دیں۔ قرآن کا معارضہ اگر ان کے بس میں ہوتا تو وہ ایسا ضرور کر گزرتے۔ مشرکین عرب مجبور و بے بس ہو گئے اور جب ان سے کچھ بھی نہ بن پڑا تو اپنی اوچھی حرکتوں پر اتر آئے۔ اس کیفیت کا اظہار علامہ جلال الدین سیوطی نے ان الفاظ میں کیا ہے:

جب ان کی حجت نہ چل سکی تو دشمنی اور جاہلانہ حرکتوں پر اتر آئے کبھی دست و گریبان ہو جاتے اور کسی وقت تمسخر اور بے جا طور کا مذاق کرنے لگتے۔ انہوں نے قرآن کو مختلف اوقات میں جدا جدا ناموں سے موسوم کیا۔ جادو' شعر اور اگلے لوگوں کا افسانہ و فسوں۔ غرضیکہ سراسیمگی اور قائل ہونے کی حالت میں جو بات زبان پر آئی اسی کو کہہ گزرے اور جب اس طرح بھی کام نہ چلا تو آخر کار تلوار کو حکم بنانے پر راضی ہو گئے' جان دی' عورتوں اور لڑکوں کو جنگی قیدی بنوا دیا۔ مال و جاہ کو فاتح مسلمانوں کے لیے مال غنیمت بنانے کو گوارا کیا اور اپنی حماقت کا خوب مزہ چکھا۔ یہ سب آفتیں کن لوگوں پر گزری تھیں اُن اہل عرب پر جو بڑے غیرت مند' نہایت ناک والے اور با حمیت تھے۔ [1]

۱۴۳۸ سال کا عرصہ گزرا۔ عربی زبان نے ایک سے بڑھ کر ایک ادیب' شاعر اور خطیب پیدا کیے جن کی فصاحت اور بلاغت اپنی مثال آپ تھی۔ انہوں نے بڑی بڑی تخلیقات کیں' لیکن قرآن کے چیلنج کے جواب میں اس جیسی دو سطری سورۃ بنا لانے سے قاصر رہے۔

انسان تسخیر کائنات کرے گا' انسان مدار (Orbit) سے باہر نکل جائے گا

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۚ (الرحمٰن: ۳۳)

اے گروہ انس و جن! اگر تم زمین و آسمان کے کروں سے پار ہو سکتے ہو تو ان سے پار ہو جاؤ' تم ان سے پار نہیں ہو سکو گے سوائے طاقت کے ۞

اس ترجمے کی قدرے وضاحت ضروری ہے۔

انگریزی زبان میں (if) کا لفظ شرط کو بیان کرنے کے لیے بولا جاتا ہے خواہ اس شرط کا

[1] الاتقان' جلال الدین سیوطی' اردو ترجمہ' ج ۲' ص ۲۷۳' مکتبۃ العلم لاہور

حصول ممکن ہو یا ممکن نہ ہو۔عربی ایک ایسی زبان ہے جو شرط کو مختلف درجوں میں تقسیم کر سکتی ہے جس سے مسئلہ زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔عربی میں شرط کے لیے تین حروف استعمال ہوتے ہیں۔"اذا"، "ان" اور "لو"۔"اذا" کا لفظ امکان کو بیان کرتا ہے۔"ان" کا لفظ ممکن الحصول مفروضے کے لیے استعمال ہوتا ہے اور "لو" کا لفظ ایسے مفروضے کے لیے استعمال ہوتا ہے جو ممکن الحصول نہ ہو۔مذکورہ بالا آیت میں "ان" کا لفظ استعمال ہوا ہے جو ممکن الحصول مفروضے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔لہٰذا قرآن حکیم بتا رہا ہے کہ اس آیت میں جس شرط کا ذکر ہو رہا ہے اس کا پورا ہونا قطعاً ممکن ہے۔اس آیت کا یہ لفظی امتیاز ان تمام صوفیانہ تشریحات کو ختم کر دیتا ہے جو غلط طور پر اس آیت کی کی گئی ہیں۔[1]

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آج ہم جس چیز کو (شاید غلطی سے) تسخیر خلا کہتے ہیں اس آیت میں اس کے امکان کا ذکر ہو رہا ہے یعنی ایک روز انسان یہ کامیابی حاصل کرے گا۔

یہ قرآنی عبارت اس انسانی ردعمل کو بیان کر رہی ہے جو غیر متوقع مناظر کے مشاہدے سے پیدا ہوتا ہے، جس سے کہ خلانوردوں کو واسطہ پڑے گا۔یعنی بصری مدرکات کا ابہام حالت نشہ اور جادو کے زیر اثر ہونے کا احساس۔یہ بعینہ وہ تجربہ ہے جس سے خلاباز اس وقت سے مسلسل گزرتے رہے ہیں، جب سے ۱۹۶۱ء میں پہلا انسانی خلائی جہاز دنیا کے گرد چکر لگانے کی مہم پر نکلا تھا۔یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ انسان جب زمین کی فضا سے اوپر چلا جاتا ہے، تو اسے آسمان اس طرح نیلگوں نظر نہیں آتا جس طرح کہ ہم اسے زمین سے دیکھتے ہیں۔یہ ایک ایسی صورت حال ہے جس سے انسان کا متاثر نہ ہونا مشکل ہے، کیونکہ جب ہم متن قرآن کا موازنہ جدید سائنسی معلومات سے کرتے ہیں، تو وہاں ہمیں ایسے بیانات نظر آتے ہیں جنھیں کسی ایسے انسان کے افکار کی طرف منسوب کرنا قطعاً ناممکن ہے جس کا زمانہ آج سے تقریباً چودہ صدیاں بیشتر کا ہے۔[2]

مقام فکر یہ ہے کہ ساتویں صدی عیسوی کا ایک اُمی رسول (ﷺ) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے الہام و وحی کے بغیر ایسی پیشین گوئی کیوں کر کر سکتا تھا۔

---

[1] ضیاء النبی، پیر محمد کرم شاہ الازہری، ج ۶، ص ۵۳۲، ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور، ۱۴۱۸ھ

[2] دی بائبل، دی قرآن اینڈ سائنس، موریس بوکائی، ص ۱۷۴-۱۷۶

انسان چاند پر پہنچ جائے گا' بلکہ اس سے بھی آگے

قرآن حکیم کی سورۃ الانشقاق میں ہے:

وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾

قسم ہے چاند کی جب وہ پورا ہو جائے ﴿۱۸﴾ یقیناً تم طبق در طبق اوپر جاؤ گے ﴿۱۹﴾ پس انہیں کیا ہے پھر بھی ایمان نہیں لاتے ﴿۲۰﴾

پیر محمد کرم شاہ الازہری اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے پروفیسر محمد طاہر القادری کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ان آیات میں واضح الفاظ میں مندرجہ ذیل پیشین گوئیاں موجود ہیں:

(۱) انسان ایک طبق سے دوسرے طبق تک سفر کریں گے۔

(۲) ان کا یہ سفر زمین سے چاند تک ہوگا۔

(۳) سفر کرنے والے کسی چیز پر سوار ہو کر جائیں گے۔

(۴) جو لوگ یہ سفر کریں گے ان کی تعداد کم از کم تین ہوگی۔

(۵) یہ سفر اختیار کرنے والے غیر مسلم ہوں گے۔

چونکہ قرآن حکیم کی آیات کا ایک دوسرے سے بڑا حکیمانہ ربط ہوتا ہے اس لیے طبق در طبق سفر کرنے کے ذکر سے پہلے چاند کی قسم میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ اس سفر کا تعلق چاند سے ہوگا۔ گویا ایک طبق سے مراد زمین اور دوسرے طبق سے مراد چاند ہے۔ یہاں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ اگر یہی کہنا مقصود ہوتا کہ انسان کا سفر چاند کی طرف ہوگا تو واضح طور پر چاند کا ذکر کر دیا جاتا۔ درحقیقت اس میں بھی ایک لطیف اشارہ ہے۔ اگر چاند کا ذکر کر دیا جاتا تو انسان کی سیر کائنات چاند تک محدود ہو جاتی' لیکن انسان کے طائر ہمت کی پرواز چونکہ صرف چاند تک محدود نہیں' بلکہ وہ تو کائنات کی وسعتوں کو ماپنے کی ہمت رکھتا ہے اور نہ جانے انسان کن کن اجرام فلکی پر آشیاں بند ہوگا اس لیے "طبق سے طبق تک" کے الفاظ استعمال کیے اور ابتدا میں چاند کا ذکر کر دیا تا کہ پتہ چل جائے کہ انسان کائنات کی وسعتوں کو ماپنے نکلے گا تو اس کے اس سفر کا آغاز چاند سے ہوگا۔ اس سفر کے لیے "لَتَرْكَبُنَّ" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس کا مطلب ہے کسی چیز پر سوار ہونا۔ سواری کو مرکب کہتے ہیں اور گھوڑے پر سوار ہونے کے لیے جس چیز پر پاؤں رکھا جاتا ہے اس کو رکاب کہتے ہیں گویا "لَتَرْكَبُنَّ" کا لفظ اس امر پر

دلالت کرتا ہے کہ یہ اوپر جانا کسی سواری کے ذریعے ہوگا۔

"الرکوب فی الاصل کون الانسان علیٰ ظھر حیوان وقد یستعمل فی السفینة"۔

رکوب اصل میں انسان کے کسی حیوان پر سوار ہونے کو کہتے ہیں' لیکن اس کا استعمال جہاز کی سواری پر بھی ہوتا ہے۔

"لترکبن" کے ساتھ لام تاکید اور نون ثقیلہ کا استعمال اس کے مفہوم میں دوہری تاکید پیدا کر رہا ہے کہ طبق در طبق کا یہ سفر ضرور واقع ہوگا۔ "لترکبن" جمع کا صیغہ ہے اور جمع کا صیغہ عربی زبان میں کم از کم تین کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس سے یہ واضح اشارہ مل جاتا ہے کہ یہ سفر کرنے والے تعداد میں کم از کم تین ہوں گے اور "فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ" کے الفاظ اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ یہ سفر کرنے والے غیر مسلم ہوں گے۔

آج سے کچھ عرصہ پہلے تسخیر ماہتاب کا حیران کن کارنامہ سرانجام دیا گیا تو یہ ساری پیشین گوئیاں حرف بہ حرف پوری ہوگئیں۔ انسان نے زمین سے چاند تک سفر کیا۔ اس کا سفر ایک سواری (خلائی جہاز) کے ذریعے تھا۔ سفر کرنے والوں کی تعداد تین تھی اور وہ تینوں غیر مسلم تھے۔[1]

قرآن اور سائنسی انکشافات

اس موضوع پر بات کرنے سے پہلے یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ قرآن بنیادی طور پر سائنس' فلسفہ' ارضیات یا تاریخ کی کتاب نہیں ہے۔ یہ رب کائنات کی جانب سے وحی ہے۔ مگر یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ اس میں جابجا سائنسی موضوعات پر بات کی گئی ہے' سائنسی حقائق کی پردہ کشائی کی گئی ہے۔ قرآن میں ایسے موضوعات بیان ہوئے ہیں جن کے بارے میں نسل انسانی کم کم ہی جانتی تھی۔ اس بارے میں انسانی علم پچھلی چند صدیوں میں ہی آگے بڑھا ہے۔ ایک ایسی کتاب جو ساڑھے چودہ سو سال قبل وجود میں آئی (نازل ہوئی) میں ایسے انکشافات کا ہونا جو سائنس نے صدیوں بعد دریافت کیے' کیا اس

---

[1] ضیاء النبی' محمد کرم شاہ الازہری' ج ۶' ص ۵۳۵۔۵۳۷' ضیاء القرآن پبلیکیشنز' لاہور' ۱۴۱۸ھ بحوالہ ایمان بالکتب' محمد طاہر القادری' ص ۶۹۔۷۵' منہاج القرآن پبلیکیشنز' لاہور

بات کی دلیل نہیں ہے کہ یہ کلام چودہ سو سال پرانی کوئی انسانی تحریر نہیں ہے' بلکہ رب کائنات کا نازل کردہ کلام ہے اور جس ذات گرامی پر اس کا نزول ہوا ہے وہ کوئی اور نہیں' بلکہ رب کا فرستادہ نبی اور رسول ہے۔

دنیا میں کئی ایسے سائنسدان' محقق اور اہل علم گزرے ہیں جو قرآنی سائنسی انکشافات کو جان کر مسلمان ہو گئے اور کئی ایسے ہیں کہ انہوں نے ان سائنسی انکشافات کے بارے میں اعتراف کیا کہ یہ علم چودہ صدیوں پہلے کا انسانی علم نہیں ہو سکتا ہے۔ دور جدید میں "Dr. Keith More", "Dr. Maurice Bucaille" اور شیخ زندانی نے ایسے ہی قرآنی موضوعات اور سائنسی حقائق پر بہت کچھ لکھا ہے۔ ان میں ڈاکٹر مورس بکائی کی کتاب "The Bible, The Qur'an and Science" ڈاکٹر کیتھ مور کا مضمون (Article) "A Scientist's Interpretation of references to embryology in the Qur'an" قابل ذکر ہیں۔ اس موضوع یعنی سائنس اور قرآن پر بہت کچھ لکھا گیا ہے' ان میں سے چند کتابیں یہ ہیں:

- ☆ Self-Evident Miracles of the Holy Qur'an by M.U. Kazi, Abul-Qasim Publishing House.
- ☆ Scientific Wonders on Earth and in Space by Yusuf al-Hajj Ahmad, Darussalam Publishers.
- ☆ The Unchallengeable Miracles of the Qur'an by Yusuf al-Hajj Ahmad, Darussalam Publishers.
- ☆ The Miracles of the Qur'an by Muhammad ash-Sharawi, Dar al Taqwa.
- ☆ Medical Miracles of the Qur'an by Dr. Sharif Kaf al-Ghazal, Islamic Foundation.
- ☆ The Developing Human by Prof. Keith L. Moore, Published by Elsevier Saunders.
- ☆ The Computer Universe, A Scientific Rendering of the Holy Qur'an by Prof. P.A. Wahid, Adam Publishers and Distributors.
- ☆ Belief in Allah by Dr. Umar al-Ashqar, Published by IIPH.
- ☆ Islam Papers - www.islampapers.com

☆ Human Development as Revealed in the Holy Qur'an and Hadith by Dr. Mohammed Ali Albar.

قرآن میں مذکور سائنسی بیانات وانکشافات صرف چند موضوعات تک محدود نہیں' بلکہ تخلیق کائنات' زندگی کے آغاز' فلکیات' طبیعت' آبیات' بحریات' ارضیات' حیوانیات' طب' علم افعال الاعضاء انسانی جنین کا ارتقاء اور جینیات جیسے موضوعات پر محیط ہیں۔

۱۴۳۸ سال قبل جبکہ علم تشریح الاعضاء (Anatomy) اور علم جنین (Embryology) کے بارے میں انسانی علم بہت محدود تھا اور اس وقت قرآن ایسے علوم کی پردہ کشائی کر رہا تھا جسے آنے والے وقتوں میں دریافت کیا جانا تھا۔

دو سال قبل پیرس میں ایک کتاب "Bible, Quran and Science" آئی ہے جو ایک مشہور سرجن بکائی کی تصنیف ہے۔ بکائی کو بچوں کی ولادت کے علم سے دلچسپی ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ علم جنین کے متعلق جو تفصیلات قرآن مجید نے دی ہیں' ان کا علم نہ یونان کے مشہور قدیم اطباء کو تھا اور نہ زمانہ حال کے یورپی لوگوں کو ہے' جنہوں نے سالہا سال تک اس موضوع پر ریسرچ کی۔ لیکن اب سے چودہ سو سال قبل' ایک بدوی اس کا ذکر کرتا ہے' تو یقیناً یہ انسان کا کلام نہیں ہونا چاہیے۔ قرآن کی اسی بات سے متاثر ہو کر اب سے دو ماہ پہلے بکائی نے اپنے مسلمان ہونے کا بھی اعلان کر دیا ہے۔ [1]

ڈاکٹر موریس بکائی کو اتفاقاً قرآن کا ایک انگریزی ترجمہ مل گیا' انہوں نے اس کی ورق گردانی کی تو انہیں اس میں سائنسی نوعیت کے بعض بیانات نظر آئے۔ چونکہ ان کا تعلق میڈیکل سائنس اور تحقیق کے ساتھ تھا اس لیے انہوں نے زیادہ دلچسپی کے ساتھ قرآن کو پڑھنا شروع کر دیا۔ ساتھ ہی انہوں نے انجیل میں موجود سائنسی بیانات کا مطالعہ کیا اور پھر ان دونوں کتابوں میں موجود ان بیانات کا تقابلی جائزہ بھی لیا۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے خالص سائنسی معیار سے کام لیا اور خالص معروضی (Objective) رویہ اپنایا۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ قرآن میں موجود تمام سائنسی بیانات حقائق پر مبنی ہیں جبکہ انجیل میں موجود سائنسی بیانات اغلاط سے پُر ہیں۔ انہوں نے ان نتائج پر مشتمل کتاب "The Bible, The Qur'an and Science" لکھی جس کے عربی' اردو' ہندی' بنگالی اور دنیا کی دوسری زبانوں

[1] ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی بہترین تحریریں' سید قاسم محمود ص ۱۸۲ الفیصل بکس لاہور ۲۰۱۱ء

میں ترجمے بھی ہوئے۔

ڈاکٹر موریس لکھتے ہیں:

The above observation (his own thesis) makes the hypothesis advanced by those who see Muhammad as the author of the Qura'an untenable. How could a man, from being illiterate, become the most important author, in terms of literary merits, in the whole of Arabic literature? How could he then pronounce truths of a scientific nature that no other human being could possibly have developed at that time, and all this without once making the slighterst error in his pronouncements on the subject? [1]

مذکورہ بالا مشاہدات (ڈاکٹر بکائی کی اپنی کتاب و تحقیق) سے اس نظریہ کی تکذیب ہو سکے گی کہ قرآن محمد (ﷺ) کی تصنیف ہے۔ یہ بات کیونکر ممکن ہے کہ ایک اُمی شخص عربی ادب کی بلند پایہ تصنیف کا مصنف ہو؟ وہ صدیوں پہلے ایسے سائنسی حقائق کی پردہ کشائی کیونکر کر سکتا ہے جس سے اس دور کا انسان نابلد تھا' ایک ایسا اعلان جس میں غلطی کا شائبہ تک نہ ہو۔

چونکہ سائنس ہماری اس کتاب کا بنیادی موضوع نہیں ہے' لیکن میں نے مناسب سمجھا کہ ان قرآنی سائنسی انکشافات میں سے کم از کم ایک کا انتخاب کر کے یہاں اس کا ذکر کر دیا جائے' ہمارا انتخاب علم جنینیات (Embryology) سے متعلق قرآنی بیانات (انکشافات) ہیں۔

تاریخی تمہید

سولہویں صدی عیسوی تک مغرب سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر یہ یقین کرتے تھے کہ انسانی وجود کی ابتدا کلی طور پر مردانہ منی سے ہوتی ہے۔ ان کا نقطۂ نظر تھا کہ مردانہ مادۂ منویہ میں ایک انتہائی چھوٹا' مگر مکمل انسانی وجود ہوتا ہے اور جب وہ رحم مادر میں جگہ پاتا ہے تو اس کی نشوونما ہوتی ہے۔ سترہویں اور اٹھارہویں صدی میں یہ نظریہ تبدیل ہو گیا اور کہا گیا کہ یہ ابتدائی انسانی وجود دراصل حیض (Menstrual) خون کے جمنے سے وجود پاتا ہے جبکہ مردانہ منی اس عمل میں مہمیز کا کام دیتی ہے۔ ۱۷۷۵ء میں یہ نظریہ تبدیل ہوا جب اٹلی سے تعلق رکھنے

[1] "The Bible, the Qur'an and Science", Dr. Maurice Bucaille, P 132, Tehrike Tarsile Qur'an Inc. New York. 2014

والے سائنسدان اسپالانزی (Spalanzi) نے دریافت کیا کہ انسانی جنین (Embryo) کی تشکیل کے لیے مردانہ مادہ منی (Semen) اور زنانہ بیضہ (Ovum) دونوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ زمانہ جدید میں برقی خوردبین (Electron Microscope) کی ایجاد سے پہلے تک سائنسدانوں کو تولید (Genes) 'لونیہ (Chromosomes) اور رحم مادر میں انسانی جنین کے ارتقائی مراحل کا کوئی علم نہ تھا۔

رحم مادر میں انسانی تخلیق کے متعلق قرآن فرماتا ہے:

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ (العلق:٢)

آدمی کو خون کی پھٹک (لوتھڑے) سے بنایا۝

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۚ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۝ (المومنون:١٤)

پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو خون کی پھٹک (لوتھڑا) کیا' پھر خون کی پھٹک کو گوشت کی بوٹی' پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں' پھر ان ہڈیوں پر گوشت پہنایا' پھر اُسے اور صورت میں اٹھان دی تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا۝

يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ ۚ (الزمر:٦)

وہ تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تین تاریکیوں میں تم کو پیدا کرتا ہے' ایک پیدائش کے بعد دوسری پیدائش۔

نطفہ

حضرت عبداللہ بن مسعود t بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب نطفہ پر بیالیس راتیں گزر جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجتا ہے' پھر اس کی تصویر بناتا ہے اور اس میں اس کی سماعت' اس کی بصارت' اس کی کھال' اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں پیدا فرماتا ہے' پھر فرشتہ پوچھتا ہے: اے میرے رب! یہ مذکر ہے یا مؤنث؟ پھر تمہارا رب جو چاہتا ہے فیصلہ فرماتا ہے اور فرشتہ اس کو لکھ دیتا ہے' پھر فرشتہ پوچھتا ہے: اے میرے رب! اس کی زندگی کتنی ہے؟ پس تمہارا رب جو چاہتا ہے فرماتا ہے اور فرشتہ اس کو لکھ دیتا ہے' پھر فرشتہ پوچھتا ہے: اے میرے رب! اس کا رزق کتنا ہے؟ پھر تمہارا رب جو

چاہتا ہے وہ فیصلہ فرماتا ہے اور فرشتہ اس کو لکھ دیتا ہے' پھر فرشتہ اس صحیفہ کو لے کر نکل جاتا ہے' پس اللہ کے حکم پر کوئی زیادتی ہوتی ہے نہ کمی۔[1]

آیت مذکورہ میں انسانی جنین کی تشکیل کے مراحل بیان کیے گئے ہیں' جن کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے:

مرحلہ اوّل : نطفہ

مرحلہ دوئم : علقہ

مرحلہ سوئم : مضغۃ

مرحلہ چہارم : ہڈیوں کی تشکیل

مرحلہ پنجم : ہڈیوں پر گوشت کا بننا

عربی زبان میں لفظ "علقہ" کے تین معنی مذکور ہیں:

(۱) جونک (Leech)

(۲) معلق شے (Suspended thing)

(۳) خون کا لوتھڑا (Blood Clot)[2]

علقہ کے مرحلے کو قرآن نے جونک سے تشبیہ دی ہے۔ ہم حقیقتاً ایسا ہی پاتے ہیں جب جنین رحم مادر (Endometrium) کی دیوار سے چمٹ جاتا ہے۔[3] اس مرحلہ پر جنین (Embryo) اپنی غذائی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ماں کے خون پر انحصار کرتا ہے' یہی یکسانیت جونک میں بھی پائی جاتی ہے جو اپنی بقاء کے لیے دوسروں کے خون پر انحصار کرتا ہے۔

علقہ کا دوسرا مفہوم معلق سے ہے۔ اس مرحلہ پر جنین کا رحم مادر میں معلق ہونا "The Developing Human" نامی کتاب میں دی گئی تصویری تشریح میں دیکھا جا سکتا ہے۔[4]

علقہ کا تیسرا مفہوم خون کا لوتھڑا ہے۔ اس مرحلہ کے انسانی جنین کی مثل بہت کو بھی ان

---

[1] صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۲۶۴۵

[2] "The Qur'an: An Encyclopedia", Sahin H., "Alaq", P.27, O.Leaman, Routledge. 2006

[3] "The Developing Human", Moore and Persaud, 5th Edition, P.8

[4] ایضاً' ص ۶۲

نقشوں میں دیکھا جا سکتا ہے جو کہ اس مرحلہ پر جنین میں موجود خون کی بڑی مقدار کی وجہ سے ہے۔ یاد رہنا چاہیے کہ اس مرحلہ پر جنین میں خون تو موجود ہوتا ہے' مگر دوران خون (Blood Circulation) تشکیل نہیں پاتا ہے۔ [1]

آیت میں موجود اگلا مرحلہ "مضغۃ" ہے جس کے معنی: چبائی ہوئی شے (Chewed Substance) کے ہیں۔ اگر کوئی شخص ببل گم کو اپنے منہ میں چبا کر نکالے تو اس کی شکل مضغۃ کے مرحلے کے جنین سے بالکل مشابہ ہو گی۔ [2]

درج بالا تفصیلات صاحب قرآن حضرت محمد ﷺ کے منفرد اور ممتاز ہونے پر دلالت کرتی ہیں' جس نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے اپنے اوپر نازل ہونے والے قرآن کے ذریعہ ایسے سائنسی حقائق سے پردہ اٹھایا جنہیں سائنس نے آخری چند صدیوں میں ہی جانا ہے۔

پروفیسر کیتھ مور (Keith L. Moore) جو کہ علم الاعضاء (Anatomy) اور علم جنین (Embryology) کے ماہر اور کتاب "The Developing Human" کے مصنف ہیں نے ۱۹۸۱ء میں سعودی عرب کے شہر دمام میں منعقدہ "Seventh Medical Conference" میں خطاب کرتے ہوئے کہا:

It has been a great pleasure for me to help clarify statements in the Qur'an about human development. It is clear to me that these statements must have come to Muhammad from God, because almost all of this knowledge was not discovered until many centuries later. This proves to me that Muhammad must have been a messenger of God. [3]

میرے لیے یہ انتہائی خوشی کا موقع ہے کہ مجھے انسانی جنین کے بارے میں قرآن میں موجود بعض بیانات کی وضاحت کا موقع ملا ہے۔ مجھ پر یہ بات واضح ہے کہ محمد (ﷺ) کے یہ بیانات رب کی طرف سے نازل کردہ ہیں' کیونکہ یہ تمام حقائق (سائنسی ترقی کی وجہ سے) صدیوں بعد دریافت ہوئے ہیں' جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ محمد (ﷺ) رب

---

[1] ایضاً' ص ۶۵

[2] ایضاً' ص ۸۲' ۷۹

[3] A Brief Illustrated Guide to Understanding Islam, Darussalam, P.10, Houston, USA:1997

کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔

دو سمندروں کا ملنا اور خلط ملط نہ ہونا

قرآن کریم نے چودہ سو سال پہلے یہ انکشاف کیا کہ جب دو سمندر باہم ملتے ہیں تو وہ خلط ملط نہیں ہوتے ہیں' بلکہ ان کے درمیان حجاب برقرار رہتا ہے۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿١٩﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿٢٠﴾ (الرحمن:۱۹'۲۰)

اس نے (تلخ اور شیریں) دو سمندر رواں کر دیئے جو ایک دوسرے سے (بہ ظاہر) ملے ہوئے ہیں ﴿١٩﴾ ان کے درمیان ایک حجاب ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے ﴿٢٠﴾

جدید سائنس نے اس حقیقت کو مانا کہ جن مقامات پر دو سمندر باہم ملتے ہیں تو ان پانیوں کے درمیان ایک پردہ حائل رہتا ہے۔ دو سمندروں کے پانی کا درجہ حرارت' نمکینی اور کثافت ایک دوسرے سے جدا ہوتی ہیں۔ مثلاً بحیرۂ روم کا پانی گرم' نمکین اور کم کثیف ہے جبکہ بحر اوقیانوس کے پانی کی کیفیات اس سے مختلف ہیں۔ جب بحیرۂ روم کا پانی' آبنائے جبل الطارق یا جبرالٹر کی زیر آب کوہان سے گزر کر بحر اوقیانوس میں داخل ہوتا ہے' تو کئی سو کلو میٹر تک تقریباً ۱۰۰۰ میٹر کی گہرائی میں اس طرح بہتا چلا جاتا ہے کہ اس کی گرم' نمکین اور کم کثیف ہونے کی خصوصیات برقرار رہتی ہیں۔ اس گہرائی میں بحیرۂ روم کا پانی اپنا دھارا قائم رکھتا ہے۔

مشرق سے بحیرۂ روم کا پانی جب آبنائے جبرالٹر کی کوہان سے بحر اوقیانوس میں اترتا ہے اس وقت اس کا درجہ حرارت ۱۱.۵ سینٹی گریڈ اور نمکینی ۳۶.۵ اجزائی ہزار سے زیادہ ہوتا ہے جبکہ اس کے اوپر اور نیچے کا بحر اوقیانوس کا پانی نسبتاً ٹھنڈا یعنی ۱۰ سینٹی گریڈ درجہ حرارت رکھتا ہے۔ درجۂ حرارت میں یہ فرق کینری (Canary) کی سرد رو کے باعث ہوتا ہے جو بحر اوقیانوس میں شمال سے جنوب مغرب کو بہتی ہے۔ بحیرۂ روم کے دھارے کے اوپر اور نیچے بحر اوقیانوس کے پانی کی نمکینی ۳۶ اجزائی ہزار سے قدرے کم ہوتی ہے جبکہ اندر کا تناسب ۳۶.۵ اجزائی ہزار سے قدرے زیادہ ہوتا ہے۔ نمکینی کے اس فرق کی وجہ سے بحیرۂ روم کا پانی بحر اوقیانوس کی نسبت زیادہ کڑوا ہے۔

اگرچہ ان سمندروں میں بڑی بڑی موجیں' طاقتور رویں اور مدوجزر کی لہریں اٹھتی ہیں'

سمندر کے پانی سینکڑوں کلومیٹر تک خلط ملط نہیں ہوتے اور بیچ میں حائل غیر مرئی پردے کو نہیں توڑتے۔ چنانچہ قرآن مجید بیان کرتا ہے کہ دو سمندر جو ملتے ہیں ان کے مابین ایک برزخ یا پردہ (Barrier) ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے۔

لیکن جب قرآن کریم تازہ اور نمکین پانی کے مابین پردے کی بات کرتا ہے تو ایک مضبوط آڑ کا ذکر کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا ﴿٥٣﴾ (الفرقان: ۵۳)

اور وہی ہے جس نے دو سمندر باہم ملا دیئے ہیں ادھر میٹھا اور مزیدار اور ادھر کھاری اور کڑوا اس نے ان کے درمیان ایک پردہ اور ایک مضبوط آڑ رکھی ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب قرآن نے تازہ اور نمکین پانی کے مابین پردے کی بات کی تو ''مضبوط آڑ'' کا ذکر کیوں کیا جبکہ دو سمندروں کے مابین پردے کی بات کرتے ہوئے آڑ کا ذکر نہیں کیا؟

جدید سائنس نے دریافت کیا کہ وہ کھاڑی جہاں دریا کا تازہ پانی اور نمکین سمندری پانی ملتے ہیں اس کی صورت حال اس مقام سے مختلف ہوتی ہے جہاں دو سمندر ملتے ہیں۔ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ کھاڑیوں میں جو چیز تازہ پانی کو نمکین پانی سے ممیز کرتی ہے وہ ایک کثافتی زون (Pycnocline Zone) ہے جس کی نمایاں کثافت دونوں تہوں کو ایک دوسری سے الگ کر دیتی ہے (Oceanography, Gross, P.242)۔ دونوں آبی تہوں کو علیحدہ کرنے والے اس زون کی نمکینی اور تازہ دریائی پانی اور نمکین سمندری پانی سے مختلف ہوتی ہے۔

یہ معلومات حال ہی میں دریافت ہوئی ہیں اور اس کے لیے درجۂ حرارت، نمکینی، کثافت، آکسیجن کی غیر حل پذیری وغیرہ ناپنے کے ترقی یافتہ آلات استعمال کیے گئے ہیں۔ انسانی آنکھ باہم ملنے والے دو سمندروں کے مابین فرق کو نہیں دیکھ سکتی، بلکہ دونوں سمندر ہمیں ایک متجانس (Homogenous) سمندر نظر آتے ہیں۔ اسی طرح انسانی آنکھ کھاڑیوں میں تین اقسام کی آبی تقسیم، یعنی تازہ پانی، نمکین پانی اور انہیں علیحدہ کرنے والی پٹی کو الگ الگ نہیں دیکھ سکتی۔

سورۃ الرحمٰن کی آیات ۱۹' ۲۰ میں "بحرین" یعنی دو سمندروں کے متعلق بیان کردہ کیفیت دریاؤں کے سنگم پر بھی ملاحظہ کی جا سکتی ہے' مثلاً دریائے نیل ابیض اور دریائے نیل ازرق جب خرطوم کے مقام پر ملتے ہیں' تو ان دونوں کے دھارے بہت دور تک الگ الگ بہتے چلے جاتے ہیں اور دیکھنے والا صاف دیکھ سکتا ہے کہ نیل ابیض کا سفید دھارا اور نیل ازرق کا گدلا دھارا باہم ملنے کے باوجود الگ الگ بہہ رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نیل ازرق' ایتھوپیا کی پہاڑی ڈھلانوں سے اپنے ساتھ خاصی گاد بہا کر لاتا ہے۔ اسی لیے اسے ازرق یا نیلا (Blue) کہتے ہیں۔ اس کے برعکس نیل ابیض جھیل وکٹوریہ اور جھیل ابرٹ وغیرہ کا نسبتاً صاف پانی لاتا ہے' اس لیے اسے ابیض (White) کہا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ عربی میں بحر کے معنی: سمندر بھی ہیں اور دریا بھی۔ اسی لیے دریائے نیل کو عربی میں نھر النیل یا بحر النیل کہتے ہیں۔ اسی طرح فارسی میں سمندر کو "دریا" بھی کہا جاتا ہے۔

یہ بات سبھی مورخ جانتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے پوری زندگی میں سمندر کا سفر نہیں کیا۔ پھر وہ کون سی ہستی تھی جس نے آپ ﷺ کو یہ بات بتائی؟ اگر برائے بحث یہ بات مان بھی لی جائے کہ عرب کے عام لوگوں کو یہ بات معلوم تھی تو بھی یہ سوال باقی رہتا ہے کہ ان نہروں کے آپس میں نہ ملنے کی وجہ اس وقت تک کسی عرب کو معلوم نہ تھی' کسی عرب کو تو کجا کسی بھی انسان کو معلوم نہ تھی۔ [1]

فرانسیسی سائنسدان کوسٹیو (Costeau) جو سمندری تحقیقات میں عالمی شہرت رکھتے ہیں' نے یہ دریافت کیا کہ بحیرۂ روم اور بحر اوقیانوس کیمیاوی اور حیاتیت کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور ان کے ملنے کے مقام پر بھی یہ ایک دوسرے سے خلط ملط نہیں ہوتے اور جبل الطارق (جبرالٹر) کی باڑھ دونوں کو الگ کرتی ہے۔ اس تحقیق کے بعد جب کوسٹیو کو ان قرآنی آیات کا علم ہوا تو وہ قرآن مجید کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے مسلمان ہو گیا۔ [2]

---

[1] اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات آئی۔ اے۔ ابراہیم و محسن فارانی' ص ۷۵-۷۹' دارالسلام' ریاض' سعودی عرب' ۲۰۰۷ء

[2] تبیان القرآن' غلام رسول سعیدی' مقدمہ' ص ۶۵' فرید بک سٹال لاہور' ۲۰۰۳ء

قرآن مجید کا امتحان (Test)

شیخ احمد دیدات لکھتے ہیں کہ بیسویں صدی میں جب آئن سٹائن نے ایک نیا نظریہ پیش کیا' تو ساتھ ہی اس نے تین "Filisification test" بھی پیش کر دیئے کہ اگر میرا نظریہ درست نہیں ہے تو ان تین طریقوں سے اس نظریے کو غلط ثابت کر دیا جائے۔ یعنی یہ تین امتحان ایسے ہیں جن سے نظریے کے درست یا غلط ہونے کا پتہ چلایا جا سکتا ہے۔ سائنسدانوں نے چھ برس تک غور و فکر کرنے کے بعد تسلیم کیا کہ ہاں البرٹ آئن سٹائن کا نظریہ درست ہے۔ اس طرح یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ کوئی عظیم شخصیت ہے' لیکن یہ ضرور ثابت ہو جاتا ہے کہ نظریہ قابل غور و قابل توجہ ہے۔

قرآن مجید کے معاملے میں ایسے متعدد تردیدی امتحان (Falsification test) موجود ہیں۔ اگر آئندہ آپ کی کسی سے مذہب کے بارے میں گفتگو ہو تو ایک سوال ضرور کریں کہ کیا اُس کے پاس کوئی ایسا امتحان ہے جس کی مدد سے اس کے مذہب کو غلط ثابت کیا جا سکتا ہو؟

قرآن مجید میں ''اللھب'' نام کی ایک پوری سورۃ موجود ہے۔ اس سورۃ میں فرمایا گیا ہے کہ ابولہب اور اس کی بیوی کو ان کے اعمال کے سبب جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالا جائے گا۔ گویا بالواسطہ طور پر یہ کہہ دیا گیا ہے کہ وہ کبھی مسلمان نہیں ہوگا' کافر ہی رہے گا۔

یہ سورت ابولہب کی موت سے کوئی دس برس پہلے نازل ہوئی تھی یعنی اس سورۃ کے نازل ہونے کے بعد دس سال تک ابولہب زندہ رہا۔ اس عرصے میں ابولہب کے دوستوں میں سے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے' جو اس کی طرح اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے مخالف تھے۔ چونکہ ابولہب رسول اللہ ﷺ کی ہر بات کی مخالفت کرتا تھا اور ہر بات کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ لہٰذا اسے صرف اتنا ہی کرنا تھا کہ اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیتا۔ اسے اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کی ضرورت نہ تھی' مسلمانوں والی عادات اپنانا لازم نہ تھا۔ وہ صرف قبولِ اسلام کا اعلان کر کے رسول اللہ ﷺ کو غلط ثابت کر سکتا تھا۔ وہ دعویٰ کرتا کہ میں مسلمان ہوں تو اس طرح وہ قرآن مجید کو غلط قرار دے سکتا تھا۔ یہ کام اس کے لیے انتہائی آسان تھا۔ وہ پہلے بھی کذب بیانی سے کام لیتا تھا۔ ایک اضافی جھوٹ ہی تو بولنا تھا۔

یہ ایسے ہی تھا جیسے رسول اللہ ﷺ اسے خود دعوت دے رہے ہوں کہ تم میرے دشمن ہو'

مجھے غلط ثابت کرنا چاہتے ہو تو آؤ اسلام قبول کرنے کا اعلان کرو اور مجھے غلط ثابت کرو' یہ کام انتہائی آسان تھا' لیکن وہ نہیں کر پایا۔ یہ بات واضح ہے کہ کوئی انسان اپنی کتاب میں ایسا دعویٰ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ یہ یقیناً کلام خداوندی ہی ہے۔ [1]

مندرجہ بالا پیشین گوئیاں وہ ہیں جو سب کی سب پوری ہوئیں۔ یہ پیشین گوئیاں قرآن میں بیان کردہ پیشین گوئیوں میں سے چند ہیں جو نمونے کے طور پر پیش کی گئی ہیں' کیونکہ ہماری کتاب کا اصل موضوع یہ نہیں ہے۔ ایسی پیشین گوئیوں کی بھی فہرست ہے جو ابھی پوری نہیں ہوئی ہیں' بلکہ قرب قیامت اور روز قیامت کو پوری ہونے والی ہیں۔ مثلاً یاجوج ماجوج کی آمد' دابۃ الارض کا ظاہر ہونا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد' صور کا پھونکا جانا' آسمانوں کا پھٹنا' پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہونا' زمین کا چکنا چور ہونا' مُردوں کا زندہ ہونا' ہاتھ پاؤں کا گواہی دینا' اعمال کا میزان پر وزن کیا جانا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام محمود پر فائز ہونا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شفاعت فرمانا شامل ہیں۔

تدوین قرآن اور کمال احتیاط

قرآن سے قبل نازل ہونے والی آسمانی کتابیں خواہ توریت ہو' زبور ہو یا انجیل سب ہی مخصوص زمانے اور محدود مدت کے لیے تھیں' اس لیے ان کا ہمیشہ کے لیے محفوظ رہنا اہم نہیں تھا۔ لیکن قرآن چونکہ تمام سابقہ کتابوں (Revealations) کا مجموعہ ہے اور اسے آخری کتاب ہونے کے ناطے آنے والے ہر زمانے' بلکہ قیامت کے برپا ہونے تک کے لیے موجود رہنا تھا اس لیے اس کا محفوظ رہنا ضروری تھا۔

رب کائنات نے چاہا کہ یہ آخری کتاب اپنی اصل حالت میں اور صحت کے ساتھ روز قیامت تک محفوظ رہے' جس کا ذمہ اس نے خود ہی یہ کہہ کر لیا کہ اسے ہم نے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ پھر اس نے اس کی حفاظت کے ایسے اسباب مہیا کیے جو کسی اور کتاب کے لیے فراہم نہیں کیے گئے تھے۔

تمام آسمانی کتب کے درمیان قرآن ایک منفرد اور جداگانہ حیثیت کی حامل کتاب ہے۔ کیونکہ قرآن کی ریکارڈنگ' اس کا حفظ کرنا اور اسے قرطاس وقلم کے ذریعہ محفوظ کرنے کا عمل نہ

---

[1] یہودیت' عیسائیت اور اسلام' شیخ احمد دیدات' ص ۵۸۳-۵۸۵' عبداللہ اکیڈمی لاہور' ۲۰۱۰ء

صرف یکتا اور بے مثال ہے' بلکہ ناقابل یقین حد تک حیران کن ہے۔

عرب میں عام طور پر لکھنے پڑھنے کا رواج نہ تھا۔ قرآن پاک میں نبی اُمّی کا جو لفظ آیا ہے اس کی ایک تعبیر اور تشریح یہ بھی کی گئی ہے (اور آپ ﷺ کا یہ لقب اس وجہ سے ہے) کہ آپ ﷺ امیین کی جماعت کے طرف مبعوث کیے گئے تھے۔ بلاذری نے ایک روایت نقل کی ہے کہ ظہور اسلام کے وقت قبیلہ قریش میں صرف سترہ ایسے اشخاص تھے جو لکھنا جانتے تھے: عمر بن خطاب' علی بن ابی طالب' عثمان بن عفان' ابوعبیدہ بن الجراح' طلحہ' یزید بن سفیان' ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ' حاطب بن عمرو برادر سہیل بن عمرو عامری' ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی' ابان بن سعید بن عاص بن امیہ' خالد بن سعید برادر ابان' عبداللہ بن سعد بن ابی سرح عامری' حویطب بن عبدالعزیٰ عامری' ابوسفیان بن حرب بن امیہ' معاویہ بن ابی سفیان' جہم بن صلت بن مخرمہ بن مطلب بن عبد مناف' علاء بن حضرمی (حلیف قریش)۔

اس کے بعد بلاذری ایک ایسی قریشی خاتون کا ذکر بھی کرتا ہے جو دورِ جاہلیت میں ظہور اسلام کے وقت قراءت و کتابت سے آشنا تھی وہ (الشفا) بنت عبداللہ عدوی ہے۔ اس نے اسلام قبول کیا اور مہاجرین اولین میں سے تھی۔ بلاذری نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ الشفا ؓ نے حضرت حفصہ ؓ (زوجۃ النبی ﷺ) کو بھی کتابت سکھلائی تھی۔ [1]

اسی طرح ابن عبدالبر نے ''استیعاب'' کی پہلی جلد ص ۲۶ میں ایسے چوبیس لوگوں کے نام لکھے ہیں جن سے رسول خدا ﷺ لکھنے پڑھنے کا کام لیتے تھے: ابی بن کعب' زید بن ثابت' عبداللہ بن سعد' ابوبکر' عمر' عثمان' علی' زبیر بن العوام' خالد' آبان' سعید' حنظلہ' علاء' خالد بن ولید' عبداللہ بن رواحہ' محمد بن مسلمہ' عبداللہ بن عبداللہ بن سلول' مغیرہ بن شعبہ' عمرو بن العاص' معاویہ بن سفیان' جہیم بن الصلت' معیقیب بن فاطمہ' شرجیل بن حسنہ' عبداللہ بن ارقم الزہری۔ [2]

بعدازاں جب حضور ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔ جنگ بدر کے ایسے قیدی جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے کو اس شرط پر رہائی کا پروانہ مل گیا کہ وہ مدینہ منورہ کے دس

---

[1] نقوش' رسول نمبر' ج ۷' ص ۲۵۰۷' ادارۂ فروغ اردو' لاہور' ۱۹۸۳ء

[2] تاریخ القرآن' مفتی عبداللطیف رحمانی' ص ۵۹' حضرت شاہ ابوالخیر اکادمی' دہلی' ۱۹۸۳ء

افراد کو لکھنا پڑھنا سکھادیں۔ آپ ﷺ کے صحابہ میں جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے ان میں سے ۴۱ کے نام تاریخ سے ہمیں معلوم ہوئے ہیں:

(۱) حنظلہ بن ربیع (۲) عمرو بن رافع (۳) رافع بن مالک (۴) سعد بن عبادہ (۵) اسید بن حضیر (۶) منذر بن عمرو (۷) اوس بن خولی (۸) عبداللہ بن زید (۹) شہر بن سعد (۱۰) عبداللہ بن رواحہ (۱۱) سعد بن الربیع (۱۲) ابوعبس بن جبر (۱۳) عبدالرحمن (۱۴) ابو یونس مولیٰ عائشہ r (۱۵) عبدالرحمن بن حر بن عمرو بن زید (۱۶) عبداللہ بن سعید بن العاص (۱۷) نافع بن طریب بن عمرو بن نوفل (۱۸) ناجیۃ الطفاوی (۱۹) ابی بن کعب (۲۰) زید بن ثابت (۲۱) عبداللہ بن سعد بن ابی سرح (۲۲) ابوبکر (۲۳) عمر (۲۴) عثمان (۲۵) علی t (۲۶) زبیر بن العوام (۲۷) خالد بن سعید بن العاص (۲۸) ابان (۲۹) سعد بن العاص (۳۰) حنظلۃ الاسدی (۳۱) علاء بن الحضرمی (۳۲) خالد بن ولید (۳۳) محمد بن مسلمہ (۳۴) عبداللہ بن عبداللہ بن ابی سلول (۳۵) مغیرۃ بن شعبہ (۳۶) عمرو بن العاص (۳۷) معاویہ بن ابی سفیان (۳۸) جہیم بن الصلت (۳۹) معیقیب بن فاطمہ (۴۰) عبداللہ بن ارقم زہری (۴۱) شرحبیل بن حسنہ۔ [1]

قرآن کو حفظ کرنا ئی و منفرد روایت' حفاظت قرآن کی اولین تدبیر

چونکہ قرآن پاک کا نزول یک بارگی نہیں ہوا تھا' بلکہ آپ ﷺ کے اعلان نبوت سے لے کر آپ ﷺ کے وصال تک کے ۲۳ سالہ دور میں جستہ جستہ ہوا تھا۔ اس پورے عرصہ میں قرآن پاک کے نزول کا سلسلہ جاری (On going) تھا' اس لیے آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں یہ بات (Technically) ممکن نہ تھی کہ اس صحیفہ کو کتابی شکل دی جاتی۔ لہٰذا اس مرحلہ پر حفاظت قرآن کے لیے قرطاس و قلم سے زیادہ حفاظ کے سینوں کو منتخب کیا گیا۔ اس وقت تک عرب میں نہ تو کوئی اشاعتی ادارہ (Printing Press) تھا اور نہ ہی کاغذ عام ہوا تھا۔

ابتداءً جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ ﷺ اسے یاد کرنے کی غرض سے دہرانے میں عجلت فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝ (القیمۃ: ۱۶-۱۷)

---

[1] تاریخ القرآن' مفتی عبداللطیف رحمانی' ص ۲۶-۲۷' حضرت شاہ ابوالخیر اکادمی' دہلی' ۱۹۸۳ء

(اے پیغمبر!) تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو○ بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے○

گویا رب العزت نے آپ ﷺ کو قرآن یاد کرانے کا ذمہ اپنے کرم پر لے لیا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا' جو کچھ آپ ﷺ کے قلب اطہر پر اترتا تھا وہ پوری صحت کے ساتھ آپ ﷺ کو یاد ہو جاتا تھا۔

قرآن پاک کو سیکھنا اور اسے حفظ کرنا صحابہ کرام کی جماعت کو بے حد محبوب و مرغوب تھا۔ وہ اسے یاد کرنے کے لیے خصوصی محنت اور مسابقت فرماتے تھے۔ انہوں نے اس مقصد کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ یہاں تک دیکھا گیا کہ خواتین نے اپنے ہونے والے شوہر سے حق مہر (Dower) کے لیے کسی مادی شے کی بجائے یہ مطالبہ کیا کہ وہ قرآن حفظ کریں۔ [1] اسی غیر معمولی جذبہ کا نتیجہ تھا کہ ایک مختصر سے عرصہ میں صحابہ کی ایک ایسی جماعت تیار ہو گئی جو حافظ قرآن تھی۔

صحابہ کرام کے علاوہ صحابیات نے بھی قرآن پاک کو حفظ کیا۔ صحابیہ حضرت اُم ورقہ بن نوفل کے حافظ قرآن ہونے کی تصدیق علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی کی ہے:

مجھ کو ایک انصاری بی بی کا بھی پتہ لگا جو صحابیہ تھی اور انہوں نے قرآن کو تمام حفظ کیا تھا' مگر جن لوگوں نے حفاظت قرآن کا ذکر کیا ہے اُن میں سے ایک نے بھی اُن کا نام کہیں نہیں لیا۔ ابن سعد نے اپنی کتاب ''الطبقات'' میں روایت کی ہے: ہم کو فضل بن دکین نے اور اُس کو ولید بن عبداللہ بن جمیع نے یہ خبر دی کہ اُس سے اُس کی دادی نے اُم ورقہ بنت عبداللہ بن الحارث کا حال یوں سنایا کہ رسول اللہ ﷺ اُس کو دیکھنے کے لیے تشریف لاتے اور اُس کا نام ''شہیدہ'' رکھتے تھے۔ [2]

نمایاں حفاظ صحابہ کرام میں حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت طلحہ' حضرت سعد' حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت حذیفہ بن یمان' حضرت سالم مولی ابی حذیفہ' حضرت ابو ہریرہ' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت عمرو بن عاص'

---

[1] صحیح بخاری' ج ۷' ص ۲۰' رقم ۵۱۴۹

[2] الاتقان' جلال الدین سیوطی' ج ۱' ص ۱۸۷' مکتبہ العلم لاہور

حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت معاویہ، حضرت عبداللہ ابن زبیر، حضرت عبداللہ بن السائب، حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت اُم سلمہ، حضرت اُم ورقہ، حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابوحلیمہ معاذ، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابوالدرداء، حضرت مجمع بن جاریہ، حضرت مسلمہ بن مخلد، حضرت انس بن مالک، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت تمیم داری، حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت ابوزید y جیسے حضرات شامل تھے۔ [1]

چاروں خلفاء راشدین، حضرت عائشہ صدیقہ r اور کم و بیش چالیس دیگر نامور صحابہ نے آقا p کی زندگی مبارکہ میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ [2]

صحابیات میں حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت حفصہ، حضرت ام سلمہ اور ام ورقہ بن نوفل g کو مکمل قرآن حفظ تھا۔ [3]

صاحب قرآن (ﷺ) خود حافظ قرآن تھے۔ قرآن کو سننا اور سنانا دونوں ہی قرآن کے متن کو پوری صحت کے ساتھ محفوظ کرنے کے طریقوں میں شامل ہیں۔ اسلام نے قرآن کی حفاظت کا جو ادارہ (Institute) وضع کیا ہے ان میں اس عمل یعنی قرآن کے سننے اور سنانے کو کلیدی حیثیت حاصل رہی ہے۔ اس بات کا کس قدر اہتمام کیا گیا ہے، ذیل کے اقتباس سے آپ بہ خوبی اندازہ کر سکتے ہیں:

پھر حضرت جبریل امین ہر سال رمضان کی راتوں میں حضور ﷺ کے ساتھ نازل شدہ قرآن حکیم کا دور کرنے کے لیے نازل ہوتے۔ پہلے حضرت جبریل امین پڑھتے پھر حضور ﷺ اسی ترتیب سے پڑھتے جس ترتیب سے حضرت جبریل امین نے پڑھا ہوتا۔ یہ سلسلہ جاری رہا حتیٰ کہ وہ سال آ گیا جس میں حضور ﷺ نے اس دار فانی سے کوچ فرمایا۔ اس سال حضرت جبریل امین نے حضور ﷺ سے دو بار قرآن حکیم کا دور فرمایا۔ اس کے بعد حضور ﷺ صحابہ کرام کے سامنے قرآن حکیم کو اسی طرح پڑھتے جس طرح حضرت جبریل امین نے آپ کے سامنے پڑھا تھا۔ جب حضور ﷺ اپنے رفیق اعلیٰ کے حضور باریاب ہونے

---

[1] علوم القرآن، محمد تقی عثمانی، ص ۱۸۲۔۱۸۱، مکتبہ دارالعلوم کراچی، ۲۰۱۴ء بحوالہ النشر فی القرآت العشر، ج ۱، ص ۶

[2] سیرۃ الرسول، محمد طاہر القادری، ج ۳، ص ۲۶۲، منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۰۷ء

[3] آئینہ معلومات قرآن، نصرت علی اثیر، ص ۸۹، الفیصل، لاہور، ۲۰۱۵ء

کے لیے اس دنیا سے روانہ ہوئے تو قرآن حکیم مکمل طور پر محفوظ ہو چکا تھا۔ یہ کلام پاک آیات کی الہامی ترتیب کے ساتھ آپ کے صحابہ کرام کے سینوں میں محفوظ تھا اور اس کے تمام اجزا صحف کی شکل میں کتابت شدہ آپ کے کاشانہ اقدس میں محفوظ تھے البتہ اس وقت تک قرآن حکیم کو ایک مصحف (کتاب) کی شکل میں ابھی جمع نہیں کیا گیا تھا۔[۱]

یہ بات یاد رہنی چاہیے کہ ویسے تو نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں قرآن لکھا ہوا موجود تھا مگر چیدہ چیدہ یعنی پارچوں پر، پتوں پر اور ہڈیوں پر لیکن اس کی صورت کتابی نہیں تھی۔ قرآن کریم کو تحریری شکل دینے کا تذکرہ قرآن پاک کی سورۃ عبس میں آیا ہے۔ یاد رہنا چاہیے کہ یہ سورۃ مکی ہے اور غالباً ہجرت حبشہ سے پہلے کی ہے۔ ان آیات سے اس دور میں کتابت وحی کا اشارہ ملتا ہے اور اسے ضبط تحریر میں لانے اور اس کی حفاظت کی تدبیر و اہتمام کا ثبوت بھی:

كَلَّآ إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿١١﴾ فَمَن شَآءَ ذَكَرَهُۥ ﴿١٢﴾ فِى صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿١٣﴾ مَّرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍۭ ﴿١٤﴾ بِأَيْدِى سَفَرَةٍ ﴿١٥﴾ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ﴿١٦﴾ (العبس: ۱۱-۱۶)

ایسا ہرگز نہ ہو، بے شک یہ آیتیں نصیحت ہیں ○ تو جس نے چاہا اُس نے نصیحت پائی ○ صحیفوں میں جو باعزت ○ بلند رتبہ نہایت پاک ہیں ○ ہاتھوں سے لکھے ○ بزرگ نیک لکھنے والوں کے ○

کاتبین وحی فوری طور پر جن اشیاء پر وحی الٰہی کی کتابت کرتے تھے اس کی تفصیل یہ ہے:

(۱) الرقاع : کھال، کاغذ اور پتوں کے ٹکڑے
(۲) الاکتاف : اونٹ یا بکری کے شانے کی ہڈی
(۳) العسب : کھجور کے درخت کی شاخ کا چوڑا حصہ
(۴) اللخاف : پتھر کی تختیاں یا پتلے ٹکڑے
(۵) قطع الادیم : دباغت کی ہوئی کھال کے پتلے ٹکڑے
(۶) الاضلاع : اونٹ وغیرہ کی پسلی کی چوڑی ہڈیاں

---

[۱] ضیاء النبی، محمد کرم شاہ الازہری، ج ۶، ص ۵۷۳-۵۷۴، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، ۱۴۱۸ھ بحوالہ اصول الفقہ الاسلامی، ج ۱، ص ۹۳

(۷) الاقتاب : اونٹ کی کاٹھی کے پتے اور چوڑے تختے۔[1]

جیسا کہ عرض کیا گیا یہ وہ اشیاء تھیں جن پر نزول وحی کے فوراً بعد آیات قرآنی کی کتابت ہوئی تھی اس کے بعد رق' مہرق' کاغذ وغیرہ پر صحائف کی شکل میں صاف کیا جاتا اور چوبی فائیوں میں مصحف کی شکل میں محفوظ کر لیا جاتا۔[2]

حضور ﷺ نے نزول قرآن کے ابتدائی زمانے سے ہی نازل شدہ قرآن کو ضبط تحریر میں لانے کا سلسلہ شروع کروا دیا تھا۔ مکی زندگی میں اس بات کی کم از کم دو شہادتیں ملتی ہیں۔ پہلی شہادت حضرت عمر t کے ایمان لانے کے واقعہ سے متعلق ہے۔ حضرت عمر ایمان لانے والے چالیسویں شخص تھے۔ نبوت کا پانچواں سال تھا۔ ایک دن حضرت عمر اپنی تلوار لیے اس ارادے سے گھر سے نکلے کہ (نعوذ باللہ) رسول اللہ ﷺ کو قتل کر ڈالوں۔ راستے میں انہیں ایک رشتہ دار نعیم بن عبداللہ مل گیا جو اسلام تو قبول کر چکا تھا' لیکن اسے ظاہر نہیں کیا تھا۔ اس نے حضرت عمر سے پوچھا کہ یہ تلوار لیے کہاں جا رہے ہو؟ تو حضرت عمر نے اپنا ارادہ ظاہر کر دیا۔ اس نے حضرت عمر سے کہا کہ اپنے قبیلے کو بنی ہاشم کے قبیلے سے نبرد آزما کرنے سے پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ تمہاری بہن فاطمہ اور اس کا شوہر سعید بن زید بھی مسلمان ہو چکے ہیں۔ حضرت عمر سیدھے اپنی بہن فاطمہ کے گھر پہنچے۔ اندر سے تلاوت کی آواز آ رہی تھی۔ حضرت عمر اندر پہنچے اور بہن اور بہنوئی سے جھگڑا کیا' مارا پیٹا اور انہیں لہولہان کر دیا۔ حضرت عمر کے کہنے پر ان کی بہن وہ تحریر انہیں دکھانے پر آمادہ ہو گئیں۔ حضرت عمر کے غسل کرنے کے بعد قرآن کی چند سورتوں پر مشتمل وہ تحریر حضرت عمر نے پڑھی تو ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی بندھ گئی اور اس تحریر کی حقانیت سے متاثر ہو کر حضرت عمر مسلمان ہو گئے۔[3]

دوسرا واقعہ غالباً بیعت عقبہ ثانیہ سے متعلق ہے جب مدینہ سے کچھ لوگ آئے اور رسول اللہ ﷺ نے بنی زریق کے ایک شخص کو اس وقت تک نازل شدہ سورتوں کا مکمل مجموعہ حوالے

---

[1] جلال الدین سیوطی' الاتقان فی علوم القرآن' ج ۱' ص ۵۸۔ حافظ ابن ابی بکر بن ابی داؤد' کتاب المصاحف' ص ۷۔۸۔ ابن ندیم' کتاب الفہرست' ص ۳۶۔۳۷

[2] آخری پیغام' ڈاکٹر محمد مسعود احمد' ص ۴۹' عمر ہند پبلیکیشنز کراچی' ۱۹۹۸ء

[3] حیات محمد' محمد حسین ہیکل' ص ۱۸۱۔۱۸۲' ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور' ۱۹۹۰ء

کیا۔ یہ صحابی مدینہ لوٹ کر اپنے قبیلہ اور محلے کی مسجد میں روزانہ بہ آواز بلند ان سورتوں کو پڑھا کرتے تھے۔[1]

ہمارے بنیادی ماخذ (مثلاً صحیح بخاری' کتاب ۶۶' باب ۴' حدیث: ۲) میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ جب بھی کوئی وحی نازل ہوتی تو رسول اکرم ﷺ اپنے کسی کاتب صحابی کو بلا کر وہ آیات اسے لکھوا دیتے اور ساتھ ہی یہ وضاحت بھی فرما دیتے کہ ان آیات کو سابقہ مجموعے میں کس جگہ درج کرنا ہے۔

ذیل کے اقتباسات اس بات کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں کہ آپ ﷺ نے خود کتابت وحی کا اہتمام وانتظام فرمایا۔

حضور ﷺ نے قرآن حکیم کی کتابت کے لیے کاتبین وحی کی باقاعدہ ایک جماعت تیار کر رکھی تھی' جو اکابر صحابہ کرام پر مشتمل تھی۔ ان میں حضرت علی' حضرت معاویہ' حضرت ابی بن کعب اور حضرت زید بن ثابت y جیسے لوگ شامل تھے۔[2]

وہ صحابہ کرام جو سرکاری طور پر قرآن مجید لکھتے تھے جن کا لقب عرف عام میں کاتبان وحی ہے۔ یہ تقریباً ۵۰ تا ۷۰ حضرات تھے۔ ان میں خلفاء اربعہ کے علاوہ حضرت عبداللہ ابن مسعود' حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ' حضرت ابی ابن کعب اور حضرت زید بن ثابت y وغیرہ تھے۔[3]

رسول اللہ ﷺ وحی کے نازل ہونے کے فوراً بعد اسے بڑی احتیاط وحفاظت سے لکھوا دیا کرتے تھے۔ ان کاتبوں میں عبداللہ بن مسعود' زید بن ثابت' سالم بن معقل' معاذ بن جبل' ابی بن کعب' ابوزید بن السکن اور ابوالدرداء y مشہور ہیں۔[4]

زیادہ معروف کاتبان وحی صحابہ میں حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت ابی بن کعب' حضرت عبداللہ بن ابی سرح' حضرت زبیر بن عوام' حضرت خالد بن سعید بن العاص' حضرت ابان بن سعید بن العاص' حضرت حنظلہ ابن الربیع' حضرت معقیب

---

[1] خطبات بہاولپور' ڈاکٹر محمد حمیداللہ' ص ۲۶' بیکن بکس' لاہور' ۲۰۰۵ء

[2] ضیاء النبی' محمد کرم شاہ الازہری' ج ۶' ص ۵۸۱' ضیاء القرآن پبلیکیشنز' لاہور' ۱۴۱۸ھ

[3] محاضرات قرآنی' ڈاکٹر محمود احمد غازی' ص ۱۲۶' الفیصل' لاہور' ۲۰۰۹ء

[4] قرآن حکیم کے اردو تراجم' ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین' ص ۱۰' قدیمی کتب خانہ' کراچی

بن ابی فاطمہ' حضرت عبداللہ بن ارقم الزہری' حضرت شرجیل بن حسنہ' حضرت عبداللہ بن رواحہ' حضرت عامر بن فہیرہ' حضرت عمرو بن العاص' حضرت ثابت بن قیس بن شماس' حضرت مغیرہ بن شعبہ' حضرت خالد بن ولید' حضرت معاویہ بن ابی سفیان' حضرت زید بن ثابت y شامل ہیں۔[1]

مشہور محدث ابن سید الناس (المتوفی ۷۳۴ھ) نے اپنی کتاب "عیون الاثر" ج ۲' ص ۳۱۵۔۳۱۶ میں اڑتیس صحابہ کرام کی فہرست دی ہے جنہیں رسول اللہ ﷺ نے کتابت وحی کے کام پر مقرر فرمایا تھا۔[2]

حضور اکرم ﷺ نے نزول وحی کے ساتھ ساتھ وحی کی کتابت کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ وحی نازل ہونے کے فوراً بعد آپ لکھوا دیا کرتے تھے' چنانچہ جن صحابہ سے حضور ﷺ نے قرآنی آیات اور سورتوں کی کتابت کروائی ان کی تعداد ۴۰ سے زیادہ ہے۔ مندرجہ ذیل صحابہ قابل ذکر ہیں:

☆ حضرت ابوبکر صدیق t
☆ حضرت عمر فاروق t
☆ حضرت عثمان غنی t
☆ حضرت علی t
☆ حضرت زبیر بن العوام t
☆ حضرت سعد بن ابی وقاص t
☆ حضرت معاویہ بن ابی سفیان t
☆ حضرت زید بن ثابت t
☆ حضرت خالد بن ولید t
☆ حضرت عبداللہ بن رواحہ t
☆ حضرت عمرو بن العاص t

---

[1] زاد المعاد' ابن قیم' ج ۱' ص ۳۰' مطبعہ مصطفیٰ' مصر

[2] نقوش' رسول نمبر' ج ۱' ص ۳۶۹' ادارہ فروغ اردو' لاہور' ۱۹۸۲ء

☆ حضرت ابوایوب انصاری t
☆ حضرت حذیفہ بن الیمان t
☆ حضرت ابی بن کعب t
☆ حضرت طلحہ بن عبیداللہ t
☆ ثابت بن قیس بن شماس t
☆ خالد بن سعید بن العاص t
☆ ابوسفیان بن حرب t
☆ یزید بن ابی سفیان t
☆ شرجیل بن حسنہ t
☆ محمد بن مسلمہ انصاری t
☆ مغیرہ بن شعبہ t
☆ ارقم بن ابی ارقم مخزومی t
☆ عبداللہ بن زید بن عبدربہ انصاری t
☆ عبداللہ بن ارقم قرشی t [1]

مجلہ ''نقوش'' رسول نمبر کی جلد ے میں ایسے ۴۸ کاتبان وحی کے ناموں کی نہ صرف فہرست پیش کی گئی ہے بلکہ ان تمام کا تعارف اور حالات زندگی بھی درج کیے گئے ہیں جو کتابت وحی کا فریضہ انجام دیا کرتے تھے۔ وہ نام درج ذیل ہیں:

حضرت ابان بن سعید بن العاص t	سیدنا حضرت ابوایوب انصاری t
سیدنا حضرت ابوبکر صدیق t	حضرت ابوسفیان t
حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد t	حضرت ابی بن کعب t
حضرت ارقم بن ابی الارقم t	حضرت بریدہ بن الحصیب t
حضرت ثابت بن قیس t	حضرت جعفر t
حضرت جہم بن سعد t	حضرت جہیم بن الصلت t

---

[1] آخری پیغام، ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ص ۴۷۔۴۸، مسرہند پبلیکیشنز، کراچی، ۱۹۹۸ء

حضرت حاطب بن عمرو بن عبدالشمس t
حضرت حصین بن نمیر t
حضرت حویطب t بن عبدالعزی
حضرت خالد بن ولید t
حضرت زید بن ثابت t
سعید بن سعید بن العاص t
طلحہ بن عبیداللہ t
العباس t
عبداللہ بن ابی بکر صدیق t
عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ t
عبداللہ بن سعد بن ابی سرح t
عثمان بن عفان t
العلاء بن الحضرمی t
علی بن ابی طالب t
عمرو بن العاص القرشی السہمی t
معاذ بن جبل الخزرجی t
معیقیب بن ابی فاطمہ الدوسی t
نصرانی من الانصار t

حضرت حذیفہ بن الیمان t
حضرت حنظلہ بن الربیع t
حضرت خالد بن سعید بن العاص t
حضرت زبیر بن عوام t
السجل t
شرجیل بن حسنہ t
عامر بن فہیرہ t
عبداللہ بن الارقم t
عبداللہ بن خطل t
عبداللہ بن زید بن عبدربہ t
عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول t
عقبہ t
العلاء بن عقبہ t
عمر بن الخطاب t
محمد بن مسلمہ بن سلمہ t
معاویہ بن ابی سفیان t
المغیرۃ بن شعبہ بن ابی عامر الثقفی t
یزید بن ابی سفیان الاموی t

رسول اللہ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی تو کاتبانِ وحی میں سے کسی کو طلب فرماتے اور اسے وہ آیت (یا آیتیں) املا کراتے۔ اہم بات اس طرح بیان ہوئی ہے کہ بعد ازاں آپ ﷺ کہتے کہ جو کچھ لکھا ہے اسے پڑھ کر سناؤ تاکہ اگر کتابت میں کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی اصلاح ہو سکے۔ اس احتیاط کے ساتھ قرآن کریم کی ابتدائی تدوین ہوئی ہے۔ اس ضمن میں چند حوالہ جات پیش کیے جا رہے ہیں:

''قال عثمان کان اذا انزل علیه الشیء دعا بعض من یکتبه''۔ [1]

یعنی جب وحی نازل ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاتبوں میں سے کسی کو لکھنے کے لیے بلاتے۔

حضرت براء t سے مروی ہے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی: ''لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ'' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زید کو میرے پاس بلاؤ اور وہ تختی، دوات، کندھے کی ہڈی لے آئے یا فرمایا: کندھے کی ہڈی اور دوات لے آئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ لکھو ''لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ...... الخ'' [2]

فاذا فرغت قال اقرأه فاقرأه فان کان فیه سقط اقامه۔ [3]

یعنی جب میں لکھ چکتا تو حضرت فرماتے کہ پڑھو میں پڑھتا اگر اس میں کوئی غلطی ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو درست فرما دیتے۔

نزول قرآن کے ساتھ ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کریم کی کتابت کا بھی خاص اہتمام فرمایا، کتابت کا طریق کار حضرت زید بن ثابت t نے ایک حدیث میں یہ بیان فرمایا ہے:

''کنت اکتب الوحی لرسول اللہ ﷺ وکان اذ انزل علیه الوحی اخذته برحاء شدیدة و عرق عرقا شدیدا مثل الجمان ثم سری عنه، فکنت ادخل علیه بقطعة الکتف او کسوة فاکتب وهو یملی علی فما افرغ حتی تکاد رجلی تنکسر من نقل القرآن حتی اقول لا امشی علی رجلی ابدا فاذا فرغت قال اقرأه فاقرأه فان کان فیه سقط اقامه ثم اخرج به الی الناس''۔ [4]

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وحی کی کتابت کرتا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ کو سخت گرمی لگتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر پر پسینہ کے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلکنے لگتے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کیفیت ختم ہو جاتی تو میں مونڈھے کی کوئی ہڈی (یا

---

[1] ترمذی، ج ۲، ص ۱۳۴، مطبوعہ دہلی

[2] صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل بخاری، کتاب الجہاد والسیر (ج ۴، ص ۲۴)، رقم: ۲۸۳۱

[3] مجمع الزوائد، علی بن ابو بکر الہیثمی، ج ۱، ص ۶۰

[4] المعجم الاوسط طبرانی، ج ۲، ص ۲۵۷

کسی اور چیز کا) ٹکڑا لے کر خدمت میں حاضر ہوتا' آپ ﷺ لکھواتے رہتے اور میں لکھتا جاتا' یہاں تک کہ جب میں لکھ کر فارغ ہوتا تو قرآن کو نقل کرنے کے بوجھ سے مجھے ایسا محسوس ہوتا جیسے میری ٹانگ ٹوٹنے والی ہے اور میں کبھی چل نہیں سکوں گا' بہر حال! جب میں فارغ ہوتا تو آپ ﷺ فرماتے: پڑھو میں پڑھ کر سناتا' اگر اس میں کوئی فروگذاشت ہوتی تو آپ ﷺ اس کی اصلاح فرما دیتے اور پھر اسے لوگوں کے سامنے لے آتے۔

As each new set of verses was revealed to Muhammad (peace and blessings be upon him), the Muslims learned it by heart, and those who were literate wrote it down. [۱]

جیسے ہی محمد (ﷺ) پر نئی آیات کا نزول ہوتا مسلمان اسے زبانی یاد کر لیتے اور ان میں سے جو پڑھے لکھے تھے وہ اسے لکھ لیا کرتے تھے۔

اسی طرح ذیل کے اقتباس سے بھی یہی بات سامنے آتی ہے کہ وحی قرآنی کو لکھنے اور محفوظ کرنے کا اہتمام نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں ہی فرما دیا تھا۔ یہ اقتباس اس انٹرویو یا گفتگو سے ماخوذ ہے جو ۱۷ اپریل ۱۹۳۵ء کو مشہور انگریز ادیب و دانشور جارج برنارڈ شا اور عظیم مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی کے درمیان ممباسہ (کینیا افریقہ) میں ہوا:

The Prophet, immediately following the revealation of a verse or verses to him, used to send for the special scribes appointed for the purpose and dictate the same to them, when transcribed, he would ask them to recite what they had written and, after listening to and verifying it, would explain to them its meaning. The manuscripts in the handwriting of the most honoured and trusted among the scribes, by name Zaid bin Sabit, are preserved intact in the archives of constantinople and Medina. [۲]

کسی بھی نئی وحی (نازل ہونے والی آیات) کے فوری بعد نبی ﷺ خاص طور پر مقرر کردہ کاتبان وحی میں سے کسی کو بلا بھیجتے تھے اور پھر اسے وہ آیات املا کروا دیا کرتے تھے۔ جب وہ وحی

---

[۱] "Muhammad A Prophet for our Time" Karen Armstrong, P.16, Atlas Books, New York: 2006

[۲] "A Shavian and A Theologian", M.A.A. Siddiqui, P.11, Islamic Research and Advisory Bureau, Karachi, Pakistan

لکھ لی جاتی تو لکھنے والے سے آپ ﷺ فرماتے کہ اب اسے پڑھ کر سناؤ۔ لکھی ہوئی ان آیات کی سماعت اور تصدیق کے بعد آپ ﷺ ان نازل شدہ آیات کی تشریح و توضیح فرماتے۔ کاتبانِ وحی میں سب سے معتبر کاتب حضرت زید بن ثابت t کے ہاتھ کے لکھے ہوئے مخطوطے آج بھی استنبول اور مدینہ منورہ کے میوزیم میں محفوظ ہیں۔

کبھی ایک وقت میں کوئی ایک آیت ہی نازل ہوتی تھی اور کبھی ایک ہی وقت میں کئی آیتیں نازل ہوتی رہتی تھیں۔ جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ ﷺ ارشاد فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں فلاں آیت سے پہلے اور فلاں آیت کے بعد لکھ لو۔

ڈاکٹر رفیق احمد نے علامہ ابن حجر اور فتح الباری کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت عثمان t روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ وہ کاتب سے کہتے کہ نازل شدہ آیات کو فلاں سورت میں فلاں آیات کے بعد لکھ لو۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہی قرآن لکھا جا چکا تھا۔ ان دنوں کاغذ عام دستیاب نہیں تھا اس لیے پتھر کی تختی، چمڑے کے ٹکڑے، کھجور کی شاخوں، پتوں اور جانوروں کی ہڈیوں پر آیات کی کتابت کی جاتی تھی۔ [1]

حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں ہی سارا قرآن لکھا جا چکا تھا۔ جو کچھ لکھا گیا تھا وہ آپ ﷺ کے کاشانہ اقدس میں محفوظ تھا۔ بہت سے صحابہ نے بھی انفرادی طور پر قرآن حکیم کی سورتیں لکھ کر محفوظ کی ہوئی تھیں۔ ان صحابہ میں حضرت علی، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن مسعود y نمایاں ہیں۔ [2]

مگر ہم اہل عرب کی اس مافوق العادت قوت حافظہ کے باوجود تسلیم نہیں کر سکتے کہ اسی ایک طاقت کے بل بوتے پر پورا قرآن محفوظ رہ گیا، بلکہ ہمارے سامنے ایسے دلائل ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے اصحاب میں اکثر افراد نے اپنے پیغمبر کی زندگی ہی میں قرآن کی کئی متفرق سورتیں املا بھی کر رکھی تھیں جس کے مجموعہ میں تقریباً سارا قرآن سمٹ آیا۔ [3]

---

1. "Aijazul-Qur'an", Dr. Rafiq Ahmad, P.91, Adam Publishers, Delhi.2000

[2] ضیاء النبی، پیر محمد کرم شاہ الازہری، ج ۶، ص ۵۸۱، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، ۱۴۱۸ھ

[3] حیات محمد، محمد حسین ہیکل، ص ۷۳، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۹۰ء

حضرت زید بن ثابت t کے پاس بھی پورا قرآن کتابت شدہ شکل میں محفوظ تھا اور آپ نے ان تحریروں کو حضور ﷺ کو پڑھ کر سنایا بھی تھا۔[1]

اس زمانہ میں ہر مسلمان کو قرآن کریم کا کچھ حصہ یاد تھا اور ایک بڑی تعداد ایسے خوش نصیبوں کی تھی جنہیں پورے کا پورا قرآن حفظ تھا۔ ایسے صحابہ کی تعداد ہزاروں میں تھی جنہیں پورا قرآن یاد تھا اور لکھے ہوئے قرآن کا ذخیرہ بھی ان کے پاس محفوظ تھا۔ ایک منفرد بات یہ بھی ہے کہ کسی کتاب کو مکمل لفظ بہ لفظ یاد (حفظ) کر لینے کی روایت اسلام اور قرآن سے پہلے یا بعد کہیں اور نظر نہیں آتی ہے۔

حافظہ اور مسودہ

حضور ﷺ خود پختہ حافظہ کے مالک تھے۔ حضور ﷺ کو خود اور ان کے بہت سے صحابہ کو قرآن کریم زبانی یاد تھا۔ اس کے باوجود انہوں نے محض اپنے حافظے پر ہی اکتفا نہیں کیا' بلکہ اس مسودے کو تحریری شکل دینے کا بھی اہتمام کیا تاکہ غلطیوں کا امکان کم سے کم رہ جائے اور متن کی صحت کا معیار بلند سے بلند تر ہو سکے۔

قرآن تین مرتبہ جمع کیا گیا ہے۔ بار اوّل رسول اللہ ﷺ ہی کے زمانے میں جمع ہوا تھا۔[2] یوں تو قرآن رسول اللہ ﷺ کے زمانے ہی میں لکھ لیا گیا تھا' مگر وہ سب ایک ہی جگہ جمع اور سورتوں کی ترتیب کے ساتھ ہرگز نہ تھا۔[3]

حضرت عائشہ صدیقہ r کے پاس بھی قرآن لکھا ہوا موجود تھا۔ بخاری شریف کی حدیث کی تلخیص و ترجمہ یہ ہے:

یوسف بن مالک کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ r کی خدمت میں موجود تھا کہ ایک عراقی آیا۔ عرض گزار ہوا: اے ام المومنین! مجھے اپنا قرآن مجید دکھایئے۔ فرمایا: بھلا کس لیے؟ عرض کیا: تاکہ میں قرآن کریم کی ترتیب درست کر لوں' کیونکہ لوگ خلاف ترتیب پڑھتے ہیں۔ فرمایا: اس میں تمہارا کوئی نقصان نہیں جس کو چاہو پہلے پڑھ لو۔ یوسف بن مالک

---

[1] ضیاء النبی' پیر محمد کرم شاہ الازہری' ج ۶' ص ۵۸۵' ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور' ۱۴۱۸ھ

[2] الاتقان' جلال الدین سیوطی' اردو ترجمہ' ج ۱' ص ۱۵۶' مکتبہ العلم لاہور' بحوالہ حاکم مستدرک

[3] ایضاً

کا بیان ہے کہ پھر ان کے لیے حضرت عائشہ صدیقہ r نے قرآن مجید نکالا اور ان کو سورتوں کی ترتیب لکھوادی۔

حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"فاخرجت المصحف فاملت علیه ای السورۃ"۔[1]

تو آپ نے قرآن نکالا اور سورتوں کی ترتیب لکھوادی۔

ام المومنین حضرت حفصہ r کے پاس بھی قرآن پاک تحریری شکل میں موجود تھا۔[2]

احادیث سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کم از کم چار صحابہ y نے پورا قرآن حکیم جمع کیا تھا۔ چنانچہ جب حضرت انس بن مالک سے دریافت کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کس کس نے قرآن جمع کیا تھا؟ تو انہوں نے فرمایا: چار حضرات نے اور چاروں انصار تھے۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

(۱) ابی بن کعب t

(۲) ابوزید t

(۳) معاذ بن جبل t

(۴) زید بن ثابت t[3]

"R.V.C. Bodley" اپنی کتاب "The Messenger" میں لکھتا ہے:

This book known as the Koran, is available today as it was first written under Mohammed's supervision. For although the thoughts were scrowled at odd moments on pieces of parchment, on palm leaves, on bones and scraps of leather, the original chapters and verses were preserved. Neither was this done, as in the cases of the Old and New Testaments, centuries, or even decades, after the death of the author.[4]

---

[1] صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل بخاری، ج ۲، ص ۲۹۹۔ ۹۹۳

[2] طبقات، قسم ۲، ج ۵، ص ۲۲

[3] صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل بخاری، ج ۲، ص ۷۴۹، مطبوعہ کراچی

[4] "The Messenger", R.V.C. Bodley, P 2, Doubleday & Company Inc., New York: 1946

قرآن کے نام سے جانی جانے والی کتاب' آج بھی ہو بہو اسی شکل میں دستیاب ہے جیسی کہ وہ اوّلاً محمد (ﷺ) کی نگرانی میں لکھی گئی تھی۔ حالانکہ قرآن اپنے ابتدائی دور میں جھلی کے ٹکڑوں' کھجور کے پتوں' ہڈی اور چمڑے کے ٹکڑوں پر لکھ کر آیت بہ آیت اور سورۃ بہ سورۃ محفوظ کیا گیا تھا۔ لیکن عہد نامہ قدیم ہو یا عہد نامہ جدید کے لانے والوں کے اس دنیا سے پردہ کر جانے کے سالوں' بلکہ صدیوں بعد تک بھی ایسا نہیں ہو سکا تھا۔

ہجرت نبوی ﷺ کے دوسرے سال جنگ اُحد کے چار ماہ بعد بیر معونہ کا واقعہ پیش آیا۔ اس واقعہ میں دھوکا سے ستر مبلغین اور حفاظ قرآن شہید کر دیئے گئے۔ [1]

جنگ یمامہ جو آپ ﷺ کے وصال کے سات ماہ بعد شوال ۱۱ھ میں لڑی گئی جب کہ کچھ لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ مسیلمہ کذاب جھوٹا مدعی نبوت جس سے یہ جنگ لڑی گئی' وہ ایک طاقتور قبیلہ کا سردار تھا۔ اس جنگ میں بارہ سو مسلمان شہید ہوئے۔ جن میں کم از کم ۷۰۰ صحابہ اور ۴۰۰ قراء شامل تھے اور ان میں اکثر حافظ قرآن تھے۔ حضرت فاروق اعظم t کی دور بین نگاہوں نے اس خطرے کو بھانپ لیا تھا کہ اگر اسی طرح حفاظ قرآن شہید ہوتے رہے' تو قرآن کا محفوظ رہنا خطرے میں پڑ جائے گا۔ حضرت عمر نے اپنے اس خدشہ کا اظہار حضرت ابوبکر صدیق t سے کیا اور کہا کہ ہمیں قرآن کو ایک صحیفہ یعنی کتابی شکل میں جمع کر لینا چاہیے۔ ابتداء تو حضرت ابوبکر صدیق t نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور کہا جو کام اللہ کے رسول ﷺ نے نہیں کیا میں کیسے کر سکتا ہوں؟ لیکن حضرت عمر t کے بار بار اصرار کرنے پر حضرت ابوبکر t نے اس کام کو انجام دینے کے لیے اپنی آمادگی ظاہر کر دی۔ [2]

حضرت ابوبکر صدیق t نے فرمایا کہ عجلت نہ کرو میں مسلمانوں سے مشورہ کر لوں۔ پھر انہوں نے خطبہ ارشاد فرمایا اور لوگوں کو اس کام کی اہمیت سے روشناس کیا۔ لوگوں نے بھی یہ کہہ کر اس کام کی تائید کر دی کہ آپ نے ٹھیک سوچا ہے۔ [3]

---

[1] الاتقان' جلال الدین سیوطی' ج ۱' ص ۱۸۳' مکتبہ العلم لاہور

[2] الاتقان' جلال الدین سیوطی' ج ۱' ص ۱۵۷' مکتبہ العلم لاہور۔ نوٹ: علامہ غلام رسول سعیدی نے جنگ یمامہ میں شہید ہونے والے حفاظ کی تعداد ۷۰ بتائی ہے (تبیان القرآن ج ۱' ص ۹۹)

[3] کنز العمال' علاؤ الدین علی متقی بن حسام الدین اردو ترجمہ' ص ۴۷۶' دار الاشاعت' کراچی' ۲۰۰۹ء

اس مقام پر صحیح بخاری میں ایک طویل حدیث آئی ہے جس کا ذکر برمحل ہوگا۔

حضرت عبید بن سباق سے مروی ہے کہ حضرت زید بن ثابت t نے فرمایا: مجھے حضرت ابوبکر نے جنگ یمامہ کے موقع پر بلا بھیجا۔ آپ کے پاس حضرت عمر بن خطاب پہلے موجود تھے۔ حضرت ابوبکر نے کہا: یہ حضرت عمر میرے پاس آئے اور کہا: جنگ یمامہ میں بہت سے قرآن کے قاری شہید ہوگئے ہیں' مجھے اندیشہ ہے اگر اس طرح قرآن کے قاری کثرت سے شہید ہوتے رہے تو قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائے گا۔ میری رائے ہے کہ تم قرآن کو جمع کرنے کا حکم دو۔ میں نے عمر سے کہا: تو وہ کام کیسے کرے گا' جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا۔ حضرت عمر نے کہا: اللہ کی قسم! یہ بہتر ہے۔ حضرت عمر مجھے بار بار یہ کہتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے میرا سینہ کھول دیا ہے میری بھی اب وہی رائے ہے جو حضرت عمر کی رائے ہے۔ حضرت زید نے کہا: حضرت ابوبکر نے کہا: تو نوجوان اور عقلمند آدمی ہے ہم تجھ پر کوئی تہمت نہیں لگاتے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وحی لکھتا تھا' تو قرآن کو تلاش کر اور اسے جمع کر۔ اللہ کی قسم! اگر وہ مجھے پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کو نقل کرنے کا مکلف بناتے' تو مجھ پر وہ اتنا بھاری نہ ہوتا جتنا کہ مجھ پر یہ قرآن جمع کرنے کا حکم بھاری ہے۔ میں نے کہا: تم وہ کام کیسے کرو گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ کی قسم! یہ نیک عمل ہے۔ حضرت ابوبکر مجھ پر اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ اس کام کے لیے کھول دیا جس کے لیے اس نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا سینہ کھول دیا تھا۔ پس میں نے قرآن کو تلاش کیا اور اسے کھجور کی شاخوں' سفید پتھروں اور مردوں کے سینوں سے جمع کیا' حتیٰ کہ سورۂ توبہ کا آخر میں نے ابو خزیمہ انصاری کے پاس پایا' اور کسی کے پاس نہ پایا۔ وہ یہ آیت تھی: "لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ" (الی اٰخرھا) یہ صحیفہ حضرت ابوبکر کے پاس رہا حتیٰ کہ حضرت ابوبکر کا وصال ہوا پھر حضرت عمر کے پاس زندگی بھر رہا پھر حضرت حفصہ بنت عمر کے پاس رہا۔[1]

یاد رہے کہ حضرت زید خود حافظ قرآن تھے اور وہ اس دور میں بھی شریک رہے تھے جو

---

[1] صحیح بخاری' محمد بن اسماعیل بخاری' اردو ترجمہ سید محمد اقبال شاہ گیلانی' ج ۳' کتاب فضائل القرآن' ص ۴۳۶' ضیاء القرآن پبلیکیشنز' لاہور' ۲۰۱۰ء

حضور ﷺ نے اپنی حیات ظاہری کے آخری سال میں حضرت جبرئیل u کے ساتھ مکمل کیا تھا۔[1]

۱۱ھ میں حضرت ابوبکر صدیق t نے حضرت زید بن ثابت t کی سربراہی میں صحابہ کی ایک جماعت کو قرآن پاک کی تدوین کا کام سپرد کیا۔

تدوین قرآن کے لیے حضرت ابوبکر صدیق t کے اقدامات قابل تحسین تھے۔ انہوں نے مدینہ منورہ میں منادی کروادی کہ جس کسی کے پاس بھی قرآن مجید کا تھوڑا یا زیادہ کوئی حصہ تحریری شکل میں موجود ہے اس کی تلاوت (اور تصحیح) حضور ﷺ کے سامنے ہوئی ہو وہ کمیشن کے سامنے پیش کی جائے۔

چنانچہ یہ اعلان عام کر دیا گیا کہ جس کسی کے پاس بھی قرآن پاک کی کوئی آیت لکھی ہوئی شکل میں موجود ہو وہ حضرت زید کے پاس لے آئے۔ جب بھی حضرت زید کے پاس قرآن پاک کی کوئی لکھی ہوئی آیت لائی جاتی تو وہ مندرجہ ذیل طریقوں سے اس کی تصدیق کرتے تھے:

(۱) حضرت زید t خود حافظ قرآن تھے وہ اپنی یادداشت سے اس کی توثیق کرتے تھے۔

(۲) حضرت عمر t بھی حافظ قرآن تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق t نے انہیں بھی اس کام میں حضرت زید t کا معاون مقرر کیا تھا۔ جب بھی کوئی شخص کوئی آیت لے کر آتا تھا' تو یہ دونوں حضرات مشترکہ طور پر اسے وصول کرتے اور مشترکہ طور پر اپنے حافظہ سے اس کی توثیق فرماتے تھے۔

(۳) لوگوں کے پاس قرآنی آیات چمڑے کے ٹکڑوں' ہڈیوں' پتھر یا کھجور کے پتوں پر لکھی ہوئی موجود تھیں۔ وہ اسے لے کر حضرت زید بن ثابت t کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ حضرت زید اس تحریر کو اس وقت تک قبول نہیں کرتے تھے جب تک کہ دو قابل اعتبار گواہ بھی اس بات کی تصدیق نہ کر دیں کہ یہ آیت آنحضرت ﷺ کے سامنے لکھی گئی تھی۔ اس تشفی کے بعد حضرت زید اس تحریر کو مصحف میں درج فرما لیتے تھے۔[2]

حضرت عمر t کسی شخص سے قرآن کا کوئی حصہ اُس وقت تک تسلیم نہیں کرتے تھے

---

[1] اسلام کیا ہے؟' ڈاکٹر محمد حمید اللہ' ص ۴۳' الفیصل بکس' لاہور' ۲۰۱۰ء

[2] ضیاء النبی' پیر محمد کرم شاہ الازہری' ج ۶' ص ۵۸۵' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور' ۱۴۱۸ھ

جب تک وہ آدمی اپنے دو گواہ نہ لائے۔ اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ زید بن ثابت t قرآن کو محض لکھا ہوا پانے ہی پر اکتفا نہیں کیا کرتے تھے' بلکہ اُس کی شہادت اُن لوگوں سے بھی بہم پہنچا لیتے جنہوں نے اُسے سن کر یاد کیا تھا اور اُس کے علاوہ خود زید t حافظ قرآن تھے۔ غرضیکہ قرآنِ مکتوب کے موجود پانے اور خود حافظ ہونے کے باوجود اُن کا دو شہادتوں کو بھی بہم پہنچا کر اُسے مصحف میں تحریر کرنا حد درجہ کی احتیاط تھی۔ نیز ابن ابی داؤد ہی ہشام بن عروہ کے طریق پر اُس کے باپ عروہ سے راوی ہے کہ ابوبکر t نے عمر t اور زید t سے کہا: تم دونوں مسجد کے دروازہ پر بیٹھ جاؤ پھر اس کے بعد جو شخص تمہارے پاس کتاب اللہ کا کوئی حصہ مع دو گواہوں کے لائے' سے لکھ لو۔ [1]

(۴) اس کے بعد ان لکھی ہوئی آیتوں کا ان مجموعوں کے ساتھ موازنہ کیا جاتا تھا جو مختلف صحابہ نے تیار کر رکھے تھے۔ اس طریقہ کار کا مقصد دوہری تصدیق اور کمال احتیاط تھا۔ [2]

اس ضمن میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے ایک اہم واقعہ کا ذکر کیا ہے:

جب پورا قرآن مجید لکھا جا چکا تو حضرت زید t کہتے ہیں کہ میں نے اسے شروع سے آخر تک پڑھا اُس میں مجھے ایک آیت کم نظر آئی' یہ آیت میرے حافظے میں تو موجود تھی' مگر کسی تحریری نسخے میں موجود نہیں تھی۔ چنانچہ میں نے شہر کے چکر لگائے۔ ہر گھر میں داخل ہوا' اوّلاً مہاجرین کے گھروں میں کسی کے پاس یہ آیت تحریری صورت میں موجود نہیں تھی۔ پھر انصار کے گھروں کو گیا۔ بالآخر ایک شخص کے پاس ایک تحریری نسخہ ملا۔ وہ نسخہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے پڑھا ہوا تھا' لیکن حضرت ابوبکر t کی ہدایت تھی کہ جب تک دو تحریری نسخے نہ ملیں اس وقت تک اس کو قرآن کے طور پر قبول نہ کیا جائے' جبکہ یہ آیت صرف ایک تحریری نسخے میں ملی تھی۔ لیکن یہاں مشیت خداوندی اپنا اثر دکھاتی ہے۔ اتفاق سے یہ وہ شخص تھا جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ اس کے کسی کام سے خوش ہو کر کہا تھا کہ آج سے تمہاری شہادت دو شہادتوں کے مساوی سمجھی جائے گی۔ غرض یہ قدرت کی طرف سے پیشگی انتظام تھا۔ اس طرح اس آیت کو انہوں نے صرف ایک شخص سے لے کر نقل کیا۔ [3]

---

[1] الاتقان' جلال الدین سیوطی' اردو ترجمہ' ج ۱' ص ۱۵۹' مکتبہ العلم لاہور

[2] البرهان فی علوم القرآن' زرکشی' ج ۱' ص ۲۳۸

[3] خطبات بہاولپور' ڈاکٹر محمد حمید اللہ' ص ۲۹' بیکن بکس لاہور' ۲۰۰۵ء

عمارہ بن خزیمہ کے چچا t بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا' نبی ﷺ نے اس سے کہا: وہ گھوڑے کی قیمت لے کر آتے ہیں' رسول اللہ ﷺ جلدی جلدی چل کر گھوڑے کی قیمت لینے گئے اور وہ اعرابی آہستہ آہستہ چلتا رہا' لوگ اس اعرابی کے ساتھ چلنے لگے اور اس سے اس گھوڑے کی قیمت پوچھنے لگے اور ان کو یہ پتا نہ تھا کہ نبی ﷺ اس گھوڑے کو خرید چکے ہیں' اس اعرابی نے نبی ﷺ کو ندا کی: اگر آپ اس گھوڑے کو خرید رہے ہیں' تو ٹھیک ہے' ورنہ میں اس گھوڑے کو بیچ رہا ہوں' جب نبی ﷺ نے اعرابی کی یہ ندا سنی' تو آپ نے فرمایا: کیا میں تم سے گھوڑا خرید نہیں چکا؟ اعرابی نے کہا: نہیں! بہ خدا میں نے یہ گھوڑا آپ کو نہیں بیچا' آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! میں تم سے یہ گھوڑا خرید چکا ہوں' اعرابی کہنے لگا: اچھا آپ گواہ لائیں' حضرت خزیمہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک یہ گھوڑا آپ نے اس سے خریدا ہے' نبی ﷺ نے مڑ کر حضرت خزیمہ سے فرمایا: تم کس بنا پر گواہی دے رہے ہو؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کی تصدیق کرنے کی وجہ سے' تب نبی ﷺ نے حضرت خزیمہ کی شہادت کو دو مردوں کی شہادت کے برابر قرار دیا۔ [1]

سورۃ التوبہ کی وہ آیت جس کی صرف ایک گواہی ملی تھی یہ ہے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲۸﴾ (یونس:۱۲۸) [2]

سورۂ براءت (توبہ) کی مذکورہ آیت صحابہ کرام کو یاد تو تھی اور جن حضرات کے پاس قرآن کے مکمل مجموعے تھے ان میں بھی لکھی ہوئی تھی' لیکن آنحضرت ﷺ کی نگرانی میں علیحدہ سے لکھی ہوئی صرف حضرت ابوخزیمہ t کے پاس ہی ملی۔ [3]

اس واقعہ کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں'

درحقیقت نبی ﷺ نور نبوت سے دیکھ رہے تھے کہ ایک وقت آئے گا کہ سورہ توبہ کی آخری آیت کے لکھے جانے پر حضرت خزیمہ t کے علاوہ اور کوئی گواہ نہیں ہوگا۔ اگر حضرت

---

[1] سنن ابوداؤد' ج ۲' ص ۱۵۲' مطبع مجتبائی' لاہور' ۱۴۰۵ھ

[2] تبیان القرآن' غلام رسول سعیدی' ج ۱' ص ۱۰۰' فرید بک سٹال' لاہور' ۲۰۱۳ء

[3] البرھان فی علوم القرآن' محمد بن بہادر بن عبداللہ زرکشی' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۳۹۱ھ

خزیمہ کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار نہ دیا گیا' تو سورہ توبہ کی آخری آیت قرآن میں درج ہونے سے رہ جائے گی اور قرآن نامکمل رہ جائے گا۔ [۱]

خلافت صدیقی کا کل زمانہ دو سال تین ماہ ہے۔ ۱۲ھ میں جنگ یمامہ کے بعد آپ کی خلافت کے نو ماہ گزر چکے تھے جب حضرت زید t نے قرآن پاک کو جمع کرنا شروع کیا اور خلیفہ اوّل کے عہد میں ہی اس کام کو مکمل کر لیا۔ اس لیے تدوین قرآن کا دورانیہ ڈیڑھ سال ہی بنتا ہے۔ [۲]

گویا یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ حضور ﷺ کے پردہ فرما جانے کے سوا دو سال کے اندر اندر قرآن کریم کتابی شکل میں محفوظ کیا جا چکا تھا اور یہ بات تدوین قرآن اور تاریخ تدوین قرآن کے ضمن میں بہت اہمیت کی حامل (Significant) ہے۔

اس انتظام اور اس احتیاط سے جس مصحف کو یکجا کرنے اور اسے کتابی شکل دینے کا کام مکمل ہوا تو یہ پہلا نسخہ حضرت صدیق اکبر t کی خدمت میں پیش کیا گیا اور ان کی وفات تک ان کے پاس ہی رہا۔ ان کے انتقال کے بعد یہ نسخہ ان کے جانشین حضرت فاروق اعظم t کے پاس چلا گیا اور ان کی شہادت کے بعد حضرت عمر t کی بیٹی ام المومنین حضرت حفصہ r کی حفاظت میں چلا گیا۔ [۳]

عہد صدیقی میں تیار کردہ مصحف کا ایک ورق جس پر سورۃ جن رقم ہے یورپ کی بورلین لائبریری میں محفوظ ہے۔ [۴]

حضرت عثمان t کا ایک لہجہ پر قرآن کو یکجا کرنا

قرآن کریم سات قراءتوں پر نازل ہوا تھا اور لوگوں کو اجازت تھی کہ وہ اپنے اپنے لہجوں (Accents) میں اپنی سہولت کے مطابق اسے پڑھیں۔ لہجوں کا اختلاف اہل عرب کے مابین

---

[۱] تبیان القرآن' غلام رسول سعیدی' ج۱' ص ۱۰۱' فرید بک سٹال' لاہور' ۲۰۱۳ء

[۲] تاریخ القرآن' عبداللطیف رحمانی' ص ۱۱۹' حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی' دہلی' ۱۹۸۳ء

[۳] ضیاء النبی' پیر محمد کرم شاہ الازہری' ج۶' ص ۵۸۷' ضیاء القرآن پبلیکیشنز' لاہور' ۱۴۱۸ھ
بحوالہ ابوداؤد' ابن سعد' مسند احمد' بخاری' ترمذی' نسائی' ابن جریر' الکبیر للطبرانی' السنن للبیہقی

[۴] آئینہ معلومات قرآن' نصرت علی اشیر' ص ۸۳' الفیصل' لاہور' ۲۰۱۵ء

کوئی نزاعی مسئلہ نہیں تھا۔ دورِ فاروقی میں خاص طور پر اسلامی سلطنت کی سرحدیں وسیع تر ہوگئیں اور اسلام تیزی کے ساتھ جزیرہ نما عرب سے نکل کر ایک طرف یورپ اور دوسری جانب چین کی سرحدوں پر دستک دینے لگا اور وہ لوگ جن کی مادری زبان عربی نہیں تھی جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اسلام پر عمل پیرا ہونے کے لیے اور خاص طور پر پنج وقتہ نمازوں کے اہتمام کے لیے ضروری تھا کہ کم یا زیادہ قرآن انہیں زبانی یاد ہو۔ اب وہ تمام لوگ جن کا جغرافیائی اور لسانی پس منظر مختلف تھا قرآن پڑھتے تو تلاوت میں بڑا فرق آجاتا۔ اسی طرح یہ فرق قرآن کی تعلیم دینے اور سیکھنے میں بھی نظر آتا۔ یہ اختلاف ملت اسلامیہ کے لیے کسی بڑے فساد کا پیش خیمہ بن سکتا تھا۔

عرب کے مختلف علاقوں اور مختلف قبائل کا لب ولہجہ ایک دوسرے سے مختلف تھا۔ اس زمانے میں قرآن پاک پر اعراب بھی نہیں لگائے گئے تھے اس لیے قرآن کا قاری اسے اپنے اپنے لہجے کے مطابق پڑھنے کے لیے آزاد تھا۔ یہ وہ وقت تھا کہ نئے نئے دور دراز علاقے فتح ہو کر بلادِ اسلامیہ کا حصہ بن رہے تھے۔ عراق میں حضرت عبداللہ بن مسعود معلم قرآن تھے جبکہ شام میں مقداد بن اسود۔ ان علاقوں کے لوگ انہی معلّمین کے لہجوں کو فوقیت دیتے تھے۔

حضرت حذیفہ بن یمان t آرمینیہ اور آذربائیجان کے محاذ پر جہاد میں مشغول تھے کہ انہوں نے مشاہدہ کیا کہ لوگوں میں قرآن کریم کی قراءتوں کے بارے میں اختلاف ہو رہا ہے چنانچہ مدینہ طیبہ واپس آتے ہی وہ سیدھے حضرت عثمان t کے پاس پہنچے اور جا کر عرض کیا کہ امیر المومنین! قبل اس کے کہ یہ امت اللہ کی کتاب کے بارے میں یہود ونصاریٰ کی طرح اختلافات کا شکار ہو آپ اس کا علاج کیجیے' حضرت عثمان t نے پوچھا بات کیا ہے؟ حضرت حذیفہ t نے جواب میں کہا کہ میں آرمینیہ کے محاذ پر جہاد میں مشغول تھا' وہاں میں نے دیکھا کہ شام کے لوگ اُبی بن کعب t کی قراءت پڑھتے ہیں جو اہلِ عراق نے نہیں سنی ہوتی' اور اہلِ عراق عبداللہ بن مسعود t کی قراءت پڑھتے ہیں جو اہلِ شام نے نہیں سنی ہوتی' اس کے نتیجہ میں ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے ہیں۔ [1]

حضرت حذیفہ بن یمان t نے مزید کہا کہ اس امت کی مدد کیجیے اس سے قبل کہ

---

[1] علوم القرآن' محمد تقی عثمانی' ص ۱۹۳' مکتبہ دار العلوم' کراچی' ۲۰۱۴ء۔

یہود ونصاریٰ کی طرح یہ آپس میں اختلاف کرنے لگے۔ [۱]

اس صورت حال کا ادراک اور احساس کرنے والوں میں صرف حضرت حذیفہ بن یمان ہی نہیں تھے' بلکہ دیگر صحابہ بھی اس مسئلہ کی سنگینی کو محسوس کرتے تھے۔ یاد رہے کہ دور صدیق اکبر میں کتابی شکل میں جو قرآن مرتب کیا گیا تھا اس کی صرف ایک ہی کاپی تیار کی گئی تھی اور اس کی تیاری کے وقت لہجوں کے فرق کا مسئلہ پیش نظر نہیں تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے دیگر صحابہ سے مشاورت کے بعد "المصحف الامام" کا تصور پیش کیا' جس کا مدعا یہ تھا کہ قرآن کریم لغت قریش میں نازل ہوا تھا لہٰذا اُمت کو اسی لغت کے مطابق یکجا کر دیا جائے۔

حضرت عثمان غنی t نے وہ نسخہ جسے حضرت ابوبکر صدیق t نے تیار کروایا تھا اور اب وہ ام المومنین حضرت حفصہ r کے پاس محفوظ تھا منگوایا۔ چار صحابہ کرام پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جس میں حضرت زید بن ثابت' حضرت عبداللہ بن زبیر' حضرت سعید بن عاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام [شامل تھے۔ اس کمیٹی میں حضرت زید بن ثابت t کے سوا باقی تین صحابہ کا تعلق قریش سے تھا۔

اوّلاً یہ کام انہی چار حضرات کے ذمہ کیا گیا تھا۔ بعد ازاں چند مزید صحابہ کو بھی اس کمیٹی کی معاونت کی ذمہ داری سونپی گئی۔ ابن ابی داؤد کی روایت کے مطابق ان حضرات کی تعداد بارہ تک ہو گئی تھی جن میں ابی بن کعب' کثیر بن افلح' مالک بن ابی عامر' انس بن مالک اور عبداللہ بن عباس y جیسے جید صحابہ شامل تھے۔ [۲]

یہ بات نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ دور صدیق اکبر اور دور عثمان غنی میں انجام پانے والے تدوین قرآن کے دونوں کاموں کی نگرانی حضرت زید بن ثابت t کی سربراہی میں قائم کی جانے والی کمیٹی نے ہی انجام دی تھی۔ اب جو نسخہ تیار ہوا اور جسے "المصحف الامام" کا نام دیا گیا تھا کی مختلف نقلیں (Copies) تیار کر کے بلاد اسلامیہ کے مختلف علاقوں کو روانہ کر دی گئیں۔

---

[۱] ضیاء النبی' پیر محمد کرم شاہ الازہری' ج ۶' ص ۵۸۸' ضیاء القرآن پبلیکیشنز' لاہور' ۱۴۱۸ھ بحوالہ مباحث فی علوم القرآن' ص ۱۲۹

[۲] فتح الباری' ابن حجر عسقلانی' ج ۹' ص ۱۳۔۱۵' دار النشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۹۸۱ء

حضرت عثمان غنی t نے ۲۵ھ میں اپنے عہد خلافت میں سرکاری طور پر قرآن پاک کی متعدد نقول تیار کروا کر بلادِ اسلامیہ میں ارسال کیں۔ [1]

تیارہ کردہ ان نسخوں کی تعداد بہ اختلاف روایت پانچ تا چودہ تھی۔ابو حاتم سجستانی h کے مطابق یہ سات نسخے تھے۔جن میں سے ایک مکہ مکرمہ‘ایک شام‘ایک یمن‘ایک بحرین‘ایک بصرہ اور ایک کوفہ بھیج دیا گیا جبکہ ایک نسخہ مدینہ طیبہ میں محفوظ رکھا گیا۔ [2]

جن علاقوں میں یہ نسخے بھیجے گئے وہاں کے حکام کو یہ لکھ دیا گیا کہ پرانے نسخے ضبط کر کے تلف کر دیئے جائیں اور مزید نسخے ان سرکاری نسخوں کی کاپی کر کے تیار کر لیے جائیں۔ یہ نسخے کئی سو سال تک محفوظ رہے۔ان میں سے چار نسخے آج بھی موجود ہیں۔جن میں سے تین نسخوں کی زیارت کا شرف مجھے (محمود احمد غازی کو) بھی حاصل ہوا ہے۔ایک دمشق میں ہے‘ دوسرا استنبول میں ہے اور تیسرا تاشقند میں ہے‘جو نسخہ تاشقند میں ہے وہ ایک ہاتھ یعنی ڈیڑھ فٹ کے قریب لمبا ہے جس کو ایک ذراع کہتے ہیں‘چوڑائی میں کوئی ایک فٹ سے زیادہ معلوم ہوتا ہے۔اگرچہ میں نے ناپ کے نہیں دیکھا ہے‘لیکن میرا اندازہ یہی ہے۔کوفی رسم الخط سے ملتے جلتے خط میں خاصے موٹے حروف میں لکھا ہوا ہے۔اس کو اس وقت حمیری خط کہتے تھے۔یہ خط کوفی کی ایک ابتدائی شکل تھی۔دیکھنے سے اندازہ یہ ہوتا ہے کہ اس نسخے کو واسطی قلم یعنی سرکنڈے کے قلم سے لکھا گیا ہے۔جیسا تختی پر لکھنے کا قلم ہوتا ہے۔ایک روایت یہ ہے کہ جب دشمنان اسلام نے سیدنا عثمان غنی t کو شہید کیا‘تو وہ اسی نسخہ میں قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے اور جو صفحہ کھلا ہوا تھا وہ یہاں سے شروع ہوتا تھا:”**فسیکفیکهم الله وهو السمیع العلیم**“۔اس صفحہ پر ان کے خون کے نشانات بھی موجود ہیں جو آج بھی نظر آتے ہیں۔ [3]

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مطابق قرآن حکیم کے چار نسخے اور ایک دوسری روایت کے مطابق اس کے سات نسخے تیار کیے گئے تھے۔حضرت عثمان t نے جو چار یا سات نسخے مختلف مقامات پر بھیجے تھے ان میں سے کچھ اب تک محفوظ سمجھے جاتے ہیں‘اس کا ثبوت تو موجود نہیں ہے‘لیکن روایت کے مطابق ان میں سے ایک نسخہ آج کل روس کے شہر تاشقند میں ہے۔

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن‘جلال الدین سیوطی‘ج ۱‘ص ۱۴۵-۱۴۹‘مطبوعہ کراچی

[2] مقدمہ سیرۃ الرسول‘ڈاکٹر محمد طاہر القادری‘ج ۲‘ص ۷۹‘منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور ۲۰۰۷ء

[3] محاضرات قرآنی‘محمود احمد غازی‘ص ۱۴۲‘الفیصل لاہور ۲۰۰۹ء

دوسرا نسخہ استنبول کے توپ قاپی سرائے میوزیم میں موجود ہے۔ تیسرا نسخہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں ہے۔ لندن والے نسخہ کا فوٹو میرے (ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے) پاس موجود ہے۔ اس پر سرکاری مہریں ہیں اور لکھا ہے کہ یہ حضرت عثمان t کا نسخہ قرآن ہے۔ یہ بات قابل فخر اور باعث اطمینان ہے کہ ان نسخوں میں باہم کہیں بھی کوئی فرق نہیں پایا جاتا ہے۔[1]

The third caliph, Uthman compiled a complete copy of the holy Qur'an (Mas-hafe Uthmani) on papyrus fourteen hundred years ago, and it is currently available for public viewing at the Topkapi Museum in Istanbul, Turkey. [2]

۱۴۰۰ سال قبل خلیفہ سوئم حضرت عثمان غنی t کا تیار کردہ قرآنی نسخہ عوامی ملاحظہ کے لیے آج بھی توپ قاپی میوزیم استنبول ترکی میں موجود ہے۔

قرآن حکیم کے بے شمار قلمی نسخے دنیا کی عظیم لائبریریوں میں محفوظ ہیں، لیکن ان میں وہ نسخے نہایت ہی اہم ہیں، جو خلفائے راشدین کے زمانے یا قریبی عہد میں لکھے گئے تھے۔ حضرت عثمان غنی t نے اپنے عہد خلافت میں قرآن حکیم کے متعدد نسخے کتابت کرا کے مختلف بلادِ اسلامیہ میں ارسال فرمائے تھے۔ ان میں سے اس وقت ایک نسخہ تاشقند (روس) کے کتب خانے میں محفوظ ہے جو مسلم بورڈ برائے وسطی ایشیا قازقستان نے قائم کیا ہے۔ اس کا عکس لیاقت نیشنل میوزیم، کراچی (پاکستان) میں بھی ہے۔ یہ نسخہ شہادت کے وقت حضرت عثمان غنی t کے زیر تلاوت تھا جس کی توثیق و تصدیق خون کے دھبوں کے کیمیائی تجزیے اور تاریخ دونوں سے ہوتی ہے۔ ابو عبید القاسم بن سلام (۲۲۳ھ) نے یہ نسخہ اور اس پر خون کے دھبے دیکھے، ابن بطوطہ نے اس کو بصرہ میں دیکھا پھر یہ خواجہ عبید اللہ احرار کی مسجد سمرقند (روس) میں رکھ دیا گیا۔ اس کے بعد لینن گراڈ (روس) کے شاہی کتب خانے میں آیا اور آج کل تاشقند کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔[3]

قرآن کا وہ نسخہ جو توپ قاپی سرائے، استنبول میں محفوظ ہے کہتے ہیں کہ یہ حضرت عثمان غنی t کا ذاتی نسخہ تھا اور ان کی شہادت کے وقت ان کے زیر تلاوت تھا۔ چنانچہ آیت

---

[1] خطبات بہاولپور، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ص ۳۳-۳۵، بیکن بکس، لاہور، ۲۰۰۵ء۔

[2] "Would you like to know something about Islam", Mohammad M.Ahmed, P.69, Crescent Books Inc., New York 2011

[3] آخری پیغام، ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ص ۱۱۸-۱۱۹، سرہندی پبلیکیشنز، کراچی، ۱۹۹۸ء۔

"فسیکفیکهم الله" پر ان کے خون کے دھبے اب بھی واضح نظر آتے ہیں۔[1]

تاشقند کا نسخہ پہلے سمرقند میں تھا اور ۸۰۲ھ میں اسے تیمور لنگ نے دمشق کو فتح کرنے کے بعد وہاں سے اپنے پایۂ تخت کو ایک قابل فخر چیز کے طور پر منتقل کیا۔ گزشتہ صدی میں جب زار روس نے ثمرقند فتح کیا تو اس نے اسے اپنے پایۂ تخت سینٹ پیٹرس بورگ (حال لینن گراڈ) میں منتقل کر دیا۔ پھر مسلمانوں کی تالیف قلبی کے لیے اس کا فوٹو لے کر بلاک سے چھپوایا (ہمارے پاس اس کا میکروفلم ہے)۔ جب پہلی جنگ عظیم کے بعد کمیونسٹ انقلاب ہوا تو فوج کے ایک بڑے مسلمان افسر اعلیٰ اکبر توپچی باشی نے اس کو سرکاری کتب خانے سے نکال کر بڑی مشکل سے ترکستان بھجوا دیا جہاں جنگ آزادی ہو رہی تھی۔ خدا کو منظور نہ تھا کہ انور پاشا کی سرکردگی میں کی ہوئی یہ جنگ کامیاب ہو' لیکن قرآن وہیں رہا اور اب تک وہیں ہے۔ حال میں روسی حکومت نے مکرر اس کو بلاک پر چھاپا اور تقسیم کیا ہے۔ اس نسخے کے متعلق ابن کثیر نے (ذیل التفسیر' صفحہ ۱۵ پر) تصریح کی کہ یہ پہلے طبریہ میں تھا پھر ۵۱۸ھ میں دمشق منتقل کیا گیا اور وہاں کی جامع اموی کے مقصورے کے مشرقی کونے میں رکھا گیا۔ بڑی تقطیع' واضح خط' عمدہ سیاہی اور جلی پر جو غالباً اونٹ کی جھلی ہے' لکھا ہوا ہے۔[2]

دوسرا نسخہ مدینہ منورہ سے پہلی جنگ عظیم کے اوائل میں استنبول (ترکی) لے جایا گیا' پھر استنبول سے برلن (جرمنی) پہنچا اور حفاظت کی خاطر قیصر ولیم ثانی کو نذر کیا گیا۔ جنگ عظیم اول کے بعد جو صلح نامہ ورسائی مرتب ہوا تھا اس کی ایک دفعہ میں اس کا باقاعدہ ذکر کیا گیا ہے۔ معاہدے کے اصل الفاظ کا ترجمہ یہ ہے:

معاہدہ کے نفاذ میں آنے کے بعد چھ ماہ کے اندر اندر جرمنی' خلیفہ عثمان کا اصل قرآن شاہ حجاز کو واپس کرے گا جو ترک افسروں نے مدینے سے منتقل کیا تھا۔[3]

---

[1] نگارشات' ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ حصہ دوم' ص ۶۲' محمد عالم مختار حق' بیکن بکس' لاہور' ۲۰۰۹ء۔ خطبات بہاولپور' ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ ص ۳۵' بیکن بکس' لاہور' ۲۰۰۵ء

[2] خطبات بہاولپور' ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ ص ۳۵' بیکن بکس' لاہور' ۲۰۰۵ء۔ ایضاً' ص ۳۴-۳۵

[3] آخری پیغام' ڈاکٹر محمد مسعود احمد' ص ۱۱۸-۱۹' سرہندی پبلیکیشنز' کراچی' ۱۹۹۸ء بحوالہ ٹریٹی آف ورسائی پارٹ ۳' سیکشن ۲' آرٹیکل ۲۴۶

جب تک پریس ایجاد نہیں ہوا تھا قرآن کریم کے تمام نسخے قلم سے لکھے جاتے تھے اور ہر دور میں ایسے کاتبوں کی ایک بڑی جماعت موجود رہی ہے جس کا کتابت قرآن کے سوا کوئی مشغلہ نہیں تھا' قرآن کریم کے حروف کو بہتر سے بہتر انداز میں لکھنے کے لیے مسلمانوں نے جو محنتیں کیں اور جس طرح اس عظیم کتاب کے ساتھ اپنے والہانہ شغف کا اظہار کیا' اس کی ایک بڑی مفصل اور دلچسپ تاریخ ہے' جس کے لیے مستقل تصنیف چاہیے' یہاں اس کی تفصیل کا موقع نہیں' پھر جب پریس ایجاد ہوا تو سب سے پہلے ہیمبرگ کے مقام پر ۱۱۱۳ھ میں قرآن کریم طبع ہوا' جس کا ایک نسخہ اب تک دارالکتب المصریہ میں موجود ہے' اس کے بعد متعدد مستشرقین نے قرآن کریم کے نسخے طبع کرائے' لیکن اسلامی دنیا میں ان کو قبولیت حاصل نہ ہو سکی' اس کے بعد مسلمانوں میں سب سے پہلے مولائے عثمان نے روس کے شہر سینٹ پیٹرس برگ میں ۱۷۸۷ء میں قرآن کریم کا ایک نسخہ طبع کرایا' اسی طرح قازان میں بھی ایک نسخہ چھاپا گیا' ۱۸۲۸ء میں ایران کے شہر تہران میں قرآن کریم کو پتھر پر چھاپا گیا' پھر اس کے مطبوعہ نسخے دنیا بھر میں عام ہو گئے۔ [1]

قرآنی متن کے مصدقہ اور قابل اعتبار ہونے کے بارے میں "Encycloped a Britannica" کی گواہی قابل توجہ ہے:

The carbon dating of a number of early Qur'anic manuscripts has produced results that are by and large consistent with the traditional view that the received text of the Qur'an was in existence by about 650CE. [2]

متعدد قرآنی مخطوطات کی سائنسی جانچ سے یہ نتیجہ برآمد ہوا ہے کہ موجودہ قرآنی متن ۶۵۰ء کے دریافت شدہ مسودات سے قطعی مطابقت رکھتا ہے۔

اسی صفحہ پر دو قرآنی صفحات کی ایک تصویر بھی موجود ہے۔ تصویر کے نیچے یہ عبارت لکھی ہوئی ہے:

Qur'an manuscript

Two leaves from a Qur'an manuscript that is believed to

---

[1] علوم القرآن' محمد تقی عثمانی' ص ۲۰۵-۲۰۶' مکتبہ دارالعلوم کراچی' ۲۰۱۴ء

[2] www.britannica.com/topic/Quran

be among the oldest Qur'an texts in the world. Radiocarbon analysis in 2015 dated the parchment on which the text is written to the late 6th or early 7th centuryCE. ⌐

قرآنی مخطوطہ

قرآنی مخطوطات کے دو صفحات کا عکس؛ جس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ یہ مخطوطہ دنیا میں موجود تمام مخطوطات میں قدیم ترین ہے۔ اس کے ریڈیو کاربن تجزیہ سے جو کہ ۲۰۱۵ء میں انجام دیا گیا تھا سے ثابت ہوتا ہے کہ جس چرمی کاغذ (Parchment) پر یہ تحریر لکھی ہوئی ہے وہ چھٹی صدی عیسوی کے اواخر یا ساتویں صدی عیسوی کے اوائل کی ہے"۔

اللہ رب العزت کا یہ وعدہ کہ ہم نے ہی اسے اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے' کا کرشمہ آج ساڑھے چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی اپنا جلوہ دکھا رہا ہے۔ آج تک قرآن میں ایک آیت' ایک لفظ یا پھر ایک حرف کی کمی یا زیادتی نہیں ہو سکی ہے۔ صدیوں پرانے ان قدیم نسخوں میں اور آج موجود قرآنی نسخوں میں سرِ موفرق کا نہ آنا دراصل قرآن کی حقانیت' صحت اور اس کے اعجاز کی منہ بولتی دلیل ہے۔ قرآنی متن کی صحت واعتبار اور اس کا اصل حالت میں ساڑھے چودہ سو سال سے محفوظ رہنا بھی صاحب قرآن حضرت محمد ﷺ کی یکتائی کی منہ بولتی دلیل ہے اور یہ کہ یہ انفرادیت انہیں تمام دوسرے صاحبان وحی انبیاء میں منفرد و ممتاز بناتی ہے۔ O

دیگر آسمانی و مذہبی کتابیں آج کس حال میں ہیں

محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن عربی زبان میں نازل ہوئی اور آج تک وہ اپنی اصل حالت یعنی عربی زبان میں موجود ہے' من وعن اسی حالت میں جیسی کہ وہ اپنے نزول کے وقت تھی' جبکہ دوسری آسمانی کتب بشمول تورات (Old Testament) اور انجیل (New Testament) تاریخی' مذہبی' سیاسی حالات اور تغیر زمانی کی بناء پر اپنی اصل زبان اور حالت میں برقرار نہیں رہ سکیں اور تبدیل ہو کر کیا سے کیا ہو گئیں۔

ذیل میں ہم ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی کتب سے کچھ اقتباسات پیش کرنا چاہتے ہیں۔ یہ اقتباسات مستند' متعلقہ (Relevant) اور نقطہ وار (To the point) ہیں:

⌐ www.britannica.com/topic/Quran

☆ تین سو پندرہ صاحب کتاب نبیوں کے نام نہ تو قرآن مجید میں ملتے ہیں نہ ہی کتب حدیث میں اس لیے ہمارے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں کہ ہم یہ تفصیل جان سکیں۔

☆ حضرت آدم ؑ پر دس صحیفے نازل ہوئے تھے۔ ان صحائف کی زبان اور مندرجات کا ہمیں کوئی علم نہیں۔

☆ حضرت شیث ؑ حضرت آدم ؑ کے بیٹے اور پیغمبر تھے۔ بعض روایات کے مطابق ان پر بھی چند کتابیں نازل ہوئیں۔

☆ قدیم ترین نبی' جن کی طرف منسوب کتاب کا کچھ حصہ حال ہی میں ہم تک پہنچا ہے حضرت ادریس ؑ ہیں۔ اس کتاب کے کچھ ترجمے انگریزی زبان میں شائع ہوئے ہیں۔

☆ عراق میں صابیہ کے نام سے ایک چھوٹا سا گروہ پایا جاتا ہے۔ اس گروہ کا دعویٰ ہے کہ ہم حضرت نوح ؑ کے پیروکار ہیں اور ان کی لائی ہوئی کتاب پر عمل پیرا ہیں۔ اس کتاب کے مندرجات چار پانچ سطروں میں موجود ہیں' جن میں اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے۔

☆ بعض ایسے انسان بھی ہیں جنہیں یقین کے ساتھ تو نبی تسلیم نہیں کیا جا سکتا ہے' لیکن ان کی نبوت کے امکان کو رد بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ان میں سے ایک شخصیت زردشت کی ہے۔ پارسی (مجوسی) انہیں اپنا نبی مانتے ہیں۔ ان کا مذہب زردشت کی لائی ہوئی کتاب ''آوستا'' پر مبنی ہے۔ یہ کتاب اُس وقت کی زند زبان میں تھی۔ ایران پر دوسری قوموں کا غلبہ ہوا تو یہ زبان متروک ہو گئی' اس لیے زردشتی علماء نے نئی زبان پازند میں اس کتاب کا خلاصہ اور شرح لکھی۔ آج کل ہمارے پاس اس نسخے کا صرف دسواں حصہ موجود ہے۔ باقی غائب ہو چکا ہے۔ اس دسویں حصہ میں کچھ چیزیں عبادات اور کچھ چیزیں دیگر احکام کے بارے میں ہیں۔

☆ آوستا میں زردشت کا یہ بیان ملتا ہے: میں نے دین کو مکمل نہیں کیا۔ میرے بعد ایک اور نبی آئے گا جو اس کی تکمیل کرے گا اور اس کا نام رحمۃ للعالمین ہو گا۔ [1]

☆ توریت یا عہد نامہ قدیم میں حضرت موسیٰ ؑ کی طرف پانچ رسالے منسوب ہیں:

(۱) کتاب پیدائش (۲) کتاب خروج (۳) کتاب تورات
(۴) کتاب اعداد (۵) کتاب تثنیہ

---

[1] خطبات بہاولپور' ڈاکٹر محمد حمید اللہ' ص ۱۶۔۱۷' ایمکن بکس' لاہور' ۲۰۰۵ء

ان میں سے پہلی کتاب میں حضرت آدم کی پیدائش سے لے کر حضرت ابراہیم تک کے حالات ہیں۔ کتاب خروج میں حضرت موسیٰ کے بنی اسرائیل کے ساتھ مصر سے نکلنے کا ذکر ہے۔ کتاب تورات میں عبادت' قربانی' قانون' نکاح وتعزیرات وغیرہ کا ذکر ہے۔ کتاب اعداد میں زیادہ تر بنی اسرائیل کی مردم شماری کا بیان ہے۔ کتاب تثنیہ میں پرانی چیزوں ہی کا اعادہ اور کسی قدر ترمیم کے ساتھ دوبارہ ذکر ہے' یہ کتاب شروع میں یہودیوں کے ہاں نہ تھی۔ حضرت موسیٰ ؑ کے چھ سو سال بعد ایک تہہ خانے میں ملی اور ایک نبی عورت نے کہا کہ یہ حضرت موسیٰ ؑ کی کتاب ہے' تب سے یہ تورات کا جزو بن گئی ہے۔ اس میں حضرت موسیٰ کی وفات اور وفات کے بعد کے حالات بھی ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت موسیٰ کے بعد کی چیز ہے۔

ان میں تیسرا رسالہ یعنی کتاب تورات سب سے اہم ہے۔ تورات کے معنے ہیں: قانون اور اس رسالے میں قانونی احکام ہی ہیں' اس لیے جزو کا اطلاق کل پر کر کے پانچوں رسالوں کو یہودی تورات کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ [1]

☆ حضرت موسیٰ ؑ کے کوئی چھ سو سال بعد ایک جنگ کے زمانے میں ایک شخص ملک کے اس وقت کے یہودی بادشاہ کے پاس ایک کتاب لایا اور کہا کہ مجھے یہ کتاب ایک غار سے ملی ہے۔ معلوم نہیں کس کی ہے' مگر اس میں دینی احکام نظر آتے ہیں۔ بادشاہ نے اپنے زمانے کی ایک نبیہ عورت کے پاس اس نسخے کو بھیجا (یہودیوں کے ہاں عورتیں بھی نبی رہی ہیں' یا کم از کم وہ اس کا دعویٰ کرتے ہیں) اس نبیہ نے جس کا نام ہلدا (Hulda) بیان کیا جاتا ہے' یہ کہلا بھیجا کہ یہ حضرت موسیٰ ؑ ہی کی کتاب ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ ؑ کے چھ سو سال بعد اسے حضرت موسیٰ ؑ کی طرف منسوب کیا جانے لگا۔ اس کتاب کو تثنیہ کا نام اس لیے دیا گیا کہ اس میں پہلی چار کتابوں کے احکام میں سے کچھ احکام خلاصے کے طور پر اور کچھ اضافے کے ساتھ دہرائے گئے ہیں۔

☆ ان پانچ کتابوں کی سرگزشت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ ؑ کی وفات کے بعد آنے والے انبیاء کے زمانے میں یہودیوں نے فلسطین کا کچھ حصہ فتح کیا اور وہاں حکومت شروع کی' تو کچھ

---

[1] نگارشات ڈاکٹر محمد حمید اللہ' محمد عالم مختار حق' حصہ دوم' ص ۲۸' بیکن بکس' لاہور' ۲۰۰۹ء

عرصے بعد عراق کے حکمران بخت نصر (نبوکدنوصور) نے فلسطین پر حملہ کیا' چونکہ اس کا دین یہودیوں کے دین سے مختلف تھا اس لیے اس نے صرف ملک فتح کرنے پر ہی اکتفا نہ کیا' بلکہ ان دشمنوں کے دین کو بھی دنیا سے نیست و نابود کرنے کے لیے توریت کے تمام قلمی نسخوں کو جمع کر کے آگ لگا دی' حتیٰ کہ توریت کا ایک نسخہ بھی باقی نہ رہا۔

☆ یہودی مورخوں کے مطابق اس کے ایک سو سال بعد ان کے ایک نبی حضرت عزرا (Esdra) نے جو (شاید حضرت عزیر (Uzair) U ہوں) یہ کہا کہ مجھے توریت زبانی یاد ہے۔ انہوں نے توریت املا کروائی۔ توریت کے اس اعادے کے کچھ عرصے بعد روما کے ایک حکمران نے فلسطین پر حملہ کیا۔ سپہ سالار کا نام انٹیوکس (Antiochus) تھا' اس نے بھی وہی کام کیا جو بخت نصر نے کیا تھا۔ یعنی یہودیوں کی کتابیں جمع کر کے جلا دیں۔ اس طرح دوسری مرتبہ وہ نابود کر دی گئیں۔ اس کے کچھ عرصے بعد ایک اور رومی حکمران نے طیطس (Titus) نامی کمانڈر کی ماتحتی میں ایک فوج بھیجی اور اس نے تیسری مرتبہ' فلسطین میں دستیاب شدہ یہودیوں کی تمام کتابوں کو جلا دیا۔

☆ اب ہمیں توریت کے نام سے جو کتاب ملتی ہے وہ بائبل کے حصہ عہد نامہ عتیق (Old Testament) میں حضرت موسیٰ U کی طرف منسوب پانچ کتابیں ہیں۔ یہ کتابیں تین چار مرتبہ آتش زدگی کے بعد اعادہ شدہ شکلیں ہیں۔ ان کا اعادہ کس طرح ہوا اور کس نے ان کا اعادہ کیا' اس کے متعلق ہمیں کوئی علم نہیں۔

☆ اگر آپ کتاب "مثنیہ" پڑھیں تو اس کے آخری باب میں حضرت موسیٰ U کی بیماری' حضرت موسیٰ U کی وفات' حضرت موسیٰ U کی تدفین اور اس کے بعد کے واقعات کا ذکر ملتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ حصہ بعد کا اضافہ ہے۔ مگر یہ تو ایسی باتیں ہیں جنہیں ہر پڑھنے والا فوراً محسوس کر لیتا ہے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس میں دیگر کتنی چیزوں کا اضافہ ہوا ہے جو غیر محسوس ہوں۔ اسی طرح جن چیزوں کی کمی نظر آتی ہے یا جن کا وہاں ہونا ضروری تھا' مگر نہیں ہیں' وہ ایسی ہیں کہ کم از کم بیس مرتبہ اس طرح کے الفاظ ملتے ہیں کہ اس حکم کی تفصیلیں فلاں باب میں ملیں گی۔ جن ابواب کے حوالے دیئے گئے ہیں ان میں سے ایک باب کا نام "خدا کی جنگیں" اور ایک اور باب کا نام "مخلص اور نیک لوگوں کی کتاب" ہے۔ اور وہ باب

عرصے سے موجود ہی نہیں ہیں۔

☆ توریت کے بعد مسلمانوں میں عام طور پر زبور کا نام لیا جاتا ہے اور ہمارا تصور یہ رہا ہے کہ یہ بھی توریت اور انجیل ہی کی طرح ایک مستقل کتاب ہے۔ لیکن عہد نامہ عتیق (Old Testament) میں جو چیز حضرت داؤد U کی طرف منسوب ہے اور جس کو وہ سام (Psalm) یعنی زبور کے نام سے موسوم کرتے ہیں' اس میں صرف خدا کی حمد وثناء کی نظمیں ہیں' کوئی نیا حکم نہیں ہے۔ ہمارا یہ تصور ہے کہ ہر نبی ایک نئی شریعت لاتا ہے۔ لیکن اس کتاب میں ایسی کوئی نئی شریعت نہیں ملتی۔ تاہم جس طرح پرانی کتابوں میں (کتاب ادریس سے لے کر ایران کے آوستا تک) ایک آخری نبی U کی بشارت ملتی ہے اس طرح زبور میں بھی ایسی چیزیں ملتی ہیں۔ نیز جو سرگزشت توریت کی رہی' وہی زبور کی بھی رہی ہے۔ [۱]

☆ حضرت عیسیٰ U کی کتاب انجیل کا اب دنیا میں وجود نہیں ہے صرف آپ کی سیرت اور سوانح عمری کی کتابیں انجیل کے نام سے ملتی ہیں۔ [۲]

☆ حضرت عیسیٰ U پیام محبت و رحمت لے کر مبعوث ہوئے۔ انسان نے آپ U کو تین چار سال بھی چین سے پرچار کا موقع نہ دیا۔ آپ U وعظ ضرور کرتے رہے' لیکن روپوشی کی دائمی ضرورتوں اور امت کے اجڈ پن سے اس کا موقع کہاں کہ اپنی انجیل کا املاء کراتے یا اپنے مواعظ کے قلمبند کرانے کا انتظام کرتے۔ آپ U کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد آپ U کے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں وغیرہ نے عرصہ بعد اپنی یادداشتیں مرتب کیں۔ ایسی ہر یادداشت انجیل (بشارت وخوشخبری) کے نام سے موسوم ہوئی۔ ان انجیلوں کی تعداد بھی کثیر ہوگئی اور ان کے آپس کے اختلافات بھی شدید ہوگئے تو ان میں سے چار کا کسی نہ کسی طرح انتخاب کیا گیا۔ [۳] مستند انجیلیں قرآن سے زیادہ حدیث سے مشابہت رکھتی

---

[۱] خطبات بہاولپور' ڈاکٹر محمد حمید اللہ' ص ۱۸۔۲۰' بیکن بکس' لاہور' ۲۰۰۵ء

[۲] نگارشات ڈاکٹر محمد حمید اللہ' دوم' محمد عالم مختار حق' ص ۲۹' بیکن بکس' لاہور' ۲۰۱۳ء

[۳] تفصیل کے لیے دیکھیے: انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا' عنوان: بائبل' ذیلی سرخی: نیو ٹسٹمنٹ' میں بتایا گیا ہے کہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ چاروں کب اور کہاں مدون کی گئیں؟ اسی میں بتایا گیا کہ انجیل متی کو دوسری صدی میں مدون کیا گیا۔

ہیں۔[1]

☆ حضرت عیسیٰ u کے تین سو سال بعد تک انجیلوں کے متعلق کوئی علم نہیں کہ کس نے ان کو لکھا' کس نے ان کا ترجمہ کیا اور کس نے انہیں نقل کیا؟ اصل زبان سے یونانی زبان میں کس کے حکم سے منتقل کیا گیا؟[2]

☆ ہمارے پاس عیسائیوں کے توسط سے جو انجیل پہنچی ہیں وہ ایک نہیں' بلکہ چار انجیلیں ہیں' جو یہ ہیں: (۱) متی (Matthew) (۲) مرقس (Mark) (۳) لوقا (Luke) (۴) یوحنا (John) ہر انجیل ایک الگ آدمی کی طرف منسوب ہے۔ یہ چار کتابیں بھی ساری انجیلیں نہیں ہیں' بلکہ خود عیسائی مورخوں کے مطابق ستر سے زیادہ انجیلیں پائی جاتی تھیں' جن میں سے ان چار کو قابل اعتماد اور باقی کو مشتبہ قرار دیا گیا ہے' ان کو پڑھنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے الہام یا وحی پر مشتمل نہیں' بلکہ وہ حضرت عیسیٰ u کی سوانح عمریاں ہیں۔ چار شخصوں نے یکے بعد دیگرے حضرت عیسیٰ u کی سوانح عمری لکھی اور ہر ایک نے اس کو انجیل کا نام دیا۔

☆ بہت سے لوگوں نے مختلف زمانوں میں حضرت عیسیٰ u کی سوانح عمریاں لکھیں اور ان سوانح عمریوں کو ہر مؤلف نے انجیل کا نام دیا۔ ان میں سے چار کو کلیسا نے قابل اعتماد قرار دیا ہے اور باقی کو رد کیا ہے۔ ان چار انجیلوں کے انتخاب کے متعلق کسی کو کوئی علم نہیں کہ ان کو کس نے انتخاب کیا' کب انتخاب کیا' اور کن معیارات کو سامنے رکھ کر انتخاب کیا؟

☆ جو چیز اس وقت ہمارے پاس انجیل کے نام سے متی ہے وہ حضرت عیسیٰ u کی سوانح عمریاں ہیں۔ انہیں ہم سیرت حضرت عیسیٰ u کہہ سکتے ہیں۔ بعینہٖ جس طرح مسلمانوں کے ہاں سیرت نبوی کی کتابیں پائی جاتی ہیں۔

☆ کچھ عرصہ پہلے کا ذکر ہے' جرمنی کے عیسائی پادریوں نے یہ سوچا کہ حضرت عیسیٰ u کے زمانے میں آرامی زبان میں جو انجیل تھی وہ تو اب دنیا میں موجود نہیں۔ اس وقت قدیم ترین انجیل یونانی زبان میں ہے اور یونانی سے ہی ساری زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے ہیں۔ لہٰذا یونانی

---

[1] دنیا کا قدیم ترین مجموعہ حدیث' ڈاکٹر محمد حمید اللہ' ص ۱۵۔۱۹' بیکن بکس' لاہور ۲۰۱۱ء

[2] خطبات بہاولپور' ڈاکٹر محمد حمید اللہ' ص ۶۸' بیکن بکس' لاہور' ۲۰۰۵ء

مخطوطوں کو جمع کیا جائے اور ان کا آپس میں مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ یونانی زبان میں انجیل کے نسخے جتنے دنیا میں پائے جاتے تھے کامل ہوں کہ جزئی ان سب کو جمع کیا گیا اور ان کے ایک ایک لفظ کا باہم مقابلہ (Collation) کیا گیا۔ اس کی جو رپورٹ شائع ہوئی اس کے لفظ یہ ہیں: کوئی دو لاکھ اختلافی روایات ملتی ہیں۔ اس کے بعد یہ جملہ ملتا ہے: ان میں سے ۱/۷ (تقریباً ۱۴ فیصد) اہم ہیں۔[۱]

اسی طرح ڈاکٹر محمود احمد غازی کی کتاب "محاضرات حدیث" سے آسمانی کتب کی آج کی حالت کے بارے میں چند بنیادی نکات پیش کرنا چاہتا ہوں جو موضوع سے مطابقت رکھتے ہیں:

☆ سابقہ آسمانی کتابوں کو دیکھیں آج حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ناپید ہے۔ ان پر اتارے جانے والے صحیفے ناپید ہو گئے۔ ان کے ارشادات ہمارے علم میں نہیں ہیں۔ ان کی سنت کے بہت معمولی اور مبہم سے آثار ہیں جو اس لیے محفوظ رہ گئے کہ رسول اللہ ﷺ کی شریعت میں وہ شامل ہو گئے' عرب میں ان کا رواج تھا اور رسول ﷺ نے اللہ کے حکم سے ان کو شریعت کا حصہ بنا دیا' اس لیے وہ آج محفوظ ہیں ورنہ وہ اتنے بھی محفوظ نہ رہتے۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ماننے والے آج کروڑوں کی تعداد میں ہیں۔ ان کی ایک ریاست بھی موجود ہے جس کے پاس بڑے بڑے وسائل ہیں۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت موجود ہے کہ نہیں ہے' ان کے ارشادات موجود ہیں کہ نہیں ہیں' اس کے بارے میں یہودی بھی یقینی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ان کے پاس جو کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نام سے منسوب ہے وہ ایک انتہائی غیر مستند' مبہم اور غیر تاریخی چیز ہے۔ مختلف انداز سے اس کو مرتب کیا گیا ہے' لیکن کوئی یہودی یقین سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہی کے ارشادات گرامی ہیں۔[۲]

☆ ایک مسلمان کے لیے اس کے پورے مندرجات کو جوں کا توں کلام الٰہی ماننا ممکن نہیں ہے' اس لیے کہ اس میں انبیاء علیہم السلام پر اخلاقی نوعیت کے الزامات ہیں۔ ان الزامات میں نعوذ باللہ قتل' بدکاری اور اغوا کے الزامات بھی شامل ہیں۔ اس تورات میں یہ بھی ہے کہ جب موسیٰ مر گیا تو سڑک کے کنارے ایک چٹان کے نیچے اس کو دفن کر دیا گیا' چنانچہ فلاں جگہ دائیں طرف موسیٰ کی قبر ہے۔ یہ کتاب یقیناً وہ کتاب نہیں ہو سکتی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھی' کیونکہ اس میں ان

---

[۱] خطبات بہاولپور' ڈاکٹر محمد حمید اللہ' ص ۲۰-۲۱ اور ۳۰' بیکن بکس' لاہور' ۲۰۰۵ء

[۲] محاضرات حدیث' ڈاکٹر محمود احمد غازی' ص ۵۴-۵۵' الفیصل' لاہور' ۲۰۱۰ء

کی قبر کا واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ان کے انتقال کا قصہ بھی بیان ہوا ہے۔[1]

☆ یہی حال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے کہ آج یہ چار انجیلیں ان کے ارشادات کا سب سے بڑا ماخذ مانی جاتی ہیں۔اناجیل اربعہ کا نام آپ نے سنا ہوگا' جو عیسائیوں کے نزدیک مستند ہیں یا وہ ان کو مستند سمجھتے ہیں' ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ارشادات جگہ جگہ بیان کیے گئے ہیں۔ان کی سیرت بیان ہوئی ہے۔لیکن اگر آپ تاریخ کے ایک ایسے طالب علم کے نقطۂ نظر سے دیکھیں جو چیزوں کو میرٹ پر جانچنا چاہتا ہو اور محض کسی عقیدت مندی کی بنیاد پر چیزوں کو نہ مانتا ہو تو آپ کو پتہ چلے گا کہ تاریخی اعتبار سے ان بیانات کی کوئی حیثیت نہیں۔اول تو وہ بیانات اتنے مبہم ہیں جس کی کوئی حد نہیں اور جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ اگر کوئی ان کی فہرست بنانا چاہے' تو ان کی تعداد شاید تیس یا چالیس پچاس سے زیادہ نہیں بن سکتی۔پھر اگر ان بیانات کو درست مان بھی لیا جائے تو ان کی تاریخی (Authenticity) کیا ہے؟ اس معاملہ میں عیسائی مؤرخین بھی خاموش ہیں اور دنیا کے دوسرے مؤرخین بھی خاموش ہیں۔جن لوگوں نے ان اناجیل کو بیان کیا ان میں سے کوئی بھی حضرت عیسیٰ کا معاصر نہیں تھا۔یہ بھی نہیں معلوم کہ ان کو کس نے سب سے پہلے بیان کیا؟ کس زبان میں بیان کیا؟ کس جگہ بیٹھ کر اس کو مرتب کیا؟ پہلے پہل اناجیل کا جو نسخہ مرتب کیا گیا تھا وہ کہاں ہے؟ ان میں سے کوئی چیز بھی آج موجود نہیں ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد کچھ لوگوں نے یہ چیزیں لکھیں۔ساٹھ' ستر یا پچھتر سال بعد لوگوں نے یہ چیزیں مرتب کیں' ان ابتدائی تحریروں میں سے کوئی چیز بھی تحریری شکل میں آج موجود نہیں ہے۔ان میں سے ایک نسخہ کا بعد میں کسی شخص نے ترجمہ کیا تھا۔وہ ترجمہ کرنے والا کون تھا؟ یہ بھی معلوم نہیں۔وہ اس زبان کو جانتا تھا جس میں انجیل پہلے پہل لکھی گئی یا نہیں جانتا تھا؟ یہ بھی معلوم نہیں۔اس نے صحیح ترجمہ کیا؟ یہ بھی نہیں معلوم' مکمل ترجمہ کیا؟ یہ بھی نہیں معلوم۔اپنی طرف سے کچھ ملا دیا؟ یہ بھی نہیں معلوم۔کچھ چیزیں حذف کردیں؟ یہ بھی نہیں معلوم۔[2]

اسی طرح قاضی محمد سلیمان منصور پوری ان کتابوں کی تاریخ اور ان کی موجودہ کیفیت پر

---

[1] محاضرات سیرت' ڈاکٹر محمود احمد غازی' ص ۴۳' الفیصل' لاہور' ۲۰۰۹ء

[2] محاضرات حدیث' محمود احمد غازی' ص ۵۵' الفیصل' لاہور' ۲۰۱۰ء

یوں روشنی ڈالتے ہیں:

تورات

☆ تورات موسیٰ کا خمیر مایہ وہ دو الواح تھیں جو موسیٰ کو کوہِ طور پر لکھی لکھائی دی گئیں تھیں۔ ہر دو الواح اسی وقت ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں۔ جب موسیٰ نے میدان میں آ کر لشکر کو گوسالہ پرستی میں مصروف پایا تھا۔ کلیم اللہ غیرتِ ایمانیہ سے بے تاب ہو گئے لوحیں پھینک دیں اور بھائی کو جا پکڑا۔

☆ اس واقعہ کے بعد یہ احکام عشرا اور دیگر احکام شریعت موسیٰ ہی کی حیات میں لکھے گئے اور عہد کے صندوق میں رکھے گئے (استثناء باب: ۲۵) یہی ایک نسخہ تھا جس کی بابت توقع کی جا سکتی ہے کہ داؤد کے عہد تک خیمہ عبادت میں بحفاظت موجود رہا ہو لیکن سلاطین اوّل باب ۸ سے واضح ہے کہ جب عہد کا صندوق خیمہ عبادت سے ہیکل سلیمانی میں لایا گیا' تو پتھر کی دو شکستہ لوحوں کے سوا صندوق میں اور کچھ نہ تھا۔

☆ اب ہم کو بلا کسی سند کے فرض کر لینا چاہیے کہ سلیمان نے کس طرح تورات کی شریعت کو جمع کر لیا ہو گا اور پھر عہد کے صندوق میں اُسے رکھوا دیا ہو گا۔ لیکن یہ مسلمہ ہے کہ ہیکل میں جو نسخہ بھی موجود تھا اُسے بھی بخت نصر نے ہیکل کے ساتھ ہی جلا ڈالا تھا۔ یہ حادثہ ہائلہ ۵۸۶ ق م میں واقع ہوا۔

☆ دارا شاہ ایران کے عہد میں زرد بابل وغیرہ سرداران بنی اسرائیل نے ہیکل کو از سرِ نو تعمیر کیا تھا۔ کتاب کی بھی تلاش ہوئی' مگر نہ ملی (دیکھو کتاب عزیر)' تب حضرت عزیر نے اپنی یادداشت اور نحمی وزکریا کی امداد سے پھر کتاب کو تیار کیا جسے یہودی تورات کہتے ہیں (اسی کا ترجمہ یونانی زبان میں ابن توکس کے حکم سے ہوا)' یہ واقعہ ۳۰۰ ق م کا ہے۔ پھر ابن توکس چہارم کے وقت میں جب یہ بادشاہ ملک مصر پر حملہ آور ہوا تھا۔ اُس کے سپہ سالار نے اُس نسخہ کو اور ہیکل کو جلا ڈالا۔ یہودیوں کی تمام کتابوں کی تلاش کی گئی اور سب کو سوخت کر دیا گیا اور یہودیوں کو بت پرستی کا حکم دیا گیا۔ یہ واقعہ ۱۶۶ ق م کا ہے۔ ایک بوڑھا کاہن اپنے تین فرزندوں کے ساتھ جان بچا کر اپنے وطن شہر مودن کو بھاگ گیا تھا۔ اُس کے فرزند مقانیس نے ایک کتاب دو جلدوں میں لکھی جو اُس کے نام سے مشہور ہے اور یہود کے چند فرقے اسی کو

اسلامی کتاب تسلیم کرتے ہیں۔

انجیل

☆ انجیل کے نام سے عیسائیوں میں چار کتابیں مشہور ہیں: انجیل متی' انجیل مرقس' انجیل لوقا' انجیل یوحنا۔

☆ متی کی انجیل کی سرگزشت یہ ہے کہ سب سے پہلے عبرانی زبان اور شہر یہوذا (واقع شام) میں لکھی' لیکن اس عبرانی نسخہ کا وجود دنیا سے ناپید ہے' اس کا ایک ترجمہ یونانی زبان کا ملتا ہے' لیکن کوئی عیسائی پادری نہیں بتا سکتا کہ یہ ترجمہ کب کیا گیا اور کس شخص نے کیا؟

☆ موجودہ کتاب کا یہ حال ہے کہ اس کے باب اول و دوم کو شارح انجیل نورٹن صاحب نے بمقابلہ لوقا صحیح تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ اقرار کیا ہے کہ یہ دونوں باب اصل مصنف کے لکھے ہوئے نہیں۔ (کتاب الاسناد' ص ۵۳' نسخہ مطبوعہ ۱۸۲۷ء)

☆ لوقا مصنف انجیل پولوس کا شاگرد ہے' اس نے مسیح کو نہیں دیکھا اور اس کے استاد نے بھی مسیح کی زندگی میں اس کی مخالفت ہی کی۔ لوقا نے اپنی انجیل انطاکیہ شہر میں بزبان یونانی لکھی تھی۔ لوقا نے اپنی انجیل کے شروع میں تحریر کیا ہے کہ وہ واقعات کو صحت کے بعد تحریر کرتا ہے۔ بزرگوار لوقا کے اسی اعلان کے بعد یہ اُمید کرنا بالکل درست تھا کہ واقعات مندرجہ ذیل انجیل لوقا ضرور ہی صحیح ہوں گے' لیکن انجیل کا وہی شارح فاضل نورٹن لکھتا ہے:

جن اعجازی باتوں کو لوقا نے لکھا ہے اُن میں جھوٹی روایتیں بھی شامل ہو گئی ہیں اور اس کے لکھنے والے نے شاعرانہ مبالغہ سے اندراج کیا ہے اور اس زمانہ میں سچ کو جھوٹ سے تمیز کرنا مشکل ہے۔ (کتاب الاسناد' ص ۶۱)

☆ قابل غور بات یہ ہے کہ جس کتاب میں سچ سے جھوٹ کا تمیز کرنا بھی مشکل ہو جائے' وہ کہاں تک محفوظ کہلانے کی مستحق ہے۔

☆ مرقس شمعون پطرس کا شاگرد ہے۔ اس نے بھی انطاکیہ ہی میں اپنی کتاب کو یونانی زبان میں لکھا۔ مرقس اور لوقا کے مضامین میں بہت اختلاف ہے۔

☆ یوحنا بن سندائی کی انجیل غالباً بلحاظ تصنیف سب سے آخری ہے۔ اس نے بھی اپنی کتاب کو یونانی زبان ہی میں لکھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مسیح کا شاگرد تھا' لیکن اس کی تصنیف

میں یونانیوں کے قدیم عقیدہ کا بہت اثر شامل ہے۔

☆ تمام عیسائیوں کا اجتماعی عقیدہ ہے کہ اناجیل اربعہ میں سے کوئی انجیل بھی مسیح پر منجانب اللہ نازل شدہ نہیں بلکہ یہ کتابیں انہی مصنفین کی تصنیف ہیں جن کے نام سے یہ منسوب ہیں۔ اب ان کتابوں کا تقدس اس طرح قائم کیا جاتا ہے کہ ان مصنفین نے ان کتابوں کو روح القدس کی مدد اور یاوری سے لکھا تھا' اگر یہ امر صحیح ہے' تو ان چاروں کے مضامین میں تناقض اور تضاد نہیں ہونا چاہیئے' لیکن ان میں اتنا تناقض موجود ہے کہ تطبیق دینا سخت دشوار ہے۔ آدم کلارک' نورٹن اور ہارون صاحب انجیل کے مشہور شارح ہیں۔ تینوں کا متفقہ قول ہے کہ تطبیق کی کوئی صورت موجود نہیں۔

☆ پادری فرنچ کو اقرار ہے کہ ان انجیلوں کی چار پانچ آیتوں میں تحریف بھی ہوئی ہے۔ نیز وہ یہ بھی اقرار کرتا ہے کہ ان میں چھوٹی موٹی تیس ہزار غلطیاں موجود ہیں۔

☆ چاروں انجیلوں کا مجموعہ ایک سو صفحے سے زیادہ نہیں' ایک سو صفحے کی تحریر میں جب تیس ہزار غلطیاں موجود ہوں' تو کتابوں کے محفوظ رہنے کا خیال کرنا بھی عقل سے دور ہے اور اس سے زیادہ نتیجہ اخذ کرنا ہمارے اس مضمون کے موضوع سے زائد ہے۔

پارسیوں کی کتاب

☆ ایرانی قوم بڑی قدیم قوم ہے' ان کی کتابیں بھی موجود ہوں گی' لیکن کتاب ژند تو زرتشت کے عہد سے پہلے نادرالوجود ہو چکی تھی۔

☆ کہتے ہیں کہ ژند کے پچیس باب تھے اور اب صرف انیسواں "وندیدار" پایا جاتا ہے۔ ژند کے بعد اس کا درجہ پاژند نے حاصل کر لیا' لیکن سکندر مکدونی کی فتح ایران کے بعد وہ بھی عنقا ہو گئی۔ سکندر کے بعد تین سو سال تک طوائف الملوکی رہی اور مذہبی حالت بھی بہت خراب تھی۔ جب اردشیر بابکان ایران کا بادشاہ بنا' تب ژند و پاژند کی جگہ دساتیر لکھی گئی اور اس کو آسمانی کتاب کا درجہ دیا گیا' لیکن جب مانی نے اپنا مذہب چلایا تب دساتیر کو بھی ختم کر دیا گیا۔ مانی کے بعد مزدک نے اپنا مذہب ایجاد کیا اور اس نے پارسیوں کی مذہبی کتابوں کو اچھی طرح سے تباہ و نابود کر دیا۔

وید

☆ ہندوستان میں نہایت قدیم کتاب ''وید'' سمجھی جاتی ہے۔ وید کی عزت کو آریہ اور سناتن دھرمی دونوں تسلیم کرتے ہیں۔

اس اجمالی اقرار عظمت کے بعد آریہ اور سناتن دھرمیوں میں اختلاف ہو جاتا ہے:

آریہ کہتے ہیں کہ وید صرف منتر بھاگ کا نام ہے۔

☆ سناتن دھرمی کہتے ہیں کہ برہمن بھاگ بھی اصلی وید ہے۔ اور برہمن بھاگ اپنے حجم کے اعتبار سے منتر بھگ سے دو چند زیادہ ہیں۔ اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہوا کہ وید کو ماننے والی قومیں یا تو ۲/۳ حصہ وید کو اصل سے خارج کر رہی ہیں یا ۲/۳ حصہ حجم کو وید اصلی میں داخل کر رہی ہیں اور ہر دو صورت کتاب مذکور کا غیر محفوظ ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

☆ زمانہ حاضرہ میں سب ہندو کہتے ہیں کہ وید چار ہیں' مگر منوجی مہاراج کی سمرتی میں صرف تین ویدوں رگ' یجر' سام کا نام آیا ہے چوتھے وید اتھر و کا نام نہیں آیا۔

☆ ہندوستان کے مذاہب قدیم میں سے جین مت بھی ہے۔ جینی لوگ وید کے ایک لفظ کو بھی صحیح نہیں سمجھتے ہیں۔[1]

شیخ احمد ویدات نے اپنی کتاب ''یہودیت' عیسائیت اور اسلام'' میں آسمانی اور مذہبی کتابوں کی زبوں حالی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قرآن مجید کے استثناء کو چھوڑ کر دیگر مذہبی کتب زمانے کی خرد برد سے نہ بچ سکیں۔

ویدیں

ہندوؤں کی مقدس کتب ویدوں کا زمانہ آج تک متعین نہیں ہو سکا۔ خود ہندو قوم اس کو عدم صحت کی بجائے ابجاد بندہ خیال کرتے ہیں۔

بدھ مت کی کتب

بدھ مت کا معاملہ اس سے بھی بدتر ہے۔ گوتم بدھ نے کوئی کتاب نہیں چھوڑی۔ صرف ان کی زبانی تعلیمات تھیں جو سینہ بہ سینہ چلتی رہیں اور سینکڑوں سال کے بعد جا کر مدون ہوئیں۔

---

[1] رحمت للعالمین' قاضی محمد سلیمان منصور پوری' ج ۳ ص ۲۷۱-۲۷۵' شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

تورات

یہودیوں کی کتاب مقدس تورات کو لیجیے' تو معلوم ہوگا کہ اس کتاب کے بارے میں بے شمار تاریخی شہادتیں ملتی ہیں کہ یہ کتاب طویل طویل عرصوں کے لیے بالکل نیست و نابود ہوگئی تھی۔ مثال کے طور پر بخت نصر نے جب بیت المقدس پر حملہ کیا' تو ہیکل سلیمانی کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی۔ تورات کا صرف ایک نسخہ تھا' جو ہیکل میں تھا وہ بھی تباہ و برباد کر دیا گیا۔ یہی نہیں' بلکہ بخت نصر پوری یہودی قوم کو بابل پکڑ کر لے گیا جہاں انہیں اپنی مذہبی رسموں کے بجالانے کی بالکل اجازت نہ تھی۔

ایران کے بادشاہ سائرس نے جب بابل فتح کر کے یہودیوں کو رہائی دی تو پھر انہوں نے نہ جانے کہاں سے تورات کا ایک نسخہ ڈھونڈ لیا۔ اس کے بعد بھی کم از کم تین مرتبہ تورات کا نسخہ دنیا سے بالکل تباہ کر دیا گیا اور یہودیوں نے دوبارہ پیدا کر لیا۔ ظاہر ہے کہ اس عمل میں نہ جانے کتنی تبدیلیاں ہوگئیں۔ تحریفات کا ایک معمولی اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ اس کتاب میں حضرت موسیٰ u کی تجہیز و تکفین کے واقعات تک درج ہیں۔

اگر یہ وہی کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ u پر نازل ہوئی تھی' تو پھر اس میں یہ واقعات کہاں سے آ گئے؟ معلوم ہوا کہ یہ کتاب سراسر مبدل و متغیر ہے۔

انجیل

یہی معاملہ انجیل کا ہے۔ حضرت مسیح u کے بعد آپ کے شاگردوں نے آپ کی سوانح عمری مرتب کرنے کی کوشش کی اور انہی کوششوں کا نتیجہ بائبل کی صورت میں نمودار ہوا۔ اس زمانے میں اس قسم کی اناجیل کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی۔ ایک روایت کی رو سے اس طرح کی ۱۳۴ اناجیل کا پتہ چلتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک بڑی تعداد حواریوں کے خطوط کی ہے۔ ۳۲۵ء میں نیقہ کی کونسل کے سامنے یہ سارا لٹریچر رکھا گیا۔ کافی جنگ و جدال کے بعد ان ساری انجیلوں کو اوپر تلے رکھ دیا گیا اور صبح آ کر دیکھا گیا تو چار انجیل اور کچھ خطوط کو چھوڑ کر باقی سب نیچے پڑی ہوئی تھیں۔ ان ہی چار انجیل انجیل متی' انجیل لوقا' انجیل مرقس اور انجیل یوحنا کو صحیح قرار دیا گیا۔ ان کے ساتھ ساتھ کچھ خطوط بھی بچے تھے انہیں بھی درست قرار دیا گیا' لیکن اس نیقہ کی انجیل کا آج بھی پتہ نہیں۔ آج کل قدیم ترین انجیل چوتھی پانچویں صدی کی ملتی ہے اور وہ بھی

یونانی زبان میں، جبکہ حضرت مسیح اور ان کے حواریوں کی زبان آرامی تھی۔ [1]

ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی کتاب "سیرۃ الرسول" کے درج ذیل اقتباسات بھی مضمون سے کلی طور پر مطابقت رکھتے ہیں:

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں اناجیل اربعہ کے بارے میں تبصرہ ہے:

Its exact date and exact place of origin are uncertain, but it appears to date from the later years of the 1st century.

اس کی ٹھیک تاریخ اور اس کے معرض وجود میں آنے کا صحیح مقام غیر یقینی ہے، لیکن بادی النظر میں اس کا تعلق پہلی صدی کے آخری سالوں سے ہے۔

We have no certain knowledge as to how or where the fourfold Gospel canon came to be formed.

ہمارے پاس یہ جاننے کے لیے کوئی حتمی علم نہیں ہے کہ چار مستند انجیلیں کیسے اور کہاں معرض وجود میں آئیں۔ [2]

جب کوئی کتاب یا مسودہ انسانی دست برد کا شکار ہو جاتا ہے تو اس کا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ وہ اپنی صحت اور تقدس کھو بیٹھتا ہے اور اس کا متن تضادات کا شکار ہو جاتا ہے۔

انسائیکلوپیڈیا امیریکانا (Encyclopaedia Americana) میں بائبل (Bible) کے مضمون کے تحت اس امر کا اعتراف کیا گیا ہے کہ اس کے مختلف نسخہ جات میں کم و بیش ۳۰ ہزار اغلاط موجود ہیں۔ اسی طرح "Fred Glad Stone Bratton" نے "History of Bible" مطبوعہ بوسٹن (USA) صفحہ نمبر ۵ پر اس حقیقت کو بصراحت تسلیم کیا ہے کہ بائبل کے اندر واقعاتی اغلاط، غیر سائنسی نظریات، خدا اور انسان کی نسبت ناپاک تصورات، تضادات و تناقضات، نامعقول بیانات، مبالغہ آمیزیاں اور ناپختہ خیالات کثرت کے ساتھ موجود ہیں۔ [3]

قرآن کے استثناء کو چھوڑ کر آج روئے زمین پر کوئی آسمانی یا مذہبی کتاب اپنی روح اور

---

[1] یہودیت، عیسائیت اور اسلام، شیخ احمد دیدات، ص ۳۱۹-۳۲۰، عبداللہ اکیڈمی لاہور، ۲۰۱۰ء

[2] سیرۃ الرسول، ڈاکٹر محمد طاہر القادری، ج ۱۰، ص ۴۹۸، منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۱۰ء بحوالہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، ۳: ۵۱۳

[3] سیرۃ الرسول، ڈاکٹر محمد طاہر القادری، ج ۱۰، ص ۵۳۵، منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۱۰ء

اپنے الفاظ کی صحت کے اعتبار سے من وعن موجود نہیں ہے۔

موسیٰ ؑ کی نسبت آج جو کچھ معلوم ہے اس کا ذریعہ صرف موجودہ تورات ہے جو حضرت موسیٰ ؑ سے ۳۰۰ برس بعد عالم وجود میں آئی۔ یہ قدرت کی طرف سے اشارہ تھا کہ ان کے کارنامے اور اصول تعلیم ابدی نہ تھے۔ [1]

اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اناجیل کا مکمل طور پر مطالعہ کیا جائے تو وہ عیسائیوں کو بدرجہ غایت انتشار میں مبتلا کردے۔ [2]

انجیل کی جمع وتدوین کی پوری تاریخ ردوبدل، حذف واضافہ اور تحریف وترمیم سے بھری پڑی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج انجیل کے ۵۵۰۰ نسخے (Versions) موجود ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ کے بعد عالم عیسائیت میں انجیل کے ۱۳۳ نسخے رواج پاچکے تھے جن میں سے بالآخر ۱۲۹ کو رد کرکے بقیہ چار کو سند صحت عطاء کردی گئی۔ آج بھی انجیل یوحنا، انجیل مرقس، انجیل لوقا، انجیل متی کے نام سے چار مختلف نسخے موجود ہیں لیکن قرآن مجید کا عدم مثلیت کا وصف اسی طرح برقرار رہا اور آج بھی تقریباً ایک ارب افراد پر مشتمل ملت اسلامیہ صرف ایک ہی متن کو قرآن مانتی ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا، بلکہ صفحہ ہستی پر آج تک قرآن کا کوئی متبادل نسخہ پیش نہیں کیا جاسکا۔ [3]

پچھلی کتابوں کا اپنی اصل حالت میں برقرار نہ رہنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نوع انسانی کو اب ان نسخہ ہائے ہدایت کی ضرورت ہی نہیں رہی ہے اور اب اسے ایک ابدی پیغام بصورت قرآن میسر آگیا ہے۔

میں باپ سے درخواست کروں گا، تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا جو کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔ [4]

---

[1] سیرت النبی، شبلی نعمانی، ج ۱، ص ۲۷، الفیصل لاہور، ۲۰۰۵ء

[2] دی بائبل دی قرآن اور سائنس اردو ترجمہ، موریس بکائی، ص ۸۷، ودّاس پبلشرز سیالکوٹ، پاکستان، ۲۰۰۰ء

[3] مقدمہ سیرۃ الرسول، ج ۲، ص ۳۹۔۴۰، محمد طاہر القادری، منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۱۲ء

[4] شان حبیب الرحمن، مفتی احمد یار خان نعیمی، ص ۷۶، پیر بھائی کمپنی لاہور بحوالہ انجیل یوحنا، باب ۱۴، آیت ۱۶ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی، لاہور، ۱۹۳۱ء

متن اور ترجمہ دو مختلف چیزیں ہیں۔ سائنسی اعتبار سے آپ ان دونوں کو ایک ہی جنس قرار نہیں دے سکتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت موسیٰ u اور حضرت عیسیٰ u پر وحی انگریزی زبان میں نازل ہوئی تھی؟ اس کا سیدھا اور سادہ جواب ہے کہ نہیں! تو پھر آج تورات اور انجیل کے نام پر جو کچھ بھی دستیاب ہے وہ وہ نہیں ہے جس کا نزول ان نفوس قدسیہ پر ہوا تھا۔ متن اور ترجمہ قریب تر ہو سکتے ہیں، مگر ترجمہ کو متن کا نعم البدل قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔

بائبل انگریزی میں نازل نہیں ہوئی تھی۔ عہد نامہ قدیم عبرانی زبان میں تحریر ہوا تھا جب کہ عہد نامہ جدید یونانی زبان میں۔ اگرچہ عیسیٰ u عبرانی زبان بولتے تھے، لیکن انجیل کا مسودہ یونانی زبان میں ہے۔ اصل عبرانی مسودہ دستیاب نہیں ہے، بلکہ کیا آپ جانتے ہیں کہ عہد نامہ قدیم کا عبرانی متن بھی دراصل یونانی زبان سے دوبارہ عبرانی ترجمہ ہے۔ یعنی عہد نامہ قدیم کا اصل عبرانی متن بھی دستیاب نہیں ہے۔ لہٰذا یہاں دوہرا مسئلہ ہے۔ چنانچہ اس بات پر حیرت نہیں ہونی چاہیے کہ اس میں بہت سی اغلاط موجود ہیں۔ [1]

دوسری مذہبی کتابوں کا حال بھی توریت اور انجیل سے مختلف نہیں ہے۔

Hindu Vedas and the Zoroastrian Avesta were transmitted orally by memory for centuries before finally being set down in writing. They are at heart 'oral scripture.' Scripture can also lack clear boundaries, with semi-canonical parts enjoying a status between the sacred and the profane. Even a body of scripture as well known as the Bible in Western Christianity is not monolithic or homogeneously scriptural. The King James Bible came to include thirtynine books of the Old Testament and twenty-seven books of the New. The Catholic Latin Vulgate Bible, however, includes the additional fourteen (or fifteen) books of the Apocrypha, which Jews considered valuable but did not include in the Hebrew Bible. [2]

ہندوؤں کی وید اور زرتشت کی آوستا یادداشتوں کے ذریعہ زبانی منتقل ہوتی رہی ہیں،

---

[1] یہودیت، عیسائیت اور اسلام، شیخ احمد دیدات، ص ۵۵۶، عبداللہ اکیڈمی لاہور، ۲۰۱۰ء

[2] "Misquoting Muhammad", Jonathan A.C. Brown, P.7, One World Publications, London, UK 2014

صدیوں بعد انہیں ضبط تحریر میں لایا گیا ہے۔ وہ زبانی صحیفے تھے' ان میں واضح حدود کا فقدان تھا اور وہ نیم پختہ شرعی قوانین تھے' جن کی حیثیت مقدس اور غیر مقدس کے بین بین تھی۔ یہاں تک کہ بائبل مغربی عیسائیت میں یکساں نہیں ہے۔ کنگ جیمس بائبل میں عہد نامہ قدیم کی انتالیس اور عہد نامہ جدید کی ستائیس کتابیں شامل کی گئی ہیں' جبکہ کیتھولک لاطینی ولگیٹ انجیل میں اضافی طور پر چودہ کتابیں شامل کی گئی ہیں' جنہیں یہودی اہم مانتے ہیں' لیکن انہیں عبرانی انجیل کا حصہ نہیں بنایا گیا ہے۔

کسی بھی کتاب کا اصل مسودہ اگر ضائع ہو جائے یا ضائع کر دیا جائے اور پھر کوئی شخص یا چند افراد اپنی یادداشت اور اخلاص کی بنیاد پر اس کتاب کو پھر سے ترتیب دینے کی کوشش کریں' تو وجود میں آنے والی کتاب کبھی بھی اپنی اصل کے مطابق نہیں ہو سکتی ہے۔ دیگر مقدس کتابوں کے بارے میں یہ معلومات وثوق کے ساتھ نہیں ملتی ہیں کہ ان کتابوں کو کس نے لکھا اور یہ کتابیں ایک نسل سے دوسری نسل تک کس طرح منتقل ہوئیں۔ جو مسودات اگلی نسلوں تک پہنچے وہ اصل نسخے تھے یا ان کے تراجم تھے۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید کو چھوڑ کر آج جتنی بھی مقدس کتابیں روئے زمین پر موجود رہتی ہیں وہ کتنی حقیقت اور کتنا افسانہ ہیں۔

دوسری تمام آسمانی و مذہبی کتابوں کے برخلاف ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن نازل ہونے والی اپنی اصل زبان یعنی عربی میں آج تک جوں کا توں موجود ہے۔ قرآن پاک حضور ﷺ کے زمانے میں ہی لکھا جا چکا تھا' جبکہ اسے ایک مربوط کتابی شکل حضرت ابوبکر صدیق t کے دورِ خلافت میں دی گئی۔ یاد رہنا چاہیے کہ حضرت ابوبکر کا دورِ خلافت حضور ﷺ کے وصال کے فوری بعد ہے اور جس کا دورانیہ دو سال دو ماہ اور دو ہفتہ ہے۔ اس کے بعد تیسرے خلیفہ حضرت عثمان غنی t کے دورِ خلافت میں قرآن کریم کے متعدد نسخے تیار کیے گئے اور بلادِ اسلامیہ کے مختلف مقامات پر بھیج دیئے گئے۔ قدیم ترین اور جدید ترین دستیاب نسخوں کے مطالعہ اور موازنہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان نسخوں میں سر مو فرق نہیں آیا ہے' یہاں تک کہ الفاظ کے تلفظ اور ہجے میں بھی نہیں۔ میں اپنی معروضات کو ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے اس اقتباس پر ختم (conclude) کرنا چاہتا ہوں:

جرمنی میں میونک یونیورسٹی میں ایک ادارہ قائم کیا گیا: ''قرآن مجید کی تحقیقات کا

ادارہ"۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ساری دنیا سے قرآن مجید کے قدیم ترین دستیاب نسخے خرید کر' فوٹو لے کر' جس طرح بھی ممکن ہو جمع کیے جائیں۔ جمع کرنے کا یہ سلسلہ تین نسلوں تک جاری رہا۔ جب میں ۱۹۳۳ء میں پیرس یونیورسٹی میں تھا' تو اس کا تیسرا ڈائریکٹر پریتسل (Pretzl)' پیرس آیا تھا تا کہ پیرس کی پبلک لائبریری میں قرآن مجید کے جو قدیم نسخے پائے جاتے ہیں ان کے فوٹو حاصل کرے۔ اس پروفیسر نے مجھ سے شخصاً بیان کیا کہ اس وقت (یہ ۱۹۳۳ء کی بات ہے) ہمارے انسٹیٹیوٹ میں قرآن مجید کے بیالیس ہزار (۴۲۰۰۰) نسخوں کے فوٹو موجود ہیں' اور مقابلے (Collation) کا کام جاری ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں اس ادارے کی عمارت پر ایک امریکی بم گرا اور عمارت' اس کا کتب خانہ اور عملہ سب کچھ برباد ہو گیا۔ لیکن جنگ کے شروع ہونے سے کچھ ہی پہلے ایک عارضی رپورٹ شائع ہوئی تھی۔ اس رپورٹ کے الفاظ یہ ہیں کہ قرآن مجید کے نسخوں کے مقابلے کا جو کام ہم نے شروع کیا تھا' وہ ابھی مکمل تو نہیں ہوا' لیکن اب تک جو نتیجہ نکلا ہے وہ یہ ہے کہ ان نسخوں میں کہیں کہیں کتابت کی غلطیاں تو ملتی ہیں' لیکن اختلافات روایت ایک بھی نہیں۔ [1]

تراجم قرآن

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ دین اسلام کے ماننے والوں اور پیغمبر اسلام کے پیروکاروں نے قرآن کریم کی خدمت کی وہ تاریخ رقم کی ہے جس کی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی ہے۔ اس ضمن میں جو محنت شاقہ' عرق ریزی' عشق اور جنون کا مظاہرہ کیا گیا ہے وہ دیدنی ہے۔ دنیا میں کسی اور کتاب کے نہ اتنے ترجمے ہوئے ہیں نہ ہی اتنی شرحیں اور تفسیریں لکھی گئی ہیں۔ چند مستثنیات کو چھوڑ کر یہ سارا کام کسی حکومتی سرپرستی اور اداروں کا مرہون منت نہیں رہا' بلکہ سارے کا سارا کام انفرادی بنیاد پر انجام پایا ہے۔

Throughout the history of Islam, Muslim scholars have dedicated their entire lives with love and affection, without intending to earn fame or money, but only to serve the holy Quran in every way possible. Thousands of translations came to the fore and guided Muslims throughout the ages by explaining the teachings of the holy Quran. Many people have

---

[1] خطبات بہاولپور' ڈاکٹر محمد حمید اللہ' ص ۳۰' بیکن بکس لاہور' ۲۰۰۵ء

served the holy Quran in unique ways. Some translated it into poetic form, and others inscribed it in gold letterings. Some carved it on gold plates, and some inscribed it on huge parchments, making it the largest and heaviest edition. Some wrote it so minutely that it became the smallest, legible version. Some became experts in Quranic calligraphy, developing thousands of different designs. Muslim created and perfected the art of recitation of the holy Quran. In summation, Muslims have served and continuously serve the book of Allah ﷻ in every way possible to gain the pleasure of Allah ﷻ. No other book besides the holy Quran can claim such a unique love and affection from its followers. [1]

پوری اسلامی تاریخ میں، مسلمان محققین نے اپنی زندگیاں وقف کیں، ان کے پیش نظر نہ دولت کمانا تھا نہ شہرت، بلکہ ان کا مطمع نظر عشق اور ہر ممکنہ طریقہ سے قرآن کی خدمت کرنا تھا۔ قرآن پاک کے ہزاروں تراجم کیے گئے جن کا مقصد قرآنی تعلیمات کا ابلاغ تھا۔ بہت سے لوگوں نے اپنے اپنے انداز میں خدمت قرآن کے منفرد طریقے اپنائے۔ بعض نے اس کا منظوم ترجمہ کیا، کسی نے سنہری کندہ کاری کی، کسی نے سونے کی تختیوں پر کندہ کاری کی، اور کسی نے اسے کشادہ و فراخ چرمی جھلیوں پر لکھا تاکہ اس کا شمار عظیم تر اور وزنی ترکیبوں میں ہو سکے۔ بعضوں نے اس قدر باریکی سے لکھا کہ اس کا شمار باریک ترین تحریروں میں ہونے لگا۔ بعضوں نے قرآنی خوشنویسی میں کمال حاصل کیا اور ہزاروں رسم الخط ایجاد کیے۔ مسلمانوں نے قرآنی تلاوت کا فن ایجاد کیا اور اس میں مقام تامہ حاصل کیا۔ خلاصہ یہ کہ مسلمانوں نے ہر ممکنہ طریقہ سے خدمت قرآن کا کام کیا اور آج بھی کر رہے ہیں تاکہ رب کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔ قرآن کے سوا کسی اور کتاب کے ماننے والے ایسے منفرد پیار اور لگاؤ کا دعویٰ نہیں کر سکتے ہیں۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ قرآن حکیم اور اس کے متعلقہ علوم پر جتنا کچھ لکھا گیا ہے اتنا کسی اور آسمانی یا مذہبی و دنیاوی کتاب کے بارے میں نہیں لکھا گیا ہے۔

[1] Would you like to know something about Islam, Mohammad M. Ahmed, P.73, Crescent Books Inc., New York.2011

قرآن کے تراجم جو مختلف زبانوں میں کیے گئے ہیں اور روز بروز ان کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اس کا احاطہ کرنا قریب قریب ناممکن ہے۔ یہ کام کسی فرد واحد کے بس کا نہیں ہے' بلکہ اس کے لیے ایک ادارہ اور دفتر درکار ہوگا۔

قرآن حکیم کے تراجم وتفاسیر کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے۔ [1]

دنیا میں سب سے زیادہ شائع ہونے والی کتاب زندہ قرآن مجید صرف عربی ہی میں نہیں' بلکہ دنیا کی اکثر زبانوں میں تراجم اور تفاسیر کے ساتھ طبع ہو رہی ہے۔ اس امر کا اندازہ لگانا تو ناممکن ہے کہ اردو میں قرآن مجید اور اس کے اجزاء کے کتنے تراجم ہوئے اور کہاں کہاں سے شائع ہوئے' لیکن کتب خانوں میں محفوظ ذخائر کی مکمل فہرست سازی بھی مشکل نظر آتی تھی۔ کئی جرائد اور اداروں نے قرآن مجید کے اردو تراجم اور تفاسیر کی فہرست مرتب کرنے کی کوشش کی' لیکن یہ ساری کاوشیں متفرق اور انفرادی حیثیت ہی رکھتی تھیں۔ کوئی ایسی جامع و مانع کتابیات موجود نہ تھی' جسے آئندہ کے لیے تحقیقی اساس بنایا جا سکے۔ [2]

''سیارہ ڈائجسٹ'' نے ستر کی دہائی میں قرآن نمبر شائع کیا اب تک جس کے کم از کم چار ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور یہ تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کی تیسری جلد میں حافظ خدابخش کا مضمون ''یورپ اور قرآن'' میں یورپ یا یورپی زبانوں میں تراجم قرآن کے بارے میں کچھ تفصیل ملتی ہے۔

ممالک یورپ میں قرآن مجید کے تراجم

بارھویں صدی عیسوی سے زمانہ حال تک انگلستان' امریکہ' جرمنی' فرانس' روم کبیر وغیرہ میں ہر طبقے کے عالموں نے قرآن مجید کے ترجمے کرنے اور اس سے استفادہ کرنے کی کوشش بلیغ کی ہے' ذیل کی فہرست سے یہ حقیقت واضح ہو سکتی ہے:

(۱)	۱۱۴۳ء	لاطینی	رابرٹ روٹن این سس	Robertue Retenesıs
(۲)		اطالیہ	انڈریا اراوابینی	Andria Arravabene
(۳)	۱۵۰۰ء	اروگونین	جوہانس انڈریاس	Johannes Andreas

---

[1] آخری پیغام' ڈاکٹر محمد مسعود احمد' ص ۱۹۰' سرہند پبلیکیشنز' کراچی' ۱۹۹۸ء

[2] قرآن کریم کے اردو تراجم' ڈاکٹر احمد خان' ص ۵' مقتدرہ قومی زبان' اسلام آباد' ۱۹۸۷ء

(۴)	۱۶۰۰ء	فرنچ	انڈریوڈورائر	Andrew -du Ryer
(۵)		انگریزی	الگزنڈرراس	Alexander Ross
(۶)	۱۶۹۸ء	لاطن	لیوس مراکشی	Lewis Maracol
(۷)	۱۷۳۴ء	انگریزی	جارج سیل	George Sale
(۸)	۱۷۸۳ء	فرنچ	سیواری	Savary
(۹)	۱۷۷۴ء	جرمن	میگرلن	Magerlin
(۱۰)	۱۸۲۸ء	جرمن	وابل	Wahl
(۱۱)	۱۸۲۹ء	فرنچ	گارسن ڈی ٹاسی	Gars n de Tasy
(۱۲)	۱۸۴۰ء	فرنچ	کاسمرسکی	Kazimirski
(۱۳)	۱۸۴۰ء	جرمن	المان	Ulimann
(۱۴)	۱۸۶۲ء	انگریزی	راڈویل	Rodwell M.A
(۱۵)	۱۹۶۷ء			Companion to the Quran by W. Montgemery Watt, London 1976 Palmer.

ممالک یورپ میں قرآن مجید کے دیگر مطبوعہ نسخے یہ ہیں

۱۵۱۵ء	مقام وینس	اسکندر پگینینی	Alexander Puganını
۱۶۴۹ء	ہمبرگ	ابراہام ہنکلمین	Abraham Hincklyman
۱۸۳۸ء	پیسنہ	فلیوگل	Flugel

بیسویں صدی کے مشہور نسخہ ہائے تراجم

The Qur'an Interpreted by A.J. Arberry, London 1955.

The Glorious Qur'an by Marmaduke Pickthall Taj Company.

The Holy Qur'an by A. J. Arberry London 1953.

The Holy Qur'an by Sardar Muhammad Yusuf Lahore.

Holy Qur'an by Marmaduke Pıckthal Taj Company.

تراجم وتفاسیر انگریزی زبان میں

Introduction to the Study of the Holy Qur'an M. Ali M.A, L.L.B. Lahore.

Holy Quran by Maulana Abdul Majid Daryabadi, Taj Company.

Tafasir Majidi by Maulana Abdul Majid Daryabadi, Taj Company.

Translation of the Holy Quran. Hafiz Ghulam Sarwar England.

Translation of the Holy Quran. Maulana Muhammad Ali, Lahore, 1948.

The Glorious Holy Quran by Ali Ahmad Khan, Lahore, 1962.

The Holy Quran by Dr. Khadim Rahmani Nuri, Shillong, 1964.

The Holy Quran by Abdullah Yusuf Ali, C.B.E.M.A. LL,M, Wimbldedon, 1977.

The Quran by Mirza Abdul Fadal, Allahabadi, 1961.

Commentary on the Holy Quran, Aboo Muhammad Abdul Haqq, Calcutta, 1910

Translation of the Quran by Mirza Hairat Dehlvi.

Quran Majid Translation in Malaya Language Published by M. Fakhr-ud-Din Ahmadi, Multani in 1923. [1]

ڈاکٹر محمد حمید اللہ جنہوں نے دیگر اہم علمی تحقیقات کے علاوہ قرآن کا فرانسیسی زبان میں مقبول ترین ترجمہ بھی کیا ہے' یہ ترجمہ پیرس سے ۱۹۵۹ء میں پہلی بار شائع ہوا اور دیگر زبانوں میں کیے گئے قرآنی تراجم سے متعلق معلومات بھی جمع کی ہیں۔ ان کی کتاب ''القرآن فی کل لسان'' میں دنیا کی ۱۲۰ زبانوں میں کیے گئے قرآنی تراجم کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس موضوع پر ڈاکٹر صاحب کے لکھے ہوئے کئی مضامین بھی علمی جرائد میں شائع ہوتے رہے ہیں۔

اس کے بعد (ڈاکٹر صاحب نے) مزید تحقیق فرمائی اور ۱۹۶۶ء میں استانبول میں یہ انکشاف فرمایا کہ دنیا کی ایک سو زبانوں میں قرآن حکیم کے ترجمے ہو چکے ہیں۔ اس انکشاف کو اب ۱۸ سال گزر چکے ہیں (اب ۵۰ سال سے زیادہ) اس عرصے میں نہ معلوم کتنے تراجم کا اور اضافہ ہو چکا ہوگا اور تفاسیر قرآن کا تو اتنا عظیم سرمایہ ہے جس کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔

---

[1] سیارہ ڈائجسٹ' مئی ۲۰۱۳ء' جلد ۳' ص ۳۳۱-۳۳۲' لاہور' مئی ۲۰۱۳ء

مندرجہ ذیل زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں' ایک زبان میں کئی کئی تراجم ہیں' پھر نئے نئے تراجم ہوتے جاتے ہیں:

فارسی' اردو' سندھی' پنجابی' پشتو' ہندی' کشمیری' بنگالی' برمی' براہوئی' گجراتی' مرہٹی' ملیالم' کناری' تلگو' عبرانی' روسی' لاطینی' انگریزی' فرانسیسی' جرمنی' یونانی' پولش' اطالوی' پرتگالی' ہسپانوی' ڈچ' اسپانوی' عبرانی' بخاری' رومانی' ہنگری' جاپانی' چینی' جاوی' ترکی' ڈینش' انڈونیشی' ملائی' ارگوئی' اسرائیلی' سواحلی' یوگنڈی' ترکی' انڈو چائنا' فلپائنی' حبشی' ہندی' تامل' مکامرین' ارگونین' اسٹرین' بوہیمیا' ہسپانوی' ارمنی وغیرہ وغیرہ۔[1]

ڈاکٹر صاحب کی کتاب ''القرآن فی کل لسان'' میں دنیا بھر کی ۲۰۵ زبانوں میں قرآن مجید کے کلی یا جزوی تراجم کی فہرست موجود ہے۔ اس کتاب کے ترجمے انگریزی' فرانسیسی اور اردو میں بھی دستیاب ہیں۔[2]

ڈاکٹر محمد حمید اللہ ''فرانسیسی تراجم قرآن مجید'' کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

☆ قسطنطنیہ کے حکمراں الفونسو دہم (حکمرانی ۶۵۰ھ (۱۲۵۲ء) تا ۶۸۳ھ (۱۲۸۴ء) کے حکم سے طلیطلہ کے ایک عالم دون ابراہام نے (جو غالباً یہودی تھا) قرآن مجید کی سورۃ المعارج کا اسپینی میں ترجمہ کیا اور پھر اس اسپینی سے بوناونتورا دیسیو (Bonnaventura de seve) نے اس کا فرانسیسی میں ترجمہ کیا' (جیسا کہ جویش انسائیکلوپیڈیا میں بعنوان ''قرآن'' ذکر ہے) لیکن بظاہر اب تک اس کا کوئی وجود باقی نہیں۔

☆ پھر چار سو سال تک سکوت رہا۔ اس کے بعد ۱۰۵۷ھ (۱۶۴۷ء) میں سیور دو ریئے (Sieur du ryer) پارلیس نے مکمل قرآن مجید کا ایک ترجمہ "La Coran de Mahomet" کے نام سے شائع کیا' جس کے سوا سو سال میں کم از کم اکیس ایڈیشن چھپے اور اس کی اساس پر متعدد یورپی زبانوں میں ترجمہ ہوا۔ اب بھی یہ بازار میں آسانی سے ملتا ہے۔ ادبی نقطہ نظر سے بہت عمدہ' لیکن صحت کے لحاظ سے ناقابل اعتماد ہے۔

☆ کازیمیرسکی (Kasimirski) اصل میں پولینڈ کا باشندہ تھا۔ پھر جامعہ پیرس میں عربی کا

---

[1] آخری پیغمبر' ڈاکٹر مسعود احمد' ص ۱۹۱' سرہند پبلیکیشنز' کراچی' ۱۹۹۸ء

[2] محاضرات قرآنی' ڈاکٹر محمود احمد غازی' ص ۱۱۷' الفیصل' لاہور' ۲۰۰۹ء

پروفیسر مقرر ہوا۔ اس نے ۱۲۵۶ھ (۱۸۴۰ء) میں مکمل قرآن مجید کا فرانسیسی ترجمہ شائع کیا۔ اس کے کم از کم پچیس ایڈیشن ہو چکے ہیں اور اب تک مقبول ہے اور دوسرے ترجموں کے مقابلہ میں بہت اچھا ہے۔

☆ دو الجزائری مسلمانوں احمد الاعشی اور ابن داؤد نے وہران (الجزائر) میں ۱۳۵۰ھ (۱۹۳۱ء) میں ایک ترجمہ چھاپا جو بہت مقبول ہے۔

☆ پیل (O. Pesle) جو غالباً نو مسلم تھے اور احمد تیجانی نے مل کر پاریس میں ۱۳۶۶ھ (۱۹۴۶ء) میں ایک ترجمہ شائع کیا جس کے تین ایڈیشن نکل چکے ہیں' یہ ترجمہ برا نہیں ہے۔

☆ راقم الحروف (ڈاکٹر محمد حمید اللہ) کا ترجمہ' پیرس ۱۳۷۹ھ (۱۹۵۹ء)' جس کے کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں' مجموعی تعداد اشاعت لاکھوں میں ہے۔

☆ آج کل میرے پاس ڈیڑھ سو سے زیادہ زبانوں کا مواد فراہم ہو گیا ہے' جن میں سے تقریباً اسّی میں کامل ترجمہ قرآن ہے باقی میں جزئی۔

☆ یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ تراجم قرآن کی کثرت کے لحاظ سے مشرقی زبانوں میں اردو کا نمبر سب سے پہلے آتا ہے کہ اس میں پانچ سات سو ترجمے بتائے جاتے ہیں۔ پھر ترکی اور فارسی کا نمبر آتا ہے۔ فرنگی زبانوں میں انگریزی' فرانسیسی اور جرمن فائق ہیں۔

☆ یہ بیان کرنا شاید ضروری ہے کہ یک لسانی فہرستیں بھی ہیں۔ صرف فارسی ترجموں پر' صرف ترکی ترجموں پر (از ناچیز حمید اللہ) وغیرہ' نیز یہ بھی کہ جب ۱۹۵۹ء میں میرا فرانسیسی ترجمہ قرآن مجید شائع ہوا تو اس کے فرنگی ناشر کے اصرار پر میں نے اس کے مقدمے میں صرف یورپی زبانوں کے ترجموں کی مکمل فہرست شامل کی (مؤلف کا نام' مقام اشاعت' تاریخ طباعت ہائے مختلف وغیرہ)۔ اس میں بہ شمول ترکی والبانی اٹھائیس (۲۸) زبانوں کا مواد تھا۔ اس کے پندرہویں ایڈیشن میں جو ان سطروں کی تحریر کے وقت (۱۴۰۹ھ/۱۹۸۸ء) مطبع میں ہے چھیالیس (۴۶) زبانوں کا ذکر ہے۔

☆ معارف کے محولہ پرانے مضمون میں فرانسیسی تراجم کی مجموعی تعداد چھبیس (۲۶) دی گئی تھی۔ میرے زیر طبع فرانسیسی ترجمہ قرآن کے دیباچے میں فرنگی زبانوں کے تراجم قرآن کی جو فہرست ہے اس میں فرانسیسی میں اب پورے ستر ترجمے' بلکہ کچھ مزید ترجمے ہو چکے ہیں۔[1]

---

[1] نگارشات ڈاکٹر محمد حمید اللہ' محمد عالم مختار حق' ص ۱۱۶-۷۵' بیکن بکس لاہور' ۲۰۰۹ء

☆ اس کے برخلاف اولین لاطینی ترجمہ ۵۳۶ھ/۱۱۴۱ء تا ۵۳۷ھ/۱۱۴۳ء میں طلیطلہ میں ایک انگریز کیٹینیس والے رابرٹ (Robertus Ketenesis) نے کیا' پھر لاطینی میں بہ کثرت دیگر ترجمے ہوئے جن میں ۴۳ اب ملتے ہیں۔ ان میں سے مراچی (Maracci) کا ترجمہ بہت مشہور ہے جو پہلی دفعہ عربی متن کے ساتھ ۱۶۹۸ء میں طبع ہوا تھا۔ اس کے حاشیے تو لغو ہیں' لیکن ترجمہ برا نہیں۔

☆ دولت اور علمی ترقی اسپین کے بعد آہستہ آہستہ باقی مغربی یورپ میں بھی آئی' سترھویں صدی سے وہاں قرآن کے ترجمے بھی شروع ہوئے' چنانچہ پہلا ترجمہ جرمن میں ۱۶۱۶ء میں' فرانسیسی میں ۱۶۴۷ء میں' اور انگریزی میں ۱۶۹۴ء میں چھپا' پھر نئے ترجمے بھی ہونے لگے جن کا سلسلہ ظاہر ہے کہ ختم نہیں ہوا۔ ہمارے علم میں ان کی تازہ ترین فہرست یہ ہے:

(۱)	اطالوی	۱۲ ترجمے
(۲)	البانی	۴
(۳)	انگریزی	۸۶
(۴)	ایسپرانتو	۴
(۵)	بلغاری	۱' جو شائع نہ ہوا
(۶)	بوسیناکی	
	بخط عربی	۳
	بخط کریلی	۳
	بخط لاطینی	۷ جلد ۱۳
(۷)	بوھیمی	۵ (چک)
(۸)	پرتگالی	۲
(۹)	پولینڈی	
	بخط عربی	۲
	بخط لاطینی	۲

(۱۰)	ترکی	
	بخط اویغور	۲
	بخط عربی	۸۸
	بخط لاطینی	۳۲ جملہ ۱۲۲
(۱۱)	جرمن	۳۶
(۱۲)	ڈنمارکی	۳
(۱۳)	روسی	۱۱
(۱۴)	رومانیائی	۱
(۱۵)	سویڈنی	۲
(۱۶)	فرانسیسی	۳۶
(۱۷)	فنلینڈی	۱
(۱۸)	قشتالی (اسپینی)	۲۰
(۱۹)	لاطینی	۴۳
(۲۰)	ناروبجی	۲
(۲۱)	ہالینڈی	۷
(۲۲)	ہنگروی	۲
(۲۳)	یونانی	۵

۲۴ تا ۳۹ دیگر سولہ یورپی زبانوں میں نامکمل ترجمے ہوئے ہیں۔ [1]

☆ مشرقی زبانوں میں ستر سے زائد ترجمے ہوئے ہیں' سب سے زیادہ اردو میں پھر ترکی اور فارسی میں مکمل یا جزئی ترجمے جو ان تقریباً سوا سو زبانوں میں ہو چکے ہیں۔

☆ ان تمہیدی معلومات کے بعد بطور خلاصہ عرض ہے کہ میرے (ڈاکٹر محمد حمید اللہ) ناچیز و حقیر علم میں فی الوقت ذیل کی زبانوں میں قرآنی ترجمے موجود ہیں۔ (یہ مضمون "فاران" کراچی میں دسمبر ۱۹۷۷ء میں شائع ہوا)

---

[1] نگارشات ڈاکٹر محمد حمید اللہ' محمد عالم مختار حق' حصہ دوم' ص ۹۰' بیکن بکس' لاہور' ۲۰۱۳ء

شمار	زبان	ملک	خط	مقدار ترجمہ	تعداد تراجم
۱	آزری	ایشیا	عربی وروسی	کامل	۴
۲	آسامی	ایشیا	خاص	کامل	۱
۳	اشیوبی (حبشی)	افریقہ	خاص	کامل	۲
۴	اراغونی	یورپ	لاطینی	کامل	۲
۵	اردو	ایشیا	عربی	کامل	۳۰۰+
۶	ہینڈی	یورپ	لاطینی	جزئی	۱
۷	ارمنی	ایشیا	خاص	کامل	۵
۸	اُڑیا	ایشیا	خاص	جزئی	۱
+	اسپنی	دیکھو تحت کشتالی			
+	اسکائینیڈی	دیکھو تحت گاملک ولولینڈی			
۹	اسلینڈی	یورپ	لاطینی	جزئی	۱
۱۰	اطالوی	یورپ	لاطینی	کامل	۱۲
۱۱	افریقانیہ	افریقہ	عربی	کامل	۲
۱۲	افریکانس	افریقہ	لاطینی	کامل	۳
۱۳	اسپانی	یورپ	عربی ولاطینی	کامل	۴
۱۴	الخمیادو	یورپ	عربی	کامل	۳۶ مخطوطے
۱۵	امہری	افریقہ	خاص	کامل	۱
۱۶	انڈونیشی	ایشیا	عربی ولاطینی	کامل	۶
۱۷	انگریزی	یورپ	لاطینی	کامل	۹۴
۱۸	اوکرانی (یوکرینی)	یورپ	لاطینی	جزئی	۱
۱۹	ایسپرانتو	یورپ	لاطینی	کامل	۴
۲۰	ایستونی	یورپ	لاطینی	جزئی	۱

۲۱	ایوبے	افریقہ	لاطینی	جزئی	۱
۲۲	باشک	یورپ	لاطینی	جزئی	۱
۲۳	بربر	افریقہ	عربی	جزئی	۱
۲۴	بری	ایشیا	خاص	کامل	۴
۲۵	برنو	افریقہ	عربی	جزئی	۱
۲۶	بروہوی	ایشیا	عربی	کامل	۱
۲۷	بریتونی	یورپ	لاطینی	جزئی	۱
۲۸	بشناق	یورپ	لاطینی	کامل	۱۰
	بشناق	یورپ	روسی	کامل	۴
	بشناق	یورپ	عربی	جزئی	۳
۲۹	بلغاری	یورپ	روسی	کامل	۳
۳۰	بلوچی	ایشیا	عربی	کامل	۳
۳۱	بمبرا	افریقہ	عربی ولاطینی	جزئی	۲
۳۲	بنگالی	ایشیا	عربی وخاص	کامل	۲۵
۳۳	بوہیمی (چکوسلواکی)	یورپ	لاطینی	کامل	۴
۳۴	بالی	ایشیا	خاص	جزئی	۱
۳۵	پرتگالی	یورپ	لاطینی	کامل	۴
۳۶	پردوانسی	یورپ	لاطینی	جزئی	۱
۳۷	پشتو	ایشیا	عربی	کامل	۵
۳۸	پلات واچ	یورپ	لاطینی	جزئی	۱
۳۹	پنجابی	ایشیا	عربی	کامل	۵
۴۰	پولینڈی	یورپ	عربی	کامل	۳
	پولینڈی	یورپ	لاطینی	کامل	۵

۴۱	تامل	ایشیا	خاص و عربی	کامل	۵
۴۲	ترکستانی	ایشیا	عربی	کامل	۲
۴۳	ترکی	یورپ وایشیا	اویغوری	جزئی	۲
	ترکی	یورپ وایشیا	عربی ولاطینی	کامل	۱۰۰+
۴۴	تلنگی	ایشیا	خاص	کامل	۶
۴۵	تھائی بینڈی	ایشیا	خاص	کامل	۲
۴۶	جاپانی	ایشیا	خاص	کامل	۷
۴۷	جاوی	ایشیا	عربی	کامل	۵
۴۸	جرمن	یورپ	لاطینی	کامل	۴۹
۴۹	چینی	ایشیا	خاص	کامل	۱۳
۵۰	حوسا	افریقہ	عربی ولاطینی	کامل	۲
۵۱	ڈانمارکی	یورپ	لاطینی	کامل	۶
۵۲	دکھنی	ایشیا	عربی	کامل	۱
۵۳	دیولا	افریقہ	لاطینی	جزئی	۱
۵۴	روسی	یورپ وایشیا	روسی رومی	کامل	۱۱
۵۵	رومانش	یورپ	لاطینی	جزئی	۱
۵۶	رومانوی	یورپ	لاطینی	کامل	۲
۵۷	زولو	افریقہ	لاطینی	جزئی	۱
۵۸	ساراکولا	افریقہ	عربی	جزئی	۱
۵۹	سریانی	ایشیا	خاص	جزئی	۱
۶۰	سندانی	اوقیانوسیہ	لاطینی	جزئی	۱
۶۱	سندھی	ایشیا	عربی	کامل	۳۶
۶۲	سنسکرت	ایشیا	خاص	جزئی	۳

۶۳	سنہلی	ایشیا	خاص	کامل	۱
۶۴	سواحلی	افریقہ	عربی ولاطینی	کامل	۲
۶۵	سوترائی	افریقہ	عربی	جزئی	۱
۶۶	سویڈنی	یورپ	لاطینی	کامل	۳
۶۷	عبرانی	ایشیا	خاص	کامل	۵
۶۸	عربی	ساری دنیا	عربی ودیگر	کامل	اصل
۶۹	فارسی	ایشیا	عربی	کامل	+۱۰۰
۷۰	فرانسیسی	یورپ	لاطینی	کامل	۴۶
۷۱	فریزونی	یورپ	لاطینی	جزئی	۱
۷۲	فلاتا	افریقہ	عربی	کامل	۲
۷۳	فلامال	یورپ	لاطینی	جزئی	۱
۷۴	فنلینڈی	یورپ	لاطینی	کامل	۱
۷۵	قتلانی	یورپ	لاطینی	جزئی	۲
۷۶	قشتالی (اسپینی)	یورپ	عربی ولاطینی	کامل	۱۹
۷۷	کورجیا	جنوبی امریکہ	لاطینی	جزئی	۱
۷۸	کردی	ایشیا	عربی ولاطینی	کامل	۲
۷۹	کریئول	افریقہ	لاطینی	جزئی	۱
۸۰	کشمیری	ایشیا	عربی	کامل	۳
۸۱	کمبوجی	ایشیا	خاص	جزئی	۱
۸۲	کنڑی	ایشیا	خاص	کامل	۱
۸۳	کوتوکولی	افریقہ	لاطینی	جزئی	۲
۸۴	کوریائی	ایشیا	خاص	کامل	۲
۸۵	کوکنی	ایشیا	عربی	جزئی	۱

۸۶	کوہستانی	ایشیا	عربی	جزئی	۱
۸۷	کیوا	جنوبی امریکہ	لاطینی	جزئی	۱
۸۸	گالہ	افریقہ	عربی	جزئی	۱
۸۹	کاملگ	یورپ	لاطینی	جزئی	۱
۹۰	گجراتی	ایشیا	خاص وعربی	کامل	۷
۹۱	گرجستانی (جرجانی)	ایشیا	لاطینی	جزئی	۱
۹۲	گروز	یورپ	لاطینی	جزئی	۱
۹۳	گورمکھی	ایشیا	خاص	کامل	۱
۹۴	لاپلینڈی	یورپ	لاطینی	جزئی	۱
۹۵	لاتوی	یورپ	لاطینی	جزئی	۱
۹۶	لاطینی	یورپ	لاطینی	کامل	۴۴
۹۷	لوگانڈی	افریقہ	لاطینی	جزئی	۱
۹۸	لوبینڈی	یورپ	لاطینی	جزئی	۱
۹۹	مجمع تاو	ایشیا	عربی ولاطینی	کامل	۲
۱۰۰	مرہٹی	ایشیا	خاص	کامل	۱
۱۰۱	مکاسری	ایشیا	خاص	جزئی	۲
۱۰۲	ملایو	ایشیا	عربی ولاطینی	کامل	۵
۱۰۳	ملایاضم	ایشیا	عربی وخاص	کامل	۲
۱۰۴	ملتانی	ایشیا	عربی	کامل	۲
۱۰۵	مدگاش	افریقہ	عربی ولاطینی	جزئی	۲
۱۰۶	میمنی	ایشیا	عربی	جزئی	۱
۱۰۷	نارویجی	یورپ	لاطینی	جزئی	۲
۱۰۸	ولاپوکی	یورپ	لاطینی	جزئی	۱
۱۰۹	ولندیزی (ہالینڈی)	یورپ	لاطینی	کامل	۷

۱۱۰	ولوف	افریقہ	عربی ولاطینی	جزئی	۲
۱۱۱	ہندی	ایشیا	خاص	کامل	۴
۱۱۲	ہنگروی	یورپ	لاطینی	کامل	۲
۱۱۳	یدش	یورپ	عبرانی	جزئی	۳
۱۱۴	یروبا	افریقہ	لاطینی	جزئی	۱
۱۱۵	یوروبا	افریقہ	عربی ولاطینی	کامل	۱
۱۱۶	یونانی	یورپ	خاص	کامل	۵[۱]

یونیورسٹی آف پنسلوینیا امریکہ کے افریقی مطالعاتی مرکز کی ویب سائٹ پر موجود مضمون (Article) جس کا عنوان "The Holy Quran available in 114 Languages" ہے میں لکھا ہے کہ قرآن کریم جو ایک ارب (اصل ایک ارب اسّی کروڑ) مسلمانوں کی مقدس کتاب ہے کا جزوی ترجمہ دنیا کی ۱۱۴ زبانوں میں اور مکمل ترجمہ دنیا کی ۴۷ زبانوں میں ہو چکا ہے۔[۲]

اس مضمون میں ان پچیس عالمی زبانوں اور وہ زبانیں کن علاقوں میں بولی جاتی ہیں کی فہرست دی گئی ہے جن میں قرآن کریم کے مکمل تراجم دستیاب ہیں:

1.ALBANIAN Albania, Kosova (Ex-Yogoslavia), Greece, Italy, Bulgaria 2.ASSAMESE India, Assam (North India), Bhutan, Bangladesh 3. BANGLA Bangladesh, West Bengal (India) 4.BULGARIAN Bulgaria, Greece, Romania, Moldova, Ukraine 5.CHINESE China, Taiwan, Malaysia, Hong Kong, Thailand, Singapore 6.CZECH Czech Republic, Some in U.S.A. and Canada 7.DANISH Denmark, Faeroe Islands, Greenland, North Germany 8.DUTCH Netherlands, Belgium, Suriname, Netherlands Antilles, France 9.ENGLISH Most of North America, Europe, Australlia, Some Asia & Africa 10.ESPERANTO

---

[۱] نگارشات: ڈاکٹر محمد حمید اللہ، محمد عالم مختار حق، حصہ دوم، ص ۱۰۳-۱۰۹، بیکن بکس، لاہور، ۲۰۱۳ء

[۲] یہاں مسلمانوں کی آبادی جو ایک ارب لکھی گئی ہے، سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مضمون برسوں پہلے لکھا گیا تھا اور اس کے بعد بھی بے شمار تراجم ہوئے ہیں۔

Eastern Europe, Japan, China Holland 11.FIJIAN Fiji Islands 12.FRENCH France, Canada Belgium, Switzerland, U.S.A. 13.GERMAN Germany, Austria, Switzerland, Liechtenstein 14.GREEK Greece, Cyprus, Turkey (and surrounding areas) 15.GUJRATI India (Gujrat, Maharashtra), Some Pakistan 16.GURMUKHI India 17.HAUSA Niger, Nigeria, Cameroon, Chad, Ghana, West Africa 18.HINDI India, Fiji, Surinam, Guyanas, Some Africa 19.IGBO South-east Nigeria, 20.INDONESIAN Indonesia, Malaysia, Thailand, Singapore, Brunei 21.ITALIAN Italy, Switzerland, San Marino, Vatican City 22.JAPANESE Japan 23.KIKUYU Kenya, NEC Africa 24.KOREAN Korea (North South) China, Japan, Uzbekistan, Kazakhstan, 25.LUGANDA Uganda 26.MALAYALAM South-west India, Kerala 27.MALAY Malaysia, Thailand, Singapore, Brunei, Indonesia 28.MANIPURI India (Assam) 29.MARATHI Maharashtra (north-west India) 30.MENDE Sierra Leone, Liberia 31 ORIYA India (Orissa) 32.PASHTU Pakistan, Afghanistan 33.PERSIAN Iran, Afghanistan 34.POLISH Poland, Some republic of former USSR. 35.PORTUGUESE Portugal, Brazil, Angola, Mozambique, Guinea-Bissau 36.PUNJABI India, Pakistan 37.RUSSIAN Russia, Some other former USSR repulics, Afghanistan, China 38.SARAEKI India, Pakistan 39.SINDHI Pakistan, India 40.SPANISH Spain, Central + South America, Mexico, U.S.A. 41.SWAHILI Mozambique, Kenya, Somalia, Comoros, Tanzania 42.SWEDISH Sweden, Finland, Estonia, USA, Canada 43.TAGALOG Phillipines, Luzon, Manila, Mindanao 44 TAMIL Sri Lanka, India, Malaysia, Far East, E&S Africa 45.TELUGU India (Andhra Pradesh) 46.TURKISH Turkey, Bulgaria, Turkish Cyprus 47.TUVALU Tuvalu, Nauru 48.URDU Pakistan, Some India 49.VIETNAMESE Vietnam, Cambodia, 50.YORUBA Nigeria, Benin, Togo

بعد ازاں ان ۱۱۳ زبانوں اور علاقوں کی فہرست بھی درج کی گئی ہے جہاں وہ زبانیں بولی جاتی ہیں اور ان زبانوں میں قرآن پاک کے تراجم جزوی (نامکمل) دستیاب ہیں:

1.AFRIKAANS South Africa, Namibia, Malawi, Zambia, Zambabwe, 2.ALBANIAN Albania, Kosova (Ex-Yogoslavia), Greece, Italy, Bulgaria 3.AMHARIC Ethiopia, Sudan 4.ASANTE Ghana, Togo, Ivory Coast 5.ASSAMESE India, Assam (North India), Bhutan, Bangladesh 6.AZERBIJANI Azarbaijan, Iran, Turkey, Syria, Afghanistan 7.BALINESE Indonesia, Bali (Island) 8.BALOUCHI Baluchistan (Pakistan), Iran, Afghanistan, Bahrian, India 9.BANGLA Bangladesh, West Bengal (India) 10.BASSA Liberia, NWC Africa 11.BATAKESE Sumatra, Indonesia 12.BEMBA Zambia, Zaire 13.BETE Ivory Coast 14.BHUTANI Bhutan 15.BOULE 16.BULGARIAN Bulgaria, Greece, Romania, Moldova, Ukraine 17.BURMESE Mayanmar (Burma) 18.CATALAN Spainish, France, Andorra, Italy, Balearic Islands, U.S.A. 19.CHICHIWA 20 CHINESE China, Taiwan, Malaysia, Hong Kong, Thailand, Singapore 21.CHIYAO 22. CREOLE Mauritius, Haiti 23.CZECH Czech Republic, Some in U.S A. and Canada 24.DAGBANI Ghana, Togo 25.DANISH Denmark, Faeroe Islands, Greenland, North Germany 26.DOGRI 27.DUSUN 28.DUTCH Netherlands, Belgium, Suriname, Netherlands Antilles, France 29.ENGLISH Most of North America, Europe, Austrailia, Some Asia & Africa 30.ESPERANTO Eastern Europe, Japan, China 31.ESTONIAN Estonia, Latvia, Russia 32.EWE Ghana, South Togo, South Benin 33.FANTE Ghana, Ivory Coast, Togo 34.FIJIAN Fiji Islands 35 FINNISH Finland, Sweden, Estonia, Norway, Rushia, 36 FRENCH France, Canada, Belgium, Switzerland, U.S.A. 37 FULA Nigeria, Guinea, Senegal, Western African Bulge 38.GA Ghana, Togo, Benin 39.GEORGIAN Georgian Republic, Azerbaijan, Turkey, Iran 40.GERMAN Germany, Austria, Switzerland, Liechtenstein 41.GREEK Greece, Cyprus, Turkey (and surrounding areas) 42.GUJRATI India (Gujrat, Maharashtra), Some Pakistan 43.GURMUKHI India 44.HAUSA Niger, Nigeria, Cameroon, Chad, Ghana, West Africa 45. HEBREW Israel, U.S.A., Europe, 46.HINDI India, Fiji, Surinam, Guyanas, Some Africa 47.HUNGARIAN Hungary,

Romania, Czech and Slovak republics, Yogoslavia 48.IGBO South-east Nigeria 49.INDONESIAN Indonesia, Malaysia, Thailand, Singapore, Brunei 50 IRISH Ireland 51.ITALIAN Italy, Switzerland, San Marino, Vatican City 52 JAPANESE Japan 53.JAVANESE Indonesia (Java), Malaysia, Suriname 54.JULA 55.KANNADA South-west India (Karnataka) 56 KASHMIRI Kashmir (North India/Pakistan) 57.KIKAMBA NEC Africa 58.KIKONGO Zaire, Angola, Congo 59.KIKUYU Kenya, NEC Africa 60.KOREAN Korea (North+South), China, Japan, Uzbekistan, Kazakhstan 61.KPELLE Guinea, Liberia 62.KURDISH Iraq, Turkey, Iran 63 LATVIAN Latvia, Lithuania, Ukraine, Estonia, Belorussia 64.LINGALA NWC Africa 65.LITHUANIAN Lithuania 66.LUGANDA Uganda 67.MADINKA Guinea, Mal 68.Malay Malaysia, Thailand, Singapore, Brunei, Indonesian 69.MALAYALAM South-west India, Kerala 70.MANIPURI India (Assam) 71 MAORI New Zealand 72.MARATHI Maharashtra (north-west India) 73.MENDE Sierra Leone, Liberia 74.NAYANJIA 75.NEPAL Nepal, India 76.NORWEGIAN Norway, Denmark 77.NZEMA 78.ORIYA India (Orissa) 79.OROMO Ethiopia, Kenya 80.PASHTU Pakistan, Afghanistan 81.PERSIAN Iran, Afghanistan 82 POLISH Poland, Some republics of former USSR. 83.PORTUGUESE Portugal, Brazil, Angola, Mozambique, Guinea-Bissau 84.PUNJABI India, Pakistan 85.ROMANIAN Romania, Voivodina, Greece, Albania, Bulgaria, Moldova 86.Russian Russia, Some other former USSR republics, Afghanistan, China 87.SAMOAN Samoa, USA, New Zealand, Fiji 88 SARAEKI India, Pakistan 89.SERBO-CROAT Bosnia, Croatia, Serbia + Montenegro (Latin Script) 90.SINDHI Pakistan (Sindh), India 91.SINHALA Sri Lanka 92 SPANISH Spain, Central + South America, Mexico, U.S.A. 93.SUNDANESE Indonesia (Western Java) 94.SURANAN 95.SWAHILI Mozambique, Kenya, Somalia, Comoros, Tanzania 96.SWEDISH Sweden, Finland, Estonia, USA, Canada 97.TAGALOG Phillipines, Luzon, Manila, Mindanao 98.TAMIL

Sri Lanka, India, Malaysia, Far East, E & S Afnca 99.TELUGU India (Andhra Pradesh) 100.TEMNE Sierra Leone 101.TONGAN Tonga 102.TSHILUBA 103.TURKISH Turkey, Bulgaria, Turkish Cyprus 104.TUVALU Tuvalu, Nauru 105.UKRANIAN Ukraine, Poland, Czech, Slovak repulics, Former USSR 106.URDU Pakistan, India 107.VAI Libena, Sierra Leone 108.VIETNAMESE Vietnam, Cambodia 109.WALES 110.WELSH Wales (UK) 111.XHOSA South Afnca 112.YAO Southern China, North Laos, Thailand, Malawi, Mozambique 113.YIDDISH Israel, Central & Eastern Europe, USA 114.YORUBA Nigeria, Benin, Togo [1]

اردو زبان کو اس بناء پر دیگر تمام زبانوں میں امتیاز و فوقیت حاصل ہے کہ اس زبان میں الفاظ قرآنی میں سے ۷۵ فیصد الفاظ اپنے اصل تلفظ اور معانی مقررہ کے ساتھ استعمال کیے جاتے ہیں۔ [2] شاید یہی وجہ ہے کہ سب سے زیادہ تعداد میں تراجم قرآن بھی اسی زبان میں ہوئے ہیں۔

۱۹۶۹ء اور ۱۹۷۰ء میں "سیارہ ڈائجسٹ" لاہور نے تین ضخیم جلدوں میں "قرآن نمبر" شائع کیا تھا۔ اس کی جلد دوم میں محمد عالم مختار حق صاحب کا مضمون صفحہ ۹۰۶-۹۵۰ شائع ہوا۔ اس میں کل ۲۵۷ مکمل اور ۳۶۶ جزئی اردو ترجموں کا ذکر ہے۔ [3]

ڈاکٹر سید محمد مسعود احمد نے برس ہا برس کی محنت اور کئی کتب خانوں کی خاک چھاننے کے بعد "اردو میں قرآنی تراجم و تفاسیر" کے عنوان سے اپنا پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا ہے، جس میں قرآن کریم کے تراجم جو دنیا کی مختلف زبانوں میں کیے گئے خواہ وہ زیور طباعت سے آراستہ ہوئے یا نہیں کے بارے میں گرانقدر معلومات جمع کی ہیں۔ ان کا یہ کام سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

ترکی کے ایک نیم سرکاری ادارے "Research Center for Islamic History, Art and Culture" یعنی مرکز الابحاث للتاریخ والفنون والثقافۃ الاسلامیہ نے

---

[1] www.efrica.upenn.edu/publications/Quran-Translated-13255.html

[2] قرآن کریم کے اردو تراجم، ڈاکٹر احمد خان، ص ۱۰، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۷ء

[3] نگارشات، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، محمد عالم مختار حق، حصہ دوم، ص ۹۱، بیکن بکس، لاہور، ۲۰۱۳ء

"World Bibliography of Translations of the Holy Qur'an in Manuscript Form" کے نام سے ترکی اور انگریزی زبان میں کتاب شائع کی ہے۔ اس کی کم از کم چار جلدیں ہیں۔ قرآنی تراجم کی اس کتابیات میں ۱۵۱۵ء سے لے کر ۱۹۸۰ء کے درمیان دنیا میں چھپنے والے تراجم جن کا تعلق کسی بھی زبان سے ہو کا احاطہ کیا گیا ہے۔ کتاب کی تاریخ اشاعت ۱۹۸۶ء/۱۴۰۶ھ ہے۔

ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی تحقیق کے مطابق:

(۱) ۱۱۴۳ء میں سب سے پہلے لاطینی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ ہوا اور جب پریس ایجاد ہوا تو ۱۵۵۳ء میں یہ ترجمہ باسل (Basil) سوئٹزرلینڈ سے چھپ کر شائع ہوا۔

(۲) سب سے پہلا انگریزی ترجمہ جو لاطینی زبان سے انگریزی میں کیا گیا ۱۶۴۸ء اور ۱۶۸۸ء کے درمیان شائع ہوتا رہا' لیکن اب ناپید ہے۔ یہ ترجمہ سر الیگزینڈر راس (Alexander Ross) کا تھا جو ۱۶۴۹ء میں لندن سے شائع ہوا اور پھر ۱۸۰۶ء اور ۱۸۸۸ء میں امریکہ سے شائع ہوا۔

(۳) دوسرا انگریزی ترجمہ جارج سیل (George Sale) کا ہے جو ۱۷۳۴ء میں شائع ہوا۔ اس کے ۱۲۶ ایڈیشن نکلے۔ آخری ایڈیشن ۱۹۱۳ء میں لندن سے سر ڈینسن راس (Denison Ross) کے مقدمے کے ساتھ شائع ہوا اور ۱۹۲۹ء تک امریکہ سے ۸ بار چھپا۔

(۴) ۱۸۶۱ء میں جی۔ ایم۔ راڈویل (G.M. Rodwell) نے ترجمہ کیا جو ۱۸۶۱ء میں لندن سے شائع ہوا۔ پھر ۱۸۷۶ء سے ۱۹۲۱ء تک متعدد بار امریکہ سے چھپا۔

(۵) ۱۸۸۰ء میں جرمن پروفیسر میکس ملر (Max Muller) نے پروفیسر پالمر (E.H.Palmer) استاد کیمبرج یونیورسٹی سے انگریزی ترجمہ کروایا جو دو ضخیم مجلدات میں ۱۹۰۰ء میں منظر عام پر آیا۔ ۱۹۰۰ء اور ۱۹۲۸ء میں لندن سے اور ۱۹۰۹ء میں امریکہ سے شائع ہوا۔ پھر ۱۹۳۳ء میں سر نکلسن (Nicholson) کے تشریحی نوٹس کے ساتھ چھوٹے سائز میں شائع ہوا۔

(۶) پروفیسر ای۔ ڈبلیو۔ لین (E.W. Lane) نے ۱۸۴۳ء میں منتخبات قرآن کا ترجمہ

شائع کروایا جو ۱۸۹۶ء میں اس کے بھتیجے سٹینلی لین پول (Stanley Lane-Poole) نے ترمیم واضافہ کے بعد دوبارہ چھپوایا۔

(۷) پادری سیل ورسرولیم مور نے بھی منتخبات قرآن کے تراجم شائع کیے۔

(۸) ۱۸۹۴ء میں مارگولیس (Margolith) استادعربی' آکسفورڈ یونیورسٹی نے تفسیر بیضاوی کی سورۂ آل عمران کا ترجمہ شائع کیا۔

(۹) اسی پراساس رکھتے ہوئے ایم۔وھیری (M. Wherey) نے ایک مستقل تفسیر ۴ مجلدات میں لکھی جس میں بیضاوی' کشاف اور جلالین وغیرہ کے علاوہ دوسری تفاسیر سے بھی استفادہ کیا گیا۔

(۱۰) ۱۹۰۵ء میں ڈاکٹر عبدالحکیم کا ترجمہ شائع ہوا۔ کسی مسلمان کا کیا ہوا یہ پہلا انگریزی ترجمہ تھا۔

(۱۱) ۱۹۱۳ء میں مرزا ابوالفضل کا ترجمہ دوضخیم جلدوں میں شائع ہوا جس میں عربی متن قرآن بھی شامل تھا۔

(۱۲) اسی زمانے میں نواب عمادالملک سید حسن بلگرامی نے سورۂ طٰہٰ (سولھواں پارہ) تک ترجمہ کیا تھا جو چھپ نہ سکا۔

(۱۳) ۱۹۱۰ء میں احمدی جماعت کی طرف سے پہلے پارے کا ترجمہ شائع ہوا' اس میں متن قرآن اور تفسیری نوٹس بھی شامل تھے۔

(۱۴) اسی زمانے میں لکھنؤ سے شیخ بادشاہ حسین کا ترجمہ شائع ہوا۔

(۱۵) ۱۹۱۸ء میں لاہور سے امیر جماعت احمدیہ مولوی محمد علی کا ترجمہ متن اور تفسیری نوٹس کے ساتھ شائع ہوا۔

(۱۶) ۱۹۳۰ء میں غلام سرور کا ترجمہ شائع ہوا۔

(۱۷) ۱۹۳۰ء میں محمد مارماڈیوک پکتھال (M.M. Pickhtall) کا ترجمہ شائع ہوا۔

(۱۸) ۱۹۳۷ء میں عبداللہ یوسف علی کا ترجمہ مع متن عربی کے شائع ہوا۔

(۱۹) ۱۹۱۹ء میں مرزا حیرت دہلوی نے بھی انگریزی میں ایک ترجمہ شائع کرایا۔

(۲۰) ۱۹۳۹ء میں مولانا عبدالماجد دریا آبادی کا ترجمہ تفسیری نوٹس کے ساتھ شائع ہوا۔

(۲۱) ۱۹۳۷ء۔۱۹۳۸ء میں پادری رچرڈ بل (Richard Bell) استاد عربی ایڈنبرا یونیورسٹی نے ترجمہ کیا تھا جو دو جلدوں میں شائع ہوا۔

(۲۲) ۱۹۵۳ء میں اے۔جے۔آربری (A.J. Arberry) کا منتخب قرآن کا ترجمہ شائع ہوا اور پھر بعد ازاں ۱۹۵۵ء میں پورے قرآن کا ترجمہ شائع ہوا۔

(۲۳) ۱۹۵۶ء میں این۔جے۔داؤد نے امریکہ سے ترجمہ شائع کیا۔

(۲۴) خواجہ عبدالوحید کا ترجمہ کراچی کے رسالہ "الاسلام" میں شائع ہوا۔

(۲۵) یہودیت چھوڑ کر اسلام قبول کرنے والے لیوپولڈ محمد اسد (Leopold Muhammad Asad) نے بھی "The Message of the Qur'an" کے نام سے ترجمہ شائع کیا جو غالباً پہلی بار تفسیری نوٹس کے ساتھ ۱۹۸۰ء میں دہلی سے شائع ہوا۔[1]

محقق و مصنف جناب ڈاکٹر سید جمیل احمد رضوی نے اپنی ذاتی لائبریری سے درج ذیل تفصیلات فراہم کی ہیں جو کہ انگریزی زبان میں تراجم قرآن کی کتابیات پر مشتمل ہیں:

1. "The Quran" by M.A.S. Abdel Haleem, 2004 Oxford U. 'Press
2. "Approaching The Quran" by Michael Sells, 1999, USA
3. "The Quran" by Mr. Q.Arafat, 1991, UK
4. "Al-Qur'an" by Ahmed Ali, 1984, Karachi
5. "The Qur'an" by Tarif Khalidi, 2008
6. "The Qur'an" by M H. Shakir, 17th, US Edition 2011
7. "Reading the Qur'an" by Ziauddin Sardar, 2010, UK
8. "Decoding the Qur'an" by Ahmed Hulusi
9. "Al-Qur'an" by Mohammad Farooq-e-Azam Malik, 1997, USA
10. "The Qur'an" by Ali Quli Qara'i, 2nd Edition, 2011, USA
11. "Qur'an" by Majid Fakhry, 2000, Lebanon
12. "The Meaning of the Holy Qur'an in Today's English" by Yahiya Emerick, 2000
13. "The Qur'an" by Muhammad Zafrullah Khan, 1970, UK

---

[1] اردو میں قرآنی تراجم و تفسیر، مقالہ Ph.D، ڈاکٹر محمد مسعود احمد

14. "The Qur'an" by Ali Unal, 2010, N.J, USA
15. "The Qur'an" by Thomas Cleary, (Starlatch Press, 2004)
16. "The Qur'an" by Farid Esack (Oneworld Publication, 2002)
17. "The Gracious Quran" Ahmed Zaki Hammad, 2007, USA
18. "The Study Qur'an" Sayyed Hossein Nasr, 2015, USA

قرآنی تراجم کے بارے میں ڈاکٹر محمود احمد غازی فرماتے ہیں:

صرف اردو زبان میں (قرآن پاک کے) ۳۰۰ سے زائد تراجم موجود ہیں۔ انگریزی میں ۱۵۰ سے زائد تراجم موجود ہیں۔ فارسی اور ترکی میں ۱۰۰ سے زائد۔ فرانسیسی میں ۵۸۱، جرمن میں ۵۵، لاطینی میں ۵۳ اور بقیہ زبانوں میں درجنوں کے حساب سے قرآن مجید کے تراجم موجود ہیں۔ کچھ زبانیں ایسی ہیں جن میں تراجم مکمل ہیں اور کچھ ایسی ہیں کہ جن میں ترجمے نامکمل ہیں۔[1]

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اردو میں قرآنی تراجم کی تعداد کا اندازہ ۵۰۰ سے ۷۰۰ کے درمیان لگایا ہے۔[2]

اردو زبان میں قرآنی ترجمہ کے دنیا کی دوسری زبانوں میں تراجم

صرف یہی نہیں کہ قرآن پاک کے تراجم دنیا کی مختلف زبانوں میں کیے گئے، بلکہ ایسا بھی ہے کہ ان تراجم کے تراجم دنیا کی مختلف زبانوں میں کیے گئے ہیں۔ ان میں ایک منفرد مثال اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی h کے اردو ترجمہ قرآن "کنزالایمان" کی ہے، جس اردو ترجمہ قرآن کے تراجم دنیا کی مزید زبانوں میں کیے گئے ہیں۔ یعنی انگریزی، ولندیزی (Dutch)، ترکی، (Carribean) Creole، سندھی، گجراتی، ہندی، بنگالی اور پشتو شامل ہیں۔

انگریزی تراجم کنزالایمان

(۱) پروفیسر شاہ فرید الحق، شائع کردہ فرید بک ڈپو دہلی ۲۰۰۳ء اور ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور
(۲) پروفیسر حنیف اختر فاطمی
(۳) ڈاکٹر عبدالحمید اولکھ، شائع کردہ فرید بک ڈپو دہلی ۱۹۹۰ء

---

[1] محاضرات قرآنی، ڈاکٹر محمود احمد غازی، ص ۱۱۷۔۱۱۸، الفیصل، لاہور، ۲۰۰۹ء

[2] نگارشات ڈاکٹر محمد حمید اللہ، محمد عالم مختار حق، ص ۱۱۵، بیکن بکس، لاہور، ۲۰۰۹ء

(۴) عاقب فرید القادری "The Treasure of Faith" ۲۰۱۲ء
www.ahlesunnat.net
(۵) مولانا محمد حسین مقدم ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور ۲۰۱۲ء

کنز الایمان کے تراجم دیگر زبانوں میں

☆ ولندیزی "De Heilige Qoraan" by Goelam Rasoel(Dutch) Alladien
☆ ترکی "Kur'an Karim" by Ismail Hakki Izmirli
☆ سندھی' مفتی عبدالرحیم سکندری
☆ "Creole" مولانا منصور اور مولانا نجیب' ماریشس
☆ بنگالی' الحاج مولانا عبدالمنان

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) جو برصغیر میں قرآن پاک کے اوّلین فارسی مترجمین میں شمار ہوتے ہیں کہ وہ صاحبزادگان کو اردو زبان میں اوّلین مترجمین ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ شاہ محمد رفیع الدین دہلوی (م ۱۸۱۷ء) نے اردو کا پہلا مکمل لفظی ترجمہ قرآن ۱۲۰۰ھ میں مکمل کیا' جبکہ ان کے چھوٹے بھائی شاہ محمد عبدالقادر دہلوی (م ۱۸۱۴ء) نے اردو زبان کا پہلا بامحاورہ ترجمہ قرآن ۱۷۹۰ء میں مکمل کیا۔ [1]

تیرہویں صدی ہجری میں ایک محتاط اندازے کے مطابق اردو میں ۲۵ تراجم قرآن کیے گئے۔ [2]

رسالہ فیض الاسلام راولپنڈی کے قرآن نمبر میں جو ۱۹۶۸ء میں شائع ہوا' محمد عالم مختار حق صاحب نے اردو تراجم و تفاسیر کے عنوان سے ایک مفصل مضمون لکھا ہے جس میں (صفحہ ۴۷ پر) انہوں نے اوّلین اردو ترجمہ قرآن کی بابت کچھ مختلف بات لکھی ہے:

جہاں تک اردو زبان میں قرآن مجید کے تراجم و تفاسیر کے وجود کا تعلق ہے' عام روایت کے مطابق سب سے پہلے ترجمہ قرآن شاہ عبد لقادر محدث دہلوی h کا ہے۔ مگر در حقیقت

---

[1] اردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ' ڈاکٹر مجید اللہ قادری' ص ۲۲' مکتبہ علیمیہ' کراچی' ۲۰۱۳ء
[2] ایضاً

سب سے پہلا مکمل ترجمہ قرآن مجید وہ ہے جس کا مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں ہے اور جس کا زمانہ تصنیف ۱۱۵۰ھ متعین کیا گیا ہے۔ پھر شاہ رفیع الدین صاحب نے ۱۱۹۰ھ میں اور ان کے پندرہ سال بعد ان کے بھائی شاہ عبدالقادر صاحب نے مرادی ترجمہ قرآن مجید موضح قرآن کیا۔ [1]

محترمہ ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین نے ''قرآن حکیم کے اردو تراجم'' کے نام سے ایک تحقیقی کتاب لکھی ہے۔ کتاب پر تالیف کا سال ۱۹۸۱ء لکھا ہے۔ اس کتاب میں مؤلفہ نے ذیل کے عنوانات کے تحت تفصیلات درج کی ہیں:

(۱) اٹھارویں صدی اور ماقبل کے ترجمے (۱۰ ترجمے)
(۲) اٹھارویں صدی کے ترجمے (مکمل ۷ ترجمے)
(۳) اٹھارویں صدی اور ماقبل کے ترجمے (جزوی۔ ۵ ترجمے)
(۴) اٹھارویں صدی کے چند غیر مطبوعہ ترجمے (۴ ترجمے)
(۵) انیسویں صدی کے ترجمے (مکمل۔ ۲۴ ترجمے)
(۶) انیسویں صدی کے ترجمے (جزی۔ ۲۲ ترجمے)
(۷) بیسویں صدی کے ترجمے (مکمل۔ ۸۸ ترجمے)
(۸) بیسویں صدی کے ترجمے (جزوی۔ ۱۰۴ ترجمے)
(۹) قرآن حکیم کے منظوم اردو ترجمے (مکمل و جزوی ملا کر کل ۴۹ ترجمے)

ڈاکٹر صاحبہ نے کچھ تراجم کا تعارف اجمالی طور پر پیش کیا ہے جبکہ کچھ تراجم کے بارے میں تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ [2]

ڈاکٹر احمد خان کی مرتب کردہ کتاب ''قرآن کریم کے اردو تراجم'' کے نام سے اردو تراجم قرآن کی کتابیات مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد نے شائع کی ہے۔ اس کتابیات کے بارے میں کتاب کے پیش لفظ میں لکھا ہے:

اس قسم کی فہرستوں میں استقصاء کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا، ممکن ہے کہ اس میں بعض تراجم

---

[1] نگارشات ڈاکٹر محمد حمیداللہ، محمد عالم مختار حق، ص ۹۱ بیکن بکس لاہور ۲۰۰۹ء

[2] قرآن حکیم کے اردو تراجم ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین، فہرست مضامین، قدیمی کتب خانہ، کراچی

کا ذکر چھوٹ گیا ہو۔ یقیناً کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس میں سارے مکمل اور نامکمل ترجموں کا اندراج ضرور ہو گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ اردو تراجم القرآن کی سب سے بڑی فہرست ہے جواب تک سامنے آسکی ہے۔ [1]

یہ بات ضرور پیش نظر رہنی چاہیے کہ بہت سے تراجم مطبوعہ ہیں اور بہت سے غیر مطبوعہ۔ مطبوعہ تراجم میں سے بھی اب بہت سے تراجم دستیاب نہیں ہیں اور خال خال ہی ملتے ہیں۔ ڈاکٹر احمد خان کا اس فہرست کے بارے میں کہنا ہے کہ مطبوعہ اردو تراجم کی ایسی جملہ کتابیات کے مقابلے میں یہ کتابیات باعتبار اندراجات تقریباً دوگنی ہے۔ اس میں ۱۰۱۱ اندراجات ہیں جن میں ۴۴۲ مکمل اور ۵۶۹ جزوی ہیں۔ ان میں ۱۶۴ مترجمین وہ بھی ہیں جنہیں مکمل قرآن کریم کا ترجمہ کرنے کا شرف حاصل تھا۔ [2]

قرآن پاک کے نثری تراجم کے ساتھ ساتھ اس کے منظوم تراجم بھی کیے گئے ہیں۔ منظوم تراجم کی کثرت اور قرآنی متن ومضامین کو شعری قالب میں ڈھالنے کا کام بھی اپنی جگہ بہت وقیع ہے۔ قرآن کریم کا ایک منظوم ترجمہ علامہ سیماب اکبرآبادی نے ''وحی منظوم'' کے نام سے کیا ہے۔

ایک اور منظوم ترجمہ قرآن جس میں اشعار کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز ہے کے بارے میں ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین فرماتی ہیں:

''زادِ آخرت'' قرآن حکیم کا منظوم ترجمہ ہے۔ ''زادِ آخرت'' تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۴۴ھ تاریخ نکلتی ہے۔ مترجم شاعر مولوی عبدالسلام بدایونی ہیں۔ ''زادِ آخرت'' ۱۲۴۴ھ مطابق ۱۸۲۸ء میں لکھنؤ کے مطبع نولکشور میں طبع ہوئی۔ اس میں کل ایک ہزار سات سو باسٹھ (۱۷۶۲) صفحات ہیں۔ اشعار کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔ یہ چار مجلدات پر منحصر ہے' مصنف رام پور کے نواب احمد علی خاں کے زمانے میں پرگنہ راجپور کے قاضی تھے۔ ترجمہ بہت عمدہ ہے۔ بے کار اور فضول اشعار سے اجتناب کیا گیا ہے۔ ترجمہ میں بڑی بے ساختگی اور عدم تکلف ہے۔ [3]

---

[1] قرآن حکیم کے اردو تراجم' ڈاکٹر احمد خان' ص ۱۷' مقتدرہ قومی زبان' اسلام آباد' ۱۹۸۷ء

[2] قرآن حکیم کے اردو تراجم' ڈاکٹر احمد خان' ص ۱۸' مقتدرہ قومی زبان' اسلام آباد' ۱۹۸۷ء

[3] قرآن حکیم کے اردو تراجم' ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین' ص ۱۵۹' قدیمی کتب خانہ' کراچی

اس موضوع پر ان کتابوں کا مطالعہ بھی مفید ہوگا:

(۱) قرآن مجید کے تراجم جنوبی ہند کی زبانوں میں' مظہر ممتاز قریشی' بہادر یار جنگ اکادمی' کراچی: ۱۹۹۰ء' کل صفحات ۱۶۰

(۲) عالمی زبانوں میں تراجم قرآن مجید' پہلی تا چودھویں صدی ہجری کے مفسر و تفاسیر' مولوی فقیر محمد' نوید پبلشرز' لاہور' ۲۰۰۱ء' کل صفحات ۱۳۴

تراجم قرآن کے اس ذیلی باب کو میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے ان الفاظ پر تمام کرنا چاہتا ہوں:

مجھے چند ایک (متعدد) زبانوں سے واقفیت (عبور) ہے اس لیے تقابلی مطالعے کے بعد میں پورے اطمینان سے کہہ سکتا ہوں کہ اردو تراجم قرآن دنیا کے بہترین تراجم کی صف اوّل میں ہیں۔[1]

---

[1] نگارشات ڈاکٹر محمد حمید اللہ' محمد عالم مختار حق' حصہ دوم' ص ۱۱۹ بیکن بکس' لاہور' ۲۰۰۳ء

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے زیادہ لکھا گیا

پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت اور سیرت پر تاریخ انسانی میں سب سے زیادہ لکھا گیا ہے اور سب سے زیادہ لکھا جا رہا ہے۔ لکھنے والوں میں اپنے بھی ہیں اور بیگانے بھی' محقق بھی ہیں اور متعصب بھی' اپنوں نے بھی لکھا اور غیروں نے بھی اپنا حصہ ڈالا ہے۔ ہم یہ بات وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ جتنا کچھ اور جس جامعیت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں لکھا گیا ہے اس کا عشر عشیر بھی کسی اور ذات کے بارے میں نہیں لکھا گیا ہے۔

تاریخ انسانی میں کسی بھی انسان کی اتنی تعریف و توصیف نہیں کی گئی ہے جتنی کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کی گئی ہے۔ یہ نام ''محمد'' تو مشتق ہی ''حمد'' سے ہوا ہے' جس کے معنی تعریف کے ہیں۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسم بامسمّٰی ہیں۔ کسی انسان کے بارے میں اتنی نثر نگاری نہیں ہوئی' کسی کے بارے میں اتنے شعر نہیں کہے گئے اور کسی انسان کے بارے میں اتنی کتابیں نہیں لکھی گئیں جتنی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں لکھی گئی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لکھی گئی کتابوں کا سلسلہ ختم نہیں ہو گیا' بلکہ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے' یہ سلسلہ بڑھتا ہی جا رہا ہے اور بڑھتا ہی رہے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی کتاب قرآن' مختلف زبانوں میں کیے گئے اس کے تراجم' مجموعہ ہائے احادیث' سیرت پاک اور فقہ پر لاکھوں صفحات لکھے گئے ہیں۔ اتنا کچھ لکھا گیا ہے کہ اس کو ضبط تحریر میں لانا' اسے یکجا کرنا' اس کا احاطہ کرنا' یہاں تک کہ صرف اس کی کتابیت (Bibliography) کو مرتب کرنا بھی ممکن نظر نہیں آتا ہے' لیکن اس بات کی کوشش کی جائے گی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لکھے گئے بحر بیکراں میں سے چند موتی چن کر پیش کر دیئے جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیے گئے ضخیم (Voluminous) کام کا اجمالی خاکہ پیش کر دیا جائے' اس کوہ گراں کی جانب ایک اشارہ ہی کر دیا جائے جس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہی وہ ذات گرامی ہے جس پر تاریخ انسانی میں سب سے زیادہ لکھا گیا ہے۔

قرآن کریم تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے ہی' مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

سیرت طیبہ اور آپ ﷺ کی حیات پاک کے یک ایک لمحے کو اور اس کی باریک سے باریک جزئیات کو جس محنت شاقہ، محبت، جس دیانت داری اور وارفتگی کے ساتھ یکجا (Explore and record) کر کے اسے قرطاس و قلم کے سپرد کیا گیا ہے اس جیسی کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی ہے۔ ان تفصیلات کا محفوظ کیا جانا جتنا حیران کن ہے اس سے بھی زیادہ حیران کن ان معلومات کا ابلاغ ہے۔ آج آپ ﷺ کی سیرت پاک کا جو گرانقدر ذخیرہ دستیاب ہے، وہ یکتا اور بے مثال ہے۔ عقل حیران اور فہم ششدر ہے کہ یہ سب کچھ کیونکر ممکن ہو سکا ہے؟ آپ ﷺ کی ذات کا کوئی گوشہ نہ پردۂ راز میں رہا، نہ ناواقفیت کی تاریکی میں گم ہوا اور نہ امتداد زمانہ کی گرد نے اسے دھندلایا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی ذات گرامی مجموعۂ کمال اور آپ ﷺ کی سیرت چشمۂ لازوال ہے۔

امریکن انسٹیٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز (American Institute of Islamic Studies) جیسے وسائل سے مالامال اور مستحکم ادارے کو بھی آپ ﷺ کے بارے میں یہ اعتراف کرنا پڑا:

On the wnting of biographies on the life of the Prophet Muhammad, (peace be upon him), there s no end and probably there will be no end. No complete listing of these hundreds of biographies has yet been attempted, even only those in western language. [1]

آج تک نبی کریم ﷺ کی سوانح حیات پر جو کچھ لکھا جا چکا ہے اور جو کچھ لکھا جائے گا، وہ لامتناہی ہے۔ اس کے علاوہ ان سینکڑوں بلکہ ہزاروں سوانحات کی فہرست تیار کی جا چکی ہے، مگر وہ غیر مکمل ہیں اور خصوصاً وہ سوانحات جو کہ مختلف مغربی ممالک کی زبانوں میں تحریر ہو چکی ہیں وہ اور بھی غیر مکمل معلوم ہوتی ہیں۔

مغربی زبانوں میں لکھی گئی کتب سیرت کی کتابیات کو مرتب کرنے کے سلسلہ میں جو دشواری نظر آتی ہے وہی دشواری دنیا کی دیگر اہم زبانوں میں لکھی گئی کتب کی کتابیات کی تیاری میں بھی درپیش ہے۔

---

[1] سیرت نگاری، آفتاب احمد نقوی، ص ۶۲۔ ۶۳، رضا پبلیکیشنز لاہور، ۱۹۹۱ء

رب کائنات نے فرمایا ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ (الم نشرح:۴)

اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو بلند کیا۝

آپ ﷺ پر لکھے گئے مواد کی کثرت اور وسعت دراصل اسی اعلانِ خداوندی کی تفصیل و تعبیر ہے۔

دنیا میں کتنے نبی، کتنے رسول، کتنے سلاطین اور کتنے رہنما آئے۔ کسی نے قلعے تعمیر کیے کسی نے سڑکیں تعمیر کیں، کسی نے تاج محل بنوایا، کسی نے مقبرہ تعمیر کروایا، کسی نے اپنی لاش کو حنوط کروایا، کسی نے فن تعمیر (Architect) کا نمونہ چھوڑا، کسی نے کتاب لکھی، کسی نے سوانح عمری مرتب کی کہ کسی طرح میرا نام چلے، میرا نام تاریخ میں نمایاں اور محترم ہو جائے۔ لیکن ان سارے ناموں کو وقت نے دھندلا دیا۔ اگر کسی کا نام رہا اور کسی کا نام چمکتے سورج کی طرح دمکا تو وہ نام نامی محمد رسول اللہ ﷺ کا ہی ہے، اس لیے کہ آپ ﷺ کی زندگی کا ایک ایک ورق روشن اور آپ ﷺ کی شخصیت کا ایک ایک پہلو تاباں ہے۔ فلپ کے۔ ہٹی نے کہا:

"Muhammad was born within the full light of history. [1]

محمد ﷺ تاریخ کی بھرپور روشنی میں پیدا ہوئے۔

جان ڈیون پورٹ نے ۱۸۷۰ء میں ''اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن'' لکھی۔ اس کتاب کا آغاز وہ ان الفاظ سے کرتے ہیں:

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ تمام مقننین اور فاتحوں میں ایک بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کے وقائع عمری محمد ﷺ کے وقائع عمری سے زیادہ تر مفصل اور سچے ہوں۔ [2]

ریورنڈ باسورتھ اسمتھ (Basworth Smith) فیو آف ٹرینٹی کالج آکسفورڈ نے ۱۸۷۴ء میں ''محمد اینڈ محمڈزم'' کے نام سے رائل انسٹیٹیوشن آف گریٹ بریٹن میں جو لیکچر دیئے تھے اور جو کتاب کی صورت میں چھپے ہیں اس میں ریورنڈ موصوف نے کہا کہ جو کچھ عام طور سے مذہب کی (ابتدا نامعلوم ہونے کی) نسبت صحیح ہے، وہی بدقسمتی سے ان تین مذہبوں اور

---

[1] پیغمبر انقلاب، وحید الدین خان، ص ۱۲، فکشن ہاؤس، کراچی، ۲۰۱۳ء

[2] خطبات مدراس، سید سلیمان ندوی، ص ۶۲، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱۹۸۳ء

بانیوں کی نسبت بھی صحیح ہے جن کو ہم کسی بہتر نام کے موجود نہ ہونے کے سبب سے تاریخی کہتے ہیں۔ ہم مذہب کے اولین اور ابتدائی کارکنوں کی نسبت بہت کم اور اُن کی نسبت جنہوں نے ان کی محنتوں میں بعد کو اپنی محنتیں ملائیں شاید زیادہ جانتے ہیں۔ ہم زرتشت اور کنفیوشس کے متعلق اس سے کم جانتے ہیں جو سولن اور سقراط کے متعلق جانتے ہیں۔ موسیٰ اور بودھ کے متعلق اس سے کم واقف ہیں جو ہم ایمبروس(Ambrase) اور سیزر کے متعلق جانتے ہیں۔ ہم درحقیقت مسیح کی زندگی کے ٹکڑے میں سے ٹکڑا جانتے ہیں۔ ان تیس برسوں کی حقیقت سے کون پردہ اٹھا سکتا ہے جس نے تین سال کے یہ راستہ تیار کیا۔ جو کچھ ہم جانتے ہیں اُس نے دنیا کی ایک تہائی کو زندہ کیا ہے اور شاید اور بہت زیادہ کرے۔ ایک آئیڈیل لائف جو بہت دور بھی ہے اور قریب بھی، ممکن بھی ہے اور ناممکن بھی، لیکن اس کا کتنا حصہ ہے جو ہم جانتے ہی نہیں۔ ہم مسیح کی ماں، مسیح کی خانگی زندگی، اُن کے ابتدائی احباب، اُن کے ساتھ اُن کے تعلقات، اُن کے روحانی مشن کے تدریجی طلوع یا یک بیک ظہور کی نسبت ہم کیا جانتے ہیں؟ اُن کی نسبت کتنے سوالات ہم میں سے ہر ایک کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں جو ہمیشہ سوالات ہی رہیں گے۔ لیکن اسلام میں ہر چیز ممتاز ہے، یہاں دھندلا پن اور راز نہیں ہے، ہم تاریخ رکھتے ہیں، ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس قدر جانتے ہیں جس قدر لیوتھر اور ملٹن کے متعلق جانتے ہیں، میتھالوجی فرضی افسانے اور مافوق الفطرت واقعات ابتدائی عربی مصنفین میں نہیں، یا اگر ہیں تو وہ آسانی سے تاریخی واقعات سے الگ کیے جا سکتے ہیں، کوئی شخص یہاں نہ خود کو دھوکہ دے سکتا ہے اور نہ دوسرے کو، یہاں پورے دن کی روشنی ہے جو ہر چیز پر پڑ رہی ہے اور ہر ایک تک وہ پہنچ سکتی ہے۔ [1]

Muhammad appears to have lived "in the full view of history", to quote Ernest Renan, he lived and died an enormously successful prophet (something for which his Christian and Jewish detractors have never forgiven him). [2]

یہ بات واضح ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تاریخ کے منظر نامے پر پوری طرح عیاں ہیں۔

---

[1] خطبات مدراس، سید سلیمان ندوی، ص ۶۲ - ۶۳، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱۹۸۳ء

[2] "No god but God" Reza Aslam, P.xix, Random House, New York:2005

ارنسٹ رینن کے الفاظ میں وہ انتہائی کامیاب نبی کی حیثیت سے جئے اور پردہ فرمایا (جس کے لیے عیسائی اور یہودی بدگوئی کرنے والوں نے انہیں کبھی معاف نہیں کیا)۔

محمد ﷺ کے حالات زندگی نہ صرف یہ کہ بہت تفصیل کے ساتھ ہم تک پہنچے ہیں' بلکہ ان کے حالات زندگی سب سے زیادہ مستند' معتبر اور مصدقہ ہیں:

Muhammad's (peace and blessings be upon h:m) biographical dates have always been considered the best known among those of all great rel gious founders. [1]

محمد ﷺ کی سوانح عمری اور حیات طیبہ کے مراحل کے بارے میں ہمیشہ یہی خیال کیا جاتا ہے کہ ان کا علم مستند طریقے سے ہم تک پہنچا ہے بہ نسبت دیگر عظیم ادیان کے بانیان کی سوانح عمریوں کے۔

حضرت مسیح U کے بارے میں تاریخ کی بے خبری کا یہ عالم ہے کہ آپ U کی ذات کبھی وجود بھی رکھتی تھی یا نہیں' اس بات پر بھی سوالیہ نشان لگائے گئے ہیں۔

Historically, it :s quite doubtful whether Christ ever existed at all. (B. Russel)

تاریخی اعتبار سے خود یہ بات مشتبہ ہے کہ روئے زمین پر کبھی مسیح U کا وجود تھا بھی یا نہیں۔ (ب۔ رسل) [2]

عیسائیوں کی جانب سے اس طرح کے سوالات اٹھائے گئے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے تو قرآن کی گواہی ہی کافی ہے کہ نہ صرف یہ کہ حضرت عیسیٰ U اس دنیا میں تشریف لائے' بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے باپ کے بغیر پیدا فرمایا۔ (مریم:۱۹-۲۱)

"The Messenger" کا مصنف "R.V.C. Bodley" اعتراف کرتا ہے:

While we have no contemporary records of Moses or Confucius or Buddha, while we know some fragment of a fragment of Christ's life, but noth ng of the th rty years which prepared the way for the culminating three, the story of

---

[1] "And Muhammad is His Messenger", Annemarie Schimmel, P.9, The University of North Carolina, USA.1985

[2] پیغمبر انقلاب' وحید الدین خان' ص ۱۲' فکشن ہاؤس' کراچی' ۲۰۱۳ء

Mohammad is extrenely clear. [1]

جب کہ ہمارے پاس موازنہ کرنے کی غرض سے (حضرت) موسیٰ یا کنفیوشس اور بدھا کے بارے میں کوئی ریکارڈ دستیاب نہیں ہے اور جب کہ ہم (حضرت) مسیح کی زندگی کے اجزاء میں سے کچھ جز کا علم ہی جانتے ہیں' لیکن ان کے زمانہ شباب کے تیس سالوں کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے ہیں۔ لیکن ہم محمد (ﷺ) کی کہانی (زندگی) کے بارے میں انتہائی واضح معلومات رکھتے ہیں۔

اسلام سے سب سے قریب العہد پیغمبر حضرت عیسیٰ U ہیں جن کے پیرو آج یورپین مردم شماری کے مطابق تمام دوسرے مذاہب کے پیرووں سے زیادہ ہیں' مگر یہ سن کر آپ کو حیرت ہوگی کہ اسی مذہب کے پیغمبر کی زندگی کے اجزاء تمام دوسرے مشہور مذاہب کے بانیوں اور پیغمبروں کے سوانح سے سب سے (زیادہ) کم معلوم ہیں۔ [2]

انجیل کے بیان کے مطابق حضرت عیسیٰ U کی زندگی ۳۳ برس تھی۔ موجودہ انجیلوں کی روایتیں اوّلاً تو نامعتبر ہیں اور جو کچھ ہیں بھی وہ صرف ان کے آخری تین سالوں کی زندگی پر مشتمل ہیں۔ ہم کو اُن کی تاریخی زندگی کے صرف یہ حصے معلوم ہیں' وہ پیدا ہوئے اور پیدائش کے بعد مصر لائے گئے' لڑکپن میں ایک دو معجزے دکھائے۔ اس کے بعد وہ غائب ہو جاتے ہیں اور پھر یک بیک تیس برس کی عمر میں بپتسمہ دیتے اور پہاڑیوں اور دریاؤں کے کنارے ماہی گیروں کو وعظ کہتے نظر آتے ہیں' چند شاگرد پیدا ہوتے ہیں' یہودیوں سے چند مناظرے ہوتے ہیں۔ یہودی اُن کو پکڑوا دیتے ہیں' رومی گورنر کی عدالت میں مقدمہ پیش ہوتا ہے اور سولی دے دی جاتی ہے۔ تیسرے دن ان کی قبر اُن کی لاش سے خالی نظر آتی ہے۔ تیس برس اور کم از کم پچیس برس کا زمانہ کہاں گزرا اور کیونکر گزرا؟ دنیا اس سے ناواقف ہے اور رہے گی۔ ان تین آخری برسوں کے واقعات میں بھی کیا ہے؟ چند معجزے اور مواعظ اور آخر سولی! [3]

"Encyclopedia Britannica" کے مطابق ہمیں حضرت عیسیٰ U کی زندگی کے بارے میں بہت کم ہی پتہ ہے۔

---

1 "The Messenger", R.V.C. Bodley, P 1, Doubleday & Company Inc., New York.1946

2 خطبات مدراس' سید سلیمان ندوی' ص ۳۶' ادارہ اسلامیات' لاہور' ۱۹۸۳ء

3 خطبات مدراس' سید سلیمان ندوی' ص ۳۶۔۳۷' ادارہ اسلامیات' لاہور' ۱۹۸۳ء

Luke (2:41-52) states that Jesus as a child was precociously learned, but there is no other evidence of his childhood or early life. As a young adult, he went to be baptized by the prophet John the Baptist and shortly thereafter became an itinerant preacher and healer (Mark 1.2-28). In his mid-30s Jesus had a short public career, lasting perhaps less than one year, during which he attracted considerable attention. Sometime between AD 29 and 33 - possibly AD 30 - he went to observe passover in Jerusalem where his entrance, according to the Gospels, was triumphant and infused with eschatological significance. While there he was arrested, tried, and executed.

انجیل لوقا (۲:۴۱-۵۲) کے مطابق حضرت عیسیٰ جب بچے تھے تو خلاف معمول حکمت سے معمور تھے۔ اس کے سوا ان کے بچپن کے بارے میں کوئی اور واقعاتی شہادت نہیں۔ ان کی نوجوانی میں انہیں حضرت یحییٰ نے بپتسمہ دیا۔ اس کے فوری بعد وہ چلتے پھرتے مبلغ اور شفاء بخشنے والے بن گئے (مرقس ۱:۲۸-۲)۔ زندگی کی چوتھی دہائی میں ہمیں حضرت مسیح کا عوامی دور نظر آتا ہے' جس کا دورانیہ شاید ایک سال ہے۔ اس عرصہ میں انہوں نے لوگوں کی توجہ حاصل کی۔ یہ ۲۹ سے ۳۳ سن عیسوی کا درمیانی عرصہ اور غالباً ۳۰ سن عیسوی ہے' جب کہ وہ یروشلم سے گزر رہے تھے اور اپنی تعلیمات کامیابی سے لوگوں تک پہنچا رہے تھے کہ انہیں گرفتار کر لیا گیا' ان پر مقدمہ چلا اور انہیں پھانسی دے دی گئی۔ [1]

دوسرے نبیوں کے سوانح نگار کے پاس مواد کی کمی ہے اور جتنا بھی مواد دستیاب ہے وہ معتبر اور مستند نہیں ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ کا پورا پورا ریکارڈ' محفوظ تاریخی مواد بکثرت فراہم ہے' جس کے معتبر اور مستند ہونے میں شک و شبہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ [2]

Largely as a result of their (historians) efforts, we know more about Muhammad than about nearly any other founder of a major religious tradition. [3]

---

[1] www.britannica.com/biography/jesus

[2] پیغمبر صحرا کے۔ ایل۔ کا باس' ے' الفیصل' لاہور' ۲۰۰۷ء

[3] "Muhammad A Prophet for our Time", Karen Armstrong, Introduction, Atlas Books, Harper Collins Publishers, New York, USA.2006

تاریخ نویسوں کی محنت شاقہ کی وجہ سے آج ہم محمد (ﷺ) کی بابت کسی بھی اور بڑے مذہبی گروہ کے بانی کی نسبت زیادہ جانتے ہیں۔

مسلمانوں کے نبی کی پیدائش سے لے کر وفات تک مکمل سیرت مستند ماخذ کے ساتھ مکمل محفوظ ہے' جبکہ اور کسی نبی کی مکمل سیرت پوری سند کے ساتھ موجود نہیں ہے' مسلمانوں کے نبی کے تمام ارشادات (احادیث مبارکہ) اسانید کے ساتھ موجود ہیں اور کتاب کی تعلیم اور دین کی ہدایت کے متعلق آپ نے جو کچھ بھی فرمایا وہ محفوظ کرلیا گیا جبکہ اور کسی نبی کے ارشادات اس طرح محفوظ نہیں کیے گئے' نہ ان کو دین میں حجت تسلیم کیا گیا۔ [1]

حدیث

عربی زبان میں حدیث کے معنی گفتگو کے بھی ہیں' نئی بات کے بھی اور قابل ذکر واقعہ کے بھی۔ اس کے معنی کسی تاریخی واقعہ یا تاریخی قصہ کے بھی آتے ہیں۔

حدیث یا تو رسول اکرم ﷺ کا قول ہے' آپ کا عمل ہے اور یا پھر آپ ﷺ کا کسی اور کے قول و فعل کو برقرار رکھنا ہے۔

علم حدیث ایک فنی اصطلاح ہے جس سے مراد وہ تمام چیزیں یا وہ تمام امور ہوتے ہیں جن کا مقصد رسول اللہ ﷺ کے ارشادات گرامی' آپ کے افعال اور آپ کے احوال کی تحقیق کرنا ہو۔ ہر علم کا ایک موضوع ہوتا ہے' علم حدیث کا موضوع اور مرکز نگاہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے۔

محدثین کے نزدیک حدیث' رسول کریم ﷺ کے قول' فعل اور تقریر کا نام ہے۔ قول سے مراد آپ ﷺ کے فرمودات ہیں' فعل سے مراد آپ ﷺ کی دی ہوئی عملی تعلیمات ہیں اور تقریر سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے کوئی کام کیا گیا یا پھر کسی شخص کے کیے ہوئے کسی کام کی اطلاع آپ کو دی گئی اور آپ ﷺ نے اس پر خاموشی اختیار کی یعنی اس پر اپنی پسندیدگی یا ناپسندیدگی کا اظہار نہیں فرمایا اور اسے برقرار رکھا۔

قرآن کی مماثل چیزیں اور قوموں میں بھی ملتی ہیں' مثلاً یہودیوں کے ہاں توریت اللہ کی نازل کردہ کتاب ہے یا مثلاً اور قوموں کی طرف خدا کی بھیجی ہوئی کتابیں ہیں' تو قرآن کے

---

[1] تبیان القرآن' غلام رسول سعیدی' ج ۲' ص ۳۴۱-۳۴۲' فرید بک سٹال' لاہور' ۲۰۱۲ء

مماثل الہامی کتابوں کی مثالیں ہمیں ملتی ہیں۔ لیکن حدیث کی مماثل چیزیں دیگر قوموں میں نظر نہیں آتی ہیں۔ بدھ مت میں ایک چیز موجود ہے، مگر اس کی اہمیت وہ نہیں ہے جو ہمارے ہاں حدیث کی ہے۔ بدھ مت کی اساسی اور بنیادی کتاب اسی قسم کی ہے جیسے ہمارے ہاں ملفوظات کے نام سے مشہور مجموعے ہیں جن میں کسی ولی، کسی بزرگ یا کسی مرشد کے اقوال کو ان کے مریدوں میں سے کسی نے قلم بند کیا ہے۔ گوتم بدھ کے ملفوظات بھی صرف ایک شخص کے جمع کردہ ہیں، لیکن حدیث کے مماثل کوئی ایسی چیز نہیں ملتی کہ بہت سے اہل ایمان اپنے مشاہدات اور اپنے محسوسات کو جمع کر کے بعد والوں تک پہنچانے کی کوشش کریں، جیسا کہ حدیث کے مجموعوں میں کوشش کی گئی ہے۔ [1]

جب انسان نے اس بات کی ضرورت کو محسوس کیا کہ ماضی کے تجربات اور واقعات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے حال کی تعمیر کی جائے اور مستقبل کو تابناک و روشن بنایا جائے، تو اس نے اپنی تاریخ کو محفوظ کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ حدیث بھی تاریخ انسانی کا ایک درخشندہ باب ہے۔ یہ ایک منفرد، یکتا اور بے مثال علمی کارنامہ ہے جس میں معلومات کے سمندر جمع کیے گئے ہیں اور یہ حقائق چشم دید گواہی (eye witness) کے ذریعہ ہم تک پہنچے ہیں۔

حدیث کی تدوین، ترتیب، تخریج اور تشریح کے ضمن میں جس خلوص، للہیت، کمال احتیاط، بلند ہمتی، محنت شاقہ اور دیانت داری کا مظاہرہ کیا گیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس فن کو اوج کمال تک پہنچانے کے لیے جس درجہ کی تحقیق اور جستجو سے کام لیا گیا ہے تاریخ انسانی میں اس کی مثال نہیں ملتی ہے۔ گویا احادیث کا مرتب و محفوظ ہونا اور اس کا وسیع پیمانے پر ابلاغ آپ ﷺ کے عظیم معجزات میں سے ایک ہے۔

احادیث رسول ﷺ دراصل ایک مستند اور مفصل سیرت ہے جو کہ اعلان نبوت سے لے کر آپ ﷺ کے وصال تک کے ۲۳ سالوں پر محیط شب و روز کا روزنامچہ ہے، جس کی مثال کسی اور دین کے پیشوا یا دنیوی لیڈر و نجات دہندہ میں نہیں ملتی ہے۔ یہ مجموعہ معلومات بے نظیر و بے مثال ہے۔

معلومات کا وہ ذخیرہ اور تاریخ کا وہ حصہ جو احادیث کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے اتنا

---

[1] خطبات بہاولپور، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ص ۴۹-۵۰، بیکن بکس لاہور، ۲۰۰۵ء

معتبر اور وقیع ہے کہ انسانی تاریخ کا کوئی اور ٹکڑا (Segment) اس کے معیار اور اعتبار کا مقابلہ نہیں کرسکتا ہے۔ تاریخ انسانی پر اس کے اثرات ہمہ گیر ہیں یعنی زمان و مکان کی قید سے پاک ہیں۔

احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ متواتر ہے۔ یعنی نسلاً بعد نسلٍ لاکھوں انسانوں کی لڑی (Human Chain) کے ذریعہ چودہ سو سالوں کا سفر کر کے ہم تک پہنچا ہے۔

دنیا میں بڑی بڑی دینی شخصیت، سلاطین، رہنما، پیشوا اور حکمران گزرے ہیں جن کے ماننے والے اور عقیدت مند لاکھوں اور کروڑوں میں ہوئے ہیں، لیکن ان میں سے کسی بھی شخصیت کے ماننے والوں اور پیروکاروں نے ان شخصیات کے اقوال، احوال، عادات و ملفوظات کو محفوظ کرنے اور آنے والی نسلوں تک اسے پہنچانے کا اس طرح اہتمام و انتظام نہیں کیا ہے جیسا کہ پیغمبر اسلام کے پیروکاروں نے کیا ہے۔

درجنوں کتابوں میں یہ احادیث جمع کی گئی ہیں، سینکڑوں کتابیں ان احادیث کی شرح میں لکھی گئی ہیں۔ حدیث کے ایک ایک لفظ کو وہ جلا اور دوام نصیب ہوا ہے جس کی کوئی نظیر نظر نہیں آتی ہے۔ صرف یہی نہیں کہ صاحب حدیث کو حیات جاودانی ملی ہے، بلکہ وہ نفوس قدسیہ جنہوں نے احادیث کے جمع کرنے کا اور شروح لکھنے کا کام کیا ہے بھی تاریخ کے صفحات میں حیات دوام کی سزاوار قرار پائی ہیں۔ کروڑوں انسان ان کی اس خدمت کی وجہ سے ان کے سپاس گزار رہیں گے۔

احادیث کی تدوین اور ان کو محفوظ کرنے کا مقصد یہ تھا کہ مختلف شعبہ ہائے حیات کے بارے میں آپ ﷺ کی تعلیمات کی دستاویز تیار کی جائے، اس طریقہ کو اپنایا جائے اور اس طرح دونوں جہانوں میں فلاح اور کامیابی کی راہ ہموار ہوسکے۔

صحابہ ان نفوس قدسیہ کو کہتے ہیں کہ جنہوں نے بہ حالت ایمان حضور ﷺ کی زیارت کی ہو اور بہ حالتِ ایمان ہی وفات پائی ہو۔ صحابہ کرام Y کا یہ معمول تھا کہ وہ جب بھی رسول خدا ﷺ کا کوئی ارشاد گرامی سنتے تو اسے یاد کرتے اور اسے بار بار دہراتے کہ مبادا وہ اسے بھول ہی نہ جائیں۔

تیرہ سالہ مکی دور اور دس سالہ مدنی دور میں ہزاروں صحابہ، مرد اور عورتوں نے آپ ﷺ

کے زیر سایہ رہ کر آپ کے اقوال اور افعال کو محفوظ رکھا' اور آپ کی نیند اور آپ کی بیداری' آپ کی حرکات اور سکنات' آپ کے قیام اور قعود' عبادت میں آپ کا مجاہدہ' آپ کی سیرت' آپ کے سراپا اور مغازی' آپ کا مزاج اور آپ کا تبسم کرنا' آپ کا خطبہ اور آپ کا کھانا پینا' آپ کا چلنا اور آپ کا خاموش رہنا' آپ کی گھر والوں کے ساتھ خوش طبعی اور آپ کا گھوڑے کو سدھانا' مشرکین اور مسلمین کو خطوط لکھنا اور آپ کے عہود اور مواثیق' غرضیکہ صحابہ کرام نے ہر لحظہ اور ہر منٹ کے احوال کو یاد رکھا' اور یہ تمام امور عبادات اور حلال اور حرام سے متعلق ان احکام شریعت کے علاوہ ہیں جن کو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سیکھا اور یاد رکھا۔ [1]

حدیث کا علم حاصل کرنے' حدیث کی روایت (Chain) کو محفوظ کرنے اور احادیث کو آنے والی نسلوں کے لیے ریکارڈ کرنے اور محفوظ کرنے کی خاطر صحابہ کرام اور بعد ازاں تابعین اور دیگر نفوس قدسیہ کی جماعت نے جس خلوص' جانفشانی اور محنت شاقہ کا مظاہرہ کیا ہے اس کی مثال پیش کرنا ناممکن ہے۔

صحابی رسول حضرت جابر بن عبداللہ t نے ایک اونٹ خریدا' اس پر کجاوہ باندھ کر ایک ماہ تک سفر میں رہے اور ملک شام پہنچ کر عبداللہ بن اُنیس سے قصاص کے بارے میں ایک حدیث دریافت کی۔ [2]

رحّال' رحّالہ اور جوّالہ (بہت زیادہ سفر کرنے والے) کے القابات ایسے ہی محدثین کے لیے ہیں جنہوں نے حصول حدیث کے لیے طویل اور کثیر اسفار اختیار کیے' مشقت اٹھائی اور تکلیفیں برداشت کیں۔

ابوحاتم رازی h کہتے ہیں کہ میں نے تین ہزار فرسخ (نو ہزار میل) سے زیادہ مسافت پاپیادہ طے کی' اس کے بعد میں نے میلوں کو شمار کرنا ترک کر دیا۔ محدث اندلس ابن جیون نے احادیث کے حصول کے لیے اندلس' عراق' حجاز اور یمن کے شیوخ کی خدمت میں حاضری دی اور حدیث کا علم حاصل کیا۔ [3]

---

[1] شرح صحیح مسلم' غلام رسول سعیدی' ج ۱' ص ۹۹' فرید بک سٹال لاہور' ۲۰۱۰ء

[2] علوم حدیث' سید عبدالماجد غوری' ص ۸۶' زمزم پبلشرز' کراچی' ۲۰۱۰ء

[3] ایضاً بحوالہ تذکرۃ الحفاظ' ص ۸۴

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین احادیث کو یاد کرنے کا کتنا اہتمام فرماتے تھے اور اس کی حفاظت کے لیے کتنی کوشش اور ریاضت فرماتے تھے اس کا اندازہ اس اقتباس سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے:

حضرت انس t فرماتے ہیں: ہم لوگ حضور ﷺ کی زبان مبارک سے حدیثیں سنتے تھے۔ جب آپ مجلس سے اٹھتے تو ہم آپس میں حدیثوں کا دور کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک آدمی کل حدیثیں بیان کر جاتا' پھر دوسرا' پھر تیسرا۔ بعض اوقات ساٹھ ساٹھ آدمی مجلس میں ہوتے تھے اور ساٹھوں باری باری حدیث بیان کرتے تھے۔ اس کے بعد ہم اٹھتے تو حدیثیں اس طرح یاد ہوتیں کہ گویا ہمارے دلوں میں بو(کاشت کر "Cultivate") دی گئی ہیں۔ [1]

ایسے نفوس قدسیہ یعنی صحابہ جنہوں نے کم از کم ایک علم' ایک بات یا ایک حدیث کی روایت کی ہے کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہے۔ گویا ایک لاکھ انسانی آنکھوں نے آپ ﷺ کو جیسے دیکھا اور ان کانوں نے حضور ﷺ کو جیسا فرماتے سنا ایک کیمرہ کی طرح انہوں نے اسے محفوظ کر لیا اور بعد از اں آنے والی نسلوں کے استفادہ کے لیے اسے نشر کر دیا۔

جب آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی' اس وقت ان لوگوں کی تعداد جنہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا اور آپ سے سنا تھا ایک لاکھ سے زیادہ تھی ان میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی' سب حضور ﷺ سے سن کر اور دیکھ کر روایت کرتے تھے۔ [2]

ایسے صحابہ کرام کی تعداد جن کی روایت سے حضور ﷺ کی کوئی ایک بات ہم تک پہنچی ہے تقریباً ایک لاکھ ہے۔ اگر اس فہرست میں ہم تابعین اور تبع تابعین کو بھی شامل کر لیں تو ایسے لوگوں کی تعداد پانچ لاکھ تک جا پہنچتی ہے۔ [3]

جب آپ ﷺ کی وفات ہوئی تو ایک لاکھ چودہ ہزار ایسے صحابہ تھے جن سے حدیثیں روایت کی جاتی تھیں اور سنی جاتی تھیں۔ [4]

---

[1] فیوض الباری فی شرح صحیح بخاری' سید محمود احمد رضوی' مکتبہ رضوان' لاہور' ج ا' ص ۲۰ بحوالہ مجمع الزوائد

[2] نقوش' رسول نمبر' ج ۶' ص ۷۱' ادارہ فروغ اردو' لاہور' ۱۹۸۳ء' بحوالہ اصابہ' ج ا' ص ۳

[3] سیرت نگاری' ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی' ص ۲۹' رضا پبلیکیشنز' لاہور' ۱۹۹۱ء

[4] شرح صحیح مسلم' غلام رسول سعیدی' ج ا' ص ۱۸۱' فرید بک سٹال' لاہور' ۲۰۱۰ء

صحابہ کرام کی جماعت میں سے بعض صحابہ نے صرف ایک حدیث کی روایت کی ہے' بعض نے چند احادیث کی۔ لیکن ان میں سے بعض صحابہ کرام [کو کثرت سے احادیث کی روایت کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ ان میں:

(۱) حضرت ابوہریرہ t نے	۵۳۷۴
(۲) حضرت عبداللہ بن عباس W نے	۲۶۶۰
(۳) حضرت انس t نے	۲۲۸۶
(۴) حضرت عائشہ صدیقہ 2 نے	۲۲۱۰
(۵) حضرت عبداللہ بن عمر W نے	۱۶۳۰
(۶) حضرت جابر t نے	۱۵۴۰
(۷) حضرت ابوسعید خدری t نے	۱۱۷۰
(۸) حضرت عبداللہ بن مسعود t نے	۸۴۸
(۹) حضرت علی ابن ابی طالب t نے	۵۸۶

احادیث روایت کی ہیں۔ اس وجہ سے وہ جماعت صحابہ میں خاص طور پر نمایاں نظر آتے ہیں۔

ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ 2 نے ۲۲۱۰' حضرت ام سلمہ 2 نے ۳۷۸ اور حضرت حفصہ 2 نے ۱۸۰ احادیث روایت کی ہیں۔

اگرچہ احادیث کو تحریری شکل میں محفوظ کرنے کا سلسلہ حضور ﷺ کی موجودگی میں ہی شروع ہو چکا تھا' مگر ذخیرۂ حدیث کا بیشتر حصہ زبانی روایات سے حاصل ہوا ہے۔ ان روایتوں تک رسائی اور انہیں جمع کرنے کے عمل میں کام کی صحت (Authenticity) کا بڑا خیال رکھا گیا ہے۔ تمام مجموعہ ہائے حدیث میں اس بات کا التزام رکھا جاتا ہے کہ ہر حدیث کے راوی کا نام بھی بیان کیا جائے جو مذکورہ حدیث کی روایت کر رہا ہے۔

حضرت سعید بن ہلال t فرماتے ہیں کہ جب ہم حضرت انس t سے زیادہ استفسارات کرتے تو وہ اپنے پاس سے ایک چونگا نکالتے اور فرماتے: یہ وہ حدیثیں ہیں جو ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سنیں انہیں لکھا اور انہیں حضور ﷺ کے سامنے پیش کر چکا ہوں۔ [1]

---

[1] علوم الحدیث' سید عبدالماجد غوری' ص ۱۰۰' زمزم پبلشرز' کراچی' ۲۰۱۰ء۔ بحوالہ سنن ابی داؤد' کتاب الزکوٰۃ' باب فی زکوٰۃ السائمۃ رقم: ۱۵۶۷۔۱۵۶۸

حدیث کی کتابوں میں ہر آدھی یا ہر ایک سطر (جو کہ حدیث ہوتی ہے) سے پہلے ایک لمبی فہرست ہوتی ہے عن فلان عن فلان عن فلاں (یعنی راویان حدیث) یعنی یہ حدیث فلاں نے فلاں سے فلاں نے فلاں سے اور فلاں نے فلاں سے سنی۔ یعنی یہ روایت تسلسل کے ساتھ لڑی کی طرح نبی کریم ﷺ سے متصل (Well connected) ہوتی ہے۔

حدیث کی ابتدائی کتاب مؤطا امام مالک کو اس کے مرتب امام مالک h سے چھ سو آدمیوں نے سنا۔ ان سننے والوں میں سلاطین زمانہ علماء فقہاء حکماء ادباء اور صوفیہ غرض یہ کہ ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے۔ اسی طرح امام بخاری کی تصنیف جامع صحیح بخاری کو اُن کے ایک شاگرد فربری سے ساٹھ ہزار آدمیوں نے سماعت کیا۔ [1] حدیثوں سے اس درجہ کا لگاؤ ان کی سماعت اور حفاظت سے اس درجہ کی وابستگی آپ کو اور کہاں نظر آئے گی۔

کتب حدیث کی اقسام

مشمولات موضوعات اور ترتیب کے اعتبار سے کتب حدیث کی کئی قسمیں ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے لیے علیحدہ اصطلاحی نام ہے جیسے:

(الف) کتب صحاح

صحاح ''صحیح'' کی جمع ہے۔ ان میں وہ کتابیں شامل ہیں جنہیں ان کے مؤلفین نے اپنی اپنی شرائط اور اپنے قائم کردہ معیارات کے اعتبار سے صحیح مانا ہے۔ مثلاً صحیح بخاری صحیح مسلم صحیح ابن خزیمہ صحیح ابن حبان کتاب الالزامات صحیح الحافظ ابی حامد احمد بن محمد بن حسن نیساپوری المختارہ المنتقیٰ صحیح ابن السکن صحیح ابی عوانہ صحیح الاسماعیلی وغیرہ۔

(ب) کتاب الجوامع

جامع حدیث کی ان کتابوں کو کہتے ہیں جن میں آٹھ مختلف مضامین کی احادیث کو جمع کیا گیا ہو۔ یعنی سیر (سیرت) آداب (معاشرت) تفسیر عقائد فتن (آنے والے فتنوں کی پیشین گوئیاں) اشراط الساعۃ (علامات قیامت) احکام (فقہی احکامات انہیں ''سنن'' بھی کہا جاتا ہے) اور مناقب (صحابہ صحابیات قبائل اور طبقات کے فضائل) مثلاً جامع سفیان

---

[1] خطبات مدارس سید سلیمان ندوی ص ۴۳ ادارہ اسلامیات لاہور ۱۹۸۳ء

بن سعید بن مسروق الثوری الکوفی' جامع ابی محمد سفیان بن عیینہ الکوفی ثم المکی' جامع معمر بن راشد الازدی البصری' جامع البخاری' جامع مسلم اور جامع ترمذی وغیرہ۔

(ج) کتاب السنن

سنن "سنۃ" کی جمع ہے۔ سنن ان کتب کو کہتے ہیں جن میں احادیث کو فقہی ترتیب کے مطابق مرتب کیا گیا ہو۔ مثلاً ابواب شعبی' سنن ابن ماجہ' سنن سعید بن منصور' سنن ابی جعفر' سنن الامام الشافعی' سنن دارمی' سنن ترمذی' سنن نسائی' سنن ابی داؤد' سنن دارقطنی' سنن کبریٰ اور سنن صغریٰ وغیرہ۔

(د) الموطات

موطا حدیث کی ان کتابوں کو کہتے ہیں جو فقہی ابواب پر مرتب کی گئی ہوں۔ ان میں احادیث کے علاوہ اقوال صحابہ' فتاوی تابعین اور صاحب کتاب کے اپنے اقوال بھی ہوں۔ "موطا" اور "مصنف" میں فرق یہ ہے کہ مصنف میں اقوال صحابہ کی کثرت ہوتی ہے اور موطا میں نہیں اور یہ کہ مصنف میں صاحب کتاب کے اقوال نہیں ہوتے ہیں۔ موطا کی مشہور کتابیں موطا امام مالک' موطا از محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب' موطا عبدان اور موطا از امام محمد بن حسن شیبانی وغیرہ ہیں۔

(ھ) المصنفات

"مصنف" حدیث کی ان کتابوں کو کہتے ہیں جو ابواب فقہ پر مرتب کی جاتی ہیں۔ ان میں احادیث رسول کے علاوہ اقوال صحابہ اور فتاویٰ تابعین بھی شامل ہوتے ہیں۔ معروف مصنفات میں مصنف وکیع ابن الجراح' مصنف حماد بن سلمہ' مصنف سلیمان بن داؤد' مصنف ابن ابی شیبہ' مصنف عبدالرزاق اور مصنف بقیۃ بن مخلد قرطبی شامل ہیں۔

(ز) المسانید

"مسند" کی جمع مسانید ہے۔ یہ ان کتب حدیث کو کہتے ہیں جن میں احادیث کو صحابہ کرام (راویان) کی ترتیب سے جمع کیا جاتا ہے۔ مثلاً مسند نعیم بن حماد' مسند ابی داؤد الطیالسی' مسند ابی اسحاق الحنظلی النیساپوری' مسند اسد بن موسیٰ المصری' مسند مسدد بن مسرھد بن

مسربل المصری وغیرہ۔

(س) المعاجم

معاجم ''معجم'' کی جمع ہے۔ ان میں محدث اپنے شیوخ واساتذہ کی ترتیب سے حدیثیں جمع کرتے ہیں۔ مثلاً معجم کبیر، معجم الاوسط، معجم صغیر، معجم صحابہ وغیرہ۔

(ش) المستدرکات

''مستدرک'' کی جمع مستدرکات ہے۔ مستدرک ان کتب حدیث کو کہتے ہیں جن میں ان چھوٹی چھوٹی احادیث کو جمع کیا گیا ہو جو مذکورہ کتاب کی شرائط کے مطابق ہوں۔ مثلاً صحیحین پر متعدد مستدرکات لکھی گئی ہیں، جیسے کتاب الالزامات، مستدرک علی الصحیحین از حافظ ابوذر ہروی اور مستدرک علی الصحیحین از ابوعبداللہ الحاکم نیساپوری وغیرہ۔

(ص) المستخرجات

''مستخرج'' اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں کسی دوسری کتاب حدیث کو اپنی (مختلف) سند سے روایت کیا گیا ہو اور جو روایت مصنف کی اپنی روایت سے مختلف ہو۔ مثلاً محدثین نے بخاری، مسلم، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی وغیرہ پر متعدد مستخرجات مرتب کی ہیں۔

(ض) کتب الاحکام

کتب احکام میں احکام اور فقہی امور کو مختلف اہم کتب سے منتخب اور جمع کرکے ان کی تدوین کی جاتی ہے۔ مثلاً احکام الکبریٰ، احکام الصغریٰ، الاحکام وغیرہ۔

(ر) کتب المشیخات

ان کتب کو کہتے ہیں جن میں سے کسی ایک شیخ یا چند شیوخ کی احادیث کو یکجا کردیا گیا ہو۔ مثلاً مشیخہ حافظ ابی یعلی الخلیلی، مشیخہ ابی یوسف بن یعقوب بن سفیان بن جوان، مشیخہ ابی طاہر احمد بن محمد السلفی الاصبہانی وغیرہ۔

(ز) کتب الافراد والغرائب

ان میں ایسی روایتیں جمع کی جاتی ہیں جو ایک ہی طریقہ سے مروی ہیں۔ مثلاً کتاب الافراد، مسند ابی بکر البزار اور المعجم الاوسط وغیرہ۔

ان کے علاوہ دیگر اقسام کتب حدیث بھی ہیں جیسے کتب المجردۃ' کتب التخریج' کتب الجمع' کتب الفہارس' کتب احادیث پر جامع فہارس' کتب الاطراف' کتب الموضوعات' کتب الاحادیث المشتہرۃ' کتب غریب الحدیث' کتب مشکل الآثار' کتب اسباب الحدیث' کتب الترتیب' کتب الزوائد' کتب العلل' کتب الامالی' کتب التراجم' کتب شروح الحدیث' کتب الاذکار' کتب الترغیب والترہیب' کتب المصاحف اور کتب المسلسلات۔

صحاح ستہ

حدیث کے ۶ مستند اور مشہور مجموعوں کو صحاح ستہ کہا جاتا ہے۔ ان کتابوں کو اسلامی تعلیم کے سمجھنے میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ یہ کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) صحیح بخاری (امام بخاری)

(۲) صحیح مسلم (امام مسلم)

(۳) جامع ترمذی (امام ترمذی)

(۴) سنن ابوداؤد (امام ابوداؤد)

(۵) سنن نسائی (امام نسائی)

(۶) سنن ابن ماجہ (امام ابن ماجہ)

محدثین کی ان کتابوں میں ایک طرف دینی معلومات جمع کی گئیں اور دوسری طرف ان میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ [کے زمانے کے صحیح تاریخی واقعات جمع کیے گئے ہیں۔ اس طرح احادیث کی یہ کتابیں دینی و تاریخی دونوں اعتبار سے قابل بھروسہ ہیں۔

صحاح ستہ کے معنی: مستند چھ یعنی کہ چھ مستند کتابیں ہیں۔ کیمبرج کی تاریخ ایران کے مطابق مرتبین کے ابتدائی نسخے سارے کے سارے فارسی زبان میں تھے'ان کے مرتبین درج ذیل ہیں:

محمد بن اسماعیل البخاری: جنہوں نے حدیث کی مستند ترین کتاب صحیح بخاری مرتب کی' اس کتاب کو مرتب کرنے میں انہیں سولہ (۱۶) سال کا عرصہ لگا۔ روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ امام بخاری کسی بھی حدیث کو محفوظ کرنے سے پہلے غسل کر کے نوافل پڑھتے اور پھر حدیث کو محفوظ فرماتے۔ امام بخاری کا انتقال ۲۵۶ھ/ ۸۶۹ء-۸۷۰ء کو سمرقند میں ہوا۔

مسلم بن حجاج النیشاپوری: جن کا انتقال ۲۶۱ھ/ ۸۷۴ء۔ ۸۷۵ء کو نیشاپور میں ہوا انہوں نے حدیث کی دوسری مستند ترین کتاب صحیح مسلم مرتب کی۔

ابوداؤد سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر الازدی السجستانی: ایک عرب نژاد فارسی جن کا انتقال ۲۷۵ھ/ ۸۸۸ء۔ ۸۸۹ء میں ہوا۔

ابوعیسی محمد بن ترمذی: جنہوں نے مشہور ترمذی شریف مرتب کی۔ آپ امام بخاری کے شاگرد تھے۔ آپ کا انتقال ۲۷۹ھ/ ۸۹۲ء۔ ۸۹۳ء میں ہوا۔

احمد بن شعیب النسائی: جو کہ خراسان سے تھے اور ۳۰۳ھ/ ۹۱۵ء۔ ۹۱۶ء میں انتقال کر گئے۔ انہوں نے حدیث کی معروف کتاب سنن نسائی ترتیب دی۔

محمد بن یزید ابن ماجہ: ان کا انتقال ۲۷۳ھ/ ۸۸۶ء۔ ۸۸۷ء میں ہوا۔

صحیفہ ہمام بن منبہ

صحابہ کرام [کے مرتب کردہ مجموعہ ہائے حدیث میں اس مجموعے کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اسے دریافت کرتے 'کئی قلمی نسخوں پر تحقیق اور تطبیق کرنے کے بعد اسے ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے شائع کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے مطابق یہ قدیم ترین مجموعۂ حدیث ہے۔ اس مجموعہ میں کل ۱۳۸ احادیث شامل ہیں۔

کتاب السرد والفرد

صحابہ کرام کے مرتب کردہ متعدد چھوٹے چھوٹے مجموعہ ہائے حدیث کو ایڈٹ کر کے ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے شائع کیا ہے۔ یہ مجموعہ بھی چند قدیم ترین مجموعہ ہائے حدیث میں سے ایک ہے۔

موطاء امام مالک

یہ مجموعہ حدیث امام مالک بن انس (۹۳ھ۔ ۱۷۹ھ) جو کہ ابن شہاب زہری کے شاگرد تھے کا مرتب کردہ ہے۔ تمام مجموعہ ہائے حدیث میں معروف' مشہور اور مقبول ہونے کے اعتبار سے یہ سب سے قدیم مجموعۂ حدیث ہے۔ امام مالک کے پیش نظر کوئی ایک لاکھ احادیث تھیں۔ اس مجموعہ میں ایک ہزار سے کچھ کم احادیث اور دو ہزار کے قریب صحابہ اور تابعین کے اقوال اور آثار ہیں۔ اس مجموعہ میں شامل تمام احادیث بعد ازاں صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی شامل کی گئی ہیں۔ موطا کا املا لینے والے ہزاروں میں تھے' سننے والے شاید

لاکھوں میں اور جنہوں نے پوری مؤطا مالک پڑھ کر امام مالک سے اجازت اور سند حاصل کی ان کی تعداد چودہ سو کے قریب ہے۔ مؤطا کی ۳۰ کے قریب شرحیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں مشہور تر ''التمہید لمافی الموطا من المعانی والاسانید'' ہے جسے اسپین سے تعلق رکھنے والے عالم علامہ ابن عبدالبر نے لکھا ہے۔ اس کا ایک ایڈیشن جو مراکش کے وزارت اوقاف نے شائع کیا ہے تیس یا بتیس جلدوں پر مشتمل ہے۔ [1]

مصنف عبدالرزاق

امام عبدالرزاق الصنعانی (۱۲۶ھ-۲۱۱ھ) کی مرتب کردہ کتاب ''مصنف عبدالرزاق'' بارہ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کی شہرت ''مصنف'' کے نام سے ہے۔ آپ کو تقریباً سترہ ہزار احادیث یاد تھیں۔ آپ کی کئی تصانیف ہیں، مگر مشہور ترین ''مصنف'' ہی ہے۔ [2]

صحیح بخاری

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (۱۹۴ھ-۲۵۶ھ) کی مرتب کردہ کتاب کا اصل نام ''الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ'' ہے۔ یہ ''صحیح بخاری'' کے نام سے زیادہ معروف ہے۔ امام بخاری نے ۱۶ سالہ محنت شاقہ کے بعد ۶ لاکھ احادیث میں سے ۹۰۸۲ احادیث کا انتخاب کر کے اسے اپنی کتاب کا حصہ بنایا ہے۔ مکررات کو حذف کرنے کے بعد احادیث کی تعداد ۲۶۲۳ رہ جاتی ہے۔ امام بخاری نے صرف ان ہی احادیث کو اپنی صحیح میں جگہ دی ہے جو صحیح اور متصل سند کے ساتھ رسول اکرم ﷺ تک پہنچ جاتی ہیں۔ صحیح بخاری میں ۱۹۰ کتابیں ہیں اور ہر کتاب کئی کئی ابواب پر مشتمل ہے۔ مجموعی طور پر ۳۴۵۰ ابواب ہیں۔ امام بخاری حدیث کو قبول کرنے میں بے حد احتیاط اور دقت کا مظاہرہ کرتے تھے۔ ہر حدیث کو لکھنے سے پہلے وضو کر کے دو رکعات نماز ادا کرتے تھے۔

اتنا عظیم امام محض رسول اللہ ﷺ کے شاگردوں میں سے ایک شاگرد تھا۔ ایک مرتبہ وہ کئی روز کے پر مشقت اور جاں گسل سفر کے بعد ایک شخص کے پاس ایک حدیث لینے کے لیے پہنچے، لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ وہ شخص اپنے گھوڑے کو بلانے کے لیے اپنی خالی جھولی

---

[1] محاضرات حدیث، ڈاکٹر محمود احمد غازی، ص ۳۴۷-۳۸۰، الفیصل، لاہور، ۲۰۱۲ء

[2] علوم الحدیث، سید عبدالماجد غوری، ص ۲۸۷، زمزم پبلشرز، کراچی، ۲۰۱۰ء

پھیلا کر اس پر یہ ظاہر کر رہا ہے کہ اس میں جو ہیں' تو وہ اس سے گفتگو کیے اور اس سے وہ حدیث لیے بغیر لوٹ آئے' جس کی خاطر انہوں نے اتنا طویل سفر کیا تھا۔ [1]

بخاری کی مقبولیت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ کثرت سے اس کی شرحیں لکھی گئی ہیں۔ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں ۵۳ شرحوں کا تذکرہ کیا ہے فارسی اور اردو کی شرحوں کو ملایا جائے تو ان کی تعداد سو تک پہنچ جائے گی۔ ان شرحوں میں سے دو شرحوں کو زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ ایک فتح الباری اور دوسری عمدۃ القاری۔ [2]

بخاری کے ایک شارح مولانا عبدالسلام مبارک پوری نے "سیرت البخاری" لکھی ہے۔ اس کی تحریر کا زمانہ تقریباً ۱۰۰ سال قبل کا ہے۔ اس میں مصنف نے بخاری کی ۱۴۳ شرحوں کا ذکر کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دم تحریر بخاری کی ۲۰۰ شرحیں موجود ہیں۔ یہ شرحیں عربی' فارسی' اردو' انگریزی' فرانسیسی' ترکی اور دیگر عالمی زبانوں میں ہیں۔

صحیح مسلم

امام مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری (۲۰۴ھ۔۲۶۱ھ) کی مرتب کردہ کتاب جو "صحیح مسلم" کے نام سے معروف ہے۔ انہوں نے ۳ لاکھ احادیث میں سے بارہ ہزار احادیث کا انتخاب کیا ہے۔ مکررات کو حذف کرنے کے بعد احادیث کی تعداد چار ہزار رہ جاتی ہے۔ بعض علماء کا یہ کہنا ہے کہ صحیح مسلم صحیح بخاری سے بھی افضل ہے۔ حاجی خلیفہ (م ۱۰۶۷ھ) نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "کشف الظنون" میں جن شروحات صحیح مسلم کا ذکر کیا ہے ان میں:

(۱) امام عبدالغافر بن اسماعیل الفارسی (م ۵۲۹ھ) کی "المفہم فی شرح غریب مسلم"۔
(۲) امام ابوالقاسم اسماعیل بن محمد اصفہانی (م ۵۳۵ھ) کی "شرح مسلم"۔
(۳) ابوعبداللہ محمد علی المازری (م ۵۳۶ھ) کی "المعلم بفوائد کتاب مسلم"۔
(۴) قاضی عیاض بن موسیٰ المالکی (م ۵۴۴ھ) کی "الاکمال فی شرح مسلم"۔
(۵) عماد الدین عبدالرحمان بن عبدالعلی المصری (م ۶۲۴ھ) کی "شرح مسلم"۔
(۶) ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی (م ۶۵۶ھ) کی "المفہم لما اشکل من تلخیص

---

[1] نور سرمدی' محمد فتح اللہ گولن' ص ۳۰۳' ہارمنی پبلیکیشنز' اسلام آباد' ۲۰۱۳ء
[2] نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری' مفتی محمد شریف الحق امجدی' فرید بک سٹال' لاہور' ۲۰۰۰ء

کتاب مسلم"۔
(۷) حافظ ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی الشافعی (م ۶۷۶ھ) کی "المنہاج فی شرح مسلم بن الحجاج"۔
(۸) ابوالفرج عیسیٰ بن مسعود الزواوی (م ۷۴۴ھ) کی "شرح مسلم"۔
(۹) سراج الدین عمر بن علی (م ۸۰۴ھ) کی "شرح زوائد مسلم علی البخاری"۔
(۱۰) امام عبداللہ محمد بن خلیفہ المالکی (م ۸۲۷ھ) کی "اکمال اکمال المعلم"۔
(۱۱) شیخ تقی الدین ابوبکر بن محمد الدمشقی (م ۸۲۹ھ) کی "شرح مسلم"۔
(۱۲) حافظ جلال الدین عبدالرحمان بن ابی بکر السیوطی (م ۹۱۱ھ) کی "الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج"۔
(۱۳) قاضی زین الدین زکریا بن محمد الانصاری (م ۹۲۶ھ) کی "شرح مسلم"۔
(۱۴) شیخ شہاب لدین احمد بن محمد القسطلانی (م ۹۲۳ھ) کی "منہاج الابتہاج بشرح مسلم بن الحجاج" شامل ہیں۔

سنن ابوداؤد

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بن اسحٰق اسدی سجستانی (۲۰۲ھ-۲۷۵ھ) کی مرتب کردہ مجموعہ حدیث کا نام "السنن" ہے۔ انہوں نے ۵ لاکھ احادیث میں سے ۴۸۰۰ احادیث کا انتخاب کرکے اسے کتاب کا حصہ بنایا ہے۔ یہ احادیث صرف سنن اور احکام سے متعلق ہیں۔ صحاح ستہ کی کسی اور کتاب میں فقہی احادیث اتنی بڑی تعداد میں موجود نہیں ہیں۔

سنن النسائی

امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی (۲۱۵ھ-۳۰۳ھ) کی مرتب کردہ کتاب کا نام "المجتبیٰ" ہے جسے "السنن الصغریٰ" بھی کہا جاتا ہے۔ انہوں نے ۵ لاکھ احادیث میں سے ۵۷۶۱ احادیث کا انتخاب کرکے اسے اپنی کتاب کا حصہ بنایا ہے۔

جامع ترمذی

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (۲۰۹ھ-۲۷۹ھ) کی مرتب کردہ کتاب کو جامع بھی کہا جاتا ہے اور سنن بھی۔ اس کا زیادہ مشہور نام الجامع الصحیح ہے۔ اس میں کل ۳۹۵۶ احادیث درج کی گئی ہیں جن میں احادیث مقصودہ کی تعداد ۱۳۸۵ ہے۔ اس کا نام جامع اس لیے ہے

کہ اس میں حدیث کے آٹھوں ابواب یعنی عقائد، اخلاق، احکام، تفسیر، فضائل، فتن، اشراط قیامت اور علامات قیامت شامل ہیں۔

سنن ابن ماجہ

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی (۲۰۹ھ۔۲۷۳ھ) کی مرتب کردہ کتاب کا نام سنن ابن ماجہ ہے۔ اسے صحاح ستہ میں چھٹا درجہ حاصل ہے۔ اس میں چار ہزار احادیث شامل کی گئی ہیں۔ اس میں بتیس کتابیں اور تین سو پندرہ ابواب ہیں۔

مسند احمد بن حنبل

امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ تا ۲۴۱ھ) نے احادیث کو جمع کرنے کی غرض سے دو مرتبہ بلادِ اسلامیہ کا دورہ کیا۔ مسند احمد تمام مسانید میں سیق و سباق کے لحاظ سے اکبر اور احسن ہے۔ اس مجموعہ کو انہوں نے ساڑھے سات لاکھ احادیث میں سے منتخب کیا ہے جو کہ کم و بیش پچاس ہزار احادیث کا مجموعہ ہے۔ ان میں سے اگر مکررات کو نکال دیا جائے تو تیس ہزار احادیث و اقوال رسول ﷺ رہ جاتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل کے درس میں ایک وقت میں پانچ پانچ ہزار طالبان علم شریک ہوتے تھے۔ ان کے شاگردوں میں امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد جیسے جید محدثین شامل ہیں۔

الجامع الکبیر

علامہ جلال الدین سیوطی h نے یہ طے کیا کہ اس وقت تک روئے زمین پر جتنی بھی حدیثیں ہیں انہیں یکجا کرلیا جائے اور ایک کتاب مرتب کرلی جائے۔ اس طرح انہوں نے "الجامع الکبیر" یا "جمع الجوامع" مرتب کی۔ اس میں احادیث کی تعداد ستر ہزار تک پہنچ گئی۔ علامہ سید علی متقی ہندی نے علامہ جلال الدین سیوطی کی "جمع الجوامع" کو فقہی ترتیب کے ساتھ مرتب کیا جس کا نام "کنز العمال" ہے۔ اس میں انہوں نے باون ہزار ارشادات نبوی ﷺ جمع کیے ہیں۔ [1]

---

[1] محاضرات حدیث، ڈاکٹر محمود احمد غازی، ص ۱۳۱، الفیصل، ۲۰۱۲ء۔ نقوش، رسول نمبر، ج ۶، ص ۵۱، ادارۂ فروغ اردو لاہور، ۱۹۸۳ء

احادیث کی بالکل صحیح تعداد کا شمار کرنا بے حد دشوار ہے۔ ائمہ و محدثین نے اپنے اپنے اندازے لگائے ہیں۔

امام احمد بن حنبل نے کہا: احادیث صحیحہ کی تعداد سات لاکھ ہے۔ امام اسحٰق بن راہویہ اپنے حافظہ سے ستر ہزار احادیث لکھوا دیتے تھے۔ حافظ ابوکریب نے کوفہ میں تین لاکھ احادیث بیان کیں' محدث ابوبکر بن ابی وارم کہتے ہیں کہ میں نے اپنی انگلیوں سے شمار کر کے ابوجعفر حضرمی سے ایک لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔ محمد بن مسیب کا بیان ہے کہ جب میں مصر میں سفر کر رہا تھا تو میرے پاس ایک ہزار جزو تھے اور ہر جزو میں ایک ہزار حدیثیں تھیں (گویا کل دس لاکھ حدیثیں تھیں)۔ [1]

ان اقوال کا حاصل یہ ہے کہ حلال اور حرام اور احکام شرعیہ سے متعلق کل احادیث کی تعداد سات ہزار ہے' جیسا کہ امام اسحٰق بن راہویہ نے بیان کیا اور یہ احادیث مکررۃ الاسانید ہیں' اور ان کی تعداد بلا تکرار نو سو ہے جیسے کہ امام ابن المبارک نے بیان کیا ہے اور کل احادیث صحیحہ و غیر صحیحہ کی مجموعی تعداد سات لاکھ پچاس ہزار ہے جیسا کہ امام احمد بن حنبل نے بیان کیا' اور یہ احادیث مکررۃ الاسانید ہیں اور بلا تکرار کل احادیث کی تعداد تقریباً پچاس ہزار ہے جیسا کہ ابن جماعہ نے بیان کیا ہے۔ [2]

تعداد کے اعتبار سے صحیح مسلم کی احادیث زیادہ ہیں' صحیح بخاری کی احادیث کم ہیں۔ آپ کو پتہ ہے کہ حدیث کی ہر کتاب میں ایک ایک حدیث بار بار آتی ہے۔ مثلاً ایک حدیث میں اگر خطبہ حجۃ الوداع کا ذکر آئے گا تو اس میں درجنوں موضوعات پر بات ہوئی ہے' تو جہاں عورتوں کے حقوق کا ذکر ہے وہاں خطبہ حجۃ الوداع کا بھی ذکر آئے گا' جہاں لوگوں کی برابری اور مساوات کا ذکر ہے وہاں بھی اس خطبہ کا حوالہ آئے گا۔ جہاں حج کے احکامات کا ذکر ہے وہاں بھی خطبہ کا کوئی نہ کوئی حصہ زیر بحث آئے گا۔ جہاں منیٰ کا ذکر ہے وہاں بھی آئے گا۔ جہاں عرفات کا ذکر ہے وہاں بھی آئے گا۔ اس طرح ایک حدیث کئی ابواب میں آئے گی۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث کی کتابوں میں تکرار اور مکررات بہت ہوتے ہیں۔ مکررات کو نکالے بغیر اگر

---

[1] المدخل فی اصول الحدیث' امام حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ نیشاپوری' ص ۹۔۱۱' رحیم اکیڈمی کراچی ۱۴۱۱ھ

[2] شرح صحیح مسلم' غلام رسول سعیدی' ج ۱' ص ۱۰۰' فرید بک سٹال لاہور' ۲۰۱۰ء

صحیح بخاری کی احادیث کو گنا جائے تو صحیح بخاری کی احادیث کی تعداد نو ہزار بیاسی (۹۰۸۲) ہے۔ یہ تعداد حافظ ابن حجر نے بیان کی ہے جن سے بڑا بخاری کا شارح پیدا نہیں ہوا۔ مکررات کو اگر نکال دیا جائے اور صرف وہ احادیث جو براہ راست پوری سند کے ساتھ رسول اکرم ﷺ سے روایت ہوئی ہیں وہ نکالی جائیں تو دو ہزار چھ سو دو (۲۶۰۲) ہیں۔ اس کے برعکس صحیح مسلم میں کل چار ہزار احادیث ہیں۔ [1]

(ا) علم فقہ (Islamic Jurisprudence)

یہاں ہم ان عظیم اہل علم میں سے چند ایک کی مثالیں پیش کریں گے۔

امام ابو حنیفہ عظیم عالم اور ہمارے فقہی مکتب فکر کے بانی تھے۔ انہوں نے اس ابتدائی دور میں درس و تعلیم کے حلقوں میں اپنے گرد ذہین و فطین لوگوں کو جمع کر لیا تھا' جب علم و ثقافت کی ترویج حلقہ درس میں تقریر و املا کے ذریعے ہوتی تھی۔ آپ کے ایک طالب علم ابو یوسف چیف جسٹس کے عہدے پر فائز ہوئے۔ آپ کے دیگر مایہ ناز شاگردوں میں محمد بن حسن شیبانی اور امام زفر شامل ہیں۔ امام وکیع نے بھی آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے' جن سے بعد میں امام شافعی نے علم حاصل کیا۔ حاصل یہ کہ آپ استاذ الاساتذہ تھے۔ آپ کی بات کو ہر زمانے میں سند کی حیثیت حاصل رہی۔ آپ نے آئندہ آنے والی نسلوں سے خطاب کیا اور کروڑوں مسلمانوں کے امام رہے۔ آپ نے اپنے ابتدائی تلامذہ' خصوصاً امام محمد کو جو علوم لکھوائے' شمس الائمہ امام سرخسی نے تیس جلدوں پر مشتمل اپنی مشہور کتاب "المبسوط" میں ان کی تشریح و توضیح کی۔ درحقیقت امام سرخسی نے یہ کتاب ایسی حالت میں املا کروائی تھی جب وہ ایک کنویں میں قید تھے اور ان کے شاگرد اس کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھتے تھے۔ ایک دلچسپ بات یہ بھی مروی ہے کہ امام سرخسی کے ایک شاگرد نے ایک دن ان سے کہا کہ امام شافعی کو حدیث کے تین سو صحیفے زبانی یاد تھے۔ اس پر امام سرخسی نے انتہائی عاجزی سے فرمایا: اگر یہ بات ہے تب تو انہیں میری یادداشت میں محفوظ احادیث کی صرف زکوٰۃ کی بقدر احادیث یاد تھیں (یعنی میری یادداشتوں میں محفوظ احادیث کا چالیسواں حصہ)۔ [2]

---

[1] محاضرات حدیث' ڈاکٹر محمود احمد غازی' ص ۱۱۹۔۱۲۰' الفیصل' لاہور' ۲۰۱۲ء۔

[2] "نور سرمدی" محمد فتح اللہ گولن' ص ۱۰۱۔۲۰۳۔۲۰۴' ہارمنی پبلیکیشنز' اسلام آباد' ۲۰۱۳ء۔

امام غزالی نے آپ ﷺ کی تعلیمات پر مشتمل اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' کو بیس جلدوں میں لکھا۔ جس کی دس جلدیں صرف معاملات' لین دین وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ بقیہ دس جلدوں میں دیگر علوم کا احاطہ کیا گیا ہے۔

ایک دن میں نے یونیورسٹی آف ٹورانٹو کی لائبریری کی ویب سائٹ کو وزٹ کیا۔ یاد رہے کہ اس یونیورسٹی کے تین کیمپس ہیں۔ ایک اصل (Main) کیمپس جو ٹورانٹو میں ہے' دوسرا اس کاربورو اور تیسرا مسی ساگا میں۔ اس کے علاوہ چھ کالج ہیں جو اس یونیورسٹی سے منسلک (Affiliated) ہیں۔ ان تمام اداروں کے کتب خانے (Libraries) کی معلومات و مشمولات (Data) باہم منسلک اور مربوط ہیں۔ جب آپ مین لائبریری کی ویب سائٹ پر جاتے ہیں تو دراصل آپ کی رسائی (Access) ایک ہی وقت میں ان تمام کتب خانوں تک ہوتی ہے۔ میں نے تین عنوانات (سوالات) سرچ کیے یعنی:

1. Prophet Moses (u)
2. Jesus Christ (u)
3. Prophet Muhammad (e)

اس سرچ کے نتیجہ میں جو معلومات (Data) سامنے آیا اس سے یہ بات بہ خوبی ظاہر ہوتی ہے کہ بے شک نبی محمد ﷺ کی ذات پاک ہی وہ ہستی ہے جس پر مختلف زبانوں میں سب سے زیادہ لکھا گیا ہے۔ جوابات کچھ اس طرح تھے:

		Books	Articles	Journals + Databases / Audio
1.	Prophet Moses	9,720	320,442	5
2.	Jesus Christ	24,819	375,517	12
3.	Prophet Muhammad	52,270	162,039	113[1]

سیرت' سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے

لفظ سیرۃ دراصل ''سَارَ یَسِیْرُ سَیْرًا وَمَسِیْرًا'' سے نکلا ہے اور اس کے لغوی معنی: جانا' روانہ ہونا' چلنا' طریقہ و مذہب' سنت' ہیئت' حالت' کردار' کہانی' پرانے لوگوں کے قصے اور واقعات' خصوصاً حضور ﷺ کے مغازی کا بیان' آپ ﷺ کا طریقہ جو آپ نے غیر مسلموں کے ساتھ جنگ (اور صلح) میں روا رکھا اور آپ ﷺ کے مکمل حالات یعنی آپ کی

---

[1] https://onesearch.library.utoronto.ca

سوانح عمری وغیرہ کا بیان شامل ہے۔ [1]

اصطلاحی طور پر "سیرت" کا لفظ حضور ﷺ کے حالات زندگی یعنی سوانح حیات سے مخصوص ہوکر رہ گیا ہے۔ اس میں اعلانِ نبوت سے پہلے اور بعد کے حالات دونوں ہی شامل ہوتے ہیں۔ یعنی آپ ﷺ کا کردار، عادات، اطوار، طرزِ زندگی، طریقہ اور برتاؤ سب ہی شامل ہیں۔

روایات کے مطابق کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں تشریف لائے۔ ان میں سے کتنوں کے نام ہم تک پہنچے ہیں۔ کتنوں کے حالات اور کوائف سے ہم واقف ہیں۔ حضرت ہود u، حضرت صالح u، حضرت اسماعیل u، حضرت اسحاق u، حضرت یعقوب u، حضرت زکریا u، حضرت یحیٰی u کی زندگی کے صرف چند گوشوں ہی سے ہم واقف ہیں۔ حضرت موسیٰ u کے حالات قدرے تفصیل کے ساتھ قرآن اور تورات میں موجود ہیں۔

حضور ﷺ کے بعد سب سے زیادہ قریب العہد (Recent) پیغمبر حضرت عیسیٰ u کے بارے میں بھی انتہائی بنیادی سوال کرنا چاہیں یعنی آپ u کا لباس کیا تھا، کھانا کیسا تھا؟ تو ہمیں ان سوالات کے جوابات نہیں ملتے ہیں۔

مذاہب کی تاریخ میں اگر کوئی واحد شخصیت ہمیں ملتی ہے جس کے بارے میں بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے سوالوں کے جوابات ہمیں ملتے ہیں، تو وہ شخصیت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی کا ہر گوشہ روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ کی ذات گرامی کو ہم قرآن ناطق یعنی چلتا پھرتا قرآن کہتے ہیں۔

ایک جانب ہمیں بنیادی سوالات کے جوابات تک نہیں ملتے ہیں، یعنی ہم معلومات کی کمی کا شکار ہیں تو دوسری جانب معلومات کی اس قدر فراوانی ہے کہ اس دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ اس سمندر سے کیا لیں اور کیا چھوڑیں۔ حضور ﷺ کے سوا حق کسی بھی نبی کی شخصیت اور تعلیمات پر آپ کوئی تحریر لکھنا چاہیں تو آپ چند صفحات سے آگے نہیں بڑھ پائیں گے۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی کہتے ہیں کہ مولانا شبلی نعمانی نے مستشرقین کے حوالے سے لکھا ہے:

---

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۱۱، ص ۵۰۵

مسلمانوں کے اس فخر کا قیامت تک کوئی حریف نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے اپنے پیغمبر کے حالات اور واقعات کا ایک ایک حرف اس استقصاء کے ساتھ محفوظ رکھا کہ کسی شخص کے حالات آج تک اس جامعیت اور احتیاط کے ساتھ قلمبند نہیں ہو سکے اور نہ آیندہ توقع کی جا سکتی ہے۔[۱]

اسلامی ادبیات میں سیرت نگاری کو جو نمایاں مقام حاصل ہے اس کی نظیر پیش کرنا محال ہے۔ حضور ﷺ کی زیارت لاکھوں صحابہ نے کی' ہزاروں نے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کا مشاہدہ کیا' سینکڑوں صحابہ نے مختلف واقعات و گوشہ ہائے حیات کو قلم بند کیا اور انہیں پوری صحت' امانت داری اور ذمہ داری کے ساتھ آنے والی نسلوں کو منتقل کیا۔ یہی مواد نسل در نسل منتقل ہوتا ہوا ہم تک پہنچا ہے۔ مسلمان بالخصوص اور پوری انسانیت بالعموم اس تاریخی سرمایہ پر فخر کر سکتی ہے۔ آج تک آپ ﷺ کے بارے میں جو کچھ لکھا جا چکا ہے صرف اس کی فہرست بنانا (Cataloging) بھی ناممکن ہے۔ آپ ﷺ کی یہ خصوصیت اور امتیاز آپ ﷺ کو تاریخ انسانی میں منفرد و یکتا مقام پر فائز کرنے کے لیے کافی ہے۔

نہ بن سکی ہے نہ بن سکے گا
مثال تیری جواب تیرا

انگریزی زبان میں پروفیسر مارگولیس (Margolith) جو آکسفورڈ یونیورسٹی میں عربی زبان کے پروفیسر تھے' کی کتاب "محمد" جو ۱۹۰۵ء میں "ہیروز آف دی نیشنز" کے سلسلہ میں چھپی ہے' سے زیادہ معاندانہ کتاب نہیں لکھی گئی ہے۔ اس نے ہر واقعہ کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہے۔ تاہم اس کتاب کے مقدمہ میں وہ بھی یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ

The biographers of the prophet Mohammad form a long series it is impossible to end but in which it would be honourable to find a place.[۲]

محمد (ﷺ) کے سوانح نگاروں کا ایک طویل سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا ناممکن ہے' لیکن اس میں جگہ پانا قابل عزت ہے۔

---

[۱] محاضرات سیرت' ڈاکٹر محمود احمد غازی' ص ۶۷۱' الفیصل' لاہور' ۲۰۰۹ء

[۲] خطبات مدراس' سید سلیمان ندوی' ص ۶۱' ادارۂ اسلامیات' لاہور' ۱۹۸۳ء

حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی مذہب کے بانی کسی بھی ملک وقوم کے رہنما کے حالات زندگی اتنی تفصیل اتنی تحقیق اور اتنی سند (Authenticity) کے ساتھ دستیاب نہیں ہیں جتنے کہ بانی اسلام حضرت محمد ﷺ کے حالات زندگی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے کے لیے دستیاب ہیں۔ مشہور مغربی مصنف فلپ کے۔ ہٹی نے لکھا ہے کہ......

Muhammad (Peace and blessings be upon him) was born in full light of history. [1]

محمد (ﷺ) تاریخ کی پوری روشنی میں پیدا ہوئے ہیں۔

کسی بھی شخصیت کو آئیڈیل بننے اور اس کے قابل تقلید ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ شخصیت مجموعہ خصائل ہو۔ یعنی وہ مصلح ورہنما بھی ہو قائد وسپہ سالار بھی مدبر ومنتظم بھی ہو قاضی ومنصف بھی مقنن اور سربراہ مملکت بھی ہو تاجر ومحنت کش بھی اور خاوند وسربراہ خاندان بھی۔

سید سلیمان ندوی کے مطابق ایسی ذات کا درج ذیل خصوصیات کا حامل ہونا ضروری ہے:

تاریخیت جامعیت کاملیت اور عملیت۔ میرا یہ مقصد نہیں کہ دیگر انبیاء O کی زندگیاں اُن کے عہد اور زمانہ میں ان خصوصیات سے خالی تھیں بلکہ یہ مقصد ہے کہ ان کی سیرتیں جو اُن کے بعد عام انسانوں تک پہنچیں یا جو آج موجود ہیں وہ ان خصوصیات سے خالی ہیں اور ایسا ہونا مصلحتِ الٰہی کے مطابق تھا تا کہ یہ ثابت ہو سکے کہ وہ انبیاء محدود زمانہ اور متعین قوموں کے لیے تھے اس لیے اُن کی سیرتوں کو دوسری قوموں اور آیندہ زمانہ تک محفوظ رہنے کی ضرورت نہ تھی صرف محمد رسول اللہ ﷺ تمام دُنیا کی قوموں کے لیے اور قیامت تک کے لیے نمونۂ عمل اور قابلِ تقلید بنا کر بھیجے گئے تھے اس لیے آپ کی سیرت کو ہر حیثیت سے مکمل دائمی اور ہمیشہ کے لیے محفوظ رہنے کی ضرورت تھی اور یہی ختم نبوت کی سب سے بڑی عملی دلیل ہے۔ [2]

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی سیرت کو جملہ اوصاف جمیلہ سے مالا مال کر دیا اور آپ ﷺ کو حامل "خلق عظیم" (القلم: ۴) "رؤف الرحیم" (توبہ: ۱۲۸) اور "رحمۃ للعالمین" (الانبیاء: ۱۰۷) قرار دیا۔ تاریخ انسانی میں آج تک کسی شخص کے حالات اتنی جامعیت (Comprehensively) اور احتیاط (Authentically) کے ساتھ قلم بند (Record)

---

[1] محاضرات سیرت ڈاکٹر محمود احمد غازی ص ۷۰۹ الفیصل لاہور ۲۰۰۹ء

[2] خطبات مدراس سید سلیمان ندوی ص ۴۲ ادارہ اسلامیات لاہور ۱۹۸۳ء

اور محفوظ (Document) نہیں کیے گئے جتنے کہ آپ ﷺ کے کیے گئے ہیں۔

آپ ﷺ اس لحاظ سے تاریخ انسانی کی واحد' منفرد اور یکتا شخصیت ہیں جن کی انفرادی' اجتماعی اور معاشرتی زندگی کے ایک ایک لمحہ کو محفوظ کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کی ہر ہر ادا کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک دوسرے سے بیان کیا ہے اور آپ ﷺ کی ایک ایک حالت کریمہ کی چشم دید رپورٹنگ حدیث اور سیرت کی کتابوں میں محفوظ کی گئی ہے۔ آپ ﷺ کا قبیلہ' خاندان' دوھیال' ننھیال' آپ کی ولادت پاک' دودھ پینا' پرورش پانا' قبل از نبوت کے واقعات' آپ کی جوانی' شادی بیاہ' بچے' بعد از نبوت کے واقعات' خانگی و بیرونی زندگی' عادات' خصائل' اخلاق' نشست و برخاست' خورد و نوش' اٹھنا بیٹھنا' چلنا پھرنا' رفتار و گفتار' دن رات' خرید و فروخت' معیشت و تجارت' ہمت و شجاعت' عسکری و جنگی تدابیر' معاہدات' صلح و جنگ' جود و سخا' عفو و درگزر' تواضع و انکساری' خوش طبعی و قصہ گوئی' فصاحت و بلاغت' سفر و حضر' تبسم فرمانا' طریقہ تادیب' خفگی کا اظہار' گریہ و فغاں' حسن مدارات اور شرم و حیاء کی تفصیلات شامل ہیں۔ اسی پر بس نہیں' بلکہ آپ ﷺ کا حلیہ مبارک' خد و خال' داڑھی کی کیفیت' زلفوں کا تذکرہ' داڑھی مبارک میں کتنے بال سفید تھے' عبادت' نماز' روزہ' صوم وصال' حج' زکوٰۃ' یہاں تک کہ ہم خوابی اور طہارت کے حالات' بڑے سے بڑا واقعہ اور چھوٹی سی چھوٹی جزئیات سب ہی ہم تک پہنچی ہیں۔

اس شان کی سوانح عمری نہ کسی کی ہوئی' نہ لکھی گئی' نہ محفوظ کی گئی اور نہ ہی نسل در نسل منتقل ہوئی ہے۔ یہ ساری تفصیلات و جزئیات' احادیث' سیرت اور تاریخ کی کتابوں کے ذریعہ دنیا کے ہر گوشے اور ہر خطے تک پہنچی ہیں اور دنیا کی ہر زبان میں ان کا ابلاغ کیا گیا ہے۔

اگر صرف ''شمائل ترمذی'' (تفصیل اگلے صفحات میں آرہی ہے) کے ابواب پر ہی ایک نظر ڈال لی جائے تو اندازہ ہو سکے گا کہ ان تفصیلات کو جاننے اور انہیں آئندہ نسلوں کو منتقل کرنے کے لیے کتنی محنت' اولوالعزمی' جاں فشانی اور عرق ریزی سے کام لیا گیا ہے۔ نہ صرف یہ کہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے ایک ایک پہلو کو محفوظ کیا گیا ہے' بلکہ آپ ﷺ سے وابستہ ہر بندہ و بشر اور ہر شے کو کمال احتیاط اور پوری شرح و بسط کے ساتھ محفوظ کر لیا گیا ہے۔ یہ تفصیلات تاریخ کے صفحات میں نہ صرف محفوظ ہو گئی ہیں' بلکہ امر ہو گئی ہیں۔

بادشاہوں، سلاطین اور حکمرانوں نے اپنے آپ کو تاریخ میں جانے جانے اور یاد رکھے جانے کے لیے اپنے مجسمے (Sculptures) بنوائے، اپنے نام کندہ (Engrave) کروائے، اپنے نام اور شبیہ کے سکے جاری کیے، عمارتیں تعمیر کیں، مگر ان کی تمام کوششیں نقش برآب ثابت ہوئیں۔ لیکن مدینہ کے تاجدار نے عرب کی ریت پر جو تاریخ لکھی اسے کوئی نہ مٹا سکا۔ آپ نے عرب کے ریگستان میں جو پھول کھلائے ان کی خوشبو کوئی زائل نہ کر سکا۔

احادیث پاک، سیرت اور تاریخ کی کتب کو ایک طرف رکھیں اگر صرف قرآن میں ہی آپ ﷺ کا عکس جمیل دیکھنا چاہیں، آپ ﷺ کی شخصیت، آپ ﷺ کی حیات مبارکہ اور آپ ﷺ کی سیرت مطہرہ کو جاننا چاہیں، تو قرآن کی گواہی ہی کافی ہوگی، کیونکہ اکیلا قرآن ہی آپ ﷺ کی دنیا میں آمد، آپ کس ملک اور قوم میں مبعوث ہوئے، آپ نے کیسی زندگی بسر کی، کتنی کٹھنائیوں سے گزرے، اللہ کے دین کی بقاء و سربلندی کے لیے جنگوں سے گزرے، آپ ﷺ کے اخلاق اور رحمت و رافت کی گواہی دیتا رہے گا۔

سیرت پاک ﷺ کا ایک پہلو علمی ہے اور دوسرا عملی۔ علمی پہلو قرآن ہے جبکہ عملی پہلو کا نام سیرت پاک مصطفیٰ ﷺ ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ کے اہم ماخذ یہ ہیں:

(۱) **قرآن پاک:** معتبر ہونے کے اعتبار سے یہ ماخذ اہم ترین ماخذ ہے۔

(۲) **احادیث مبارکہ:** معتبر ہونے کے اعتبار سے لاکھوں احادیث پر مشتمل سرمایہ دوسرا اہم ماخذ ہے۔ صحاح ستہ کی چھ اہم ترین کتابیں (بخاری، مسلم، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، نسائی اور سنن ابن ماجہ یا موطا امام مالک) جن کا ایک ایک واقعہ اور اندراج صداقت اور صحت کے معیار پر پرکھا گیا ہے۔ اس کے بعد مسانید ہیں جن میں نمایاں تر مسند احمد بن حنبل ہے۔ یہ چھ جلدوں میں ہے اور ہر جلد ۵۰۰ سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔

(۳) **مغازی و سیر:** جن میں آپ ﷺ کے غزوات اور جنگوں کا ذکر ملتا ہے۔ مگر ان میں ضمناً اور بھی واقعات اور معلومات میسر آتی ہیں۔ سیرت پر لکھی گئی کتابوں کا آغاز پہلی صدی ہجری میں کتب مغازی سے ہی ہوا تھا۔ سب سے پہلی کتاب حضرت عثمان کے صاحبزادے ابان بن عثمان t نے مرتب کی "مغازی عروہ بن زبیر" ۹۴ھ "مغازی

ابن اسحاق" ۱۵۰ھ "مغازی زیاد بکائی" ۱۵۳ھ "مغازی واقدی" ۲۰۷ھ مغازی محمد اسحاق مطلبی دوسری صدی ہجری اور سیرت ابن ہشام از محمد بن عبدالملک ۲۱۸ھ شامل ہیں۔ ابن اسحاق نے سیرت نگاری کو ایک مستقل فن کی حیثیت دی۔ امام بخاری نے بھی اپنی کتاب المغزوات میں ان کی روایات کو شامل کیا ہے۔

(۴) کتب تاریخ: ان میں معتبر طبقات ابن سعد، تاریخ الرسل والملوک امام ابوجعفر طبری، تاریخ صغیر و کبیر امام محمد بن اسماعیل بخاری، تاریخ ابن حبان اور تاریخ ابن ابی خیثمہ ۲۹۹ھ وغیرہ شامل ہیں۔

(۵) کتب دلائل: جن میں آپ ﷺ کے معجزات اور روحانی رفعتوں اور عظمتوں کا ذکر ملتا ہے۔ مثلاً دلائل النبوت از ابن قتیبہ متوفی ۲۶۷ھ، دلائل النبوت از ابواسحاق حربی متوفی ۲۵۵ھ، دلائل امام بیہقی متوفی ۴۳۰ھ، دلائل ابونعیم اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ، دلائل مستغفری متوفی ۴۳۲ھ، دلائل ابوالقاسم اسمٰعیل اصفہانی متوفی ۵۳۵ھ، خصائص کبریٰ از امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ وغیرہ شامل ہیں۔

(۶) کتب شمائل: جن میں آپ ﷺ کا سراپا مبارک، اخلاق، عادات، فضائل اور معمولات زندگی کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں اہم اور معروف ترین کتاب الشمائل از امام ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، الشفاء فی حقوق المصطفیٰ، قاضی عیاض مالکی اور اسی کی شرح نسیم الریاض از علامہ احمد شہاب خفاجی، شمائل النبی از ابوالعباس مستغفری متوفی ۴۳۲ھ، شمائل النور الساطع از ابن المقری غرناطی متوفی ۵۵۲ھ، سفر السعادۃ از مجدالدین فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ شامل ہیں۔

(۷) کتب تفاسیر: ان میں تفسیر سفیان بن عیینہ، تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن حاتم، تفسیر ابن منذر، تفسیر تستری وغیرہ شامل ہیں۔

(۸) کتب اسماء الرجال (Biographies)

اسماء الرجال کے مضمون اور فن کی ایجاد، تدوین اور ترقی مسلمانوں اور ائمہ حدیث کا تاریخی اور عظیم الشان کارنامہ ہے۔

محدثین صرف حدیث و روایات کی جمع و تدوین تک ہی محدود نہیں رہے بلکہ ان روایتوں

کے درمیانی واسطوں کے بارے میں بھی تحقیق و جستجو کی اور ان تفصیلات کو آنے والی نسلوں کے لیے مرتب و محفوظ کر لیا۔

کتب اسماء الرجال ان لوگوں کے ناموں' حالات اور کردار کو بیان کرتی ہیں جو سلسلہ روایت (روایت کی لڑی) کا حصہ ہیں۔ یہ کون لوگ تھے' کیسے تھے' ان کے مشاغل کیا تھے' چال چلن' حافظہ' سمجھ بوجھ کیسی تھی' ثقہ تھے یا غیر ثقہ' سطحی ذہن کے مالک تھے یا دقیق' عالم تھے یا جاہل تھے' جیسی تفصیلات شامل ہیں۔ یہ فن جرح و تعدیل اور اس کے متعلقات کے تعارف اور اس کے اصول و ضوابط کے بیان پر مشتمل ہے۔

علم اسماء الرجال دراصل محدثین کی بلند ہمتی' علم حدیث سے وابستگی' لگاؤ' سنجیدگی' شغف' ذوق تحقیق و جستجو اور محنت شاقہ کے جذبے کی وجہ سے وجود میں آیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس علم نے امت مسلمہ کو یکتا' منفرد اور ممتاز بنا دیا۔

ڈاکٹر اسپرنگر جیسا محقق یہ کہنے پر مجبور ہوا کہ کرۂ زمین پر کوئی قوم ایسی نہیں جس نے اسماء الرجال جیسا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو اور پانچ لاکھ راویان حدیث کے حالات محفوظ کیے ہوں۔

جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے احوال' اقوال اور افعال کی روایات بیان کی ہیں انہیں راویان حدیث کہتے ہیں۔ ان راویان میں صحابہ کرام' تابعین' تبع تابعین اور بعد ازاں چوتھی صدی ہجری تک کے راویان احادیث و آثار شامل ہیں۔ ان سب کے مجموعۂ احوال کا نام ''فن اسماء الرجال'' ہے۔ ہر راوی کا نام' کنیت' لقب' وہ کہاں پیدا ہوئے' وہ کہاں کے رہنے والے تھے' ان کے آباء و اجداد کون تھے' وہ کس مزاج و طبیعت کے حامل تھے' ان کا حافظہ کیسا تھا' تقویٰ اور دیانت داری کے اعتبار سے وہ کیسے تھے' انہوں نے کن اساتذہ و شیوخ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا' حصول علم کے لیے کہاں کہاں کا سفر کیا' کہاں وفات پائی؟ غرض یہ کہ ان ہزار ہا راویان حدیث کے بارے میں پوری تحقیق اور جستجو کی گئی اور ان کے مفصل حالات مرتب کیے گئے۔

اسماء الرجال کی چند اہم کتابیں درج ذیل ہیں:

(۱) طبقات الکبریٰ' از محمد بن سعد بن منیع کاتب واقدی (م ۲۳۰ھ)

(۲) تاریخ الرواۃ' از امام یحییٰ بن معین (م ۲۳۳ھ)

(۳) التاریخ' از امام احمد بن محمد حنبل شیبانی (م ۲۴۱ھ)

(۴) التاریخ الکبیر' از امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (م ۲۵۶ھ)

(۵) الھدایۃ والارشاد فی معرفۃ اھل الثقۃ والسداد' از ابونصر احمد بن محمد بن حسین کلاباذی (م ۳۹۸ھ)

(۶) تاریخ نیساپور' از محمد بن عبداللہ حاکم نیساپوری (م ۴۰۵ھ)

(۷) الاستیعاب' از یوسف ابن عبداللہ ابن محمد ابن عبدالبر ابوعمر النمری الاندلسی القرطبی المالکی (م ۴۶۳ھ)

(۸) تاریخ بغداد' از ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد خطیب بغدادی' شافعی (م ۴۶۳ھ)

(۹) الجمع بین رجال الصحیحین' از حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی جو قیسرانی شیبانی کے نام سے مشہور ہیں (م ۵۰۷ھ)

(۱۰) تاریخ دمشق' از حافظ ابوالقاسم علی بن حسین ابن عساکر دمشقی (م ۵۷۱ھ)

(۱۱) کتاب الکمال فی اسماء الرجال' از ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد رافعی قزوینی (م ۶۲۳ھ)

(۱۲) تجرید اسماء الصحابہ' از حافظ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد ذھبی (م ۷۴۸ھ)

(۱۳) تاریخ الاسلام وطبقات المشاہیر والاعلام' از حافظ ذہبی (م ۷۰۰ھ)

(۱۴) تہذیب الکمال فی اسماء الرجال' از حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف بن عبدالرحمٰن مزی دمشقی (م ۷۴۲ھ)

(۱۵) تذہیب تہذیب الکمال' از حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (م ۷۴۸ھ)

(۱۶) التذکرہ برجال العشرۃ' از محمد بن علی بن حمزہ حسینی دمشقی (م ۷۶۵ھ)

(۱۷) الاصابۃ فی تمیز معرفۃ الصحابۃ' از حافظ شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی (ابن حجر) (م ۸۵۲ھ)

(۱۸) تعجیل المنفعۃ بزوائد رجال الائمۃ الاربعۃ' از حافظ شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ)

(۱۹) تہذیب التہذیب' از حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ)

(۲۰) الریاض المستطابۃ فی جملۃ من روی فی الصحیحین من الصحابۃ' از شیخ یحییٰ بن ابوبکر عامر یمنی (م ۸۹۳ھ)

(۲۱) اسعاف المبطا برجال المؤطا' از حافظ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ ھ)

(۲۲) المغنی فی اسماء رجال الحدیث' از شیخ محمد طاہر پٹنی (م ۹۸۶ ھ)

(۲۳) اسبد المنیر فی صحابۃ البشیر النذیر' از شیخ محمد قائم بن صالح سندی حنفی قادری (م بعد ۱۱۳۵ ھ) [1]

سلسلۂ اسناد اس امت کا خصوصی امتیاز ہے' حافظ ابن حزم فرماتے ہیں کہ ثقہ راوی کا اپنے اوپر والے ثقہ راوی سے حدیثِ نبوی ﷺ کو اس طرح روایت کرنا کہ کڑی سے کڑی جڑی ہو (درمیان میں انقطاع نہ ہو) یہ وہ نعمت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اُمت محمدیہ کو نوازا ہے۔ [2]

آپ ﷺ کا حلیہ مبارک' تفصیلات وجزئیات

حضور ﷺ کی کوئی حقیقی شبیہ یا تصویر موجود نہیں ہے' لیکن احادیث مبارکہ میں آپ ﷺ کا حلیہ مبارک بیان ہوا ہے۔

صحابہ کرام] وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی چشمان مبارک سے حضور ﷺ کے جمال جہاں زیبا کا دیدار کیا' اس پیکر جمال کا مشاہدہ کیا۔ ان صحابہ کرام میں سے بہت سے صحابہ نے آپ ﷺ کے حلیہ مبارک کو اپنے اپنے انداز اور اپنے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ان کے مشاہدات وبیانات احادیث صحیحہ میں محفوظ کر دیے گئے۔ شمائل نبوی ﷺ کے بیان کرنے میں جن صحابہ نے شہرت پائی ہے ان میں سیدنا علی مرتضیٰ t' حضرت انس بن مالک t' حضرت ابوہریرہ t' حضرت براء بن عازب t' ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ r' حضرت ابن ابی ہالہ t' حضرت ابن ابی جحیفہ t' حضرت جابر بن سمرہ t' حضرت ام معبد r' حضرت عبداللہ بن عباس W' حضرت معرض بن معیقیب t' حضرت ابوطفیل t' حضرت عداء بن خالد t' حضرت خریم بن فاتک t اور حضرت حکیم بن حزام t وغیرہ شامل ہیں۔ [3]

---

[1] علوم حدیث' سید عبدالماجد غوری' ص ۳۲۷-۳۳۰' زمزم پبلشرز کراچی' ۲۰۱۰ء۔ فن اسماء الرجال' تقی الدین ندوی مظاہری' ص ۸۵-۹۲' جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ یوپی انڈیا

[2] فن اسماء الرجال' تقی الدین ندوی مظاہری' ص ۱۵' جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ انڈیا۔ بحوالہ تدریب طبع قدیم' ص ۱۸۳

[3] الشفاء' قاضی عیاض مالکی' ج ۱' ص ۷۳' اردو ترجمہ' مکتبہ اعلیٰ حضرت' لاہور' ۲۰۰۴ء

ان نفوسِ قدسیہ کے بیان کردہ حلیہ کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ مبارک سرخ و سپید تھا۔ چشم مازاغ بڑی بڑی تھیں۔ ان کا سفید حصہ بہت سفید اور سیاہ حصہ بہت سیاہ تھا۔ آنکھ کے سفید حصہ میں سرخ ڈورے تھے۔ مژگان مبارک لمبی تھیں۔ ابروؤں کا درمیانی حصہ بالوں سے صاف تھا۔ ابرو کمان کی طرح خمیدہ اور لمبے تھے۔ ناک مبارک اونچی اور پتلی تھی۔ دندان مبارک پیوستہ نہ تھے درمیان میں تھوڑا سا فاصلہ تھا۔ رخ انور گول تھا۔ پیشانی مبارک فراخ تھی۔ ریش پرنور گھنی تھی جو سینہ مبارک پر پھیلی ہوئی تھی۔ شکم اور سینہ مبارک ہموار تھے۔ صدر پرنور کشادہ تھا۔ کندھے بڑے بڑے تھے۔ جسم کی ہڈیاں بھاری بھرکم تھیں۔ کہنیوں سے کندھوں تک اور دونوں کلائیاں اور پنڈلیاں بہت مضبوط اور طاقتور تھیں۔ دونوں ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں کشادہ تھے۔ انگشت ہائے مبارک ہموار تھیں۔ جسم مبارک نورانی تھا۔ سینہ کے بالوں کی وہ لکیر جو سینہ کی ہڈی سے ناف تک چلی جاتی ہے پتلی تھی۔ قامت زیبا درمیانہ تھا۔ حضور زیادہ دراز قد نہ تھے اور نہ از حد پست قامت۔ بایں ہمہ اگر کوئی دراز قامت انسان سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چلتا تھا' تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے اونچے دکھائی دیتے تھے۔ گیسوئے مبارک زیادہ گھنگریالے نہ تھے۔ جب حضور ہنستے تو دندان مبارک یوں چمکتے تھے جس طرح بجلی کی چمک یا ژالہ باری کے وقت گرنے والے دانے۔ جب حضور گفتگو فرماتے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ دندان مبارک سے نور نکل رہا ہے۔ حضور کی گردن مبارک تمام لوگوں کی گردنوں سے زیادہ خوبصورت تھی۔ حضور کا جسم اطہر نہ زیادہ فربہ تھا اور نہ لاغر بدن مبارک مضبوط اور بھرا ہوا تھا' جسم پر گوشت زیادہ نہ تھا۔ [1]

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی کی کتاب شمائل ترمذی میں شامل عنوانات وابواب

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیہ مبارک اور شکل وصورت کا بیان

(۲) مہر نبوت

(۳) موئے مبارک

(۴) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کنگھی فرمانا

---

[1] ضیاء النبی' پیر محمد کرم شاہ الازہری' ج ۵' ص ۲۴۳ ـ ۲۴۵' ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور' ۱۴۲۰ھ

(٥) سفید بال

(٦) آپ ﷺ کا خضاب (مہندی) لگانا

(٧) آپ ﷺ کا سرمہ لگانا

(٨) لباس مبارک کے بیان میں

(٩) معیشت رسول اللہ ﷺ

(١٠) موزہ مبارک

(١١) نعلین مبارک

(١٢) آپ ﷺ کی مبارک انگوٹھی

(١٣) آپ ﷺ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے

(١٤) تلوار مبارک

(١٥) زرہ مبارک

(١٦) خود مبارک

(١٧) دستار مبارک

(١٨) تہبند مبارک و پاجامہ مبارک

(١٩) رفتار مبارک

(٢٠) قناع (رومال) مبارک

(٢١) نشست مبارک

(٢٢) تکیہ و بستر مبارک

(٢٣) تکیہ لگانا' ٹیک لگانا

(٢٤) کھانا تناول فرمانا' کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنے کا بیان

(٢٥) روٹی مبارک

(٢٦) سالن مبارک

(٢٧) کھانا کھانے کے لیے وضو فرمانا

(٢٨) کھانے سے پہلے اور بعد کلمات شریفہ (دعائیں)

(۲۹) پیالہ مبارک

(۳۰) پھل تناول فرمانا

(۳۱) مشروبات مبارکہ

(۳۲) پانی نوش فرمانا

(۳۳) خوشبو لگانا

(۳۴) اندازِ گفتگو

(۳۵) تبسم فرمانا

(۳۶) خوش طبعی و مزاح فرمانا

(۳۷) شعر گوئی

(۳۸) رات کے وقت قصہ گوئی

(۳۹) آرام فرمانا' آپ کے سونے کا ذکر

(۴۰) عبادت فرمانا

(۴۱) نمازِ چاشت

(۴۲) گھر میں نفل

(۴۳) روزے رکھنا' ماہ شعبان میں کثرت سے روزے رکھنا

(۴۴) قراءت فرمانا' قراءت کی کیفیت

(۴۵) آنسو مبارک' گریہ مبارک

(۴۶) بستر مبارک

(۴۷) انکساری فرمانا' تواضع کا بیان

(۴۸) اخلاق حسنہ' صحابہ کے ساتھ کام میں شریک رہنا

(۴۹) حجامت کا بیان

(۵۰) کفار کی عیادت کرنا

(۵۱) آپ ﷺ کے معمولات گھر اور مجلس میں

(۵۲) حضور ﷺ کا پسینہ مبارک

(۵۳) خادم پر ناراض ہونا

(۵۴) آپ ﷺ کا ہدیہ قبول فرمانا

(۵۵) حیاء مبارک

(۵۶) سنگی لگوانا

(۵۷) اسماء مبارکہ

(۵۸) گزر اوقات

(۵۹) دو دو ماہ تک گھر میں چولہے کا نہ جلنا

(۶۰) پیٹ پر پتھر باندھنا

(۶۱) عمر مبارک

(۶۲) وصال مبارک

(۶۳) حضور ﷺ کی تجہیز و تکفین

(۶۴) وراثت

(۶۵) خواب میں زیارت حضور ﷺ

درج بالا عنوانات اس بات کا اندازہ لگانے کے لیے کافی ہیں کہ آپ ﷺ کے شمائل کے بیان میں کس قدر دقت نظر' تفصیلات اور جزئیات کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔

حافظ ابن قیم نے ''زاد المعاد'' میں سب سے زیادہ تفصیل کے ساتھ آپ ﷺ کے حالات درج کیے ہیں۔ ان میں سے صرف ذاتی حالات کی فہرست درج ذیل ہے:

آپ کا طریقہ رسل و رسائل' آپ کے کھانے پینے کا طریقہ' آپ کے نکاح اور ازدواجی تعلقات کا طریقہ' خواب و بیداری کا طریقہ' سواری کا طریقہ' لونڈی اور غلام کو اپنی خدمت کے لیے قبول فرمانے کا طریقہ' آپ کے معاملات اور خرید و فروخت کا طریقہ' حوائج ضروری کے آداب' اصلاح اور خط بنوانے کا طریقہ' مونچھوں کے رکھنے اور ترشوانے میں آپ کا طریقہ' آپ کا طرز کلام' آپ کی خاموشی' آپ کا خندہ فرمانا' آپ کا رونا' آپ کا طریقہ خطابت' طریقہ وضو' موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ' طریقہ تیمم' آپ کے نماز ادا کرنے کا طریقہ' آپ کا دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کا طریقہ' آپ کے سجدہ کرنے کا طریقہ' قعدۂ اخیرہ میں آپ کی

نشست کی کیفیت' آپ کے نماز میں بیٹھنے اور تشہد کے وقت انگلی اٹھانے کا طریقہ' آپ کا نماز میں سلام پھیرنے کا طریقہ' نماز میں آپ کا دُعا فرمانا' آپ کے سجدۂ سہو کرنے کا طریقہ' آپ کا نماز میں سترہ کھڑا کرنے کا طریقہ' سفر و حضر' مسجد اور گھر میں آپ کے سنن و نوافل پڑھنے کا طریقہ' تہجد یا فجر کی سنت کے بعد آپ کی استراحت کا طریقہ' آپ کے تہجد پڑھنے کا طریقہ' رات کی نماز اور وتر پڑھنے کا طریقہ' آپ کا وتر کے بعد بیٹھ کر نماز پڑھنے کا طریقہ' آپ کے قرآن پڑھنے کی کیفیت۔ آپ کی چاشت کی نماز کا طریقہ' آپ کے سجدۂ شکر بجا لانے کا طریقہ' آپ کے سجدۂ قرآن ادا کرنے کا طریقہ' آپ کے جمعہ کے معمولات' آپ کے جمعہ کے دن کی عبادات کا طریقہ' آپ کے خطبہ دینے کا طریقہ' صلوٰۃِ عیدین میں آپ کا طریقہ' سورج گرہن کے وقت آپ کے نماز پڑھنے کا طریقہ' استسقاء میں آپ کا طریقہ' آپ کے سفر کا طریقہ' سفر میں آپ کے نفل پڑھنے کا طریقہ' آپ کے دو نمازوں کو اکٹھی پڑھنے کا طریقہ' آپ کے قرآن پڑھنے اور سننے کا طریقہ' بیماروں کی عیادت میں آپ کا طریقہ' جنازوں کے متعلق آپ کا طریقہ' جنازوں کے ساتھ آپ کے تیز قدم اُٹھانے کا طریقہ' آپ کا میت پر کپڑا اوڑھانے کا طریقہ' کسی میت کے آنے پر اُس کے متعلق آپ کے سوال کرنے کا طریقہ' جنازہ کی نماز میں آپ کا طریقہ' چھوٹے بچوں پر نمازِ جنازہ پڑھنے میں آپ کا معمول' خودکشی کرنے والے اور جہاد کے مالِ غنیمت میں خیانت کرنے والے پر آپ کا نماز نہ پڑھنا' جنازہ کے آگے آگے آپ کے چلنے وغیرہ کا طریقہ' جنازہ غائب پر آپ کے نماز پڑھنے کا طریقہ' جنازہ کے لیے آپ کے کھڑے ہونے کا طریقہ' تعزیت اور زیارتِ قبور میں آپ کا طریقہ' صلوٰۃِ خوف میں آپ کا طریقہ' زکوٰۃ اور صدقات میں آپ کا طریقہ' روزہ میں آپ کا طریقہ' آپ کا رمضان میں زیادہ عبادت کرنے کا طریقہ' چاند دیکھنے کے ساتھ ہی روزہ و افطار کے متعلق آپ کا طریقہ' چاند دیکھنے کی گواہی قبول کرنے میں آپ کا طریقہ۔

سفر میں روزہ کے افطار کے متعلق آپ کا طریقہ' عرفہ کے دن عرفہ کی وجہ سے افطار فرمانے اور جمعہ' شنبہ' یکشنبہ میں آپ کے روزہ رکھنے کا طریقہ' آپ کے پے در پے روزہ رکھنے کا طریقہ' آپ کے نفل روزہ رکھنے اور اُس کے ٹوٹ جانے پر ادا کرنے کو واجب نہ سمجھنے کا طریقہ' روزِ جمعہ کو روزہ کے لیے مخصوص کر لینے پر آپ کا کراہت فرمانا' آپ کے اعتکاف کا طریقہ' حج و عمرہ میں

آپ کا طریقہ' آپ کا ایک سال میں دو عمرے ادا کرنے کا طریقہ' آپ کے حجوں کی کیفیت' آپ کا حج میں اپنے دستِ مبارک سے قربانی فرمانے کا طریقہ' آپ کا حج میں سر منڈانے کا طریقہ' ایامِ حج میں آپ کے خطبوں کا طریقہ' عید الاضحیٰ میں آپ ﷺ کے قربانی کرنے کا طریقہ' عقیقہ میں آپ کا طریقہ' نومولود بچہ کے کان میں آپ کے اذان دینے اور اُس کا نام رکھنے اور اس کا ختنہ کرنے میں آپ کی عادات' ناموں اور کنیتوں کے رکھنے میں آپ کا طریقہ' بولنے میں احتیاط اور الفاظ کے انتخاب میں آپ کا طریقہ' اذکار و وظائف میں آپ کا طریقہ' گھر میں داخلہ کے وقت آپ کا طریقہ' بیت الخلاء جانے اور وہاں سے واپس آنے کا طریقہ' آپ کے کپڑا پہننے کا طریقہ' وضو کی دُعا کے متعلق آپ کا طریقہ' اذان کے وقت الفاظِ اذان کے دہرانے کے متعلق آپ کا طریقہ' رویتِ ہلال کے وقت آپ کے دُعا فرمانے کا طریقہ' کھانے کے پہلے اور اس کے بعد آپ کے دعاؤں کے پڑھنے کا طریقہ' آدابِ طعام میں آپ کا طریقہ' آدابِ سلام میں آپ کا طریقہ' آپ ﷺ کا دوسروں کے گھر میں اجازت مانگ کر داخل ہونے کا طریقہ' آدابِ سفر میں آپ ﷺ کے طریقے اور سفر میں دُعاؤں کے پڑھنے کا طریقہ' نکاح کی دُعاؤں کے متعلق آپ کا طریقہ' بعض الفاظ کے استعمال کو مکروہ سمجھنے میں آپ کی عادت' غزوات اور جہاد میں آپ کا طریقہ' قیدیوں کے متعلق آپ کا معمول' قیدی' جاسوس اور غلام کے متعلق آپ کا معمول' صلح کرنے' امان دینے' جزیہ مقرر کرنے اور اہلِ کتاب و منافقین کے ساتھ علی الترتیب آپ کا برتاؤ کرنا' کفار و منافقین کے ساتھ علی الترتیب آپ کے برتاؤ کرنے کا طریقہ' آپ کا امراضِ قلب اور امراضِ بدن کے علاج کرنے کا طریقہ۔ [1]

ملبوسات

آپ ﷺ کے ملبوسات کی تفصیل اجمالی طور پر یوں ہے:

☆ لنگی' چادر' ٹوپی' عمامہ اور جبہ

☆ قطری چادر' کڑھائی کی گئی تھی

☆ یمنی سرخ دھاری دار چادر

☆ سیاہ چادر

---

[1] خطباتِ مدراس' سید سلیمان ندوی' ص ۶۹ تا ۷۱' ادارہ اسلامیات' لاہور' ۱۹۸۳ء

☆ سبز چادر
☆ عمان کی بنی ہوئی لنگی
☆ سیاہ پگڑی
☆ سفید اور کالے رنگ کے عمامے
☆ ٹوپیاں (سفید رنگ کی مصری ٹوپی' یمنی کپڑے کی بنی ہوئی' تیسری کانوں والی ٹوپی)
☆ نعلین مبارک "مخصرہ" (باریک پہلو والی) چوڑی ایڑی والے دو تسمے تھے جو رنگے ہوئے چمڑے کے تھے
☆ سیاہ رنگ کے موزے۔ [1]

عموماً آپ ﷺ کا باس مبارک چادر' لنگی' کرتا اور عمامہ پر مشتمل ہوتا تھا۔ سفید کپڑے کو بہت پسند فرماتے تھے۔ مخطوطہ چادر کو بھی پسند فرماتے تھے۔ عمامہ کے نیچے ٹوپی بھی پہنتے تھے اور کبھی بغیر عمامہ کے ٹوپی پہنتے اور کبھی صرف عمامہ پر بھی اکتفا فرماتے تھے۔ عمامہ پر کبھی شملہ ہوتا اور کبھی نہیں بھی ہوتا تھا۔ آپ ﷺ نے کبھی قبا بھی زیب تن فرمایا ہے۔ آپ کی چادر کا طول چھ ہاتھ اور عرض تین ہاتھ اور ایک بالشت ہوتا تھا اور تہبند کا طول چار ہاتھ ایک بالشت اور عرض دو ہاتھ اور ایک بالشت ہوتا تھا۔ چادر سرخ دھاری دار' بوٹے دار اور سادہ تینوں طرح کی زیب تن فرمائی ہے۔ سیاہ کپڑا بھی پہنا ہے۔ کرتا بالعموم سوت کا ہوتا تھا جس کے دامن اور آستین دراز نہ تھے۔ آپ ﷺ نے بعض اوقات قیمتی کپڑا بھی استعمال فرمایا ہے۔ [2]

حضور ﷺ کا اسلحہ اور ہتھیار

حضور ﷺ کے پاس نو تلواریں' سات زرہیں' پانچ کمانیں' تین ڈھالیں' دو بڑے نیزے' پانچ چھوٹے نیزے اور دو خود (لوہے کی بنی ہوئی سر کی ٹوپیاں) تھیں۔ حضور ﷺ کے تمام ہتھیاروں کے علیحدہ علیحدہ نام تھے۔

---

[1] سیرۃ الرسول' ج ۱۰' ص ۲۷۷-۴۰۰' محمد طاہر القادری' منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور' ۲۰۱۰ء

[2] نور الابصار' ڈاکٹر محمد طاہر القادری' ص ۵۴' منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور' ۲۰۱۱ء

نعلین پاک ۔ فدائے نقشِ نعلینت کنم جاں یارسول اللہ

ہر وہ شے جس کا تعلق اور جس کی نسبت رسول خدا ﷺ سے ہے سیرت نگاروں کی دلچسپی کا موضوع رہی ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کے نعلین مبارک نے بھی سیرت نگاروں کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔ یوں تو ہر شخص لباس زیب تن کرتا ہے' جوتے پہنتا ہے' مگر رسول پاک ﷺ کے نعلین مبارک کی بات کچھ اور ہے۔ آپ ﷺ کا نعل مبارک کس طرح کا ہوتا تھا' اس کی شکل اور بناوٹ کیسی تھی اور اس سے کس طرح فیض حاصل کرتے ہیں۔ ان موضوعات پر شعر لکھے گئے' بلکہ نعتیں لکھی گئیں' صفحات اور مضامین لکھے گئے' بلکہ پوری کی پوری کتابیں اس موضوع پر لکھی گئی ہیں۔

نعلین مبارک کے موضوع پر کم از کم پچاس کتابیں لکھی گئی ہیں اور ان میں سے بعض کتابیں تو کافی ضخیم ہیں۔ محمد بن عیسی المقری کی کتاب ''قرۃ العینین فی تحقیق امر النعلین'' ہے' جو کہ ۵۰۰ سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ دوسری کتاب ابی العباس شہاب الدین احمد بن یحیی المقری التلسمانی (متوفی ۱۶۴۴ء) کی ہے' جس کا نام ''فتح المتعال فی مدح النعال'' ہے جو کہ اول الذکر کتاب کی تلخیص ہے اور ۳۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے دار الکتب العلمیہ' بیروت' لبنان نے شائع کیا ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ ''فضائل نعلین حضورؐ'' کے نام سے کاروان اسلام پبلیکیشنز' لاہور نے ۱۹۹۵ء میں شائع کیا ہے۔ یہ کتاب ۳۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ تلخیص صاحب کتاب نے روضۂ اقدس ﷺ پر آپ ﷺ کے قدمین مبارک میں بیٹھ کر لکھی ہے' یعنی نعلین پاک کی باتیں قدموں میں بیٹھ کر ہی لکھی جانے کے قابل ہیں۔ اس کتاب کے ابواب اور مندرجات کچھ اس طرح ہیں:

باب اول

نعلین شریفین سے متعلق احادیث مبارکہ' جوتے پہننے کا مسنون طریقہ' جوتے سے متعلق چند ممانعتیں اور ناپسندیدہ امور۔ حضرت عبداللہ بن مسعود t صاحب نعلین ہیں یعنی آپ ﷺ کا بستر' نعلین اور مسواک اٹھانے والے تھے۔ جب آپ ﷺ نعلین مبارک اتارتے تو یہ اسے اپنی آستینوں میں محفوظ کر لیا کرتے تھے اور کبھی اپنے ہاتھوں سے آپ ﷺ کو نعلین پہناتے بھی تھے۔

باب ثانی

نعلین پاک کی مختلف تصاویر' ان تصاویر کے نقل کرنے والوں کا تفصیلی تذکرہ' نعلین پاک کا طول و عرض وغیرہ۔

باب ثالث

قصائد در مدح نعلین مبارک۔

باب رابع

فوائد و برکات نعلین شریف۔ یعنی درد کا علاج' زیارت رسول کا وسیلہ' خزینہ برکات و دافع البلیات' نظر بد اور جادو سے نجات' حفظ و امان کی ضمانت' ضمانت حیات' وقار و عزت کا حصول' پلکوں سے ان کو بہارا کروں میں' برکت سے جس کے سفینے پار ہوتے ہیں' طوفان سے حفاظت' سفر میں سلامتی' آگ سے نجات' شفائے بیماراں' ڈاکوؤں اور چوروں سے حفاظت کی ضمانت' برکت نقش اور بچھو کی موت۔

خاتمہ

نعلین مبارک سے متعلق مختلف امور۔

اس کتاب کی ایک تلخیص امام یوسف بن اسماعیل النبہانی نے "بلوغ الامال من فتح المتعال" کے نام سے کی ہے۔

نعلین پاک رسول ﷺ کے موضوع پر لکھی گئی بعض دیگر کتب یہ ہیں:

(۱) "تنقیح الحب الصمیم وزکاۃ النشیر والتنظیم" امام الحافظ ابو الربیع سلیمان بن سالم الکلاعی الاندلسی۔

(۲) "خدمۃ نعل القدم الحمدی" شیخ الاسلام امام سراج الدین بلقینی۔

(۳) "الجزفی النعل" امام ابو الیمن ابن عساکر۔

(۴) "النفحات العنبریہ فی وصف نعل خیر البریۃ" امام احمد بن محمد المقری التلمسانی۔

(۵) "القول السدید فی ثبوت استبراک نعل سید الاحرار والعبید"۔

(۶) "المرتجی بالقبول فی خدمۃ قدم الرسول" شیخ رضی الدین محمد بن عبد المجید قادری۔

(۷) "غایۃ القدس فیما یتعلق بالنعال" علامہ عبدالحی لکھنوی۔

(۸) ''شفاء الوالہ فی صور الحبیب و مزارہ و نعالہ'' مولانا احمد رضا خاں قادری۔
(۹) ''نیل الشفاء بنعل المصطفیٰ'' مولانا اشرف علی تھانوی۔
(۱۰) ''اتمام النقال فی بعض احکام التمثال'' مولانا اشرف علی تھانوی۔
(۱۱) ''نیل المرام فی نعل سید الانام'' علامہ محمد فیض احمد اویسی۔
(۱۲) ''فضائل نعلین حضور'' امام احمد بن محمد المقری التلمسانی 'مترجمین: مفتی محمد خان قادری و علامہ محمد عباس قادری۔

اسلامی ادب میں نعلین پاک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ جا بجا ملتا ہے۔ مثلاً پندرہویں صدی عیسوی کے مشہور فارسی شاعر مولانا عبدالرحمان جامی نے لکھا ہے:

All heavenly beings rubbed the forehead of their intention on Muhammad's throne-rubbing sandals. [1]

تمام جنتی مخلوقات نے اپنی پیشانیوں کو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جوتیوں کے ساتھ مس کیا (رگڑا) ہے۔

اسی طرح علامہ یوسف النبہانی یوں نغمہ سرا ہوئے ہیں:

Verily I serve the image of the sandal of Mustafa. So that I may live in both worlds under its protection. [2]

ضرور بالضرور میں نے نقش نعلین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گدائی کی ہے تاکہ میں دونوں جہانوں میں ان جوتیوں کی پناہ پا سکوں۔

آج نعلین مبارک کے نقش چھپوائے جاتے ہیں' انہیں اپنے سینوں پر آویزاں کیا جاتا ہے اور اپنے ساتھ رکھا جاتا ہے کہ ایسا کرنا مسلمانوں کی نظر میں باعث برکت اور دافع مشکلات ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر استعمال پیالے

☆ پیالہ ریان

☆ پیالہ مغیث

---

[1] And Muhammad is His Messenger, Annemarie Schimmel, P.40, The University of North Carolina Press, US: 1985

[2] ایضاً ص ۴۰ 'بحوالہ المجموعۃ النبہانیہ ج ۳ 'ص ۳۸۶

☆ ایک اور پیالہ جس پر چاندی کی پتریاں چڑھی ہوئی تھیں
☆ شیشے کا پیالہ جس میں پانی یا دودھ نوش فرمایا کرتے تھے
☆ پیالہ عیدن
☆ پتھر کا پیالہ مخضب
☆ پیالہ قمر[1]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسندیدہ غذائیں

شہد' کدو' انگور' کھجور خصوصاً عجوہ کھجور' خربوزہ' کھیرا' ککڑی' شانہ اور پیٹھ کا گوشت' ثرید۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواریاں

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذاتی استعمال میں سات گھوڑے' چھ خچر اور سواری کے قابل تین اونٹ رہے۔ ہر سواری کا نام اس کی رنگت یا اس کی کسی اور خوبی کی بناء پر اسے دیا گیا تھا۔

گھوڑے

آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سواری کے جانوروں میں سے گھوڑے بہت پسند تھے' کیونکہ اس وقت جہاد فی سبیل اللہ کے لیے گھوڑا سب سے زیادہ کارآمد اور مفید جانور تھا۔

اصحاب سیر نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سات گھوڑوں کا ذکر کیا ہے:

(۱) **السکب**: یہ سب سے پہلا گھوڑا ہے جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت میں آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ایک اعرابی سے بعوض دس (۱۰) اوقیہ خریدا تھا۔

(۲) **المرتجز**: یہ وہ گھوڑا ہے جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اعرابی سے خریدا تھا' ابھی قبضہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ اعرابی انکاری ہو گیا' تو حضرت خزیمہ t نے اس خریداری کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں گواہی دی حالانکہ خریداری کے وقت وہ موجود نہیں تھے۔ اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار دیا۔

(۳) **اللزاز**: شاہِ مقوقس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بطورِ ہدیہ پیش کیا تھا۔

(۴) **الظرب**: یہ گھوڑا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شام کے علاقے بلقاء سے فروہ بن عمرو t نے پیش کیا تھا۔

---

[1] سیرۃ الرسول' محمد طاہر القادری' ج ۱۰' ص ۷۵-۳۷۹-۳۷۶' منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور' ۲۰۱۰ء

(۵) الورد: حضرت تمیم داری t نے آپ ﷺ کو ہدیۃً پیش کیا تھا بعد ازاں آپ ﷺ نے وہ حضرت عمر t کو عطا کر دیا۔

(۶) اللحیف: حضور ﷺ کے ایک گھوڑے کا نام اللحیف تھا۔ یہ گھوڑا آپ ﷺ کو ربیعہ بن براء نے پیش کیا تھا۔

(۷) سبحۃ: اس کا معنی ہے: تیز دوڑنے والا۔ یہ مشہور گھوڑا تھا۔

اُونٹ

کتب تاریخ و سیر میں حضور نبی اکرم ﷺ کی تین اونٹنیوں کا ذکر ملتا ہے:

(۱) عضباء (۲) قصواء (۳) جدعاء

ہجرت مدینہ کے وقت اور فتح مکہ کے موقعہ پر آپ ﷺ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار تھے۔ عضباء بھی وہ اونٹنی تھی کہ تیز رفتاری میں کوئی اونٹ اس سے آگے نہ جا سکتا تھا۔ کہا گیا ہے کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد اس نے صدمہ میں کھانا پینا چھوڑ دیا تھا یہاں تک کہ اسی صدمہ میں مر گئی۔

خچر

آپ ﷺ کے زیر استعمال درج ذیل خچر رہے:

(۱) شہباء: اسے دلدل بھی کہا جاتا ہے۔ نجاشی نے آپ ﷺ کو بطور ہدیہ یہ خچر پیش کیا تھا۔ آپ ﷺ مدنی زندگی میں اس پر سفر فرماتے رہے۔ سیدنا علی t نے اسی پر سوار ہو کر خوارج کے ساتھ جنگیں لڑیں جبکہ آپ t سے پہلے سیدنا عثمان غنی t نے بھی اس پر سواری کی۔ سیدنا علی t کے بعد حسنین کریمین W اور پھر محمد بن حنفیہ t کو بھی آقائے دو جہاں ﷺ کی اس مبارک سواری پر سوار ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

(۲) فضہ: یہ وہ خچر ہے جو فروہ بن عمرو جذامی نے حضور ﷺ کو بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ حضور ﷺ نے یہ حضرت ابو بکر صدیق t کو عنایت فرمایا۔

علاوہ ازیں کسریٰ ایران نے بھی ایک خچر خدمت اقدس ﷺ میں پیش کیا تھا۔ نجاشی نے بھی ایک خچر بارگاہِ نبوی ﷺ میں بھجوایا تھا جبکہ دومۃ الجندل سے بھی ایک خچر آپ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تھا۔

دراز گوش

(۱) عفیر (۲) یعفور

(۳) ایک اور دراز گوش کا ذکر ملتا ہے جو حضرت سعد بن عبادہ t نے آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔

بعض کتابوں میں آپ ﷺ کی سواریوں کی تعداد اس سے زیادہ بھی بیان کی گئی ہے۔ ان سواریوں کے علاوہ آپ ﷺ کے پاس دودھ دینے والی پینتالیس اونٹنیاں اور سو بکریاں تھیں۔[1]

حضور ﷺ کی بکریوں کے بارے میں بھی معلومات ملتی ہیں کہ وہ بکری کس نے دی تھی یا کس سے خریدی تھی' کس گھر میں رہتی تھی اور کتنا دودھ دیتی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کے اُمراء اور عُمال

رسول اللہ ﷺ نے صدقات کی وصولی کے لیے بہت سے اُمراء اور عمال مقرر فرمائے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

- ☆ حضرت مہاجر بن ابی امیہ بن مغیرہ t کو صنعاء کی طرف بھیجا۔
- ☆ حضرت زیاد بن لبید انصاری t کو حضر موت کا عامل مقرر فرمایا۔
- ☆ حضرت عدی بن حاتم t کو بنو طے اور بنو اسد کے صدقات کے لیے بھیجا۔
- ☆ حضرت مالک بن نویرہ یربوعی t کو بنو حنظلہ کی طرف بھیجا۔
- ☆ حضرت زبرقان بن بدر t کو بنو سعد کے علاقے میں بھیجے۔
- ☆ حضرت قیس بن عاصم t کو بنو سعد کے ایک دوسرے علاقے کی طرف بھیجے۔
- ☆ بحرین کی طرف پہلے حضرت علاء بن حضرمی t کو اور پھر حضرت ابان بن سعید بن عاص t کو بھیجا۔
- ☆ حضرت علی بن ابی طالب t کو نجران کی طرف بھیجا۔ اس سے قبل آپ ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم t کو نجران کے وفد کے ساتھ امیر مقرر فرما کر بھیج دیا تھا تاکہ وہ

---

[1] آپ ﷺ کی سواریوں کے بارے میں بیشتر معلومات کا ماخذ ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی کتابیں' سیرۃ الرسول' ج ۱۰ اور نور الابصار ہیں۔

انہیں دین اسلام کی تعلیم دیں' مسائل سمجھائیں اور ان سے صدقات وصول کریں۔ آپ نے انہیں ایک تحریر بھی بھیجی تھی جس میں صدقات کے مسائل تفصیل سے لکھوائے تھے۔ [1]

ذاتی حفاظت کا فریضہ سرانجام دینے والے محافظین صحابہ کرام W

(۱) حضرت سعد بن معاذ t

(۲) حضرت اسید بن حضیر t

(۳) حضرت سعد بن عبادہ t

(۴) حضرت محمد بن مسلمہ t

(۵) حضرت ذکوان بن عبد قیس t

(۶) حضرت حباب بن منذر t

(۷) حضرت اوس بن خولی t

(۸) حضرت قتادہ بن نعمان t

(۹) حضرت عبید بن اوس t

(۱۰) حضرت عباد بن بشر t

(۱۱) حضرت عمار بن یاسر t

(۱۲) حضرت سلمہ بن اسلم t

(۱۳) حضرت بلال بن رباح t

(۱۴) حضرت عمر بن الخطاب t

(۱۵) حضرت علی بن ابی طالب t

(۱۶) حضرت ابوبکر صدیق t

(۱۷) حضرت زبیر بن عوف t

(۱۸) حضرت مغیرہ بن شعبہ t

(۱۹) حضرت ابوایوب انصاری t

---

[1] اٹلس سیرت نبوی' ڈاکٹر شوقی ابو خلیل' ص ۴۵۸' مکتبہ دار السلام' لاہور' پاکستان' ۱۴۲۴ھ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام

ایسے خدام کے اسماء گرامی جنہوں نے کبھی نہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل کیا:

(۱) حضرت انس بن مالک t
(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود t
(۳) حضرت عقبہ بن عامر جہنی t
(۴) حضرت زید بن حارثہ t
(۵) حضرت شقران t
(۶) حضرت ابورافع t
(۷) حضرت سلمان فارسی t
(۸) حضرت سفینہ t
(۹) حضرت ابوکبشہ t
(۱۰) حضرت رویفع ابومویہبہ t
(۱۱) حضرت رباح بن اسود t
(۱۲) حضرت فضالہ t
(۱۳) حضرت مدعم t
(۱۴) حضرت یسار t
(۱۵) حضرت مہران t
(۱۶) حضرت مابور t
(۱۷) حضرت بلال t
(۱۸) حضرت ثعبان t
(۱۹) حضرت انیسہ t
(۲۰) حضرت افلح t
(۲۱) حضرت عبیدہ t

(۲۲) حضرت نبہان t

(۲۳) حضرت کیہان t

(۲۴) حضرت ذکوان t

(۲۵) حضرت مروان t

(۲۶) حضرت بور t

(۲۷) حضرت حنین t

(۲۸) حضرت واقد t

(۲۹) حضرت ابو عسیب t

(۳۰) حضرت سندر t

آپ ﷺ کی خادمائیں

ایسی خواتین جنہوں نے کبھی نہ کبھی آپ ﷺ کی خدمت کا شرف حاصل کیا:

(۱) حضرت امۃ اللہ بنت رزینہ ۲

(۲) حضرت خولہ ۲ حضرت حفص بن سعد کی دادی تھیں۔

(۳) حضرت ماریہ ۲ یہ ام رباب کے نام سے معروف تھیں۔

(۴) حضرت ماریہ ۲ یہ حضرت مثنیٰ بن صالح بن مہران کی دادی تھیں۔

(۵) حضرت اُم ایمن ۲

(۶) حضرت سیرین ۲

(۷) حضرت اُم رافع ۲

(۸) حضرت میمونہ بنت ابی عسیب ۲

(۹) حضرت رضوی ۲

(۱۰) حضرت ریحانہ ۲

(۱۱) حضرت امیمہ ۲

(۱۲) حضرت سلمہ ۲

(۱۳) حضرت میمونہ بنت سعد ۲

(۱۴) حضرت اُمِ ضمیر 2
(۱۵) حضرت ریشہ 2
(۱۶) حضرت خضیرہ 2

آپ ﷺ کے کاتبین

(۱) حضرت ابو بکر (۲) حضرت عمر (۳) حضرت عثمان (۴) حضرت علی (۵) حضرت زبیر (۶) حضرت عامر بن فہیرہ (۷) حضرت عمرو بن العاص (۸) حضرت ابی بن کعب (۹) حضرت عبداللہ بن ارقم (۱۰) حضرت ثابت بن قیس بن شماس (۱۱) حضرت حنظلہ بن ربیع اسدی (۱۲) حضرت مغیرہ بن شعبہ (۱۳) حضرت عبداللہ بن رواحہ (۱۴) حضرت خالد بن ولید (۱۵) حضرت خالد بن سعید بن العاص (۱۶) حضرت معاویہ بن ابی سفیان اور (۱۷) حضرت زید بن ثابت y تھے۔

آپ ﷺ کے شعراء

(۱) حضرت حسان بن ثابت t
(۲) حضرت عبداللہ بن رواحہ t
(۳) حضرت کعب بن مالک t

حجرے

آپ ﷺ جن گھروں اور حجروں میں اقامت پذیر رہے ان کی پیمائش اور دیگر تفصیلات بھی کتب سیرت اور کتب تاریخ میں ملتی ہیں۔

چند سال پہلے پنجاب کے ایک گاؤں سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب علم نے جو مدینہ منورہ میں مقیم ہیں، کئی سال کی محنت سے تین کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب اس موضوع پر ہے کہ ازواج مطہرات کے حجرات کہاں کہاں واقع تھے، ان کا رقبہ کتنا تھا؟ کیسے بنے ہوئے تھے؟ پرانی کتابیں لے کر ایک ایک چیز کو ہاتھ سے ناپا۔ مثلاً اگر لکھا ہوا ہے کہ دس ہاتھ کا تھا تو دس ہاتھ سے ناپ کر نشاندہی کی ہے اور بیوت النبی کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے۔ یہ چیزیں آج تک بھی آرہی ہیں اور یہ سب سیرت مبارکہ کا حصہ ہیں۔ [1]

[1] محاضرات سیرت، ڈاکٹر محمود احمد غازی، ص ۳۶، الفیصل لاہور، ۲۰۰۹ء

آپ ﷺ کی سیرت پر کام کرنے والوں نے آپ ﷺ کی جامع سوانح بھی لکھی ہیں یا پھر کسی ایک پہلو پر مخصوص کتابیں بھی لکھی ہیں۔ کچھ سیرت نگاروں نے اپنے طبعی رجحان کی بناء پر یا پھر تخصص (Specialization) کے پیش نظر اپنی تحقیق کو کسی ایک شعبہ یا کسی ایک پہلو پر مرکوز کرلیا۔ ایسے سیرت نگار جنہوں نے فن مغازی کو اپنی خاص توجہ کا مرکز بنالیا اور شہرت پائی ہے ان میں ابن اسحاقؒ واقدی اور موسیٰ بن عقبہ سرفہرست ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے غزوات نبوی سے متعلق علوم کو یکجا کرنے پر اپنی توجہ مرکوز کی۔ حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ جامع مسجد دمشق میں باقاعدہ مغازی سے متعلق درس دیا کرتے تھے۔ اسی طرح سیرت پاک پر جہاں ہزاروں کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں بلاشبہ سینکڑوں کتابیں صرف آپ ﷺ کے مولود پر لکھی گئی ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق صرف عربی زبان میں کم ازکم ایک سو کتابیں میلاد کے موضوع پر لکھی گئی ہیں۔[1]

Hidding of Somalia lists forty-three books of Mawlid with the names of their authors in Laali's-Saniyyah (Valuable Pearls). Other researchers list other books of Mawlid that are not on these lists mentioned. So many books have been written on Mawlid that it is difficult to come up with a comprehensive list. We conclude that one conservative estimate that can be given is that at least a hundred books of Mawlid un-Nabi ﷺ have been written in Arabic.[2]

صومالیہ کے شیخ ہڈنگ نے ایسی ۴۳ کتابوں کا تذکرہ بمع ان کے مولفین کے ناموں کے کیا ہے۔ کتاب کا نام "لعالی سنیہ" (قیمتی موتی) ہے۔ دوسرے محققین نے مزید کتابوں کا تذکرہ بھی کیا ہے جو اس فہرست میں شامل نہیں ہیں۔ مولود کے موضوع پر اتنی کتابیں لکھی گئی ہیں کہ ان کی جامع فہرست مرتب کرنا کارے دارد ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق صرف عربی زبان میں کم ازکم ایک سو کتابیں مولود النبی ﷺ کے عنوان پر لکھی گئی ہیں۔

عربی زبان میں لکھی گئی مولود کی کتابوں پر تحقیق اور تدوین کا کام اولاً شیخ سید محمد علوی

---

[1] Maulid Un-Nabi: Celebrations of The Birth Of Prophet Muhammad Are Worldwide, P.2 ,Siddiq Osman Noor Muhammad, www.madrasahidaya.net.

[2] ایضاً، ص ۱۸

المالکی نے شروع کیا تھا۔ بعدازاں اور بہت سے اہل علم نے اس کام میں اپنا حصہ ڈالا۔

مولود برزنجی

امام جعفر بن حسن برزنجی المتوفی ۱۱۷۹ھ کی تصنیف لطیف ہے۔ یہ میلادنامہ عالم اسلام اور بالخصوص اہل عرب میں مقبول ترین میلادنامہ ہے۔ یہ مولودنامہ آج سے تقریباً ۲۶۰ سال قبل سرزمین مدینہ پر لکھا گیا۔ امام یوسف بن اسماعیل النبہانی نے اس مولود کو اپنی کتاب ''جواہر البحار'' کی جلد نمبر ۳ کے صفحہ ۳۶۲۔۳۷۴ پر مکمل نقل کیا ہے اور ابتداء میں یہ نوٹ لکھا ہے:

''ھذا المولود الشھیر الذی لیس لہ نظیر وھو مخترعۃ فیما اعلم''۔ [1]

یہ مولود مبارک مشہور ومعروف ہے' اس کی کوئی مثل نہیں اور یہ مصنف کا نہایت عمدہ اور شاندار کارنامہ ہے۔

امام برزنجی بیس سال سے زیادہ عرصہ تک مدینہ منورہ میں مفتی شافعیہ اور مسجد نبوی شریف کے خطیب رہے۔ سید محمد مرتضیٰ زبیدی ان کے درس میں شامل ہوتے تھے۔ علامہ زبیدی ''الامام الفصیح البارع'' (بلند پایہ فصیح امام) کے لقب سے انہیں یاد کرتے ہیں۔ اس کتاب میں مصنف نے درج ذیل عنوانات قائم کیے ہیں:

حمد ونعت' نسب شریف' علامات قبل تولد شریف' وفات والد ماجد' تولد شریف' قیام بوقت ذکر تولد خیر الانام' آیات وخوارق بوقت تولد شریف' مرضعات' شق صدر' وفات والدہ ماجدہ' وفات عبدالمطلب' سفر اول شام' سفر ثانی شام' نکاح' قضیہ حجر اسود' ابتدائے وحی' اول ایمان لانے والے' ہجرت حبشہ' وفات ابوطالب' وفات حضرت خدیجۃ الکبریٰ' سفر طائف' معراج شریف' ہجرت مدینہ' حدیث ام معبد' حلیہ شریف اور دعائے خاتمہ۔ [2]

مولودناموں کے علاوہ مخصوص عنوانات پر دیگر کتب بھی لکھی گئی ہیں مثلاً وفات نامے' معراج نامے' نورنامے اور آپ ﷺ کے شمائل وغیرہ۔ ان عنوانات کے تحت ہندوستان کے ہر علاقے اور ہر شہر میں سینکڑوں کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مختلف لوگوں نے ان کتابوں کی فہرستیں بھی

---

[1] جواہر البحار' امام یوسف بن اسماعیل النبہانی' ج ۳' ص ۳۶۳

[2] مولود برزنجی' اردو ترجمہ علامہ نور بخش توکلی' ص ۳۔۷۰' جامعہ اسلامیہ' لاہور

مرتب کی ہیں۔ایک محقق نے ۴۳ کتابوں کی فہرست مرتب کی ہے ایک نے ۱۰۰ کتابوں کی اور ایک اور نے ۲۰۰ کتابوں کی فہرست مرتب کی ہے۔ یہ ساری کی ساری کتابیں منظومات تھیں اور سترہویں صدی کے اواخر سے لے کر اٹھارویں صدی کے اواخر کے درمیانے عرصے میں لکھی گئی تھیں۔[1]

فہرست رسائل میلاد مصطفیٰ ﷺ

(۱) خیر الاذکار	غلام محمد ہادی علی خان لکھنوی ۱۸۸۴ء۔۱۸۸۵ء
(۲) نجم الهادی	ایضاً
(۳) مصباح الظلام	ایضاً
(۴) سفینۃ النجات	ایضاً
(۵) کحل الابصار	ایضاً
(۶) نور عینین	ایضاً
(۷) معدن البرکات	ایضاً
(۸) سکینۃ القلوب	ایضاً
(۹) میلاد رسول کریم ﷺ	شیخ محمد جعفر ۱۳۱۵ھ
(۱۰) شمائل الرسول ﷺ	نواب میر محبوب علی خان ۱۳۱۸ھ
(۱۱) میلاد مصطفیٰ ﷺ	نول کشور
(۱۲) سراپائے رسول کریم ﷺ	مظہر العجائب مدراس
(۱۳) محامد خاتم النبیین (نظم)	مولانا امیر احمد مینائی لکھنوی ۱۲۸۷h ھ
(۱۴) خیابان آفرینش (نثر)	ایضاً
(۱۵) ذخائر محمدیہ	محمد علوی مالکی h
(۱۶) عید میلاد النبی ﷺ اور چند اصلاحی پہلو	سید مفتی صابر حسین امجدی
(۱۷) المورد الروی فی مولد النبوی ﷺ	ملا علی قاری (ترجمہ مفتی ابو محمد اعجاز زید مجدہ)
(۱۸) مولد رسول اللہ ﷺ	ابن کثیر

[1] محاضرات سیرت' ڈاکٹر محمود احمد غازی' ص ۶۱۰۔۶۱۱' الفیصل' لاہور' ۲۰۰۹ء

(۱۹) مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — حافظ ابن حجر عسقلانی
(۲۰) بلوغ المامول — الشیخ عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن مانع الحمیری
(ترجمہ: مولانا عبداللہ نورانی)
(۲۱) میلاد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — ترجمہ: مولانا محمد ہاشم حقانی
(۲۲) حقائق میلاد — عبیداللہ قادری
(۲۳) سلام وقیام — ڈاکٹر محمد مسعود
(۲۴) ازاقۃ الاثام میلاد وقیام — مولانا نقی علی خان h
(۲۵) اصول الرشاد — مولانا نقی علی خان h
(۲۶) تحفہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — علامہ مفتی غلام حسن قادری
(۲۷) میلاد شریف اور علامہ اقبال — نور محمد قادری
(۲۸) اثبات المولد والقیام — شاہ احمد سعید مجددی دہلوی
(۲۹) بہار میلاد — مفتی محمد الیاس رضوی
(۳۰) میلاد صاحب الجمال — پیر سائیں غلام رسول قادری
(۳۱) درود وسلام پڑھنے والے ایک سائے تلے — مولانا شہزاد قادری ترابی
(۳۲) نور محمدی — پروفیسر طاہر القادری
(۳۳) میلاد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — صاحبزادہ محب اللہ نوری
(۳۴) جان جانان — ڈاکٹر محمد مسعود
(۳۵) القول القوی وفی جواز قراءۃ المولد النبوی — حضرت علامہ مولانا محمد ایوب حنفی پشاوری ۱۳۰۷ھ
(۳۶) الشمامۃ العنبریہ فی مولد خیر البریہ — نواب صدیق حسن خان

یاد رہے کہ اردو زبان میں میلاد ناموں کی فہرست میں سے یہ صرف چند ہیں۔ اگر کوئی جامع فہرست مرتب کی جائے تو یہ تعداد بلا مبالغہ سینکڑوں تک پہنچے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے دس سالہ مدنی دور میں کم وبیش ۸۳ مہمات سر کرنی پڑیں۔ ان میں ۲۸ غزوات تھے یعنی ان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس شریک تھے۔ بقیہ ۵۵ مہمات

آپ ﷺ کے نامزد کردہ سپہ سالاروں کی سرکردگی میں کامیابی سے انجام کو پہنچیں۔ ان تمام مہمات کی منصوبہ بندی آپ ﷺ نے خود فرمائی تھی۔ کتب سیرت میں عموماً اور کتب مغازی میں خصوصاً ان مہمات کی پوری تفصیلات ملتی ہیں۔ یعنی ان مہمات کے محرکات کیا تھے' ان کا مقام کیا تھا' اپنے مرکز سے ان کا فاصلہ کتنا تھا' اس مقام کے جغرافیائی اور موسمی حالات کیسے تھے' فریقین کے سالار کون تھے' ان کے علم برداروں کے نام کیا تھے' پرچموں کا رنگ کیسا تھا' مدمقابل افواج کی تعداد کتنی تھی' کون سا کافر کس مسلمان کے ہاتھوں مارا گیا' ان جنگوں کا کیا نتیجہ نکلا' کتنا مال غنیمت ہاتھ آیا' کتنے لوگ جنگی قیدی بنائے گئے؟ وغیرہ۔

ہجرت رسول ﷺ کے بعد مدینہ منورہ میں جس اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی گئی تھی اس کی چوڑائی دس میل اور لمبائی پندرہ میل تھی۔ پھر تین پونے تین سو مربع میل یومیہ کے حساب سے اس میں توسیع ہوتی رہی اور جب رسول خدا ﷺ نے پردہ فرمایا' تو دس لاکھ مربع میل کے رقبے پر اسلامی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ [1]

پہلی جنگ عظیم میں ۳۷ لاکھ ۸۳ ہزار انسان مارے گئے۔ ملکوں کے حصے بخرے کیے گئے۔ کیا لاکھوں انسانی جانوں کے ضیاع سے حاصل ہونے والے نتیجے کا موازنہ رسول خدا ﷺ کی جنگوں میں انسانی جانوں کی قربانی اور اس سے حاصل ہونے والے نتیجے سے کیا جا سکتا ہے؟

اسی طرح دوسری جنگ عظیم میں ہونے والی ہلاکتوں کے بارے میں مختلف تخمینے لگائے گئے ہیں۔ فوجیوں اور شہریوں کی مجموعی ہلاکتوں کا تخمینہ ۷ کروڑ ۲۴ لاکھ لگایا گیا ہے۔ [2]

اب ہم رسول خدا ﷺ کے مدنی دور کے گیارہ سالوں کا جائزہ لیتے ہیں۔ ان گیارہ سالوں میں کفار و مشرکین کے ساتھ جتنی جنگیں لڑی گئیں ان میں فریقین کا کتنا جانی نقصان ہوا اس کی تفصیلات پڑھ کر آپ ششدر رہ جائیں گے۔ ابتدائی سرایا اور غزوات میں نہ دشمن کا کوئی آدمی قتل ہوا' نہ کوئی کلمہ گو شہید ہوا' وہ غزوات و سرایا یہ ہیں: الابواء' سیف البحر' بواط' العشیرۃ اور بدر اولیٰ۔ ان میں فریقین کا کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔

عبداللہ بن جحش کے سریہ میں کفار کا ایک آدمی عمرو بن حضرمی مارا گیا۔ اسلامی جنگوں میں

---

[1] دنیا کا قدیم ترین مجموعہ حدیث' ڈاکٹر محمد حمید اللہ' ص ۱۸۔۱۹' بیکن بکس' لاہور' ۲۰۱۱ء

[2] www.second/world/war/history.com

یہ پہلا مقتول تھا۔ غزوہ بدر الکبریٰ میں کفار کے ستر آدمی قتل ہوئے اور چودہ مسلمان شرف شہادت سے مشرف ہوئے۔

غزوہ بدر کے بعد اپنے سنگین جرائم کی پاداش میں دو مشرکوں کو قتل کیا گیا ایک کا نام نضر بن حارث اور دوسرا عقبہ بن ابی معیط تھا۔

غزوہ سویق میں صرف ایک مشرک قتل ہوا۔

غزوہ بنی سلیم میں تین انصاری شہید ہوئے۔

غزوہ ذی امر میں جو نجد میں ہوا کوئی شخص نہیں مارا گیا۔

یہودی قبیلہ بنی قینقاع کے جلا وطن کرنے کی کارروائی میں دو آدمی مارے گئے۔

سریہ زید بن حارثہ میں فریقین کا کوئی آدمی نہیں مارا گیا۔

اس کے بعد اسلام دشمنی اور شر انگیزی کے باعث ان یہودیوں کو قتل کیا گیا: کعب بن اشرف اور ابو رافع سلام بن ابی الحقیق اور ان کے بعد کعب بن یہوذا۔ غزوہ احد میں ستر مسلمان نعمت شہادت سے بہرہ ور ہوئے اور بائیس مشرک مقتول ہوئے۔

غزوہ حمراء الاسد میں ایک بدزبان ابو عزیٰ موت کے گھاٹ اتارا گیا۔

یوم رجیع میں چھ مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔

بئر معونہ کے غدارانہ منصوبہ میں ستر مسلمانوں نے تاج شہادت زیب سر کیا۔ اس کے بعد عمرو بن امیہ نے غلطی سے تین کافروں کو مار ڈالا۔ ان میں سے دو کی دیت رحمت عالم ﷺ نے خود ادا کی۔ غزوہ بنی نضیر میں ایک آدمی کام آیا۔

غزوہ ذات الرقاع میں ایک انصاری شہید ہوئے۔ وہ رات کو پہرہ دے رہے تھے کہ کافروں نے یکے بعد دیگرے انہیں تین تیروں کا نشانہ بنایا۔

بدر اخریٰ میں کوئی آدمی قتل نہیں ہوا۔

غزوہ خندق میں تین مشرک قتل کیے گئے اور چھ مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔

غزوہ بنی قریظہ میں دو مسلمان شہید ہوئے اور چھ یا سات سو یہودی مقتول ہوئے اس کے بعد خالد بن سفیان الہذلی قتل ہوا۔

غزوہ ذی قرد میں پانچ افراد کام آئے۔

غزوہ بنی مصطلق میں صرف دو آدمی کام آئے۔

غزوہ حدیبیہ میں ایک آدمی کام آیا۔

غزوہ خیبر میں زیادہ سے زیادہ جانبین سے بیس آدمی مارے گئے۔

اس کے بعد جو سرایا بھیجے گئے ان میں فریقین کا کوئی فرد نہیں مارا گیا' یہاں تک کہ جب بنی قضاعہ کی گوشمالی کے لیے کعب بن عمر کی امارت میں سریہ روانہ کیا گیا اس میں چودہ آدمی مقتول ہوئے۔

غزوہ موتہ میں بارہ شخص مارے گئے۔ امام ابن ہشام نے بارہ شہداء کے نام لکھے ہیں۔

غزوہ فتح مکہ میں بھی بارہ آدمی مارے گئے۔

غزوہ حنین اور ہوازن میں چار مسلمان شہید ہوئے اور قبیلہ ثقیف کے بہتر کافر مارے گئے اور غزوہ طائف میں بارہ مسلمان سعادت شہادت سے مشرف ہوئے۔

غزوہ تبوک میں صرف ایک مسلمان شہید ہوا۔

دونوں فریقوں کے وہ مقتول جو جزیرہ عرب کے باشندے تھے ان کی تعداد چار صد چالیس ہے۔ ان مقتولوں میں وہ لوگ بھی شمار کیے گئے ہیں جنہیں دھوکہ اور غدر سے قتل کیا گیا تھا یا غلطی سے قتل ہوئے تھے۔ ان میں آپ چھ سو یا سات سو یہودیوں کو بھی شمار کر لیں جنہیں قتل کرنے کا حکم حضرت سعد بن معاذ نے دیا تھا' جنہیں خود یہودیوں نے اس قضیہ میں اپنا حکم تسلیم کیا تھا۔ فریقین کے تمام مقتولوں کی تعداد بشمول مقتولین بنی قریظہ ایک ہزار چالیس یا گیارہ سو چالیس بنتی ہے۔

اتنی قلیل جانی قربانیوں اور نقصانات سے نوع انسانی کو جو فائدہ پہنچا وہ بے مثال اور بے عدیل ہے۔ کوشش بسیار کے باوجود اقوام و ممالک کی جنگوں کی تاریخ میں آپ کو اس کی مثال نہیں ملے گی ہرگز نہیں ملے گی۔ [1]

تابعین اور تبع تابعین میں سے جن لوگوں نے سیرت و مغازی پر مواد اکٹھا کیا جو بعد ازاں سیرت نگاروں کی تحریروں کا ماخذ بنا ان کے نام سن وفات کی ترتیب سے یوں ہیں:

---

[1] ضیاء النبی' پیر محمد کرم شاہ الازہری' ج ۳' ص ۲۸۰-۲۸۲' ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور' ۱۴۱۳ھ بحوالہ بدر الکبریٰ' شوقی ابو خلیل' ج ۱' ص ۱۷-۱۹

(۱) امام عروہ بن زبیر h ۹۴ھ

(۲) ابان بن عثمان بن عفان h ۱۰۵ھ

(۳) امام شعبی h ۱۰۳ھ

(۴) امام وہب بن منبہ h ۱۱۴ھ

(۵) امام عاصم بن عمر بن قتادہ h ۱۲۰ھ

(۶) امام شرحبیل بن سعد h ۱۲۳ھ

(۷) امام ابن شہاب زہری h ۱۲۴ھ

(۸) امام یعقوب بن عتبہ ثقفی h ۱۲۸ھ

(۹) امام عبداللہ بن ابی بکر بن حزم h ۱۳۵ھ

(۱۰) امام موسیٰ بن عقبہ h ۱۴۱ھ

(۱۱) امام ہشام بن عروہ بن زبیر h ۱۴۶ھ

(۱۲) امام محمد بن اسحاق h ۱۵۱ھ

(۱۳) امام معمر بن راشد h ۱۵۳ھ

(۱۴) امام عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز h ۱۶۲ھ

(۱۵) امام محمد بن صالح بن دینار h ۱۶۸ھ

(۱۶) امام ابو معشر نجیح المدنی h ۱۷۰ھ

(۱۷) امام عبداللہ بن جعفر مخزومی h ۱۷۰ھ

(۱۸) امام عبدالملک بن محمد انصاری h ۱۷۶ھ

(۱۹) امام زیاد بن عبداللہ البکائی h ۱۸۳ھ

(۲۰) امام سلمہ بن الفضل h ۱۹۱ھ

(۲۱) امام یحییٰ بن سعید بن ابان h ۱۹۴ھ

(۲۲) امام ولید بن مسلم القرشی h ۱۹۵ھ

(۲۳) امام یونس بن بکیر h ۱۹۹ھ

(۲۴) امام محمد بن عمر الواقدی h ۲۰۷ھ

(۲۵) امام یعقوب بن ابراہیم زہری h ۲۰۸ھ

(۲۶) امام عبدالملک بن ہشام h ۲۱۳ھ

(۲۷) امام علی بن محمد المدائنی h ۲۲۵ھ

(۲۸) امام محمد بن سعد h ۲۳۰ھ

(۲۹) امام ابراہیم بن اسحاق h ۲۸۵ھ [1]

سیرت رسول ﷺ پر درجہ بہ درجہ جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کا تذکرہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اس طرح کیا:

تاریخ کے ہر دور میں سیرت پر اُس دور کے تقاضوں کے مطابق کتب تصنیف کی گئیں۔ تاہم سیرت پر اکثر کتب صرف حالات و واقعات بیان کرتی ہیں۔ ابن اسحاق کی ''السیرۃ النبویۃ'' واقعات و غزوات کا بیان ہے۔ ابن ہشام کی ''السیرۃ النبویۃ'' اسی کی توضیحی صورت ہے۔ ابن سعد کی ''الطبقات الکبریٰ'' آپ ﷺ کے نسب سے وصال تک پوری حیات مبارکہ اور راویوں کے طبقات کا بیان ہے۔ امام بیہقی اور ابو نعیم کی کتب ''دلائل النبوۃ'' میں واقعات سیرت اور معجزات کا بیان ہے۔ ''الروض الانف'' سیرت ابن ہشام کی شرح ہے۔ ابن عساکر کی ''السیرۃ النبویۃ'' مقریزی کی ''امتاع الاسماع''، صالحی کی ''سبل الھدی و الرشاد'' اور حلبی کی ''انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون'' میں واقعات کی تفصیل کے ساتھ شمائل و خصائص کا بیان بھی ہے۔ ابن کثیر کی ''السیرۃ النبویۃ'' تاریخی واقعات کا بیان ہے۔ قسطلانی کی ''المواھب اللدنیۃ'' اور زرقانی کی ''شرح المواھب اللدنیۃ'' خصائص و مناقب پر مشتمل ہے۔ ''الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ''، ''کتاب شرف المصطفیٰ ﷺ'' اور ''الخصائص الکبریٰ'' میں فضائل و شمائل بیان کیے گئے ہیں۔ ''حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ﷺ'' میں معجزات کا بیان ہے۔ حال ہی میں عالم عرب میں شائع ہونے والی سیرت کی ضخیم کتاب ''الجامع فی السیرۃ النبویۃ'' سیرت پر موجود بڑی کتب کے جامع انتخاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ اُردو میں سیرت پر پہلی جامع اور ضخیم کتاب علامہ شبلی نعمانی کی ''سیرۃ النبی ﷺ'' ہے۔ اس کے بعد اردو میں سیرت پر لکھی جانے والی اکثر کتب میں اس کتاب کی

---

[1] عربی اُردو کتب سیرت کا تعارف، محمد نعمان، ص ۱۱-۱۲، دارالناشر کراچی، ۲۰۱۶ء

پیروی کی گئی ہے۔تاہم قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی ''رحمۃ للعلمین'' اور معروف مسلم اسکالرڈاکٹر محمد حمید اللہ کی تصانیف سے سیرت نگاری کے میدان میں نئی جہت اور طرز تحقیق کا اضافہ ہوا۔ [1]

المواہب اللدنیہ فی المنائل المحمدیہ

یہ ضخیم کتاب احمد بن محمد ابن ابوبکر القسطلانی کی تحریر ہے۔ یہ ۱۵ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کی شرح محمد الزرقانی نے لکھی ہے جو ۸ جلدوں پر مشتمل ہے۔اس کا اُردو ترجمہ سیرت محمدیہ کے نام سے ہوا ہے۔ترجمہ محمد عبدالستار طاہر مسعودی نے کیا ہے۔ایک اور ترجمہ محمد صدیق ہزاروی نے بھی کیا ہے۔اس کتاب کے لکھنے کے دس مقاصد بیان کیے گئے ہیں۔

- پہلا مقصد آپ ﷺ کی نسبی پاکیزگی اور ولادت پاک سے لے کر وصال مبارک کے احوال کا بیان ہے۔
- دوسرا مقصد حضور ﷺ کے اسماء گرامی کو بیان کرنا ہے۔اس میں دس فصلیں ہیں:
  - ☆ پہلی فصل میں حروف تہجی کے اعتبار سے اسماء گرامی ہیں۔
  - ☆ دوسری فصل میں آپ کی اولاد امجد کا بیان ہے۔
  - ☆ تیسری فصل میں ازواج مطہرات کا ذکر ہے۔
  - ☆ چوتھی فصل میں آپ کے چچا' پھوپھیوں اور دیگر اعزہ کا ذکر ہے۔
  - ☆ پانچویں فصل آپ کے خادمین کرام کے بارے میں ہے۔
  - ☆ چھٹی فصل آپ کے خلفاء کرام اور دیگر جانثاروں کے متعلق ہے۔ اس کے بعد مکاتیب نبوی ﷺ ہیں۔
  - ☆ ساتویں فصل میں آپ کے موذنین اور شعراء کرام ہیں۔
  - ☆ آٹھویں فصل آپ کے سامان جہاد کے بارے میں ہے۔
  - ☆ نویں فصل میں آپ کے پالتو جانوروں کا ذکر ہے۔
  - ☆ دسویں فصل میں آپ کے پاس آنے والے وفود شامل ہیں۔
- تیسرے مقصد میں آپ کے حسن و جمال اور اخلاق حمیدہ کا ذکر ہے۔اس مقصد میں تین فصلیں ہیں۔

---

[1] مقدمہ سیرۃ الرسول' محمد طاہر القادری' ج اول' ص ۲۶ ـ ۲۷' منہاج القرآن پبلیکیشنز' لاہور' ۲۰۱۲ء

دوسری جلد میں دوسرا مقصد مکمل اور تیسرے مقصد کی پہلی فصل شامل ہے۔

- چوتھا مقصد آپ کے معجزات کے بارے میں ہے۔اس مقصد میں دو فصلیں ہیں۔
- پانچواں مقصد آپ کے سفر معراج اور مشاہدہ انوار و جمال سرچشمہ حسن و کمال یعنی رب کریم کے بارے میں ہے۔
- چھٹا مقصد قرآن پاک میں حبیب الرحمٰن p کی جو شان بیان کی گئی ہے' چھٹا مقصد اس کے بارے میں ہے' اس مقصد میں دس نوعیتیں ہیں۔
- ساتواں مقصد اطاعت و محبت رسول و آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہے۔اس مقصد میں تین فصلیں ہیں۔
- آٹھواں مقصد دکھیوں کے دکھ مٹانے' غیب کی خبروں اور خوابوں کی تعبیروں کے بارے میں ہے۔اس مقصد میں تین فصلیں ہیں۔
- نویں مقصد میں آپ کی عبادات کے حقائق بیان کیے گئے ہیں۔
- دسواں مقصد روز محشر آپ کے انتہائی کمال اور شان و عظمت کا دن ہے' اس بارے میں گفتگو کی گئی ہے۔اس مقصد میں تین فصلیں ہیں۔

جدید عربی کتب سیرت

زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضوں اور ضروریات کے پیش نظر سیرت کے موضوع پر متعدد نئی تالیفات سامنے آئی ہیں اور بعض قدیم تالیفات کی شروح بھی لکھی گئی ہیں۔ان میں سے بعض تالیفات کے اردو تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں۔

امین دویدار (صور من حیات الرسول) محمد عزت دروزہ (سیرۃ الرسول ۲ جلدیں) احمد عز الدین عبداللہ خلف اللہ (السیرۃ المحمدیۃ الخالدہ) قرنی طلبہ بدوی (جواہر السیرۃ النبویہ) محمود شبلی (حیات رسول اللہ) عبدالجلیل راضی (حیاۃ محمد الروحیۃ) محمد حسین ہیکل (حیاۃ محمد) عباس محمود العقاد (عبقریۃ محمد) محمد فرج (العبقریۃ العسکریۃ فی غزوات الرسول) محمد عطیہ الابراشی (عظمۃ الرسول) شیخ محمد الخضری (نور الیقین) مصطفی الغلاییني (لباب الخیار فی سیرۃ المختار) محمد احمد جاد المولی (محمد المثل الکامل) عبدالرحمن الشرقاوی (محمد رسول الحریۃ) عبدالرزاق نوفل (محمد رسول عیناً) محمد عبدالفتاح ابراہیم (محمد القائد) محمد جمال الدین مسرور (قیام الدولۃ العربیۃ

الاسلامیہ) تقی الدین احمد بن علی المقریزی (امتاع الاسماع بما للرسول من الانباء والاحوال و الحفدۃ والمتاع) یوسف بن اسماعیل نبہانی (الانوار المحمدیہ من المواہب اللدنیہ) محمد بن عبدالعزیز اسماعیل البشراوی (تقریب السیرۃ النبویہ) عبدالسلام ہارون (تہذیب السیرۃ) مصطفیٰ محمد عمارہ (ثمر الوداد) یوسف بن اسماعیل نبہانی (سعادۃ الدارین فی الصلوٰۃ علی سید الکونین) عبدالقدوس الانصاری المدنی (آثار المدینۃ المنورہ) محمد لطفی جمعہ (ثورۃ الاسلام وبطل الانبیاء) سید عبدالحمید الخطیب (سیرۃ سید ولد آدم' منظوم سیرت) ڈاکٹر طٰہٰ حسین (علی ہامش السیرۃ) محمد سید کیلانی (عین الیقین فی سیرت سید المرسلین) محمد سیم رشدان (فی ظلال النبوۃ) (افسانوی انداز میں سیرت) محمد حسین ہیکل (فی منزل الوحیٰ' یہ بلادِ اسلامیہ کا سفرنامہ ہے' لیکن سیرت کے متعلق بھی بہت سی معلومات ہیں) عبدالحمید جودۃ السحار (قصص السیرۃ' بچوں کے لیے سیرت النبی ۲۴ حصوں میں) محمد احمد براق (مجموعہ سیرۃ الرسول ۲۶ حصوں میں' بچوں کے لیے سیرت رسول) محمد رضا (محمد رسول اللہ) توفیق الحکیم (محمد رسول اللہؐ' یہ کتاب ڈرامے کے انداز میں ہے) عمر ابی النصر (محمد النبی العربی) محمد شوکت التونی الحامی (محمد فی طفولتہ وصباہ) ابی السعود عبدالحفیظ (من فیض النبوۃ' یہ کتاب افسانوی پیرائے میں لکھی گئی ہے) علی الطنطاوی (من نفحات الحرم) محمد یوسف المحجوب (مولد الرسول' منظوم ڈرامہ)۔ [1]

مدارج النبوت

گیارھویں صدی ہجری کی سب سے اہم کتاب شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ/ ۱۵۵۱ء۔۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) کی شہرۂ آفاق مدارج النبوۃ ہے جو فارسی زبان میں ہے اور بارہ سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ آنحضرت ﷺ کی سوانح حیات کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس پر اس کتاب کے مصنف نے روشنی نہ ڈالی ہو۔ یہ کتاب اس صدی کا شاہکار ہے۔

خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں نے جو مذہبی لٹریچر پیدا کیا ہے' اس میں مدارج النبوۃ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس سے پہلے کسی ہندی مسلمان نے رسول پاک ﷺ کی اتنی جامع' مفصل اور مکمل سوانح حیات مرتب نہیں کی تھی۔ [2]

---

[1] سیرت نگاری' آفتاب احمد نقوی' ص ۶۹۔۷۱' رضا پبلیکیشنز لاہور' ۱۹۹۱ء

[2] حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی' ص ۱۹۳' خلیق احمد نظامی' مکتبہ رحمانیہ لاہور

پوری کتاب کو مصنف نے پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے میں آنحضرت کے فضائل و کمالات اور اخلاق و صفات کا تذکرہ ہے۔ دوسرے حصے میں ولادت سے لے کر ہجرت مدینہ تک کے حالات ہیں۔ تیسرے حصے میں ہجرت سے وفات تک کے واقعات قلم بند ہوئے ہیں۔ چوتھا حصہ آنحضرت ﷺ کے مرض، وفات اور غسل و تکفین کے تذکرے پر مشتمل ہے اور پانچویں حصے میں آپ کی اولاد، ازواج، قریبی اعزہ اور خدام وغیرہ کی تفصیلات شامل ہیں۔ [1]

مدارج النبوت جو کہ اصلاً فارسی میں لکھی گئی ہے کے ایک سے زائد اُردو ترجمے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک ترجمہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی نے کیا ہے۔ یہ کتاب دو ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ اسے شبیر برادرز لاہور نے ۲۰۰۴ء میں شائع کیا ہے۔ اس اُردو ترجمہ کے کئی ایڈیشن چھپے ہیں۔

عربی کی طرح فارسی سیرت نگاری میں بھی نئے رجحانات سامنے آئے ہیں۔ لہٰذا عام نثری اسلوب کے ساتھ ساتھ ناول، افسانہ، ڈرامہ اور منظوم سیرت لکھنے کا رواج عام نظر آتا ہے۔

علی رضا ریحان (بازرگانی محمد) آقائے زین العابدین رہنما (پیامبر، تین جلدوں میں) سید علی رضا زادہ (حیات فخر کائنات، تین جلد) عباس شوشتری مہرین (خاتم النبیین و آموزش اسلام) عماد الدین اصفہانی (زندگانی پیشوائے اسلام) ابوالقاسم پائندہ (زندگانی محمد، محمد حسین ہیکل کی مشہور عالم کتاب سیرت کا ترجمہ) حسین رفیع پور (ظہور محمد مصطفیٰ) میرزا ہادی توری مازندرانی (کتاب الہدیٰ) مرزا محمد تقی لسان الملک (ناسخ التواریخ۔ یہ کتاب کئی جلدوں میں ہے حصہ سوم سیرت النبی پر مشتمل ہے)۔ [2]

برصغیر پاک و ہند میں بالخصوص اُردو زبان میں سیرت پاک کے موضوع پر جو وقیع کام ہوا ہے وہ قابل قدر اور باعث رشک ہے۔ یہ اعزاز اُردو زبان کو حاصل ہے کہ سیرت رسول ﷺ کے موضوع پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں اتنی کتابیں شاید کسی اور زبان میں نہیں لکھی گئی ہیں۔

---

[1] اُردو نثر میں سیرت رسول، ڈاکٹر انور محمود خالد، ص ۲۱۱۔۲۱۲، اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۸۹ء

[2] سیرت نگاری، آفتاب احمد نقوی، ص ۲۷، رضا پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹۱ء

ابتداء سے لے کر ١٨٥٧ء تک اُردو نثر کی کتب سیرت میں ریاض السیر' ممتاز التفاسیر' فوائد بدریہ اور تجلیات الانوار کے علاوہ انوار محمدیؐ' وسیلۃ النجات' محافل لانوار' مولد مسعود' مرغوب القلوب فی معراج المحبوب' جلا القلوب بذکر المحبوب' معراج نامہ اور وفات نامہ (حافظ دراز پشاوری)' کسب النبی (ظہور الحق)' معراج نامہ' (جان محمد)' ریاض السیر' کشف الاسرار فی خصائص سید الابرار اور چار باغ احمدی وغیرہ کے نام بھی لیے جا سکتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ ان میں سے بیشتر کتابیں روایتی طرز کے نثری مولود نامے' وفات نامے' معراج نامے اور نور نامے ہیں' جو محافل میلاد میں یا عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر پڑھنے کے لیے لکھے گئے' لیکن ان میں چند کتابیں یقیناً ایسی نکل آتی ہیں جو عربی کی مستند کتب سیرت کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہیں اور جن کے مؤلفین نے بساط بھر کوشش کی ہے کہ اُردو زبان بھی آنحضرت ﷺ کی حیاتِ مبارکہ اور سیرت و کردار کی جھلکیوں سے محروم نہ رہے۔

تحقیق کے ذریعے اب تک جن کتابوں کا پتہ چلا ہے' ان میں سیرت کی مکمل اور قدیم ترین کتاب محمد باقر آگاہ کی "ریاض السیر" ہے' جو ١٢١٠ھ/ ١٧٩٥ء سے قبل تصنیف ہوئی۔ اس کتاب میں آنحضرت ﷺ کی ولادت سے لے کر انتقال تک کے واقعات درج ہیں' لیکن ایک کتاب ایسی بھی ہے' جو اس سے قدیم ہے اور بڑی حد تک واقعات کربلا پر مشتمل ہے' لیکن اس کی ابتدا میں حضور اکرم ﷺ کی زندگی کے آخری ایام کی روداد بڑے دردناک انداز میں بیان کی گئی ہے۔ یہ کتاب فضل علی فضلی کی "کربل کتھا" ہے' جس کا پہلا مسودہ مصنف نے ١١٤٥ھ/ ١٧٣٢ء۔ ١٧٣٣ء میں تیار کیا اور پھر سولہ سال بعد ١١٦١ھ/ ١٧٤٨ء۔ ١٧٤٩ء میں نظر ثانی کر کے مکمل کیا۔ [1]

ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:

١٨٥٧ء سے پہلے اُردو میں سیرت پر نثر میں لکھی جانے والی کتابوں کی تعداد بھی کم نہیں ہے۔ اندازہ یہی ہے کہ یہ کتابیں بیس پچیس سے کم نہیں ہوں گی۔ ١٨٥٧ء سے پہلے کی کتابوں میں دو کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ پہلی کتاب ایک ایسی شخصیت کی ہے جس کے خاندان میں علم سیرت ہمیشہ سے رہا ہے۔ جنوبی ہندوستان میں حیدر آباد دکن میں ایک

---

[1] اُردو نثر میں سیرت رسول' ڈاکٹر انور محمود خالد' ص ٢٣٩۔ ٢٤٠' اقبال اکادمی' لاہور' ١٩٨٩ء

بزرگ تھے قاضی بدرالدولہ۔ ان کا خاندان بہت مشہور تھا۔ وہ خود بڑے صاحب علم تھے۔ ان کی ایک کتاب فوائد بدریہ سیرت کے موضوع پر ہے۔ ۳۰۴ صفحات پر مشتمل یہ کتاب دو جلدوں میں ہے اور قدیم اُردو زبان یعنی دکنی میں لکھی گئی۔ ۱۸۳۹ء اور ۱۲۵۵ھ یعنی ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانے میں لکھی گئی' کئی بار چھپ چکی ہے۔

قاضی بدرالدولہ خود بہت بڑے فقیہ تھے۔ ریاست کرناٹک کے قاضی القضاۃ تھے۔ مستند ترین مصادر سے کام لے کر انہوں نے کتاب لکھی ہے۔ زادالمعاد' فتح الباری' عیون الاثر اور المواہب اللدنیہ جیسی بڑی کتابیں ان کے سامنے تھیں۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ اُردو زبان میں لکھی گئی یہ کتاب سب سے پہلی مستند کتاب سیرت ہے۔ قاضی بدرالدولہ ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم کے جدامجد ہیں جنہوں نے بیسویں صدی میں سب علوم سیرت کو نئی جہتیں عطا کیں' جن کی وجہ سے ان کو بجا طور پر مجدد علوم سیرت کہا جا سکتا ہے۔ دوسری کتاب ۱۸۵۷ء کے معرکہ میں شریک عالم مجاہد کے قلم سے ۱۸۵۸ء اور ۱۸۵۹ء کے سالوں میں لکھی گئی۔ وہ ایک مشہور مجاہد' فقیہ اور عالم مفتی عنایت احمد کاکوروی کی لکھی ہوئی تھی۔ مفتی عنایت احمد کاکوروی شمالی ہندوستان میں ایک چھوٹا سا شہر کاکوری ہے' وہاں کے رہنے والے ہیں۔ مفتی عنایت احمد ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شریک تھے۔ پہلی مرتبہ جہاد کے وجوب کا فتویٰ جن لوگوں نے دیا ان میں مفتی عنایت احمد کاکوروی بھی شامل ہیں اور جہاد کے اس تاریخی فتویٰ پر ان کے دستخط بھی ہیں۔ انہوں نے فتویٰ بھی دیا' رائے عامہ کو بھی ہموار کیا اور عملاً جہاد میں حصہ بھی لیا۔ چنانچہ جب انگریزوں کو کامیابی ہوئی اور مجاہدین کو شکست ہوئی تو بہت سے لوگوں کو سزائے موت دی گئی۔ کچھ لوگوں کو کالا پانی یعنی جزائر انڈیمان بھیج دیا گیا۔ مفتی عنایت احمد کاکوروی بھی ان لوگوں میں شامل تھے جن کو جزائر انڈیمان بھیج دیا گیا تھا۔ اس تکلیف دہ دور اسیری میں انہوں نے تین کتابیں لکھیں۔ ان میں سے ایک کتاب سیرت پر ہے۔ یہ کتاب ''تواریخ حبیب الہٰ'' کے تاریخی نام سے معروف ہے۔ [1]

مرزا حیرت دہلوی ایک زمانے میں انگریزوں کے معتوب رہے۔ انگریزوں نے ان کو سزا بھی دی۔ انہوں نے قید بھی کاٹی' لیکن قید کاٹ کر وہ واپس آ گئے اور علمی اور ادبی کاموں

[1] محاضرات سیرت' ڈاکٹر محمود احمد غازی' ص ۶۱۱-۶۱۲' الفیصل' لاہور' ۲۰۰۹ء

میں مصروف ہوگئے۔ بڑے صاحب طرز ادیب تھے۔ انہوں نے سیرت رسول پر ۱۹۰۲ء میں چھ جلدوں میں ایک کتاب لکھی تھی۔

بیسویں صدی کے بالکل آغاز میں‘ یعنی ۱۹۰۵ء میں لکھی جانے والی دوسری کتاب مولوی فیروز الدین ڈسکوی کی سیرت النبی ہے جو عام قارئین کے لیے لکھی گئی تھی۔

قاضی سلیمان منصور پوری عربی اور فارسی کے عالم بھی تھے‘ انگریزی قانون کے ماہر بھی تھے۔ انگریزی عدلیہ سے وابستہ تھے۔ انہوں نے جب یہ سارا منظر دیکھا اور مستشرقین کی غلط فہمیوں کا ان کو علم ہوا تو انہوں نے تین کتابیں لکھنے کا پروگرام بنایا۔ ایک مختصر کتاب‘ ایک متوسط کتاب اور ایک بہت مفصل اور جامع کتاب۔ مختصر کتاب ''مہر نبوت'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ متوسط کتاب تین جلدوں میں ''رحمت للعلمین'' کے نام سے لکھی۔ تینوں جلدیں ۱۸ یا ۱۹ سو صفحات پر مشتمل ہیں۔ پہلی دو جلدیں انہوں نے اپنی زندگی میں لکھ کر شائع کر دی تھیں۔ تیسری جلد ان کی وفات کے بعد شائع ہوئی۔

ایک عجیب وغریب چیز انہوں نے لکھی جو پہلے کسی کے ذہن میں نہیں آئی تھی۔ انہوں نے حضور ﷺ کی زندگی کے دن جوڑے۔ انہوں نے حساب لگا کر بتایا کہ حضور ﷺ نے دنیا میں ۲۲ ہزار ۳ سو ۳۰ دن چھ گھنٹے قیام فرمایا۔ ان میں سے ۱۸۵۶ دن آپ نے تبلیغ و رسالت کا فریضہ انجام دیا۔ یوں حضور ﷺ کی زندگی کے ایک ایک گھنٹے اور ایک ایک منٹ کو انہوں نے جوڑ لیا۔ یہ کسی اور کے ذہن میں نہیں آیا تھا۔ پھر انہوں نے فضیلت انبیا اور رسول اللہ ﷺ کی صفت رحمت للعلمینی پر روشنی ڈالی اور حضور ﷺ کے پورے پیغام اور سیرت کو رحمت للعلمینی کے وصف کی روشنی میں دیکھا اور دکھایا۔ [1]

اُردو میں سیرت کے موضوع پر شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی کی سیرت النبی جو چھ جلدوں پر مشتمل ہے اہم کتاب ہے۔ پروفیسر سید افتخار حسین کے بقول شبلی نے یہ کتاب لکھ کر سیرت نگاری کو انفرادی کوشش کے محدود دائرے سے نکال کر ایک وسیع اجتماعی ادارے کی صورت بخشی اور ایک تحریک بنا دیا۔ شبلی اس کتاب کی صرف دو جلدیں ہی لکھ سکے تھے کہ اس

[1] ایضاً‘ ص ۶۶۵-۶۶۶

دارِ فانی سے چل بسے۔ اس کتاب کی باقی چار جلدیں سید سلیمان ندوی نے مکمل کیں۔ [1]

مولانا احمد رضا بریلوی جو فاضل بریلوی کے نام سے زیادہ مشہور ہیں' نے بھی ایسی ہی بعض اہم کتب و رسائل تحریر کیے جن میں تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین (انبیائے کرام پر آپ کی فضیلت) تمہید ایمان بآیات قرآن (شان رسالت قرآن کے حوالے سے) مبین الہدیٰ فی نفی امکان المصطفیٰ (آپ کی مثال محال ہے) انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللہ (یارسول اللہ کہنے کا جواز) نطق اہدل بارخ ولادالحبیب والوصل (تاریخ ولادت و وصال شریف پر تحقیق) سلطنۃ مصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ (فضائل رسول) الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیہ (آپ کے علم غیب پر بحث) خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ فاضل بریلوی کی یہ کتب جو اُن کے تبحر علمی کا منہ بولتا ثبوت ہیں' اُن کے عشق رسالتمآب کو سمجھنے میں رہنمائی بھی فراہم کرتی ہیں۔ ان کتب کا اسلوب نگارش تحقیق و مناظرہ کا امتزاج پیش کرتا ہے جس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ [2]

اعلیٰ حضرت کی ایک اور کتاب سیرت مصطفیٰ جان رحمت ہے۔ اس کتاب کی جلد اول ۹۶۰ صفحات' جلد دوم ۹۱۲' جلد سوم ۹۱۲ صفحات اور جلد چہارم ۹۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے شبیر برادرز' لاہور نے ۲۰۰۷ء میں شائع کیا ہے۔

اسی دور کے معروف دیوبندی عالم مولانا اشرف علی تھانوی نے نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب جیسی کتب لکھ کر سیرت ادب میں اضافہ کیا۔ [3]

مولانا تھانوی نے یہ کتاب عوام الناس کے لیے لکھی ہے۔ ایک زمانے میں یہ کتاب مقبول رہی ہے' لیکن دوسری نئی اور سہل کتابوں نے اس کی افادیت کم کر دی ہے۔

ایک قابلِ ذکر کتاب جو اُردو میں لکھی گئی مصنف اس کو دو جلدوں میں لکھنا چاہتے تھے' لیکن ایک ہی جلد لکھ پائے۔ تاہم جو لکھا وہ بہت قابلِ ذکر اور انتہائی مستند ہے۔ اس کتاب کا نام ہے اصح السیر۔ مولانا عبدالرؤف ابوالبرکات داناپوری نے یہ کتاب لکھی تھی۔ ان کا

---

[1] سیرت نگاری' آفتاب احمد نقوی' ص ۸۶۔۸۷' رضا پبلیکیشنز' لاہور' ۱۹۹۱ء

[2] ایضاً

[3] ایضاً

خیال یہ تھا کہ مستشرقین جو اعتراض کرتے ہیں کہ سیرت کے مآخذ غیر مستند یا غیر معتبر ہیں' اس اعتراض سے نپٹنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ جو مستند ترین مآخذ ہیں' یعنی قرآن پاک اور حدیث' ان سے کام لے کر مستشرقین کے الزامات کا جواب دینے کی کوشش کی جائے۔ مولانا عبدالرؤف ابوالبرکات داناپوری نے محسوس کیا کہ مغازی کے باب میں مستشرقین نے بہت سے اعتراضات کیے ہیں' اس لیے انہوں نے مغازی پر خاص توجہ دی اور اُردو میں سیرت پر عام طور پر جتنی کتابیں ہیں ان کے مقابلہ میں مغازی پر بہت اچھی بحث اس کتاب میں ہے۔ مغازی پر اتنی جامع بحث اُردو میں بہت کم کتابوں میں ملتی ہے جتنی مولانا داناپوری نے کی ہے۔[1]

علامہ نور بخش توکلی نے مستند ماخذ سے ''سیرت رسول عربی'' لکھی۔ علامہ صاحب نے ابتدائی تعلیم لدھیانہ مشرقی پنجاب میں حاصل کی۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ایم اے عربی کیا۔ ۱۸۹۳ء میں جندو محمڈن اسکول انبالہ میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ ۱۸۹۶ء میں میونسپل بورڈ کالج امرتسر میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ بعدازاں گورنمنٹ کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر اور انجمن نعمانیہ لاہور کے ناظم تعلیمات بنے۔ ان کی تحریر معلومات کا خزانہ' اسلوب قوت استدلال سے بھرپور اور انداز عام فہم تھا۔ ان کی لکھی ہوئی کتابوں کی فہرست میں عید میلادالنبی' معجزات النبی' حلیۃ النبی' غزوات النبی' مولود برزنجی کی اُردو شرح' اعجاز القرآن' مقدمہ تفسیر القرآن' تفسیر سورۃ فاتحہ و بقرہ اور سب سے معروف سیرت رسول عربی ہے۔ آپ کا انتقال ۱۳ جمادی الاوّل ۲۴ مارچ ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء میں ہوا۔

سیرت رسول عربی ایک مقدمہ' دس ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ مقدمہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصہ میں عرب کا جغرافیہ بیان کیا گیا ہے۔ دوسرے حصہ میں تاریخ عرب کا اجمالی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ پہلا باب برکات نور محمدی' دوسرا باب نسب مبارک اور ولادت سے بعثت تک کے حالات' تیسرا باب بعثت سے ہجرت تک' چوتھا باب ہجرت سے وصال تک' پانچواں باب وصال اور حلیہ مبارکہ' چھٹا باب اخلاق عظیمہ' ساتواں باب آپ ﷺ کا عظیم تر معجزہ قرآن' آٹھواں باب فضائل' خصائص' معجزات اور کمالات' نواں باب ازواج مطہرات

---

[1] محاضرات سیرت' ڈاکٹر محمود احمد غازی' ص ۶۸۰' الفیصل' لاہور' ۲۰۰۹ء۔

اور اولاد کرام' دسواں باب اُمت پر حضور ﷺ کے حقوق' حب صادق' آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر' ادب' آثار مبارکہ کی تعظیم' درود شریف' زیارت روضۂ پاک اور آداب زیارت پر مشتمل ہے۔ خاتمہ آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے حیات طیبہ اور بعد از اں توسل و استعانت کے بارے میں ہے۔

سرسید احمد خان کی "خطبات احمدیہ"

ہندوستان میں مقیم ایک اہم اور مشہور انگریز شخصیت سر ولیم میور نے جو یو پی کا لفٹیننٹ گورنر تھا' اس میدان میں قدم رکھا۔ اس نے Life of Muhammad کے نام سے کتاب لکھی۔ اس کتاب کا چرچا چھپنے سے پہلے ہی شروع ہو گیا تھا۔ ایک تو انگریزی حکومت کا جاہ و جلال' انگریزوں میں بھی اتنا بڑا آدمی جو یو پی جیسے بڑے صوبے کا لفٹیننٹ گورنر ہو۔ یو پی رقبہ اور آبادی دونوں میں پاکستان سے بڑا علاقہ ہے۔ یہ شخص عربی اور فارسی بھی جانتا تھا اور اسلامی علوم و فنون کا اس نے خاصا مطالعہ کیا تھا۔ اس نے چار جلدوں میں یہ کتاب لکھی جو ۱۸۶۰ء- ۱۸۶۴ء میں شائع ہوئی۔ اس کی نیت کے بارے میں کوئی انگریز یہ شک نہیں کر سکتا تھا کہ محض انگریزوں کی مخالفت کی وجہ سے یہ کتاب لکھ رہے ہیں۔ ان کو جاننے والے ہر شخص کو معلوم تھا کہ وہ کس نیت سے یہ کتاب لکھ رہے ہیں۔ پھر کسی اور کے لیے ایسی جرأت کرنا شاید ممکن نہیں تھا کہ ایک حاضر سروس گورنر کی کتاب کے جواب میں کتاب لکھنے اور اس کی تردید کرنے کی جسارت کرے۔

سرسید نے یہ طے کیا کہ وہ اس کتاب کا بہت معروضی انداز میں جواب دیں گے اور جس طرح کے دلائل ولیم میور نے اپنے بیانات اور دعاوی کی تائید میں دیئے ہیں اسی طرح کے استدلالی اور جوابی دلائل سے کام لیں گے۔ جب انہوں نے یہاں ہندوستان میں اس منصوبہ کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا' تو معلوم ہوا کہ بہت سی کتابیں جو اس منصوبہ کی تکمیل کے لیے ناگزیر ہیں یہاں کے کتب خانوں میں نہیں مل رہی ہیں۔ جب یہ کتاب لکھنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے محسوس کیا کہ بڑے بڑے کتب خانے انگریز لوٹ کر کتابیں لے گئے ہیں۔ پورا انڈیا آفس اور برٹش میوزیم کی لائبریری اور انگلستان کی درجنوں لائبریریاں ہندوستان اور برصغیر کی مسروقہ کتابوں سے بھری پڑی ہیں۔ خود ہمارے خاندان یعنی میرے خاندان کی کئی

کتابیں وہاں موجود ہیں' جس پر میرے آباؤ واجداد کی مہریں لگی ہوئی ہیں' اس لیے مجھے ذاتی طور پر علم ہے کہ انگریز کس طرح کی کتابیں لوٹ لوٹ کر لے گئے ہیں۔

جن دنوں یہ کتاب نئی نئی آئی تھی اور سرسید اس کے مضامین و مندرجات سے باخبر ہوتے جاتے تھے' ان کی بے چینی اور کرب بڑھتا جاتا تھا۔ مولانا حالی کا بیان ہے کہ ان دنوں سرسید کی زبان پر یہی تذکرہ رہتا تھا۔ اس زمانہ کے خطوط اور مقالات میں بھی یہ مضمون بہت کثرت سے آیا ہے۔ لکھا ہے کہ ولیم میور کی کتاب پڑھ پڑھ کر عیسائی سر دھنتے اور مسلمان سر پیٹتے تھے۔

جب ۱۸۶۹ء میں سرسید انگلستان گئے تو وہاں سے بھی اپنے احباب کو بالخصوص نواب محسن الملک' مولوی مہدی علی خان کو جو خطوط لکھے ہیں ان میں بھی بہت سے خطوط کا موضوع یہی کتاب ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ اس کتاب کا جواب لکھنے کے لیے جو بس میں ہے وہ سب کروں گا' حتیٰ کہ میں نقد جان صرف کرنے کے لیے بھی آمادہ ہوں۔

چنانچہ سرسید نے فیصلہ کیا کہ وہ اس کام کی انجام دہی کے لیے لندن جائیں گے اور وہاں بیٹھ کر یہ کتاب لکھیں گے۔

خطبات احمدیہ ۱۸۷۲ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کے اہم مندرجات یہ تھے:

(۱) عرب کا جغرافیہ' اس بات کا ثبوت کہ فاران مکہ ہی کے پہاڑ ہیں۔

(۲) عربوں کے رسوم و رواج' اسلام کی اصلاحات۔

(۳) مذاہب عرب قبل از اسلام۔

(۴) یہودی اور عیسائی مذہب کو اسلام سے فائدہ ہوا یا نقصان۔

(۵) قدیم مصادر سیرت کا جائزہ۔

(۶) روایات مذہبی کا معتبر اور غیر معتبر ہونا۔

(۷) قرآن مجید۔

(۸) تاریخ مکہ و اجداد آں حضرت۔

(۹) نسب نامہ آں حضرت۔

(۱۰) بشارات در توراۃ و زبور۔

(۱۱) شق صدر اور معراج۔

(۱۲) بارہ سال کی عمر تک حضور ﷺ کے حالات۔[1]

سید امیر علی کی کتاب "Spirit of Islam"

سید امیر علی بنگال کے رہنے والے تھے۔ عربی فارسی اچھی طرح جانتے تھے۔ وکیل تھے۔ وہ کلکتہ ہائی کورٹ کے پہلے مسلمان جج اور پریوی کونسل کے بھی پہلے مسلمان جج تھے جو انگلستان' بلکہ سلطنت برطانیہ کی سب سے بڑی عدالت تھی۔ سید امیر علی انگلستان میں رہتے تھے۔ جب یہ کتاب شائع ہوئی تو ان کو بھی بڑا دکھ ہوا۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی: "A Critical Appraisal of the Life and Achievments of Muhammad" یہ کتاب ایک ہی جلد میں دو حصوں پر مشتمل تھی۔ ایک حصہ میں سیرت کا بیان تھا اور دوسرے حصہ میں رسول اللہ ﷺ کے کارنامے بیان کیے گئے تھے۔ اسلامی تمدن' شریعت اور حضور ﷺ کی تعلیم اور آپ ﷺ کے کارناموں کی تفصیل دی گئی تھی۔ یہ کتاب انہوں نے انگلستان میں بیٹھ کر لکھی۔ انگریزی زبان کے بہت بڑے ادیب تھے۔ ان کی زبان بڑی عالمانہ اور ادیبانہ ہے۔ انہوں نے وہی طرز استدلال اپنایا جو مغربی دنیا میں رائج تھا۔ مغربی ماخذ تک ان کی براہِ راست رسائی تھی جو کہ سرسید کی نہیں تھی۔

سرسید احمد خان اور سید امیر علی دونوں کا کام انتہائی عقیدت اور عشق رسول پر مبنی ہے۔ ذات رسالت مآب سے وابستگی دونوں کے کام میں نظر آتی ہے۔

لیکن بطور سیرت کے ایک ادنیٰ طالب علم کے مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ سرسید کے بہت سے بیانات سے اتفاق کرنا مشکل ہے۔ کئی جگہ انہوں نے ایسی باتیں کہہ دی ہیں جو اسلامی نقطہ نظر کے مطابق نہیں ہیں۔ پھر مرعوبیت کی جو فضا ہے وہ سرسید کے ہاں سید امیر علی کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔ سید امیر علی ایک اعلیٰ عدالت کے جج تھے۔ قانون دانی میں ان کا مقابلہ انگریزوں کے صف اول کے قانون دانوں سے رہتا تھا۔ سرسید ایک عام شہری تھے۔ اس لیے جو اعتماد اور (confidence) سید امیر علی کی تحریروں میں ہے وہ خطبات احمدیہ کے قلم میں نظر نہیں آتا۔ اسی طرح سے سید امیر علی کی کتاب میں بھی کئی باتیں ایسی ہیں جن سے اتفاق کرنا بڑا دشوار ہے۔ سید امیر علی کی یہ کتاب ۱۸۷۳ء میں قائداعظم اور علامہ اقبال کی پیدائش

---

[1] محاضرات سیرت' ڈاکٹر محمود احمد غازی' ص ۶۱۹۔ ۶۲۵' الفیصل' لاہور' ۲۰۰۹ء

سے بھی پہلے پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔ بعد میں اس کے کئی ایڈیشن انہوں نے مرتب کیے۔ ہر ایڈیشن میں مزید اضافے اور ترمیمیں کرتے رہے۔ آخری ایڈیشن جو سید امیر علی کی زندگی میں شائع ہوا وہ غالباً ۱۹۰۹ء میں "Spirit of Islam" کے نام سے شائع ہوا اور اب یہ کتاب اسی نام سے مشہور ہے اور بارہا طبع ہو چکی ہے۔

بہ حیثیت مجموعی سید امیر علی کی کتاب زیادہ موثر اور مفید ثابت ہوئی۔ یہ کتاب یورپ میں اسلام کا سب سے پہلا، سب سے زیادہ موثر اور سب سے کامیاب دفاع تھا۔ سر سید کی کتاب کے برعکس یہ ایک مکمل کتاب تھی۔ [1]

گو کہ یہاں پر میں سیرت پر لکھی گئی اُردو کتب کا ذکر کر رہا ہوں۔ لیکن اس مقام پر سید امیر علی کی انگریزی کتاب کا ذکر ولیم میور کی کتاب کے ذکر کے تسلسل میں کیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ سید امیر علی کا تعلق ہندوستان سے تھا اس لیے بھی اس مقام پر اس کتاب کا تذکرہ مناسب خیال کیا گیا ہے۔

بیسوی صدی کے آخر میں محمد رفیق ڈوگر کی لکھی ہوئی کتاب ''الامین'' تین یا چار جلدوں میں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے۔ اس کی زبان رواں' انداز بیان متوازن اور حوالہ جات مستند ہیں۔

مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی کتاب ''سیرت المصطفیٰ'' چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں تمام قدیم کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ جدید سیرت نگاروں کی غلطیوں کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔ معجزات اور بشارتوں کا ذکر ہے۔ مگر مستشرقین کے معاملے میں خاموشی نظر آتی ہے۔

اثناء عشری کی طرف سے لکھی گئی کتاب ''اسوۂ رسول'' سید اولاد حیدر بلگرامی کی تحریر ہے جو کہ پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ طبع اوّل ۱۹۲۵ء کی ہے۔

ضیاء النبی

ضیاء النبی جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کی فاضلانہ تصنیف ہے۔ پیر صاحب محدث بھی ہیں اور عالم بھی' فقیہ بھی ہیں اور متکلم و ادیب بھی' اس لیے ان کے بیان میں حوالہ جات اور

---

[1] محاضرات سیرت' ڈاکٹر محمود احمد غازی' ص ۶۲۶-۶۲۷' الفیصل' لاہور' ۲۰۰۹ء

استدلال کی توانائی بھی ہے اور استدلال وادب کی چاشنی بھی۔ اس کی ہر سطر میں ادب اور عشق کا رنگ غالب نظر آتا ہے۔ ضیاء النبی کا شمار اردو میں لکھی گئی عمدہ' جامع' محققانہ مبسوط کتب سیرت میں ہوتا ہے۔ اس کا انداز عالمانہ اور اسلوب ادیبانہ ہے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی نے اسے اُردو زبان میں بیسویں صدی کی آخری قابل ذکر اور اہم تصنیف قرار دیا ہے۔[1]

ضیاء النبی سات مبسوط جلدوں پر مشتمل ہے۔

پہلی جلد تمہیدی مباحث پر مشتمل ہے۔ بعثت نبوی کے زمانے میں دنیا کے مجموعی حالات' دیگر اقوام اور خطوں مثلاً ایران' یونان' سلطنت روما' مصر' ہندوستان' چین' جزیرہ عرب' بالخصوص مکہ کے سیاسی اور معاشرتی حالات کے تجزیہ پر مشتمل ہے۔

دوسری جلد ولادت باسعادت' محافل میلاد پس منظر وپیش منظر' اسم مبارک' آپ ﷺ کے ابتدائی حالات' جوانی' سفر شام' حضرت خدیجہ ؓ سے عقد' آثار بعثت کا ظہور' نزول وحی' دعوتِ اسلام' ہجرت حبشہ' معراج' بیعت عقبہ اور مدینہ (یثرب) کے عمومی حالات کے ذکر پر مشتمل ہے۔

تیسری جلد ہجرت مدینہ' قباء میں آمد' مدینہ طیبہ میں ورود مسعود' مسجد نبوی کی تعمیر اور غزوہ بدر واحد کے واقعات کا احاطہ کرتی ہے۔

چوتھی جلد غزوۂ خندق' صلح حدیبیہ' شاہان عالم سے مراسلت' غزوۂ خیبر' غزوۂ موتہ' فتح مکہ' غزوہ حنین' غزوۂ تبوک' قبائل عرب کے وفود کی آمد' حجۃ الوداع اور آپ ﷺ کے پردہ فرمانے کے حالات پر مشتمل ہے۔

پانچویں جلد آپ ﷺ کے فضائل وکمالات آیات طیبات اور احادیث کی روشنی میں' اخلاق کریمہ' آداب معاشرت' معجزات' درود وسلام اور آپ ﷺ سے محبت' ادب اور احترام کے بیان پر مشتمل ہے۔

چھٹی اور ساتویں جلدوں میں مستشرقین کا تعاقب ہے۔ تحریک استشراق کا پس منظر' اس کی تعریف' تاریخ' طریقۂ کار' قرآن کریم پر اعتراضات' حدیث رسول' سیرت طیبہ پر مستشرقین کے اعتراضات' الزامات اور ان کے تجزیہ وجوابات پر مشتمل ہے۔

---

[1] محاضرات سیرت' ڈاکٹر محمود احمد غازی' ص ۶۹۲-۶۹۳' الفیصل' لاہور' ۲۰۰۹ء

عبدالعزیز عرفی کی جمال مصطفیٰ

عبدالعزیز عرفی جو شیخ طریقت بھی ہیں اور پیشہ کے اعتبار سے وکیل بھی۔ مذکورہ کتاب میں انہوں نے سیرت پاک کو قرآنی ماخذ کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ یہ کتاب چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ انہوں نے قرآنی ترتیب نزولی کے اعتبار سے سیرت رسول مرتب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کا انداز بیان یہ ہے کہ سب سے پہلے وہ متعلقہ آیت قرآنی کا پس منظر و پیش منظر بیان کرتے ہیں۔ پھر اس آیت مبارکہ میں جس واقعہ کا تذکرہ ہے اسے کتب سیرت کے حوالوں سے بیان کرتے ہیں اور احادیث کے حوالے بھی دیتے ہیں۔ اس طرح اس کتاب میں قرآن' حدیث اور سیرت مبارکہ کے حوالہ جات یکجا نظر آتے ہیں۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے سیرت پاک پر براہِ راست کوئی تحریر نہیں چھوڑی ہے۔ البتہ ان کے چند رفقاء نے مولانا مودودی کی تحریروں میں جابجا موجود سیرت پر مشتمل مواد اور خاص طور پر تفہیم القرآن میں موجود متعلقہ معلومات کو "سیرت سرور عالم" کے نام سے مرتب کیا ہے جو کہ دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد براہِ راست سیرت کا احاطہ نہیں کرتی ہے' بلکہ اس کے تمہیدی پہلو کو اجاگر کرتی ہے۔ [1]

ایک اور کتاب جو ڈاکٹر خالد علوی کی لکھی ہوئی ہے وہ "انسان کامل" ہے' جس کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے ہیں اور آخری ایڈیشن خاصا ضخیم ہے۔ اس کا انداز بڑا عالمانہ اور تجزیاتی' استدلال قوی اور زبان بڑی رواں ہے۔ اس میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو الگ الگ بیان کیا ہے۔ حضور p بطور شہری' بطور تاجر' بطور حاکم' بطور قاضی' بطور فاتح' بطور ایک شوہر' بطور ایک باپ اور یہ سارے پہلو الگ الگ لے کر ان کو اس طرح بیان کیا ہے کہ بطور تاجر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا نقشہ سامنے آجائے۔ بطور فاتح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا نقشہ سامنے آجائے۔ [2]

سیرۃ الرسول

ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تالیف ہے۔ انداز محققانہ اور عمیقانہ ہے۔ جگہ جگہ حوالہ جات

---

[1] محاضرات سیرت' ڈاکٹر محمود احمد غازی' ص ۶۸۴۔۶۸۵' الفیصل' لاہور' ۲۰۰۹ء

[2] ایضاً' ص ۶۸۶

کا ڈھیر نظر آتا ہے۔ ایک ایک واقعہ اور ایک ایک حدیث پر کئی کئی حوالے لے کر آتے ہیں' جو گہرے مطالعے اور موضوع پر عبور حاصل ہونے کی غمازی کرتے ہیں۔ اصل کتاب دس جلدوں پر مشتمل ہے' جبکہ کتاب کا مقدمہ دو جلدوں میں لکھا گیا ہے۔ اس مفصل مقدمہ نے کتاب کو انفرادیت سے نوازا ہے۔ موضوعات جہاں کثیر اور وسیع ہیں' وہیں اکثر مواقع پر تحقیق کا رنگ غالب نظر آتا ہے۔ اُردو سیرت نگاری میں اسے اکیسویں صدی کی اہم ترین کتاب کہا جا سکتا ہے۔

کشف الظنون

یہ کتاب حاجی خلیفہ نے لکھی ہے۔ ان کی ولادت ذوالقعدہ ۱۰۱۷ھ بمطابق فروری ۱۶۰۹ء میں قسطنطنیہ میں ہوئی۔ ۱۶۲۲ء تا ۱۶۳۳ء وہ ترک فوج میں بطور سپاہی رہے۔ ۱۶۳۸ء میں وہ اناطولیہ کے دفتر محاسبہ یعنی ''اناطولو محاسبہ قلمی'' (Army Bureau of Provisions) میں ادنیٰ منشی (Second assessor) مقرر ہوئے۔ اسی عہدے کی بناء پر ان کی شہرت ''کاتب چلبی'' کے نام سے ہوئی۔ ۱۶۳۵ء میں انہوں نے اپنے علمی کام یعنی انسائیکلوپیڈیا کے لیے مواد جمع کرنے کا کام شروع کر دیا تھا۔

عثمانی سلطنت مراد رابع سے ۱۶۳۵ء میں انہیں خاصی بڑی جائیداد ورثہ میں ملی جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے اپنے تمام وسائل کو اپنے من پسند مشغلہ یعنی علمی اہداف کی تکمیل کے لیے وقف کر دیا۔ ۱۷ ذوالحجہ ۱۰۶۷ھ بمطابق ۲۶ ستمبر ۱۶۵۷ء صرف پچاس سال کی عمر میں انہوں نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ لیکن اتنی کم عمری میں جو علمی کام وہ کر گئے وہ آج بھی ناقابلِ یقین نظر آتا ہے۔

''کشف الظنون عن اسامی الکتب و الفنون'' (The removal of Doubt from the names of Books and the arts) عربی زبان میں ہے اور حاجی خلیفہ کی سب سے مشہور و معروف کتاب یہی ہے۔ دراصل یہ کتاب عالم اسلام کی تمام کتب کے متعلق معلومات کا دائرۃ المعارف ہے یعنی انسائیکلوپیڈیا۔ حاجی خلیفہ نے اس کتاب کی تیاری میں ۲۰ سال سے زائد مدت صرف کی۔ اس کتاب کی پہلی جلد ۱۰۶۴ھ میں مکمل ہوئی۔ اس کا ایک مستند ایڈیشن فلوگل (Flugel) نے لایپزگ سے ۱۸۳۵ء اور ۱۸۵۸ء میں

شائع کیا۔ بعدازاں یہ کتاب دوبارہ بولاق سے ۱۲۷۴ھ میں اور استنبول سے ۱۳۱۰ھ تا ۱۳۱۱ھ میں طبع ہوئی۔ اس میں تقریباً ۱۴۵۰۰ کتب کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

اس کتاب کے مشمولات میں تمام علوم اسلامی کی تعریفات' لکھی گئی کتابوں کا تعارف' ان کا مواد (Contents) زبان' تاریخ تحریر اور ان کے تراجم شامل تھے۔ اس کے علاوہ مؤلف کا نام اور اس کی تاریخ وفات بھی درج تھیں۔ اسے عربی' فارسی اور ترکی میں سب سے جامع اسلامی انسائیکلوپیڈیا کا نام دیا جا سکتا ہے۔

حاجی خلیفہ کی خدمات کے اعتراف میں ازمیر' ترکی میں ایک یونیورسٹی قائم کی گئی ہے' جس کا نام ''ازمیر کاتب چلبی یونیورسٹی'' ہے۔ ترکی اور برطانیہ نے مشترکہ طور پر ایک فنڈ قائم کیا ہے' جس کا نام "Newton - Katip Celeb Fund" ہے' جس کا مقصد سائنس اور جدت (Science and Innovation) کے میدان میں تعاون کو جاری رکھنا ہے۔

علامہ لیوتشی کی چینی زبان میں ''چی چیا شی ازو''

سیرت نبوی ﷺ پر چینی زبان کی پہلی کتاب۔ اس کے مصنف علامہ لیوتشی ہیں۔ علامہ کا سن پیدائش ۱۷۳۵ء ہے۔ اچھے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ علامہ کے مطابق اس کتاب کی تحقیق کے لیے انہیں کافی ٹھوکریں کھانا پڑیں۔ تقریباً تین سال کی محنت کے بعد ۱۷۸۲ء میں جب یہ کتاب پریس میں پہنچی تو پولیس نے ضبط کر لی۔ بعد میں چین کے بادشاہ نے اپنے ہی احکامات کے ذریعے کتاب کی ضبطی کے احکامات منسوخ کر دیے۔ پھر ۱۷۸۵ء میں یہ کتاب شائع ہوئی۔ [1]

کتنی مختلف زبانوں میں آپ ﷺ پر لکھا گیا' اس کی تفصیل بھی حیران کن ہے۔ عربی تو وہ زبان ہے جو قرآن وحدیث کی زبان ہے۔ اسلام کے اولین مخاطب عرب تھے۔ اس لحاظ سے عربی میں لکھی گئی کتب سیرت کی ایک طویل فہرست ہے۔ لیکن دیگر زبانوں کا دامن بھی کتب سیرت سے خالی نہیں ہے۔ فارسی' اردو' فرانسیسی' جرمن' انگریزی' سواحلی غرض یہ کہ دنیا میں رائج شاید ہی کوئی زبان ہوگی جس میں پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ پر نہ لکھا گیا ہو۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس سارے کام کو مرتب کیا جائے۔ مجھے اندازہ ہے کہ یہ کام کسی

---

[1] انسائیکلوپیڈیا سیرت النبی' سید عرفان احمد' ص ۱۷۸' زم زم پبلشرز' کراچی' ۲۰۰۵ء

فردِ واحد کے بس کا نہیں' بلکہ اس کے لیے تو ایک ادارہ درکار ہوگا۔لیکن کہیں سے تو اس کام کا آغاز ہونا چاہیے۔اس ضمن میں میں نے ''اُردو کتابیات سیرت'' کے زیرِ عنوان اُردو میں لکھی گئی کتب سیرت کے بارے میں ایک خاکہ (Sketch) پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔مجھے شدت سے اس بات کا احساس ہے کہ یہ کوشش ناتمام ہے' مگر میرا خیال ہے کہ ان سطور سے اس بات کا اندازہ کرنے میں ضرور مدد ملے گی کہ یہ موضوع ایک بحرِ بے کراں کی طرح وسیع ہے۔مزید یہ ہے کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ پر جتنا کچھ لکھا گیا ہے اس کا حجم اتنا ہے کہ انسانی عقل حیران اور ششدر رہ جاتی ہے۔

منظوم سیرت نگاری

آپ ﷺ پر نثر میں بھی لکھا گیا ہے اور نظم میں بھی لکھا گیا ہے۔نثر میں لکھی جانے والی تحریر عام طور پر سیرت کہلائی اور نظم میں لکھی جانے والی صنف کو نعت یا نشید کا نام دیا گیا۔لیکن ایک اچھا خاصا ذخیرہ عربی' فارسی اور اُردو زبان میں منظوم سیرت نگاری کا بھی ہے۔

عربی میں منظوم سیرت نگاری

محمد بن ابراہیم الشہید

محمد بن ابراہیم المعروف بہ فتح الدین الشہید (م ۷۹۳ھ) دس ہزار اشعار پر مشتمل منظوم سیرت لکھی۔

حافظ زین الدین عراقی

حافظ زین الدین عراقی (م ۸۰۶ھ) نے جو حافظ ابن حجر عسقلانی کے استاد تھے' نے نظم میں سیرت لکھی۔اس کتاب کا نام الفیۃ (ہزار اشعار) ہے' جس میں وہ مغلطائی کی مختصر سیرت کے ساتھ ساتھ چلے ہیں۔عراقی کی نظم کی شرح الشہاب بن رسلان (م ۸۴۴ھ) نے کی۔حافظ ابن حجر نے بھی الفیہ کے شروع کے چند ابیات کی شرح کی تھی جس کی تکمیل السخاوی نے کی۔

الشمس الباعونی الدمشقی

الشمس الباعونی الدمشقی (م ۸۷۱ھ) نے بھی مغلطائی کی سیرت کو ہزار بیت سے زیادہ میں نظم کیا ہے۔اس کا نام ''منحة اللبيب فی سيرة الحبيب'' ہے۔وہ استاد برہان

الدین (م ۸۷۰ھ) کے بھائی تھے۔[1]

فارسی ادبیات میں سیرت رسول

عربی زبان کے بعد اسلامی ادبیات میں فارسی زبان و ادب کو بڑا دخل ہے۔ جہاں عربی ادبیات کی قدامت مسلمہ ہے‘ وہاں فارسی زبان کی تاریخ بھی ایک وسیع تر زمانے پر پھیلی ہوئی ہے۔

فارسی ادبیات کے بحر ناپیدا کنار میں نعت و سیرت رسول کے آبدار موتیوں کو تلاش کرنا اور اُن کی ایک فہرست مرتب کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن کی ذیل میں آتا ہے۔ جہاں تک نعت کا تعلق ہے‘ فارسی زبان کا شاید ہی کوئی ایسا شاعر ہو جس نے اپنی کتاب کا آغاز ذکرِ رسول کے بغیر کیا ہو‘ بلکہ اور تو اور ایران کے سب سے بڑے اور قدیم قوم پرست شاعر فردوسی کے ہاں بھی شاہنامہ میں نعتیہ اشعار مل جاتے ہیں۔ ابو سعید ابوالخیر‘ بابا طاہر عبداللہ انصاری کے ہاں نعتیہ رباعیاں موجود ہیں جبکہ حکیم سنائی‘ فریدالدین عطار‘ نظامی گنجوی‘ خاقانی‘ رومی‘ سعدی‘ امیر خسرو‘ جامی‘ عرفی‘ قدسی کے نعتیہ اشعار میں جذب و کیف کی جو سرمدی دولت دکھائی دیتی ہے دوسری زبانوں میں بہت کم نظر آتی ہے۔

مثنوی معنوی جسے ہست قرآں در زباں پہلوی کہا جاتا ہے‘ میں سیرت رسول کی تابناکی اپنی پوری شدت اور توانائی کے ساتھ محسوس کی جاسکتی ہے۔[2]

قدیم اُردو میں سیرت النبی ﷺ کا بیشتر ذخیرہ منظوم ہے‘ کیونکہ اُس زمانے میں نثر سے زیادہ نظم میں دلچسپی لی جاتی تھی۔ جنوبی ہند میں بالخصوص اور برصغیر پاک و ہند کے دیگر علاقوں میں بالعموم ایسی نظمیں کثرت سے لکھی گئیں‘ جو آنحضرت ﷺ کی حیات مقدسہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کی زندگی کے واقعات بیان کرنے کے لیے مثنوی کی ہیئت سب سے زیادہ موزوں تھی‘ کیونکہ اُس میں مسلسل واقعات کو بآسانی سمویا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم اُردو (دکنی) میں سیرۃ النبی کا بڑا سرمایہ مثنوی کی شکل میں ہے۔ کہیں کہیں قصیدہ‘ رباعی اور غزل کی ہیئت بھی استعمال کی گئی ہے‘ لیکن مثنوی کے مقابلے میں یہ اصناف سخن تنگ داماں تھیں‘ اس لیے سیرۃ النبی کے واقعات منظوم کرنے کے لیے انہیں

---

[1] سیرت نگاری‘ ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی‘ ص ۵۶‘ رضا پبلی کیشنز لاہور‘ ۱۹۹۱ء

[2] ایضاً‘ ص ۵۸-۵۹

زیادہ اختیار نہیں کیا گیا۔

اُردو میں نامہ کے لفظ کے ساتھ ترکیب پا کر نام حاصل کرنے والی تصانیف نظم و نثر' دیگر اصناف کی طرح فارسی اثر کا نتیجہ ہیں۔

اُردو میں میلاد نامے' معراج نامے' وفات نامے' شمائل نامے اور نور نامے وغیرہ آنحضرت ﷺ کی حیاتِ مقدسہ اور سیرت طیبہ کے بعض مخصوص پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں' بیشتر نامے مثنویوں کی شکل میں ہیں' لیکن اکا دُکا نامے خالصتاً نثر میں ہیں۔ بعض ناموں میں نثر اور نظم کا امتزاج ہے۔

دکن میں کثرت سے میلاد نامے' معراج نامے' وفات نامے' شمائل نامے اور نور نامے وغیرہ لکھنے کا رواج مذہبی عقیدت مندی کی وجہ سے ہوا۔

میلاد نامے' معراج نامے وغیرہ لکھنے کے لیے اُن کے سامنے فارسی شاعری کی مثال موجود تھی۔ بعض فارسی مثنویوں میں حمد و نعت کے علاوہ ولادت نبوی اور معراج نبوی کے مستقل عنوانات بھی ہوتے تھے۔ قدیم اُردو (دکنی) کی اکثر مثنویاں یا تو فارسی سے ترجمہ کی گئی تھیں یا اُن سے ماخوذ تھیں' اس لیے دکنی شعراء نے نہ صرف ان کو اُردو نظم میں منتقل کیا' بلکہ باقاعدہ طبع زاد مثنویاں بھی لکھیں' جنھیں موضوع کی مناسبت سے مولود نامہ' معراج نامہ' وفات نامہ' شمائل نامہ یا نور نامہ کا نام دیا گیا۔

مولود نامہ وہ نظم ہے جس میں آنحضرت ﷺ کی ولادتِ باسعادت کا حال قلم بند کیا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر تو یہ صنف حضور اکرم ﷺ کی پیدائش کے لیے وقف ہے' لیکن بیشتر مولود ناموں (یا میلاد ناموں یا تولد ناموں) میں آپ کی ولادت سے لے کر وفات تک کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ گویا مولود نامہ منظوم سیرتِ رسول اکرم ﷺ کا دوسرا نام ہے۔ [1]

اُردو میں منظوم سیرت نگاری

نوازش علی شیدا (م ۱۲۲۰ھ) نے اعجازِ احمدی کے عنوان سے ایک مفصل مثنوی ۱۱۸۶ھ میں تصنیف کی جس میں نہایت ہی شرح و تفصیل کے ساتھ حضور سید المرسلین ﷺ کی سیرت و سوانح کو پیش کیا گیا تھا۔ شیدا نے آپ کے معجزات کو اپنی مثنوی گلشنِ ایمان میں نظم کیا۔

---

[1] 'اردو نثر میں سیرت رسول' ڈاکٹر انور محمود خالد' ص ۲۳۱۔ ۲۳۲' اقبال اکادمی لاہور' ۱۹۸۹ء

اس دور کے ایک اور اہم شاعر مولانا محمد باقر آگاہ (م ۱۲۲۰ھ) نے ہشت بہشت کے عنوان سے منظوم سیرت قلمبند کی۔ یہ مثنوی اپنے نام کے حوالے سے آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔ کتاب کے شروع میں ایک مفصل دیباچہ بھی ہے جس میں سبب تالیف اور ماخذ و مراجع کا بیان ہے۔ ہشت بہشت میں جو آٹھ رسائل شامل ہیں اُن کی تفصیل اس طرح سے ہے:

من دیپک: ۱۶۰۲ ابیات پر مشتمل اس رسالے میں حضور ﷺ کے نور مقدس کا بیان ہے۔

من ہرن: ۱۶۵۱ ابیات پر مشتمل اس رسالے میں کتب سابقہ میں آپ کے متعلق جو بشارات آئی ہیں انہیں منظوم پیش کیا گیا ہے۔

من موہن: ۷۲۰ ابیات پر مشتمل اس رسالے میں زیادہ مواد ولادت باسعادت اور معجزات سے متعلق ہے۔

آرام دل: ۱۳۵۲ ابیات پر مشتمل اس رسالے میں شمائل نبوی اور اخلاق و عاداتِ رسول کا ذکر کیا گیا ہے۔

راحت جاں: ۱۶۰۲ ابیات پر مشتمل ہے جس میں آپ کے خصائص بیان ہوئے ہیں جن سے آپ کے فضائل و معجزات ظاہر ہوتے ہیں۔

من درپن: ۱۳۱۶۱ ابیات پر مشتمل ہے جس میں معجزات کا بیان ہے۔ آخر میں شاعر نے اپنے دور کی صورتِ حال کی عکاسی کرتے ہوئے دربار رسالت سے امداد طلب کی ہے۔

متاخرین کے دور میں محسن کاکوروی اور امیر مینائی جیسے اہم اور قد آور نعت گو شعراء دکھائی دیتے ہیں' لیکن ان میں صرف محسن کاکوروی ہی نے سراپائے رسول کے حوالے سے تھوڑا بہت سیرت پر لکھا ہے' البتہ نعت کے سلسلے میں ان دونوں حضرات کی خدمات تاریخ ادب میں یقیناً سنہری حروف میں لکھی جانے کے قابل ہیں۔ [1]

حالی اور شبلی کی سیرت نگاری

اُردو کی منظوم سیرت کے ابتدائی دورِ جدید میں جو اہم نام ابھرتے ہیں اُن میں الطاف حسین حالی' شبلی نعمانی اور نظم طباطبائی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حالی کی مدوجزر اسلام جو

---

[1] ایضاً' ص ۷۸۔۸۰

مسدس حالی کے نام سے زیادہ مشہور ہے' اُردو کے نعتیہ اور سیرت ادب میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ حالی کے نعتیہ قصائد میں حقیقت نگاری کے نہایت ارفع نمونے ملتے ہیں جبکہ یہاں شمائل' قرآن' جبریل' معراج' خلق عظیم اور نبی کریم ﷺ کے حقیقی اوصاف کے موضوعات اُن کی سیرت سے گہری دلچسپی کا روشن ثبوت ہیں۔ مسدس جس کا موضوع قبل از اسلام عربوں کی حالت' مہر درخشاں کا طلوع اور اس کے عالمگیر اثرات' موجودہ صورت حال پر تبصرہ اور اُس کے اسباب سے بحث اور آخر میں دربار رسالت مآب سے استغاثہ ہے' اُردو کے سیرت ادب میں ممتاز مقام کی حامل ہے۔

شبلی نعمانی نے جہاں سیرت النبی لکھ کر اُردو کے نثری ادب میں قابل قدر اضافہ کیا وہاں اپنی منظومات میں بھی عام طور پر سیرت کے بعض پہلوؤں پر طبع آزمائی کی ہے۔ شبلی کی ان منظومات میں تاریخ اسلام اور جذبۂ اصلاح معاشرہ خاص موضوعات ہیں اور اس کا احساس ہمیں اُن کی منظومات کے عنوانات سے بخوبی ہوتا ہے۔ چند عنوانات یہ ہیں: ہجرت نبوی ﷺ' تعمیر مسجد نبوی' رسول اللہ ﷺ کا حلم وعفو' اہل بیت رسول کی زندگی۔

اس دور کے ایک اور شاعر سید علی حیدر نظم طباطبائی ہیں جنہوں نے اپنے مجموعہ نظم میں سات طویل نعتیہ قصائد تحریر کیے ہیں جن کے عنوانات ذکر بعثت وفتح مکہ' قصیدہ معراج' ہجرت وغزوہ بدر' عہد جاہلیہ کا کفر اور پیغمبر مجاہد' قصیدہ احزاب' قصیدہ خیبر اور قصیدہ حنین ہیں۔ [1]

شاہنامہ اسلام

شاہنامہ اسلام' ابوالاثر حفیظ جالندھری کے قلم کا شاہکار ہے۔ حفیظ جالندھری ۱۴ جنوری ۱۹۰۰ء کو جالندھر میں پیدا ہوئے اور ۲۱ دسمبر ۱۹۸۲ء کو لاہور میں انتقال ہوا۔ روایتی تعلیم میں وہ پرائمری اسکول سے آگے نہ بڑھ سکے۔ مگر اس کے باوجود اہم قلمی کارنامے انجام دیے۔ حکومت برٹش انڈیا نے ۱۹۱۷ء میں پہلی عالمی جنگ کے دوران ایک کل ہند مشاعرہ منعقد کیا جس میں حفیظ جالندھری نے "جنگ اور امن" کے نام سے ایک نظم پڑھی اور اوّل انعام کے مستحق قرار پائے۔ اس وقت حفیظ کی عمر ۱۷ سال تھی۔ ۱۹۵۴ء میں ان کے لکھے ہوئے ترانہ "پاک سرزمین شاد باد" کو حکومت پاکستان نے پاکستان کا قومی ترانہ ہونے کا اعزاز بخشا۔ ان

[1] ایضاً ص ۸۰۔۸۱

کا سب سے عظیم کارنامہ ''شاہنامہ اسلام'' ہے جو منظوم تاریخ اور سیرت پر مشتمل ہے۔ اس مجموعے نے ہر خاص وعام سے داد و تحسین پائی ہے اور عوام میں مقبولیت کا ریکارڈ قائم کیا ہے۔

شاہ نامہ اسلام کی پہلی جلد

۱۹۲۹ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔ ہر جلد میں کم و بیش ۱۲۵۰۰ اشعار ہیں۔ چار جلدوں میں کل اشعار کی تعداد ۱۰۰۰۰ بنتی ہے۔ خود فرماتے ہیں کہ یہ معرکۂ حیات ہے بازیچۂ اطفال نہیں ہے۔ یہ دراصل اسلام کی منظوم تاریخ ہے۔ اس میں سنگیت ہے، ترنم ہے، نغمگی ہے، مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی ہے، جس نے مسلم قوم کے جذبات کو ابھارنے میں مہمیز کا کام کیا ہے۔ خود فرماتے ہیں:

یہ قرآنی بیاں ہے ایک کالی کملی والے کا
کہ جس کے نور سے ظلمت نے دیکھا منہ اُجالے کا

شاہنامہ اسلام نے برصغیر میں بسنے والی مسلم آبادی کو حیاتِ جاودانی بخشی ہے۔ سلف کے کارناموں کو ولولہ انگیز طریقہ سے شعری آہنگ دیا ہے۔

اڈتی، دوڑتی، اٹھتی ہوئی، بڑھتی ہوئی آندھی
زمیں پر پھیلتی، افلاک پر چھاتی ہوئی آندھی

اس شعری مجموعہ میں آیات قرآنی، احادیث اور تاریخی حوالے ہیں۔ وہ اپنی آرزو کا اظہار یوں کرتے ہیں:

کیا فردوسی مرحوم نے ایران کو زندہ
خدا توفیق دے تو میں کروں ایمان کو زندہ

اس شعری سیرت نگاری میں حضور ﷺ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، بنی اسرائیل کا بیان، تعمیر کعبہ، حضرت عبدالمطلب و حضرت عبداللہ کا بیان، اصحاب فیل کا واقعہ، ولادت باسعادت کا ذکر، آپ ﷺ کے بچپن، جوانی، بی بی خدیجہ سے نکاح، نزول وحی، ہجرت، غزوات کا تذکرہ ہے۔ اسلام کے اصول جنگ کا ذکر یوں کرتے ہیں:

فقط ان سے لڑو جو لوگ تم سے جنگ کرتے ہیں
فقط ان سے لڑو جو تم پہ جینا تنگ کرتے ہیں

صرف جنگ بدر کی منظر کشی کوئی ایک ہزار اشعار میں سمائی ہے۔ جنگ احد جس میں مسلمانوں کو ہزیمت اٹھانی پڑی' کا ذکر بڑا جذباتی ہے۔ اس جنگ میں شریک بی بی اُم عمارہ کا ذکر اس طرح کیا ہے:

جدھر بڑھتی ہوئی پاتی تھی یہ محبوب باری کو
پہنچتی تھی وہیں اُم عمارہ جاں نثاری کو
سر و گردن پہ اس بی بی نے تیرہ زخم کھائے تھے
مگر میدان سے اس کے قدم ہٹنے نہ پائے تھے

شاہنامہ اسلام نے خوب پذیرائی حاصل کی' عوام نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور حفیظ کی زندگی میں ہی اس کے متعدد ایڈیشن زیور طباعت سے آراستہ ہوئے۔

منظوم سیرت کا دورِ حاضر

دورِ حاضر میں جہاں نعت نے ادب میں نہ صرف اپنے وجود کو منوالیا ہے' وہاں اُس کے مقابلے میں منظوم سیرت کے سلسلے میں اگرچہ بہت کم کام ہوا ہے' لیکن حفیظ جالندھری کے شاہنامہ اسلام کو جو شہرت اور پذیرائی نصیب ہوئی ہے وہ لائق ستائش ہے۔ اُردو میں اگرچہ منظوم سیرت خاصی بڑی تعداد میں ملتی ہے' لیکن سوائے نوازش علی شیدا اور محمد باقر آگاہ کے جنہوں نے خاص طور پر سیرت کو موضوع سخن بنایا ہے' کے بعد حفیظ جالندھری ہی اس روایت کو آگے بڑھاتے دکھائی دیتے ہیں۔ شاہنامہ اسلام میں ہمیں دورِ جدید کے تقاضے بھی پورے ہوتے نظر آتے ہیں اور جدید تعلیم و تعلّم کا نوحہ بھی ملتا ہے۔ حفیظ جالندھری کے شاہنامہ اسلام کی تصنیف کا محرک جذبہ کیا ہے؟ اس کا اظہار انہی کی زبان میں ملاحظہ ہو:

تمنا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کام کر جاؤں
اگر کچھ ہو سکے تو خدمتِ اسلام کر جاؤں

چنانچہ شاہنامہ کے ذریعے انہوں نے واقعتاً بہت بڑی دینی خدمت سرانجام دی ہے۔
اس دور میں ایم اسلم کی صبح احد' شاہ عبدالحی قادری کی جنان السیر' عبدالحی ناز کی اُسوہ حسنہ اور محشر رسول نگری کی فخر کونین اُردو کی منظوم سیرت میں ایسے روح پرور اور دلنواز اضافے ہیں جن

پر ایک زمانہ فخر سے سربلند کرتا رہے گا۔ [1]

محمد اعظمی نے بھی "سرور کائنات" کے نام سے منظوم سیرت لکھی ہے۔ یہ کتاب ۵۱۲ صفحات پر مشتمل ہے اور اسے جہان حمد پبلی کیشنز کراچی نے ۲۰۰۵ء میں شائع کیا ہے۔

ڈاکٹر سید عزیز الرحمن نے "پاکستان میں اُردو سیرت نگاری" کے نام سے کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب میں ایک باب "فہرست منظوم کتب سیرت" کے نام سے ہے۔ جیسا کہ کتاب کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ اس میں قیام پاکستان کے بعد اور صرف پاکستان سے اُردو میں شائع ہونے والی کتب کا ہی تذکرہ ہے۔ اس کتاب میں کل ۱۴۱ کتابوں کی کتابیات شامل کی گئی ہیں۔ [2]

غیر مسلموں کی سیرت نگاری

جہاں مسلمان اہل علم اور اہل قلم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پاک پر بہت کچھ لکھا ہے وہاں غیر مسلم سیرت نگاروں نے بھی دل کھول کر اپنا حصہ ڈالا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان تو نہیں رکھتے ہیں اور مخصوص معتقدات کے حامل ہیں، مگر اس کے باوجود انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ان کی سیرت و کردار اور تعلیمات کو موضوع بنایا ہے۔

مغربی زبانوں میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ ہندوستان میں ہندوؤں، سکھوں، عیسائیوں اور برہمو سماجیوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پاک پر بہت کچھ لکھا ہے۔

ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی لکھتے ہیں:

مسلمانوں کے ہاں کتب خانوں میں سیرت و مغازی کے موضوعات پر جو کتب موجود تھیں وہ یکے بعد دیگرے اٹھارھویں صدی عیسوی کے اواخر سے لے کر انیسویں صدی عیسوی کے اختتام تک نہ صرف یورپ میں شائع ہوگئیں، بلکہ اِن میں سے اکثر و بیشتر کے یورپی زبانوں میں ترجمے بھی ہوئے جن سے علمائے مغرب نے استفادہ کر کے سیرت کے موضوع پر خصوصی توجہ کی اور نہایت اہم کتب تحریر کیں جن سے جزوی اور شدید اختلافات کے باوجود

---

[1] ایضاً، ص ۸۲-۸۳

[2] پاکستان میں اردو سیرت نگاری، سید عزیز الرحمن، زوار اکیڈمی، کراچی، ۲۰۱۲ء

اُن کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔[1]

بیسویں صدی کے اوائل میں دمشق کے علمی رسالہ ''المقتبس'' میں اعداد و شمار شائع ہوئے ہیں کہ اب تک یورپ کی مختلف زبانوں میں پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں ۱۳۰۰ کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔[2]

وہ سارا تحریری کام جو یورپی مستشرقین کے ذریعہ ہوا اس کے بڑے حصہ پر مذہبی تعصب، سیاسی تنگ نظری اور عدم توازن کا رنگ غالب نظر آتا ہے۔

ڈاکٹر انور محمود خالد لکھتے ہیں:

مضامین بعد ازاں کتابی شکل میں بھی شائع ہوئے، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ غیر مسلم حضرات رسول مقبول ﷺ اور آپ کے لائے ہوئے دین کے بارے میں کیا نقطہ نظر رکھتے تھے۔ مثلاً بشیر احمد سید کی کتاب ''سرورِ کونین اغیار کی نظر'' میں ایسے ہی مضامین پر مشتمل ہے۔ اس میں ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' از مالک رام ''مہ پرش محمد رسول اللہ ﷺ'' از پنڈت گوپال کرشن (ایڈیٹر: ''بھارت سماچار'' بمبئی) ''ملک عرب کا سب سے بڑا ریفارمر'' از ماسٹر شنکر داس گیانی ''وحدانیت کا متوالا'' از ڈاکٹر بیدہ ویر سنگھ ''حضرت محمد کے عالم انسانیت پر عظیم احسانات'' از لالہ رام لال ورما ''بانیٔ اسلام کی رحمدلی'' از بی۔ ایس رندھاوا ''مسلمان اور ان کے نبی کی تعلیم'' از سردار رام سنگھ گیانی ''رسول اللہ کی تعلیم اخوت و ایمان'' از موتی لال ماتھر ''ساری کائنات اور جملہ مخلوق الٰہی کے لیے رسول اللہ کی رحمت و شفقت'' از سوامی برج نرائن ''پیغمبرِ اسلام کا رہن سہن'' از پنڈت سندر لال ''رسول اللہ کی مکمل زندگی کے اخلاق حسنہ'' از بھگوان داس بھگوان ''پیغمبر اسلام کی شادیاں'' از پنڈت سندر لال ''حضرت محمد کی زندگی سے سبق سیکھیے'' از شری لالہ دیش بندھو جی (ڈائرکٹر اخبار ''تیج'' دہلی) ''رسول اللہ کا نظامِ سیاست'' از رانا بھگوان داس بھگوان ''رسول اللہ کی بہترین سیاست'' از رانا بھگوان داس بھگوان اور ''حضرت محمد اور انسداد غلامی'' از لالہ شیام ناتھ ایم اے وغیرہ مضامین شامل ہیں۔ بہر حال ایسے ہی مضامین، اقتباسات اور اشعار پر مشتمل کئی اور مجموعے مثلاً ''پیغمبر اسلام غیر مسلموں کی

---

[1] سیرت نگاری ڈاکٹر آفتاب احمد تقوی، ص ۶۳، رضا پبلیکیشنز لاہور ۱۹۹۱ء

[2] سیارہ ڈائجسٹ رسول نمبر ج ۲، ص ۳۵۹، لاہور نومبر ۱۹۷۳ء

نظر میں'' از ظل عباس عباسی اور ''محمد رسول اللہ غیر مسلموں کی نظر میں'' از محمد حنیف یزدانی بھی بعدازاں شائع ہوئے۔

ان کتب سیرت میں غیر مسلموں نے نہ صرف آنحضرت ﷺ کی زندگی کو ایک مثالی نمونہ کے طور پر پیش کیا ہے' بلکہ ان پر لگائے گئے متعدد الزامات کی تردید بھی کی ہے' خصوصاً وہ الزامات جو ان کے ہم مذہب آنحضرت ﷺ پر عام طور پر لگاتے تھے' یعنی قتل و غارتگری' شہوت پرستی اور جبری اشاعتِ اسلام وغیرہ۔

یوں تو ان میں سے کوئی کتاب بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں' لیکن تین کتابیں ایسی ہیں جو خصوصی توجہ کی مستحق ہیں ''حضرت محمد صاحب بانی اسلام'' از شردھے پرکاش جی ''رسول عربی'' از جی ایس دارا اور ''عرب کا چاند'' از سوامی لکشمن پرشاد۔ ان کے علاوہ پیغمبر اسلام از رگھوناتھ سہائے ایک اور وجہ سے قابل ذکر ہے۔ [1]

مولانا شبلی نعمانی نے ایسی کچھ کتابوں کی فہرست مرتب کی ہے جو آنحضرت ﷺ کے حالات اور اسلامی عقائد کے بارے میں لکھی گئی ہیں۔ یہ کتابیں یا تو مولانا کی ذاتی لائبریری میں موجود تھیں یا پھر ان کے مطالعہ میں آ چکی تھیں۔

نمبر شمار	نام مصنف	وطن	نام تصنیف یا مضمون	زمانہ تصنیف
۱	ڈاکٹر جی بی	انگلستان	سیرت محمد خادع (نعوذ باللہ)	۱۸۱۵ء
۲	ڈاکٹر وائٹ (واعظ آکسفورڈ)	ایضاً	مقابلہ مسیحیت اسلام اور پیغمبر اسلام	۱۸۰۰ء
۳	گارڈ فری ہگنس ایم آر اے ایس	ایضاً	اپالوجی	۱۸۲۹ء
۴	ڈاکٹر جے اے مولر	جرمن	اسلام ازم	۱۸۳۰ء
۵	گارسن ڈی تاسی	فرانس	اسلام و قرآن	از ۱۸۲۱ء تا ۱۸۲۴ء
۶	اڈورڈ لین	انگلستان	انتخابات القرآن	۱۸۴۳ء
۷	ڈاکٹر ویل	جرمن	ترجمہ و تحشیہ ابن ہشام کتاب محمد پیغمبر	۱۸۳۵/۳۶ء

---

[1] اردو نثر میں سیرت رسول' ڈاکٹر انور محمود خالد' ص ۳۶۹۔۴۷۰' اقبال اکادمی' لاہور' ۱۹۸۹ء

۸	کارلائل	انگلستان	ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ	۱۸۴۶ء
۹	کوسن ڈی پرسیوال	فرانس	تاریخ عرب	۱۸۴۷ء
۱۰	واشنگٹن ارونگ	انگلستان	سیرت محمد	۱۸۴۹ء
۱۱	ڈاکٹر اسپرنگر	جرمن	سیرت محمد	۱۸۵۱ء
۱۲	وان کریمر	جرمن	ترجمہ و تحشیہ واقدی	۱۸۵۶ء
۱۳	مضمون نگار نیشنل ریویو	انگلستان	مضمون "محمد"	۱۸۵۸ء
۱۴	ڈوزی	ہولینڈ	تاریخ اسلام	۱۸۶۱ء
۱۵	مضمون نگار نیشنل ریویو	انگلستان	بزرگ ترین عرب	ایضاً
۱۶	ڈی لین	ایضاً	سیرت محمد	ایضاً
۱۷	میور	ایضاً	سیرت محمد	ایضاً
۱۸	برتھالمی سینٹ ہلیر	فرانس	محمد و قرآن	۱۸۶۵ء
۱۹	تولدیکی	جرمن	مضامین قرآن و اسلام	۱۸۶۹ء
۲۰	وشیف مضمون نگار کوارٹرلی ریویو	انگلستان	اسلام	ایضاً
۲۱	مضمون نگار برٹش کوارٹرل ریویو	ایضاً	محمد	۱۸۷۲ء
۲۲	جولیس چارلس	فرانس	تاریخ بانی اسلام	۱۸۷۴ء
۲۳	مضمون نگار کاٹمپریری ریویو	انگلستان	محمد اور اسلام	۱۸۷۵ء
۲۴	باسورتھ اسمتھ	ایضاً	ایضاً	ایضاً
۲۵	سیدیو	فرانس	تاریخ عرب	۱۸۷۷ء
۲۶	ولہوسن	جرمن	تبصرہ بر واقدی	۱۸۸۲ء
۲۷	اہل کراہل	جرمن	سیرت محمد	۱۸۸۴ء
۲۸	گولڈزیہر	جرمن	مطالعہ اسلام	۱۸۹۰ء
۲۹	رینان	فرانس	تاریخ مذاہب	۱۸۹۲ء
۳۰	ایچ گریم	ہولینڈ	سیرت محمد	۱۸۹۴ء

۳۱	ہنری دی کاستری	فرانس	اسلام پر خیالات	۱۸۹۶ء
۳۲	ایف بوہل	ہولینڈ	سیرت محمد	۱۹۰۳ء
۳۳	واسٹن	انگلینڈ	آدھ گھنٹہ محمد کے ساتھ	۱۹۰۵ء
۳۴	مارگولیتھ	ایضاً	محمد	ایضاً
۳۵	کوئل	ایضاً	محمد اور اسلام	ایضاً
۳۶	پرنس کائتانی	اٹیالیہ	تاریخ کبیر و اسلام و سلاطین اسلام	جاری
۳۷	میجر لیونارڈ	انگلینڈ	اسلام کا روحانی و اخلاقی پایہ	۱۹۰۹ء (۱)

کتابیات (Bibliography) کتب سیرت

اُردو زبان میں سیرت کے موضوع پر جو کچھ لکھا گیا ہے اسے مرتب کرنا تو بڑی بات ہے صرف اس کی فہرست بنانا بھی ممکن نظر نہیں آتا ہے۔ اب تک اُردو سیرت نگاری کی کتابیات (Bibliography) مرتب کرنے کی متعدد کوششیں کی گئی ہیں۔ ان مرتب کردہ فہرستوں میں سے کم ازکم ۲۰ فہرستیں دستیاب بھی ہیں۔ لیکن ان میں سے ہر فہرست کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ نامکمل ہے اور شاید کوئی بھی فہرست تنہا اس کتابیات کے دس فیصد کا احاطہ بھی نہیں کرتی ہے۔ ان فہرستوں میں سے چند کا تذکرہ ہم ذیل کی سطور میں کریں گے:

(۱) قاموس الکتب اُردو ج ا' ڈاکٹر مولوی عبدالحق' انجمن ترقی اُردو پاکستان' کراچی' ۱۹۶۱ء
کل ۸۹۷ کتب کا تعارف شامل ہے۔ ان میں تقریباً ۴۰۰ کتب سیرت کا تذکرہ بھی شامل ہے۔

(۲) فہرست کتب سیرت' مجلس اسلامیات' اسلامیہ کالج (سول لائنز)' لاہور' ۱۹۶۳ء
اس فہرست میں شامل کتابیں نمائش کتب سیرت منعقدہ ۲ تا ۹ مئی ۱۹۶۳ء بمقام اسلامیہ کالج (سول لائنز)' لاہور میں پیش کی گئی تھیں۔

کل صفحات اُردو کتب	۱۱۲
کل صفحات انگریزی کتب	۱۱
کل تعارف اُردو کتب	۴۵۰

---

(۱) سیرت النبی' شبلی نعمانی' ج ا' ص ۷۷۔۷۸' الفیصل' لاہور' ۲۰۰۵ء

کل تعارف انگریزی کتب	۷۴
کل تعداد فرانسیسی کتب	۵
کل تعداد جرمن کتب	۵
اطالین	۱
ترکی	۱

(۳) کتابیات کتب سیرت، مرتبہ شیخ مبارک محمود پانی پتی، نظر ثانی پروفیسر محمد اسلم ۱۹۷۳ء، کل صفحات ۵۲، اس فہرست میں ۱۹۴۷ء تا ۱۹۷۲ء کے درمیانی عرصہ میں پاکستان میں طبع ہونے والی کتب کو شامل کیا گیا ہے۔

(۴) ۱۹۷۹ء میں ڈائریکٹر کتب خانہ جات محکمہ تعلیم حکومت پاکستان، کراچی نے نیشنل میوزیم لائبریری اور لیاقت میموریل لائبریری میں موجود اسلامی کتب کی فہرست شائع کی تھی، جس کا ایک حصہ اُردو کتب سیرت پر مشتمل تھا۔

(۵) ارمغان حق، کتب سیرت، سید افتخار حسین شاہ، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان، ۱۴۰۰ھ
جلد نمبر ۱: کل صفحات ۲۷۴، کل تعارف کتب ۵۲۵
جلد نمبر ۲: کل صفحات ۴۵۳+۳۶، کل تعارف کتب ۲۰۱۲، کل انگریزی کتب تعارف ۲۲۶

(۶) ۱۹۸۰ء میں مولانا حافظ محمد عبدالستار قادری نے اہل سنت مکتب فکر کے اہل قلم کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ کتابوں کے متعلق مراۃ التصانیف کے نام سے جو فہرست مرتب کی ہے، میں چھوٹی بڑی ۲۳۰ کتب و رسائل سیرت کا ذکر ہو گیا ہے، جو عربی، فارسی، اُردو اور پنجابی میں لکھی گئی تھیں۔ اس کتاب کو مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور نے شائع کیا ہے۔

(۷) ۱۹۸۵ء میں نقوش نے رسول نمبر کے نام سے ۱۳ ضخیم جلدوں پر مشتمل کتاب شائع کی ہے۔ اس کی جلد ۱۲ کے صفحہ ۴۹۳-۸۲۰ کتب سیرت کی کتابیات پر کافی مواد دستیاب ہے۔

(۸) حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے اپنی ذاتی لائبریری کو اپنی زندگی میں ہی پنجاب یونیورسٹی کو عطیہ کر دیا تھا۔ پنجاب یونیورسٹی میں یہ ذخیرہ کتب ''گوشہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری'' کے نام سے منسوب ہے۔ اس ذخیرہ کتب کی فہرست پانچ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے،

جس کا ایک حصہ کتب سیرت پر مشتمل ہے۔

(۹) شیخ طریقت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی کے ذخیرہ کتب کی فہرست بھی پانچ جلدوں میں پنجاب یونیورسٹی نے شائع کی ہے۔ اس میں سیرت پر لکھی گئی قدیم اور جدید کتابوں کا ایک بڑا حصہ شامل ہے۔ یہ ذخیرہ کتب بھی پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ ہے۔

(۱۰) کتابیات اسلامیات (۱۹۷۳ء۔ ۱۹۸۳ء) مرتبہ ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی' نظر ثانی و اضافہ سید جمیل احمد رضوی' نیشنل بک کونسل آف پاکستان' لاہور نے ۲ جلدوں میں شائع کی ہے۔

(۱۱) کیٹیلاگ' قومی سیرت لائبریری و مرکز تحقیق' ادارہ تحقیقات اسلامی' بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی' اسلام آباد مرتب کردہ شیر نوروز خان

کل صفحات اُردو ۱۶۴

کل صفحات انگریزی ۳۰

اس کیٹیلاگ کی ایک خاص بات یہ ہے کہ مرتب نے کتب سیرت کو ان کے عنوانات کے تحت علیحدہ علیحدہ درج کیا ہے' جس سے اس سمندر میں غواصی کرنے والے کے لیے آسانی پیدا ہو گئی ہے۔

(۱۲) حضرت محمد ﷺ منتخب کتابیات اُردو کتب و مقالات' بعد ازاں ۲۰۱۶ء میں شیر نوروز خان کی مرتب کردہ یہ کتاب شائع ہوئی جس میں مرتب نے بڑی تحقیق' جستجو اور عرق ریزی کے ساتھ کتابیات سیرت کا ایک ایسا ذخیرہ مرتب کیا جواب تک شائع ہونے والی اُردو کتابیات سیرت میں سب سے نمایاں و ممتاز ہے۔ ۵۶۴ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں مرتب نے کل ۶۲۰۷ کتب و مقالات سیرت کی فہرست پیش کی ہے' جس میں کتاب یا مقالے کا عنوان' مصنف' تحقیق کار' ناشر' سن اشاعت اور کل صفحات کی تفصیلات درج کی ہیں۔ اس کے علاوہ کتابوں اور مقالات کی درج ذیل عنوانات کے تحت تقسیم اور درجہ بندی کی گئی ہے:

(۱) سیرت حوالہ جاتی مآخذ (انسائیکلوپیڈیا' فرہنگ' کتابیات' اشاریہ)

(۲) سیرت نگاری اور سیرت نگاران

(۳) ارضِ سیرت و آثار و تبرکات نبوی

(۴) سیرت النبی ﷺ (عمومی)

(۵) مولد النبی ﷺ

(۶) نبوت اور ختم نبوت

(۷) حضور ﷺ کے متعلق پیشینگوئیاں

(۸) حضور ﷺ کی پیشینگوئیاں

(۹) سیرت اور قرآن

(۱۰) حضور ﷺ کی مکی زندگی

(۱۱) معراج النبی ﷺ

(۱۲) ہجرت النبی ﷺ

(۱۳) حضور ﷺ کی مدنی زندگی

(۱۴) عہد نبوی ﷺ میں جنگی حکمت عملی (غزوات، سرایا و جہاد)

(۱۵) عہد نبوی ﷺ میں سیاسی زندگی

(۱۶) عہد نبوی ﷺ میں معاشرت

(۱۷) عہد نبوی ﷺ میں معاشی زندگی

(۱۸) عہد نبوی ﷺ میں قانون اور عدالت

(۱۹) عہد نبوی ﷺ میں تعلیم و تربیت

(۲۰) عہد نبوی ﷺ میں دعوت و تبلیغ

(۲۱) سیرت النبی ﷺ اور ادب

(۲۲) طب نبوی ﷺ

(۲۳) سیرت النبی ﷺ اور سائنس

(۲۴) سیرت النبی ﷺ اور نفسیات

(۲۵) سیرت النبی ﷺ اور عصر جدید

(۲۶) سرکاری مناصب وذرائع کا ذمہ دارانہ استعمال سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں

(۲۷) ذرائع ابلاغ کا کردار اور ذمہ داریاں سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں

(۲۸) خطبات نبوی ﷺ

(۲۹) مکتوبات نبوی ﷺ

(۳۰) سیرت النبی ﷺ اور دیگر ادیان

(۳۱) بین المذاہب عالمی اتحاد اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں

(۳۲) بنیادی انسانی حقوق اور تعلیمات نبوی ﷺ

(۳۳) سیرت النبی ﷺ اور بچے

(۳۴) سیرت النبی ﷺ اور خواتین

(۳۵) اخلاق اور شخصیت النبی ﷺ

(۳۶) رحمۃ للعالمین ﷺ

(۳۷) حب رسول ﷺ

(۳۸) حقوق النبی ﷺ (مقام اور اطاعت واتباع)

(۳۹) عبادات رسول ﷺ

(۴۰) معجزات النبی ﷺ

(۴۱) درود وسلام ﷺ

(۴۲) تحفظ ناموس رسالت ﷺ

(۴۳) وصال النبی ﷺ

(۴۴) خاندان رسول ﷺ

(۴۵) والدین رسول ﷺ

(۴۶) حضور ﷺ کی عائلی زندگی اور ازواج مطہرات

(۴۷) اولاد رسول ﷺ

(۴۸) فہرست رسائل

(۴۹) اشاریہ مصنفین

شیر نوروز خان نے انگریزی کتب سیرت کی کتابیات بھی ایک علیحدہ کتابی شکل میں پیش کی ہے۔ کتاب کا نام "The Prophet Muhammad, A selected Bibliography in Western Languages" ہے۔

۲۵۷ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں کل ۱۸۲۵ کتابوں کا تذکرہ شامل کیا گیا ہے اور کتابوں کی درجہ بندی ان عنوانات کے تحت کی گئی ہے:

1. Reference Sources on Sirah.
2. Historiography of Sirah.
3. Geography of Sirah.
4. General Works on Sirah.
5. Mawlid al-Nabi.
6. Prophethood and the Finality of Prophethood.
7. Prophecies about Muhammad (SAW).
8. Prophecies of Muhammad (SAW).
9. Sirah and the Qur'an.
10. The Prophet (SAW)'s Life at Makkah.
11. The Prophet's Ascension (M' raj).
12. Migration of the Prophet (Hijrah).
13. The Prophet (SAW)'s Life at Med na.
14. Military Strategy and Campaigns of Nabawi Period (Ghazwat, Sraya, Jihad).
15. Political Dimensions of the Prophet (SAW)'s Life.
16. Social Dimensions of the Prophet (SAW)'s Life.
17. Economic Dimensions of the Porphet (SAW)'s Life.
18. The Prophet (SAW) as a Jurist.
19. The Prophet (SAW) as a Teacher / Educator.
20. The Prophet (SAW) as a Dai (Missionary).
21. Muhammad (SAW) and Mysticism.
22. Muhammad (SAW) in Literary Writings.
23. The Prophet (SAW) and Medicine (Tibb-e-Nabawi).
24. Addresses (Sermons) of the Prophet (SAW).
25. Letters and Documents of the Porphet (SAW)
26. Muhammad (SAW) and other Religions.

27. Prophet Muhammad (SAW) and Children.
28. Prophet Muhammad (SAW) and Women.
29. Character and Personality of the Prophet (SAW) (Shamail).
30. Prayers of the Prophet (SAW).
31. Miracles of the Prophet (SAW).
32. Homage to the Prophet (SAW) (Na'at).
33. Blasphemy.
34. Farewell Pilgrimage (Hijjat al-wada).
35. Death of the Prophet (SAW).
36. Family of the Prophet (SAW).
37. Parents of the Prophet (SAW).
38. Wives of the Prophet (SAW).
39. Children of the Prophet (SAW).
40. Muhammad (SAW)'s Biographers
41. Journals Surveyed.
42. Author Index.
43. Subject Index.

درج بالا دونوں کتب قومی مرکز مطالعۂ سیرت و لائبریری' ادارہ تحقیقات اسلامی' بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی' اسلام آباد نے شائع کی ہیں۔ انگریزی کتاب کا سن اشاعت ۲۰۱۵ء ہے۔ اس کتاب میں نہ صرف انگریزی' بلکہ فرانسیسی' جرمن' اسپینش' روسی' ڈنمارکی' سویڈش' سربین' کروشین اور ترکی زبانوں میں موجود سیرت کی کتابوں کی کتابیات مرتب کی گئی ہے۔ اس میں کل ۱۸۲۵ کتابوں کا تذکرہ ہے' جن میں ۱۶۵۳ کتب انگریزی اور ۱۷۲ کتب دیگر زبانوں سے تعلق رکھتی ہیں۔

انگریزی کتابوں کی فہرست میں موجود دو کتابوں نے مجھے خاص طور پر متوجہ کیا ہے:

1. Anees, Munawar A. and Alia'N. Athar. Hadith and Sira Literature in Western Languages: A Bibliographical Study. Bloomington, Indiana: The Author, 1980. 462p [Comprises 1604 annotated entries].
2. Guide to Sira and Hadith Literature in Western Languages. London: Mansell Publishing, 1986. 371p.
   [Comprises 2966 annotated entries on Sira, Hadith and

related subjects]

درج بالا دونوں کتب کتابیات سیرت سے تعلق رکھتی ہیں اور ان میں بالترتیب ۱۶۰۴ اور ۲۹۶۶ کتب کا تذکرہ شامل ہے۔

(۱۳) فہرست' قومی نمائش کتب سیرت ۱۹۸۴ء' ادارہ تحقیقات اسلامی' اسلام آباد' کل صفحات ۲۷۴' کل تعارف اُردو کتب ۱۸۳' کل تعارف انگریزی کتب ۲۶۱

(۱۴) رحمۃ للعالمین' کتابیاتی جائزہ' ہدایت اللہ' سنگ میل پبلیکیشنز' لاہور' ۱۹۹۱ء' کل صفحات ۱۵۹' تعارف کل کتب اُردو ۶۲۷' پشتو ۶' پنجابی ۲۹' سندھی ۵' عربی ۱۹' فارسی ۸' انگریزی ۲۰۱

(۱۵) سیرت النبی سے متعلق فہرست کتب' حافظ حبیب احمد' مکتبہ سید احمد شہید' لاہور' ۲۰۰۱ء' کل صفحات ۱۹۳

(۱۶) فہرست کتب سیرت' فخر الزمان' مسند سیرت' شعبہ علوم اسلامیہ و عربی' گورنمنٹ کالج یونیورسٹی' فیصل آباد' ۲۰۱۵ء' کل تعارف کتب اُردو ۱۰۰۷' کتب انگریزی ۱۰

(۱۷) ڈاکٹر طاہر القادری نے میلبورن یونیورسٹی' آسٹریلیا میں گفتگو کے دوران کتب سیرت شائع شدہ و مخطوطات کو ملا کر ۵۰۰۰۰ کی تعداد بتائی ہے۔

(۱۸) اطراف سیرت' ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر' نشریات' لاہور

(۱۹) اشاریہ السیرۃ عالمی' زوار اکیڈمی پبلیکیشنز' کراچی' ۲۰۱۲ء

(۲۰) مصادر سیرت' ڈاکٹر یاسین مظہر صدیقی' ۳ جلدیں

(۲۱) ماہنامہ تعمیر افکار' کراچی میں حافظ محمد عارف گھانچی کی مرتب کردہ ۴۰۰۰ کتب سیرت کی فہرست قسط وار چھپی ہے' السیرۃ عالمی' کراچی' ۲۰۰۷ء

(۲۲) اُردو تراجم عربی کتب سیرت

حافظ محمد عارف گھانچی کی مرتب کردہ اُردو تراجم عربی کتب سیرت میرے پیش نظر ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ عربی اور دوسری زبانوں میں تحریر کی جانے والی کتب سیرت کو اُردو میں منتقل کرنے کا کام عرصے سے جاری ہے۔ اس فہرست میں قدیم و جدید دونوں طرح کی کتب سیرت شامل ہیں۔ دراصل درج بالا عنوان کے تحت جو فہرست مرتب کی گئی ہے اس میں دو

علیحدہ فہرستیں شامل ہیں۔ایک وہ جو عربی سے اُردو میں منتقل کی گئی ہیں اور دوسری وہ جو اُردو کتب سیرت ہیں۔پہلی فہرست ان کتب کا احاطہ کرتی ہے جو وقتاً فوقتاً عربی سے اُردو میں منتقل کی گئی ہیں۔اس فہرست کو مرتب کرنے والے نے اسے لائبریری سائنس کے اصولوں کے مطابق مرتب کیا ہے۔ہر کتاب کی جو تفصیلات فہرست میں شامل کی گئی ہیں ان میں کتاب کا نام،مصنف کا نام،مترجم کا نام،ناشر کا نام،مقام اشاعت،سن اشاعت اور کل صفحات شامل ہیں۔

فہرست اُردو تراجم کتب سیرت

اس فہرست میں ۱۷۱ کتابوں کو شامل کیا گیا ہے۔

فہرست اُردو کتب سیرت

اس فہرست میں کل ۵۶۲ کتابوں کا ذکر اور تفصیلات شامل کی گئی ہیں۔

(۲۳) انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی،اسلام آباد کی لائبریری میں کم وبیش ۲۷۰۰۰ کتب سیرت کا ذخیرہ موجود ہے۔

(۲۴) پروفیسر سید گل محمد شاہ بخاری کی لائبریری واقع لاڑکانہ،سندھ،میں کتب سیرت کا عظیم ذخیرہ موجود ہے۔اندازے کے مطابق اس لائبریری میں ۱۰۰۰۰ کتب سیرت موجود ہیں۔

(۲۵) بیت الحکمت کے نام سے لاہور میں پروفیسر عبدالجبار شاکر مرحوم کی لائبریری موجود ہے۔کتب سیرت اس لائبریری کی امتیازی خصوصیت ہے۔

(۲۶) مدینۃ الحکمت لائبریری،حب ریور روڈ کراچی میں کتب سیرت کا بیش بہا ذخیرہ موجود ہے۔

27. MUHAMMAD THE PROPHET, A Selected Bibliography, by Muhammad Maher Hamadeh, The University of Michigan, Ph.D. 1965 Library Science, University of Michigan, Ann Arbor, USA total (legal size) pages 315.

(۲۸) ایک ایرانی محقق جن کا نام رفاعی ہے،نے ۱۲ جلدوں میں سیرت کے موضوع پر ایک کتاب تیار کی ہے،جس میں صرف عربی کتب کا ذکر ہے اور اس میں ۲۹۰۰۰ سے زیادہ اندراجات ہیں۔[1]

---

[1] محاضرات سیرت،ڈاکٹر محمود احمد غازی،ص ۶۹۲،۶۵۸،۷۴۹،الفیصل،لاہور،۲۰۰۹ء

(۲۹) قاموس سیرت (حروف ف تا ی) اساسی ماخذ کی روشنی میں، ضیاء الدین احمد، شعبہ مطالعۂ سیرت و اسلامیات، یونیورسٹی آف پشاور، ۲۰۰۴ء (مقالہ ایم فل)

(۳۰) کتب سیرت کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ، المعارف، لاہور، ۱۹۸۶ء

(۳۱) دعوۃ اکیڈمی کی لائبریری میں کتب سیرت، محمد ذوالقرنین اختر، فکر و نظر، اسلام آباد، ۲۰۱۲ء

(۳۲) برصغیر پاک و ہند میں 1995ء-۲۰۰۴ء تک سیرت النبی پر لکھی گئی اُردو، عربی، انگلش کتب کا تعارف، ارم محمود، بہاولپور، شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور، ۲۰۰۵ء (مقالہ ایم فل)

(۳۳) سندھی میں چند کتب سیرت کا تعارف، سید گل محمد شاہ بخاری، السیرۃ عالمی، کراچی، ۲۰۰۸ء

(۳۴) دعوۃ اکیڈمی لائبریری میں سیرت النبی پر اُردو کتب، چودھری محمد رفیق، دعوۃ، اسلام آباد، ۲۰۰۹ء-۲۰۱۰ء

(۳۵) کتابیات سیرت رسول (۱۹۳۷ء-۱۹۸۷ء)، مرتب حفیظ تائب، نظر ثانی و اضافہ ڈاکٹر انور محمود خالد، نیشنل بک آف پاکستان، ۱۹۸۸ء

(۳۶) سیرت النبی، سندھ کے ادبی سرمایہ کا جائزہ، کریم بخش خالد، المعارف، لاہور، ۱۹۸۰ء

(۳۷) قاموس سیرت، اساسی ماخذ کی روشنی میں (حرف ا تا ذ)، سید حسن خان، شعبہ مطالعۂ سیرت و اسلامیات، یونیورسٹی آف پشاور، ۲۰۰۳ء

(۳۸) عہد نبوی کا نظام سیاست، کتابیات، فکر و نظر، اسلام آباد، ۲۰۱۲ء

(۳۹) مخطوطات حدیث و سیرت، منیر احمد خان، السیرۃ عالمی، کراچی، ۲۰۰۲ء

(۴۰) سیرت النبی ﷺ اور فکر و نظر، فکر و نظر، اسلام آباد، ۲۰۱۲ء

(۴۱) پاکستان کے دس اہم رسائل میں سیرت طیبہ پر نگارشات (مجمل اشاریہ)، زاہدہ پروین، کلیہ عربی علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۳ء (مقالہ ایم فل)

(۴۲) پشتو زبان میں سیرت کی کتابیں، سعید اللہ قاضی، فکر و نظر، اسلام آباد، ۱۹۷۷ء

(۴۳) پشتو زبان میں سیرت کی کتابیں، الحق، اکوڑہ خٹک، ۱۹۷۸ء

(۴۴) مسئلہ حیات النبی پر لکھی جانے والی کتب، عبد المجید سلفی، حق چار یار، لاہور، ۲۰۰۸ء

(۴۵) یونیورسٹیوں میں سیرت پر لکھے گئے مقالات، سمیع الرحمن محدث، لاہور، ۲۰۰۹ء

(۴۶) سیرت کی چھیالیس مطبوعہ اور قلمی کتابیں، مسعود سولم الشامان، ترجمہ اجمل اصلاحی، نقوش، رسول نمبر، ادارہ فروغ اُردو، لاہور، ۱۹۸۴ء

(۴۷) اُردو میں کتب سیرت، سید افتخار حسین شاہ، المعارف، لاہور، ۱۹۸۰ء

(۴۸) منتخب صدارتی انعام یافتہ اُردو کتب سیرت کا علمی جائزہ، شہزادی کرن، شعبہ مطالعۂ سیرت واسلامیات، یونیورسٹی آف پشاور، ۲۰۰۶ء (مقالہ ایم فل)

(۴۹) اُردو زبان میں چند اہم کتب سیرت، محمد میاں صدیقی، فکر و نظر، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء

(۵۰) سیرت نبوی ﷺ کے مآخذ پر جدید اُردو تحقیقات، محمد یٰسین مظہر صدیقی، فکر و نظر، اسلام آباد، ۲۰۱۴ء

(۵۱) سیرت نبوی کے مصادر و مراجع، عبد الرؤف ظفر، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، ۱۹۹۴ء

(۵۲) سیرت طیبہ پر ابتدائی یورپین تصانیف، محمود الحسن عارف، المعارف، لاہور، ۱۹۸۶ء

(۵۳) مسجد نبوی کی لائبریری میں سیرت النبی کا ذخیرہ، السیرۃ عالمی، کراچی، ۲۰۱۱ء

(۵۴) فرہنگ سیرت، سید فضل الرحمن، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی، ۲۰۰۳ء

(۵۵) سیرت طیبہ پر مستشرقین کی تصانیف، عبد الرحیم قدوائی، فکر و نظر، اسلام آباد، ۱۹۸۲ء

(۵۶) سیرت نبوی کے منہاج، سمیع اللہ قریشی، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹۵ء

(۵۷) اُردو کتابیات سیرت، السیرۃ عالمی، کراچی، ۲۰۰۸ء

(۵۸) ایوارڈ یافتہ کتب سیرت: ایک نظر، السیرۃ عالمی، کراچی، ۲۰۰۹ء

(۵۹) جدید کتب سیرت، السیرۃ عالمی، کراچی، ۲۰۰۷ء

(۶۰) جدید کتب سیرت، السیرۃ عالمی، کراچی، ۲۰۰۸ء

(۶۱) جدید کتب سیرت، السیرۃ عالمی، کراچی، ۲۰۱۰ء

(۶۲) فہرست جدید کتب سیرت ۲۰۰۸ء۔۲۰۱۱ء، السیرۃ عالمی، کراچی، ۲۰۱۲ء

(۶۳) فہرست جدید کتب سیرت، ۲۰۱۱ء۔۲۰۱۲ء، السیرۃ عالمی، کراچی، ۲۰۱۳ء

(۶۴) فہرست کتب سیرت خواتین، السیرۃ عالمی، کراچی، ۲۰۱۰ء

(۶۵) فہرست کتب سیرت قرآنی، السیرۃ عالمی، کراچی، ۲۰۱۱ء

(۶۶) فہرست منظوم کتب سیرت، السیرۃ عالمی، کراچی، ۲۰۱۰ء

(٦٧) موضوعاتی فہرست کتب بہ عنوان رحمۃ للعالمین' السیرۃ عالمی' کراچی' ۲۰۰۹ء
(٦٨) سیرت انسائیکلوپیڈیا' مکتبہ دار السلام' ریاض' ۱۴۳۳ھ
(٦٩) سیرت طیبہ پر رسائل وجرائد میں شائع ہونے والے اہم مقالات ومضامین: موضوعاتی فہرست' محمد اسماعیل' السیرۃ عالمی' کراچی' ۲۰۰۰ء
(٧٠) پاک وہند میں سیرت نمبروں کا اجراء (آغاز وارتقاء)' حافظ محمد ثانی' السیرۃ عالمی' کراچی' ۱۹۹۹ء
(٧١) مستشرقین کی کتب سیرت رسول' محمد ریاض' فکر ونظر' اسلام آباد' ۱۹۹۴ء
(٧٢) سیرت طیبہ پر رسائل میں شائع ہونے والے اہم مقالات ومضامین' مولوی محمد زبیر' السیرۃ عالمی' کراچی' ۱۹۹۹ء
(٧٣) شاہکار سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انسائیکلوپیڈیا' سید قاسم محمود' الفیصل' لاہور' ۲۰۱۴ء
(٧٤) اٹلس قرآن: رسول اعظم حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اردو/انگریزی)' اسلامک ریسرچ فاؤنڈیشن گلوبل' کینیڈا' ۲۰۰۸ء
(٧٥) مقامی زبانوں میں غیر مسلم مصنفین کی کتب سیرت' ممتاز لیاقت' فکر ونظر' اسلام آباد' ۱۹۹۴ء
(٧٦) برصغیر میں شمائل نبی پر لکھی جانے والی کتب' منیر احمد' فکر ونظر' اسلام آباد' ۲۰۰۵ء
(٧٧) کتابیات صلوۃ وسلام' شبیر احمد خان میواتی' السیرۃ عالمی' کراچی' ۲۰۰۳ء
(٧٨) سیرت نبوی کے قدیم واولین مآخذ اور ان کا تنقیدی جائزہ' تقی الدین ندوی' معارف' اعظم گڑھ' ۱۹۸۱ء
(٧٩) سیرت نبوی پر علمائے ہند کے عربی مخطوطات' توقیر احمد ندوی' معارف' اعظم گڑھ' ۲۰۰۳ء
(٨٠) سیرت نبوی کے قدیم واولین مآخذ اوران کا تنقیدی جائزہ' تصحیح واستدراک' محمد اجمل اصلاحی ندوی' معارف' اعظم گڑھ' ۱۹۸۱ء
(٨١) ابن نفیس کا رسالہ کاملیہ' تعارف وتجزیہ' محمد رضی الاسلام ندوی' السیرۃ عالمی' کراچی' ۲۰۱۱ء
(٨٢) قاموس سیرت (حروف رتا غ) اساسی مآخذ کی روشنی میں' نثار الحق' شعبہ مطالعہ سیرت واسلامیات' یونیورسٹی آف پشاور' ۲۰۰۵ء (مقالہ ایم فل)

(۸۳) سیرت النبی پر شائع ہونے والی کتابوں کا جائزہ' سید عارف حسین نقوی' ثقلین' اسلام آباد' ۱۹۹۶ء
(۸۴) کتابیات سیرۃ النبی' ثقلین' اسلام آباد' ۱۹۹۹ء
(۸۵) مخطوطات سیرت (فارسی) مسعود جھنڈیر لائبریری' بلال حسین نوشاہی' السیرۃ عالمی' کراچی' ۲۰۰۱ء
(۸۶) سیرت سرور کائنات حضرت محمدؐ' پاکستانی مطبوعات کا ایک منتخب کتابیاتی جائزہ' ہدایت اللہ' شعبہ علم کتب خانہ' جامعہ کراچی' ۱۹۷۲ء (مقالہ ڈی ایل ایس)
(۸۷) رحمت للعالمین کتابیاتی جائزہ' ہدایت اللہ' سنگ میل پبلی کیشنز' لاہور' ۱۹۹۱ء
(۸۸) اولین مغازی اور ان کے مؤلفین' ہوروتس جوزف' ترجمہ نثار احمد فاروقی' اسلام اور عصر جدید' نئی دہلی' ۱۹۷۲ء
(۸۹) سیرت نبوی کی اولین کتابیں اور ان کے مؤلفین' نثار احمد فاروقی' نقوش' رسول نمبر' ج ا' ادارہ فروغ اُردو' لاہور' ۱۹۸۲ء
(۹۰) اُردو نثر میں سیرت رسول' از ڈاکٹر انور محمود خالد' جو ۸۵۲ صفحات پر مشتمل ہے' جسے اقبال اکادمی لاہور نے ۱۹۸۹ء میں شائع کیا۔ اس کتاب میں بہت سی اُردو کتب سیرت کا ذکر ہے اور بہت سی کتب کا تعارف بھی شامل ہے۔ یہ کتاب اُردو کتب سیرت کی کتابیات مرتب کرنے کے لیے ایک اہم ذریعہ (Source) ہے۔ اس کتاب میں شامل یہ عنوانات خاص طور پر توجہ کے مستحق ہیں:

غیر مسلم سیرت نگار اور ان کی کتب سیرت' نوار محمدی' سیرت محمدیہ' سیرت رسول' سیرت النبی' رحمت للعالمین' نشر الطیب' سوانح عمری حضرت رسول کریم' خطبات مدراس' سیرت رسول اللہ' اصح السیر' النبی الخاتم' محبوب خدا' سیرت المصطفیٰ' دیگر کتب سیرت' اہل حدیث سیرت نگار' دیوبندی سیرت نگار' بریلوی سیرت نگار' سیرت رسول عربی' شیعہ سیرت نگار' قادیانی و احمدی سیرت نگار' بچوں کے لیے سیرت رسول' سیرت رسول کے اُردو تراجم' عہد حاضر کی اُردو کتب سیرت وغیرہ۔

(۹۱) پاکستان میں اُردو سیرت نگاری (ایک تعارفی مطالعہ)

سید عزیز الرحمن کی یہ کاوش ۱۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ دارالعلوم والتحقیق برائے علمی

تحقیق و ٹیکنالوجی کے زیر اہتمام زوار اکیڈمی، کراچی کی طرف سے اگست ۲۰۱۲ء میں شائع ہوئی۔ دراصل یہ ایک لیکچر تھا جو ادارہ تحقیقات اسلامی/ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے زیر اہتمام ایک نشست میں دیا گیا تھا۔ اس میں بعض اضافے کر کے اس کو شائع کر دیا گیا۔ اس کتاب کے چند مشمولات درج ذیل ہیں:

اردو سیرت نگاری کو تین ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے: پہلا دور میلاد ناموں کا دور تھا جس کا اختتام سرسید پر ہوا۔ دوسرا سرسید سے شروع ہوا اور تیسرے دور کا آغاز قیام پاکستان کے بعد ہوا ہے۔

قیام پاکستان کے بعد اُردو زبان میں سب سے پہلی کتاب عطاء اللہ ٹونکی کی سیرت فخر دو عالم ہے جو ۱۹۴۸ء میں مکتبہ جادہ ادب کے تحت لاہور سے شائع ہوئی۔ پھر ۱۹۴۹ء میں غلام احمد پرویز کی کتاب ''معراج انسانیت'' ادارہ طلوع اسلام لاہور کے تحت شائع ہوئی۔ اسی سال رئیس احمد جعفری کی کتاب ''رسالت مآب ﷺ'' شائع ہوئی۔ اسی سال مفتی محمد شفیع صاحب کی کتاب ''آداب النبی ﷺ'' شائع ہوئی جو دراصل اس نام سے امام غزالی کی کتاب کا اُردو ترجمہ ہے۔ ۱۹۴۹ء ہی میں ماہر القادری کا سیرتی ناول ''دریتیم ﷺ'' کے نام سے شائع ہوا اور اسی سال سیماب اکبر آبادی کی کتاب ''سیرت النبی ﷺ'' شائع ہوئی۔ اس طرح ۱۹۵۱ء میں رفیق دلاوری کی کتاب ''سیرت کبریٰ'' شائع ہوئی۔ پھر ملا واحدی کی کتاب ''حیات سرور کائنات ﷺ'' شائع ہوئی۔ ۱۹۵۳ء میں اس کا پہلا حصہ اور دوسرا حصہ ۱۹۵۷ء میں شائع ہوا۔

(الف) معروف کتب سیرت

رفیق دلاوری ''سیرت کبریٰ'' عطاء اللہ خاں عطا ٹونکی ''سیرت فخر دو عالم ﷺ'' ملا واحدی ''حیاتِ سرور کائنات ﷺ'' نعیم صدیقی ''محسن انسانیت'' مولانا شاہ محمد جعفر پھلواروی ''پیغمبر انسانیت'' مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ''سیرت سرور عالم ﷺ'' ڈاکٹر خالد علوی ''انسانِ کامل'' پیر محمد کرم شاہ الازہری ''ضیاء النبی ﷺ'' شاہ مصباح الدین شکیل ''سیرت احمد مجتبیٰ'' عبدالدائم دائم ''سید الوریٰ'' حکیم محمود احمد ظفر ''سیرت خاتم النبیین'' سید فضل الرحمٰن ''ہادی اعظم'' محمد رفیق ڈوگر ''الامین ﷺ'' خالد مسعود ''حیات رسول امی ﷺ''

چوہدری افضل حق "محبوب خدا ﷺ" ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی "نور مبین" سید محمد رضائے غوث "کتاب خلیلی سیرت رحمۃ للعالمین" ڈاکٹر نصیر احمد ناصر "پیغمبر اعظم و آخر ﷺ" مولانا محمد اسماعیل آزاد "خیر البشر ﷺ" ڈاکٹر نعیم نقوی "سیرت النبی" وغیرہ شامل ہیں۔

مختلف موضوعات پر کتب سیرت کے عنوان سے درج ذیل کتب کا مختصر تعارف پیش کیا ہے: ڈاکٹر نور محمد غفاری "نبی کریم ﷺ کی معاشی زندگی" ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی "رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی" ڈاکٹر محمد حمید اللہ "عہد نبوی کے میدان جنگ" ڈاکٹر ظہور احمد اظہر "فصاحت نبوی" "شیریں زادہ خدوخیل" "عہد نبوی ﷺ میں شعر و ادب" ڈاکٹر نثار احمد "عہد نبوی میں ریاست کا نشوو ارتقاء" عبد القادر جیلانی "اسلام، پیغمبر اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر" حافظ سعد اللہ "نبی کریم ﷺ کی عائلی زندگی" حافظ سید فضل الرحمن "فرہنگ سیرت" ڈاکٹر نثار احمد "خطبہ حجۃ الوداع" سید عزیز الرحمن "خطابت نبوی" مولانا مجاہد الحسینی "سیرت و سفارت رسول ﷺ" ڈاکٹر فضل الٰہی "نبی کریم ﷺ بہ حیثیت معلم" ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی "نبی کریم ﷺ بہ حیثیت مثالی شوہر" محمد اسلم ملک "رسول اللہ ﷺ کی زرعی منصوبہ بندی" ڈاکٹر محمد طاہر القادری "خصائص مصطفیٰ ﷺ" حکیم محمود احمد ظفر "پیغمبر اسلام اور بنیادی انسانی حقوق" علامہ سید محمد اسماعیل "رسول عربی اور عصر جدید" ابو بہلول غلام الرسول عاملی "جامع مکاتیب الرسول" ڈاکٹر اسرار احمد "منہج انقلاب نبوی" پروفیسر ظفر احمد "السیرۃ النبویۃ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام: توثیقی مطالعہ"

(ب) قرآن حکیم کی روشنی میں سیرت طیبہ

سیرت نگاروں نے قرآن کریم کی روشنی میں بھی کتب سیرت تحریر کرنے کا اہتمام کیا ہے مثلاً عبد العزیز عرفی "جمال مصطفیٰ ﷺ" ڈاکٹر محمد ابو الخیر کشفی کی "حیات محمد، مقام محمد، اخلاق محمد" وغیرہ۔ اردو زبان میں اس اسلوب پر ۱۰۰ کے لگ بھگ کتب تحریر کی جا چکی ہیں۔ بعض بڑے ادیبوں نے قلم اٹھایا تو ان کے قلم سے ادبی اسلوب پر سیرت طیبہ کے شاہ کار نظر آئے مثلاً مولانا ولی رازی کی "ہادی عالم" اپنے موضوع پر بے مثال کاوش تسلیم کی گئی ہے اور پھر ماہر القادری کی "در یتیم" کو نمایاں مقام حاصل ہے جو پاکستان میں پہلا سیرتی ناول ہے۔ منظوم کتب سیرت تقریباً ۱۰۰ کے قریب شائع ہوئی ہیں۔

یوں تو اور بھی بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں سیرت پر اردو زبان میں لکھی گئی ہیں تاہم چند اہم کتابیں یہ ہیں:

(۱) تذکرہ جمیل
(۲) اصح السیر
(۳) اسوہ رسول
(۴) رحمت عالم
(۵) مہر نبوت
(۶) خطباتِ مدراس
(۷) تذکرۃ المصطفیٰ
(۸) پیغمبر صحرا
(۹) نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب
(۱۰) سیرت رسول
(۱۱) النبی الخاتم
(۱۲) سرورِ عالم
(۱۳) سوانح عمری محمد
(۱۴) حضرت محمد
(۱۵) ختم المرسلین
(۱۶) تاریخ احمدی
(۱۷) حدیث دفاع [1]

ڈاکٹر عزیز الرحمٰن نے اپنی مذکورہ کتاب میں فہرست کتب سیرت قرآنی کے زیر عنوان ۶۲ کتب، منظوم کتب سیرت کے زیر عنوان ۴۱ کتب، کتب سیرت خواتین کے زیر عنوان ۱۰۶ کتب کا تذکرہ شامل کیا ہے۔ اس کے علاوہ اُردو میں کیے گئے تراجم کتب سیرت کے بارے میں وہ لکھتے ہیں:

اُردو زبان کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اس میں تمام اہم عربی ماخذ سیرت ترجمہ ہو چکے ہیں، جن میں ابن اسحاق کی السیرۃ النبویہ، واقدی کی کتاب المغازی، ابن ہشام کی السیرۃ النبویہ، سہیلی کی الروض الانف، ابن قیم کی زاد المعاد، علی بن برہان الدین حلبی کی انسان العیون، بیہقی کی دلائل النبوۃ، ابن حزم کی جوامع السیرۃ، عبدالحی الکتانی کی التراتیب الاداریہ، قاضی عیاض کی الشفاء، علامہ سیوطی کی الخصائص الکبریٰ، قسطلانی کی المواہب اللدنیہ اور ابن الجوزی کی الوفاء شامل ہیں۔ [2]

بعد ازاں انہوں نے اُردو تراجم سیرت کی کتابیات میں ۲۲۳ کتب سیرت کا تذکرہ

---

[1] اطراف سیرت، ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر، ص ۳۴۷۔۳۴۸، ۳۵۰، نشریات، لاہور، ۲۰۱۴ء

[2] پاکستان میں اُردو سیرت نگاری، سید عزیز الرحمٰن، ص ۹۸، زوار اکیڈمی، کراچی، ۲۰۱۲ء

شامل کیا ہے۔

(۹۲) ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی کی کتاب سیرت نگاری کو بھی ہم اردو کتابیات سیرت کے ماخذ کے طور پر شمار کر سکتے ہیں۔ اس کتاب کے چند مشمولات حسب ذیل ہیں:

☆ احمد یار نعیمی: شانِ حبیب الرحمان من آیات القرآن، سلطنتِ مصطفیٰ، رسالہ نور، مواعظِ پیغمبری

☆ امام الدین قادری: الذکر المحمود فی بیان المولد المسعود

☆ محمد عبد العزیز چشتی: سیرت النبی الخلیل

☆ محمد عبد العلیم صدیقی: ذکرِ حبیب (دو حصے)

☆ محمد عبد الکریم قلعداری: روح العباد فی ذکر المیلاد، تاریخ صلح حدیبیہ و فتح مکہ

☆ غلام دستگیر نامی: نسب نامہ رسول انام و صحابہ کرام، تاریخ مکہ، تاریخ مدینہ

☆ قلندر علی سہروردی: جمالِ رسول، میلاد رسول، سیاحِ لامکاں، علم غیب، حلیۃ النبی

☆ فضل حق: سیرت الحبیب

☆ خواجہ محمد اکبر چشتی: تحفۃ النبی، تحفہ محمدی

☆ محمد اعظم نوشاہی: بے مثل بشر

☆ سید محمد حسن علی پوری: افضل الرسل

☆ محمد عمر اچھروی: مقیاس انور، مقیاس النبوۃ

☆ نور بخش توکلی، پروفیسر: سیرت رسول عربی، معجزات النبی، غزوات النبی، عید میلاد النبی، حلیۃ النبی، رسالہ نور، اخلاق النبی

☆ محمد صالح: سوانح عمری رسول مقبول، منہج العجول فی آداب الرسول

☆ اسماعیل نظامی: سیرت النبوی

☆ اعجاز قدوسی: سراپائے رسول

☆ افضل حق، چوہدری: محبوب خدا

☆ الٰہی بخش، مولوی: معراج رسول

☆ احمد دین گھکھڑوی: سیرت سید العالمین

☆ محمد انوار الحسن شیر کوٹی: سیرتِ پیغمبر اعظم

☆ ابویحییٰ امام خاں نوشہروی: مکالمات نبوی
☆ محمد حفیظ الرحمٰن بہاولپوری: الحبیب
☆ سلطان محمود: ضرورت رسالت (دو حصے)
☆ خواجہ عبدالحی فاروقی: ہمارے نبی، پیارے رسول
☆ مفتی عبدالعزیز مزنگوی: سیرت النبی، نسب نامہ نبی کریم ﷺ
☆ عبداللہ بہلوی: الشجرۃ الطیبہ، خیرالاذکار
☆ ابوالبرکات عبدالمالک کھوڑوی: النورالمرسل
☆ عبدالمجید خادم: رہبر کامل
☆ غلام اللہ قصوری: غزوات النبی
☆ محمد خلیل الرحمن: سوانح حیات نبی اکرم ﷺ
☆ غلام محمد جوآنوی: تحقیق العارفین فی حقیقت سید المرسلین
☆ حکیم مبارک علی ہمدانی: سیدالبشر
☆ محمد احمد سونی پتی: ختم نبوت
☆ ابوالحسنات محمد احمد قادری: شمیم رسالت
☆ محمد دین لاہوری: بستانِ محمدی
☆ بشیر احمد چوہدری: دو جہاں کے والی، قرآن اور صاحب قرآن
☆ غلام احمد پرویز: معراج انسانیت
☆ ثناءاللہ امرتسری: مقدس رسول
☆ حبیب احمد ہاشمی: مہمان عرش
☆ چراغ حسن حسرت: سرکار مدینہ، حیات النبی
☆ راشد الخیری: آمنہ کا لال، محسن حقیقی
☆ رفعت اقبال: اسوۂ حسنہ
☆ رئیس احمد جعفری: رسالت مآب
☆ آغا رفیق بلند شہری: آفتاب رسالت

☆ محمد رفیق دلاوری: محسن اعداء، سیرت کبریٰ
☆ سید امیر علی: سرورِ کائنات
☆ باری علیگ: محمد عربی
☆ ضیاء اللہ قادری: انوار المحمدیہ فی سیرت المصطفویہ
☆ احمد سعید کاظمی: معراج النبی، حیات النبی، میلاد النبی
☆ سید جعفر شاہ پھلواری: شانِ مصطفیٰ
☆ محمد منشا تابش قصوری: محمد نور
☆ محمد مشتاق احمد چشتی: مقام سنت
☆ غلام رسول سعیدی: مقام مصطفیٰ
☆ غلام مہر علی گولڑوی: خاتم النبیین، رسالہ نور محمد
☆ سید محمود احمد رضوی: دین مصطفیٰ، شانِ مصطفیٰ، خصائص مصطفیٰ، معراج النبی
☆ سید شجاعت علی قادری: مقام سنت، سیرت رسول اکرم ﷺ
☆ شریف احمد شرافت نوشاہی: شریف التواریخ (جلد اول کا پہلا حصہ سیرت پر مشتمل ہے)
☆ غلام محمود ہزاروی: سنت مصطفیٰ
☆ محمد شفیع اوکاڑوی: ذکر جمیل، الذکر الحسین، برکات میلاد، انوار رسالت
☆ منظور احمد فیضی: مختار کل، مقام رسول
☆ جعفر شاہ پھلواری: پیغمبر انسانیت
☆ ارشد القادری: محمد رسول اللہ قرآن میں
☆ ڈاکٹر محمد ارشد: شانِ حضور
☆ ڈاکٹر محمد حمید اللہ: رسول اللہ کی سیاسی زندگی، عہد نبوی کے میدان جنگ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی
☆ غلام رسول مہر: سرور عالم
☆ ابوالکلام آزاد: ولادت نبوی، شاہکار نبوت، رسول رحمت
☆ احسان بی اے: آفتاب تازہ، سیرت النبی، رسول اللہ میدانِ جہاد میں، ننھے حضور

☆ احمد حسین خاں: سیرت مقدسہ

☆ مرزا حیرت دہلوی: سیرت رسول

☆ ابو سلیم محمد عبدالحی: حیات طیبہ

☆ ابوالحسن علی ندوی: نبی رحمت

☆ آغا اشرف: محمد ﷺ

☆ محمد کریم بخش: ذکرِ رسول

☆ مناظر احسن گیلانی: النبی الخاتم

☆ نواب علی سید: سیرتِ رسول اللہ

☆ خواجہ کمال الدین: زندہ اور کامل نبی' بے نظیر کامیاب نبی

☆ میجر جنرل اکبر خاں: حدیث دفاع

☆ کرنل ڈاکٹر ایوب خاں: حیاتِ رسول

☆ خورشید احمد انور: محمد عربی

☆ حمید احمد خاں: اسوۂ حسنہ

☆ فقیر سید وحید الدین: محسن اعظم اور محسنین

☆ راجا محمد شریف: حیات رسول

☆ محمد قاسم نانوتوی: آب حیات (در اثبات حیاتِ سرورِ کائنات)

☆ مفتی محمد شفیع: آداب النبی' ختم النبوت (تین حصے)

☆ عزیز الدین احمد قادری: آئینہ خلق محمدی

☆ حکیم عنایت اللہ خاں: احسن الوسائل الی الصلوٰۃ علی النبی بالشمائل

☆ محمد عبدالجلیل: احیاء القلوب فی مولد المحبوب

☆ محمد ظفر الدین بہاری: تنویر السراج فی ذکر المعراج

☆ مولوی فیروز دین: خصائص وشمائل نبوی' معجزات نبوت' امہات المومنین

☆ محمد اشرف خاں عطا: تم خاتمہ یثرب

☆ جلیل الرحمٰن نقشبندی: زیارت رسول

☆ سید ممتاز علی: سبیل الرشاد (جشن عید میلاد)

☆ محمد ابراہیم میر: سیرت المصطفیٰ، تاریخ نبوی، سلم الوصول الی اسرار سر الرسول و نزول الملائکہ

☆ قاری محمد طیب: شانِ رسالت

☆ انور علی شاہ ہاشمی: عبدہٗ

☆ عبدالرحمٰن ہزاروی: صلوٰۃ الابرار علی النبی المختار

☆ سید دیدار علی شاہ: رسول الکلام فی بیان المولد والقیام

☆ غلام ربانی عزیز: سیرت طیبہ (دو حصے)

☆ پیر محمد کرم شاہ الازہری: سنت خیر الانام

☆ سید علی حسن سبزواری: اخلاقِ عالیہ

☆ حکیم محمد سردار خاں نشاط: ازواج النبی

☆ سید ظہور الحسن چھٹے لال میاں: ازواج النبی

☆ محمد ظفر الدین: اسوۂ حسنہ

☆ عاشق الٰہی: اسلام (سوانح عمری رسول کریم ﷺ)

☆ محبوب الٰہی: اسوۃ الرسول

☆ میر محمد اسحاق: انسانِ کامل

☆ مولوی نذیر احمد: امہات الامۃ

☆ فضل احمد: انوار الہدیٰ فی سیرت المصطفیٰ

☆ محمد انوار اللہ خان حیدرآبادی: انوار احمدی

☆ مباشہ فضل حسین: برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول

☆ محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی: بلاغ مبین، مکاتیب سید المرسلین

☆ عنایت رسول عباسی: بشریٰ

☆ فیروز الدین ڈسکوی: پیارے نبی کے پیارے حالات (حصہ اول دوم)

☆ منشی رحیم بخش: پیارے نبی کے پیارے حالات (حصہ سوم)

☆ محمد سلیمان فاروق: پیغمبر اسلام

☆ کے ایل گابا: پیغمبر صحرا
☆ حافظ محمد انوار الحق: تذکرۃ الحبیب
☆ سید نواب علی رضوی: تذکرۃ المصطفیٰ
☆ مولوی حسن کاکوروی: تفریح الاذکیاء فی احوال الانبیاء
☆ پادری برکت اللہ: توراتِ موسوی اور محمد عربی
☆ محمد نظام الدین احمد ہاپوڑی: جنات النعیم فی ذکر الکریم
☆ عبد المجید قرشی: جگت مہرشی (آٹھ ہندو علماء کے لیکچر)
☆ میجر جنرل اکبر خاں: حدیث دفاع
☆ عطاء اللہ ایڈووکیٹ: سرورِ کائنات اور عبادات
☆ نذیر احمد سیماب گورداسپوری: خاتم النبیین
☆ محمد میمن جوناگڑھی: خطبات محمدی
☆ میمونہ سلطان بیگم شاہ بانو: ذکرِ مبارک
☆ حبیب الرحمٰن خاں شروانی: ذکر جمیل ذکر الحبیب
☆ نعیم صدیقی: رسول اور سنت رسول
☆ گورودت سنگھ دارا: رسولِ عربی
☆ حاجی نور حسین صابر: رسولِ مقبول
☆ مولانا محمد علی لاہوری ایم اے: زندہ نبی کی زندہ تعلیم سیرت خیر البشر
☆ منشی امتیاز علی: سراج منیر
☆ محمد طاہر فاروقی: سرکارِ دو عالم
☆ مولوی الف دین: سردار انبیاء
☆ شاہ ظہیر الدین: سوانح عمری حضرت رسول کریم ﷺ
☆ شیخ عبد القادر (سابق سوداگر مل): سید الانبیاء
☆ احمد حسین خان: سیرت احمدی
☆ اسماعیل نظامی: سیرت النبوی

☆ مولوی عبدالعلیم اصراری بی اے: سیرۃ نبوی اور مستشرقین

☆ سید زین العابدین ولی اللہ: سیرۃ نبوی احادیث کی روشنی میں

☆ آنجہانی سوامی لکشمی: عرب کا چاند

☆ غلام محمد ہادی علی خان: مجمع الحسنات فی ذکر اشرف الکائنات

بچوں کے لیے کتب سیرت

بچوں کے لیے لکھی گئی کتب سیرت میں سرور کائنات (قاضی عبدالنبی کوکب) آفتاب رسالت (حاجی عبدالحمید خاں) آنحضرت (الیاس احمد مجیبی فرخ آبادی) اسوۂ حسنہ تین حصے رسول اکرم (رفعت اقبال) اللہ کے پیارے رسول (انوار الحسن) الامین (شیخ محمد اکرم) ہمارے رسول' پیارے نبی (خواجہ عبدالحی فاروقی) تذکرہ حبیب (محمد حسین) حبیب خدا (محی الدین قصوری) حضرت محمد (شیخ عظیم اللہ) حیات مصطفیٰ (سید عبدالرحمن گیلانی) خاتم النبیین (ابراہیم العمادی) محمد' خلق عظیم (عبدالحمید بھٹی) رحمت کا خزانہ (عبدالقیوم ندوی)' رسول عربی (عبدالسلام خورشید) رسول مقبول (محمد رفیق) سرکار دو عالم (محمد حسین ندوی) سید الانبیاء (غلام ربانی) سیرت رسول اکرم (ظہیر احمد تاج) سیرت رسول' سیرت رسول مقبول (عتیق احمد صدیقی) سیرت سید المرسلین (مرتضیٰ احمد میکش) سیرت محمد رسول اللہ (مقبول احمد سیوہاری) سیرت نبوی (خواجہ حسن نظامی) سیرت النبی (ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ) طلوع اسلام (رشید اختر ندوی) ہمارے نبی' ماہ یثرب (نواب علی خاں) المصطفیٰ (ایم اے شاہد) نبی عربی (قاضی زین العابدین میرٹھی) خاص طور پر اہم ہیں جن سے عام پڑھے لکھے لوگ بخوبی استفادہ کر سکتے ہیں۔

کتب سیرت کے اُردو تراجم

یہ ایک انتہائی خوشگوار اور صحت مند رویہ اُردو کے دینی ادب میں ہر دور میں پایا جاتا رہا ہے کہ ہمارے مصنفین نے عربی فارسی اور انگریزی زبان کی بعض اہم دینی کتب کو اُردو کے قالب میں ڈھال کر پیش کیا ہے۔ چنانچہ اسی روایت کے پیش نظر ماضی قریب اور دور حاضر میں بہت سی نایاب اور معروف کتب سیرت کے تراجم ہوئے ہیں جس سے اُردو کے دینی اور بالخصوص سیرت ادب میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے' چنانچہ پرانی کتب سیرت میں سیرت ابن

ہشام، طبقات ابن سعد، شمائل ترمذی، تاریخ طبری، سیرت ابوالفتح بن سید الناس، مواہب اللدنیہ، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، زاد المعاد، سیرت حلبیہ، الوفاء باحوال المصطفیٰ، مدارج النبوت، معراج النبوت، شواہد النبوت، جذب القلوب، سید المرسلین، جلاء الافہام، خصائص الکبریٰ۔

اور بہت سی ایسی کتب ہیں جن کے اُردو تراجم نہایت ہی محبت کے ساتھ کیے گئے ہیں جبکہ دورِ جدید کی نہایت اہم کتب سیرت محمد عربی (تالسائی) حیات محمد (ہیکل) بطلِ نبوت (تھامس کارلائل) تاجدار دو عالم (عبدالرحمن عزام) رسالت خاتم النبیین (سید عبدالحمید خطیب) سرورِ کائنات (سید امیر علی) محمد رسول اللہ (آر وی جس باڈلے) سنت رسول (شیخ مصطفیٰ الباعی) ہیرو اینڈ اے پرافٹ (کارلائل) سید العرب (عمر ابی النصر) عہد نبوی کی اسلامی سیاست (عبدالمتعال الصعیدی) محمد رسول اللہ (توفیق الحکیم) مقدمہ زندگانی محمد (ہیکل کی کتاب کا مقدمہ) نبی امی (عمر ابوالنصر) جواہر البحار، مختصر خصائص نبوی، معجزات سید المرسلین، برکات آلِ رسول (یوسف نبہانی) عبقریت محمد (عباس محمود العقاد) سید العرب (عمر ابو النصر) پیغمبر صحرا (کے ایل گابا) محمد رسول اللہ (محمد رضا مصری) آنحضرت بہ حیثیت سپہ سالار (محمود خطاب شیث) کے تراجم بھی اُردو میں ہو چکے ہیں۔[1]

(۹۳) عربی اُردو کتب سیرت کا تعارف

کتاب کے مؤلف محمد نعمان نے اس کتاب میں درج ذیل عنوانات کا احاطہ کیا ہے:

(الف) تاریخی تسلسل کے اعتبار سے تہتر (۷۳) عربی کتب سیرت کا تعارف، مصنف کا نام، صفحات یا جلدوں کی تعداد اور ناشر کا نام۔

(ب) بہتر (۷۲) اُردو کتب سیرت کا تعارف، کتاب کا نام، مصنف کا نام، تالیف کا زمانہ، سال، کل صفحات، جلدوں کی تعداد اور ناشر کا نام۔

(ج) غیر مسلم مصنفین کی لکھی گئی سیرت پر تصانیف و مقالات۔ دس (۱۰) ایسی تحریروں کا تذکرہ شامل ہے۔

(د) کتاب کے آخری حصہ میں اُردو زبان میں لکھی گئی سیرت کی چھ سو اڑتالیس (۶۴۸) کتب کی فہرست شامل کی گئی ہے۔

---

[1] سیرت نگاری، ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی، ص ۸۸۔۹۵، رضا پبلیکیشنز لاہور، ۱۹۹۱ء

کتاب کے اس حصہ میں بھی کتاب کا نام، مصنف کا نام اور ناشر کا نام شامل کیا گیا ہے۔

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعتِ شان ورفعنا لك ذكرك دیکھے

سندھی میں لکھی گئی کتبِ سیرت کی کتابیات

سندھی میں لکھی گئی کتبِ سیرت کی کتابیات بھی دستیاب ہوئی ہے۔ اُردو زبان میں یہ کتابیات مجلہ "السیرۃ عالمی" میں شائع ہوئی ہے۔ اس مجلہ کے مطابق یہ فہرست اُردو میں پہلی بار پیش کی جا رہی ہے۔ فہرست میں کتاب کا نام، مؤلف کا نام درج ہے۔ فہرست میں درود شریف پر مشتمل کتب کو علیحدہ درج کیا گیا ہے۔ اس فہرست میں کل ۴۷۲ کتب اور درود شریف کی ۳۲ کتب کا تذکرہ شامل ہے، گویا کل ۵۰۴ کتب۔ فہرست کے نوٹ میں یہ بات لکھی گئی ہے کہ اس میں دس بارہ کتب کے علاوہ باقی تمام کتب سیرت لائبریری شہدادکوٹ، سندھ میں موجود ہیں۔ [۱]

نعت، نشید، قصائد

صرف نثر میں ہی نہیں، بلکہ نظم میں بھی آپ ﷺ کے بارے میں اتنا کچھ لکھا گیا ہے کہ اس کا احاطہ کرنا ناممکنات میں سے ہے۔ آپ ﷺ کی مدح میں جتنی نعتیں، نشید اور قصائد لکھے گئے ہیں ان کی تفصیل کسی بھی شخص کو حیران و ششدر کر دینے کے لیے کافی ہے۔ منظوم مدح سرائی کی یہ دنیا ایک سمندر ہے، بحرِ بے کراں ہے، حیرت کدہ ہے۔ اگر آپ اس بحرِ بے کنار میں غواصی کریں تو حیرت کی ایک نئی دنیا دریافت کریں گے۔ یہ وسعت مقدار کے اعتبار سے بھی ہے اور معیار کے اعتبار سے بھی۔

نعت ایک سہ حرفی لفظ ہے، جس کے معنی تعریف و توصیف کے ہیں، لیکن اُردو ادب میں نعت کا لفظ حضور ﷺ کی مدح کے لیے ہی مخصوص ہے۔ بقول ڈاکٹر عاصی کرنالی:

لغوی معانی و مفاہیم کے باوجود اصطلاحی طور پر نعت کا لفظ حضرت محمد ﷺ ہی کی ذات گرامی اور صفات حمیدہ و طیبہ ہی کے بیان کے لیے مخصوص ہے جبکہ دوسری ہستیوں کے لیے وصف، مدح، مدحت، منقبت، تعریف، توصیف کے الفاظ کا استعمال انہیں ممتاز و مختلف کرتا ہے۔ [۲]

---

[۱] السیرۃ عالمی، ش ۱۳، ص ۲۷۶-۳۰۰، زوار اکیڈمی، کراچی، ۲۰۰۵ء

[۲] اُردو نعت پاکستان میں، ڈاکٹر شہزاد احمد، ص ۵۱، حمد و نعت ریسرچ فاؤنڈیشن، کراچی، ۲۰۱۴ء

لفظ نعت اتنا معروف و مخصوص ہو گیا ہے کہ اس کا مطلب و مفہوم آپ ﷺ کی تعریف و توصیف کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔

ڈاکٹر شہزاد احمد کے مطابق

☆ اُردو نعت کا باقاعدہ آغاز گیارھویں صدی ہجری میں ہوا۔ اُردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر سلطان محمد قلی قطب شاہ ہیں۔

☆ اس صدی میں مثنوی میں نعتیہ شاعری عام تھی۔ اس کے علاوہ نور نامے مولد نامے معراج نامے وفات نامے اور منظوم سیرت نگاری کا آغاز بھی ہوا۔

☆ تیرہویں صدی ہجری میں اُردو نعت نے مستقل فن کی حیثیت اختیار کر لی۔ اس دور میں میر تقی میر کرامت علی شہیدی مومن خان مومن امیر مینائی محسن کاکوری کفایت علی کافی غلام امام شہید حافظ لطف بریلوی شیر محمد ایمان اعز الدین نامی فیاض الدین بندہ اور محمود علی ناظم کے نام معروف ہیں۔

☆ نعت گوئی کا جدید دور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد شروع ہوا ہے۔ اس دور کے معروف شعراء میں الطاف حسین حالی شبلی نعمانی ناظم طباطبائی مولانا احمد رضا خان بریلوی بیدم وارثی اکبر وارثی میرٹھی اور جلیل مانکپوری شامل ہیں۔

☆ اس کے بعد سے لے کر قیام پاکستان تک مولانا محمد علی جوہر ضیاء القادری بدایونی اقبال سہیل اعظم گڑھی سیماب اکبر آبادی امجد حسین امجد حیدر آبادی بہزاد لکھنوی منور بدایونی ماہر القادری اقتی کاظمی امروہوی عاقل اکبر آبادی عزیز جے پوری اور حفیظ جالندھری نے اس فن کی بنیادوں کو مضبوط کیا۔

☆ جہاں ڈاکٹر محمد اقبال مولانا ظفر علی خان اور مولانا حالی نعت گوئی میں نمایاں نظر آتے ہیں وہیں مولانا احمد رضا خان بریلوی نے نعت گوئی کی تاریخ میں اہم منفرد اور مقبول ترین مقام حاصل کیا ہے۔[1]

نعت گوئی کا آغاز حضور ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے سے صدیوں پہلے ہو چکا تھا۔

ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر قادری ابو العلائی فرماتے ہیں:

---

[1] ایضاً ص ۲۳-۳۲

ہجرت رسالت مآب ﷺ سے ایک ہزار سال قبل بادشاہ یمن تبع حمیری نے بحر و وزن کے ساتھ نعتیہ اشعار لکھ کر نعتیہ شاعری کی ابتدا کی' جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نعتیہ شاعری کی ساکھ اور اس کی روحانی قدریں کتنی مستحکم اور قدیمی ہیں کہ تقریباً پچیس سو برسوں سے یہ مقدس فریضہ انجام دیا جارہا ہے۔ [1]

کتب سیرت میں حضرت عبدالمطلب کا آپ ﷺ کو خانہ کعبہ میں لے جاکر دعائیہ اشعار پڑھنا' بارش کی دعا کے لیے حضرت ابوطالب کے مدح نبوی میں کہے گئے اشعار اور سیدہ آمنہ] کے بوقت ولادت کہے گئے اشعار کا تذکرہ ملتا ہے۔ اسی طرح جماعت صحابہ میں حضرت ابوبکر صدیق' حضرت علی' حضرت حمزہ' حضرت عبداللہ بن رواحہ' حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت کعب بن زہیر' حضرت کعب بن مالک' حضرت حسان بن ثابت' حضرت مالک بن نمط' حضرت عاتکہ بنت عبدالمطلب' حضرت فاطمہ زہرہ اور حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب y کے نام آتے ہیں۔ [2]

آنحضرت ﷺ کے ہم عصر شعراء میں ابوطالب' اعشیٰ' کعب بن زہیر t' حسان بن ثابت t' عبداللہ بن رواحہ t' عبداللہ بن زبعری t' کعب بن مالک t' فضالہ لیثی t اور عباس بن مرداس t کے نام اہم ہیں۔ [3]

اسی طرح کتب سیرت کے صفحات ۶۲۳ء میں ہجرت نبوی کے بعد آپ ﷺ کی مدینہ طیبہ میں ورود مسعود کے موقع پر بنی نجار کی بچیوں کی جانب سے پڑھے گئے "طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا" کے نعتیہ اشعار سے روشن ہیں۔

فتح مکہ کے بعد جب کعب بن زہیر بھیس بدل کر مدینہ منورہ آتے ہیں اور مدح رسول میں اپنی مشہور نعت "بانت سعاد" سناتے ہیں اور نہ صرف اپنی جان بخشی کا پروانہ پاتے ہیں' بلکہ ان اشعار کی قبولیت اور سند کے طور پر آپ ﷺ سے رداء مبارک بھی پاتے ہیں۔ اس قصیدہ کے تذکرہ سے بھی کتب سیرت تاباں نظر آتی ہیں۔ اس قصیدہ کا ایک شعر تبرکاً حاضر ہے:

---

[1] اُردو کا نعتیہ ادب' ڈاکٹر سید شمیم گوہر' ص ۱۰' مطبع اینگل پریٹرس' الٰہ آباد' ۲۰۰۰ء

[2] اُردو نعت پاکستان میں' ڈاکٹر شہزاد احمد' ص ۳۲ اور ۳۱' حمد و نعت ریسرچ فاؤنڈیشن' کراچی' ۲۰۱۳ء

[3] اُردو نثر میں سیرت رسول' ڈاکٹر انور محمود خالد' ص ۱۸۱' اقبال اکادمی' لاہور' ۱۹۸۹ء

إِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ يُسْتَضَاءُ بِهٖ
مُهَنَّدٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ مَسْلُوْلُ

بے شک رسول اکرم ﷺ نور ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ حضور اللہ کی تلواروں سے ایک بے نیام تلوار ہیں۔

اس موقع پر میں شاعر رسول حضرت حسان بن ثابت t جنہیں اپنے آقا ﷺ سے پسندیدگی اور پذیرائی کی سند عطا ہوئی کے اشعار رقم کرنا مناسب خیال کرتا ہوں:

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ
وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّءًا مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

یارسول اللہ ﷺ! میری آنکھ نے آپ جیسا خوبصورت ترین پیکر نہیں دیکھا
اور آپ سے بڑھ کر حسین و جمیل کسی ماں نے جنم نہیں دیا
آپ ہر عیب سے پاک پیدا فرمائے گئے
گویا کہ آپ حسب مرضی پیدا ہوئے

شعری روایت میں اگر ممدوح اللہ تعالیٰ کی ذات والا صفات ہو تو ہم اسے حمد و ثناء کہتے ہیں اور اگر ممدوح رسول خدا ﷺ ہوں تو ہم اسے نعت سے تعبیر کرتے ہیں۔ موضوع کے اعتبار سے اس میں آپ ﷺ کی زندگی اور سیرت سے متعلق تمام ہی پہلو یعنی تہذیبی ثقافتی سماجی اور سیاسی امور آتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ کے حالات' واقعات' سوانح' شمائل' فضائل' فرمودات' عادات' معمولات' آداب' عبادات' معجزات' مراسلات' پیغامات' غزوات' اخلاقیات' معاملات' جود و عطاء' ایثار و قربانی' ایثار و احسان' محبت و شفقت' سادگی و بے تکلفی' رحمت و رافت' شرم و حیاء' شجاعت و بہادری' امانت و دیانت' عزم و حوصلہ' تواضع و انکساری' زہد و قناعت' عیادت و تعزیت' ہمدردی و غم خواری غرض آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ کے سارے ہی پہلو آتے ہیں۔

نعت گوئی اگرچہ نثر میں بھی ممکن ہے' لیکن مروجہ طور پر اس لفظ کا استعمال آپ ﷺ کی

شعری مدح کے لیے ہی ہوتا ہے۔

نعت اور سیرت کا ربط بڑا گہرا ہے۔ نعت گو حضرات نے سیرت پاک کے تمام ہی موضوعات کو اپنے اشعار کا موضوع بنایا ہے' یہاں تک کہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ اور سیرت پر لکھی گئی کتب کو بھی شعر کے قالب میں ڈھالا گیا ہے۔

سیرت ابن اسحاق کی مقبولیت کی بناء پر لوگوں نے اس کو نظم کیا۔ چنانچہ ابو نصر فتح بن موسیٰ خضراوی المتوفی ۶۶۳ھ و عبد العزیز بن احمد المعروف بہ سعد دیری المتوفی فی حدود ۶۰۷ھ و ابو اسحاق انصاری تلمسانی و فتح الدین محمد بن ابراہیم معروف بہ ابن الشہید المتوفی ۷۹۳ھ نے منظوم کیا۔ اخیر کتاب میں تقریباً دس ہزار شعر ہیں اور اس کا نام "فتح الغریب فی سیرت الحبیب" ہے۔[1]

بعض شعراء نے آنحضرت ﷺ کی پوری سوانح کو منظوم کرنے کی کوشش بھی کی ہے' مثلاً حافظ زین الدین عراقی (م ۸۰۶ھ) نے جو حافظ ابن حجر العسقلانی کے استاد تھے' الفیہ (ہزار اشعار) کے نام سے سیرت منظوم لکھی ہے اور اس میں ہر طرح کے دلچسپ واقعات جمع کر دیئے ہیں۔ ان سے پہلے محمد بن ابراہیم المعروف بہ فتح الدین بن الشہید (م ۷۹۳ھ) نے دس ہزار ابیات پر مشتمل سیرت کی کتاب لکھی۔ اسی طرح الشمس الباعونی الدمشقی (م ۸۷۱ھ) نے مغلطائی کی مختصر سیرت کو ایک ہزار سے زائد اشعار میں نظم کیا ہے اور اس کا نام "منحۃ اللبیب فی سیرۃ الحبیب" رکھا۔ نصیر الدین ہاشمی نے اپنے مضمون "قدیم اُردو (دکھنی) میں سیرۃ النبی کا ذخیرہ" میں ان تمام مثنویوں کا ذکر کیا ہے' جو سیرۃ مقدس سے متعلق ہیں۔ ان میں معراج ناموں' مولود ناموں' شمائل ناموں اور وفات ناموں کے علاوہ اعجاز احمدی (چار جلدیں) اور ہشت بہشت (آٹھ جلدیں) جیسی ضخیم تصانیف بھی شامل ہیں۔ نوازش علی شیدا کی اعجاز احمدی (تصنیف ۱۱۸۷ھ) کی پہلی جلد میں آنحضرت ﷺ کی پیدائش سے چالیس سال کی عمر تک کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ نور محمدی' حمل' ولادت' رضاعت' شق صدر' رحلت آمنہ' وفات عبد المطلب' آنحضرت کا تجارت کے لیے ملک شام کو جانا' خدیجہ ؓ کا نکاح' حجر اسود کا نصب کرنا وغیرہ کے عنوانات قائم کیے گئے ہیں۔

---

[1] سیرت النبی شبلی نعمانی' ج ۱' ص ۳۹' الفیصل لاہور' ۲۰۰۵ء

دوسری جلد بعثت سے ہجرت تک کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس میں نبوت کی ابتدا' بی بی خدیجہ r اور حضرت علی t کا اسلام لانا' ابوبکر صدیق t' عثمان t وغیرہ کا اسلام لانا' آنحضرت کا قریش کو دعوتِ اسلام دینا' قریش کا ظلم و ستم' ہجرت حبشہ' حضرت حمزہ t کا اسلام لانا' حضرت عمر t کا ایمان لانا' سفر طائف وغیرہ کا بیان ہے۔

تیسری جلد میں ہجرت سے وفات تک کے حالات درج ہیں۔ عبداللہ بن سلام کا اسلام لانا' سلمان فارسی t کا ایمان سے مشرف ہونا' بی بی فاطمہ زہرا r کا عقد' جنگ بدر' جنگ احد' جنگ تبوک' حج الوداع' وفات وغیرہ عنوانات قائم کیے گئے ہیں۔

جلد چہارم میں حالات بعد وفات' معجزات اور فضائل' زیارت تربت وغیرہ امور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ نصیر الدین ہاشمی لکھتے ہیں کہ پہلی اور دوسری جلد کا حجم ۱۰۵ صفحات اور تیسری جلد ۲۶۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ پوری مثنوی کے اشعار کی تعداد تقریباً بیس ہزار ہوتی ہے۔ اسی طرح مثنوی ہشت بہشت (محمد باقر آگاہ) کی آٹھ جلدوں میں بھی سیرت پاک کے مختلف مباحث ہیں۔ ۱۱۸۳ھ اور ۱۲۰۶ھ کے درمیانی عرصے میں لکھی گئی اس طویل مثنوی کے اشعار کی تعداد بھی' مذکورہ بالا مقالہ نگار کی تحقیق کے مطابق' تخمیناً آٹھ ہزار ساڑھے چھ سو ہے۔ (ان آٹھ رسالوں کے عنوانات اور مندرجات کی تفصیل پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے)۔ [1]

علامہ یوسف النبہانی جو کہ ایک عظیم فقیہ تھے' انہوں نے اپنی ساری زندگی وقف کی ہوئی تھی تاکہ وہ نبی کریم ﷺ پر کیے گئے کام کو یکجا کر سکیں۔ انہوں نے عربی میں کہے گئے قصائد کو چار جلدوں میں مرتب کیا ہے اور خود بھی نعت کے ہزارہا شعر لکھے ہیں۔ [2]

سید صبیح الدین صبیح رحمانی نے اُردو نعت میں تجلیات سیرت کے نام سے ۳۳۷ صفحات پر مشتمل ایک کتاب مرتب کی ہے' جسے نعت ریسرچ سینٹر' کراچی نے شائع کیا ہے' جیسے کہ کتاب کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ اس کتاب میں ایسے نعتیہ اشعار اور نعتیہ کلام پر بات کی گئی ہے جس میں آپ ﷺ کی سیرت پاک پر بہ حیثیت مجموعی یا پھر آپ ﷺ کی حیات پاک کے انفرادی واقعات' معجزات' فرمودات' خصوصیات اور کمالات کو شعری آہنگ دیا گیا ہے۔

---

[1] اُردو نثر میں سیرت رسول' ڈاکٹر انور محمود خالد' ص ۱۴-۱۵' اقبال اکادمی لاہور ۱۹۸۹ء

[2] "And Muhammad is His Messenger", Anneman Schimmel, P.177 ,The University of North Carolina Press, USA: 1985,

درحقیقت ایسے اشعار اور کلام کا بھی ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کا ایک تحقیقی مضمون بعنوان علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی۔ ایک عظیم مدح نگار نعت رنگ میں شائع ہوا ہے۔ ڈاکٹر قریشی فرماتے ہیں:

☆ حافظ ابن عبد البر (م ۴۶۳ھ) نے ایک سوبیس مدح گو صحابہ کے نام گنوائے ہیں۔ حافظ ابن سید الناس (م ۷۳۴ھ) نے قصیدہ میمیہ لکھا، پھر منح المدح کے نام سے اس کی شرح لکھی، جس میں ترتیب ہجاء سے دوسو مدح گو صحابہ کے نام گنوائے ہیں۔

☆ عرب فطرتاً حقائق آشنا تھے اور جذبوں کو لفظوں میں ڈھالنے کا فن جانتے تھے۔ حضرت کعب t نے قصیدہ بانت سعاد لکھا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت کعب بن مالک، ابوسفیان بن حارث، العباس بن مرداس، النابغ الجعدری، عبداللہ بن الزبعری نے مدحت سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنا اپنا حصہ شامل کیا ہے۔

☆ بعدازاں مفسرین و محدثین، ائمہ لغت وعلماء نحو، درویش فراست اور صاحبان شوکت و حشمت نے بھی مدح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ضمن میں اپنا کلام شامل ذخیرہ کیا۔ ان متعدد اسماء میں الصرصری (م ۶۰۶ھ)، ابوتری (م ۶۶۲ھ)، الشہاب محمود الحلبی (م ۶۹۰ھ)، امام الجرجوی (۶۹۶ھ)، لسان الدین بن الخطیب (م ۷۷۶ھ)، ابن بنات (م ۷۶۸ھ)، ابرگی (م ۸۰۳ھ)، ابن خلدون (م ۸۰۸ھ)، الفیروز آبادی (م ۸۱۷ھ)، ابن حجۃ الحموی (م ۸۳۷ھ)، اترابی (م ۸۰۹ھ) الشہاب المقری (م ۱۰۴۱ھ) اور عبدالغنی النابلسی (م ۱۱۴۳ھ) نے بڑا نام پایا۔

☆ امام بوصیری (م ۶۹۶ھ) کا قصیدہ بردہ نعتیہ شاعری کا اسوۂ حسنہ ہے۔

☆ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدح خوانوں میں علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی کا نام ایک نمایاں نام ہے۔ ان کا ایک قصیدہ جو ''الرائیہ الصغریٰ'' کے نام سے مشہور ہے ۵۰۰ اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ قصیدہ سنت کی تعریف اور بدعت کے رد میں لکھا گیا ہے۔ دوسرا قصیدہ ''الرائیہ الکبریٰ'' جو ۱۷۵۰ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس قصیدہ میں عیسائیوں کی دین اسلام کے خلاف مہم کا بھرپور رد ہے۔ انہوں نے ''النظم البدیع فی مولد الشفیع'' کے زیر عنوان میلاد نامہ بھی لکھا ہے۔ ۱۲۳ بند پر مشتمل یہ مخمس محافل میلاد میں پڑھے جانے

کے قائل ہے۔

☆ علامہ نبہانی کا قصیدہ ہمزیہ "طیبۃ الغراء فی مدح سید الانبیاء" ۱۰۰۱ اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ قصیدہ مدحیہ شاعری کا بحر بے کنار ہے۔ مضامین کا تنوع' مگر تسلسل' الفاظ کی متانت' مگر روانی اس قصیدہ کو عربی ادب کا شاہکار بنا دیتی ہے۔

☆ ہمزیۃ النبہانی میں مدح شاری کے تمام ضوابط کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ سیرت وشمائل کا تذکرہ اور خاندانی وجاہت ونسلی صیانت کا ذکر' پھر صفات وخصائص خیر البشر' وجہ کائنات ہونے کا حوالہ' مولد پاک' توسل انبیاء کا دل آویز بیان' خاندان کے بزرگوں کی طہارت' رضاعت' شق صدر' والدین کریمین' تبلیغ اور اس کی مشکلات' شق قمر وشعب ابی طالب' عام الحزن' طائف کا سفر' معراج کی منزت کی روایات' بیعت انصار' ہجرت' مدینہ آمد' اذن قتال' غزوات' عمرۃ الحدیبیہ' یہود سے معاملات اور اخراج' فتح مکہ' غزوہ حنین' طائف' تبوک' حجۃ الوداع اور وفات' پھر عظمت کے آثار' معجزات کا تفصیلی بیان ابتدا سے انتہا تک واقعات سیرت کا مرغزار بہار ہا ہے۔ اک بے پایاں عقیدت ہے جو چھلکتی جا رہی ہے۔ ایک عاشق کی صدا ہے جو دلوں پر دستک دیتی ہے۔ ابتدا یوں ہوتی ہے:

نُوْرُكَ الْكُلُّ وَالْوَرٰى اَجْزَآءُ
يَا نَبِيًّا مِّنْ جُنْدِهِ الْاَنْبِيَآءُ
رُوْحُ هٰذَا الْوُجُوْدِ اَنْتَ وَلَوْلَا
كَ لَدَامَتْ فِيْ غَيْبِهَا الْاَشْيَآءُ
مُنْتَهَى الْفَضْلِ فِي الْعَوَالِمِ جَمْعًا
فَوْقَهٗ مِنْ كَمَالِكَ الْاِبْتِدَآءُ

آپ کا نور نورِ مبارک کل ہے' جبکہ پوری کائنات اس کے اجزاء وحصے ہیں' آپ ایسے نبی ہیں جن کے لشکر میں دوسرے تمام انبیاء ہیں' آپ اس وجود کے اصل روح رواں ہیں اور اگر آپ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا' آپ تمام عوالم کے لیے فضل کا منتہیٰ ہیں' ان کے اوپر آپ کے کمال کی ابتدا ہے۔

المجموعة النبهانية في المدائح النبوية

علامہ نبہانی کے شعری سرمایہ کا بیشتر حصہ ان کے مشہور مجموعہ "المجموعة النبهانية في المدائح النبوية" کے چار اجزاء میں موجود ہے۔ آپ خود باکمال شاعر تھے۔ انہوں نے نہایت وقیع قصائد قارئین کے لیے تحریر کیے۔ اسی پر اکتفانہ کیا' بلکہ عہد صحابہ کرام y سے اپنے دور تک جس قدر قصائد' معارضات' موشحات اور مخمسات اُن کو دستیاب ہوئے انہوں نے ان چار اجزاء میں جمع کر دیئے۔ ان پر حواشی لکھے اور دیباچہ کے طور پر نہایت کارآمد مباحث پر رائے زنی کی۔ اس طرح یہ چار اجزاء نعتیہ شاعری کا دائرہ معارف بن گئے۔ یہ قصائد ۲۱۳ اصحاب کی شعری کاوشوں کا ثمر ہیں۔ ان میں چونتیس معلوم صحابہ کرام y اور چار وہ ہیں جن کی عہد صحابہ میں مستند نشاندہی نہ ہو سکی۔ اس طرح اڑتالیس افراد کا تعلق عہد صحابہ سے ہے۔ ان میں ۱۶۰ وہ شعراء بھی ہیں جن کی نسبت اور اسماء معلوم نہیں اور ۵۱ مجہول ہیں۔ اس طرح عہد صحابہ کے بعد سے عصرِ حاضر تک ۱۷۵ شعراء کی شعری کاوشیں المجموعة النبهانية کی زینت بنتی ہیں۔ ان مدائح میں اصناف سخن کے لحاظ سے بھی تنوع ہے کہ ۴۵۶ قصائد' ۹۹ قطعات' ۱۳ مخمسات' ۱۲ موشحات' ایک تسدیس اور ایک تشطیر ہے۔ ان مختلف اصناف کے مظاہر میں صحابہ کرام y کے کل شعر ۴۶۱ ہیں جبکہ ۲۴۶۳۵ اشعار دیگر شعراء کرام کے ہیں۔ اس طرح کل شعر ۲۵۰۹۲ ہیں۔ مختلف ادوار پر پھیلا ہوا اس قدر ضخیم مجموعہ علامہ نبہانی کا وہ کارنامہ ہے جس پر عربی ادب کو ہمیشہ ناز رہے گا۔[1]

قصیدہ محمدیہ

حضور p کی مدح میں کہے گئے قصائد و نعت کا دامن بہت وسیع ہے۔ یہ وسعت مقدار کے اعتبار سے بھی ہے اور معیار کے اعتبار سے بھی۔ یہ قصائد محبت' عشق' احساسات' جذبات اور وارفتگی کی خصوصیات سے مالا مال ہیں۔ ان ہی قصائد میں سے ایک قصیدہ محمدیہ بھی ہے۔ یہ قصیدہ بھی قصیدہ بردہ شریف کے لکھنے والے امام ابوعبداللہ محمد بن سعید البوصیری (۶۰۸ھ-۶۹۵ھ) کا شاہکار ہے۔ یہ قصیدہ فصاحت کی خوبیوں سے مالا مال ادبی شاہکار بھی ہے اور اپنے محبوب نبی ﷺ کے ساتھ گہرے عشق کا اظہار بھی۔ اس قصیدے کے اشعار بے

---

[1] نعت رنگ' شمارہ ۲۵' ص ۵۹۵-۶۱۵' نعت ریسرچ سینٹر' کراچی' ۲۰۱۵ء

ساختہ اور اخلاص سے پر ہیں۔ قصیدہ کا ہر شعر ایک منفرد انداز سے اپنے محبوب کی مدح سرائی کرتا ہے۔ ہر شعر کا آغاز نام محمد (ﷺ) سے ہوتا ہے۔ پھر ہر شعر کا اگلا لفظ عربی حروف تہجی یعنی ا ب ت کی ترتیب سے شروع ہوتا ہے۔ اسی انداز میں بقیہ قصیدہ درجہ بدرجہ آگے بڑھتا ہے۔

مُحَمَّدٌ اَشْرَفُ الْاَعْرَابِ وَالْعَجَمِ
مُحَمَّدٌ خَيْرُ مَنْ يَّمْشِيْ عَلٰى قَدَمِ
مُحَمَّدٌ بَاسِطُ الْمَعْرُوْفِ جَامِعُهٗ
مُحَمَّدٌ صَاحِبُ الْاِحْسَانِ وَالْكَرَمِ
مُحَمَّدٌ تَاجُ رُسُلِ اللّٰهِ قَاطِبَةً
مُحَمَّدٌ صَادِقُ الْاَقْوَالِ وَالْكَلِمِ

نقوش رسول نمبر جو کل ١٣ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے' اس کی جلد نمبر ١٠ کو نعت کے ذکر کے لیے مخصوص کیا گیا ہے۔ کل صفحات ٧٥٦ ہیں۔ مضامین کے عنوانات درج ذیل ہیں:

☆ نعت (لغوی مفہوم)
☆ اردو کی نعتیہ شاعری پر قرآن وحدیث کے اثرات
☆ اردو کے نعتیہ گلدستے ☆ عربی زبان میں نعتیہ کلام
☆ فارسی زبان میں نعتیہ کلام ☆ اردو زبان میں نعتیہ کلام
☆ انتخاب نعت عربی ☆ انتخاب نعت فارسی
☆ درود وسلام ☆ قصائد
☆ مثنوی ☆ مسدس مخمس
☆ نظمیں ☆ آزاد نظم
☆ تضمین ☆ رباعیات وقطعات
☆ متعلقات ☆ نعتیہ غزل

فارسی اور اردو زبان کا دامن اس بارے (مدح نبوی) میں سب سے زیادہ وسیع ہے۔ اس میں اگر کوئی لسانی عصبیت کارفرما سمجھی جائے تو میں عرض کر سکتا ہوں کہ اردو اور فارسی کا

دامنِ نعتیہ کلام اور منظوم سیرت کے معاملے میں عربی سے بھی زیادہ وسیع ہے۔[1]

یہ بات بھی حیرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ اُردو کے کل شعری سرمائے میں نعت کا حصہ کتنا ہے۔

ڈاکٹر عزیز احسن لکھتے ہیں:

ایک اندازے کے مطابق اُردو کے شعری سرمائے میں مطبوعہ کتب کے ذخیرے میں تقریباً ۴۰ فیصد حصہ نعتیہ شعری مجموعوں کا ہے۔[2]

نعت گوئی کی زبان عربی ہو' فارسی ہو' اُردو ہو یا پھر کوئی اور زبان ہو' عشق کی گہرائی' جذبات کی شدت' اخلاص کی گہرائی' خیال کی ندرت اور طرزِ ادا کا حسن اور اظہار کا بانکپن سب ہی منفرد و یکتا نظر آئے گا۔ اس مقام پر میں فارسی کے عظیم شاعر مولانا عبدالرحمٰن جامی کے چند اشعار اور ان کا اُردو ترجمہ آپ کی نذر کرنا چاہتا ہوں:

تنم فرسودہ جاں پارہ زِ ہجراں یارسول اللہ!
دلم پژمردہ آوارہ زِ عصیاں یارسول اللہ!

یارسول اللہ! آپ کی جدائی میں میرا جسم کمزور اور جاں شکستہ ہوگئی ہے اور نافرمانیوں کے باعث میرا دل مردہ و آوارہ ہو گیا ہے۔

چوں سوئے من گزر آری منِ مسکیں زِ نا داری
فدائے نقشِ نعلینت کنم جاں یارسول اللہ

یارسول اللہ! کبھی اس عاجز' غریب' مسکین پر التفات فرماتے ہوئے خواب میں ہی تشریف لے آئیں' یہ مسکین اور تو کچھ نذر نہیں کر سکتا ہے البتہ آپ کے نعلین پاک کے نقش پر اپنی جان ضرور نچھاور کر دوں گا۔

زِ کردہ خویش حیرانم سیاہ شد روز عصیانم
پشیمانم پشیمانم پشیماں یارسول اللہ!

میرے کرتوتوں نے مجھے حیران و ششدر اور میرے چہرے کو سیاہ کر دیا ہے' مگر

---

[1] محاضرات سیرت' ڈاکٹر محمود احمد غازی' ص ۹۶' الفیصل' لاہور' ۲۰۰۹ء

[2] فہرست کتب نعت' چودھری محمد یوسف ورک قادری' ص ۱۲' انٹرنیشنل نعت مرکز' لاہور' ۲۰۱۸ء

یارسول اللہ! میں اپنے کیے پر شرمسار ہوں' شرمسار ہوں' شرم سار ہوں۔

ز جامِ حبِ تو مستم بہ زنجیرِ تو دل بستم
نمی گویم کہ من ہستم سخنداں یارسول اللہ!

یارسول اللہ' میں آپ کی محبت کی شرابِ طہور میں مست ہوں' میرا دل آپ کے عشق کی زنجیر سے بندھا ہوا ہے' میں عاجز و مسکین ہوں اور یہ کہ مجھے سخنوری کا کوئی دعویٰ نہیں ہے۔

چوں بازوئے شفاعت را کشائی بر گنہگاراں
مکن محروم جامی را دراں آں یارسول اللہ!

یارسول اللہ! روزِ قیامت میں جب آپ اپنا بازوئے شفاعت گناہ گاروں کے لیے وا کریں تو اس نازک گھڑی میں اس عاجز جامی کو نہ بھول جایئے گا۔

نعت رسول ﷺ کو یہ امتیازی خصوصیت حاصل ہے کہ نعتیہ اشعار نہ صرف آپ ﷺ کی مدح سرائی کا پہلو لیے ہوئے ہیں' بلکہ یہ اشعار عقیدت مندوں کی شخصیت سازی کا عالی مرتبت کام بھی انجام دیتے ہیں۔ اینی میری شمل نے اسی جانب اشارہ کیا ہے:

An Indian Muslim, professor of Persian literature in the Osmania University, Hyderabad/Deccan, wrote a long article about the central role of na'tiyya poetry in Muslim life. Accord ng to him, praise of the Prophet goes much farther than simply expressing veneration for the prophet, rather, it excels by its 'character-build ng power' and stimulates a "longing for the Perfect Man".

The Prophet's character, as determined in the na't poetry, presents to the world an ideal example of submission to and harmony with God's Will,

The most part of na'tia poetry is related to the moral and spiritual values which are directly concerned with the training of the individual and the collective self of man.

The chaos and the unrest brought about by the Second World War has naturally created an urge for a new world order. This is apparently reflected in the efforts which are being made on a large scale for co-existence. The na't is a branch of

literature which plays an important part in building up the type of character aiming at breaking the racial, geographical and class barriers. [1]

عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد دکن سے تعلق رکھنے والے فارسی ادب کے ایک مسلمان پروفیسر نے نعتیہ شاعری کے مسلمانوں کی زندگی پر اثرات' کے عنوان سے ایک طویل مقالہ تحریر کیا ہے۔ اس مقالہ میں پروفیسر صاحب نے کہا ہے کہ نعتیہ شاعری محض رسول خدا ﷺ کی تعظیم و توقیر کے اظہار کا نام نہیں ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کردار سازی کا عظیم کام بھی سرانجام دیتی ہے اور آپ ﷺ جو انسان کامل ہیں کی آرزو کو بھی مہمیز کرتی ہے۔

نعتیہ شاعری میں حضور ﷺ کے جس کردار کو بیان کیا جاتا ہے وہ دنیا کے سامنے ایک ایسی مثالی شخصیت کا کردار ہے جو بندے کو خدا کی مرضی سے ہم آہنگ کرتا اور خود سپردگی سکھاتا ہے۔

نعتیہ شاعری کا کثیر حصہ آپ ﷺ کی اخلاقیات اور روحانی قدروں پر مشتمل ہوتا ہے اور یہ اوصاف انسان کی انفرادی اور اجتماعی کردار سازی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد پیدا ہونے والی ابتری اور افراتفری نے ایک نئے ورلڈ آرڈر کی خواہش کو جنم دیا ہے جو کہ بقائے باہمی کے لیے کی گئی کوششوں میں آشکار نظر آتی ہے۔ نعتیہ شاعری ادب کا وہ حصہ ہے جو کہ نسلی، جغرافیائی اور طبقاتی رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے کردار سازی کا اہم کام سرانجام دیتی ہے۔

کتابیات مجموعہ ہائے نعت

بے شمار شعراء اور اہل محبت نے اپنے جذبۂ عشق اور اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو شعر کے ذریعہ نعت کا آہنگ دیا ہے۔ ہر خطۂ ارض اور ہر زمانے اور زبان میں نشید اور نعت کہی گئی ہیں۔ جن جن زبانوں میں مدحت سرکار (ﷺ) لکھی گئی ہے ان میں اُردو کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ اسی بناء پر میں نے یہ چاہا کہ اُردو زبان میں کہی گئی نعتوں اور شائع ہونے والے مجموعہ ہائے نعت کی کتابیات (Bibliography) مرتب کی جائے، جس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ

[1] "And Muhammad is His Messenger", Annemarie Shimmel, P.178, The University of North Carolina Press, USA, 1985.

بحوالہ: "The Development of Natia Poetry in Persian Literature"

غلام دستگیر رشید، ص ۵۶-۵۸، ۱۹۶۵ء

آپ ﷺ کی ذات گرامی ہی تاریخ انسانی کی وہ منفرد و ممتاز ذات ہے جس پر سب سے زیادہ لکھا گیا ہے' جس کی تعریف و توصیف سب سے زیادہ کی گئی ہے۔ اس سوچ کو عملی جامہ پہنانے کے بیے میں نے نعت ریسرچ سینٹر کے روح رواں اور ممتاز نعت گو شاعر جناب سید صبیح رحمانی اور ماہنامہ نعت' لاہور کے مدیر معروف نعت گو شاعر جناب راجہ رشید محمود صاحب سے بات کی۔ ان دونوں حضرات سے ہونے والی گفتگو کا خلاصہ یہ تھا کہ یہ کام اتنا وسیع اور بکھرا ہوا ہے کہ اس موضوع پر کسی مبسوط کام کا ہونا قریب قریب ناممکن ہے۔

نعت کے موضوع پر ہونے والے کام کی محض ایک جھلک دکھانے کی غرض سے اور پھلوں کی ٹوکری کا اندازہ کرنے کے لیے کسی ایک پھل کو دیکھ کر تخمینہ کرنے کے لیے میں نے ایک چھوٹی سی کوشش کی ہے تاکہ صرف اندازہ ہی کیا جا سکے کہ نعت کا ذخیرہ کتنا عظیم ہے اور خاص طور پر اُردو نعت کا دامن کتنا وسیع ہے۔

فہرست کتب خانہ

نعت ریسرچ سینٹر کراچی نے فہرست کتب خانہ شائع کی ہے۔ اس کتاب میں نعت ریسرچ سینٹر میں موجود کتب کی فہرست مرتب کی گئی ہے۔ اس کے مرتب کنندہ محمد طاہر قریشی ہیں۔ مرتب نے کتاب کے ابتدائی حصہ میں کتابیات نعت کے زیر عنوان چند حقائق سامنے رکھے ہیں:

☆ کتابیاتِ نعت میں غالباً پہلی سنجیدہ کوشش ١٩٧٨ء میں دیکھنے میں آئی جب جامعہ سندھ' حیدر آباد کے مجلہ ''صریر خامہ'' کا نعت نمبر شائع ہوا جس میں نعتیہ مجموعے اور دواوین کے عنوان سے ایک فہرست چھپی جسے عفت بانو اور شگفتہ نسرین نے مرتب کیا تھا۔ یہ ١٨٢ قدیم و جدید نعتیہ مجموعوں کی مصنف وار الفبائی فہرست ہے جس میں نہ صرف ضروری تفصیلات دی گئی ہیں' بلکہ مآخذ بھی درج کیے گئے ہیں کہ کس کتاب کی تفصیل کہاں سے لی گئی ہے۔

☆ ١٩٨٢ء میں حفیظ تائب کی مرتب کردہ ایک فہرست شائع ہوئی جس میں ٩٨ پاکستانی شعرائے کرام کے سو سے زائد نعتیہ مجموعوں کا احوال ہے۔ فہرست میں صرف شاعر کا نام' کتاب کا نام اور سن اشاعت کے اندراجات دیئے گئے ہیں۔ اگرچہ یہ فہرست مصنف

وار ہے تاہم شعراء کے نام ان کے تخلص کی رعایت سے درج نہیں کیے گئے ہیں۔

☆ حفیظ تائب ہی کی مرتب کردہ ایک اور فہرست ''اردو نعت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سے حافظ لدھیانوی'' تک کے عنوان سے شائع ہوئی ہے' جس میں تیرہ (۱۳) نعتیہ انتخابات سمیت پچاس (۵۰) نعتیہ مجموعوں کا ذکر ہے۔ تاہم اس فہرست میں بھی صرف کتاب کا نام' شاعر/مرتب کا نام اور سن اشاعت کے اندراجات موجود ہیں۔ دیگر ضروری تفصیلات شامل نہیں ہیں۔

☆ ۱۹۸۶ء میں شہزاد احمد کی مرتبہ ایک مختصر کتاب ''لاکھوں سلام'' کراچی سے شائع ہوئی جس کے حواشی میں مرتب نے صرف ۲۶ شعری و نثری کتب کی وضاحتی کتابیات پیش کی۔ اگرچہ یہ فہرست نہایت مختصر ہے' لیکن کم از کم ۲۶ کتابوں کے بارے میں تمام ضروری تفصیلات مہیا کر دی گئی ہیں' البتہ موصوف کی مرتبہ ایک نسبتاً بڑی فہرست ''کراچی میں نعت رسول'' کے عنوان سے ۹۳-۱۹۹۲ء میں شائع ہوئی۔ یہی فہرست بعد میں ۱۹۹۴ء میں ''کراچی کے نعت گو'' کے عنوان سے بھی شائع ہوئی جس میں ۳۶۷ نعتیہ کتب کا تذکرہ ہے۔ فہرست بڑی محنت سے مرتب کی گئی ہے اور نعتیہ مجموعوں' نثری مقالوں' مجلوں اور انتخاب ہائے نعت کا الگ الگ اندراج کیا گیا ہے۔ جن کتابوں پر سن اشاعت درج نہیں ہے ان کو علیحدہ درج کیا گیا ہے۔ یہ فہرست موضوع وار مرتب کی گئی ہے۔ صرف ۴۹ کتابوں کو جن میں سن اشاعت موجود نہیں ہے' مصنف وار درج کیا گیا ہے۔

☆ ۱۹۹۲ء-۱۹۹۳ء میں غوث میاں کی مرتبہ ایک فہرست ''پاکستان میں مطبوعات حمد و نعت'' کے عنوان سے شائع ہوئی۔ یہی فہرست بعد میں مزید تفصیل کے ساتھ انھی کے مجلے ''نعت نمبر'' (حضرت حسان ایوارڈ) میں ۱۹۹۴ء میں بھی چھپی ہے۔ اس فہرست میں ۱۹۴۷ء-۱۹۹۳ء کے دوران شائع ہونے والی ۸۳۴ مطبوعات حمد و نعت کا جائزہ اعداد و شمار کے ساتھ لیا گیا ہے۔

☆ ۱۹۹۳ء میں ایک نعتیہ انتخاب ''ایوان نعت'' کے نام سے صبیح رحمانی نے مرتب کیا' جس میں انہوں نے دبستان کراچی کے صاحب کتاب نعت گو کے عنوان سے ایک فہرست

پیش کی ہے، جس میں دوسو (۲۰۰) کے قریب شعراء کے قریباً پونے تین سو (۲۷۵) نعتیہ مجموعوں کا احوال ہے۔

☆ ۱۹۹۴ء میں راجا رشید محمود کی کتاب ''پاکستان میں نعت'' کی اشاعت ہوئی۔ کتاب میں نعتیہ موضوعات پر مباحث کے ساتھ ساتھ ۷۲۰ کتابوں کی ایک فہرست بھی دی گئی ہے جس میں ضروری جزئیات اور تفصیلات موجود ہیں۔ فہرست میں ۱۹۴۸ء۔ ۱۹۹۳ء تک کے مطبوعہ مجموعہ ہائے نعت کی تفصیل ہے۔

☆ راجا رشید محمود ہی کی مرتبہ ایک اور فہرست ''انتخاب نعت'' کے عنوان سے ۱۹۹۵ء میں بھی شائع ہوئی ہے، جس میں ۱۹۱ انتخاب ہائے نعت کا احوال ہے۔ فہرست کا دورانیہ ۱۹۵۵ء ۔ ۱۹۹۳ء تک ہے، جس میں موصوف ہی کی مرتبہ پچھلی فہرست انتخاب میں مزید ۸۵ انتخاب ہائے نعت شامل کیے گئے ہیں۔

☆ ارمغان حمد' کراچی کے شمارے نومبر ۲۰۰۴ء میں ایک فہرست ''مجموعہ ہائے حمد و نعت'' کے عنوان سے شائع ہوئی' جسے جریدے کے مدیر طاہر سلطانی کے صاحبزادے حافظ محمد نعمان طاہر نے مرتب کیا ہے۔ اس فہرست میں ۵۰۰ سے زائد کتب کا احوال ہے۔ مندرجات میں کتاب کا نام' شاعر کا نام' مقام اشاعت' ناشر' تعداد صفحات اور قیمت وغیرہ موجود ہیں۔

☆ ۲۰۰۵ء میں صبا مسرور نے ایم اے کے لیے کراچی کے نعت گو' نعتیہ کلام کی وضاحتی کتابیات (۱۹۴۷ء۔ ۱۹۷۱ء) کے عنوان سے اپنا مقالہ پیش کیا' جس میں ۱۰۹ شعری مجموعوں اور نعتیہ انتخابات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

☆ اسی سال نورین ناز نے بھی ایم اے کے لیے کراچی کے نعت گو' نعتیہ کلام کی وضاحتی کتابیات (۱۹۷۲ء۔ ۲۰۰۴ء) کے عنوان سے اپنا مقالہ پیش کیا جس میں کل ۲۳۲ شعری مجموعوں کے بارے میں تفصیلات موجود ہیں۔ یہ فہرست بھی موضوع وار مرتب کی گئی ہے۔

☆ چودھری محمد یوسف ورک قادری کی مرتبہ فہرست کتب' نعت لائبریری شاہدرہ' غالباً واحد فہرست ہے جو کتابی شکل میں شائع ہوئی ہے۔ (طبع اول ۲۰۰۴ء' دوم ۲۰۰۶ء)

مرتب نے فہرست سازی میں جدت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف موجود ذخیرۂ کتب

کی تفصیل دی ہے' بلکہ جو کتابیں انہیں مطلوب ہیں' لیکن ان کے پاس موجود نہیں ہیں ان کی بھی ایک فہرست علیحدہ مرتب کی ہے۔ اس کا ایک بڑا فائدہ یہ نظر آتا ہے کہ قاری کو مزید دو ہزار کے لگ بھگ کتب و رسائل کے بارے میں ضروری معلومات حاصل ہو جاتی ہیں یہ بھی اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایک بڑا اور انوکھا کام ہے۔

کتاب کے باب اول میں موجود کتب کی تفصیلات دی گئی ہیں جس کے مطابق کل ۹۴۸ کتابوں کی' جس میں سندھی' پشتو اور پنجابی کی بھی کچھ کتابیں ہیں اور جو حمد' نعت' انتخاب نعت اور متعلقات نعت سے تعلق رکھتی ہیں' تمام ضروری تفاصیل فہرست میں درج کر دی گئی ہیں۔ یعنی شاعر/مصنف/مرتب کا نام' کتاب کا نام' ناشر' مقام اشاعت' ایڈیشن' سن اشاعت' قیمت اور صفحات کی تعداد وغیرہ۔ [1]

نعت ریسرچ سینٹر کے ذخیرۂ کتب کی فہرست ۱۸۰۰ سے زائد کتب و رسائل پر مشتمل ہے۔ اس میں تقریباً ۱۳۵۰ چھوٹے بڑے شعری مجموعے' ۱۷۵ نثری کتب اور ۳۰۰ کے قریب رسائل و جرائد شامل ہیں۔ [2]

ڈاکٹر شہزاد احمد نے ''اردو نعت پاکستان میں'' کے عنوان سے پی ایچ ڈی مکمل کی ہے۔ اسی نام سے کتاب بھی شائع ہوئی ہے جو ۸۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے آخری حصہ میں حمد و نعت ریسرچ سینٹر کی لائبریری میں موجود کتب حمد و نعت کی فہرست بھی شائع کی گئی ہے۔ یہ فہرست اس اعتبار سے منفرد ہے کہ اس میں شامل کتب کی معلومات آٹھ کالموں کے ذریعہ مرتب کی گئی ہیں۔ یعنی مجموعہ کا نام' مصنف' سن اشاعت' عنوان (حمد' نعت' قصیدہ' تضمین' سلام' مناقب' تنقید' تحقیق' میلاد' سیرت' درود وغیرہ) پبلشر و پتہ' صفحات' مجلد یا غیر مجلد اور سائز۔ اس فہرست میں مجموعی طور پر ۹۹۰ کتب اور ۳۵۸ رسائل و جرائد شامل ہیں۔ یاد رہے کہ اس فہرست کو شمار کرتے ہوئے راقم نے ان کتابوں' رسائل و جرائد کو شامل نہیں کیا ہے جن کا موضوع نعت سے ہٹ کر ہے۔ [3]

---

[1] فہرست کتب خانہ نعت ریسرچ سینٹر' محمد طاہر قریشی' ص ۱۹۔۲۰' نعت ریسرچ سینٹر کراچی' ۲۰۰۹ء

[2] ایضاً' ص ۱

[3] اردو نعت پاکستان میں' ڈاکٹر شہزاد احمد' نعت ریسرچ فاؤنڈیشن' کراچی' ۲۰۱۳ء

فہرست کتب نعت

پچھلے صفحات میں فہرست کتب خانہ کے زیر عنوان چودھری محمد یوسف ورک قادری کی مرتب کردہ فہرست کتب نعت' نعت لائبریری شاہدرہ کے پہلے ایڈیشن ۲۰۰۴ء اور دوسرے ایڈیشن ۲۰۰۶ء کا ذکر گزرا ہے۔ بعد ازاں اس کا تیسرا ایڈیشن ۲۰۱۳ء اور چوتھا ایڈیشن ۲۰۱۸ء میں شائع ہوا ہے۔ اسے انٹرنیشنل نعت مرکز' لاہور سے شائع کیا ہے۔ اس کتاب کے دیباچہ سے چند اہم نکات پیش کرتا ہوں:

☆ اُردو زبان میں سب سے زیادہ نعت کہنے والے شاعر راجہ رشید محمود ہیں۔

☆ لاہور میں راجہ رشید محمود کی ذاتی لائبریری میں کتب نعت کا عظیم ذخیرہ موجود ہے۔

☆ لاہور میں راجہ رشید محمود کی ذاتی لائبریری کے بعد سب سے بڑا ذخیرہ کتب نعت چودھری محمد یوسف ورک قادری کی لائبریری میں ہے۔

☆ اس میں شک نہیں کہ لاہور کے علاوہ پاکستان کے متعدد شہروں میں اہل علم کے ذاتی کتب خانوں میں نعتیہ تصانیف بھی موجود ہیں مثلاً کراچی ہی میں محترم رشید وارثی اور محترم سید صبیح الدین صبیح رحمانی (مدیر نعت رنگ) کے ہاں قابل ذکر نعتیہ ذخائر کتب ہیں۔ شہدادکوٹ سندھ میں پروفیسر سید گل محمد شاہ کے ذاتی کتب خانے میں بہت سی نعتیہ کتب ہیں' گوجرانوالہ میں پروفیسر محمد اقبال جاوید' لاہور میں پروفیسر عبدالجبار شاکر اور فیصل آباد میں ڈاکٹر ریاض مجید کے پاس بھی نعتیہ ذخائر کتب موجود ہیں۔ میلسی کے جھنڈیر زمینداروں کا کتب خانہ بہت ہی وسیع اور وقیع ہے' اس میں بھی صرف نعت پر قابل ذکر کتابیں موجود ہیں۔ رجانہ (فیصل آباد) کے چودھری صاحب کے کتب خانے میں بھی قابل لحاظ نعت ومتعلقات پر مشتمل کتابیں موجود ہیں۔ کچھ عظیم لوگوں نے اپنے کتب خانے اپنی زندگی ہی میں نسبتاً بڑے کتب خانوں کو دے دیے مثلاً حکیم موسیٰ امرتسری نے اپنا بہت عظیم کتب خانہ پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری کو عطیہ کر دیا' اسی طرح ملتان کے عرش صدیقی نے اپنا کتب خانہ ملتان کے جھنڈیر فیملی کے کتب خانے میں پہنچا دیا۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور' پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں قابل قدر نعتیہ ذخائر موجود ہیں۔

☆ اس وقت چودھری محمد یوسف ورک قادری کی لائبریری میں تقریباً دس ہزار کتب موجود ہیں۔[1]

اس فہرست کتب میں ۱۳۳۵ مجموعہ ہائے اُردو نعت‘ نعت سے متعلق ۱۶۱ جرائد و رسائل‘ ۳۶ مقالہ جات‘ ۱۴ غیر منقوط کتب حمد و نعت‘ ۱۵ پشتو کتب نعت‘ ۹ سندھی کتب نعت‘ ۱۴ سرائیکی کتب نعت‘ ۳ گوجری کتب نعت‘ ۷ انگریزی کتب نعت‘ ۵ عربی کتب نعت اور ۲۰۲ پنجابی کتب حمد و نعت اور متعلقات نعت شامل ہیں۔[2]

۵۰۰ سے زائد اُردو نعت گو شعراء کا تذکرہ

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ اُردو نعتیہ دیوان کی کوئی مبسوط کتابیات دستیاب نہیں ہے۔ اسی طرح نعت گو شعراء کا کوئی مبسوط تذکرہ بھی موجود نہیں ہے۔ اس ضمن میں کچھ کوششیں ضرور کی گئی ہیں۔ مثلاً

☆ سید محمد قاسم نے ”خاک میں پنہاں صورتیں“ کے نام سے ایک تذکرہ شائع کیا ہے‘ جس میں ۵۸۰ شعراء کراچی کا تعارف شامل ہے۔ اس میں کم از کم ۱۱۶ شعراء نعت ہیں۔

☆ سید قاسم محمود کی کتاب ”پاکستان کے نعت گو شعراء“ جو کہ تین جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں ۵۰۰ صاحب دیوان نعت گو شعراء کا تذکرہ شامل ہے۔

☆ صبیح رحمانی نے ”ایوانِ نعت“ کے نام سے ایک نعتیہ انتخاب شائع کیا ہے‘ جس میں کراچی کے شعراء کی ۱۷۶ نعتیہ کتب کی فہرست بھی شامل کی ہے۔

☆ منظر عارفی کی ضخیم کتاب ”کراچی کا دبستانِ نعت“ میرے پیش نظر ہے۔ ۵۸۴ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں کراچی سے تعلق رکھنے والے ۲۵۰ نعت نگاروں کا تذکرہ شامل کیا گیا ہے۔[3]

یہاں میں اُردو نعت کے چند کثیر الدیوان شعراء کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں‘ جس کا مقصد اس بات کا اندازہ لگانا ہے کہ کس کثرت سے ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت کہی گئی ہے:

---

[1] فہرست کتب نعت‘ چودھری محمد یوسف ورک قادری‘ ص ۸۔۱۸‘ انٹرنیشنل نعت مرکز‘ لاہور‘ ۲۰۱۸ء

[2] ایضاً

[3] کراچی کا دبستان نعت‘ منظر عارفی‘ ص ۱۵‘ ۱۹‘ ۲۶‘ نعت ریسرچ سینٹر‘ کراچی‘ ۲۰۱۶ء

(۱) راجہ رشید محمود	۶۷ مجموعہ ہائے کلام
(۲) حافظ لدھیانوی	۲۶ مجموعہ ہائے کلام
(۳) اختر ہوشیارپوری	۵ مجموعہ ہائے کلام
(۴) صالح محمد	۵ مجموعہ ہائے کلام
(۵) مسرور کیفی	۱۹ مجموعہ ہائے کلام
(۶) ذکی قریشی' رفیع الدین	۲۴ مجموعہ ہائے کلام
(۷) شاہ انصار الٰہ آبادی	۱۲ مجموعہ ہائے کلام
(۸) عبدالحفیظ تائبؔ	۹ مجموعہ ہائے کلام
(۹) الحاج عبدالستار نیازیؔ	۱۰ مجموعہ ہائے کلام
(۱۰) صائم چشتی	۹ مجموعہ ہائے کلام
(۱۱) سکندر لکھنوی	۸ مجموعہ ہائے کلام
(۱۲) محمد عرفان صدیقی	۷ مجموعہ ہائے کلام
(۱۳) عزیز الدین قادری خاکیؔ	۶ مجموعہ ہائے کلام
(۱۴) ریاض حسین چودھری	۱۳ مجموعہ ہائے کلام
(۱۵) لالہ صحرائی	۸ مجموعہ ہائے کلام
(۱۶) محسن کاکوری	۶ مجموعہ ہائے کلام
(۱۷) محمد اقبال نجمی	۶ مجموعہ ہائے کلام
(۱۸) شاعر علی شاعر	۶ مجموعہ ہائے کلام
(۱۹) انصار الحق قریشی' کبیر اعظمی	۶ مجموعہ ہائے کلام
(۲۰) مظفر وارثی	۶ مجموعہ ہائے کلام
(۲۱) جسٹس محمد الیاس	۵ مجموعہ ہائے کلام
(۲۲) امیر نواز امیر	۵ مجموعہ ہائے کلام
(۲۳) محمد مشرف حسین انجم	۱۴ مجموعہ ہائے کلام
(۲۴) حسن عسکری کاظمی	۷ مجموعہ ہائے کلام

(۲۵) عبدالعزیز خالد	۶ مجموعہ ہائے کلام
(۲۶) محمد ریاض الدین سہروردی	۵ مجموعہ ہائے کلام
(۲۷) شوکت ہاشمی	۵ مجموعہ ہائے کلام
(۲۸) عابد سعید عابد	۷ مجموعہ ہائے کلام
(۲۹) محبوب الٰہی عطاء	۵ مجموعہ ہائے کلام
(۳۰) محمد یعقوب فردوسی	۷ مجموعہ ہائے کلام
(۳۱) عبدالمجید چٹھہ	۵ مجموعہ ہائے کلام
(۳۲) ح س مسلم	۸ مجموعہ ہائے کلام
(۳۳) منیر قصوری	۵ مجموعہ ہائے کلام
(۳۴) ناصر چشتی	۱۰ مجموعہ ہائے کلام
(۳۵) ہلال جعفری	۶ مجموعہ ہائے کلام

آنحضور ﷺ کی شعری مدح میں مردوں کے علاوہ خواتین نے بھی اپنا حصہ خوب خوب ڈالا ہے' نعت گوئی میں خواتین بھی مردوں کے شانہ بشانہ رہی ہیں۔ بی بی آمنہ' حضرت فاطمہ' حضرت عائشہ' حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب' حضرت عاتکہ بنت عبدالمطلب اور حضرت خنسہ W کے کلام ہمیں تاریخ کی کتابوں میں ملتے ہیں۔نعت کے معروف محقق ڈاکٹر شہزاد احمد نے اُردو نعت گو شاعرات کے ۳۰۰ مجموعہ ہائے کلام کی نشاندہی کی ہے۔اس طرح کی ایک فہرست انہوں نے مجھے فراہم کی جو کہ اس وقت میرے پیش نظر ہے۔ یہ تمام کتابیں کسی ایک لائبریری میں یکجا نہیں ہیں' بلکہ مختلف لائبریریوں' احباب کے ذاتی ذخیرہ کتب اور بعض کتابوں اور رسائل کی مدد سے مرتب کی گئی ہے۔ یہ ۱۳۸ مجموعہ ہائے کلام کی فہرست ہے۔ فہرست کی ترتیب میں دیوان (کتاب) کا نام' شاعرہ کا نام' مقام اشاعت اور سال اشاعت شامل ہے۔علاوہ ازیں ایسی ۱۱ کتب کا تذکرہ بھی شامل کیا گیا ہے جن میں خواتین شاعرات کی حمد و نعت گوئی کے حوالے سے کام ہوا ہے اور اس ضمن میں خواتین کی جانب سے کی گئی خدمات کا احاطہ کیا گیا ہے۔

غیر مسلم نعت گو شعراء

جہاں مسلمان لکھاریوں اور شعراء نے حضور ﷺ کی مدح میں نثر و نظم کی صورت میں کثیر تخلیقات چھوڑی ہیں' وہاں غیر مسلم یعنی ہندو' سکھ اور عیسائی شاعروں نے بھی حضور ﷺ کی تعریف و توصیف میں گراں قدر سرمایہ چھوڑا ہے۔ یہ سرمایہ نادر اور تعجب انگیز ہے۔ حافظ محمد حبیب اللہ قریشی الہاشمی اپنی کتاب "رحمۃ للعالمین غیر مسلموں کی نظر میں" میں لکھتے ہیں:

ابن جون تخلص بدایونی (۱۸۷۹ء۔۱۹۵۰ء) پہلے غیر مسلم شاعر ہیں جن کا مجموعہ کلام گلدستہ نعت کے نام سے ۱۹۳۹ء میں بدایون سے شائع ہوا۔ ابن جون مسیحی شاعر تھے تاہم غیر مسلموں کے نعتیہ ادب میں غالب حصہ ہندو شاعروں کا ہے۔ کالی گپتا رضا نے اپنے نعتیہ مجموعے کا نام "اجالے" رکھا جو بمبئی سے ۱۹۷۵ء میں چھپا۔ علاوہ ازیں دلورام کوثری' گلبن نعت کوثری۔ مہاراجہ کرشن پرشاد بالم کزوش ملیانی کا آہنگ حجاز' آرزو سہارن پوری کا ظہور قدسی۔ ادیب لکھنوی کا نذرانہ عقیدت چرن سرن ناز۔ مانگ پوری کا رہبر اعظم' نذیر قیصر کا مجموعہ اور جگن ناتھ کا اُردو نعتیہ مجموعہ فرانسیسی زبان میں چھپ چکا ہے۔ گو جگن ناتھ آزاد نے یہ نعتیہ مجموعہ خود مرتب نہیں کیا' بلکہ نامور اسلامی محقق ڈاکٹر حمید اللہ نے فرانسیسی ترجمے اور اشاعت کا کام کیا۔ رسائل میں غیر مسلموں کی نعتوں اور تذکروں پر مشتمل متعدد خاص اشاعتیں منظر عام پر آ چکی ہیں' جبکہ مختلف مصنفین نے غیر مسلموں کی نعتوں کو جمع کر کے شاعروں کے احوال اور آثار بھی یکجا کیے ہیں' اس حوالے سے ماہنامہ کیلاش ہوشیار پور نعت نمبر اگست ۱۹۴۰ء خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس کے مدیر ایم پی جوالیا اور ادارہ تحریر میں ساحر ہوشیار پوری اور امر چند قیس کے نام شامل ہیں۔ اس نمبر میں زیادہ نعتیں غیر مسلم شاعروں کی ہیں۔

غیر مسلم شعراء کے کلام کے چند نمونے پیش کیے جا رہے ہیں تاکہ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ سے ان کی عقیدت کا اندازہ لگایا جا سکے:

کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
کس نے ذروں کو ملایا اور صحرا کر دیا
آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا
(ہری چند اختر)

آپ کی الفت سند جنت کی ہے
پر سند شاہ مدینہ چاہیے
آتش دوزخ سے آتش کو بچا
زندگی سکھ سے گزرنا چاہیے
(ڈاکٹر رمیش پرشاد گرگ آتش)

خلیق آئے کریم آئے رؤف آئے رحیم آئے
کہا قرآن نے جس کو صاحب خلق عظیم آئے
مبارک ہو زمانے کو کہ ختم المرسلین آئے
سحاب رحم بن کر رحمۃ للعالمین آئے
(جگن ناتھ آزاد)

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سلام اس ذات اقدس پہ سلام اس فخر دوراں پہ
ہزاروں جس کے احسانات ہیں دنیائے امکاں پہ
سلام اس پہ جو حامی بن کے آیا غم نصیبوں کا
رہا جو بیکسوں کا آسرا مشفق غریبوں کا
مددگار و معاون بے بسوں کا زیر دستوں کا
ضعیفوں کا سہارا اور محسن حق پرستوں کا
سلام اس پہ جو آیا رحمۃ للعالمین بن کر
پیام دوست لے کر صادق الوعد و امیں بن کر
سلام اس پر کہ جس کے نور سے پرنور ہے دنیا
سلام اس پر کہ جس کے نطق سے مسحور ہے دنیا
سلام اس پر جلائی شمع عرفاں جس نے سینوں میں
کیا حق کے لیے بیتاب سجدوں کو جبینوں میں
سلام اس پہ بنایا جس نے دیوانوں کو فرزانہ

مئے حکمت کا چھلکایا جہاں میں جس نے پیمانہ
بڑے چھوٹوں میں جس نے اک اخوت کی بنا ڈالی
زمانہ سے تمیز بندہ و آقا مٹا ڈالی!
سلام اس پر فقیری میں نہاں تھی جس کی سلطانی
رہی زیرِ قدم جس کے شکوہ و شانِ خاقانی
سلام اس پر جو ہے آسودہ زیرِ گنبد خضریٰ
زمانہ آج بھی ہے جس کے در پہ ناصیہ فرسا
سلام اس پر کہ جس نے ظلم سہہ سہہ کر دعائیں دیں
وہ جس نے کھائے پتھر گالیاں اس پر دعائیں دیں
سلام اس ذاتِ اقدس پر حیاتِ جاودانی کا
سلام آزادؔ کا' آزادؔ کی رنگیں بیانی کا

(جگن ناتھ آزاد)

(ماہر اقبالیات) صدر شعبۂ اردو جموں یونیورسٹی جموں کشمیر (انڈیا)

یہ علمؐ یہ حکمتؐ یہ فراستؐ یہ سخاوت
شہرہ ہے جہاں میں شہ امی لقبی کا
جس نے ہمیں توحید کے اسرار بتائے
اے بحرؔ میں قائل نہ ہوں کیوں ایسے نبی کا

(دیا شنکر بحر لوچی)

واہ کیا آن ہے کیا شان رسولِ عربی
تم پہ سو جی سے ہوں قربان رسولِ عربی

یہی بسمل کی تمنا ہے مدینے میں جا کر
آپ کے در کا بنوں دربان رسولِ عربی

(لکھو دیو پرشاد بسمل الہ آبادی)

جب سے پابند حکم نبی ہو گئے
ہم تو کچھ بھی نہ تھے آدمی ہو گئے
ذرہ خاک پائے نبی بن کے ہم
اس جہاں کے لیے روشنی ہو گئے

(شیو برن لال ورما)

کیوں نہ ہم بھی اس جہاں کا پیشوا مانیں تجھے
کیوں نہ راہِ حق میں اپنا رہنما مانیں تجھے
دیکھنے کو دے خدا آنکھیں تو پیچ نیں تجھے
حق کی ہے بے کل صدا شمس الضحیٰ مانیں تجھے

(موج گوپی لال امرتسری)

اک جہالت کی گھٹا تھی چار سو چھائی ہوئی
ہر طرف خلق خدا پھرتی تھی گھبرائی ہوئی
شاخ دین داری کی تھی بے طرح مرجھائی ہوئی
لہلہا اٹھی تیری جلوہ آرائی ہوئی
تیرے دم سے ہو گئیں تاریکیاں سب منتشر
پا گئی راحت تیرے آنے سے چشم منتظر

(بابو برج گوپی ناتھ بیکل)

دنیا کو آ کے تو نے پرنور کر دیا
اور ظلمتوں کو یکسر کافور کر دیا
پیغام حق سنا کے مسرور کر دیا
وحدت کی مے پلا کر مخمور کر دیا

(شبھم سندر)

پہلا نام خدا دا دوجا نام رسول
پڑھ لے کلمہ نانکا تا ہوویں مقبول

ڈٹھا نور محمدی ڈٹھا نبی رسول
نانک قدرت دیکھ کے خودی گئی سب بھول

(گرونانک صاحب)

توئی رہبر توئی مرشد توئی سرور توئی آقا
توئی سلطان دو عالم شاہِ شاہاں یارسول اللہ
توئی خاتم توئی سید توئی سرور توئی آقا
توئی سلطان عالم شاہ شاہاں یارسول اللہ

(رانا بھگوان داس بھگوان)

تصور باندھ کر دل میں تمہارا یارسول اللہ
خدا کا کرلیا ہم نے نظارہ یارسول اللہ
خدا کا وہ نہیں ہوتا خدا اس کا نہیں ہوتا
جسے ہوتا نہیں ہوتا تمہارا یارسول اللہ

(چاند بہاری لال ماتھر جے پوری)

اس مقام پر میں صرف ایک ہی نکتہ اجاگر کرنا چاہتا ہوں کہ کیا تاریخ میں اور بھی کوئی ہستی ایسی گزری ہے جس کی اتنی تعریف وتوصیف کی گئی ہو، جس کے اتنے اوصاف وکمالات بیان ہوئے ہوں، جس کی سیرت وصورت پر اتنی روشنی ڈالی گئی ہو۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں تواتر اور تسلسل کے ساتھ جس کا تذکرہ رہا ہو، جس کے بارے میں ہزاروں نہیں لاکھوں اشعار کہے گئے ہوں، جس کے اوپر ہزاروں نہیں لاکھوں صفحات لکھے گئے ہوں؟ جواب یہی آئے گا کہ کسی بھی اور ذات کے لیے ہزاروں اشعار وصفحات کا ملنا بھی دشوار ہے، اتنا زیادہ تو کیا اس کا عشرِ عشیر ملنا بھی ناممکن ہے۔

درود و سلام' آپ ﷺ کی ثناء سب سے زیادہ کی گئی

آپ ﷺ سب سے زیادہ سراہے گئے' آپ کی تعریف و ثناء سب سے زیادہ کی گئی' آپ کی اقبال مندی' برکت و بزرگی کے لیے سب سے زیادہ دعا کی گئی' آپ کے گن سب سے زیادہ گائے گئے اور آپ کا چرچا سب سے زیادہ ہوا اور آپ کے رب کا سب سے زیادہ فضل آپ پر ہوا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب اور ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کی تعظیم و تکریم' آپ کے اظہار فضل و کرامت اور آپ کے اعلان قدر و منزلت کے لیے یہ منفرد و حسین آیت مبارکہ نازل فرمائی:

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (الاحزاب:۵۶)

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں' اے ایمان والو تم بھی ان پر خوب درود و سلام بھیجو۞

عربی میں صلوۃ کے معنی دعا اور رحمت کے آتے ہیں۔ بعض مفسرین نے اس کے معنی تعریف و ثناء کے بھی لیے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی h فرماتے ہیں:

مسلمانو! تم اپنے خدا کی اطاعت کرو اور فرشتوں کی موافقت کرو اور اپنے نبی ﷺ پر درود بھیجو' تمہارا اور فرشتوں کا درود بھیجنا یہی ہے کہ تم اپنے پروردگار سے دعا مانگو کہ ان پر درود بھیجے اور رحمت فرمادے۔ تم میں کہاں قدرت و طاقت کہ تم ان پر درود بھیج سکو اور تم کو اتنی کہاں پہچان کہ حضور کی قدر و منزلت اور شان کو جان سکو اور اس کے مطابق درود بھیج سکو ہاں پروردگار عالم تقدس شانہ' پہچانتا ہے[1]

[1] مدارج النبوت' عبدالحق محدث دہلوی' ج۱' ص ۱۲۳' اردو ترجمہ مفتی غلام معین الدین نعیمی' ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور' ۲۰۰۸ء

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں بے شمار احکامات صادر کیے ہیں۔ مگر اس حکم میں ایک ایسی خاص ندرت ہے جو اس حکم کو دوسرے تمام احکامات واوامر سے ممیز اور ممتاز کرتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی اور کام کے بجالانے کے لیے یہ نہیں فرمایا کہ یہ کام میں کرتا ہوں، میرے فرشتے کرتے ہیں پس اے ایمان والو تم بھی یہ کام کیا کرو۔

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوبی کو دیکھئے کہ رب کائنات درود کی وجہ سے ہمہ وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب ملتفت رہتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر گھڑی، ہر لحہ اپنے رب کی بخششوں، رحمتوں، نعمتوں اور برکتوں کے حصار میں رہتے ہیں۔

جیسے کہ ہلال (عید) پر سب کی نظریں جمع ہوتی ہیں اسی طرح مدینے کے چاند پر ساری مخلوق کی اور خالق کی بھی نظر ہے۔ [1]

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد
وہ ہماری نگاہ میں نہ سہی
ہم تو اس کی نظر میں رہتے ہیں

جب دورد کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ رب تعالیٰ فرشتوں کی بھری محفل میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وثناء کرتا ہے اور جب اس کی نسبت ملائکہ کی جانب ہو تو اس کے معنی ہوں گے کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے پیارے رسول کے درجات کی بلندی اور مقامات کی رفعت کے لیے دست بہ دعا ہیں۔ [2]

اور جب درود کی نسبت بندوں کی طرف ہو تو اس کے معنی ہوں گے کہ بندے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے رحمت کی دعاء کرتے ہیں اور سلام کے معنی ہوں گے کہ بندے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سلامتی کی دعاء کرتے ہیں۔

ابو العالیہ جو کہ تابعی ہیں، نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حق تعالیٰ کے صلوۃ بھیجنے کے معنی رب

---

[1] شان حبیب الرحمٰن، احمد یار خان نعیمی، ص ۱۸۲، مکتبہ اسلامیہ لاہور

[2] ضیاء النبی، پیر محمد کرم شاہ الازہری، ج ۵، ص ۹۰۹۔۹۱۰، ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور، ۱۴۲۰ھ

تعالیٰ کا فرشتوں کے سامنے اپنے نبی کی ثناء کرنا اور اس کی بزرگی بیان کرنا بتایا ہے۔ [۱]

فرشتوں کے صلوۃ بھیجنے کے معنی فرشتوں کا دعاء کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وعظمت میں اضافہ کی درخواست کرنا ہے اور بندوں کے لیے بھی یہی معنی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجات میں زیادتی اور برکت طلب کرتے ہیں۔ [۲]

علماء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی ادائیگی کے لیے زندگی میں کم از کم ایک بار درود پڑھنا فرض ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی سنیں' تو درود بھیجنا واجب ہے اور اگر کسی محفل نشست میں بار بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام آ رہا ہو تو نام سننے پر پہلی بار درود پڑھنا واجب اور بعد ازاں مستحب ہوگا۔

رب تعالیٰ کے اپنے حبیب مکرم پر ہر لمحہ درود بھیجنے کے سبب آنے والی ہر گھڑی اور آنے والا ہر لمحہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر گزرے ہوئے لمحہ سے بزرگ تر ہوتا جاتا ہے' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ (الضحیٰ:۴)

اور یقیناً ہر آنے والی گھڑی آپ کے لیے پہلی سے (بدر جہا) بہتر ہے۝

پیر محمد کرم شاہ الازہری درج بالا آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ پر آپ کے رب کے لطف وکرم اور انعام واحسان کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ ہر آنے والی ساعت گزری ہوئی ساعت سے' ہر آنے والی گھڑی گزری ہوئی گھڑیوں سے' ہر آنے والی حالت گزشتہ حالات سے اعلیٰ سے اعلیٰ' بہتر سے بہتر اور ارفع سے ارفع ہوگی۔ [۳]

درود کی اہمیت' فضیلت اور ترغیب

درود پاک کی اہمیت کو اجاگر کرنے' اس کی فضیلت کو واضح کرنے اور ترغیب اور شوق کو مہمیز کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے ارشادات بہ صورت حدیث ہم تک پہنچے ہیں۔ اس ذخیرہ حدیث میں سے خوشہ چینی کرتے ہوئے ہم صرف چند احادیث کا ذکر کرنے کی

---

[۱] بخاری' کتاب التفسیر' تفسیر سورۃ الاحزاب' ۳:۲۸۲

[۲] مدارج النبوت' شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی' ج ۱' ص ۳۹۷' اردو ترجمہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی' شبیر برادرز لاہور' ۲۰۰۴ء

[۳] ضیاء القرآن' پیر محمد کرم شاہ الازہری' ج ۵' ص ۵۸۶' ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور' ۱۴۰۰ھ

سعادت حاصل کریں گے۔

حضرت انس بن مالک t سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا' دس گناہ معاف کرکے اس کے دس درجے بلند کرے گا۔[۱]

حضرت عبداللہ بن مسعود t سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجتے ہیں۔[۲]

سیدنا ابوبکر صدیق t سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے سے گناہ اس طرح مٹ جاتے ہیں جس طرح ٹھنڈے پانی سے (پیاس یا آگ بجھتی ہے)۔[۳]

حضرت علی ابن ابی طالب t نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے بڑا بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔[۴]

حضرت ابوہریرہ t سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔[۵]

جو شخص مجھ پر جمعہ کے روز اور جمعہ کی رات درود پڑھے اللہ اس کی سو حاجتیں پوری کرتا ہے' ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی' پھر اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو کہ میری قبر میں درود اس طرح پیش کرتا ہے جس طرح تمہیں ہدیے پیش کیے جاتے ہیں۔ وہ مجھے اُس آدمی کے نام و نسب کی اُس کے خاندان سمیت خبر دیتا ہے' پس میں اُسے اپنے پاس سفید

---

[۱] الشفاء' قاضی عیاض مالکی' ج ۲' ص ۷۸ بحوالہ مستدرک' کتاب الدعاء' ج ۱' ص ۵۵۰۔ سنن نسائی' کتاب الصلوٰۃ علی النبی' ج ۳ ص ۵۰

[۲] ریاض الصالحین' یحییٰ بن شرف النووی' ج ۲' ص ۱۹۲۔ ترمذی الجامع الکبیر' ابواب الوتر' باب ما جاء فی فضل الصلوٰۃ علی النبی' ج ۱' ص ۴۹۵' رقم: ۴۸۴

[۳] تفسیر در منثور' ج ۶' ص ۶۵۴' سورۃ الاحزاب: ۵۶

[۴] سنن ترمذی' کتاب الدعوات' ج ۵' ص ۱۹۴

[۵] ریاض الصالحین' یحییٰ بن شرف النووی' ج ۲' ص ۱۹۳۔ ترمذی الجامع' ابواب الدعوات' ج ۵' ص ۵۵۰' رقم: ۳۵۴۵

صحیفے میں ثبت (ریکارڈ) کر لیتا ہوں۔ [۱]

حضرت ابوہریرہ t سے بالا سناد مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ مجھ پر میری روح کو واپس کرتا ہے پھر میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ [۲]

حضرت ابی بن کعب t نے عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ! میں آپ پر بکثرت درود بھیجتا ہوں' تو میں آپ پر درود کے لیے کتنا وقت مقرر کرلوں؟

فرمایا: جتنا چاہو۔

عرض کیا: چوتھائی؟

فرمایا: جتنا چاہو اگر تم اس سے زیادہ کرو' تو وہ بہتر ہے۔

عرض کیا: ایک تہائی؟

فرمایا: جتنا چاہو اگر اس سے زیادہ کرو' تو وہ بہتر ہے۔

عرض کیا: دو تہائی؟

فرمایا: جتنا چاہو اگر اس سے زیادہ کرو' تو وہ بہتر ہے۔

عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں اپنا تمام وقت آپ پر درود بھیجنے کے لیے وقف کرتا ہوں۔

فرمایا: یہ وقت تمہیں کفایت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ [۳]

نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم تو رب تعالیٰ نے بندوں کو دیا تھا۔ بندے اس تذبذب

---

[۱] بیہقی' شعب الایمان' ج ۳' ص ۱۱۱' رقم ۳۰۳۵۔ فیروز آبادی' الصلوٰۃ والبشر فی الصلوٰۃ علی خیر البشر: ۷۷۔ سیوطی' الدر المنثور فی التفسیر بالماثور' ج ۵' ص ۲۱۹۔ زرقانی' شرح المواہب اللدنیہ' ج ۷' ص ۳۷۴۔ سخاوی' القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع' ص ۱۵۶

[۲] الشفاء' قاضی عیاض مالکی' ج ۲' ص ۸۴' اردو ترجمہ' مکتبہ اعلیٰ حضرت' لاہور' ۲۰۰۴ء بحوالہ سنن ابوداؤد' کتاب المناسک' باب زیارت القبور' ج ۲' ص ۵۳۴

[۳] ایضاً' ص ۷۹' بحوالہ سنن ترمذی' ج ۴' ص ۵۳

میں تھے کہ ہم اس حکم کی تعمیل کس انداز میں کریں کہ یہ مشکل بھی سب سے شفیق اور سب سے مہربان ہستی نے آسان کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ الفاظ خود بتا دیئے وہ پیرایہ خود تجویز کر دیا۔

حضرت علی المرتضیٰ t سے بالاسناد مروی ہے' فرماتے ہیں کہ ان کلمات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ میں شمار کرایا اور ارشاد فرمایا: ان کو جبریل u نے میرے ہاتھ میں شمار کرایا اور فرمایا کہ اسی طرح یہ رب العزت کی جناب سے نازل ہوئے وہ یہ کہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ وَتَرَحَّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ وَتَحَنَّنْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَحَنَّنْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ وَسَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا سَلَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ [1]

عظیم ترین اور مشہور ترین درود' درود ابراہیمی ہے۔ اس درود پاک کی تعلیم خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ ہم اپنی نمازوں میں یہی درود پڑھتے ہیں۔ یہ درود حضرت عبدالرحمان ابن ابی لیلیٰ t کی روایت سے بخاری میں نقل ہوا ہے۔ یہی درود مسلم' ابوداؤد' ترمذی اور نسائی میں بھی موجود ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ○

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ○

حافظ السخاوی نے کتب احادیث سے اس درود ابراہیمی کو چالیس مختلف طریقوں سے روایت کیا ہے۔ ان میں سے ایک تو وہ درود ابراہیمی ہے جو کہ اوپر درج کیا گیا ہے اور اسے

---

[1] ایضاً' ص ۷۵' بحوالہ سنن ابوداؤد' کتاب الصلوٰۃ' ج ا' ص ۲۰۱

امام ابوحنیفہ h نے تعلیم کیا ہے جبکہ امام شافعی h نے دوسرے طریقہ کو ترجیح دی ہے۔ ان چالیس درود ابراہیمی میں سے بیشتر یعنی چھبیس امام جزولی نے اپنے مجموعہ دلائل الخیرات میں درج کیے ہیں۔ [1]

امام سخاوی نے القول البدیع میں درود ماثورہ کے چالیس صیغے نقل کیے ہیں۔ شرح سفر السعادۃ میں بتیس صیغے نقل کیے ہیں [2] جذب القلوب میں تیرہ صیغے نقل کیے ہیں۔ [3]

یہاں ایک نکتہ قابل غور ہے کہ جب رب تعالیٰ نے بندوں کو کلمہ کی تعلیم دی' تو فرمایا:

"لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ"۔

یعنی رب کائنات نے لفظ اللہ اور محمد کے درمیان "وَ" کا لانا بھی گوارا نہیں فرمایا اور آپ ﷺ کی شانِ دلربائی کا اظہار فرمایا۔ اسی طرح درود رسول پر بھیجنا ہے' مگر رسول خدا ﷺ جب درود بھیجنا سکھا رہے ہیں' تو سب سے پہلا لفظ اپنے رب کا لے رہے ہیں یعنی اَللّٰھُمَّ (اے) اللہ! تو بھیج دے اور درود کے ساتھ ساتھ رب کی ربوبیت' وحدانیت اور اس کی عظمت کی تعلیم بھی دے رہے ہیں۔

درود بھیجنے کا ایک اور پہلو بہت منفرد اور دلکش ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ماننے والے نہ صرف اپنے نبی پر درود بھیجتے ہیں' بلکہ دیگر انبیاء O پر بھی درود بھیجتے ہیں' جیسا کہ اس حدیث مبارکہ میں مذکور ہے:

عبدالرزاق h نے حضرت ابوہریرہ t سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے تمام نبیوں اور رسولوں پر درود بھیجو' کیونکہ اللہ نے انہیں ایسا ہی مبعوث فرمایا ہے' جیسے مجھے مبعوث کیا ہے۔ [4]

---

[1] "An Appreciation of Dalaail U'L Khayraat", Siddiq Osman Noor Muhammad, P.4 ,Toranto, Canada.

[2] افتتاحیہ' ڈاکٹر محمد مسعود احمد' ص ۱۰۹' ادارہ مسعودیہ' کراچی' ۲۰۰۴ء بحوالہ شرح سفر السعادۃ والامن والعلی' احمد رضا بریلوی' ص ۳' لاہور

[3] ایضاً' جذب القلوب الی دیار المحبوب' شیخ عبدالحق محدث دہلوی' مطبوعہ کلکتہ

[4] الشفاء' قاضی عیاض مالکی' ج ۲' ص ۸۳' اردو ترجمہ' مکتبہ اعلیٰ حضرت' لاہور' ۲۰۰۴ء بحوالہ صحیح بخاری' کتاب الزکوٰۃ' ج ۲' ص ۱۰۹' صحیح مسلم الزکوٰۃ' ج ۲' ص ۷۵۷

مثال کے طور پر "دلائل الخیرات" میں درج یہ درود ملاحظہ ہو:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰدَمَ وَنُوْحٍ وَّاِبْرَاھِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰی وَمَا بَیْنَھُمْ مِّنَ النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ صَلَوٰاتُ اللہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

رسول کریم ﷺ نے بالخصوص اپنی آل کو شامل کیا ہے۔ انبیاء ومرسلین کے علاوہ روایتی طور پر جب بھی رسول کریم ﷺ پر درود پیش کیا جاتا ہے' تو اس کے ساتھ ساتھ آل رسول' خلفاء راشدین' جمیع صحابہ کرام اور اولی الامر (صالحین امت) پر بھی درود پیش کیا جاتا ہے:

صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا لِنُصْرَتِہٖ وَنَصَرُوْہُ فِیْ ھِجْرَتِہٖ فَنِعْمَ الْمُھَاجِرُوْنَ وَنِعْمَ الْاَنْصَارُ۔

ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں:

صحابہ کرام' تابعین' تبع تابعین' مجتہدین' مفسرین' محدثین اور بہت سے علماء وصلحاء نے اپنے اپنے ذوق اور قلبی واردات کے مطابق درود مبارک تصنیف فرمائے' جو سب کے سب معانی کے اعتبار سے قرآن وحدیث سے مستفاد ہیں حضرت فاطمۃ الزہرا r' حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم' حضرت زین العابدین' حضرت مصعب بن ورد' حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس' حضرت حسن بصری' حضرت امام شافعی' حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی' حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی' حضرت سید احمد رفاعی' حضرت محی الدین ابن عربی' حضرت امام غزالی' حضرت امام رازی' حضرت شیخ عبدالغنی نابلسی (y) وغیرہ وغیرہ بیشمار صلحاء امت نے درود شریف تصنیف فرمائے ہیں۔

شیخ محمد حقی h نے خزینۃ الاسرار میں مختلف النوع چار ہزار اور ایک روایت میں بارہ ہزار درود وسلام کے مختلف صیغوں کو جمع کیا ہے۔

حضرت غوث اعظم t کے پوتے حضرت شیخ سید ابو صالح نصر بن شیخ تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق بن شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی t نے درود پاک پر مشتمل ایک مستقل تصنیف یادگار چھوڑی ہے' جس کا نام ہے:

تنبیہ الانام فی علو مقام نبینا و سیدنا
محمد علیہ افضل الصلوٰۃ و ازکی السلام

یہ کتاب اس نام سے زیادہ مشہور ہے:

"شفاء الاسقام و محو الأثام فی الصلوۃ علی خیر الانام"۔

فاضل مؤلف حضرت شیخ سید ابو صالح نصر a نے مختلف کتابوں اور روایتوں سے اس کتاب کو مدون کیا ہے۔ اس کے ۱۷ ابواب ہیں اور ہر باب حضور اکرم ﷺ کی کسی نہ کسی صفت خاص کا آئینہ دار ہے۔ [1]

حضور ﷺ کی امت کے چیدہ چیدہ افراد نے اپنی اپنی عقیدت اور استعداد کے مطابق اپنے آقا ﷺ پر درود لکھے ہیں۔ درودوں کے اندر موجود محبت، وارفتگی، ندرت، تخیل اور والہانہ پن دیدنی ہے۔ درودوں کے اس کثیر ذخیرہ میں سے خوشہ چینی کرتے ہوئے ایک طویل درود کا چھوٹا سا حصہ میں آپ کے ذوق کی نظر کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ قَطْرِ الْاَمْطَارِ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ اَوْرَاقِ الْاَشْجَارِ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ دَوَآبِّ الْقِفَارِ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ دَوَآبِّ الْبِحَارِ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مِیَاہِ الْبِحَارِ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَآ اَظْلَمَ عَلَیْہِ الَّیْلُ وَاَضَآءَ عَلَیْہِ النَّھَارُ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ الرِّمَالِ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ النِّسَآءِ وَالرِّجَالِ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ رِضَآءَ نَفْسِكَ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ مِدَادَ کَلِمَاتِكَ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ مِلْءَ سَمٰوَاتِكَ وَاَرْضِكَ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ زِنَةَ عَرْشِكَ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَخْلُوْقَاتِكَ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ صَلَوَاتِكَ○ [2]

---

[1] افتتاحیہ، ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ص ۱۱۴۔۱۱۵، ادارہ مسعودیہ، کراچی، ۲۰۰۲ء

[2] دلائل الخیرات، ابو عبداللہ محمد بن سلیمان الجزولی، ص ۲۵۸۔۲۶۱، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء

اے اللہ! درود بھیج ہمارے آقا اور مولا محمد پر بے شمار بارش کے قطروں کے ۵ اے اللہ! درود بھیج ہمارے آقا ومولا محمد پر درختوں کے پتوں کے عدد کے برابر ۵ اے اللہ! درود بھیج ہمارے آقا ومولا محمد پر جنگلوں کے جانوروں کے شمار کے مطابق ۵ اے اللہ! درود بھیج ہمارے آقا ومولا محمد پر بحری جانوروں کے عدد کے مطابق ۵ اے اللہ! درود بھیج ہمارے آقا ومولا محمد پر بشمار دریاؤں کے پانی کے ۵ اے اللہ! درود بھیج ہمارے آقا ومولا محمد پر بشمار ان چیزوں کی گنتی کے جن پر رات اندھیری ہوئی اور جن پر دن روشن ہوا ۵ اے اللہ! درود بھیج ہمارے آقا ومولا محمد پر ہر صبح اور ہر شام ۵ اے اللہ! درود بھیج ہمارے آقا ومولا محمد پر ریت کے ذروں کے برابر ۵ اے اللہ! درود بھیج ہمارے آقا ومولا محمد پر بشمار عورتوں اور مردوں کے ۵ اے اللہ! درود بھیج ہمارے آقا ومولا محمد پر اس قدر کہ تیری ذات راضی ہو جائے ۵ اے اللہ! درود بھیج ہمارے آقا ومولا محمد پر بہ مقدار اس سیاہی کے جس سے تیرے کلمات لکھے گئے ۵ اے اللہ! درود بھیج ہمارے آقا ومولا محمد پر اتنی مقدار میں جس سے تیرے آسمان اور تیری زمین معمور ہو جائے ۵ اے اللہ! درود بھیج ہمارے آقا ومولا محمد پر اپنے عرش کے وزن کے برابر ۵ اے اللہ! درود بھیج ہمارے آقا ومولا محمد پر بشمار اپنی مخلوق کے ۵ اے اللہ! درود بھیج ہمارے آقا ومولا محمد پر اپنے افضل ترین درودوں سے ۵

ایک لاکھ سے زیادہ درود

آج تک مختلف صیغوں کے ساتھ جو درود شریف لکھے گئے ہیں ان کی تعداد ایک لاکھ سے زائد بنتی ہے۔ بے شمار لوگوں نے بے شمار الفاظ و انداز میں درود اور سلام لکھے ہیں۔ بہت سے لوگوں نے جو مجموعہ ہائے (Collection) درود لکھے ہیں ان میں سے کچھ تو شائع ہو کر کتابی شکل اختیار کر چکے ہیں اور کچھ ابھی زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہو سکے یعنی قلمی نسخوں کی شکل میں موجود ہیں۔ ان مجموعہ ہائے درود کا ذکر بھی خوشگوار اور حیران کن ہے جس کی کچھ تفصیل ہم ذیل کی سطور میں پیش کرنے جا رہے ہیں جو یہ واضح کر سکے گا کہ جہاں ان درودوں کے لکھنے والوں کی کاوش بے نظیر و بے مثال ہے وہیں جس ذات کی مدح میں یہ درود لکھے گئے ہیں وہ ذات گرامی بھی تاریخ انسانی میں سب سے زیادہ سراہی گئی (Most blessed) منفرد، یکتا اور ممتاز ہے۔

تنبیہ الانام دس ہزار سے زائد درودوں کا مجموعہ

تنبیہا الانام جو کہ شیخ عبدالجلیل بن عظوم المغربی کی مرتب کردہ ہے' ۱۰۷ صفحات پر مشتمل اور دس ہزار سے زائد درودوں اور سلاموں کا مجموعہ ہے۔ آپ قیروان تیونس کے رہنے والے تھے۔ یہ مجموعۂ درود ''شفاء الاسقام ومحوالآثام فی الصلوۃ علی خیر الانام'' (بیماروں کے لیے شفاء بذریعہ درود گناہوں کو مٹانے والی) کے نام سے بھی مشہور ہے۔

تنبیہ الانام دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ جلد اول میں ۱۲۱ ابواب ہیں جبکہ جلد دوئم ۱۷ ابواب پر مشتمل ہے۔

مشائخ تنبیہ الانام کی تلاوت روزے کی حالت میں کرنے کو فوقیت دیتے ہیں' بلکہ انہوں نے ہر ماہ میں اور خصوصاً ماہِ رمضان المبارک میں اس کی مکمل تلاوت کو اپنا معمول بنایا ہوا ہے' یہاں تک کہ بعض مشائخ نے تو تمام دس ہزار (۱۰۰۰۰) صلوۃ کو زبانی یاد کر لیا ہے۔

دلائل الخیرات

دلائل الخیرات کے مؤلف کا تعارف حاشیہ صفحہ نمبر ۲۵ پر ملاحظہ فرمائیں۔

دلائل الخیرات کا پورا نام ''دلائل الخیرات وشوارق الانوار فی ذکر الصلوۃ علی النبی المختار'' ہے۔ جس طرح مؤطا امام مالک مجموعہ ہائے احادیث میں پہلی قابل ذکر کتاب ہے' اسی طرح دلائل الخیرات مجموعہ ہائے درود میں پہلی اہم (Major) کتاب ہے۔ درود کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں میں جس کتاب کو سب سے زیادہ سراہا گیا ہے' جسے سب سے زیادہ قبولیت عام حاصل ہوئی ہے اور جو سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے وہ دلائل الخیرات ہی ہے۔

دلائل الخیرات کے ایک ایک لفظ سے محبت رسول کی خوشبو آتی ہے۔ اس کے الفاظ بہتے ہوئے شفاف پانی کے چشمہ کی طرح رواں ہیں۔ اس کتاب نے بہت سے اہل علم اور اہل محبت کی توجہ اپنی طرف مبذول کروائی ہے۔ علماء نے اس کتاب پر تبصرے کیے ہیں اور شرحیں لکھی ہیں۔ ان شرحوں میں سے ایک علامہ مہدی الفاسی نے تحریر کی ہے جس کا نام ''مطالع المسرات'' ہے۔ اس کا اُردو ترجمہ علامہ محمد عبدالحکیم شرف القادری نے کیا ہے۔ ان شرحوں کا ذکر امام یوسف بن اسماعیل النبہانی نے اپنی کتاب افضل الصلوۃ میں کیا ہے۔ دلائل کا ترجمہ ترکی زبان میں کارا داؤد آفندی نے کیا ہے' انہوں نے اس پر تبصرہ (Commentary) تحریر

گیا ہے اسے پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اُردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔ پیر صاحب کا ترجمہ مجموعہ وظائف مع دلائل الخیرات میں شامل ہے۔

دلائل الخیرات کے تعارفی (ابتدائی) حصہ میں مؤلف نے اسماء الحسنیٰ (اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام) اور اسماء النبی ﷺ درج کیے ہیں۔ انہی اسماء النبی میں سے دلائل الخیرات بھی ایک اسم ہے جس کے معنی ہیں: اعمال صالحہ کی دلیل۔

دلائل الخیرات کے آٹھ جزو ہیں۔ روزانہ ایک جزو کی تلاوت کی جاتی ہے جبکہ پیر کے دن ایک اور جزو یعنی آٹھویں جزو کی تلاوت اضافی طور پر کی جاتی ہے۔ عرب وعجم میں بلکہ دنیا بھر میں کثیر تعداد میں اہل محبت روزانہ کی بنیاد پر دلائل الخیرات کا ایک باب پوری پابندی سے پڑھتے ہیں۔

روحانی طریقہ شاذلیہ سے منسلک محبین ٹورانٹو کینیڈا دلائل الخیرات کی تلاوت کی سالانہ اجتماعی تقریب منعقد کرتے ہیں جس میں دو گھنٹے صرف ہوتے ہیں۔

دلائل الخیرات کے بارے میں درج بالا مضمون "AN APPRECIATION OF DALAIL U'L KHAIRAAT", SIDDIQ OSMAN NOOR MUHAMMAD, 2015, TORONTO, CANADA." سے ماخوذ ہے۔

نہ صرف سلسلہ شاذلیہ بلکہ اکثر طریقہ ہائے طریقت کے شیوخ اس مجموعہ درود کو نہ صرف خود پوری پابندی سے پڑھتے ہیں بلکہ اپنے مریدین اور متوسلین کو اس کے پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں۔ بہت سے لوگ ایسے شیوخ کی تلاش میں ہوتے ہیں جو دلائل خیرات کے عامل بھی ہوں اور اس کے پڑھنے کی اجازت بھی دیتے ہوں۔

دلائل الخیرات کا ایک اور اُردو ترجمہ میرے پیش نظر ہے۔ اسے بیت القرآن کراچی نے شائع کیا ہے۔ اس میں مترجم کا نام درج نہیں البتہ کتاب کے آغاز میں سوانح عمری مؤلف دلائل الخیرات کے اختتام پر عطاء الرحمن خان شروانی کا نام لکھا ہے۔

انگریزی زبان میں بھی دلائل الخیرات کے مختلف تراجم ہوئے ہیں۔ ایک ترجمہ "Andrey (Hassan) Rosowsky" کا ہے دوسرا ترجمہ "Ahmad Darwish" کا ہے۔

دلائل الخیرات کی مختلف شرحیں بھی لکھی گئی ہیں۔ علامہ شیخ عبدالمجید الشرنوبی الازہری

نے ''شرح دلائل الخیرات للجزولی'' علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی نے ''الدلالات الواضحات شرح دلائل الخیرات'' کے نام سے عربی میں اس کی شرحیں لکھی ہیں۔

مجموعۂ صلوٰۃ الرسول (۳۰ جلدیں)

یہ مجموعۂ صلوٰۃ الرسول جو کہ ۳۰ جلدوں پر مشتمل ہے کے مؤلف حضرت خواجہ عبدالرحمٰن چھوہروی ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۲۶۲ھ بمطابق ۱۸۴۶ء چھوہر شریف ہری پور ہزارہ پاکستان میں ہوئی۔ آپ نے قرآن کریم کے علاوہ کسی سے کچھ نہیں پڑھا نہ ہی کسی اسکول یا مدرسہ میں تعلیم حاصل کی۔ ایک اندازے کے مطابق صرف رنگون (برما) اور بنگلہ دیش میں آپ کے سلسلہ کے تین لاکھ مریدین موجود ہیں۔

۱۴۱۰ صفحات پر مشتمل اس کتاب کی تکمیل میں ۱۲ سال ۸ ماہ اور ۲۰ دن لگے ہیں۔ پہلی بار یہ کتاب ۱۹۳۳ء میں مؤلف کے خلیفہ مولانا حافظ سید احمد سریکوٹی h اور ان کے مریدین بنگال اور رنگون کی مساعی سے منظر عام پر آئی۔ اس کا پہلا ایڈیشن دو جلدوں اور دوسرا ایڈیشن تین جلدوں پر مشتمل تھا۔ یہ کتاب ۳۰ ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب میں ۴۸ صفحات ہیں۔
اس مجموعۂ درود کا ماخذ و منبع قرآن حکیم و احادیث رسول ﷺ ہیں اور اس کے اوراد و وظائف سو سے زیادہ کتب معتبر سے نقل کیے گئے ہیں۔ بہت سی احادیث مبارکہ صلوٰۃ الرسول میں لڑی کی طرح پرو دی گئی ہیں۔

''مجموعۂ صلوٰۃ الرسول'' میں آپ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی محبت' رسول پاک ﷺ کی محبت' اہل بیت کی محبت' صحابہ کی محبت اور اولیاء و صالحین کی محبت جاگزیں نظر آئے گی۔ اس مجموعے میں آپ ﷺ پر درود کے علاوہ' تمام دیگر انبیاء O (جن میں سے ایک سو سے زائد پیغمبروں کے نام لے کر ان پر درود لکھے گئے ہیں' امہات المومنین خصوصاً حضرت خدیجۃ الکبریٰ' سیدہ عائشہ صدیقہ' ان کے اہل بیت خصوصاً سیدنا علی کرم اللہ وجہہ' سیدہ فاطمہ' سیدنا امام حسن' سیدنا امام حسین' خلفاء راشدین سیدنا ابوبکر صدیق' سیدنا عمر فاروق' سیدنا عثمان اور سیدنا علی Y پر اور صالحین' خاص طور پر شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی اور دوسرے مشائخ سلسلہ قادریہ' چشتیہ اور نقشبندیہ شامل ہیں۔

اس مجموعہ میں اسماء الحسنیٰ (اللہ تعالیٰ کے خوبصورت نام)' رسول اللہ ﷺ پر درود اور ایک

خاص موضوع پر دعائیں شامل کی گئی ہیں۔ ۳۰ جلدوں (ابواب) کی فہرست درج ذیل ہے:

الجزء الاول	فی نورہ وظہورہ	(نور نبوت اور اس کی ضیاء پاشیوں کا بیان)
الجزء الثانی	فی صلوتہ وسلامہ	(آپ ﷺ پر درود وسلام کا بیان)
الجزء الثالث	فی بدنہ واعضائہ	(آپ ﷺ کے سراپا اور اعضاء مبارکہ کا بیان)
الجزء الرابع	فی لباسہ وملبسہ	(آپ ﷺ کے لباس مبارک کا بیان)
الجزء الخامس	فی نسبہ وحسبہ	(آپ ﷺ کے حسب ونسب کا بیان)
الجزء السادس	فی شرفہ وشرافتہ	(آپ ﷺ کے شرف وعظمت کا بیان)
الجزء السابع	فی اسمائہ وصفاتہ	(آپ ﷺ کے اسماء مبارکہ اور صفات جمیلہ کا بیان)
الجزء الثامن	فی سیادتہ وسیدہ	(آپ ﷺ کی سرداری اور سردار ہونے کا بیان)
الجزء التاسع	فی اسرائہ ومعراجہ	(آپ ﷺ کے معراج پر تشریف لے جانے کا بیان)
الجزء العاشر	فی حدیثہ واصحابہ	(آپ ﷺ کی حدیث اور اصحاب کا بیان)
الجزء الحادی والعشر	فی تہلیلہ وتسبیحہ	(آپ ﷺ کی تسبیح اور تہلیل کا بیان)
الجزء الثانی والعشر	فی حِلمہ وحُلمہ	(آپ ﷺ کے حلم اور خواب مبارک کا بیان)
الجزء الثالث والعشر	فی دعائہ والتجائہ	(آپ ﷺ کی دعاء اور التجا کا بیان)
الجزء الرابع والعشر	فی قالہ ومقالہ	(آپ ﷺ کے فرمودات عالیہ اور ارشادات مبارکہ کا بیان)
الجزء الخامس والعشر	فی نبوتہ ورسالتہ	(آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کا بیان)

الجزء السادس والعشر	فی عظمته وعزته	(آپ ﷺ کی عظمت و بزرگی کا بیان)
الجزء السابع والعشر	فی شفاعته و وسیلته	(آپ ﷺ کی شفاعت اور وسیلہ کا بیان)
الجزء الثامن والعشر	فی قدرہ واقتدارہ	(آپ ﷺ کی قدرت واختیار کا بیان)
الجزء التاسع والعشر	فی ایاته وبشاراته	(آپ ﷺ کی آیات مبارکہ و بشارات کا بیان)
الجزء العشرون	فی حبه ومحبوبیته	(آپ ﷺ کی محبت اور محبوبیت کا بیان)
الجزء الاحدی والعشرون	فی علمه وعلم غیبه	(آپ ﷺ کے علم اور علم غیب کا بیان)
الجزء الثانی والعشرون	فی معجزاته وخوارقاته	(آپ ﷺ کے معجزات وخوارق کا بیان)
الجزء الثالث والعشرون	فی دعواته بتوسل صلوته	(آپ ﷺ کی دعوت مبارکہ پکارنے کا بیان)
الجزء الرابع والعشرون	فی اوامرہ ونواهیه	(آپ ﷺ کے اوامر ونواہی کا بیان)
الجزء الخامس والعشرون	فی شهودہ ومشهودہ	(آپ ﷺ کے حاضر وناظر ہونے کا بیان)
الجزء السادس والعشرون	فی خلقه واخلاقه	(آپ ﷺ کے اخلاق کریمہ اور خلق مبارکہ کا بیان)
الجزء السابع والعشرون	فی قربه وقرابته	(آپ ﷺ کی قربت اور قرابت داروں کا بیان)
الجزء الثامن والعشرون	فی وصله ومعیته	(آپ ﷺ کی ملاقات اور معیت کا بیان)

الجزء التاسع والعشرون	فی لواء حمدہ ومقام محمودہ	(آپ ﷺ کے لواء حمد اور مقام محمود پر جلوہ افروز ہونے کا بیان)
الجزء الثلاثون	فی خیر خلقہ و خیر امتہ	(آپ ﷺ کے خیر و برکت اور آپ کی امت کے تمام امتوں سے اعلیٰ ہونے کا بیان)

لطائف العرشیہ

"لطائف العرشیہ فی صلوٰۃ الحبشیہ" ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ پر درودوں کا مجموعہ ہے جسے سیدنا امام الحبیب علی بن محمد الحبشی (۱۲۵۹ھ۔ ۱۳۳۳ھ) نے مرتب کیا ہے جن کا تعلق صوبۂ حضرموت (یمن) سے تھا۔ ان کا نسب نبی کریم ﷺ کے نواسے حضرت امام حسن t سے ملتا ہے۔ ان کا تعلق روحانی سلسلہ علوی سے ہے۔ انہوں نے دین کا علم اپنے والد الحبیب محمد بن حسین الحبشی سے حاصل کیا جو کہ مکہ مکرمہ میں مفتی کے منصب پر فائز تھے۔

لطائف العرشیہ کو پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے اس کی آمد عرش سے ہوئی ہے اور یہ کہ یہ مجموعہ علم و عرفان کا خزانہ ہے۔ اس کا مرکزی خیال انسان کامل سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اس میں شامل کیے گئے درود ایک سے بڑھ کر ایک (طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ (الانشقاق:۱۹) یعنی منزل بہ منزل) ہیں۔ [1]

درودِ غوثیہ

غوث الاعظم حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی h (۴۷۰ھ۔۵۶۱ھ/۱۰۷۷ء۔۱۱۶۶ء) کا سلسلۂ نسب حضور ﷺ سے ملتا ہے۔ وہ جیلان (ایران) میں پیدا ہوئے اُن کا مزار مبارک بغداد (عراق) میں واقع ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی h نے ہزاروں (بعض روایات کے مطابق ستر ہزار) غیر مسلموں، عیسائیوں اور یہودیوں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ آپ کے اوراد اذکار اور صلوٰۃ نے بے حد شہرت پائی ہے۔ جو کوئی بھی آپ کے خطبات اور اذکار اور صلوٰۃ کا

---

[1] نوٹ: تنبیہ الانام مجموعہ صلوٰۃ الرسول اور لطائف العرشیہ "www.iqra.net" پر موجود استاد صدیق عثمان نور محمد کے مضامین سے ماخوذ ہیں۔

مطالعہ کرتا ہے وہ یہ ادراک اور اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا ہے کہ آپ واقعی محی الدین (دین کو حیات بخشنے / زندہ کرنے والے) ہیں' قطب الاقطاب (قطبوں کے قطب)' شیخ المشائخ (پیروں کے پیر) اور غوث الاعظم (عظیم مددگار) ہیں۔

آپ سے موسوم تین صلوٰۃ نے زیادہ شہرت پائی ہے:

(۱) صلوٰۃ الغوثیہ یا درود غوثیہ' اسے چھوٹا (مختصر) درود بھی کہتے ہیں۔

(۲) صلوٰۃ الکبریت الاحمر یا درمیانہ درود

(۳) صلوٰۃ الکبریٰ یا بڑا درود

درود غوثیہ کو اوراد و اذکار کی بہت سی کتب میں شامل کیا گیا ہے۔ مثلاً:

(۱) دلائل الخیرات (امام محمد بن سلیمان الجزولی)

(۲) حزب الاعظم (حضرت ملا علی قاری)

(۳) مجموعہ صلوٰۃ الرسول (خواجہ شیخ عبدالرحمان چھوہروی)

(۴) افضل الصلوٰۃ (امام یوسف بن اسماعیل نبہانی)

(۵) اوراد القادریہ (محمد سلیم بواب)

(۶) درود شریف (خواجہ نثار احمد)

(۷) فضائل درود شریف (علامہ حبیب البشر رغونی) [۱]

اب ہم صلوٰۃ الغوثیہ درج کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ السَّابِقِ لِلْخَلْقِ نُوْرُهٗ وَرَحْمَةٌ لِلْعَالَمِيْنَ ظُهُوْرُهٗ عَدَدَ مَنْ مَّضٰى مِنْ خَلْقِكَ وَمَنْ بَقِيَ وَمَنْ سَعِدَ مِنْهُمْ وَمَنْ شَقِيَ صَلٰوةً تَسْتَغْرِقُ الْعَدَّ وَتُحِيْطُ بِالْحَدِّ صَلٰوةً لَّا غَايَةَ لَهَا وَلَا مُنْتَهٰى وَلَا انْقِضَاءَ صَلٰوةً دَائِمَةً بِدَوَامِكَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا مِّثْلَ ذٰلِكَ۔

سعادۃ الدارین فی الصلوٰۃ علی سید الکونین

علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی [۲] کی کتاب کا اُردو ترجمہ میرے پیش نظر ہے۔ درود و

---

[۱] Ustad Siddiq Noor Mohammad, www iqra net

[۲] علامہ نبہانی ۱۲۶۵ھ کو فلسطین کے شمال میں واقع شہر اجزام میں پیدا ہوئے۔ حفظ قرآن اور ابتدائی تعلیم اپنے والد اسماعیل بن یوسف کی زیر نگرانی مقامی طور پر حاصل کی۔ ۱۲۸۳ھ میں جامعہ ازہر میں داخل ہوئے۔ ۱۲۸۹ھ میں جامعہ ازہر سے فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ نے ۵۹ سے زائد تصنیفات چھوڑی ہیں۔

سلام کے موضوع پر علامہ کی یہ شہرۂ آفاق کتاب ہے۔ یہ کتاب ایک مقدمہ اور دس ابواب پر مشتمل ہے۔

اس کتاب میں مختلف زاویوں اور حوالوں سے درود وسلام کے موضوع پر بات کی گئی ہے۔ فضائل درود اس سے قبل اس موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں اور ان کے مصنفین کا مختصر تعارف' درود سے متعلق پندرہ مسائل اور ان کے جوابات' احادیث کی روشنی میں درود وسلام پڑھنے کی فضیلت' ۱۲۵ لطیف نکات وحکایات کا بیان۔ خلفاء راشدین وصحابہ کرام کی عظمت کا بیان' رب تعالیٰ کی صفت' مقامات واوقات درود وسلام' شفاعت' شفاعت کبریٰ' مقام محمود' وسیلہ کا بیان' کن کن امور اور مواقع پر درود سے فیضیاب ہوا جاتا ہے' درود سے متعلق سوالات و جوابات' درود شریف کے ۱۴۰ صیغے' نبی پاک ﷺ کا دیدار بیداری وخواب میں' شمائل نبوی' محبت رسول' زندہ نبی' ان ۴۰ نکات کا بیان جن سے خواب میں دیدار مصطفیٰ ﷺ حاصل ہوتا ہے' درود وسلام کے فوائد وثمرات' اسماء الٰہی اور ان کی توضیح وغیرہ۔

اُردو ترجمہ مفتی عبدالقیوم خان نے کیا ہے' کتاب ۲ جلدوں پر مشتمل ہے' پہلی جلد ۷۶۸ صفحات اور دوسری جلد ۹۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے مکتبہ حامدیہ' لاہور نے شائع کیا ہے۔ تاریخ اشاعت ۱۹۸۸ء ہے۔

دلائل البرکات فی التحیات والصلوت

ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا مرتب کردہ ۶۵۹ صفحات پر مشتمل اڑھائی ہزار درود وسلام کا مجموعہ ہے اور یہ اس موضوع پر لکھی جانے والی دیگر کتب کا ہی تسلسل ہے۔ اس مجموعے کو دس بڑے احزاب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اگر روزانہ ایک حزب کی تلاوت کی جائے تو پوری کتاب دس دن میں مکمل ہوگی۔ سہولت کی خاطر انہیں چالیس ذیلی احزاب یعنی منزلوں میں بھی تقسیم کیا گیا ہے' یعنی ہر حزب کی چار منزلیں بنا دی گئی ہیں' تاکہ پڑھنے والا اسے چالیس دنوں میں بھی پڑھ سکے۔ ابتداء یہ مجموعہ عربی زبان میں مرتب کیا گیا تھا' مگر اب یہ اُردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔

عشرے کا پہلا حزب درود ہائے اسمائے الٰہیہ اور فضائل نبوی ﷺ پر مشتمل ہے' دوسرا حزب درود ہائے شمائل پر' تیسرا حزب درود ہائے میلاد پر' چوتھا حزب درود ہائے اسراء ومعراج

پر، پانچواں حزب درود ہائے اعداد پر، چھٹا حزب درود ہائے کون ومکاں پر، ساتواں حزب درود ہائے سیادت پر، آٹھواں حزب درود ہائے ثناء پر، نواں حزب درود ہائے خیرات پر اور دسواں حزب جامع درود پر مشتمل ہے۔

درود پاک کے بارے میں رب تعالیٰ کے خصوصی حکم اور تعلیمات نبوی میں اجاگر کی گئی اہمیت، بیان کی گئی فضیلت اور دی گئی ترغیب کے جواب میں بندوں نے بھی بہت منفرد اور بڑا ہی والہانہ انداز اختیار کیا۔ اپنی زندگی اور اپنے معمولات میں درود کو وہ جگہ دی جس کی مثال پیش کرنا مشکل ہے۔ یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ اپنے نبیوں پر اتنی پابندی، اتنی کثرت کے ساتھ درود بھیجنے اور ان کے درجات کی بلندی کی دعاء کرنے کی ایسی روایت کسی اور نبی کے ماننے والوں اور ان کے پیروکاروں میں نظر نہیں آتی ہے۔ شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی h فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں میں آپ ﷺ کی ایسی محبت جاگزیں فرمائی کہ آپ کے ذکر سے ان کی روحیں راحت وسرور پاتی ہیں اور آپ کا ذکر سننے سے خوشی میں ایسی لطف اندوز ہوتی ہیں کہ آپ کی یاد میں جھوم جاتی ہیں۔ [1]

یہی وجہ ہے کہ اپنے نبی ﷺ پر درود بھیجنے کا عمل مسلمانوں میں بے حد مرغوب اور بے انتہا محبوب رہا ہے۔ مسلمان درود پاک کو نبی ﷺ سے جڑنے (Attach) کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اس کے ذریعہ انہیں آپ ﷺ کی سنگت کی نعمت میسر آتی ہے۔

مسلمان ایک دن میں پانچ فرض نمازیں پڑھتا ہے جبکہ واجب، سنت اور نفل نمازیں اس کے علاوہ ہیں۔ دنیا بھر میں کروڑوں مسلمان ہر نماز میں آپ ﷺ پر درود پیش کرتے ہیں۔ ایک دن میں پانچ مرتبہ، سال کے تین سو پینسٹھ دن اور وہ ایسا کرنے میں کمال درجے کی حلاوت، چاشنی اور تسکین قلب پاتے ہیں۔

روئے زمین پر جتنے بھی سلسلہ ہائے طریقت ہیں وہ اپنے مریدین کو جن وظائف کی تلقین کرتے ہیں ان میں استغفار اور درود پاک کو خاص اہمیت حاصل ہے، کیونکہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی قربت کے حصول اور محبوب بارگاہ الٰہی ہونے کا ذریعہ ہے۔

ایک ارب ساٹھ کروڑ سے زائد مسلمانوں کے دل اپنے نبی ﷺ کی محبت سے سرشار

---

[1] مدارج النبوت، شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی، ج ۱، ص ۲۳، اردو ترجمہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۸ء

ہیں۔ یہ لوگ آج بھی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا قائد رہنما اور مرشد مانتے ہیں۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب تعظیم اور توقیر کو اپنا سرمایۂ حیات جانتے ہیں۔ جب بھی مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی سنتے ہیں وہ عاجزی کی تصویر بن جاتے ہیں' آپ پر درود اور سلام پیش کرتے ہیں۔ یہ محبت اور عقیدت ہر مسلمان کی میراث ہے اور وہ اسے قیمتی ترین متاع حیات جانتا ہے۔ اس ربط' تعلق اور عقیدت کی جھلک صرف قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں ہی نہیں' بلکہ آج بھی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پیروکاروں میں دیکھی جا سکتی ہے۔

اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنے کا محبوب عمل مسلمان اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں کرتا ہے۔ اسے باعث برکت' باعث رحمت' باعث نعمت اور باعث نجات جانتا ہے۔ مثلاً وضو کرتے وقت' ہر اذان و نماز کے بعد' ہر دعاء سے پہلے' ہر دعاء کے بعد' ہر گفتگو' ہر تقریر' ہر ذکر سے پہلے' جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی لیا جائے' جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی تحریر کیا جائے' ہر کتاب کے آغاز و اختتام پر' خطوط لکھتے وقت' جب دو مسلمان میں' مصافحہ کرتے وقت' معانقہ کرتے وقت' دو افراد کی لڑائی کو ختم کرنے کے لیے' کوئی شے گم ہو جائے تو' کوئی بات بھول جائے تو' تنگ دستی دور کرنے' فراخی لانے' کسی بیماری سے شفاء پانے کے لیے' جب کان بجنے لگیں' جب پاؤں سن ہو جائے' کسی پریشانی کو دور کرنے کے لیے' آفات کو دور کرنے کے لیے' طاعون پھوٹ پڑے تو' خوشبو لگاتے وقت' خوشبو سونگھتے وقت' ہر صبح و شام' ہر محفل و نشست کے آغاز و اختتام پر' مسجد میں داخل ہوتے ہوئے اور نکلتے وقت' اگر خالی مکان میں داخل ہوں جہاں کوئی نہ ہو' بازار و دعوت کی طرف جاتے ہوئے' ہر خوشی و تعجب کے وقت' حج و عمرہ میں لبیک کہنے کے بعد' صفا و مروہ کی سعی کے دوران' نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کرتے وقت' مواجہ شریف پر' ہر جمعہ کے دن و رات میں خصوصیت کے ساتھ' خطبۂ جمعہ و خطبۂ عیدین میں' خطبۂ نکاح میں' ختم قرآن کے بعد' حدیث پڑھتے وقت' فتویٰ نویسی کے وقت۔ غرض یہ کہ کوئی موقع اور کوئی محل ایسا نہیں جہاں درود پاک نہ پڑھا جاتا ہو' اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد نہ کیا جاتا ہو اور برکتیں نہ سمیٹی جاتی ہوں۔

میں ایسی محافل کا چشم دید گواہ ہوں جہاں اگر سینکڑوں مرتبہ بھی آقائے دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی آئے تو حاضرین کسی اکتاہٹ کے بغیر' بلکہ پورے ذوق و شوق

سے ہر بار آپ ﷺ پر درود کا نذرانہ پیش کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ اسی طرح ایسی کتب بھی میری نظروں سے گزری ہیں کہ اگر ایک پیراگراف میں بار بار بھی آپ ﷺ کا نام نامی آیا ہے تو ہر مرتبہ نام کے ساتھ ﷺ درج کیا گیا ہے۔ گویا آپ ﷺ پر درود بھیجنے کے معاملے میں یہ امت بخل واقع نہیں ہوئی ہے۔

مثلاً ذیل میں درج پیراگراف میں ۱۲ مرتبہ حضور ﷺ کا اسم گرامی آیا ہے اور ہر مرتبہ آپ ﷺ کے ذکر کے ساتھ مکمل درود (ﷺ) لکھا گیا ہے:

حضور اکرم ﷺ کا جسم اقدس نہ تو مائل بہ فربہی تھا اور نہ ہی نحیف و ناتواں' بلکہ آپ ﷺ کے جسم اقدس کی ساخت سرتاپا حسن اعتدال کا مرقع تھی۔ آپ ﷺ کے جملہ اعضائے مبارکہ میں ایسا حسین تناسب پایا جاتا تھا کہ دیکھنے والا یہ گمان بھی نہ کر سکتا تھا کہ فلاں عضو دوسرے کے مقابلے میں فربہ یا نحیف ہے۔ آپ ﷺ کے جسم اطہر کی ساخت اتنی متناسب اور کمال موزونیت کا مرقع تھی کہ اس پر فربہی یا کمزوری کا حکم نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ فربہی اور دبلا پن کی دونوں کیفیتیں شخصی وجاہت اور جسمانی حسن و وقار کے منافی سمجھی جاتی ہیں۔ چنانچہ رب العزت کو یہ بات گوارا نہیں ہو سکتی تھی کہ کوئی اس کے کارخانہ قدرت کے شاہکار کی طرف کسی خلاف حسن و وقار امر کی نسبت کر سکے۔ خدائے عزوجل نے بالیقین اپنے محبوب ﷺ کو بے مثل اور تمام عیوب و نقائص سے مبرا بنایا تھا۔ آپ ﷺ کے اعضائے مبارکہ اس قدر متناسب اور دلکشی و رعنائی کے آئینہ دار تھے کہ انہیں دیکھ کر ایک حسن مجسم پیکر انسانی میں ڈھلتا دکھائی دیتا تھا۔ صحابہ کرام y آپ ﷺ کے حسین سراپا کی مدح میں ہر وقت رطب اللسان رہتے تھے۔ ان کی بیان کردہ روایات سے مترشح ہوتا ہے کہ حسن ساخت کے اعتبار سے آپ ﷺ کے جسد اطہر کی خوبصورتی اور رعنائی و زیبائی اپنی مثال آپ تھی۔ آپ ﷺ کا سینہ اقدس اور شکم مبارک دونوں ہموار تھے تاہم سینہ نہایت حسن اعتدال کے ساتھ بطن مبارک کی نسبت ذرا آگے کی طرف ابھرا ہوا تھا۔ طب و صحت کے مسلمہ اصولوں کے اعتبار سے آپ ﷺ کامل و اکمل طور پر متناسب الاعضاء اور وجیہ الصورت تھے۔ آپ ﷺ کی ذات ستودہ صفات میں حسن تام اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ یوں متشکل نظر

آتا تھا کہ بقول شخصے..... [1]

درود پاک پڑھنے اور سلام پیش کرنے کا یہ عمل جہاں دنیا کے گوشے گوشے میں صبح وشام' دن اور رات جاری رہتا ہے وہیں آپ ﷺ کے روضۂ پاک مدینہ منورہ میں ہر گھڑی' ہر ساعت' ہر دن اور ہر رات کے چوبیس گھنٹے' ہفتے کے ساتوں دن اور سال کے تین سو پینسٹھ روز بلا توقف جاری رہتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق سالانہ ایک کروڑ انسان آپ ﷺ کے مزار مبارک پر حاضر ہو کر تہنیت اور درود وسلام (Salute) پیش کرتے ہیں۔ کیا کوئی اور دربار' کوئی اور آستانہ روئے زمین پر ایسا ہے جہاں اس کثرت اور اس تسلسل سے حاضری دی جاتی ہو؟ کیا انسانی تاریخ اس جیسی یا اس سے ملتی جلتی کوئی اور مثال پیش کر سکتی ہے؟ کیا کسی اور انسان کو اتنا چاہا گیا ہے؟ کیا کسی اور انسان کے اتنے گن گائے گئے ہیں؟ کیا کوئی اور انسان اتنا سراہا گیا (Blessed) ہے؟ کیا کسی اور کے بلندی درجات کے لیے اتنی دعائیں کی گئی ہیں؟

جو شخص کسی سے محبت رکھتا ہے تو وہ اس کا ذکر بھی کثرت سے کرتا ہے' کیونکہ اس کو اس ذکر میں لذت' حلاوت اور قرار نصیب ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهُ''۔ [2]

جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے وہ اس کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔

اپنے نبی ﷺ پر درود پیش کرنے کے معاملے میں امت نے جس والہانہ پن' نیاز مندی (Dedication)' پابندی (Commitment)' سپردگی' شوق' ذوق اور کثرت کا مظاہرہ کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ذیل کی سطور میں ایسی ان گنت مثالوں میں سے چند منتخب مثالیں پیش کی جا رہی ہیں۔ ان مثالوں سے اس بات کا اندازہ کرنے میں مدد ملے گی کہ اپنے نبی ﷺ کے لیے امت کا یہ عمل کیسا بے نظیر' یکتا اور بے مثل ہے۔

☆ حضرت سیدنا علی t (شہادت ۲۱ رمضان ۴۰ھ) کا معمول تھا کہ روزانہ بعد نماز فجر تا طلوع آفتاب قبلہ رو بیٹھ کر درود شریف پڑھتے تھے۔ [3]

---

[1] سیرۃ الرسول' محمد طاہر القادری' ج ۲' ص ۵۸۱' منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور' ۲۰۰۹ء

[2] الجامع الصغیر' طبرانی' ج ۲' ص ۱۹۰

[3] تم پہ کروڑوں درود' خلیل احمد رانا' ص ۷' بحوالہ شریف التواریخ' سید شریف احمد شرافت نوشاہی' ج ۱' ص ۳۱۹

☆ اندلس کے شہر اشبیلیہ (اسپین) کا رہنے والا ایک لوحہ ر کثرت سے درود شریف پڑھنے کی وجہ سے "اللّٰھم صل علی محمد" کے نام سے مشہور ہو گیا تھا۔ [1]

☆ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی h (متوفی ۶۳۳ھ) روزانہ رات کو تین ہزار مرتبہ درود شریف پڑھ کر سوتے تھے۔ [2]

☆ شیخ محمد صفی الدین ابی المواہب شاذلی لوفائی تیونسی h (متوفی ۸۵۰ھ) دن میں ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ [3]

☆ شیخ احمد الکعکی h (متوفی ۹۵۲ھ) دن رات میں چالیس ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ [4]

☆ شیخ مسعود الدراوی h کا تعلق ایران سے تھا۔ آپ اکثر کام کے منتظر مزدوروں کو اجرت پر اپنے گھر لے جاتے اور انہیں صلوٰۃ وسلام کے کام پر لگا دیتے۔ یہ سلسلہ عصر کی نماز تک جاری رہتا۔ [5]

☆ شیخ محمد چشتی بدایونی h (متوفی ۱۰۲۴ھ) روزانہ دس ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے۔ [6]

☆ شاہ عبدالرحیم دہلوی h (متوفی ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۸ء) روانہ ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ [7]

☆ بابا ماہی شاہ قادری نوشاہی ہوشیار پوری h (متوفی ۱۱۹۴ھ/ ۱۷۸۰ء) نے دریائے بیاس (پنجاب' انڈیا) کے کنارے بارہ سالوں میں ایک کروڑ مرتبہ درود ہزارہ پڑھا۔ [8]

---

[1] ایضاً 'بحوالہ جواہر البحار فی فضائل النبی المختار' یوسف بن اسماعیل نبہانی' ج ۱' ص ۴۳۱

[2] تم پہ کروڑوں درود' ص ۹ بحوالہ سیر الاولیاء' امیر خورد سید محمد مبارک علوی کرمانی' ص ۱۳۵

[3] ایضاً' ص ۱۱' بحوالہ طبقات الکبریٰ' شیخ عبدالوہاب شعرانی' ص ۵۳۳

[4] ایضاً' ص ۱۳' بحوالہ طبقات امام شعرانی' عبدالوہاب شعرانی' ص ۴۷۰

[5] ایضاً' ص ۱۴' بحوالہ جامع کرامات الاولیاء' یوسف بن اسماعیل نبہانی' ج ۳' ص ۲۱۴

[6] تم پہ کروڑوں درود' ص ۱۵' بحوالہ تذکرۃ الواصلین' خواجہ رضی الدین بسمل بدایونی' ص ۱۹۷

[7] ایضاً' ص ۱۶' بحوالہ انفاس العارفین' شاہ ولی اللہ محدث دہلوی' المعارف لاہور' ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء' ص ۱۹۰

[8] ایضاً' ص ۱۸' بحوالہ شریف التواریخ' سید شریف احمد شرافت نوشاہی' ج ۳' ص ۲۰۹

☆ میاں محمد حسن بلوچستانی h (متوفی ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۷ء) پانچ روز میں ایک لاکھ مرتبہ درود شریف کا ورد فرماتے تھے۔ [۱]

☆ تلاوت کے بعد مفتی احمد یار خان نعیمی (متوفی ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۱ء) کا محبوب ترین وظیفہ درود پاک تھا' بلکہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ درود پاک کے ساتھ انہیں ہر چیز سے زیادہ بڑھ کر پیار تھا' تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ وہ اٹھتے بیٹھتے' چلتے پھرتے ہر حالت میں درود پاک پڑھتے رہتے تھے' بلکہ گفتگو کرتے ہوئے بھی درود شریف پڑھ لیتے اور وہ اس طرح کہ جب مخاطب بات کرنے لگتا اور انہیں اس کی بات سننے کے لیے خاموشی کا وقفہ ملتا' تو اس میں درود شریف جاری رہتا۔ [۲]

☆ نقشبندیہ سلسلہ کے معروف شیخ میاں شیر محمد شرقپوری h (متوفی ۱۳۴۷ھ/۱۹۲۸ء) ہر روز بعد نماز تہجد تین ہزار مرتبہ درود خضری پڑھتے تھے۔ یہ سلسلہ آج بھی آستانہ عالیہ شرقپور شریف (پنجاب' پاکستان) میں جاری ہے۔ [۳]

☆ ۱۹۳۷ء میں ڈاکٹر عبدالحمید (استاد کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج' لاہور) سے ایک ملاقات میں حکیم الامت ڈاکٹر محمد اقبال نے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے گن کر ایک کروڑ مرتبہ درود شریف پڑھا ہے۔ [۴]

☆ پنجاب کے ضلع چکوال کے قصبہ بنوال میں پیدا ہونے والے فقیر پروفیسر باغ حسین کمال کم از کم سوا دو لاکھ درود شریف روزانہ پڑھتے تھے۔ وہ زیادہ سے زیادہ کتنی تعداد میں یومیہ درود شریف پڑھتے تھے یہ ایک راز ہے۔

ان کے اپنے بیان کے مطابق ۱۹۷۸ء کے ماہِ رمضان میں انہوں نے ایک کروڑ مرتبہ سالانہ درود پاک پڑھنے کی نیت کی۔ اگلے سال ماہ رمضان میں ایک کروڑ درود پڑھنے کی سعادت حاصل کرلی' حتیٰ کہ ۱۹ فروری ۱۹۸۷ء کو ۳۷ کروڑ کی تعداد مکمل ہوئی۔

---

[۱] ایضاً' ص ۱۹' بحوالہ تذکرہ صوفیائے بلوچستان' ڈاکٹر انعام الحق کوثر' ص ۱۶۵ اور ۲۶۷

[۲] حالات زندگی مفتی احمد یار خان نعیمی بدایونی' شیخ بلال احمد صدیقی' ص ۱۱۹' نعیمی کتب خانہ گجرات ۲۰۰۴ء

[۳] تم پہ کروڑوں درود' ص ۲۳' بحوالہ حدیث دلبراں' حصہ فضل احمد مونگ شرقپوری' ص ۱۱۹' ۲۹۵' ۳۰۰' ۳۰۲

[۴] ایضاً' ص ۲۴-۲۵' بحوالہ ماہنامہ نعت' لاہور' دسمبر ۱۹۹۰ء' ص ۷۰ بحوالہ روزنامہ نوائے وقت' لاہور' ۲۱ اپریل ۱۹۸۸ء' فکر اقبال قرآن وسنت کی روشنی میں از محمد حنیف شاہد

تصوف کی اصطلاح میں اسے طی الارض کہتے ہیں کہ انسان کے اندر یہ کمال پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ بہت قلیل وقت میں کثیر تعداد میں درود پاک پڑھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ ان کے تربیت یافتہ مریدین جو آج بھی روزانہ لاکھ سے ڈیڑھ لاکھ مرتبہ درود پڑھتے ہیں، کی اچھی خاصی تعداد ہے۔[۱]

مراکش میں امام جزولی کے مزار پر درودوں کا تسلسل

امام جزولی h کا مرتب کردہ مجموعہ درود شریف دلائل الخیرات جو کہ مسلمانوں میں بے حد مقبول ہے، پندرہویں صدی عیسوی سے ہے کر آج تک مراکش جہاں سے اس کی ابتداء ہوئی تھی، سے لے کر انڈونیشیا اور ملائیشیا تک دسیوں لاکھوں (Millions) مسلمان اس کے عامل ہیں۔[۲]

یوں تو تمام صوفی سلسلوں میں رسول پاک ﷺ پر روزانہ کی بنیاد پر پابندی سے درود بھیجنے کو اہمیت حاصل ہے، لیکن مراکش میں ایک طبقہ (Brotherhood) موجود ہے جو اصحاب الدلائل کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ان اصحاب کا مقصد ہی درود کی تلاوت کرنا ہے۔

دلائل الخیرات کے مؤلف ابوعبداللہ محمد بن سلیمان الجزولی کے مزار مبارک واقع مراکش پر محبین اور متوسلین کا جمگھٹا رہتا ہے جو شب و روز (۷/۲۴) اس مجموعۂ درود کی تلاوت کرتے ہیں۔ یہ عمل کسی توقف اور تعطل کے بغیر جاری رہتا ہے۔

☆ روحانی سلسلہ حمیدیہ سہروردیہ میں ہر شب دو گھنٹہ تک محبوب خدا محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود پڑھنے کی روایت قائم ہے۔[۳]

درود شریف کا ورلڈ بینک (چک عبدالخالق، تحصیل دینہ، ضلع جہلم، پاکستان)

درود ورلڈ بینک کے قیام اور کام کی تفصیل اس ادارے کے بانی جناب سید حسنات احمد کمال جو کہ مقامی گورنمنٹ اسکول کے پرنسپل ہیں کی زبانی آپ کی نظر کرتا ہوں:

---

[۱] صدائے کمال، مارچ ۲۰۱۶ء سید حسنات احمد کمال، ص ۵، چک عبدالخالق، دینہ، ضلع جہلم

[۲] "And Muhammad is His Messenger", Annemarie Schimmel, P.96, The University of North Carolina Press, USA. 1985

[۳] Saint And Sufi in Modern Egypt, Michael Gilsenan, P.14+19, Clarendon Press, Oxford: 1973,

۳۱ دسمبر ۲۰۰۰ء میں جب میرے پیر و مرشد پروفیسر باغ حسین کمال صاحب کا وصال ہوا تو میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ درود شریف کے فروغ کی تحریک شروع کرنے کا لمحہ آ پہنچا ہے۔ میں نے نمبروں والی چند تسبیحیں خریدیں جن میں کاؤنٹر لگے تھے اور مسجد کے نمازیوں میں تقسیم کر دیں۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی جب پہلے ہفتے کی تکمیل پر بروز پیر تمام درودوں کو جمع کیا گیا تو وہ ۸۰ ہزار تھے۔ شامل ہونے والے ہر نئے ممبر کو تسبیح دینے کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

دوسری بستیوں میں بھی درود شریف کے حلقے قائم کیے جانے لگے اور کسی ایک مقامی فرد کو اس حلقے کا امیر (نگران) مقرر کیا جانے لگا جو اپنے حلقے میں پڑھے گئے درود کا اندراج ہفتہ واری بنیاد پر خانقاہ دارالحسنات میں کرواتا ہے۔ درود پاک کے ممبران اسکولوں، کالجوں اور جیلوں میں بھی بنائے جاتے ہیں۔ ہمارے حلقے میں خواتین ممبران کی تعداد مرد حضرات سے زیادہ ہے۔ یوں کام میں وسعت ہوتی گئی اور اب درود ورلڈ بینک کی شاخیں مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، امریکہ، برطانیہ، فرانس، کینیڈا، آسٹریلیا، بھارت، جاپان، دبئی، ڈنمارک، ابوظہبی، مسقط، کویت، کینیا اور متعدد دیگر مقامات پر قائم ہو چکی ہیں۔

ممبران کے ناموں کے اندراج کے لیے کئی رجسٹر بنائے گئے ہیں۔ اسی طرح جن لوگوں کو درود پڑھنے کا ہوم ورک دیا جاتا ہے ان کے اندراج کا رجسٹر اور جو لوگ درود پڑھ لیتے ہیں اس کی تعداد کے اندراج کے لیے علیحدہ رجسٹر ہیں۔

سالانہ پڑھے جانے والے درودوں کی تعداد لاکھوں، کروڑوں بلکہ اربوں تک جا پہنچتی ہے۔ آخری اجتماع میں پڑھے گئے درودوں کی کل تعداد ایک کھرب تھی۔

درود پڑھنے کے ذوق کو مہمیز کرنے کے لیے یہ اعلان کیا گیا ہے کہ جو شخص سال میں ایک کروڑ درود پاک پڑھے گا ایک خاص تقریب میں اس کی دستار بندی کی جائے گی۔ اسی طرح جو خواتین یہ سنگ میل عبور کریں گی ان کی چادر پوشی یعنی انہیں رداء فضیلت سے نوازا جائے گا۔ اب تک جن ۸۱ خواتین و حضرات نے ایک کروڑ درود سالانہ پڑھنے کا اعزاز حاصل کیا ہے ان کے نام اس مجلے میں شائع کیے گئے ہیں۔

چک عبدالخالق کی اس مسجد میں ۱۴ روز کے بعد ہر دوسرے اتوار کو محفل منعقد ہوتی ہے، جس

میں لاکھوں کی تعداد میں درود شریف پڑھا جاتا ہے۔اس محفل میں عام لوگوں کے علاوہ اسکول کے بچے اور بچیاں ٹولیوں کی شکل میں بیٹھ کر درود شریف پڑھتے ہیں اور جمع کراتے ہیں۔ [1]

اس ادارے کے بارے میں جبار مرزا نے اپنے کالم میں جو کہ روزنامہ جنگ ۵/اپریل ۲۰۰۹ء کو شائع ہوا میں بھی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

درود بینک (فیصل آباد)

مفتی محمد امین h جو کہ دار العلوم امینیہ رضویہ محمد پورہ فیصل آباد کے بانی و مہتمم تھے' وہ محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد قادری چشتی h کے شاگرد اول اور خلیفہ مجاز تھے۔ اس کے علاوہ درگاہ گلہر شریف کوٹلی کے سلطان عالم خواجہ محمد صادق چیچوی h کے بھی خلیفہ تھے۔آپ فرائض' سنن اور مستحبات کی سختی سے پابندی کرنے والے تھے۔آپ اپنے رفقاء اور عام مسلمانوں کو شکل' لباس اور رہن سہن سنت رسول ﷺ کے مطابق ڈھالنے کی تلقین فرماتے تھے۔

پیرانہ سالی اور علالت کے باوجود باجماعت نماز پڑھنے کے لیے مسجد تشریف لاتے تھے۔ آپ کی پیشانی پر واضح طور پر اسم محمد (ﷺ) موجود تھا۔آپ نے ۱۳۵ سے زائد کتب و رسائل تحریر فرمائے' جن میں درود پاک کے بارے میں لکھی گئی کتاب ''آب کوثر'' نمایاں ہے' جس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور کئی زبانوں میں ترجمے بھی شائع ہوئے ہیں۔آپ کی مسجد گلزار مدینہ' محمد پورہ' فیصل آباد جس کی شہرت ''درود والی مسجد'' کے نام سے ہے' میں ہر جمعہ بعد از نماز عصر محفل درود منعقد ہوتی ہے۔اس محفل میں کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوتے ہیں۔

مفتی محمد امین صاحب بچپن سے درود پاک سے محبت رکھتے تھے اور انہوں نے درود پاک کو اپنی زندگی میں لازم کر لیا تھا اور درود پاک کے سلسلہ کو مساجد اور گھر گھر پھیلانے کا بیڑہ اٹھایا ہوا تھا۔مگر اس مہم (Campaign) کا آغاز ربیع الاوّل ۲۰۱۰ء سے کیا گیا اور یہ اعلان کیا گیا کہ آئندہ سال ۱۲/ربیع الاوّل کو ۱۴ کروڑ درود پاک کا نذرانہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں پیش کیا جائے گا۔اس مہم کا مقصد حبیب خدا ﷺ کی محبت کو اجاگر کرنا اور لوگوں کو رب سے جوڑنا تھا۔اگلے سال ۱۲ ربیع الاوّل ۲۰۱۱ء کی شب جب پیش کردہ درود

---

[1] مجلہ صدائے کمال' شمارہ مارچ ۲۰۱۶ء' ص ۲۱-۲۳' چک عبد الخالق تحصیل دینہ' ضلع جہلم' پاکستان

پاک کی گنتی کی گئی تو یہ گنتی ۶۵ کروڑ مرتبہ سے زائد تھی۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس سلسلہ درود کو مزید وسیع کیا جائے گا۔

درود پاک کی اس مہم کے لیے درود بینک کا قیام عمل میں لایا گیا اور اس کا نام تحریک تبلیغ الاسلام انٹرنیشنل رکھا گیا۔ اس کا مرکزی دفتر ۵۴ جناح کالونی فیصل آباد میں قائم ہے۔ اس تحریک کے تحت مساجد مدارس اسکولوں دفاتر مارکیٹوں اور گھروں میں محافل درود کا باقاعدہ سلسلہ شروع کیا گیا۔ پڑھے جانے والے درودوں کا ہفتہ واری بنیاد پر تحریک کے مرکزی دفتر میں اندراج کیا جاتا ہے۔ اسی طرح فون اور انٹرنیٹ کے ذریعہ بھی درود پاک کو جمع کیا جاتا ہے۔

درود پاک کے اندراج کے لیے ایک موبائل نمبر 0324-9101192 موجود ہے جس پر "SMS" کے ذریعے یا کال کے ذریعے درود پاک جمع کیا جاتا ہے۔ آستانہ عالیہ محمد پورہ میں رجسٹر موجود ہے جہاں لوگ اپنا درود پاک لکھوا کر جاتے ہیں اور درود بکس بھی مسجد میں موجود ہے جس میں ہفتہ وار درود پاک پرچیوں پر لکھ کر ڈال دیا جاتا ہے۔ تحریک تبلیغ الاسلام کے ممبران ملک کے طول وعرض سے ہر جمعرات کو اپنے اپنے علاقوں کا درود پاک جمع کر کے دفتر میں رابطہ کر کے لکھوا دیتے ہیں اور اسے ایک رجسٹر میں نام علاقہ اور تاریخ سمیت درج کر دیا جاتا ہے اور جن احباب نے درود پاک کا نیٹ ورک بنایا ہوا ہے اور وہ ہفتہ وار کروڑوں کی تعداد میں درود پاک اکٹھا کرتے ہیں ان کو علیحدہ خاص لوگوں میں شمار کیا جاتا ہے اور ان کے ساتھ باقاعدہ رابطہ رکھا جاتا ہے۔

آستانہ عالیہ محمد پورہ میں ہر اتوار کو صبح فجر کی نماز کے بعد درس قرآن کا اہتمام ہوتا ہے' اس میں لوگوں کی درود پاک زیادہ سے زیادہ پڑھنے اور پڑھانے کی تربیت ہوتی ہے۔ اسی طرح تحریک تبلیغ الاسلام کے دفتر میں ہر ہفتہ کو صبح نو بجے سے ۱۰:۳۰ تک محفل پاک کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

اس تحریک کے ساتھ کل کتنے افراد وابستہ ہیں اس کا صحیح اندازہ لگانا دشوار ہے' مگر یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ ہزاروں افراد اس سلسلے سے منسلک ہیں۔ کم از کم ۳۰۰ درود کمیٹیاں قائم ہیں۔ ۱۲۵۰ اسکول' کالج' مدارس اور یونیورسٹی میں اس کے حلقے قائم ہیں۔ ۲۰۱۱ء سے یہ سلسلہ باقاعدگی سے جاری ہے۔ ہر سال درود پاک کی تعداد کا جو ہدف مقرر کیا جاتا ہے ہر آنے

والے سال میں یہ ہدف گزشتہ سال سے زیادہ مقرر کیا جاتا ہے اور ہر مرتبہ دیئے گئے ٹارگٹ سے زیادہ ہی درود پاک جمع ہو جاتا ہے۔

۲۰۱۱ء جمع ہونے والا درود پاک ۶۵۲۳۸۸۶۳۳ پینسٹھ کروڑ سے زائد

۲۰۱۲ء جمع ہونے والا درود پاک ۸۱۱۷۷۲۶۸۳۶ آٹھ ارب سے زائد

۲۰۱۳ء جمع ہونے والا درود پاک ۵۹ ۴۹۴ ۵۳۴ ۰۳ ۴ چار ارب سے زائد

۲۰۱۴ء جمع ہونے والا درود پاک ۱۱۴۹۸۸۶۸۵۰۰ گیارہ ارب سے زائد

۲۰۱۵ء جمع ہونے والا درود پاک ۸۲۵۰۱۹۱۹۹۸۸ بیاسی ارب سے زائد

۲۰۱۶ء میں چونکہ ماہ ربیع الاول شریف کی سہانی رات دو مرتبہ آئی اس لیے جنوری اور دسمبر میں دو مرتبہ گلدستہ پیش کیا گیا۔

۲۰۱۶ء جمع ہونے والا درود پاک ۱۵۰۵۳۸۱۷۸۴۱۵ ڈیڑھ کھرب سے زائد

۱۲ دسمبر ۲۰۱۶ء جمع ہونے والا درود پاک ۷۸۶ ۷۶۳ ۵۳۴ ۱۴ ۳ تین کھرب سے زائد

آئندہ برس یعنی ربیع الاوّل ۲۰۱۷ء کے لیے درود پاک کا ہدف پانچ کھرب مقرر کیا گیا ہے۔ غالب امکان ہے کہ اس سال بھی مقررہ تعداد سے کہیں زیادہ درود پڑھا جائے گا۔

حلقہ درود سقیانی شریف، سجاول، سندھ

پیر طریقت بابا سائیں علامہ حافظ غلام محمد سوہر قادری محمودی صاحب بانی و سرپرست جماعت محمودیہ قادریہ جنہیں روحانی سلسلہ عالیہ قادریہ، شاذلیہ، رفاعیہ اور دیگر سلاسل سے خلافت حاصل ہے۔ عرب و عجم میں آپ کے سینکڑوں خلفاء ہیں۔ عشق رسول ﷺ کی روشنی کو گھر گھر پہنچانا ان کا نصب العین ہے۔ جماعت محمودیہ قادریہ میں شامل ہونے والوں کو عشق رسول ﷺ میں ڈوب کر درود و سلام پڑھنے کا درس دیا جاتا ہے۔ حلقے میں شامل ہونے والے ہر فرد کو محبت رسول کے جذبے سے سرشار کرنے کے لیے روزانہ کم از کم ۱۰۰۰ مرتبہ درود پاک پڑھنے کا پابند کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی بھی غمی یا خوشی کے موقع پر محفل درود تاریہ (ایک مخصوص درود جو عرب بزرگوں اور مشائخ میں بے حد مقبول ہے۔ اس درود کی برکت سے اس کا پڑھنے والا ہمیشہ دنیاوی رنج و غم اور پریشانیوں سے محفوظ رہتا ہے)، کے پڑھنے کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔ بالخصوص ہر جمعرات کو بعد از نماز مغرب تا عشاء پاکستان کے

مختلف شہروں اور قصبات میں درود کی محفل سجائی جاتی ہے۔ ان حلقہ ہائے درود کی تعداد ہزاروں میں ہے اور یہ سلسلہ ہر آنے والے دن میں وسیع سے وسیع تر ہوتا جارہا ہے۔ محافل کا یہ سلسلہ جو سندھ سے شروع ہوا تھا پنجاب' بلوچستان' خیبر پختون خواہ یعنی پورے پاکستان سے ہوتا ہوا اب ہندوستان' سعودی عرب' یمن' شام' ترکی' ایران' کویت' دبئی' عراق اور امریکہ وغیرہ تک پھیل چکا ہے۔ ان تمام حلقوں میں پڑھا جانے والا درود بابا سائیں کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے۔ جسے بابا سائیں حاضری مدینہ منورہ کے موقع پر سرکار دو جہاں ﷺ کی بارگاہ میں بذات خود پیش فرماتے ہیں اور جملہ متوسلین کے حق میں دعا فرماتے ہیں۔ دنیا کے مختلف حصوں میں پڑھے جانے والے درود کو یکجا کرنے کے لیے ای میل' واٹس اپ' فیس بک اور دیگر سوشل میڈیا گروپس کی مدد لی جاتی ہے۔

اس سلسلہ سے وابستہ محترم حامد علی مہروی جن کا تعلق نارتھ کراچی سے ہے' پچھلے بارہ برسوں میں ۱۳ ارب درود پاک کا نذرانہ پیش کر چکے ہیں۔ اسی طرح سلسلہ سے وابستہ مفتی محمد مکرم خان قادری محمودی کی جانب سے ۲ ارب درود پاک کا تحفہ پیش کیا جا چکا ہے۔ اس حلقہ کے بارے میں جملہ معلومات مفتی محمد مکرم قادری نے ہم تک پہنچائی ہیں۔

گوشۂ درود' لاہور

۲۰۰۵ء میں ادارہ منہاج القرآن کے مرکز لاہور میں ادارے کے بانی پروفیسر محمد طاہر القادری مدظلہ کی ہدایت پر ''گوشۂ درود'' کا قیام عمل میں آیا۔ اس گوشے کے قیام کا مقصد درود پاک کے ذریعہ امت کو صاحب درود ﷺ سے جوڑنا اور آپ ﷺ کی رحمت کو اپنی جانب متوجہ کرنا تھا۔ اس مرکز میں کم از کم ۱۸ سے لے کر ۱۲۱ افراد تک ہمہ وقت موجود ہوتے ہیں اور کم از کم ۱۶ افراد ۸ گھنٹہ تک درود پڑھنے کے عمل میں شریک ہوتے ہیں' اگلے ۸ گھنٹہ ۶ نئے افراد ان کی جگہ سنبھال لیتے ہیں۔ اس طرح یہ سلسلہ ۲۴ گھنٹے' ہفتے کے ساتوں دن جاری رہتا ہے۔ عام طور پر لوگ دس دن کا چلہ کرتے ہیں۔ گوشۂ درود کا حصہ بننے والوں کے لیے کچھ ضابطوں کا پابند ہونا ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً وہ سفید لباس زیب تن کرتے ہیں' سبز جبہ اور سرخ ٹوپی پہنتے ہیں' خوشبو لگاتے ہیں' ہمہ وقت باوضو رہتے ہیں' روزے سے ہوتے ہیں' ان سب کے لیے سحری اور افطاری کا انتظام کیا جاتا ہے' دنیوی گفتگو سے پرہیز کرتے ہیں' نماز کے وقفوں کے

علاوہ ان کا ایک لمحہ بھی درود سے خالی نہیں ہوتا ہے۔ اس دوران اضافی لوگ بھی آ کر محفل کا حصہ بنتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ جتنی تعداد میں بھی درود پڑھا جاتا ہے اسے نوٹ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح دیگر شہروں دور دراز مقامات اور گھروں میں بھی اسی اہتمام کے ساتھ جو محفلیں سجائی جاتی ہیں اور درود پڑھے جاتے ہیں اس کی اطلاع بذریعہ فون' فیکس' ای میل اور ویب سائٹ مرکز کو دی جاتی ہے۔

یاد رہے کہ جو درود چلتے پھرتے یا اٹھتے بیٹھتے یعنی اہتمام کے بغیر پڑھے جاتے ہیں وہ اس گنتی کا حصہ نہیں بنائے جاتے ہیں۔ کل پیش کردہ درودوں کو شمار کیا جاتا ہے اور ہر ماہ کی پہلی جمعرات کو یہاں مجلس ختم الصلوٰۃ النبی منعقد کی جاتی ہے۔ اس مجلس میں مزید لوگ شریک ہوتے ہیں۔ محفل میں تلاوت اور نعت کے بعد درود وسلام کی اہمیت' ترتیبی امور اور روحانی موضوعات پر تقریر ہوتی ہے۔ صلاۃ وسلام اور دعاء خیر پر مجلس کا اختتام ہوتا ہے۔ ماہانہ بنیاد پر کتنے درود پڑھے گئے اور اس گوشے کے قیام (۲۰۰۵ء) سے لے کر آج تک کل کتنی تعداد میں درود پیش کیا گیا اس کا اندراج اور شمار کیا جاتا ہے۔ اب تک (۵ دسمبر ۲۰۱۷ء) اس گوشے میں پڑھے اور جمع کیے گئے درودوں کی مجموعی تعداد ۶۵۶۲۴۳۳۱۰۲۱۵ ہے۔ یہ اعداد و شمار تازہ (Update) کیے جاتے ہیں۔ [1]

درود محل بہاولپور

درود کے موضوع پر ۴۰۰ کتب پر مشتمل لائبریری

محترم ع م چودھری جو ایک مقامی ڈگری کالج میں استاد ہیں' نے درود محل کے نام سے ایک منفرد مرکز قائم کیا ہوا ہے۔

۲۰۰۳ء سے بلاتوقف ان کے گھر پر ہر اسلامی ماہ کے پہلے جمعہ کو عصر تا مغرب محفل درود وسلام کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ بعد ازاں نعت خوانی اور دعاء ہوتی ہے۔

۲۰۰۷ء میں درود محل کے نام سے درود شریف کی کتب پر مشتمل ایک لائبریری قائم کی گئی ہے۔ اس میں اس موضوع پر ۴۰۰ کتب جمع کی گئی ہیں۔ چودھری صاحب کو درود شریف لکھنے' پڑھنے' سیکھنے' سکھانے اور پھیلانے کا بے حد شوق ہے' یہی ان کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔

---

[1] www.gosha-e-durood.com

درود محل میں آپ ﷺ کے اسم مبارک محمد ﷺ کے ۱۰۰ سے زائد خطاطی کے نمونوں کو موتی' سلمی ستارے لگا کر مزین کیا گیا ہے اور انہیں پلاسٹک کوٹنگ کے ذریعہ محفوظ کر کے چپکا ہے زمانے میں نام محمد کے نام کے ساتھ مجلد کیا گیا ہے۔ اسی طرح ٹشو پیپرز پر ۲۰۰ سے زائد درود شریف لکھوا کر مختلف رنگوں' ڈیزائنوں میں سلمی ستارے اور موتیوں سے مزین کیا گیا ہے۔ ان نمونوں کو بھی پلاسٹک کوٹنگ اور جلد بندی کے ذریعہ تحفۂ درود وسلام کے نام سے محفوظ کیا گیا ہے۔

گوشۂ درود بھیرہ (ضلع سرگودھا' پاکستان)

پیر محمد کرم شاہ الازہری کا آبائی علاقہ اور ان کے قائم کردہ اسکول دار العلوم اور مسجد میں روزانہ کی بنیاد پر محفل درود منعقد کی جاتی ہے۔ اس مقصد کے لیے گوشہ (کمرہ) کو مخصوص کیا گیا ہے۔ لوگ گھروں سے بھی درود پڑھ کر اس میں شامل کرتے ہیں۔ یہاں دو رجسٹر رکھے گئے ہیں' ایک مردوں کے لیے اور دوسرا عورتوں کے لیے۔ قریب ہی موجود پیر صاحب کے مزار پر بھی روزانہ بعد نماز فجر درود کی محفل سجائی جاتی ہے اور روزانہ بعد نماز عصر درود اور قصیدہ بردہ شریف کی محفل کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ آخر میں ایصال ثواب اور دعاء پر محفل کا اختتام ہوتا ہے۔ اس محفل کی باقاعدگی کو یقینی بنایا جاتا ہے اور اس کے انعقاد میں تعطل یا ناغہ واقع نہیں ہوتا ہے۔

ٹورانٹو' کینیڈا میں ۲/۱ ۴ گھنٹہ تک مسلسل کھڑے ہو کر سلام پیش کیا گیا

امام احمد رضا فاضل بریلوی h کا اُردو میں لکھا ہوا سلام ''مصطفی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' نے بین الاقوامی شہرت اور پذیرائی حاصل کی ہے۔ یہ سلام ۱۷۱ اشعار پر مشتمل ہے جو کسی بھی زبان میں لکھا گیا طویل ترین سلام ہے۔ کینیڈا میں مقیم معروف نعت گو شاعر جناب سید حامد یزدانی نے پورے سلام رضا پر تضمین لکھی ہے۔ ٹورانٹو میں منعقد ہونے والی ایسی دو محافل میں مجھے شریک ہونے کا موقع ملا ہے جن میں اعلیٰ حضرت کا مکمل سلام بمع تضمین کے پڑھا گیا ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ اس سلام کو پڑھنے میں ۲/۱ ۴ گھنٹے لگے اور حاضرین نے سلام کے ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے پورا سلام کھڑے ہو کر ہی پڑھا۔ اس محفل درود و

سلام کا اہتمام استاد صدیق نور محمد کے قائم کردہ مدرسہ ھدایہ ٹورانٹو کینیڈا نے کیا تھا۔ [1]

سوشل میڈیا پر ایک کروڑ مرتبہ درود پڑھنے کی مہم (Campaign)

سوشل میڈیا، خاص طور پر فیس بک پر آئے دن ایسی مہم چلائی جاتی ہے کہ ہم نے ایک کروڑ مرتبہ درود پاک پڑھنے کا ہدف مقرر کیا ہے۔ برائے مہربانی اس نوٹیفیکیشن کو پڑھنے والے اس مہم کا حصہ بنیں اور اپنے اپنے پڑھے ہوئے درود اس پیج پر جمع کرائیں۔ جب ایک مہم اختتام پذیر ہوتی ہے پھر ایک اور نئی مہم آجاتی ہے۔ اس طرح مہمات کا یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ یہ محبت بھری ادا نہایت منفرد اور بے مثال ہے۔

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

[1] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا h کے مشہور سلام "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" پر مختلف اہل قلم نے متعدد تضمینیں لکھی ہیں۔ سید محمد مرغوب اختر الحامدی نے "بہارِ عقیدت" کے نام سے اور سید حامد یزدانی نے "بہارِ قبول" کے نام سے تمام ۱۷۱ اشعار پر مکمل تضمینیں لکھی ہیں۔ ان کے علاوہ پیر سید نصیر الدین نصیر اور سید حبیب احمد شاہ نے بھی تضمینیں لکھی ہیں۔

تو ئی تسکین دل، آرام جاں، صبر و قرار من
آپ کی تعظیم، آپ سے پیار اور آپ کی اتباع سب سے زیادہ کی گئی

بے شمار لوگ دنیا میں آئے، انہوں نے اچھے کام بھی کیے اور قابل ذکر تبدیلیوں کا باعث بھی بنے۔ مگر جتنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سراہا گیا، جتنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی گئی، جتنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کیا گیا، جتنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی سے چھوٹی سنتوں کی جس طرح پیروی کی گئی تاریخ انسانی میں اس کی مثال کا ملنا ناممکن ہے۔ اس دعویٰ کی دلیل میں سینکڑوں، ہزاروں بلکہ لاکھوں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ ایسی مثالوں میں سے نمونے کے طور پر چند منتخب مثالیں اس باب کا حصہ ہیں۔

محبت

محبت کے معنی: اُلفت، چاہت، پیار، اخلاص اور لگن کے ہیں۔ [1]

عشق

عشق کے معنی: از حد محبت، نہایت دوست رکھنا ہے۔ عشق جس شخص پر غالب آ جاتا ہے اسے سکھا کر کانٹا کر دیتا ہے۔ [2]

گویا محبت کی شدت کو عشق کہتے ہیں یعنی عشق محبت کا اگلا درجہ (Superlative degree) ہے، یعنی عشق میں مبالغہ آرائی پائی جاتی ہے۔

ہر مسلمان کے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کا ایک خاص مقام ہے، اپنے رسول سے مسلمانوں کی محبت گہری، ان کی تعظیم مثالی اور ان کی وفا دیدنی ہے۔ انسان انسانی تاریخ

---

[1] فرہنگ آصفیہ، ج ۴، ص ۳۰۳

[2] ایضاً، ج ۳، ص ۲۷۳

سے جتنا واقف ہے اگر اس پورے ذخیرے اور علم کو کھنگالا جائے اور یہ دیکھنے کی کوشش کی جائے کہ اس پورے عرصے میں کس انسان کو سب سے زیادہ چاہا گیا ہے' کس انسان سے سب سے زیادہ پیار کیا گیا ہے' کس انسان سے سب سے بڑھ کر عشق کیا گیا ہے؟ تو جواب اس کے سوا کچھ نہ پا سکے گا کہ "محمد رسول اللہ" صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ہمارا دعوی ہے کہ جو عشق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا گیا ہے وہ اپنی کیت اور اپنے معیار (Quantity and quality) یعنی دونوں اعتبارات سے منفرد' یکتا اور بے مثال ہے۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ چشم فلک ان مثالوں اور ان نظاروں سے بڑھ کر کوئی گواہی پیش نہیں کر سکے گی جو صرف اور صرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں۔ بات صرف یہاں تک ہی محدود نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ چاہا گیا ہے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ پیار کیا گیا ہے' بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم (Respect) بھی سب سے بڑھ کر کی گئی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور پیروی (Lovingly immitated) بھی سب سے زیادہ کی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت' تعظیم اور اتباع کا موازنہ اگر کسی اور ذات سے کیا جائے' تو کہیں اور اس جذبہ کا عشر عشیر بھی ہمیں نظر نہیں آئے گا۔

اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب اور ان کی محبت ہر مسلمان کا سرمایہ حیات ہے۔ ہر مسلمان کے سینے میں دھڑکنے والا دل اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سے سرشار رہتا ہے۔ عشق اور جاں نثاری کے بہترین نمونے اور بے مثال مظاہرے ہمیں صحابہ کرام کی زندگیوں میں نظر آتے ہیں۔ محبت' عشق' وفا و جاں نثاری کا سلسلہ صحابہ کرام پر ہی ختم نہیں ہو گیا' بلکہ یہ سلسلہ ہر زمانے اور ہر عہد میں جاری رہا' یہاں تک کہ آج کے مادی و نفسانفسی کے دور میں بھی یہ جذبہ زندہ و توانا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تم فرماؤ: اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔ (التوبہ: ۲۴)

اسی طرح فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ تم میں سے کوئی بھی کامل ایماندار نہیں ہو سکتا جب

تک کہ میں اس کے لیے اس کے ماں باپ' اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔ [1]

چونکہ آپ ﷺ کے چاہنے والوں کے لیے آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی بے حد اہم اور عالی مرتبت ہے' اسی لیے انہوں نے آپ ﷺ کے افعال' اقوال اور سکوت یعنی ہر کیفیت کو محفوظ کرنے کے لیے حدیث کا فن ایجاد کیا' اس کی تدوین اور اسے محفوظ بنانے کے بیے عرق ریزی کی۔ یوں احادیث نے اسلامی تہذیب میں بنیادی اہمیت حاصل کر لی۔ اس محنتِ شاقہ کا مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ کے چاہنے والے اپنے نبی کی ذات' ان کے شمائل (حلیہ و شباہت)' ان کے اعمال و افعال کے بارے میں باریک بینی کے ساتھ زیادہ سے زیادہ جان سکیں اور اپنے افعال و کردار کو پوری جزئیات کے ساتھ اس کے سانچے میں ڈھال سکیں۔

آپ ﷺ کی اتباع کے لیے تین معیارات مقرر کیے گئے: یعنی آپ ﷺ کا فعل' قول اور سکوت۔ آپ ﷺ نے جو کر کے دکھایا اس کی پیروی کرنی ہے' جو فرمایا اسے بجالانا ہے اور جو کسی کو کرتے دیکھا اور منع نہیں فرمایا یعنی سکوت اختیار فرمایا اسے مان لینا ہے۔ انہیں بالترتیب سنتِ فعلی' سنتِ قولی اور سنتِ سکوتی کہتے ہیں۔ آپ ﷺ کن باتوں سے خوش ہوئے اور کن باتوں پر خفگی کا اظہار فرمایا' کن چیزوں کو حلال قرار دیا اور کن چیزوں کو حرام ٹھہرایا۔ ان سب باتوں کا علم حاصل کرنا اور ان کا ابلاغ کرنا تاکہ پوری جزئیات کے ساتھ ان کی اتباع اور پیروی کی جا سکے۔

آپ ﷺ کے امتی کسی بھی کام کے کرنے سے پہلے اس کام کا مسنون طریقہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ اپنے روزمرہ امور کو اسی رنگ میں ڈھال کر کامل سپردگی کا نمونہ بنا سکیں۔

''انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا'' کے مصنف نے بھی اس کا ادراک اور اقرار یوں کیا:

The imitation of the Prophet has functioned as an important vehicle of ethical and spiritual growth for many Muslims across the centuries. Thus, pious Muslims through the ages have endeavoured to follow Prophetic precedent even in

---

[1] بخاری' ج ۱' ص ۲' رقم: ۱۵

such seemingly mundane matters as using a toothpick or not trimming one's beard. The presence of Muhammad in popular Islamic piety is also anchored in festive commemorations of his birth (mawlid) on the 12th or 17th of Rabi al-Awwal (the third month of the Islamic calendar), during which the most famous panegyric on the Prophet, the so-called Mantle Poem by al-Bosiri (died 1295), is traditionally recited in many islamic countries.[1]

رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اتباع (نقالی) اخلاقی اور روحانی اعتبار سے صدیوں سے مسلمانوں کی بالیدگی کا ذریعہ رہی ہے۔ ہر دور کے متقی مسلمانوں نے سنت کی پیروی کی جدوجہد کی ہے یہاں تک کہ باریک سے باریک دنیاوی امور مثلاً خلال (Toothpick) اور داڑھی ترشوانے جیسے کاموں کے لیے بھی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ تعلق خاطر کا یہ جذبہ یوم میلاد جو کہ ۱۲ یا ۱۷ ربیع الاول (اسلامی کیلنڈر کے مطابق) میں بھی کارفرما نظر آتا ہے جب وہ اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے معروف قصیدے پڑھتے ہیں جیسے امام بوصیری (م ۱۲۹۵ء) کا قصیدہ بردہ' جو کہ بہت سے اسلامی ممالک میں روایتی طور پر پڑھا جاتا ہے۔

کسی چیز کے جائز و ناجائز ہونے کا پیمانہ' محبوب و معتوب ہونے کی کلید' کس کام کو کرنا ہے اور کسے ترک کر دینا ہے کا ترازو اور معیار ''فَاتَّبِعُوْنِیْ'' ہے۔ یعنی زبانی جمع خرچ سے کام نہیں چلے گا' بلکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کی پیروی کر کے اس تعلق کا عملی ثبوت پیش کرنا پڑے گا۔ گویا اتباع رسول ہی محبوب یا معتوب ہونے کی کسوٹی قرار پایا ہے۔

اسی معیار سے دعویٰ محبت کرنے والے کو جانچا جائے گا۔ وہی کامیاب قرار پائے گا جو اقوال' اعمال' اخلاق اور احوال میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنے والا ہوگا۔ صحابہ کرام] کی آنکھوں کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمونہ عمل تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے مقتداء تھے اور وہ مقتدی۔ صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت' احترام اور اتباع کا کما حقہ حق ادا کیا ہے اور بعد میں آنے والوں نے صحابہ کرام کے نقش قدم کو نشان منزل بنایا ہے۔

یہاں میں امام غزالی h (م ۵۰۵ھ) کی مشہور کتاب ''احیاء العلوم'' کا حوالہ دیتے

---

[1] Muhammad Prophet of Islam", www.britannica.com/biography/Muhammad

بغیر نہیں رہ سکتا' جو ۴ جلدوں اور ۴۰ ابواب پر مشتمل ہے۔ انہوں نے اس کتاب کے ۱۰ ابواب کو صرف اور صرف معاملات کے لیے مخصوص کیا ہے۔ یعنی بچوں' بڑوں' بیوی' عورتوں' والدین' اولاد' پڑوسی' رشتہ داروں' ساتھ سفر کرنے والوں' دوستوں اور دشمنوں سے کس طرح برتاؤ کرنا ہے؟ اخلاق' سچائی' امانت داری' محبت' بھائی چارہ' رحمت' شفقت' سخاوت' وفا' ایمانداری کا معیار کیا ہے؟ طور طریقہ' عادات و اخلاق' سیرت و کردار' سفر و حضر' نشست و برخاست' چلنا پھرنا' کھانا پینا' گفتگو و سکوت میں کس طرح آپ ﷺ کی پیروی کرنی ہے؟ غرض یہ کہ اپنے معاملات کو حضور ﷺ کی تعلیمات اور نمونہ عمل کے مطابق ڈھالنے کی اہمیت کو اجاگر بھی کیا گیا ہے اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش بھی کی گئی ہے۔

''احیاء العلوم'' کی جلد دوم کے دس ابواب کے عنوانات درج ذیل ہیں:

(۱) آداب طعام

(۲) نکاح کا بیان

(۳) روزگار کے احکام

(۴) حلال و حرام کا بیان

(۵) آداب صحبت کا بیان

(۶) گوشہ نشینی کا بیان

(۷) آداب سفر

(۸) وجد و سماع کا بیان

(۹) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا بیان

(۱۰) آداب زندگی کا بیان

ظاہری طور پر آپ ﷺ کی سنت کی پیروی یعنی داڑھی مبارک' زلفیں' لباس' بود و باش کی شباہت اختیار کرنا اور باطنی طور پر آپ ﷺ کے اخلاق حمیدہ' دلوں کی پاکیزگی' اخلاص' کینہ سے دور رہنا' ریا کاری سے بچنا جیسی خصوصیات کو اپنانا شامل ہے۔

دنیا میں ہزاروں انبیاء و رسول' بادشاہ و سلاطین' سپہ سالار و فاتحین' علماء اور فضلاء گزرے

ہیں۔ کیا کسی اور کی سوانح حیات' احوال واقوال کو اس طرح محفوظ کیا گیا ہے جس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے ایک ایک لمحے کو نہ صرف ریکارڈ کیا گیا ہے' بلکہ نسل در نسل اس کا ابلاغ بھی کیا گیا ہے؟ گزشتہ ۱۴۰۰ سال سے وہ نمونۂ عمل نہ صرف آنکھوں کے سامنے تروتازہ ہے' بلکہ ہزاروں لاکھوں انسانوں نے اسے اپنا رکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اخلاص اور اپنے فیضان نظر سے ایسی شمع جلائی جو آج بھی روشن و تاباں ہے۔ ایسی چنگاری جلائی (Ignite) جو شعلۂ جوالہ بنی ہوئی ہے اور آج بھی پروانے اس شمع پر نثار ہونے کو آمادہ و تیار نظر آتے ہیں۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے ان کے طریقہ کی پیروی (immitate) کرنے کو کس درجہ محبوب رکھتے ہیں' اس کا اندازہ کرنے کے لیے میں اس مقام پر انگریز ماہر آثار قدیمہ۔ مصنف اور آکسفورڈ میوزیم برطانیہ کے نگران "DAVID GEORGE HOGARTH" (1862-1927) کا ایک اقتباس آپ کی نذر کرنا چاہتا ہوں' وہ لکھتا ہے:

Serious or trivial, his daily behaviour has instituted a canon which millions observe this day with conscious mimicry. No one regarded by any section of the human race as Perfect Man has been imitated so minutely. The conduct of the Founder of Christianity has not so governed the ordinary life of His followers. Moreover, no Founder of a religion has been left on so solitary an eminence as the Muslim Apostle. [1]

زندگی کے اہم ترین امور ہوں یا اس کی باریک جزئیات محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے طریقہ نے لکھوکھہا انسانوں کو اس کی اتباع کا شعور دیا ہے۔ دنیا میں کسی بھی گروہ یا طبقہ سے تعلق رکھنے والی کوئی اور شخصیت ایسی نہیں جس کی انسان کامل سمجھتے ہوئے اس حد تک پیروی کی گئی ہو۔ عیسائی مذہب کے بانی (حضرت عیسیٰ U) کے نمونۂ عمل نے عام انسانوں کی زندگیوں پر ایسی عمل داری قائم نہیں کی ہے' یہاں تک کہ کسی بھی اور مذہب کے بانی کو ایسی توقیر و یکتائی نصیب نہیں ہوئی ہے۔

اس پیکر حسن و جمال کی اتباع و پیروی کا انداز بھی منفرد و ممتاز ہے۔ اس کی پیروی چند

---

[1] Arabia", David George Hogarth, P, 52,Oxford Press: 1922.

ماہ و سال نہیں' ایک صدی نہیں' بلکہ چودہ صدیوں سے کی جارہی ہے۔ کسی ایک شعبۂ زندگی میں نہیں' بلکہ ہر شعبۂ حیات میں کی جارہی ہے۔ معاملات میں پیروی کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کیسے پڑھی آج بھی ہو بہو اس کی نقل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے' حج و عمرہ کیسے کیا اس کی ایک ایک ادا کی پیروی کرنے کی کوشش کی جاتی ہے' مسواک کیسے کی' داڑھی کتنی رکھی' گھر سے باہر بایاں پیر رکھا' گھر میں داخل ہوتے وقت دایاں پیر رکھا' کھانا کس ہاتھ سے تناول فرمایا' پانی کتنی سانس میں پیا' ہو بہو اس کی پیروی (Copy) کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ لاکھوں وہ ہیں جو ان اداؤں کی مکمل اتباع کرتے ہیں' لاکھوں وہ ہیں جو جزوی طور پر ان اداؤں کو اپناتے ہیں اور لاکھوں وہ بھی ہیں جو ان اداؤں کو اپنانے کی آرزو اور تمنا رکھتے ہیں۔

آج ۱۴۰۰ سال کے بعد بھی مسلمان قرآن کو اسی انداز میں پڑھنے کی کوشش کرتا ہے' جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے قرآن سنا۔ آج مسلمان بھی قرآن کی تلاوت کو سننا اپنی سعادت سمجھتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد کی تعمیر میں اپنے مبارک ہاتھوں سے پتھر اٹھائے اگر آج مسلمان کو ایسا موقع میسر آئے' تو وہ آج بھی اس سنت پر عمل کرنا اپنے لیے باعث افتخار سمجھتا ہے۔ مسلمان اس بات کا ادراک و احساس رکھتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات تو کامل (Perfect) ہے اور وہ ہو بہو آپ جیسا تو نہیں کر پائے گا' مگر وہ آپ جیسا کرنے کی سعی و کوشش ضرور کرتا ہے۔ مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صوم وصال رکھا یعنی بغیر کچھ کھائے پیے روزہ رکھ لیا اور بغیر کچھ کھائے پیے دوسرا روزہ رکھ لیا۔ کچھ صحابہ نے بھی جب ایسا کرنا چاہا اور بھوک سے نڈھال ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اَیُّکُمْ مِثْلِیْ" "تم میں میری طرح کون ہے؟"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع انفرادی طور پر بھی کی گئی اور اجتماعی طور پر بھی کی گئی' نجی سطح پر بھی کی گئی اور عوامی سطح پر بھی کی گئی۔ خاندانی طور پر بھی کی گئی اور معاشرتی طور پر بھی کی گئی' قانونی طور پر بھی کی گئی اور سیاسی طور پر بھی کی گئی' مالیاتی طور پر بھی کی گئی اور معاشی طور پر بھی کی گئی' تعلیمی طور پر بھی کی گئی اور تربیتی طور پر بھی کی گئی' روحانی طور پر بھی کی گئی اور عبادتی طور پر بھی کی گئی' کارکن کے طور پر بھی کی گئی اور قائد کے طور پر بھی کی گئی' سفارتی طور پر بھی کی گئی اور ریاستی

طور پر بھی کی گئی‘ حریفوں سے معاملات بھی کیے گئے اور حلیفوں سے بھی‘ کافروں سے معاملات بھی کیے گئے اور ملحدوں سے بھی‘ یہودیوں سے معاملات بھی کیے گئے اور عیسائیوں سے بھی‘ بادشاہ اور سلاطین سے معاملات بھی کیے گئے اور عالمی طاقتوں سے بھی۔ یہ نمونہ نہ صرف نظریاتی (Theory) طور پر پیش کیا گیا‘ بلکہ ان پر عمل (Practical) کر کے بھی دکھایا گیا اور آنے والی نسلوں کے لیے نمونۂ عمل (Example) بھی چھوڑا گیا۔

آج آزادی کا دور دورہ ہے۔ ترقی یافتہ دنیا کی عزیز ترین متاع آزادی ہے اور آزادی اظہار اس کا جزو لاینفک ہے۔ آج کا کوئی بھی مسلمان خواہ وہ عملی طور پر پختہ نہ بھی ہو‘ مگر وہ بھی آزادیٔ اظہار کے نام پر شان رسالت مآب ﷺ پر کوئی آنچ آنے نہیں دیتا ہے۔ عقیدۂ آزادی میں اپنی زندگی کا تحفظ سب سے اہم سمجھا جاتا ہے‘ مگر ناموس رسالت کی خاطر وہ اپنی اس عزیز ترین شے کی پرواہ بھی نہیں کرتا ہے۔

اگر کسی نے کوئی بیہودہ بات یا کوئی صریح گستاخی کی تو سمجھ لو کہ وہ اپنی جان سے گیا‘ اسے اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ اسے قتل کرنے والا کبھی شرمندہ نہیں ہوتا ہے‘ کبھی پچھتاوے کا شکار نہیں ہوتا ہے۔ تاریخ ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ ان مثالوں میں تازہ ترین مثال گورنر پنجاب سلمان تاثیر کا قتل ہے۔ سلمان تاثیر کی نماز جنازہ پڑھانے سے بادشاہی مسجد کا امام جو کہ سرکاری ملازم بھی تھا‘ نے انکار کر دیا اور مشکل سے چند لوگوں نے ہی اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ دوسری جانب ممتاز قادری جس نے اسے قتل کیا تھا اور بعد ازاں پاکستان کی عدالت نے اسے سزائے موت دی تھی‘ کی نماز جنازہ میں بیس تا تیس لاکھ افراد شریک تھے اور اسے خراج تحسین پیش کر رہے تھے۔

باخدا دیوانہ باشد با محمد ہوشیار

اینی میری شمل "MODERN ISLAM IN INDIA" کے مصنف ولفرڈ کینٹول اسمتھ کے حوالے سے لکھتی ہیں:

Wilfred Cantwell Smith is right when he states that "Muslims will allow attacks on Allah; there are atheists and atheistic publications, and rationalistic societies; but to disparage Muhammad will provoke from even the most 'liberal'

sections of the communicty of fanaticism of blazing vehemence. [1]

ولفرڈ کینٹول نے درست ہی کہا ہے کہ مسلمان ذات باری تعالیٰ پر حملہ تو برداشت کر سکتے ہیں' بہت سے بے دین (دھریہ) اور ان کی مطبوعات ہیں اور استدلالی معاشرے ہیں جو ذات باری تعالیٰ کے بارے میں ہرزہ سرائی کرتے ہیں۔ مگر پیغمبر اسلام کی شان میں گستاخی راسخ العقیدہ مسلمان تو کیا آزاد خیال (Liberal) مسلمان کے جذبۂ جنون کو بھی بھڑکا دیتا ہے۔

مسلمان اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے کی حیثیت سے آپ کی ناموس پر اپنی جان کو نثار کر دینا اپنی خوش بختی سمجھتا ہے۔ حکومتی قانون' اہل اقتدار اور کوئی اسکالر کچھ بھی کہے وہ اپنی جان کی بازی لگا کر بھی ایسا کرنے کے لیے آمادہ و تیار رہتا ہے۔ مسلمان اپنے نبی سمیت پوری جماعت انبیاء میں سے کسی کی بھی گستاخی یا ان کے بارے میں گرے ہوئے الفاظ برداشت نہیں کر سکتا ہے۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے ہم اللہ کے بھیجے ہوئے تمام نبیوں سے پیار کرتے ہیں' مگر اپنا دل اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے ہیں۔ یہ جذبہ محبت اتنا گہرا اور شدید ہے کہ اس کا ادراک کرنا غیر مسلموں کے فہم سے بالاتر ہے۔

یہ تفصیل تاریخ انسانی کا درخشندہ باب ہے کہ کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی رفاقت' وفا' محبت' اطاعت اور اتباع کا حق ادا کیا۔ کس طرح انہوں نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا' اپنے تن من دھن کی بازی لگا دی' اپنی اولاد' والدین' عزیز واقارب' دوست احباب' زمین و مکان' جائیداد و کاروبار' آبائی شہر اور وطن کو چھوڑنا بہ خوشی قبول کر لیا۔ اپنوں کی بے اعتنائی و مخالفت برداشت کی' مظالم و مصائب سے گزر کر معاشی مقاطعہ اور فاقہ کشی کا سامنا کیا' گرم ریت پر لٹایا گیا' وزنی پتھر سینوں پر رکھے گئے' مگر ان کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی۔ یہ نفوس قدسیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین جاں نثار تھے' مگر یہ سلسلہ جماعت صحابہ پر ختم نہیں ہو گیا' بلکہ نسل در نسل صدی بہ صدی' عہد بہ عہد اور سینہ بہ سینہ چلتا رہا اور آج بھی یہ جذبہ زندہ' موجود اور توانا ہے۔ ہزاروں مثالیں وہ ہیں جن کی تفصیل اور ریکارڈ دستیاب ہے

---

[1] "And Muhammad is his Messenger", Anne Marie Schimmel, P.4 ,The University of North Carolina Press, USA: 1985

اور لاکھوں وہ ہیں جو گوشۂ گمنامی میں ہیں۔

یہ جذبۂ عشق واحترام نہ صرف آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ رہا ہے بلکہ ہر اس چیز کے ساتھ رہا ہے جس کی نسبت آپ ﷺ کے ساتھ ہے۔ جس گھر (کعبہ) کو قبلہ بنایا گیا اور آپ ﷺ نے اس سمت میں نماز پڑھی ان کے پیروکار اس سمت کا بھی ادب اور احترام کرتے ہیں۔ اس جانب پیر نہیں کرتے' اس جانب تھوکتے نہیں' اس جانب رخ کر کے بول و براز نہیں کرتے ہیں۔

رسول ﷺ کے بابرکت' دلکش اور توانائی سے بھرپور عشق کی جلوہ گری تاریخ چودہ صدیوں سے دیکھتی آ رہی ہے۔ تاریخ کے صفحات اس بے مثال عشق کی مثالوں سے بھرے پڑے ہیں۔ معروف مصنف دیپک چوپڑہ یہ کہنے پر مجبور ہوا کہ

Every muslim loves the prophet .. we can glimpse the immense beauty and power of Muhammad's legacy. [1]

ہر مسلمان اپنے نبی سے پیار کرتا ہے   اور ہم مسلمانوں کے اپنے نبی محمد (ﷺ) کے ساتھ اس بے پناہ جذبۂ محبت کی میراث اور اس کے اتھاہ حسن کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

اغیار نے بڑے منصوبے بنائے' بڑی کوششیں کیں' تدبیریں کیں' رکاوٹیں کھڑی کیں کہ کسی طرح اس جذبۂ محبت کو مسلمانوں کے دلوں سے نکال دیا جائے یا کم از کم اسے دھندلا دیا جائے' مگر یہ تمام کوششیں لاحاصل رہیں' نقش بر آب ثابت ہوئیں۔ یہ جذبۂ محبت توانا ہی رہا اور ہر دور میں اپنی جلوہ گری دکھاتا رہا۔

کرۂ ارض کے جس جس خطے پر مسلمان آباد رہا ہے وہاں وہاں اس جذبۂ عشق و مستی کی آبیاری ہوتی رہی ہے۔ اندلس' شمالی افریقہ اور مراکش کے آس پاس کے علاقوں میں اور بھی نمایاں نظر آتی ہے۔ ابن مشیش اور امام جزولی کی نگارشات میں اس جذبہ کی گہرائی اور گیرائی دیکھی جا سکتی ہے۔ آپ ﷺ کو مخاطب کر کے مدعا کہنا اور استمداد طلب کرنا بھی اسی جذبہ کا حصہ رہا ہے۔

O messenger of the one God! I am Stranger
Succor me, O refuge of the strangers!

---

[1] Muhammad, Deepak Chopra, P. 264, Harper Collins Publishers, New Yark· 2011

O messenger of the one God! a poor man am I,
Help me, O helper of the poor!
O messenger of the one God! I am ill and weak
Heal me, for you are sought for healing.
O messenger of the one God! if you do not he p me
To whom could I look to be my recourse? [1]

اے خدائے واحد کے پیغمبر! میں ناواقف ہوں میری مدد فرمایئے اے امدادری کرنے والے! اے بے کسوں کی مدد کرنے والے اللہ کے رسول! میں مسکین ہوں میری اعانت فرمایئے۔ اے خدائے واحد کے پیغمبر! میں بیمار اور کمزور ہوں میں شفاء کا متلاشی ہوں مجھے شفاء عطا کیجیے۔ اے خدائے واحد کے پیغمبر! اگر آپ میری طرف التفات نہیں کریں گے' تو میری مدد کون کرے گا؟

سورۃ مائدہ کی آیات ۲۰۔۲۶ میں اس واقعہ کا ذکر ملتا ہے کہ حضرت موسیٰ U نے بنی اسرائیل کو وادی سینا کے قریب ایک بستی میں داخل ہونے اور اس پر قبضہ کرنے کو کہا تو ان کی قوم نے کہا کہ پہلے آپ اور آپ کا رب جا کر لڑیں' جب وہ مغلوب ہو جائیں تو ہم داخل ہو جائیں گے اس کی سزا کے طور پر قوم بنی اسرائیل ۴۰ سال تک وادیٔ تیہ میں بھٹکتی رہی۔ بنی اسرائیل میں سے صرف دو افراد نے سیدنا موسیٰ U کا ساتھ دیا اور باقی نے جہاد سے منہ موڑتے ہوئے کہا:

فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ ﴿۲۴﴾ (المائدہ: ۲۴)

آپ جایئے اور آپ کا رب' تم دونوں لڑو' ہم یہاں بیٹھے ہیں O

حضرت مسیح U کو عمر بھر کی مساعی کے بعد بارہ حواری ملے۔ ان میں سے ایک یہودا تھا جس نے آخری لمحے آپ سے دغا کی' مگر رسول عربی ﷺ کو سینکڑوں نہیں' بلکہ ہزاروں ایسے جاں نثار ملے جو آپ ﷺ کے ایک اشارۂ ابرو پر اپنی متاع حیات کو لٹا دینا اپنے لیے سب سے بڑی سعادت سمجھتے تھے۔

---

[1] And Muhammad Is His Messenger, Anne Marie Schimmel, P.188 ,The University of North Carolina Press, USA: 1985.

بحوالہ المجموعۃ النبہانیہ فی المدائح النبویہ' یوسف بن اسماعیل نبہانی' ج ۱' ص ۱۵۶

گاڈفری ہگنس اپالوجی فار محمد میں کہتا ہے:

عیسائی اس کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد (ﷺ) کے پیغام نے وہ نشہ آپ کے پیروؤں میں پیدا کر دیا تھا جس کو عیسیٰ کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بے سود ہے۔ جب عیسیٰ کو سولی پر لے گئے تو اُن کے پیرو بھاگ گئے۔ ان کا نشہ دینی جاتا رہا اور اپنے مقتداء کو موت کے پنجے میں گرفتار چھوڑ کر چل دیے۔ برعکس اس کے محمد (ﷺ) کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد آئے اور آپ کے بچاؤ کے لیے اپنی جانیں خطرہ میں ڈال کر کل دشمنوں پر آپ کو غالب کر دیا۔[1] (ترجمہ اردو ص ۶۶۔۶۷ مطبوعہ بریلی ۱۸۷۳ء)

بیچارے یسوع نے معافی اور درگزر اور وسیع النظری کے نہایت نفیس خیالات کا اظہار کیا، حتیٰ کہ تعذیب اور مصلوب ہونے پر بھی انہوں نے اپنے دشمنوں کو یہ کہہ کر معاف کر دیا کہ انہیں علم نہیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ لیکن وہ کبھی اتنے خوش قسمت ثابت نہیں ہوئے کہ ان کے دشمن ان کے سامنے گھٹنے ٹیک دیں۔ سیٰ زردشت اور مہاتما بدھ کا بھی تقریباً یہی حشر ہوا جو مسیح کا ہوا تھا اور ان کی موت تک کسی بڑے گروہ نے ان کی تعلیمات پر توجہ دیے یا ان کے مواعظ پر عمل پیرا ہونے کی کوشش نہیں کی۔[2]

اگر ارشاد ہو بحر فنا میں کود جائیں ہم

حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ i کے پیروؤں کا حال آپ نے ملاحظہ کیا۔ اب حضرت محمد ﷺ کے جانثاروں کا عمل دیکھیے جو آپ کو یکسر مختلف نظر آئے گا۔ سنہ ۲ھ میں جب مسلمانوں کو پہلا قابل ذکر معرکہ یعنی جنگ بدر کا مرحلہ درپیش تھا، حضور ﷺ کو کفار مکہ کی جنگی تیاری اور مدینہ منورہ کی جانب پیش قدمی کی خبر ملی، تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو جمع کیا اور ان سے مشورہ کیا۔ اس موقع پر حضرت ابوبکر t اور دیگر نے جاں نثارانہ تقریریں کیں، مگر حضور ﷺ کی چشم مبارک انصار مدینہ کی جانب اٹھتی تھی، کیونکہ انصار مدینہ نے بیعت کے موقع پر یہ اقرار کیا تھا کہ اگر دشمن مدینہ پر حملہ آور ہوگا تو وہ اس کا دفاع کریں گے۔

حضرت انس t بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو جب ابوسفیان کے تجارتی

---

[1] خطبات مدراس، سید سلیمان ندوی، ص ۷۹، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱۹۸۳ء

[2] پیغمبر صحرا، کے۔ ایل۔ گابا، ص ۲۲۲، الفیصل، لاہور، ۲۰۰۷ء

قافلہ کی آمد کا پتہ چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا تو (مہاجرین میں سے) حضرت ابوبکر t نے کچھ کہنا چاہا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اعراض فرمایا' حضرت عمر t نے کچھ کہنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی اعراض فرمایا' تب (انصار میں سے) حضرت سعد بن عبادہ t نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ ہم لوگوں (یعنی انصار) سے رائے لینا چاہتے ہیں؟ تو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر آپ ہمیں اپنی سواریاں سمندر میں ڈالنے کا حکم دیں گے تو ہم انہیں سمندر میں ڈال کر رہیں گے اور اگر آپ ہمیں حکم دیں کہ اپنی اونٹنیوں کے سینے برق الغماد پہاڑ سے جا ٹکرائیں تو ہم ضرور اسی طرح کر کے رہیں گے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (خوش ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) لوگوں کو دعوتِ (جہاد) دی۔ [1]

حضرت مقداد بن عمرو نے اپنے جذبۂ جانثاری کا اظہار یوں کیا:

یارسول اللہ! ہم آپ سے وہ بات ہرگز نہیں کہیں گے جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ u سے کہی تھی: (پس تم جاؤ اور تمہارا رب (ساتھ جائے) سو تم دونوں (ہی ان سے) جنگ کرو' ہم تو یہیں بیٹھے ہیں)'' بلکہ آپ تشریف لے چلیں' ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اس جواب سے بہت خوشی و مسرت ہوئی۔ [2]

صلح حدیبیہ اور عروہ کا اعتراف

رعایا کی وفاداری' خلوص' جوش عقیدت کا سب سے بڑا امتحان گاہ میدان جنگ ہے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا بڑا حصہ میدان جہاد ہی میں بسر ہوا ہے' صحابہ y نے جس جوش کے ساتھ آپ کی حفاظت کی ہے اور جس خلوص کے ساتھ آپ پر جانیں نثار کی ہیں اس کی نظیر روم و ایران کی تاریخ میں نہیں مل سکتی' چنانچہ صلح حدیبیہ کے متعلق جب کفار قریش کے نمائندہ

---

[1] مسلم' کتاب الجہاد والسیر' باب غزوہ بدر' ج ۳' ص ۱۴۰۳' رقم: ۱۷۷۹۔ المسند' احمد بن حنبل' ج ۳' ص ۲۰۷' رقم: ۱۳۷۲۹۔ المصنف' ابن ابی شیبہ' ج ۷' ص ۳۶۲' رقم: ۳۶۷۰۸۔

[2] بخاری' کتاب تفسیر القرآن' باب قولہ: فاذهب أنت وربك فقاتلا انا ها هنا قاعدون' ج ۴' ص ۱۶۸۴' رقم: ۴۳۳۳۰۔ السنن الکبریٰ' نسائی' ج ۶' ص ۳۳۳' رقم: ۱۱۱۴۰۔ المسند' احمد بن حنبل' ج ۴' ص ۳۱۴' رقم: ۱۸۰۷۳۔

عروہ بن مسعود نے آنحضرت ﷺ سے گفتگو شروع کی تو ایک صحابی مغیرہ بن شعبہ t آپ کی پشت پر مسلح کھڑے ہوئے تھے' عروہ گفتگو کرتے تھے تو عرب کے طریقہ کے مواقف آپ کی داڑھی پکڑ لیتے تھے' لیکن جب جب ان کا ہاتھ آپ کی ریش مبارک کی طرف بڑھتا تھا' مغیرہ تلوار کے قبضہ سے اس پر ٹھوکر مار کر کہتے کہ آپ کی ریش مبارک سے ہاتھ کو الگ رکھو' عروہ نے اس جوش عقیدت سے متاثر ہو کر دوسرے صحابہ y کی طرف نگاہ دوڑائی تو دیکھا کہ آپ کا لعاب دہن بھی گرتا ہے تو لوگ تبرکاً اس کو ہاتھ میں لے کر اپنے جسم اور چہرے پر ملتے ہیں۔ جب آپ کوئی حکم دیتے ہیں تو ہر شخص اس کے بجالانے کے لیے سبقت کرتا ہے' جب آپ وضو کرتے ہیں تو لوگ وضو کے پانی کو تبرکاً لینے کے لیے ٹوٹ پڑتے ہیں' جب آپ گفتگو فرماتے ہیں تو ہر شخص کی آواز پست ہو جاتی ہے' لوگ ادب اور تعظیم سے آپ کی طرف نگاہ جما کر نہیں دیکھ سکتے' وہ اس منظر جاہ و جلال کو دیکھ کر پلٹے تو اپنی قوم سے کہا کہ میں اکثر بادشاہوں کے دربار میں حاضر ہو چکا ہوں' میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں بھی گیا ہوں' لیکن میں نے کسی بادشاہ کے یہاں نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب اس کی اس قدر عزت کرتے ہوں جس قدر محمد ﷺ کے اصحاب محمد ﷺ کی تعظیم کرتے ہیں' جب وہ تھوکتے ہیں تو لوگ اس کو ہاتھ میں لے کر اپنے جسم اور چہرے پر ملتے ہیں' جب آپ ان کو کوئی حکم دیتے ہیں تو ہر شخص اس کے بجالانے کے لیے پیش دستی کرتا ہے۔ جب آپ وضو کرتے ہیں تو ہر شخص وضو کے پانی کے لیے لڑتا ہے' جب آپ کلام کرتے ہیں تو ہر شخص کی آواز پست ہو جاتی ہے' لوگ تعظیماً آپ کی طرف نگاہ جما کر دیکھ نہیں سکتے۔ [1]

بوقت حجامت موئے مبارک کے حصول کا دلفریب منظر

صحابہ کرام حضور ﷺ سے نسبت رکھنے والی ہر چیز سے بے حد عقیدت رکھتے تھے۔ جب آپ ﷺ حجامت بنواتے تو صحابہ آپ ﷺ کے گرد حلقہ باندھ لیتے تھے۔ جیسے جیسے حجام آپ ﷺ کی حجامت بناتا' وہ کے پیکر اپنی جھولیوں کو رحمت کے خزانوں سے بھرتے جاتے۔ آپ ﷺ کے مبارک بالوں میں سے کسی ایک کو بھی زمین پر گرنے نہ دیتے تھے' بلکہ

---

[1] سیرت النبی' شبلی نعمانی' ج ۷' ص ۴۳' الفیصل' لاہور' ۲۰۰۵ء بحوالہ بخاری' ج ۱' ص ۳۷۰' کتاب الشروط

اپنی ہتھیلیوں پر اٹھا لیتے تھے۔ یہ دلفریب منظر حضرت انس t کی زبانی سنیے:

''رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَالْحَلَّاقُ یَحْلِقُهٗ وَطَافَ بِهٖ اَصْحَابُهٗ فَمَا یُرِیْدُوْنَ اَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ اِلَّا فِیْ یَدِ رَجُلٍ''۔ [1]

میں نے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ حجام آپ کی حجامت کر رہا تھا اور صحابہ آپ کے اردگرد حلقہ باندھے ہوئے تھے۔ وہ آپ کا کوئی بال بھی زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے بلکہ اپنے ہاتھوں پر اٹھا لیتے تھے۔

تاریخ انسانی میں آج تک کسی بشر کو اتنا نہیں چاہا گیا ہے جتنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چاہا گیا ہے' کسی سے اتنی وارفتگی ظاہر نہیں کی گئی جتنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کی گئی ہے' عشق کی وہ گہرائی اور گیرائی کہیں نظر نہیں آتی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نظر آتی ہے۔ تاریخ حیران و ششدر ہے اور مورخ مہر بہ لب ہے۔ حضرت زید بن دثنہ t جنہیں سریہ رجیع میں قیدی بنا لیا گیا تھا اور انہیں صفوان بن امیہ نے اپنے والد امیہ بن خلف کے قتل کے انتقام کی آگ کو تسکین پہنچانے کے لیے خرید کر قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ صفوان نے انہیں قتل کرنے کے لیے اپنے غلام نطاس کے حوالے کر دیا کہ حرم مکہ کے باہر مقام تنعیم کے قریب اسے قتل کر دینا۔

جب اہل مکہ حضرت زید بن دثنہ t کو شہید کرنے کے لیے حرم شریف سے باہر لے گئے' تو ابوسفیان نے ان سے پوچھا: زید! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں پسند ہے کہ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس وقت تمہاری جگہ ہوتے' ہم ان کا سر تن سے جدا کر رہے ہوتے اور تم اپنے اہل خانہ میں ہوتے؟ حضرت زید t نے فرمایا' بخدا! میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جگہ تشریف فرما ہیں جہاں جلوہ افروز ہیں اور آپ کے پاؤں مبارک میں کانٹا بھی چبھے' جبکہ میں اپنے اہل خانہ کے پاس رہوں۔ عشق سے لبریز یہ جواب سن کر ابوسفیان نے کہا: میں نے کسی کو کسی کے ساتھ اس طرح محبت کرتے نہیں دیکھا جس طرح محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ آپ سے محبت کرتے ہیں۔ [2]

---

[1] صحیح مسلم' کتاب الفضائل' باب: قرب النبی من الناس وتبرکھم بہ' رقم: ۴۳۲۵

[2] سیرۃ النبویہ' ابن ہشام' ج ۲' ص ۱۶۹

ہجرت فرما کر جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ پہنچے تو ہر شخص کی دلی خواہش تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میزبانی کا شرف اسے حاصل ہو۔ لیکن یہ شرف حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے حصے میں آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے مکان کے زیریں حصے میں قیام فرمانا پسند کیا۔ مکان کی بالائی منزل جو میزبان کے زیر استعمال تھی پر پانی کا ایک گھڑا ٹوٹ گیا۔ اس خیال سے کہ یہ پانی ٹپک کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف نہ پہنچائے' ان میاں بیوی کے پاس موجود واحد لحاف کو گرے ہوئے پانی کو جذب کرنے کے لیے انہوں نے ڈال دیا۔ ان دونوں نے ساری رات ایک کونے میں دبک کر گزار دی۔ صبح حضرت ابو ایوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رات کا واقعہ بیان کیا اور ساتھ ہی یہ درخواست کی کہ آپ بالائی منزل پر تشریف فرما ہوں جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منظور فرما لیا۔ [1]

ایک خاتون کا بے مثال عشق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایک انصاری صحابیہ حضرت سمیرہ رضی اللہ عنہا جنگ احد میں جن کے چار قریب ترین رشتہ دار یعنی باپ' بیٹا' شوہر اور بھائی شہید کر دیئے گئے' وہ پریشان حال بھاگی آ رہی تھیں کہ انہیں بتایا گیا کہ تیرا باپ شہید ہو گیا ہے' اس نے کہا: مجھے رسول اللہ کے بارے میں بتاؤ! کسی نے کہا کہ تیرا بھائی بھی مارا گیا ہے' اس نے کہا: مجھے رسول اللہ کے بارے میں بتاؤ! کسی نے کہا کہ تیرا بیٹا اور شوہر بھی شہادت پا گئے ہیں' اس نے ایک ہی رٹ لگا رکھی تھی کہ مجھے رسول اللہ کے بارے میں بتاؤ۔ آخر اسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ جب اس کی نظر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر پڑی' تو اس کے دل کو قرار آیا اور پکار اٹھی:

''كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ يَا رَسُولَ اللهِ!''

یارسول اللہ! آپ سلامت ہیں تو پھر باقی ہر مصیبت ہیچ ہے۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان' آپ زندہ ہیں تو مجھے اپنے اقرباء کی شہادت کا کوئی غم نہیں۔ [2]

---

[1] سیارہ ڈائجسٹ' رسول نمبر' ج ۲' ص ۲۸۹' نومبر ۱۹۷۳ء

[2] تفسیر ابن کثیر' ج ۲' ص ۷۶۔ سید الوریٰ' قاضی عبدالدائم دائم' ج ۲' ص ۵۳۔ ۵۴' علم و عرفان پبلشرز لاہور' ۱۹۹۶ء

مولیٰ علی نے واری تیری نیند پر نماز

حضرت اسماء بنت عمیس r بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سرِ اقدس حضرت علی t کی گود میں تھا' اس لیے وہ عصر کی نماز نہ پڑھ سکے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا' لہٰذا اس پر سورج واپس لے آ۔ حضرت اَسماء r فرماتی ہیں: میں نے دیکھا کہ سورج غروب ہو گیا تھا پھر دیکھا کہ وہ غروب ہونے کے بعد دوبارہ طلوع ہوا۔[1]

امام طبرانی نے اس حدیث کو کئی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ان میں سے بعض اسناد کے تمام راوی صحیح (مسلم) کے راوی ہیں' سوائے ابراہیم بن حسن کے' وہ بھی ثقہ ہیں اور امام ابن حبان نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ امام طحاوی نے اس حدیث کو "مشکل الآثار" میں روایت کیا ہے۔ حضرت اسماء سے مروی حدیث کے دیگر طرق بھی ہیں اور یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت ابو سعید خدری y سے بھی مروی ہے۔

یہ واقعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کمال عشق اور انتہاء ادب کا مظہر ہے۔

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے
مولا علی نے واری تیری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے

حضرت عمرو بن عاص t سے روایت ہے' انہوں نے فرمایا: کوئی ذات مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر محبوب نہیں ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ t نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں اپنے اموال' اولاد' آباء' ماؤں اور ٹھنڈے پانی سے بڑھ کر محبوب ہیں۔[2]

امام طبرانی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ r سے روایت کیا ہے:

---

[1] المعجم الکبیر' طبرانی' ۲۴' ص ۱۴۷ـ۱۴۸' رقم: ۳۹۰۔ شفاء' قاضی عیاض' ج ۱' ص ۴۰۰

[2] السیرۃ النبویہ' سید احمد بن زینی دحلان' اردو ترجمہ' ج ۲' ص ۵۸۱' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور' ۲۰۱۴ء

نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کو اس طرح ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہا تھا کہ نہ تو آنکھ جھپکتا تھا اور نہ ہی کسی طرف پھیرتا۔

آپ ﷺ نے اس کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا: تمہارے اس طرح دیکھنے کی کیا وجہ ہے؟

اس نے دست بستہ عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان' آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کی زیارت سے لطف اندوز ہو رہا ہوں۔ [1]

تینوں سینے دی میں ٹھنڈ آکھاں
شہد گلاب تے کھنڈ آکھاں

محبوب ترین ہستی

حضرت عبدالرحمن بن سعد t فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ اُن کا پاؤں سن ہو گیا' میں نے تجویز پیش کی کہ جو ہستی آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہے اس کا نام لیجیے۔ حضرت عبداللہ بن عمر W نے آقا u کو پکارتے ہوئے کہا: یا محمداہ! اے محمد ﷺ! مدد فرمایئے۔ حضرت عبدالرحمن بن سعد فرماتے ہیں: "فانتشرت" دوسرے ہی لمحے ان کا پاؤں ٹھیک ہو گیا۔ [2]

امام شعبی h حضرت عبداللہ بن زید t کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن انہوں نے رسالت مآب ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا: خدا کی قسم یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے اپنی جان' مال' اولاد اور اہل سے زیادہ محبوب ہیں۔ اگر میں آ کر آپ ﷺ کی روزانہ زیارت نہ کر پاؤں تو میری موت واقع ہو جائے۔

یہ عرض کرنے کے بعد وہ انصاری صحابی زار و قطار رو پڑے۔ رسول خدا ﷺ نے رونے کی وجہ پوچھی تو وہ عرض کرنے لگے: یارسول اللہ ﷺ! میں یہ سوچ رہا ہوں کہ ایک دن آپ دنیا ( ) سے تشریف لے جائیں گے اور ہم پر بھی موت آ جائے گی۔ جنت میں آپ ( ) انبیاء O کے ساتھ بلند درجات پر فائز ہوں گے اور ہم اگر جنت میں گئے بھی تو آپ (ﷺ) کے

---

[1] سیرۃ الرسول' محمد طاہر القادری' ج ۱' ص ۴۷' منہاج القرآن پبلیکیشنز' لاہور ۲۰۰۵ء بحوالہ طبرانی و ابن مردویہ

[2] الادب المفرد' محمد بن اسماعیل بخاری' ج ۱' ص ۳۳۵' رقم: ۹۶۴

درجے سے کہیں دور ہوں گے۔ آپ ﷺ نے اس کو کوئی جواب نہ دیا تو اللہ پاک نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی: ''اور جو اللہ اور رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کریں پس وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا''۔ [1]

بخاری شریف میں ہی حضرت انس t سے مروی ہے کہ ایام وصال میں جب کہ نماز کی امامت کے فرائض سیدنا صدیق اکبر t کے سپرد تھے سوموار کے روز جبکہ تمام صحابہ کرام صدیق اکبر t کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے تھے آپ ﷺ نے قدرے افاقہ محسوس کیا۔ آپ ﷺ نے اپنے حجرہ مبارک کا پردہ اٹھا کر ہمیں دیکھنا شروع فرمایا (ہم نے دیکھا) آپ ﷺ مسکرا رہے تھے اور آپ ﷺ کا چہرہ انور قرآن کے ورق کی طرح پرنور تھا۔ حضور پرنور ﷺ کے دیدار فرحت آثار کے بعد اپنی کیفیت بیان کرتے ہوئے حضرت انس t فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے دیدار کی خوشی میں ہم نے ارادہ کر لیا کہ نماز کو بھول کر آپ ﷺ کے دیدار ہی میں محو ہو جائیں۔ صدیق اکبر t یہ خیال کرتے ہوئے مصلیٰ چھوڑ کر پیچھے ہٹ آئے کہ شاید آپ ﷺ جماعت کرانے کے لیے تشریف لائے ہیں۔ ان پرکیف لمحات کی منظر کشی بخاری شریف میں ان الفاظ میں کی گئی ہے: جب پردہ ہٹا اور آپ ﷺ کا چہرہ انور سامنے آیا تو یہ اتنا حسین اور دلکش منظر تھا کہ ہم نے پہلے کبھی ایسا منظر نہیں دیکھا تھا۔ مسلم شریف میں ہے: آپ ﷺ کے دیدار کی خوشی میں ہم مبہوت ہو کر رہ گئے۔

امام ترمذی کی روایت کے الفاظ ہیں: قریب تھا کہ لوگوں میں اضطراب پیدا ہو جاتا حتیٰ کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی جگہ کھڑے رہو۔

شیخ ابراہیم بیجوری h اس موقع پر صحابہ کرام کے اضطراب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قریب تھا کہ صحابہ کرام آپ ﷺ کے شفایاب ہونے کی خوشی میں متحرک ہو جاتے حتیٰ کہ انہوں نے نماز توڑنے کا ارادہ کر لیا اور سمجھے کہ شاید ہمارے آقا نماز پڑھانے باہر تشریف لا رہے ہیں۔ لہٰذا ہم محراب تک کا راستہ خالی کر دیں چنانچہ بعض صحابہ خوشی کی وجہ سے کود پڑے۔

---

[1] سیرۃ الرسول، محمد طاہر القادری، ج ۱، ص ۴۳۷، منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۵ء بحوالہ المواہب اللدنیہ، ج ۲، ص ۹۳

امام بخاری نے باب الالتفات فی الصلوۃ کے تحت صحابہ کرام کی والہانہ کیفیت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے: اور مسلمانوں نے نماز ترک کرنے کا ارادہ کر لیا یہاں تک کہ آپ ﷺ نے انھیں نماز پوری کرنے کا حکم دیا۔

مولانا احمد علی سہارنپوری نے اس روایت کا ترجمہ اور فوائد ان الفاظ میں ذکر کیے ہیں: مسلمانوں نے آپ ﷺ کی صحت کی خوشی اور سرور میں اپنی نمازیں چھوڑنے کا ارادہ کر لیا۔ یہ روایت واضح کر رہی ہے کہ پردے کے ہٹتے ہی صحابہ کرام نے اپنی توجہ کاشانہ نبوی کی طرف کر دی تھی' کیونکہ اگر صحابہ کرام اس طرح متوجہ نہ ہوتے تو آپ ﷺ کے اشارے کو نہ دیکھ سکتے حالانکہ انہوں نے آپ ﷺ کے اشارے کو دیکھ کر اپنی نماز پوری کی۔ [1]

حضرت مغیرہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر ناخنوں سے دستک دیا کرتے تھے تاکہ کھٹکھٹانے کی آواز سخت و ناگوار نہ ہو جائے اور حضور ﷺ کو تشویش لاحق نہ ہو۔ [2]

کیونکہ قرآن کریم میں رب کا فرمان ہے: اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے۔ (حجرات:۲)

حضرت عبداللہ ابن عمر W کو دیکھا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی نشست گاہ پر اپنے ہاتھوں کو پھیرتے پھر ان ہاتھوں کو اپنے چہرے پر ملتے۔ [3]

حضرت عمر t سے بالاسناد مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر میرے نزدیک کوئی محبوب اور میری آنکھوں میں آپ ﷺ سے زیادہ بزرگ و محترم کوئی نہ تھا۔ آپ ﷺ کی ہیبت اور جلال کی وجہ سے مجھ میں یہ طاقت نہ تھی کہ میں آپ ﷺ کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو بھر لوں۔ اگر کوئی مجھ سے آپ ﷺ کی صفت بیان کرنے کو کہتا تو میں اس کی طاقت نہیں رکھتا تھا' کیونکہ میں نے آپ ﷺ کو آنکھ بھر کر دیکھا ہی نہ تھا۔ [4]

---

[1] نور الابصار' ڈاکٹر محمد طاہر القادری' ص ۱۱۰-۱۱۱' منہاج پبلیکیشنز' لاہور' ۲۰۱۱ء

[2] مدارج النبوت' شیخ عبدالحق محدث دہلوی' اردو ترجمہ' ج ۱' ص ۴۵۶' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور' ۲۰۰۸ء

[3] ایضاً' ص ۳۶۸

[4] الشفاء' ابو الفضل قاضی عیاض مالکی' ج ۲' ص ۳۶' مکتبہ اعلیٰ حضرت' لاہور' ۲۰۰۴ء بحوالہ مسلم' کتاب الایمان' ج ۱' ص ۱۱۲

اُم درداء کہتی ہیں: ابودرداء جب کوئی بات کرتے تو مسکراتے ہوئے بات کرتے' میں نے ان سے کہا: لوگ آپ کو دیوانہ نہیں کہیں گے کہ آپ ہر بات مسکرا کر کرتے ہیں؟ تو ابودرداء نے کہا: میں نے جب بھی دیکھا تو رسول اللہ ﷺ کو مسکرا کر بات کرتے ہوئے پایا۔ [۱]

امام مالک h مدینہ منورہ میں اپنی سواری کے جانور پر سوار نہ ہوتے اور فرماتے کہ میں خدا سے شرم رکھتا ہوں کہ اس زمین کو گھوڑوں کے سموں سے روندوں جس میں رسول اللہ ﷺ آرام فرما ہیں اور اس زمین مقدسہ پر حضور ﷺ نے اپنے مبارک قدم رکھے ہیں۔ حضرت امام مالک h نے اپنے تمام گھوڑے امام شافعی h کے حوالے کر دیئے۔ اس پر امام شافعی نے کہا: اپنے لیے بھی ایک گھوڑا روک لیجیے' تو انہیں بھی یہ مذکورہ بالا جواب دیا۔ [۲]

ہجرِ رسول اور فاروقِ اعظم W کی گریہ وزاری

حضرت زید بن اسلم t سے حضرت فاروقِ اعظم t کے بارے میں مروی ہے: ایک رات آپ عوام کی خدمت کے لیے نکلے تو آپ نے ایک گھر میں دیکھا کہ چراغ جل رہا ہے اور ایک بوڑھی خاتون اُون کاتتے ہوئے ہجر و فراق میں ڈوبے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہی ہے:

على محمد صلوة الأبرار
صلى عليه الطيبون الأخيار
قد كنت قواما بكاء بالأسحار
يا ليت شعري والمنايا أطوار
هل تجمعني و حبيبي الدار

محمد ﷺ پر اللہ کے تمام ماننے والوں کی طرف سے سلام ہو اور تمام متقین کی طرف سے بھی' آپ راتوں کو اللہ کی یاد میں کثیر قیام کرنے والے اور سحری کے وقت آنسو بہانے والے تھے' ہائے افسوس! اسبابِ موت متعدد ہیں' کاش مجھے یقین ہو جائے کہ روزِ قیامت مجھے آقا u کا قرب نصیب ہو سکے گا۔

---

[۱] انسانِ کامل' محمد بن علوی المالکی الحسینی' ص ۳۷۶' ضیاء القرآن پبلیکیشنز' لاہور' ۱۹۸۸ء

[۲] مدارج النبوۃ' شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی' ج ۱' ص ۳۹۶' اردو ترجمہ: مفتی غلام معین الدین نعیمی' شبیر برادرز' لاہور' ۲۰۰۴ء

یہ اشعار سن کر حضرت فاروق اعظم t کو بے اختیار اپنے آقا ﷺ کی یاد آ گئی اور وہ زار و قطار رو پڑے۔ اہل سیر آگے لکھتے ہیں:

”طرق علیها الباب، فقالت: من هذا؟ فقال: عمر بن الخطاب، فقالت: مالی ولعمر فی هذه الساعة؟ فقال: افتحی، یرحمك الله فلا بأس علیك، ففتحت له، فدخل علیها، وقال: ردی الکلمات التی قلتیها آنفا، فردتها، فقال: ادخلینی معکما وقولی وعمر فاغفر له یا غفار“۔

انہوں نے دروازے پر دستک دی۔ خاتون نے پوچھا: کون؟ آپ نے کہا: عمر بن الخطاب۔ خاتون نے کہا: رات کے ان اوقات میں عمر کو یہاں کیا کام؟ آپ t نے فرمایا: اللہ تجھ پر رحم فرمائے تو دروازہ کھول تجھے کوئی پریشانی نہ ہو گی۔ اس نے دروازہ کھولا: آپ اندر داخل ہو گئے اور کہا کہ جو اشعار تو ابھی پڑھ رہی تھی انہیں دوبارہ پڑھ۔ اس نے جب دوبارہ اشعار پڑھے تو آپ کہنے لگے کہ اس مسعود و مبارک اجتماع میں مجھے بھی اپنے ساتھ شامل کر لے اور یہ کہہ کر ہم دونوں کو آخرت میں حضور ﷺ کا ساتھ نصیب ہو اور اے معاف کرنے والے! عمر کو معاف کر دے۔

بقول قاضی سلیمان منصور پوری h سیدنا عمر فاروق t اس کے بعد چند دن تک صاحب فراش رہے اور صحابہ کرام y آپ کی عیادت کے لیے آتے رہے۔[1]

ابن ابی حاتم نے ایک صحابی کا واقعہ ان الفاظ میں نقل کیا ہے: عبداللہ بن مسعود t سے روایت ہے کہ جب قرآن میں یہ آیت اتری کہ کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے‘ تو حضرت ابو دحداح انصاری نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: اے خدا کے رسول! کیا اللہ واقعی ہم سے قرض چاہتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں‘ اے ابو دحداح! انہوں نے کہا: اے خدا کے رسول اپنا ہاتھ لائیے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیا۔ ابو دحداح نے کہا کہ میں نے اپنا باغ اپنے رب کو قرض میں دے دیا۔ ان کا ایک کھجوروں کا باغ تھا جس میں چھ سو درخت تھے۔ اس وقت ان کی بیوی ام دحداح اپنے بچوں کے ساتھ باغ میں تھی۔ وہ باغ میں

---

[1] امیر ان جمال مصطفیٰ‘ محمد طاہر القادری‘ ص ۳۲ ۔ ۳۳‘ منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور‘ ۲۰۰۴ء بحوالہ قاضی عیاض‘ شفاء ۲: ۵۶۹ و ابن مبارک الزہد: ۳۶۳ و خفاجی نسیم الریاض ۳: ۳۵۵

واپس آئے اور آواز دی کہ اے اُم وحداح! انہوں نے کہا: ہاں! ابو وحداح نے کہا: باغ سے نکلو' کیونکہ اس کو میں نے اپنے رب کو قرض میں دے دیا۔ بیوی نے کہا: اے ابو وحداح! آپ کی تجارت کامیاب رہی اور اس کے بعد اپنے سامان اور اپنے بچوں کو لے کر باغ سے نکل آئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابو وحداح کے لیے جنت میں کتنے ہی شاداب اور پھل دار درخت ہیں۔ [1]

اذاں ازل سے تیرے عشق کا ترانہ بنی

جب آقائے دو جہاں ﷺ نے اس جہانِ فانی سے پردہ فرمایا تو مؤذن رسول سیدنا بلال t نے مدینہ منورہ چھوڑنے کا ارادہ کر لیا۔ حضرت ابوبکر صدیق t کو جب ان کے ارادے کا علم ہوا تو انہیں اس ارادے کو ترک کرنے کے لیے کہا۔ حضرت بلال t نے ان کی بات سنی تو عرض کرنے لگے:

اے ابوبکر! اگر آپ نے مجھے اپنے لیے خریدا تھا' تو مجھے روک لیں اور اگر اللہ کی رضا کی خاطر خریدا تھا' تو مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔ [2]

چنانچہ یہ کہتے ہوئے کہ اب مدینہ میں میرا رہنا دشوار ہے' وہ شام کے شہر حلب میں جا بسے۔ تقریباً چھ ماہ کا عرصہ گزرا تھا کہ خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی' آپ ﷺ نے فرمایا:

اے بلال! تو نے ہمیں ملنا چھوڑ دیا کیا ہماری ملاقات کو تیرا جی نہیں چاہتا؟

حضرت بلال جب نیند سے بیدار ہوئے تو "لبیک سیدی یارسول اللہ" کہتے ہوئے مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ جب مدینہ منورہ پہنچے تو وہاں نہ آپ کی نظریں اپنے محبوب کو ڈھونڈتی رہیں یہاں تک کہ آپ ﷺ کی قبر انور پر سر رکھ کر رونا شروع کر دیا اور بے ہوش ہو گئے۔

تھوڑی ہی دیر میں سارے اہل مدینہ کو خبر ہو گئی کہ مؤذن رسول حضرت بلال تشریف لے آئے ہیں۔ بوڑھے' جوان' خواتین و حضرات اکٹھے ہو گئے اور فرمائش کرنے لگے کہ بلال آج ہمیں وہی اذان سنا دو جو تم محبوب خدا ﷺ کو سنایا کرتے تھے۔ بلال نے یہ کہہ کر

---

[1] المعجم الکبیر طبرانی' ج ۲۲' ص ۳۰۱۔ تفسیر ابن کثیر' ج ۱' ص ۲۶۳

[2] صحیح بخاری' ج ۲' ص ۵۳۱

معذرت چاہی کہ جب میں "أشهد ان محمد رسول الله" کہا کرتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا کرتا تھا اب کیسے دیکھوں گا؟ بعض صحابہ نے مشورہ دیا کہ حسنین کریمین سے سفارش کرواؤ۔ حضرت امام حسین نے حضرت بلال کا ہاتھ تھام کر فرمایا:

ہم آپ سے وہی اذان سننے کے خواہش مند ہیں جو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد میں سناتے تھے۔

اب حضرت بلال کے پاس انکار کی گنجائش نہ رہی' یہاں تک کہ اسی مقام پر کھڑے ہو کر اذان شروع کی جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات میں کہا کرتے تھے۔ ابن عساکر کے مطابق:

جب آپ t نے (باآواز بلند) اللہ اکبر اللہ اکبر کہا' مدینہ منورہ گونج اٹھا (آپ جیسے جیسے آگے بڑھتے گئے جذبات میں اضافہ ہوتا چلا گیا) جب "أشهد أن لا اله الا الله" کے کلمات ادا کیے گونج میں مزید اضافہ ہو گیا' جب "أشهد أن محمدا رسول الله" کے کلمات پر پہنچے تو تمام لوگ حتیٰ کہ پردہ نشین خواتین بھی گھروں سے باہر نکل آئیں (رقت و گریہ زاری کا عجیب منظر تھا) 'لوگوں نے کہا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد مدینہ منورہ میں اس دن سے زیادہ رونے والے مرد و زن نہیں دیکھے گئے۔ [1]

جب امیر المومنین حضرت معاویہ t نے سنا کہ شام میں ایک شخص کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جبہ مبارک محفوظ ہے' تو انہوں نے اس کے وزن کے برابر سونا دے کر اسے حاصل کیا۔ [2]

ایسے صحابہ' تابعین' تبع تابعین اور دیگر نفوس قدسیہ کی مثالیں ملتی ہیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث' ایک گفتگو' ایک ارشاد' ایک ادا کی تلاش اور جستجو میں میلوں میل پاپیادہ سفر کیا اور یا پھر سواری پر ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر کیا۔

عشق و محبت' جاں نثاری و وفا کا یہ سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ تک ہی محدود نہ تھا' بلکہ یہ سلسلہ عہد بہ عہد' نسل در نسل چلتا ہوا آج تک چلا آ رہا ہے۔ کسی محبوب کا غائبانہ عشق ہونا

---

[1] سیرۃ الرسول' محمد طاہر القادری' ج ا' ص ۸۴-۸۵' منہاج القرآن پبلیکیشنز' لاہور' ۲۰۰۵ء

[2] نور سرمدی' محمد فتح اللہ گولن' ص ۸۵۷' ہارمنی پبلیکیشنز' اسلام آباد' ۲۰۱۳ء

عبث ہے۔ آج نہ کوئی حسن یوسف کا اسیر ہے نہ لحن داؤدی کا شناسا و قدردان۔ لیکن حضور ﷺ کی محبت زمان و مکان کی قید سے آزاد ہے۔ آج ۱۴۳۷ سالوں کا عرصہ گزرنے کے باوجود کروڑوں انسانوں کے دل آپ ﷺ کے لیے دھڑکتے ہیں' لاکھوں آپ ﷺ سے والہانہ پیار کرتے ہیں اور لاکھوں نام محمد ﷺ اور اس کی ناموس پر اپنی جانیں نچھاور کرنے کے لیے ہر لحہ آمادہ و تیار رہتے ہیں۔

صحابہ کرام [کا یہ معمول رہا ہے کہ مناسک حج ادا کرنے کے بعد فوراً مدینہ منورہ لوٹ آتے تھے۔ اہل مدینہ کا آج بھی یہی معمول ہے اور یہ بات فضائل مدینہ میں شامل ہے۔

حضرت ابوہریرہ t بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے بہت زیادہ محبت کرنے والے لوگ میرے بعد ہوں گے' ان کی یہ تمنا ہوگی کہ کاش ان کے تمام اہل اور مال کو لے لیا جائے اور اس کے بعد ان کو میری زیارت حاصل ہو جائے۔ [1]

حضرت امام مالک بن انس h

محبت کا اپنا کوئی رنگ نہیں ہوتا ہے۔ محب جو رنگ اپنے اوپر چڑھا ئے وہی محبت کا رنگ قرار پاتا ہے۔ محبت جتنی پختہ و توانا ہوتی ہے محبت کا رنگ بھی اتنا ہی نمایاں' انمٹ اور پائیدار ہوتا ہے' جو محب کی ہر ہر ادا سے آشکار ہوتا ہے۔ یہ خوشبو چھپائے نہیں چھپتی ہے۔ محبوب کی یاد کبھی آنسو بن کر رواں ہوتی ہے' تو کبھی ادب و تعظیم بن کر ہویدا ہوتی ہے۔

امام مالک h (متوفی ۱۷۹ھ) کی زندگی میں عشق و محبت' ادب و تعظیم اور عجز و نیاز کے بہت سے مناظر آپ کو نظر آئیں گے۔ آپ کو شہر محبوب کی مٹی سے اس قدر عشق اور وارفتگی تھی کہ تمام عمر مدینہ منورہ میں رہے۔ بجز سفر حج کبھی مدینہ سے باہر نہیں نکلے۔ منصور نے بغداد کی سکونت کے لیے درخواست کی' پذیرائی نہ ہوئی' مہدی نے ۳ ہزار دینار بھیجے اور پھر کہلا بھیجا کہ بغداد کا عزم کیجیے' فرمایا: اشرفیاں علی حالہا رکھی ہیں' جی چاہے تو لے جاؤ' مگر مالک سے مدینہ نہیں چھوٹ سکتا۔ بقول نبوی: "**المدینة خیر لھم لو کانوا یعلمون**" (کاش انہیں معلوم ہوتا کہ مدینہ طیبہ ان کے لیے بہتر تھا)۔ [2] آخر کار شاد کام ہوئے' مدینہ منورہ میں وفات

---

[1] شرح صحیح مسلم غلام رسول سعیدی' ج ۱' ص ۱۰۳۳' فرید بک سٹال لاہور بحوالہ صحیح مسلم' ج ۲' ص ۳۷۹

[2] حیات امام مالک' سید سلیمان ندوی' ص ۷۵' مجلس نشریات اسلام' کراچی بحوالہ تذکرۃ الذہبی' ج اول' ص ۱۹۰' حیدر آباد

پائی اور جنت البقیع میں آسودہ خاک ہوئے۔

آپ ﷺ کا ادب اور احترام اتنا غالب تھا کہ ضعف پیری اور کبر سنی کے باوجود مدینہ منورہ میں کبھی سوار ہو کر نہیں چلتے تھے اس خیال سے کہ اس جگہ کبھی حضور ﷺ پیدل چلے ہوں۔[1]

حضرت امام شافعی h فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک h کے اصطبل میں خراسان کے بہترین گھوڑے اور مصر کے اعلیٰ ترین خچر تھے۔ میں نے ان سے بہتر گھوڑے اور خچر کہیں نہیں دیکھے تھے۔ ایک روز میں نے ازراہ تعجب ان سے کہا: یہ جانور کیا بھلے معلوم ہوتے ہیں؟

فرمانے لگے: اے شافعی! یہ سب میں تمہیں بطور ہدیہ پیش کرتا ہوں انہیں قبول کرلو۔

میں نے عرض کی: کم از کم ایک گھوڑا تو اپنی سواری کے لیے رکھ لیں۔

سنا تو ارشاد فرمایا: مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ میں سواری کے جانور سے اس ارض مقدس کو پامال کروں جہاں اللہ کے رسول ﷺ جلوہ فرما ہیں۔[2]

آپ تاحیات قضائے حاجت کے لیے مدینہ طیبہ کے حرم محترم سے باہر تشریف لے جاتے تھے۔ البتہ بیماری یا کسی اور مجبوری کی وجہ سے بیت الخلاء استعمال کر لیتے تھے۔ آپ تین دن میں صرف ایک مرتبہ بیت الخلاء جاتے تھے اور فرماتے: بار بار جانے سے مجھے شرم آتی ہے۔

ایک دن حضرت امام مالک h تشریف فرما تھے کہ خلیفہ مہدی کا ایک خاص مصاحب ربیع مدینہ منورہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تین ہزار اشرفیاں پیش کیں۔ آپ نے نذر قبول فرمائی۔ ربیع نے رخصت سے قبل عرض کیا: یا حضرت! خلیفہ کی یہ خواہش ہے کہ آپ ان کے ہمراہ بغداد تشریف لے چلیں۔

اس پر حضرت امام مالک h نے ربیع سے پوچھا: کیا تم میرے آقا و مولا ﷺ کے فرمان سے واقف ہو؟

نہیں! ربیع نے لاعلمی کا اظہار کیا تو آپ نے اس کے سامنے وہ حدیث بیان کر دی جس کا مفہوم تھا: مدینہ ان کے حق میں بہتر ہے اگر وہ اس بات کو سمجھیں۔

---

[1] تذکرۃ المحدثین غلام رسول سعیدی ص ۸۹ فرید بک سٹال لاہور ۲۰۰۷ء

[2] الشفا ابوالفضل قاضی عیاض مالکی ج ۲ ص ۶۳ مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور ۲۰۰۴ء

ربیع نے آپ کا اشارہ سمجھ لیا اور جذبہ احترام سے حضرت امام مالک h کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: بغداد جانے کی بات دوسری ہے۔ اگر مجھے ایک دن بھی سرورِ کائنات ﷺ کا روضہ اطہر نظر نواز نہ ہو تو قلب پر قیامت سی گزر جاتی ہے۔

پھر فرمایا: ربیع! میں نور کے اس حصار سے نکل کر بھلا کہاں جا سکتا ہوں؟ میں تو پہچانا ہی حضور اکرم ﷺ کی ذات کے حوالے سے جاتا ہوں۔ اگر آپ ﷺ کا دامن چھوٹا تو یہ مالک بے نشان ہو جائے گا۔

یہ فرما کر حضرت مالک h نے ربیع کو تین ہزار اشرفیوں کی تھیلی واپس لوٹا دی اور فرمایا: ربیع! امیر المومنین سے کہہ دینا کہ مالک مدینہ منورہ کی خاک پاک کے ایک ذرے کے عوض ساری دنیا کی دولت ٹھکرا دینے کا جذبہ رکھتا ہے۔

ربیع نے جب حضرت امام مالک h کا یہ طرزِ عمل دیکھا تو خاصا گھبرا گیا۔ بمشکل گویا ہوا: اعلیٰ حضرت! ہمارے امیر المومنین کا یہ مقصد ہرگز نہ تھا۔ آپ اپنی خوشی سے جہاں کہیں بھی رہیں بس اتنی التجا ہے کہ ہمارے خلیفہ کے حق میں دعا فرماتے رہیں۔

حضرت امام مالک h نے سماعت فرمایا تو دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی: اے باری تعالیٰ! تو خلیفہ کو اس کے حسنِ نیت کا صلہ عطا فرما۔

بقول حضرت مصعب بن عبداللہ h جب حضرت امام مالک h کے پاس حضور اکرم ﷺ کا ذکر پاک ہوتا تو آپ کا رنگ بدل جاتا، حالت غیر ہو جاتی، حتیٰ کہ اہل مجلس پریشان ہو جاتے۔ ایک روز کسی نے اس کی وجہ دریافت کی، تو فرمایا: اگر تم وہ دیکھ لو جو میں دیکھتا ہوں، تو پھر یہ سوال نہ کرو۔

حضرت امام مالک h حدیث مبارکہ کے بیان وسماعت کے وقت ادب کو بدرجہ اتم ملحوظ خاطر رکھتے تھے۔ ایک دن کسی نے آپ سے دریافت کیا: آپ حضرت عمرو بن دینار h سے حدیث کیوں نہیں لیتے۔

فرمایا: میں ان کے پاس گیا تھا، مگر وہاں لوگ حالت قیام میں حدیث پاک لکھ رہے تھے۔ میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارکہ کا مقام کھڑے ہو کر لکھنے سے بلند سمجھتا ہوں۔[1]

---

[1] عشق رسول کریم، نواز رومانی، ص ۴۷۲ - ۴۷۳، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۱۲ء

حضرت امام مالک h سے حضرت ایوب سختیانی h کے بارے میں پوچھا گیا' تو انہوں نے فرمایا: میں نے جن جن بزرگوں سے حدیث روایت کی ہے ان سب میں افضل ترین شخصیت حضرت ایوب سختیانی کی ہے۔

اور پھر فرمایا: انہوں نے دو حج کیے تھے' میں نے انہیں دیکھا تھا ان سے سماع نہیں کیا تھا' ان کی حالت یہ تھی کہ جب ان کے سامنے نبی اکرم ﷺ کا تذکرہ کیا جاتا' تو ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات شروع ہو جاتی یہاں تک کہ مجھ پر رقت کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ جب میں نے شوق نبی ﷺ میں ان کا رونا اور اس درجہ احترام رسالت مآب ﷺ کا منظر دیکھا تو ان سے حدیث کا علم حاصل کیا۔ [1]

امام بخاری h کا طریقہ ادب رسول ﷺ

امام بخاری h کے حال میں مرقوم ہے کہ آپ صحیح بخاری کے جمع کرنے کے وقت ہر حدیث لکھنے کے واسطے تازہ غسل کیا کرتے اور دوگانہ نماز پڑھتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ زمزم سے غسل کرتے اور مقام ابراہیم پر دوگانہ پڑھتے تھے۔ چونکہ اس طرح انہوں نے حدیث نبوی کی تعظیم اور توقیر کی ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا فضل عظیم دیا ہے کہ تمام مسلمان ان کو اپنا امام جانتے ہیں اور ان کی تعظیم اور ان کی کتاب کی وہ قدر ہوئی کہ دنیا میں سوائے قرآن مجید کے کسی اور کتاب کی ایسی قدر و منزلت نہیں ہوئی۔ یہ مقبولیت محض ادب حدیث کا سبب تھا ورنہ احادیث صحیحہ کی اور بھی بے شمار کتابیں تھیں۔ [2]

حضرت عمر بن عبد العزیز

جب آپ بستر مرگ پر دراز ہوئے تو ضروری وصیتیں کیں۔ آپ کے پاس حضور ﷺ کے ناخن اور موئے مبارک تھے' جن کی زیارت سے آپ اپنے قلب و روح کو سرور بخشا کرتے تھے۔ آخری وقت میں انہیں منگوا کر ان کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ محبت سے بوسہ دیا اور فرمایا: بعد از مرگ انہیں میرے کفن میں رکھ دینا۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ مجھ سے جدا ہوں اور پھر

---

[1] سیرۃ الرسول' محمد طاہر القادری' ج ۱' ص ۹۵' منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور' ۲۰۰۵ء بحوالہ الشفاء' ج ۲' ص ۵۹۶۔۵۹۷

[2] نقوش' رسول نمبر' ج ۳' ص ۶۹۸' ادارہ فروغ اردو لاہور' ۱۹۸۳ء

روح جسد خاکی سے پرواز کر گئی۔[1]

ایک پہلوان کا واقعہ

حضرت جنید بغدادی h (پ ۲۲۰ھ؛ و ۲۹۷ھ یا ۲۹۸ھ) ایک پہلوان (Professional Wrestler) تھے۔ ان کی گزر اوقات اسی ذریعہ سے ہوتی تھی۔ ایک دن حاکم بغداد نے اعلان کیا کہ آج جنید بغدادی اپنے فن پہلوانی کا مظاہرہ کریں گے، جو شخص بھی ان سے نبرد آزمائی کا شوق رکھتا ہو وہ آگے آئے۔ ایک شخص جس کی عمر ۶۵ سال کے قریب ہوگی کانپتے ہوئے آگے بڑھا اور کہا کہ میں جنید سے مقابلہ کروں گا۔

مجمع تالیوں اور قہقہوں سے گونج اٹھا۔ ضعیف شخص کو اکھاڑے میں اترنے کی اجازت دی گئی۔ اسی اثناء میں حضرت جنید بغدادی بھی اکھاڑے میں داخل ہوئے۔ ضعیف العمر شخص نے جنید سے کہا کہ اپنا کان قریب لایئے اور سرگوشی کرتے ہوئے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ میں آپ سے یہ مقابلہ نہیں جیت سکتا ہوں۔ میں ایک سیدزادہ ہوں، گھر پر میرے بچے بھوکے ہیں، کیا آپ اللہ کے رسول ﷺ کی محبت کی خاطر اپنا نام، عزت اور مرتبہ قربان کر سکتے ہیں؟ تمہارے زیر ہونے پر میں انعامی رقم کا حقدار قرار پاؤں گا، جو میرے کنبے کے لیے ایک سال کی کفالت کے لیے کافی ہوگی۔ جنید کیا تم آپ رسول کی خاطر یہ قربانی دے سکو گے؟

جنید بغدادی نے دکھاوے کے کچھ پہلوانی داؤ پیچ دکھائے تاکہ کسی کو شک نہ گزرے کہ جنید جان بوجھ کر اس بوڑھے شخص سے زیر ہوگیا ہے۔ پھر وہ زمین پر آگرے اور بوڑھا ان کے سینے پر سوار ہوگیا اور اس طرح بوڑھے نے وہ انعامی رقم جیت لی۔

اس رات کو جب جنید بغدادی سوئے تو ان کی قسمت جاگ گئی، خواب میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: جنید! تم نے میری آل کی خاطر اپنی عزت و شہرت کو داؤ پر لگا دیا، آج سے تمہارا نام اللہ کے ولیوں میں لکھ دیا گیا ہے۔[2]

ولی کامل حضرت بایزید بسطامی (۸۰۴ھ۔۸۷۴ھ) h نے ساری زندگی خربوزہ

---

[1] عشق رسول کریم، نواز رومانی، ص ۲۹۱، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۱۲ء

[2] www.islamcan.com/islamic-stories/story-of-a-wrestler

کھانے سے گریز کیا کہ انہیں اس بات کا علم نہیں ہو سکا تھا کہ حضور ﷺ نے خربوزہ کیسے کاٹا تھا اور کیسے کھایا تھا؟ [1]

مولانا روم کو بچوں سے بے حد محبت تھی۔ ایک مرتبہ وہ بازار میں جا رہے تھے۔ کچھ بچے کھیل میں مصروف تھے۔ ان سب بچوں نے مولاناؒ کو سلام کیا اور مولانا ایک ایک کا سلام الگ الگ قبول کرنے کے لیے دیر تک کھڑے رہے' ایک بچہ کہیں دُور کھیل رہا تھا' اس نے وہیں سے پکار کر کہا کہ حضرت 'ابھی جایئے گا نہیں' میرا سلام لیتے جایئے۔ تو مولانا نے بچہ کی خاطر دیر تک توقف فرمایا اور اس کا سلام لے کر گئے۔ کسی نے پوچھا: حضرت! آپ نے بچے کے لیے اس قدر توقف کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ ﷺ کو اس قسم کا واقعہ پیش آتا تو حضور ﷺ بھی یونہی کرتے۔ [2]

سلطان محمود غزنوی کا طریقِ ادبِ رسول ﷺ

کہتے ہیں کہ غازی سلطان محمود غزنوی h کے غلام ایاز کا ایک بیٹا تھا جو بادشاہ کا ملازم تھا اور اس کا نام محمد تھا۔ ایک دن بادشاہ سلامت نے ایاز کی موجودگی میں اُس سے یوں خطاب کیا کہ اے ایاز کے بیٹے' وضو کا پانی لاؤ۔ ایاز نے ان الفاظ کو سن کر دل ہی دل میں خیال کیا کہ نہ معلوم میرے بیٹے نے کیا خطا کی جس کے باعث بادشاہ سلامت نے اس کو نام سے نہیں بلایا۔ پس جب سلطان محمود وضو سے فارغ ہوئے تو ایاز کی طرف دیکھا کہ وہ مغموم وملول ہے' اس سے غم ورنج کا سبب پوچھا' اس نے دست بستہ کھڑے ہو کر عرض کی کہ عالیجاہ' میرے مغموم ہونے کا باعث یہ ہے کہ چونکہ حضور نے میرے لختِ جگر کو نام لے کر نہیں بلایا' اس لیے معاً میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید اس سے کوئی بے ادبی اور گستاخی سرزد ہوئی ہے کہ جس کے باعث آپ اس سے خفا اور ناراض ہیں۔ بادشاہ سلامت نے مسکرا کر کہا: اے ایاز! خاطر جمع رکھ' تمہارے صاحبزادے سے کوئی بات میری طبع کے خلاف سرزد نہیں ہوئی اور نہ ہی میں اس سے کسی طرح ناراض یا خفا ہوں۔ اس وقت نام نہ لینے میں یہ حکمت تھی کہ میں اس

---

[1] "And Muhammad is His Messenger", Annemarie Schimmel, P.44 ,The University of North Carolina Press, USA. 1985

بحوالہ مناقب العارفین' احمد ابن محمد افلاکی' ص ۴۲۸' انقرہ' ۱۹۶۴ء

[2] نقوش' رسول نمبر' ج ۴' ص ۷۳' ۶' علامہ ڈاکٹر محمد اقبال' ادارہ فروغ اردو لاہور' ۱۹۸۳ء

وقت بے وضو تھا چونکہ یہ آقائے نامدار سرورِ کونین رحمۃ للعلمین کا ہم نام تھا اس لیے مجھے شرم آئی کہ حضور p کا نام مبارک ایسی حالت میں میری زبان سے گزرے جبکہ میں بے وضو یا بے طہارت ہوں۔ [1]

ہزار بار بشویم دہن بمشک و گلاب
ہنوز نامِ تو گفتن کمال بے ادبی است

مسجد نبوی کی تعمیرِ نو۔ عثمانیہ دور خلافت (۱۲۵۵ھ-۱۲۷۷ھ) میں

یہ اس زمانے کی بات ہے جب عالم اسلام کے بیشتر علاقے پر عثمانی ترکوں کی فرماں روائی تھی۔ ابتداءً تو ترکوں کو یہ ہمت نہ ہوئی کہ وہ مسجد نبوی کی تعمیرِ نو کریں۔ لیکن ۱۲۵۵ھ میں حضور u نے سلطان عبدالمجید خان جو اس وقت خطۂ ارض پر سب سے بڑا حکمران تھا کو خواب میں حکم فرمایا کہ مسجد خستہ ہو چکی ہے اُس کے گرنے کا خدشہ ہے اُس جانب فوراً توجہ کی جائے۔ سو اپنی محبت کی سچائی کے سہارے انہوں نے اس کام کے کرنے کا عزم کر لیا۔

مسجد نبوی شریف کی تعمیرِ نو اور توسیع کی تفصیل حد درجہ ایمان افروز ہے اور امت کی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت، عقیدت اور ادب کی غماز ہے۔ ترکوں نے اپنی وسیع و عریض سلطنت میں اعلان کروا دیا کہ انہیں عمارت سازی سے متعلق مختلف علوم و فنون کے ماہر درکار ہیں۔ یہ سننا تھا کہ ہندوستان، افغانستان، چین، وسطی ایشیاء، ایران، عراق، شام، مصر، یونان، شمالی وسطی افریقہ اور اسلامی خطوں کے طول و عرض سے نقشہ نویس، معمار، بنیادیں زمین کی گہرائی تک اتارنے کے ماہر، سنگ تراش، چھتوں اور سائبانوں کو ہوا میں معلق کرنے کے ہنرمند، شیشہ گر و شیشہ ساز، رنگ شناس، کیمیا گر، پچی کاری کے ماہر، خطاط، ماہرین فلکیات، ہواؤں کے رخ جاننے والے، ماہرین موسمیات غرض یہ کہ ہر علم اور ہنر کے منتخب لوگوں نے اپنی خدمات پیش کیں۔

ترک حکومت نے اپنے سفیروں اور اہلکاروں کو خصوصی احکامات دیئے کہ وہ ان ماہرین اور ان کے اہل و عیال کو بھی اگر وہ چاہیں تو قسطنطنیہ تک سفر کے لیے ہر طرح کی سہولت فراہم کریں۔ ادھر سلطان کے حکم پر قسطنطنیہ سے چند فرسنگ باہر میدانی علاقے میں ایک کشادہ اور خود کفیل بستی تیار کی گئی۔ ان یکتائے روزگار لوگوں کو ان کے شعبوں کی مناسبت سے اس نئی بستی

[1] نقوش، رسول نمبر، ج ۴، ص ۶۹۹، ادارہ فروغِ اردو، لاہور، ۱۹۸۳ء

کے الگ الگ محلوں میں بسایا گیا۔ اس سارے عمل میں کئی سال لگے۔ حکومت نے مکمل طور پر ان خاندانوں کی کفالت کی۔

اس عمل میں کوئی پندرہ برس لگے' پھر عقیدتوں اور حیرتوں کا نیا باب شروع ہوتا ہے۔ اپنے وقت کے عظیم ترین ہنر مند یکجا ہو چکے تھے۔ اب سلطان وقت خود اس بستی میں جاتا ہے۔ خاندانی سربراہوں کا اجلاس طلب کرتا ہے اور منصوبے کا اگلا حصہ ان کے سامنے رکھتا ہے' منصوبے کا اگلا مرحلہ کچھ اس طرح تھا کہ ہر ہنر مند اپنے سب سے ہونہار بچے یا اولاد نہ ہونے کی صورت میں کسی لائق ترین شاگرد کا انتخاب کرے اور اس بچے کے جوان ہو کر پختہ عمر کو پہنچنے تک اس کے بدن اور لحن میں اپنا مکمل فن منتقل کرے تاکہ وہ اپنے متعلقہ شعبے میں یکتائے روزگار اور بے مثال ہو۔ حکومت کا یہ ذمہ تھا کہ ان خاندانوں کی مکمل کفالت کرے اور ان بچوں کے لیے ایسے اساتذہ و اتالیق مقرر کرے جو انہیں قرآن کریم پڑھائیں اور حفظ کرائیں۔ ساتھ ہی مجموعۂ درود دلائل الخیرات کا بھی حافظ بنائیں۔ ساتھ ساتھ ہر بچہ کو شہ سواری سکھانے کا بھی اہتمام کیا گیا۔ اس تعلیم و تربیت اور تیاری کے لیے پچیس سال کا عرصہ مقرر کیا گیا۔ اب ایک ایسی ٹیم تیار ہو چکی تھی جو نہ صرف اپنے اپنے شعبہ کی ماہر تھی' بلکہ ہر شخص حافظ قرآن' باعمل مسلمان اور صحت و تندرستی کا پیکر تھا۔ اس کا ہر رکن یہ جانتا تھا کہ اسے روئے زمین پر کسی اہم ترین عمارت کی تعمیر کا کام سونپا جانا ہے۔ ان ماہرین کی تعداد پانچ سو کے لگ بھگ تھی۔

ایک طرف ہنر مندوں کی یہ جماعت تیار ہو رہی تھی' تو دوسری جانب ترک حکومت کے اہل کار اس عمارت کی تعمیر کے لیے ساز و سامان اکٹھا کرنے میں ایک منفرد قرینے سے مصروف تھے۔ شعبۂ کان کنی کے ماہرین نے خاص اور عمدہ رگ و ریشے کے پتھروں کی بالکل نئی کانیں دریافت کیں' جن سے مطلوبہ پتھر حاصل کر کے انہیں ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا۔ نئے جنگلوں سے لکڑیاں کاٹی گئیں' تختے حاصل کیے گئے۔ شیشہ گروں نے شیشہ سازی کے لیے حجاز کی ریت استعمال کی۔ پچی کاری کے قلم ایران سے بن کر آئے جبکہ خطاطی کے لیے سرکنڈے وغیرہ دریائے نیل اور دریائے جمنا کے کنارے اگائے گئے۔

یہ سارا عمارتی سامان بمع ہنر مندوں کے نہایت احتیاط سے پہلے خشکی' پھر سمندر اور پھر خشکی کے راستے حجاز کی سرزمین تک پہنچایا گیا' جہاں مدینہ سے چار فرسنگ (بارہ میل) دور

ایک نئی بستی اس تمام سامان کو رکھنے اور ہنر مندوں کے رہنے کے لیے پہلے ہی تیار ہو چکی تھی۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر تعمیر کا کام مدینہ پاک میں ہونا تھا' تو یہ بستی شہر سے باہر کیوں بسائی گئی تھی۔ ایک بہت بڑی عمارت تعمیر ہونی تھی جس کے لیے مختلف جسامت کے ہزاروں پتھر کاٹے جانے تھے۔ بڑے بڑے چٹان ٹھوک ٹھک کر تیار ہونے تھے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سا تعمیری کام ہونا تھا جن میں شور کا بے حد امکان تھا' اس کا سبب وہ حد درجہ ادب تھا جو ملحوظ خاطر تھا کہ مبادا تعمیراتی کام کا شور اس فضاء لطیف کو آلودہ کرے جہاں ہمارے رسول نے سانسیں لی تھیں' جس فضا کو اپنی بصارت سے نوازا تھا اور آپ ﷺ کی مترنم آواز جہاں گونجی تھی۔ یہ فضاء اپنا سکون' اپنی حیاء اور اپنا وقار قائم رکھ سکے۔ احتیاط کا یہ عالم تھا کہ کٹا یا ترشا ہوا پتھر جب مسجد نبوی پہنچتا اور اس میں کسی ترمیم و تخفیف کی ضرورت پڑتی تو اسے درست کرنے کے لیے شہر سے باہر اسی بستی میں واپس لایا جاتا۔

تمام ہنر مندوں کو یہ احکامات دیئے گئے کہ تعمیری کام کے لمحۂ اوّل سے لے کر لمحۂ آخر تک وہ باوضو رہیں اور مسلسل تلاوت قرآن اور درود شریف سے اپنی زبانوں کو تر رکھیں اور اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ کارکن ان احکامات کی پابندی کر رہے ہیں یا نہیں حکومتی اہل کار (نگران) مقرر کیے گئے۔

تعمیر نو کا کام مسلسل پندرہ سال جاری رہا۔ جب ایک حصے کو منہدم کر کے اسے بنا لیتے' تو اس کے بعد دوسرے حصے کی تعمیر شروع کرتے تاکہ نماز باجماعت میں رکاوٹ نہ ہو۔ ریاض الجنۃ کی تعمیر کے دوران چھت اور زمین کے درمیان ستونوں پر لکڑی کے تختے لگا دیئے گئے تاکہ چھت کے منہدم ہوتے وقت اوپر سے مٹی نہ گرے۔ حجرہ مبارک جہاں امام الانبیاء ﷺ آرام فرما ہیں اس کی جالیوں کے گرد چاروں طرف سے کپڑا لپیٹ دیا گیا تاکہ گرد و غبار اندر نہ جا سکے۔ [1]

---

[1] یہ تفصیلات درج ذیل ذرائع سے یکجا و مدون کی گئی ہیں۔
اٹلس سیرت نبوی' ڈاکٹر شوقی ابو خلیل' ص ۱۹۲-۱۹۳' مکتبہ دار السلام لاہور' پاکستان ۱۴۲۴ھ۔ خاک حجاز کے نگہبان' صلاح الدین محمود' ص ۲۱-۲۵' دار الفیض گنج بخش' لاہور' ۱۹۹۹ء۔ ضیاء الدین احمد قادری' عبد المصطفیٰ محمد عارف قادری ضیائی' ج ۱' ص ۵۰۸-۵۰۹' حزب القادریہ لاہور' ۱۴۲۸ھ

مؤدب سلطان بارگاہِ خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں

سلطنت اسلامیہ عثمانیہ کے سلطان عبدالحمید h کی مدینہ پاک میں حاضری کے احوال ساکن مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی h کی زبانی یوں ہم تک پہنچتے ہیں:

ایک مرتبہ فضیلت شیخ صدقہ حسن خاشقجی سابقہ امین البلدیہ مدینہ منورہ نے احقر سے بیان کیا کہ ان کے والد h اکثر بیان کیا کرتے کہ جب سلطان عبدالحمید h استنبول سے مدینہ طیبہ حاضری کے لیے آتے' تو ان کے پہنچنے سے پہلے ان کے لیے بگھی اور گھوڑا ترکی سے بذریعہ ریل گاڑی مدینہ شریف میں پہنچ جاتا۔ جب سلطان مدینہ طیبہ حاضر ہوتے' تو اسی گھوڑا بگھی پر سوار ہو کر حضور p کی بارگاہ میں حاضری دینے آتے۔ بگھی کے ساتھ ساتھ لوگوں کا ہجوم ہوتا' جب شارع عینیہ پر پہنچتے' قبہ شریف پر نظر پڑتے ہی فوراً سلطان سواری سے اترتے آنکھوں سے آنسوں جاری رہتے' دست بستہ کھڑے تا دیر صلاۃ وسلام عرض کرتے۔ پھر گھوڑے کے سم کا بوسہ لیتے' اس لیے کے سم پر مدینہ طیبہ کی غبار شریف پڑی ہوئی ہے' پھر حرم شریف میں حاضر ہوتے۔[1]

عبدالرحمن جامی h کا بے مثال عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپ سرتاپا عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رنگے ہوئے تھے۔ حالت یہ ہوگئی کہ تاب جدائی نہ رہی' مثل ماہی بے آب مضطرب وبے چین رہتے تھے۔ شب تار کی تنہائیاں ہوں یا صبح مسا کی رونقیں' دوپہر کی ہنگامہ آرائی ہو یا شام کی یاد ہو' آپ کا ایک ایک پل اپنے محبوب آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد و ذکر میں بسر ہوتا تھا۔ جب آپ اپنے قلم کو جنبش دیتے تو الفاظ بصورت نالہ و فریاد صفحہ قرطاس پر بکھرنے لگتے تھے اور آپ کے باطنی رنگ و جذبات محبت کی عکاسی کرنے لگتے تھے۔

ایک دن قلم تھامے تصور محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مستغرق بیٹھے تھے کہ قلم آپ کے جذبوں کی نقاشی کرنے لگا اور پھر اس شعر کی نورانیت سینہ کاغذ پر پھیل گئی:

تنم فرسودہ جاں پارہ ز ہجراں' یا رسول اللہ!
دلم پژمردہ آوارہ ز عصیاں' یارسول اللہ!

---

[1] ضیاء الدین احمد القادری' عبد المصطفی محمد عارف قادری ضیائی' ج۱' ص ۲۹۴' حزب القادریہ لاہور' ۱۴۲۸ھ

یارسول اللہ ﷺ! آپ کے غم ہجراں میں میرا تن ناکارہ اور میری جان پارہ پارہ ہوگئی۔ میرا دل گناہوں کے سبب غم واندوہ میں مبتلا ہوکر بالکل ناکارہ ہوگیا۔

آپ نے شعر پر دوبارہ نظر کی تو تڑپ اٹھے اور پھر کاغذ پر الفاظ نے ایک اور شعر کی شکل اختیار کرلی۔

چوں سوئے من گزر آری من مسکیں زنا داری
فدائے نقش نعلینت کنم جاں' یارسول اللہ!

یارسول اللہ ﷺ! اگر میرا نصیبہ بیدار ہوجائے اور آپ مجھ نادار مسکین کی طرف تشریف لے آئیں تو میرے پاس کوئی شے ایسی نہیں کہ جس کو حضور عالی کے روبرو پیش کرسکوں' مگر ہاں جس مقام پر آپ کے نعلین پاک کا نشان پڑے گا میں ضرور اس پر اپنی جان مشتاق نثار کر دوں گا۔

حضور اکرم ﷺ کی قدم بوسی کی تڑپ اور حضوری کی تمنا نے آپ کو گھیر رکھا تھا۔ انگ انگ چشم براہ تھا اور پھر خیال آیا کہ میری اوقات ہی کیا ہے کہ شہنشاہ دو عالم ﷺ میرے پاس تشریف لائیں گے' تو یہ شعر ذہن کے پاتال پر رقص کرنے لگا:

ز جام حب تو مستم بہ زنجیر تو پا بستم
نمی گویم کہ من ہستم سخن داں' یارسول اللہ!

میں آپ ﷺ کی شراب محبت سے مست ہوں اور آپ ﷺ کی زنجیر غلامی کا پابند ہوں' یارسول اللہ ﷺ! میں یہ نہیں کہتا کہ مجھ کو کچھ آتا ہے یا میں کسی کام کے لائق ہوں۔

اور پھر بے ساختہ حضرت جامی h کے مضطرب لبوں سے نکلا:

مرہم راحت جراحت دگراں را
جان من و داغ آرزوئے محمد ﷺ

زخموں سے آرام دلانے والا مرہم اور لوگوں کو مبارک ہو۔ میری جان کے لیے تو حضرت محمد ﷺ کی آرزو کا داغ اور زخم کافی ہے۔

طائر وقت تیزی سے محو پرواز تھا۔ عشق رسول عربی ﷺ کا رنگ روز افزوں گہرا ہوتا گیا۔ جب یارائے فرقت نہ رہا تو عالم دارفتگی میں قدم سوئے مدینۃ المحبوب ﷺ اٹھنے لگے۔

ہر اٹھنے والا قدم محب صادق حضرت جامی h کو سید العاشقین ﷺ کے در اقدس اور قدوم میمنت لزوم کے قریب تر کر رہا تھا۔ اس احساس لطیف سے کہ محبوب ﷺ قریب آ رہے ہیں تو قلزم عشق ومحبت میں تلاطم برپا ہو گیا۔

چلتے چلتے آپ وادی بطحا میں پہنچے تو مدینہ منورہ' خاک مدینہ' خار مدینہ' حتیٰ کہ سگ مدینہ کو بھی اپنے دل کے قریب پاتے تھے۔ آپ عالم شیفتگی میں سرزمین نبی اکرم ﷺ کو جانے والے قافلوں کو سلام کرتے تھے۔ قافلہ حجاز کے اونٹوں کے ساربان آپ کے پیغام رساں تھے اور نسیم بہاری کو فریاد پہنچانے کا ذریعہ بناتے اور اسے مخاطب کر کے فرماتے:

نسیما جانب بطحا گزر کن
ز احوالم محمد را خبر کن

اے باد نسیم' ذرا وادی بطحی کی طرف سے گزر جا اور محمد ﷺ کی بارگاہ اقدس میں میرا احوال عرض کرتی جا۔

جب آپ باندازِ والہانہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہونے کے لیے گئے تو والیٔ مدینہ منورہ کو عالم رویاء میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی' آپ نے حکم فرمایا: میرے عاشق کو شہر کے باہر روک لو ورنہ جس جذب وکیف میں وہ آ رہا ہے مجھے اس کی دل دہی کے لیے گنبد خضریٰ سے باہر آنا پڑے گا۔

والیٔ مدینہ فوراً تعمیل ارشاد کے لیے شہر سے باہر گیا اور حضرت جامی h کو اندر داخل ہونے سے روک دیا' انہوں نے بڑا منت سماجت کی' مگر آپ کو شہر کے اندر داخل نہ ہونے دیا۔

یہ بڑی کٹھن منزل تھی۔ محبوب آقا ومولا ﷺ تھوڑے فاصلے پر تھے' مگر اذن حاکم نہ تھا کہ محب شہر کے اندر داخل ہو۔ جب کوئی صورت نظر نہ آئی تو ایک دن حضرت جامی h نے ایک سالار کارواں سے عرض کی: مجھے صندوق میں بند کر کے گنبد خضریٰ تک پہنچا دو۔

سالار قافلہ مان گیا اور آپ کو ایک صندوق میں ڈال کر چل پڑا۔ والیٔ مدینہ کو پھر آنحضرت ﷺ نے خواب میں آ کر جامی کو مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے روکنے کے لیے فرمایا۔ چنانچہ وہ بہ نفس نفیس اس کاروان عشق ومحبت کے استقبال کے لیے شہر کے دروازے پر

کھڑا تھا۔ اونٹوں پر لدے ہوئے سامان کی تلاشی لی گئی۔ ایک صندوق میں سامان عشق و محبت موجود تھا۔ بڑے ادب سے والیٔ مدینہ نے عرض کی: اے عاشق رسول جامی! حضور اکرم ﷺ کا حکم ہے کہ آپ کو روک دیا جائے۔

محب صادق نے محبوب ﷺ کے حکم وارشاد کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ چند دنوں بعد جب آپ کے جوش وجذب میں قدرے سکون آیا تو روضہ اقدس پر حاضری کی اجازت مرحمت ہوئی' چنانچہ آپ ادھر روانہ ہوئے۔ اس ہنگام جذب ومستی میں حضرت جنید و بایزید رحمھما اللہ کا ادب اور حضرت بلال حبشی t کی رقت ووالہیت تھی۔ جب روضہ اقدس نظروں کے سامنے آیا تو بیتابانہ اس کے ساتھ لپٹ گئے اور اس طرح فریاد کرنے لگے:

ز مہجوری بر آمد جان عالم
ترحم یا نبی اللہ ترحم

آپ کے ہجر میں ایک عالم کی جان لبوں پر ہے۔ اے اللہ کے نبی ﷺ! رحم فرمائیے' رحم فرمائیے۔[1]

اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی' حب رسول اور احترام سادات کا انوکھا واقعہ

اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی h (ولادت ۱۴ جون ۱۸۵۶ء' وفات ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء) جن کا تعلق انڈیا' یوپی کے شہر بریلی سے تھا' ان کا عشق رسول اور رسول ﷺ سے منسوب ہر شے سے غایت درجہ کا احترام اپنی مثال آپ تھا۔ آپ کی لکھی ہوئی تحریریں' فتاوٰے اور مجموعہ نعت "حدائق بخشش" اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ان سے منسوب بہت سے واقعات میں سے میں نے ایک واقعہ کا انتخاب کیا ہے جو ان کے غایت درجہ کے عشق رسول' ادب رسول اور احترام سادات کی غمازی کرتا ہے۔

اعلیٰ حضرت اپنے علمی مشاغل' تدریسی اور تحریری کام کی بناء پر محافل میں کم کم ہی جایا کرتے تھے۔ لیکن میلاد کے نام سے موسوم ایک محفل میں شرکت کے لیے بریلی میں ہی واقع کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ اس سے آگے کا حال میں علامہ ارشد القادری کے الفاظ میں آپ کی نذر کرنا چاہتا ہوں:

---

[1] عشق رسول کریم' نواز رومانی' ص ۸۴۷ ۔ ۸۵۰' ضیاء القرآن پبلیکیشنز' لاہور' ۲۰۱۲ء

امام اہل سنت کی سواری کے لیے پالکی دروازے پر لگا دی گئی تھی۔ سینکڑوں مشتاقانِ دید انتظار میں کھڑے تھے۔ وضو سے فارغ ہو کر کپڑے زیب تن فرمائے' عمامہ باندھا اور عالمانہ وقار کے ساتھ باہر تشریف لائے۔ چہرۂ انور سے فضل و تقویٰ کی کرن پھوٹ رہی تھی۔ شب بیدار آنکھوں سے فرشتوں کا تقدس برس رہا تھا۔ طلعت جمال کی دل کشی سے مجمع پر ایک رقت انگیز بے خودی کا عالم طاری تھا' گویا پروانوں کے ہجوم میں ایک شمع فروزاں مسکرا رہی تھی اور عندلیبان شوق کی انجمن میں ایک گل رعنا کھلا ہوا تھا۔ بڑی مشکل سے سواری تک پہنچنے کا موقع ملا۔

پابوسی کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد کہاروں نے پالکی اٹھائی آگے پیچھے دائیں بائیں نیاز مندوں کی بھیڑ ہمراہ چل رہی تھی۔

پالکی لے کر تھوڑی دور ہی چلے تھے کہ امام اہل سنت نے آواز دی: پالکی روک دو۔ حکم کے مطابق پالکی رکھ دی گئی' ہمراہ چلنے والا مجمع بھی وہیں رُک گیا۔

اضطراب کی حالت میں باہر تشریف لائے' کہاروں کو اپنے قریب بلایا اور بھرائی ہوئی آواز میں دریافت کیا: آپ لوگوں میں کوئی آلِ رسول تو نہیں ہے؟

اپنے جدِ اعلیٰ کا واسطہ سچ بتایئے' میرے ایمان کا ذوقِ لطیف تن جاناں کی خوشبو محسوس کر رہا ہے۔

اس سوال پر اچانک ان میں سے ایک شخص کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ پیشانی پر غیرت و پشیمانی کی لکیریں اُبھر آئیں۔

بے نوائی' آشفتہ حالی اور گردشِ ایام کے ہاتھوں ایک پامال زندگی کے آثار اس کے انگ انگ سے آشکار تھے۔

کافی دیر تک خاموش رہنے کے بعد نظر جھکائے ہوئے دبی زبان سے کہا: مزدور سے کام لیا جاتا ہے' ذات پات نہیں پوچھی جاتی۔ آہ! آپ نے میرے جدِ اعلیٰ کا واسطہ دے کر میری زندگی کا ایک سربستہ راز فاش کر دیا۔

سمجھ لیجیے کہ میں اسی چمن کا ایک مرجھایا ہوا پھول ہوں جس کی خوشبو سے آپ کی مشام جاں معطر ہے۔ رگوں کا خون نہیں بدل سکتا اس لیے آلِ رسول ہونے سے انکار نہیں ہے' لیکن اپنی خانماں برباد زندگی کو دیکھ کر یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔

چند مہینے سے آپ کے اس شہر میں آیا ہوں' کوئی ہنر نہیں جانتا کہ اسے اپنا ذریعہ معاش بناؤں۔ پالکی اُٹھانے والوں سے رابطہ قائم کرلیا ہے' ہر روز سویرے ان کے جھنڈ میں آ کر بیٹھ جاتا ہوں اور شام کو اپنے حصے کی مزدوری لے کر اپنے بال بچوں میں لوٹ جاتا ہوں۔ ابھی اس کی بات تمام بھی نہ ہو پائی تھی کہ لوگوں نے پہلی بار تاریخ کا یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھا کہ عالم اسلام کے ایک مقتدر امام کی دستار اس کے قدموں پر رکھی ہوئی تھی اور وہ برستے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ پھوٹ پھوٹ کر التجا کر رہا تھا:

معزز شہزادے! میری گستاخی معاف کر دو لاعلمی میں یہ خطا سرزد ہوگئی ہے۔ ہائے غضب ہوگیا جن کے کفش پا کا تاج میرے سر کا سب سے بڑا اعزاز ہے ان کے کاندھے پر میں نے سواری کی۔ قیامت کے دن اگر کہیں سرکار ﷺ نے پوچھ لیا کہ احمد رضا! کیا میرے فرزندوں کا دوش ناز نین اسی لیے تھا کہ وہ تیری سواری کا بوجھ اٹھائے تو میں کیا جواب دوں گا؟ اس وقت بھرے میدان حشر میں میرے ناموس عشق کی کتنی بڑی رسوائی ہوگی؟

آہ! اس ہولناک تصور سے کلیجہ شق ہوا جا رہا ہے۔ دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ جس طرح ایک عاشق دلگیر روٹھے ہوئے محبوب کو مناتا ہے' بالکل اُسی انداز میں وقت کا ایک عظیم المرتبت امام اس کی منت وسماجت کرتا رہا اور لوگ پھٹی آنکھوں سے عشق کی ناز برداریوں کا رقت انگیز تماشا دیکھتے رہے۔

یہاں تک کہ کئی بار زبان سے معاف کر دینے کا اقرار کرا لینے کے بعد امام اہل سنت نے پھر اپنی ایک آخری التجائے شوق پیش کی:

چونکہ راہِ عشق میں خونِ جگر سے زیادہ وجاہت و ناموس کی قربانی عزیز ہے' اس لیے لاشعوری کی اس تقصیر کا کفارہ جب ہی ادا ہوگا کہ اب تم پالکی میں بیٹھو اور میں اسے اپنے کاندھے پر اٹھاؤں۔

اس التجا پر جذبات کے تلاطم سے لوگوں کے دل دہل گئے۔ وفور اثر سے فضا میں چیخیں بلند ہوگئیں۔ ہزار انکار کے باوجود آخر سیدزادہ کو عشق جنوں خیز کی ضد پوری کرنی پڑی۔

آہ! وہ منظر کتنا رقت انگیز اور دل گداز تھا' جب اہل سنت کا جلیل القدر امام کہاروں کی قطار سے لگ کر اپنے علم وفضل' جبہ و دستار اور اپنی عالمگیر شہرت کا سارا اعزاز خوشنودی حبیب

کے لیے ایک گمنام مزدور کے قدموں پر نثار کر رہا تھا۔[1]

علامہ شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کا عشق رسول

شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ (۱۳ اپریل ۱۸۹۲ء) کو میرٹھ (یوپی انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلۂ نسب خلیفۂ اوّل حضرت سیدنا صدیق اکبر t سے ملتا ہے۔ آپ بلند پایہ عالم دین، عالمی شہرت یافتہ مبلغ، عربی، فارسی، انگریزی، فرانسیسی، اردو، ملائی سمیت کئی دوسری زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ تبلیغ اسلام کی غرض سے وہ چالیس سالوں تک سفر میں رہے۔ بالخصوص ۱۹۵۱ء میں پوری دنیا کا تبلیغی دورہ کیا۔ قابل ذکر ممالک انگلستان، فرانس، اٹلی، برٹش گیانا، مڈغاسکر، سعودی عرب، ٹرینی ڈاڈ، امریکہ، کینیڈا، فلپائن، سنگاپور، ملائیشیا، تھائی لینڈ، انڈونیشیا، سیلون، برما، انڈو چائنا، چین، جاپان، ماریشس، جنوبی و مشرقی افریقہ، عراق، اردن، فلسطین، شام، مصر تھے۔ آپ h نے تمام مذاہب کے لوگوں کو دعوتِ اسلام دی اور ہر زبان میں اسلام کا لٹریچر شائع کیا۔ ان کی کوششوں کے نتیجے میں پچاس ہزار سے زائد غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے۔ متعدد مساجد تعمیر کرائیں، جن میں حنفی مسجد کولمبو، سلطان مسجد سنگاپور، مسجد ناگریا جاپان اور الرشید مسجد (جو کہ کینیڈا میں قائم کی جانے والی پہلی مسجد تھی) زیادہ مشہور ہیں۔

۱۹۳۵ء میں اس وقت کی برطانوی کالونی ممباسا، کینیا میں مشہور انگریزی ادیب اور ڈرامہ نگار جارج برنارڈ شا سے ملاقات کی۔ برنارڈ شا نے اسلام کی عظمت کا اعتراف کیا اور مولانا کو LEARNED SAGE (عالم بابا) قرار دیا۔

انگریزی اور اردو زبان میں کئی کتابیں ان کی یادگار ہیں۔ جن میں "The Elementary Teachings of Islam, George Bernhard Shaw and the Islamic Scholar, Cultiuation of Science by the Muslims" ذکر حبیب، اسلام کے اصول، احکام رمضان، کتاب تصوف، بہار شباب، انسانی مسائل کا حل، کمیونزم کا توڑ، مرزائی حقیقت کا اظہار، تبلیغ اسلام کے اصول و فلسفہ وغیرہ شامل ہیں۔

علامہ کی شدید خواہش تھی کہ ان کی وفات اور آخری آرام گاہ شہر نبی مدینہ منورہ میں ہو۔

---

[1] زلف و زنجیر، ارشد القادری، ص ۷۶۔۷۸، شبیر برادرز، لاہور ۲۰۰۱ء

اسی آرزو کی بناء پر انہوں نے نعت کا یہ شعر کہا:

علیم خستہ جاں تنگ آ گیا ہے دردِ ہجراں سے
الٰہی کب وہ دن آئے کہ مہمانِ محمد ہو

۶۳ سال کی عمر میں روضۂ رسول پر حاضری کے فوری بعد ۲۲ اگست ۱۹۵۴ء مولانا کا انتقال ہوا اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ r کی قبر مبارک کے بہت قریب دفن ہونا نصیب ہوا۔

نوٹ: الرشید مسجد ایڈمنٹن (Edmonton)' کینیڈا میں مولانا صدیقی کے دورۂ کینیڈا کے موقع پر ۱۹۳۸ء میں قائم کی گئی۔ یہ کینیڈا کی پہلی مسجد تھی۔

مولانا ضیاء الدین مدنی h (ساکنِ مدینہ منورہ)

آخری چند سالوں میں حضرت ضیاء الدین مدنی h کی نظر بہت کمزور ہو گئی تھی۔ جدہ سے چند ڈاکٹر مدینہ طیبہ کی حاضری کے لیے حاضر ہوئے۔ ان میں سے کچھ حضرت کے مرید بھی تھے۔ تمام ڈاکٹران کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ انہوں نے حضرت سے عرض کی حضور! آپ چند دن کے لیے جدہ تشریف لے آئیں معمولی سا آپریشن ہوگا' ان شاء اللہ نظر ٹھیک ہو جائے گی۔ حضرت خاموش رہے' چند مرتبہ انہوں نے اپنی گزارش پیش کی تو حضرت نے فرمایا: فقیر آنکھوں کے لیے مدینہ منورہ نہیں چھوڑتا۔ [1]

ایک مرتبہ پاکستان کے وزیر مذہبی امور مولانا کوثر نیازی مولانا مدنی سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ مولانا کوثر نیازی بڑی دھیمی آواز میں پاکستان اور اپنے لیے دعاء کی درخواست کرتے ہوئے کہنے لگے: حضرت! پاکستان میں بین الاقوامی سیرت کانفرنس ہو رہی ہے' اس کی کامیابی کے لیے دعا فرمائیں' اگر آپ کرم فرمائیں اور اس کانفرنس کی صدارت قبول فرمائیں تو پاکستان کے لیے اور ہمارے لیے یہ یک بہت بڑی نیک فال ہو گی۔

حضرت خاموش رہے' چند منٹ بعد مولانا نے اپنی درخواست پھر دھرائی' تو حضرت نے فرمایا: مولوی صاحب! فقیر مدینہ منورہ نہیں چھوڑتا۔ [2]

رسول ﷺ کو پردہ فرمائے ہوئے آج صدیاں بیت چکی ہیں' مگر بچوں کی تربیت

---

[1] ضیاء الدین احمد القادری' عبد المصطفیٰ محمد عارف قادری ضیائی' ج ۱' ص ۳۱' حزب القادریہ' لاہور' ۱۴۲۸ھ

[2] ایضاً' ص ۲۳۲

کرتے وقت آج بھی اس بات کا اہتمام کیا جاتا ہے' بلکہ اسے یقینی بنایا جاتا ہے کہ انہیں صبح سے لے کر رات تک کے معمولات زندگی کے لیے نبی ﷺ کے طریقہ (سنت) کا علم ہو۔ اس اتباع (imitation) کے جذبے اور روایت کی گہرائی و گیرائی کو جاننے کے لیے اب میں دورِ حاضر سے نمونے کے طور پر چند مثالیں اور واقعات پیش کرنا چاہتا ہوں۔

سرکار کے قدموں کے نشان ڈھونڈ رہا ہے

عشق کی شمع ہر رنگ میں جلتی ہے۔ عشق کسی ضابطے و قاعدہ کا پابند نہیں ہوتا۔ ممتاز محقق اور دنیا کی مختلف زبانوں میں ۷۰ سے زائد کتابوں کے مصنف ڈاکٹر محمد حمید اللہ اپنی تحقیق کے لیے اس راستے کا مشاہدہ کرنا چاہتے تھے جسے رسول خدا ﷺ نے بوقت ہجرت اپنایا تھا' یعنی مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کا وہ راستہ جو معمول سے ہٹ کر (Unusual) تھا تاکہ دشمن کی نظروں سے اوجھل رہا جا سکے۔ ڈاکٹر صاحب نے چودہ سو سال بعد سرکار ﷺ کے قدموں کے نشانات کا سراغ لگانے' ان پر قلب و نگاہ قربان کرنے اور اپنے تصورات کی دنیا آباد کرنے کا فیصلہ کیا۔

یہ مختی سا اور دبلا پتلا شخص اتنا سخت جان واقع ہوا تھا کہ حضور اکرم ﷺ کے سفرِ ہجرت کی تحقیق میں پاپیادہ' گھوڑے اور اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھ کر اس راستے پر عملاً سفر کیا جس راستے پر آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی تھی۔ [1]

امیر دعوت اسلامی مولانا محمد الیاس قادری

مولانا الیاس قادری ۱۹۵۰ء میں کراچی میں پیدا ہوئے۔ مولانا کو بچپن ہی سے جھوٹ' چغلی' گالی گلوچ وغیرہ رذائل سے نفرت اور نعت پڑھنے اور مذہبی کام کرنے کا بے حد شوق تھا۔ اسی جذبہ نے آپ کو انجمن خدمان اسلام سے منسلک کر دیا جہاں سے آپ کی مذہبی سرگرمیوں کا آغاز ہوتا ہے۔ پھر کچھ عرصہ تک انجمن طلباء اسلام کے اہم رکن کی حیثیت سے نوجوانوں میں مسلک اہسنت کی اشاعت میں مصروف رہے۔ اس کے بعد آپ نے چند احباب کے ساتھ مل کر حلقہ جماعت اہلسنت اولڈ ٹاؤن کی بنیاد رکھی اور کچھ عرصہ تک اس کے ناظم رہے۔ کھارادر اور میٹھادر کے علاقے میں چند احباب کے ساتھ مل کر مرکزی انجمن

---

[1] نگارشات ڈاکٹر محمد حمید اللہ' محمد عالم مختار حق' ص ۱۳' بیکن بکس' لاہور ۲۰۰۹ء

اشاعت اسلام کی بنیاد رکھی' آپ کی مسلسل کوششوں کے نتیجے میں قلیل عرصہ میں انجمن نے قابل قدر کام کیا۔ عشق رسول آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ حضور ﷺ کی چھوٹی سے چھوٹی سنتوں پر عمل کرتے اور احباب کو بھی ان سنتوں کی جانب مائل کرتے۔ ۱۹۸۰ء میں آپ نے پہلا حج کیا۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں آپ کا قیام تقریباً دو ماہ رہا اور یہ سارا عرصہ آپ نے وہاں ننگے پاؤں رہ کر ہی گزارا۔ [1]

ترکی سے تعلق رکھنے والے معروف اسکالر اور ۷۰ سے زائد کتب کے مصنف محمد فتح اللہ گولن فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم حج کے سفر میں اس وقت کے رکن قومی اسمبلی محترم عارف حکمت کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے یہ نذر مان رکھی تھی کہ مدینہ منورہ پہنچ کر اس کی خاک میں لوٹیں گے' چنانچہ ہم جیسے ہی مدینہ منورہ پہنچے انہوں نے اپنے آپ کو زمین پر ڈال دیا اور مٹی میں لوٹ پوٹ ہونے لگے۔ مجھے جب بھی یہ واقعہ یاد آتا ہے' تو میری آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں۔ [2]

HOLLYWOOD WALK OF FAME

اپنی نوعیت کا منفرد واقعہ

سابق ہیوی ویٹ باکسر محمد علی کو ۲۰۰۲ء میں عالمی شہرت یافتہ ہالی وڈ واک آف فیم کے ستارے کے اعزاز سے نوازا گیا۔ یہ اعزاز پانے والوں کے نام ہالی وڈ کی مشہور سڑک "HOLLYWOOD BOULEVARD" کے ۱۵ بلاکس اور "VINE STREET" کے ۳ بلاکس کے فٹ پاتھ پر کندہ (Engrave) کیے جاتے ہیں۔ کسی بھی شخص کے لیے اس فہرست میں منتخب کیا جانا اور اس کے نام کا کندہ کاری کے ذریعہ محفوظ کیا جانا اعزاز اور فخر کا باعث سمجھا جاتا ہے۔ اب تک ۲۵۰۰ ستاروں کے نام اس فہرست میں شامل کیے جا چکے ہیں۔

محمد علی کو یہ انفرادیت حاصل ہے کہ اس نے اپنے نام کو اس فہرست میں شامل کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں نہیں چاہتا کہ نام محمد (ﷺ) فٹ پاتھ پر کندہ کیا جائے اور لوگ اس پر چلیں۔ لہٰذا واک آف فیم کی تاریخ میں پہلی بار ایسا ہوا کہ اس فہرست میں شامل ہونے والے کا نام سائیڈ واک کی بجائے متصل دیوار پر آویزاں کیا گیا۔

---

[1] انوار قطب مدینہ' خلیل احمد رانا' ص ۲۱۹' مرکزی مجلس رضا لاہور' ۱۴۰۷ھ

[2] نور سرمدی' محمد فتح اللہ گولن' ص ۲۹' ہارمنی پبلی کیشنز اسلام آباد' ۲۰۱۳ء

ANA MARTINEZ, the producer of the Walk of Fame Ceremonies says Ali did not want the name of Muhammad to be stepped, and so in 2002 ... his mame was put on the wall. [1]

سابقہ ہیوی ویٹ باکسنگ چیمپئن محمد علی ۳ جون ۲۰۱۶ء کو ۷۴ سال کی عمر میں امریکہ میں انتقال فرما گئے۔

رسول ﷺ کے زیر استعمال پیالہ کی چیچنیا آمد کے موقع پر رقت آمیز مناظر

روس کے شمالی مسلم اکثریتی خطے چیچنیا کی حکومت نے ۲۰۱۱ء میں ۱۴۰۰ سال پرانا ایک ایسا پیالہ حاصل کیا جس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ رسول خدا ﷺ کے زیر استعمال رہا ہے۔ آپ ﷺ کے زیر استعمال رہنے والا یہ پیالہ آپ ﷺ کے پردہ فرما جانے کے بعد آپ کی بیٹی اور داماد بی بی فاطمہ اور حضرت علی W کے پاس رہا۔ پھر نسل در نسل منتقل ہوتا ہوا برطانیہ پہنچا۔ بالآخر ۲۱ ستمبر ۲۰۱۱ء کو چیچنیا کے حوالے کر دیا گیا۔

۲۱ ستمبر ۲۰۱۱ء بروز بدھ جب یہ مقدس پیالہ ایک پرائیویٹ جیٹ طیارے میں چیچنیا کے دارالحکومت گروزنی پہنچا، تو چیچنیا کے صدر رمضان کادروو "Ramzan Kadyrov" نے ائیرپورٹ پر اسے وصول کیا، پھر اسے ایک کھلی رولز رائس کار اور درجنوں دوسری گاڑیوں کے قافلے کے ذریعہ پورے سرکاری اعزاز کے ساتھ گروزنی میں واقع گرینڈ مسجد تک پہنچایا گیا۔

اس موقع پر ائیرپورٹ سے لے کر گرینڈ مسجد تک شاہراہ کی دونوں جانب ہزاروں افراد اس متبرک اور تاریخی پیالہ کے استقبال کے لیے موجود تھے۔

چیچن صدر نے جب اس پیالے کو بکس سے نکالا اور اس کی زیارت کی، تو وہ شدت جذبات سے بری طرح کانپ رہے تھے، ان کی ہچکی بندھی ہوئی تھیں اور آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب رواں تھا۔ انہوں نے اس تبرک کو اپنے سر کے اوپر اٹھایا ہوا تھا۔ اللہ اکبر کی صداؤں کے ساتھ یہ قافلہ اپنی منزل کو روانہ ہوا۔

ریاستی پرچموں سے آراستہ یہ قافلہ گرینڈ مسجد پہنچا۔ یہ پیالہ اسی مسجد میں رکھا گیا ہے۔ اس مسجد کو یورپ کی سب سے بڑی مسجد ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔

میلادالنبی (آپ ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے والے دن) کے موقع پر ہر سال تمام

---

[1] USA Today , June 04, 2016, Intemet edition

اہل ایمان کو نہ صرف اس پیالے کی زیارت کرائی جاتی ہے، بلکہ اس متبرک پیالے سے پانی پینے کا موقع بھی فراہم کیا جاتا ہے۔[1]

توپ قاپی محل استنبول، ترکی اور احترام تبرکات

توپ قاپی محل استنبول میں آپ ﷺ سے منسوب مشکیزہ، کمان، تیر اور بعض دوسری اشیاء کو محفوظ رکھا گیا ہے۔ سلطان سلیم اوّل (خلیفۂ وقت) نے جب سے یہ مقدس امانتیں محفوظ کیں تب سے آج تک وہاں پر بلا توقف شب و روز کلام پاک کی تلاوت کی جاتی ہے۔ ایسا احترام اور تقدس کی بناء پر ہے۔[2]

آپ ﷺ کے نعلین پاک

اسلامی لٹریچر میں جا بجا نعلین پاک رسول ﷺ کا تذکرہ ملتا ہے۔ مثال کے طور پر پندرہویں صدی عیسوی سے تعلق رکھنے والے مولانا عبدالرحمان جامی کہتے ہیں کہ تمام اہل جنت نے اپنی پیشانیوں کو نعلین مصطفیٰ سے مس کیا ہے۔[3]

اسی طرح شمالی افریقہ سے تعلق رکھنے والے المقری (م ۱۶۳۳ء) نے پانچ سو سے زائد صفحات پر مشتمل کتاب لکھی ہے، جس کا موضوع نعلین پاک رسول ﷺ ہے۔ اس کتاب میں نہ صرف نثر اور نظم میں نعلین پاک کے مناقب بیان کیے گئے ہیں، بلکہ نعلین پاک کی شبیہ اور نقشہ سے بھی اسے مزین کیا ہے اور نعلین پاک کے اوصاف اور برکات کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً گھر میں نعلین پاک کی شبیہ کی موجودگی گھر کو آگ لگنے سے محفوظ رکھتی ہے، قافلوں کو دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رکھتی ہے، کشتی کو سمندر کی حشر سامانیوں سے محفوظ رکھتی ہے اور جائیداد کو نقصان سے بچاتی ہے۔[4]

شاعروں اور خاص طور پر شمالی افریقہ اور اندلس (Spain) سے تعلق رکھنے والے شعراء

---

[1] (الف) www.emirates, 24/7

(ب) www.theguardian.com/world/2011/sep/22/muhammad-relic-presented-to-chechnya

[2] نور سرمدی، محمد فتح اللہ گولن، ص ۷۸۶، ہارمنی پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۲۰۱۴ء

[3] "And Muhammad is His Messenger", Annemarie Schimmel, P. 40, The University of North Carolina Press, USA: 1985

[4] ایضاً بحوالہ دیوان ترجی ہند، ص ۹۵

نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مبارک کا تذکرہ بڑی چاہت، آرزو اور اشتیاق سے کیا ہے۔ اندلس سے تعلق رکھنے والی شاعرہ سعدونہ اُم سعد بنت اسام الحمیریہ (م ۱۲۴۲ء) نے اپنی ایک نظم کا آغاز ان الفاظ سے کیا ہے:

I shall kiss the image if I do not find
A way to kiss the Prophet's sandal.
Perhaps the good fortune of kissing it
Will be granted to me in Paradise in the most radiant place
And I rub my heart on it so that perhaps
The burning thirst which rages in it may be quenched [1]

اگر مجھے نعلین پاک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چومنے کا موقع میسر نہ آسکا، تو میں اس کی شبیہ کو ضرور ہی بوسہ دینا چاہوں گی۔ شاید کہ نعلین پاک کو بوسہ دینے کے سبب جنت کے فردوس تر مقام میں مجھے جگہ مل جائے۔ میں تو اپنے دل کو نعلین پاک کے ساتھ مسلنا چاہتی ہوں تا کہ اس طرح شاید میری بے قراری اور پیاس کی تسکین کا سامان ہو سکے۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی انوکھی مثال

THE PROPHET'S FONDNESS FOR THE WHOLESOME HONEY INSPIRED MEDIEVAL MUSLIMS IN NORTH AFRICA TO CALL HIS BIRTHDAY THE "HONEY FEAST" BECAUSE MUCH HONEY WAS USED DURING THE CELEBRATIONS. [2]

صحت بخش شہد سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرغوبیت نے قرون وسطیٰ کے مسلمانوں کو اس حد تک متاثر کیا ہے کہ شمالی افریقہ کے مسلمان آج بھی جب (اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا یوم میلاد مناتے ہیں، تو اسے ''شہد کی ضیافت'' کا نام دیتے ہیں۔

ٹورانٹو، کینیڈا کے ایک نوجوان (جس کا نام محمد تھا) کا متاثر کن واقعہ

پیشے کے اعتبار سے میں ایک طبیب ہوں۔ ٹورانٹو، کینیڈا سے تعلق رکھنے والا ایک جوان جس کی عمر ۳۵ سال کے قریب ہوگی اپنے علاج کے سلسلہ میں میرے پاس آیا۔ اسے برسوں

[1] "And Muhammad is His Messenger", Annemarie Schimmel, P.40, The University of North Carolina Press, USA 1985

بحوالہ المجموعۃ النبہانیہ ج ۲ ص ۳۹۸

[2] ایضاً ص ۱۰۲

سے اجابت (پاخانہ) میں خون آنے کی شکایت تھی۔ میں نے اس سے کہا کہ آپ کو اپنا "STOOL TEST" کرانا چاہیے۔ وہ میری بات کو نظر انداز کر گیا۔ چند منٹ بعد میں نے پھر سے اپنی بات دہرائی۔ تو کہنے لگا کہ ڈاکٹر صاحب اسٹول ٹیسٹ کی بات نہ کریں' بلکہ کوئی اور بات کریں۔ میں نے اصرار کیا کہ آخر بات کیا ہے؟ تو کہنے لگا کہ آج سے دس سال پہلے میرے فیملی ڈاکٹر نے بھی مجھے اسٹول ٹیسٹ لکھ کر دیا تھا۔ جب یہ پرچی لے کر میں لیب میں پہنچا تو وہاں موجود خاتون نے مجھے ایک بوتل تھما دی۔ میں وہ بوتل لے کر اپنی گاڑی تک پہنچا تو میں نے دیکھا کہ بوتل پر ایک اسٹکر چسپاں ہے اور اس پر میرا نام چھپا (Print) ہوا ہے۔ میں واپس آیا اور میں نے خاتون سے کہا کہ کیا آپ میرا نام تبدیل کر سکتی ہیں یا پھر صرف میرے نام کا مخفف استعمال کر لیں۔ خاتون نے ایسا کرنے سے معذوری ظاہر کی اور وضاحت کی کہ جب ہم آپ کا ہیلتھ کارڈ مشین میں ڈالتے ہیں (SWIPE) کرتے ہیں' تو آپ کے نام' تاریخ پیدائش وغیرہ کی تفصیل خود بخود (Automatically) چھپ کر باہر آ جاتی ہے۔ اس میں کسی قسم کا رد و بدل کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس پر اس جوان نے "Thank you very much" کہہ کر بوتل خاتون کو واپس کر دی اور کہا کہ "I can not give you my stool sample" خاتون نے حیران ہو کر پوچھا کہ آخر کیوں؟ تو اس جوان نے مجھے بتایا کہ مجھے جتنی انگریزی آتی تھی میں نے اسے سمجھا دیا کہ میں یہ ٹیسٹ کروانے سے کیوں قاصر ہوں؟

اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ ﷺ پیر کا روزہ کیوں رکھتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس لیے کہ میں اس روز پیدا ہوا تھا۔ [1]

حضور ﷺ کے میلاد (یوم پیدائش) کے جشن کو منانے (Celebrate کرنے) کی رسم صدیوں سے آج تک چلی آ رہی ہے' بلکہ اور بھی توانا ہو رہی ہے۔ پوری دنیا میں آج بھی لاکھوں افراد پیر کا روزہ رکھتے ہیں۔ مسجد حرام (مکہ معظمہ) اور مسجد نبوی (مدینہ منورہ) میں ہر پیر اور جمعرات کو غروب آفتاب سے قبل دسترخوان سج جاتے ہیں اور ہزاروں بندگان خدا کے لیے افطار کا انتظام ہوتا ہے۔ ہر ملک اور دنیا کے ہر گوشے میں بسنے والے مسلمان پیر کا روزہ

---

[1] مسلم' کتاب الصوم' باب استحباب صیام ثلثة ایام من کل شهر' ج ۲' ص ۸۱۹' رقم: ۱۱۶۲

رکھ کر رسول ﷺ سے اپنے لازوال عشق کی تجدید کرتے ہیں۔ میں ٹورانٹو' کینیڈا کا رہنے والا ہوں' یہاں میں ذاتی طور پر ایسے ۱۲ خواتین وحضرات کو جانتا ہوں جو ہر پیر کا روزہ رکھتے ہیں۔ ان لوگوں میں ایک بچہ بھی شامل ہے' جس کی عمر دس سال ہے۔ میں نے بچے کے گھر والوں سے اس بارے میں پوچھا تو ان کا کہنا تھا کہ اسے پیر کا روزہ رکھنے کی ترغیب ہم نے نہیں دی تھی' بلکہ اس نے خود اس خواہش کا اظہار کیا تھا۔

آثار صحابہ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ ہر لحہ آپ ﷺ کے دیدار اور قربت کے خواہاں رہتے تھے۔ آپ ﷺ کے پردہ فرما جانے کے بعد بھی امت کا یہ شوق ماند نہیں پڑا' بلکہ فزوں تر ہو گیا ہے۔

ہزاروں نفوس قدسیہ وہ ہیں جن کا عشق رسول ﷺ ظاہر ہوا اور لوگوں نے ان کے عشق کی گہرائی وشدت کو جانا جبکہ لاکھوں وہ ہیں جو گوشۂ گمنامی میں رہے اور ان کا عشق منظر عام پر نہیں آسکا۔

آج آپ ﷺ کو پردہ فرمائے ہوئے ۱۴۰۰ سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے اس کے باوجود اب بھی لاکھوں بندگانِ خدا ہیں جو آپ ﷺ کی دید کے نہ صرف مشتاق ہیں' بلکہ اس تمنا اور آرزو میں ماہی بے آب کی طرح تڑپتے ہیں۔ خواب میں آپ ﷺ کا دیدار ان کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہے۔

Blessings for the Prophet and the loving repetition of legends connected with him may also grant the faithful Muslim the greatest boon one can hope for in this life, the vision of the Prophet in a dream. Such dreams play an extraordinary role in Islamic piety to this day. [1]

رسول ﷺ کی ذات سے جڑی ہوئی سلسلہ وار قصص (روایات) کی بناء پر باوفا مسلمان خواب میں آپ ﷺ کے دیدار کو صد درجہ سعادت مندی اور مرتبہ کمال تک رسائی کا ذریعہ سمجھتا ہے۔

سالانہ ایک کروڑ (10 Million) سے زائد انسان آپ ﷺ کے روضہ پر سلامی

---

[1] "And Muhammad is His Messenger", Annemarie Schimmel, P.79, The University of North Carolina Press, USA: 1985.

(Salute) پیش کرنے کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔

آپ ﷺ سے محبت، عشق اور اس احترام کی بناء پر جو لوگوں کے دلوں میں آپ ﷺ کے لیے موجزن ہے آج بھی لوگ کشاں کشاں آپ کے روضۂ پاک کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں، اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں۔ یہ سلسلہ آپ ﷺ کے وصال سے لے کر آج تک جاری ہے۔ ہفتہ کے ساتوں دن، چوبیس گھنٹے کوئی لمحہ ایسا خالی نہیں ہوتا ہے کہ جب آپ کے مشتاقان روضہ پر حاضر نہ ہوں اور سلام نہیں پیش کر رہے ہوں۔ ذیل میں ہم سعودی وزارت حج کی جانب سے جاری کردہ ایک جدول پیش کر رہے ہیں، جس میں گزشتہ دس سالوں میں حاجیوں کی تعداد ظاہر کی گئی ہے:

Number of pilgrims	Years
2,454,325	1428
2,408,849	1429
2,313,278	1430
2,789,399	1431
2,927,717	1432
3,161,573	1433
1,980,249	1434
2,085,238	1435
1,952,817	1436
1,862,909	1437

ان دس سالوں میں حجاج کی تعداد کا اوسط سالانہ ۲۳۹۳۶۳۵ بنتا ہے۔ یاد رہے کہ گزشتہ چند سالوں سے مسجد الحرام کی تعمیر و توسیع کی بناء پر حج ویزہ کوٹے میں کمی کی گئی ہے۔

اسی طرح ”عرب نیوز“ جدہ میں ۲۶ رجولائی ۲۰۱۷ء کو شائع ہونے والی ایک خبر کے مطابق موجودہ سیزن (اسلامی ماہ محرم تا رمضان) میں ۶۰۲۸۰۰۰ عمرہ ویزے جاری کیے گئے۔ صرف ماہ رمضان میں زائرین کی تعداد ۹۰۰۰۰۰ تھی۔ اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ ۹ رجون ۲۰۱۷ء تک ۵۴۷۰۰۰۰ زائرین ارض مقدس پہنچ چکے تھے۔ عمرہ زائرین کی بڑی تعداد ان ممالک سے تعلق رکھتی تھی:

(الف) مصر ۱۲۹۶۰۰۰

(ب)	پاکستان	۹۶۸۵۵۰
(ج)	ترکی	۴۷۰۹۴۴
(د)	اردن	۴۴۶۳۴۶[1]

واضح رہے کہ اردن سے ویزہ لے کر آنے والے زائرین کی اکثریت عراق سے تعلق رکھتی ہے۔

صرف سال ۲۰۱۷ء میں حج اور عمرہ زائرین کی مجموعی تعداد ۷۸۹۰۹۰۹ بنتی ہے' جبکہ مقامی سعودی شہری اور وہ غیر سعودی زائرین جو ملازمت و کاروبار کے سلسلہ میں سعودی عرب میں مقیم ہیں اور وقتاً فوقتاً حاضری اور سلام پیش کرنے کے لیے آتے ہیں اس کے علاوہ ہیں۔

محمد نام انگلینڈ' ویلز اور اوسلو ناروے میں مقبول ترین نام ہے

بی بی سی اُردو ڈاٹ کام کی ایک خبر کے مطابق ناروے کے دارالحکومت اوسلو میں مردوں کے ناموں میں سب سے مقبول نام محمد ہے۔ ناروے کے محکمۂ اعداد و شمار کے یرگن اورن نے مقامی نیوز ویب سائٹ کو بتایا۔ انہوں نے مزید بتایا کہ گزشتہ چار سالوں سے نام محمد چند مقبول ترین ناموں میں شامل رہا ہے۔ مگر ایسا پہلی بار ہوا ہے کہ یہ نام مقبول ناموں کی فہرست میں سب سے اوپر آ گیا ہے۔ اس سال اوسلو میں ۴۸۰۰ نومولود لڑکوں کے نام محمد رکھے گئے ہیں۔

اس خبر میں مزید بتایا گیا ہے کہ یہ نام صرف ناروے میں ہی نہیں' بلکہ برطانیہ کے محکمہ اعداد و شمار کے مطابق ۲۰۱۳ء میں انگلینڈ اور ویلز میں بھی والدین نے سب سے زیادہ نام ''محمد'' ہی اپنے نومولود لڑکوں کو دیے ہیں۔

یاد رہے کہ ۲۰۱۲ء میں ناروے کی کل آبادی ۵۵ لاکھ تھی اور اس میں تقریباً ۱۵۰۰۰۰ مسلمان تھے۔ یورپ کی سب سے بڑی اینٹی اسلام تنظیم ''اسٹاپ اسلامائزیشن آف ناروے'' ہے۔[2]

کثرت سے محمد نام رکھے جانے کا سبب اس کے سوا کچھ نہیں کہ آج بھی لوگ مغربی ملکوں

---

[1] عرب نیوز' جدہ' شمارہ ۲۶' جولائی ۲۰۱۷ء

[2] BBCUrdu.com, Saturday 30August, 2014,15:21GMT

میں رہتے ہوئے بھی اپنے نبی ﷺ سے بے پناہ محبت کرتے ہیں اور اپنے بچے کا نام اس نام نامی سے منسوب کرنا باعث افتخار جانتے ہیں۔

سندھ (پاکستان) میں لوگ محمد نام کے شخص کو "نالے مٹھو" کہہ کر پکارتے ہیں

سندھ پاکستان میں یہ عام رواج ہے کہ اگر کسی شخص کا نام محمد ہو تو لوگ اسے ادب اور احترام کی بناء پر "نالے مٹھو" یعنی "میٹھے نام والے" کے لقب سے پکارتے ہیں۔

لاڑکانہ سندھ کی معروف روحانی شخصیت پیر محمد قاسم مشوری h کے چھوٹے صاحبزادے کا نام محمد تھا۔ انہوں نے خود مجھے بتایا کہ میرے والد گرامی نے اس نام کی بزرگی کی وجہ سے پوری زندگی میں ایک بار بھی مجھے نہیں مارا اور ساری زندگی اس بات کا خیال رکھا کہ جاگتے یا سوتے ہوئے میری طرف پیر نہ کریں' یہاں تک کہ اخبارات کی خبریں بھی اس طرح ہوا کرتی تھیں کہ "سائیں نالے مٹھو تین روزہ دورے پر کراچی پہنچ گئے"۔

ناموس رسالت کا جذبہ اور اس جذبہ کی خاطر اپنا سب کچھ لٹا دینا' یہاں تک کہ عزیز ترین شے اپنی جان کو اس نام نامی پر وار دینے کی تڑپ ہر امتی کی رگوں میں لہو بن کر گردش کرتی ہے۔ یہ جذبہ صرف نیک و پارسا تک محدود نہیں' بلکہ گناہگار اور سیہ کار بھی اسی جذبے سے سرشار نظر آتے ہیں۔ ایسے دو واقعات جو سیارہ ڈائجسٹ رسول نمبر میں شائع ہوئے ہیں ہم پیش کر رہے ہیں:

۱۹۲۳ء میں ہسپتال روڈ لاہور کے ایک کتاب فروش راج پال نے حضور سرور کائنات ﷺ کی ذات اقدس پر ایک انتہائی شرمناک اور کذب و افتراء سے بھرپور کتاب شائع کردی۔ اس کتاب کا نام ہی اس قدر مشتعل کردینے والا تھا کہ کسی مسلمان کی غیرت ایمانی اسے سننا بھی گوارا نہیں کرسکتی۔ ہم بھی یہاں اس نام کو دہرانا شانِ رسالت ﷺ میں گستاخی اور سوءِ ادب سمجھتے ہیں اور "نقل کفر' کفر نباشد" کے مقولہ کے باوجود اس نام اور سوقیانہ عبارت کا اعادہ کرنے کی جسارت نہیں کرسکتے۔ مسلمانوں کی عام حالت کتنی ہی شکستہ اور ناگفتہ بہ رہی ہو' مگر وہ عشق نبی ﷺ سے ہمیشہ سرشار رہے ہیں۔ چنانچہ ہندوستان بھر میں غیظ و غضب کی لہر دوڑ گئی۔ انگریزی حکومت نے مسلمانوں کی اشک شوئی اس طرح کی کہ ہندو مصنف راج پال پر فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے کے الزام میں مقدمہ قائم کردیا۔ ماتحت عدالت نے مقدمہ کی

سماعت کے بعد راج پال کے جرم کو تسلیم کر لیا اور اسے دو سال قیدِ سخت اور ایک ہزار روپے جرمانے کی سزا سنا دی گئی۔ اُن دنوں پنجاب ہائی کورٹ کے چیف جسٹس سر شادی لال تھے۔ جب ان کے پاس مجرم کی اپیل پہنچی تو انہوں نے اس بدنام زمانہ کتاب کے مصنف کو صاف طور پر بری کر دیا۔ اس غیر متوقع واقعہ نے مسلمانوں کو انتہائی دل گرفتہ اور مضطرب کر دیا اور ان کے حزن وملال نے قانون کے تقاضے نے انصاف سے مایوس ہو کر قانون شکنی کی راہ اختیار کی۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۲۷ء کو ایک مسلمان خدا بخش نے مصنف راج پال پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔ حملہ ناکام رہا، راج پال کی جان بچ گئی۔ حملہ آور خدا بخش کو عدالت نے سات برس قید کی سزا دی۔ اس طرح مسلمانوں کے جذبات میں ٹھہراؤ پیدا ہونے کی بجائے نیا جوش اور نئی طغیانی عود کر آئی۔

۱۹ اکتوبر ۱۹۲۷ء کو ایک نوجوان عبدالعزیز نے مصنف راج پال کو قتل کرنے کی کوشش کی، اس مرتبہ بھی راج پال بال بال بچ گیا اور عبدالعزیز کو حراست میں لے کر اقدامِ قتل کا مقدمہ قائم کیا گیا۔ عدالت نے عبدالعزیز کو چودہ سال قید کی سزا دی۔ پورے دو سال تک مسلمانوں کے سینوں میں غیظ وغضب کا لاوا اُبلتا رہا۔ بالآخر ۶ اپریل ۱۹۲۹ء کو لاہور کے ایک علم الدین نامی نوجوان نے سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کے مرتکب راج پال پر بھرپور حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ علم الدین پر مقدمہ چلا اور اُسے پھانسی کی سزا دی گئی۔ مسلمانوں نے اس نوجوان کو غازی اور شہید کا لقب دیا اور عینی شاہدوں کا بیان ہے کہ لاہور میں غازی علم الدین شہید اور اور حکیم الامت علامہ اقبال h کے جنازوں کے جلوس میں مسلمانوں کا جو زبردست جوش وخروش اور اژدھام تھا وہ لاہور کی تاریخ میں کسی اور جنازے میں دیکھنے میں نہیں آیا۔ اس سے قبل غازی عبدالرشید نے دہلی میں ناموسِ رسالت پر حملہ کرنے والے مصنف کو قتل کر کے برصغیر ہند کی تاریخ میں اپنا نام زندہ جاوید کر دیا تھا۔

اس کے بعد ۱۹۳۳ء میں کراچی میں یہی الم ناک واقعہ دہرایا گیا۔ آریہ سماج حیدرآباد (سندھ) کے سیکریٹری نتھو رام نے "ہسٹری آف اسلام" کے نام سے ایک کتاب تصنیف کر کے شائع کر دی جس میں آقائے دو جہاں، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں سخت دریدہ دہنی اور افتراء پردازی کا مظاہرہ کیا گیا تھا۔ قریب تھا کہ بڑے پیمانے پر قانون شکنی کے واقعات پیش آتے کہ حکومت نے دوراندیشی سے کام لے کر خود ہی نتھو رام پر مقدمہ قائم کر دیا۔ عدالت

نے معمولی سے جرمانے اور ایک سال قید کی سزا کا فیصلہ سنا دیا۔ لیکن جب وی ایم فیرس جوڈیشنل کمشنر کراچی کی عدالت میں نتھو رام کی اپیل دائر ہوئی' تو کمشنر نے درخواست برائے سماعت قبول کرتے ہوئے شاتم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضمانت بھی منظور کر لی۔

چنانچہ ستمبر ۱۹۳۴ء میں عین اس وقت جب کہ کراچی میں دو انگریز ججوں پر مشتمل عدالتِ عالیہ میں اہانتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ملزم نتھو رام کی اپیل کی سماعت کی جا رہی تھی اور کمرۂ عدالت ماہرین قانون اور شہری نمائندوں سے بھرا ہوا تھا' غازی عبدالقیوم نامی ایک جوشیلا نوجوان اپنا تیز دھار چاقو لے کر نتھو رام پر ٹوٹ پڑا۔ دونوں وار گردن پر ہوئے اور بہت کاری تھے۔ نتھو رام ہلاک ہو گیا اور غازی عبدالقیوم نے کسی مزاحمت کے بغیر خود کو پولیس کے حوالے کر دیا۔ اس پر قتل کا مقدمہ چلا اور سیشن جج کی عدالت سے سزائے موت سنائی گئی۔ دین دار مسلمانوں کا بڑا طبقہ غازی عبدالقیوم کے مقدمہ کی پیروی کے لیے آگے آیا' مگر اس بندۂ خدا نے ہر شخص کو یہی جواب دیا کہ میں اقبالی بیان تبدیل کر کے اپنی عاقبت خراب نہیں کروں گا' میں نے جان دے کر مرتبہ شہادت خریدا ہے آپ یہ نعمت مجھ سے چھیننے کی کوشش نہ کریں۔ [1]

نعتیہ اشعار اور عشق رسول

عربی' فارسی' اُردو' سواحلی' ترکی اور دیگر عالمی زبانوں میں نعتیہ ادب کا بیش بہا ذخیرہ موجود ہے اور روز بروز اس ذخیرے میں اضافہ ہو رہا ہے۔

ان نعتیہ اشعار میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت' ان کا عشق' ان کی تمنا اور تڑپ کا اظہار ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کی خواہش آشکارا ہوتی ہے۔ یہ جذبہ اتنا منفرد' اتنا گہرا اور اتنا توانا ہے جس کی کوئی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی ہے۔

مختلف عالمی زبانوں میں نعتوں کا جو ذخیرہ موجود ہے وہ اپنی کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے اتنا وسیع ہے کہ اس کا احاطہ کرنا قریب قریب ناممکن ہے۔ ان اشعار میں احساس کی گہرائی' جذبے کی سچائی اور شدت کی گیرائی دیدنی ہوتی ہے۔ اس کی تفصیل ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے زیادہ لکھا گیا'' کے باب میں آ رہی ہے۔

جماعت صحابہ اور ان کے بعد آنے والوں نے ایک ایسا تاریخی کام کیا جس کی نظیر ملنا عبث

---

[1] ناموس رسالت اور غیر مسلم مصنفین' اقبال احمد صدیقی' سیارہ ڈائجسٹ رسول نمبر ج ۲ نومبر ۱۹۷۳ء

ہے۔انہوں نے آپ ﷺ کے اقوال، اعمال، احوال اور سکوت کو محفوظ کرنے اور ان کا ابلاغ کرنے کی غرض سے انہیں قلم بند اور مرتب کرنا شروع کیا۔ان معلومات کو اکٹھا کرنے کا اولین مقصد یہی تھا کہ ان تفصیلات کی روشنی میں آپ کے پیروکار اپنی زندگیوں کو ڈھال سکیں، آپ ﷺ کی سنتوں کو اپنا سکیں اور آپ ﷺ کی صورت وسیرت کے رنگ میں رنگ جائیں۔

Muslim scholars began to compile the great collections of Muhammad's say ngs (AHADITH) and customary practice (SUNNAH), which would form the bas s of Muslims Law. The sunnah taught Muslims to imitate the way Muhammad spoke, ate, loved, washed and worshipped, so that in the smallest details of their daily existence they reproduced his life on earth in the hope that they would acquire his internal disposition of total surrender to God. [1]

مسلمان علماء نے (محمد ﷺ) کے عظیم فرمودات (احادیث) اور ان کے معمولات زندگی (سنت) کو مدون کرنے کا کام شروع کیا، جسے بعد ازاں مسلم قوانین کی بنیاد بننا تھا۔ رسول (ﷺ) کی سنت نے مسلمانوں کو یہ سکھایا کہ آپ (ﷺ) کیسے گفتگو فرماتے تھے، کس طرح کھانا تناول فرماتے تھے، کیسے اظہار محبت و پسندیدگی فرماتے تھے، کس طرح طہارت فرماتے تھے اور کس طریقہ سے عبادت کیا کرتے تھے تاکہ وہ آپ (ﷺ) کے طریقہ کو اس کی باریک تر جزئیات کے ساتھ اپنا سکیں۔اس امید پر کہ وہ اس طرح (اللہ کے سامنے) کامل سپردگی کی کیفیت حاصل کر سکیں۔

آپ ﷺ کے طریقہ کو قرآن نے "اسوۂ حسنہ" یعنی بہترین اسوہ قرار دیا ہے۔اینی میری شمل نے اپنی کتاب میں اسی جانب اشارہ کیا ہے:

Muhammad is s ngled out by God; he is truly the Chosen one, al-Mustafa, and for this reason his sunna, his way of life, became the uniquely valid rule of conduct for the Muslims. As the Prophet says "Who follows me, belongs to me, and who does not love my sunna, does not belong to me." For Muhammad is indeed, as the Koran states, an uswa hasana, "a beautiful model" (Sura 33:21). [2]

---

1. Introduction, "Muhammad A Prophet For Our Time", Karen Armstrong P. 14, Atlas Books, New York, USA: 2006
2. "And Muhammad is His Messenger", Annemarie Sehimmel, P.26, The University of North Carolina Press, USA: 1985.

محمد (ﷺ) کو ان کے رب نے یکتا بنایا ہے۔ حقیقتاً وہی المصطفیٰ یعنی چنیدہ اور بہترین انتخاب ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا طریقہ (سنت) مسلمانوں کے لیے منفرد ضابطہ حیات قرار پایا ہے‘ جیسا کہ نبی (ﷺ) نے فرمایا ہے کہ جو مجھ سے ہیں وہ میری اتباع کرتے ہیں اور جو میری سنتوں کی پیروی نہیں کرتے وہ مجھ سے نہیں۔ (درحقیقت آپ (ﷺ) ہی اسوۂ حسنہ کے مالک ہیں اور خوبصورت ترین نمونہ ہیں۔) (الاحزاب:۲۱)

امام غزالی a نے اپنی مشہور کتاب ''احیاء العلوم'' کے بیسویں باب کو اسی بیان کے لیے مخصوص کیا ہے کہ آپ ﷺ کا پیروکار کس طرح اپنی زندگی کو آپ ﷺ کی سنتوں کے سانچے میں ڈھال سکتا ہے۔ آپ ﷺ کا آنا اور جانا کیسا تھا‘ حرکات و سکنات کیسے تھے‘ کھانے کا طریقہ کیا تھا‘ رویہ کیسا تھا‘ سونے اور گفتگو کرنے کا انداز کیسا تھا‘ جیسا کہ فرمان خداوندی ہے کہ آپ فرما دیجیے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ‘ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔ (آل عمران:۳۱) اسی طرح فرمایا: جو کچھ تمہیں رسول عطاء کریں لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔ (الحشر:۷) آپ ﷺ کے پیروکاروں کو آپ کی ایک ایک ادا کی پیروی کرنی ہے‘ جیسے کہ پاجامہ بیٹھ کر پہنو‘ عمامہ کھڑے ہو کر باندھو‘ جوتے پہنو تو پہلے دائیں پیر میں پہنو وغیرہ۔

اینی میری شمل نے اتباع سنت کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے:

Know that the key to happiness is to follow the sunna and to Imitate the Messenger of God in all his coming and going, his movements and rest, in his way of eating, his attitude, his sleep and his talk. I do not mean this in regard to religious observance, for there is no reason to neglect the traditions which were concerned with this aspect. I rather mean all the problems of custom and usage, for only by following them unrestricted succession is possible. God has said. "Say: If you love God, follow me, and God will love you" (Sura 3:29). and He has said "What the messenger has brought - accept it, and what he has prohibited - refrain from it!" (Sura 59:7) That means, you have to sit while putting on trousers, and to stand when winding a turban and to begin with the right foot when

putting on shoes. [1]

معلوم ہونا چاہیے کہ کامیابی کی کلید رسول خدا (ﷺ) کی سنتوں کی پیروی اور ان کی کامل تقلید میں ہے' آپ (ﷺ) کے حرکات وسکنات' آمد ورفت' کھانے کا طریقہ' برتاؤ' گفتگو اور سکوت کی کامل اتباع میں ہے۔ میری مراد صرف مذہبی رسوم کی ادائیگی کی بابت نہیں ہے' کیونکہ مذہبی رسوم کی ادائیگی تو کرنی ہے' بلکہ میری مراد رسم ورواج کی غیر محدود اتباع سے ہے' جیسا کہ رب نے فرمایا ہے: کہہ دیجیے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو' اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔ (آل عمران:۲۹) اسی طرح رب نے فرمایا ہے: رسول جو کچھ تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں رک جاؤ۔ (الحشر:۷) یعنی سنت کے مطابق پاجامہ بیٹھ کر پہنو' عمامہ کھڑے ہو کر باندھو اور جوتے پہنتے ہوئے دایاں پیر پہلے ڈالو۔

آپ ﷺ سے ان کے ماننے والوں کی چاہت بہت گہری اور غیر متزلزل ہے۔

This may justify our attempt to depict how pious Muslims have seen the Prophet Muhammad through the centuries, even though their picture was not always historically correct. Certainly it reflects his enormous influence over their lives, and the non-Muslim reader will perhaps understand from the witness of theologians and poets, of Arabs, Persians and Turks of Muslim's in India and in Africa, how deep the Muslims love for him, how warm their trust in him are, how widely he has been venerated and called upon throughout the ages and how he has been surrounded with the most glorious epithets. He will find that Muhammad indeed constitutes the exemplar and model for every Muslim believer, who is called to imitate him in all, even seemingly insignificant, actions and habits and he will likely be amazed by the way in which the mystics developed the doctrine of Muhammad's primordial light and accorded to him, in his position as The Perfect Man, an almost cosmic status and function. [2]

---

[1] "And Muhammad is His Messenger", Annemarie Sehimmel, P. 31, The University of North Carolina Press, USA. 1985

بحوالہ احیاء العلوم

[2] "And Muhammad is His Messenger", Annemarie Sehimmel, P4, The University of North Carolina Press, USA: 1985

شاید میں اس امر کی صحیح تصویر کشی کر سکوں کہ مسلمان اپنے نبی کو صدیوں سے کس نظر سے دیکھتے آئے ہیں' حالانکہ انہوں نے اپنے نبی کی تصویر کبھی نہیں دیکھی ہے۔ یقینی طور پر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات نے اپنے ماننے والوں کی زندگیوں پر انتہائی گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ غیر مسلم قارئین بھی شاید ماہرین علوم معرفت (Theologians)' عرب' فارسی' ترک' بھارت و افریقہ سے تعلق رکھنے والے شعراء کے کلام سے اندازہ کر سکیں کہ اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے مسلمانوں کی محبت کتنی گہری' ان کا اعتبار کتنا شدید' ان کی عزت' تعظیم و توقیر کتنی وسیع ہے' جو عہد بہ عہد پھیلی ہوئی ہے' جو شاندار القابات سے مزین ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات ہر مسلمان کے لیے مثالی نمونہ ہے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع صرف اہم معاملات میں ہی نہیں' بلکہ باریک سے باریک جزئیات میں بھی کرتے ہیں۔ آپ ششدر رہ جائیں گے کہ کس طرح صوفیاء نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی کامل ذات' کائناتی مقام اور منصب سے ہم آہنگ کرنے کے اصول مرتب کیے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غیر مشروط وفاداری اور کامل سپردگی کا ہی نتیجہ ہے کہ مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک مسلمان ایک ہی رنگ میں رنگے نظر آتے ہیں۔ گھر سے باہر قدم کیسے نکالنا ہے' گھر میں داخل کس طرح ہونا ہے' تہنیت کا اظہار کیسے کرنا ہے' استقبال کرنے کا کیا طریقہ ہے' کسی محفل میں کن باتوں سے اجتناب کرنا ہے' سفر کیسے کرنا ہے' کھانا کس طرح تناول کرنا ہے اور سفر میں کن باتوں کا خیال رکھنا ہے۔

سنت رسول بتاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں داخل ہوتے وقت ہمیشہ اپنا دایاں قدم پہلے رکھا ہے' کھانا ہمیشہ دائیں ہاتھ سے تناول فرمایا ہے' نوالہ ہمیشہ دائیں ہاتھ کی پہلی تین انگلیوں کی مدد سے بنایا ہے' بائیں ہاتھ کا استعمال طہارت حاصل کرنے تک محدود رکھا ہے۔ اینی میری شمل نے اس بات پر خوشگوار حیرت کا اظہار کیا ہے کہ آج گلوبلائزیشن کے دور میں بھی لوگ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا اس قدر اہتمام کرتے ہیں کہ اگر چھری کانٹے سے کھانا کھا رہے ہوں' تو کانٹا اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑتے ہیں۔

Even today a traditional Muslim would never touch food with the left hand; when dining with fork and knife (the use of which was violently debated in pious circles in the late

nineteenth centurey), many prefer to take the fork in the right, the knife in the left hand. [۱]

آج کے دور میں بھی ایک روایتی مسلمان اپنے کھانے کو بائیں ہاتھ سے چھونا پسند نہیں کرتا ہے۔ اگر وہ چھری کانٹے سے کھانا کھا رہا ہو تو (خلاف طریقہ) کانٹے کو اپنے داہنے ہاتھ اور چھری کو بائیں ہاتھ میں پکڑنے کو ترجیح دیتا ہے۔

آج دنیا میں ایک ارب ساٹھ کروڑ (1.6 Billion) سے زائد انسان نبی آخر محمد ﷺ کے ماننے والے اور ان کے پیروکار (Followers) ہیں۔ وہ انہیں اپنا نبی، رہنما، قائد، معلم اور مرشد مانتے ہیں۔ اپنے نبی کے لیے مسلمانوں کا پیار لازوال اور ان کا ادب بے مثال ہے۔ عشق و محبت، ادب و احترام کی یہ دولت انہوں نے میراث میں پائی ہے، جو لہو بن کر ان کی رگوں میں دوڑتی ہے۔

[۱] ایضاً، ص ۴۴

آپ ﷺ کو کثرت عطاء کی گئی ہے

قرآن میں رب کا فرمان ہے:
إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۝ (الکوثر:۱)
بے شک ہم نے آپ کو (ہر خیر وفضیلت میں) بے انتہا کثرت بخشی ہے ۝
علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ کوثر کثرت سے ماخوذ ہے۔
اس سورۃ میں کوثر بروزن فوعل ہے جو مبالغہ کے لیے آتا ہے۔ گویا رب کائنات نے یہاں کثرت کا ذکر کرتے ہوئے اسے مخصوص نہیں کیا ہے بلکہ ہر طرح کی کثرت کو کوثر میں سمو دیا ہے۔
پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں کہ اس سے مراد صحابہ کرام کی کثرت ہے۔ جتنے صحابہ حضور ﷺ کے تھے کسی دوسرے نبی یا رسول کو اتنے صحابہ میسر نہیں آئے۔ [1]
آپ ﷺ کے گرد جو صحابہ تھے ان کا تعلق مختلف قبائل، نسل اور ملکوں سے تھا۔ ان میں عداس نینوائی، صہیب رومی، سلمان فارسی، ذوالکلاع حمیری، بدل حبشی، ابوسفیان اموی، کرز فہری، ضماد ازدی، عدی طائی، طفیل دوسی، ابوذر غفاری، ثمامہ نجدی اور ابو عامر اشعری شانہ بہ شانہ نظر آتے ہیں۔
کثرت سے مراد: کثرت امت بھی ہے۔ یہ کثرت دن بدن ترقی پذیر ہے۔ آپ ﷺ کی امت کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے اور کچھ ہی سالوں میں مسلمانوں کی تعداد دنیا میں کسی بھی اور مذہب کے ماننے والوں سے زیادہ ہونے والی ہے جس کی تفصیلات آگے آنے کو ہیں۔
کثرت سے مراد: ذکر کی کثرت بھی ہے۔ رب نے فرمایا ہے کہ اے محبوب! میں نے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو بلند کیا ہے۔ ہم مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ آپ ﷺ کا ذکر ہر گزرنے والے دن کے ساتھ زیادہ سے زیادہ ہو رہا ہے۔ ذکر کی کثرت کی حیرت انگیز تفصیلات بھی آگے آ رہی ہیں۔
علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کہتے ہیں کہ کوثر میں ہر ہر کمال داخل ہے خواہ وہ کوثر علم و

---

[1] ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ الازہری، ج ۵، ص ۶۸۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۳۹۹ھ

عمل ہو یا کوثر حسن و جمال' کوثر فضل و کمال ہو یا کوثر جاہ و جلال یا پھر کوثر جود و نوال۔ [1]

غرض یہ کہ یہ کثرت کسی ایک یا چند خصوصیت تک محدود یا مخصوص نہیں' بلکہ عمومی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بروز قیامت میں اپنی امت کی کثرت پر فخر کروں گا۔ [2]

اعداد و شمار یہ بتاتے ہیں کہ آج دنیا کی کل آبادی ۶۱۰۰۰۰۰۰۰۰۷ ہے' جبکہ عیسائی ۲۳۰۰۰۰۰۰۰۰ اور مسلمان ۱۸۰۰۰۰۰۰۰۰ کی تعداد میں ہیں۔ بادی النظر میں تعداد کے اعتبار سے تو مسلمان واضح طور پر عیسائیوں سے کم ہیں۔ پھر اس حدیث کی سچائی کس طرح ثابت ہو سکے گی؟

کثرت کی بات صرف مسلمانوں کی تعداد پر ہی موقوف نہیں ہے' بلکہ یہ کثرت عمومی ہے۔

حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں اسلامی مملکت کا رقبہ ۱۱ لاکھ مربع میل (۱۷۷۰۰۰۰ مربع کلومیٹر) تک وسیع ہو چکا تھا۔ [3]

جب رسول اللہ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اسلامی حکومت کا قیام عمل میں آیا۔ یہ نوزائیدہ مملکت ''یک شہری'' مملکت تھی۔ یعنی اس کا دائرہ شہر مدینہ کے صرف چند حصوں تک محدود تھا۔ یہ مملکت صرف چند مربع میل پر مشتمل تھی۔ دس سال بعد جب آپ ﷺ نے وفات پائی تو اس مملکت کا رقبہ دس لاکھ مربع میل تک پھیل چکا تھا۔ [4]

ان سالوں میں اسلامی مملکت پورے عرب تک وسیع ہو گئی اور فلسطین تک کا علاقہ اسلامی پرچم کے زیر نگیں آ گیا۔

جب ۱۱ھ میں رسول اکرم ﷺ کی وفات ہوئی تو اسلامی مملکت تقریباً دس لاکھ مربع میل علاقے (پورے عرب اور جنوبی فلسطین) پر پھیل چکی تھی۔ اس پر مشکل سے پندرہ سال گزرے تھے کہ حضرت عثمان t کی خلافت کے زمانے ۲۶ھ میں' ایک طرف طبری کے مطابق' سارے شمالی افریقہ سے گزر کر اسلامی فوجیں اندلس میں داخل ہو چکی تھیں' تو دوسری

---

[1] تفسیر اشرفی' سید محمد مدنی اشرفی جیلانی' ج ۱۰' ص ۳۵۹' گلوبل اسلامک مشن' نیو یارک' امریکہ ۲۰۱۳ء

[2] سنن ابن ماجہ' ج ۱' ص ۵۹۳' شمارہ: ۱۸۴۶

[3] سیرت رسول اللہ کا مکمل انسائیکلو پیڈیا' مسعود مفتی محمد جاوید' ص ۳۵۵' علم و عرفان پبلشرز' لاہور' ۲۰۰۵ء

[4] نگارشات' ڈاکٹر محمد حمید اللہ' ص ۲۲۷' بیکن بکس' لاہور' ۲۰۰۹ء

طرف بلاذری کے مطابق وہ دریائے جیحون (Oxus) کو عبور کر کے ماوراء النہر یعنی چین میں گھس گئی تھیں۔ اس کی توثیق ہم عصر چینی تاریخوں سے بھی ہوتی ہے۔ جنوب میں یہ لشکر خود حضرت عمر t کی خلافت میں تھانہ (بمبئی یا گجرات) اور دیبل (ٹھٹھہ قریب کراچی) تک اور شمال میں آرمینیا اور اس سے بھی آگے تک پہنچ چکے تھے۔ [1]

ایک اور حقیقت جو ضرور پیش نظر رہنی چاہیے اور فراموش نہیں کی جانی چاہیے کہ محمد ﷺ کا انقلاب جو اپنی کمیت اور کیفیت (Quantity and Quality) ہر دو اعتبارات سے عظیم تھا' کو برپا کرنے میں کتنی انسانی جانیں کام آئیں اور دوسری جانب وہ لوگ جو مذہبی نہیں تھے یا پھر برائے نام مذہبی تھے' اپنے آپ کو ترقی یافتہ' مہذب اور روشن خیال تصور کرتے تھے' بلکہ انسانیت اور انسانی حقوق کے علمبردار اور چیمپئن ہونے کے دعویدار تھے' نے انسان اور انسانیت کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ بڑا روح فرسا ہے۔

پہلی جنگ عظیم جو ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۸ء تک لڑی گئی' میں ہلاک ہونے والوں کے اعداد و شمار ملاحظہ فرمائیں:

روس	۱۷ لاکھ	ترکی	۲ لاکھ پچیس ہزار
جرمنی	۱۶ لاکھ	بلجیم	۱ لاکھ دو ہزار
فرانس	۱۳ لاکھ ستر ہزار	بلغاریہ	۱ لاکھ
اٹلی	۴ لاکھ ساٹھ ہزار	رومانیہ	۱ لاکھ
آسٹریا	۸ لاکھ	سرویا و مانٹینگرو	۱ لاکھ
برطانیہ	۷ لاکھ	امریکہ	پچاس ہزار
میزان	۷۳ لاکھ ۳۸ ہزار		

دوسری جنگ عظیم کے مقتولین کے اعداد و شمار بھی ملاحظہ ہوں:

روس	دو کروڑ دس لاکھ	امریکہ	دس لاکھ ستر ہزار
جرمنی	ساٹھ لاکھ سے سوا کروڑ تک	برٹش امپائر	چودہ لاکھ تیس ہزار

[1] دنیا کا قدیم ترین مجموعہ حدیث' ڈاکٹر محمد حمید اللہ' ص ۱۸۔۱۹ الیکن بکس' لاہور' ۲۰۰۱ء

پولینڈ	نو لاکھ	فرانس	دس لاکھ
چین	تیس لاکھ	اٹلی	گیارہ لاکھ
جاپان	ستائیس لاکھ سے پچاس لاکھ تک	یوگوسلاویہ	سولہ لاکھ پچاسی ہزار
آسٹریا	سات لاکھ	ہنگری	چھ لاکھ
رومانیہ	سات لاکھ	ہالینڈ	دولاکھ پچھتر ہزار
بلجیم	ساٹھ ہزار	چیکوسلاویکیہ	ساٹھ ہزار
فن لینڈ	ایک لاکھ تراسی ہزار ایک سو چھیاسٹھ	فلپائن	تیس ہزار
سلاوویکیہ	تیس لاکھ پچاس ہزار		

نوٹ: ان اعداد و شمار میں قیدی و زخمی سپاہیوں کا شمار داخل نہیں۔ کل تعداد قریباً چار کروڑ ہوتی ہے اور ان اعداد و شمار کی اشاعت کے بعد بھی بعض جگہ جنگ جاری تھی۔ [1]

افغانستان میں ۲۰۰۱ء سے لے کر ۲۰۱۶ء کے ۳۲۱۰۰ درمیان طالبان اور دوسرے شدت پسند، ۳۰۴۰۷ افغان فوجی و پولیس اہلکار، ۳۱۴۱۹ افغان شہری، ۲۳۷۱ امریکی فوجی، ۱۱۳۶ امریکی اتحادی اور ۳۹۴۶ دوسرے لوگ ہلاک ہوئے۔ [2]

شام کی موجودہ خانہ جنگی اور لڑائی میں اب تک ۵۰۰۰۰۰ سے زائد ہلاکتیں ہو چکی ہیں۔ [3]

مولانا وحید الدین خان نے ان ہلاکتوں کے بارے میں اس طرح موازنہ کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جو اسلامی انقلاب آیا اس میں تاریخی روایات کے مطابق کل ۱۰۱۸ آدمی ہلاک ہوئے۔ اس انقلاب کی تکمیل ۲۳ سال میں ہوئی۔ ان ۲۳ سالوں میں جو غزوات پیش آئے ان کی تعداد ۸۱ بتائی جاتی ہے۔ تاہم رسول اللہ ﷺ صرف ۲۷ غزوات میں شریک تھے اور عملاً باقاعدہ جنگ صرف چند ہی غزوات میں پیش آئی۔ ان لڑائیوں میں مجموعی طور پر ہلاک ہونے والوں کی تعداد اس طرح ہے:

مسلمان مقتولین : ۲۵۹

---

[1] نقوش، رسول نمبر، ج ۴، ص ۳۱۳، ادارہ فروغ اردو، لاہور، ۱۹۸۳ء

[2] www.cnn.com/2017/08/21/asia/afghanistan-war-explainer/index.html

[3] www.iamsyria.org/death-tolls.html

غیر مسلم مقتولین : ۷۵۹ = ۱۰۱۸

صدر اول کا یہ انقلاب تاریخ کا عظیم ترین انقلاب تھا جس نے انسانی تاریخ کے دھارے کو موڑ دیا۔ اتنے بڑے انقلاب میں مقتولین کی یہ تعداد اتنی کم ہے کہ اس کو غیر خونی انقلاب (Bloodless Revolution) کہا جا سکتا ہے جبکہ فرانس میں جمہوری انقلاب لانے کے لیے اور روس میں اشتراکی انقلاب لانے کے لیے اتنے زیادہ آدمیوں کو قربان ہونا پڑا جن کی تعداد لاکھوں میں شمار ہوتی ہے۔

الجزائر کے جہاد آزادی میں ۲۵ لاکھ مسلمان مرے۔ ہندستان کے جہاد آزادی میں ۵ لاکھ علماء اور مسلمان شہید ہوئے۔ اسلامی پاکستان کو وجود میں لانے کے درمیان ایک کروڑ انسان کام آئے۔ [1]

The Ummah was growing and expanding in wealth and power at an astounding rate. A mere fifty years after his death, the tiny community that Muhammad had founded in Yathrib (MADINA) burst out of the Arabian Peninsula and swallowed whole the massive Sasanian Empire of Iran. Fifty years after that, it had secured most of northwest India, absorbed all of North Africa, and reduced the Christian Byzantine Empire to little more than a deteriorating regional power. Fifty years after that, Islam had pushed its way deep into Europe through Spain and southern France. [2]

مسلم امہ مال و دولت کی فراوانی اور طاقت کے اعتبار سے حیران کن انداز میں پھل پھول رہی تھی اور وسیع تر ہو رہی تھی۔ صرف پچاس سال قبل جس چھوٹی سی مملکت کی بنیاد محمد (ﷺ) نے یثرب (مدینہ منورہ) میں رکھی تھی تیزی سے پھیل کر اس نے تمام جزیرہ نما عرب اور فارس کی ساسانی سلطنت کو نگل لیا تھا۔ اس کے مزید پچاس سال کے اندر اس نے شمال مغربی ہندوستان تک اپنی عملداری مضبوط کر لی تھی اور شمالی افریقہ کو اس نے اپنے اندر ضم کر لیا تھا اور عظیم عیسائی بازنطینی سلطنت کو سمیٹ کر ایک علاقائی زوال پذیر طاقت تک محدود کر

---

[1] پیغمبر انقلاب، وحید الدین خان، ص ۸۱۔۸۲، گلشن بکس، کراچی، ۲۰۱۳ء

[2] No god but God, Raza Aslan, P. 66-67, Random House, New York: 2005

دیا تھا۔اس کے مزید پچاس سال بعد اسلام اسپین اور جنوبی فرانس کے راستے یورپ میں گہرائی تک پہنچ گیا تھا۔

پہلی صدی ہجری کے ختم ہونے سے پہلے یہ نئی حکومت دنیا کی سب سے بڑی حکومت بن چکی تھی۔ ڈیڑھ صدی ہجری تک یہ دین مغرب میں اندلس اور مشرق میں ہندوستان' افغانستان' ترکمانستان اور چین کی سرحدوں تک وسیع ہو چکا تھا۔ دنیا کے دو سب سے آباد براعظموں یعنی ایشیا اور افریقہ کا بیشتر علاقہ اور براعظم یورپ کا ایک حصہ (اسپین اور ہنگری) سلام کے زیر نگیں آچکا تھا۔ یہ مملکت اس وقت کی دنیا کی متمدن ترین اور طرقی یافتہ مملکت تھی۔

فرانس کے بعض گرجاؤں کے منروں میں ایسے پتھر لگے ہوئے ہیں جن پر عربی عبارتیں کندہ ہیں۔ یہ آٹھویں صدی عیسوی کی یادگار ہے' جبکہ فرانس کا جنوبی علاقہ خلیفہ دمشق کا یورپین صوبہ تھا۔ پیغمبر اسلام کے دین کے آغاز کے صرف دو سو برس بعد مسلمان دنیا کے امام بن گئے تھے۔ اس وقت کی دو سپر پاورز روم اور فارس کی جگہ اب اسلام نے لے لی تھی اور اب دنیا کا فکری و تمدنی مرکز بغداد تھا۔ [1]

اسلام نے صرف رقبہ کے اعتبار سے ہی خود کو وسیع نہیں کیا تھا' بلکہ اپنی حرکت' توانائی اور اثر و نفوذ کے لحاظ سے بھی اپنا لوہا منوایا تھا۔ جوزف تھامس (Joseph Thompson) جس نے افریقہ کی سیاحت میں کافی شہرت پائی تھی' نے اسلام کے ناقد کینن ٹیر (Canon Taylor) کے جواب میں جن خیالات کا اظہار کیا جو کہ "The Times" کے ۱۴ نومبر ۱۸۸۷ء کے شمارے میں شائع ہوا قابل توجہ اور چشم کشا ہے' لکھتے ہیں:

میں نے مغربی افریقہ اور وسطی سوڈان کا دورہ کیا' وہاں ہم نے یکسر مختلف حالات کا مشاہدہ کیا۔ اسلام کو ہم نے ایک زندہ' متحرک قوت' جو کہ اپنے دور اولین کی طرح شعلہ بار اور توانائی سے بھرپور تھا پایا۔ آج بھی اسی تیزی سے لوگ اسلام کی طرف راغب ہو رہے ہیں جو کہ اسلام کے ابتدائی دور کا خاصہ رہا ہے۔ [2]

---

[1] پیغمبر انقلاب' وحید الدین خان' ص ۱۰۳' فکشن ہاؤس' لاہور' ۲۰۱۳ء

[2] Muhammad The Glory of the Ages' ڈاکٹر محمد فضل الرحمن انصاری' ص ۱۵۶۔۱۵۷' ڈی بی ایف سیرت ریسرچ سینٹر' کراچی' ۲۰۱۷ء
بحوالہ The Faith of Islam' W.H Quilliam 'The President of the Muslim Institute, Liverpool

کثرت میں یکتائی کے اعتبار سے چند مزید نکات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے میں اپنے اصل موضوع یعنی کثرت امت کی طرف آؤں گا۔

قرآن کی اشاعت

شاہ فہد پرنٹنگ پریس' سعودی عرب کے اشاعتی اعداد و شمار تو دستیاب ہیں' مگر باقی دنیا میں قرآن کی اشاعت کے اعداد و شمار دستیاب نہیں ہیں۔ پاکستان میں چند اشاعتی اداروں مثلاً تاج کمپنی لمیٹڈ' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' قدرت اللہ کمپنی' شفیق پریس اور ویسٹ پاک پبلشنگ میں سے ہر ایک لاکھوں (ملین) کے حساب سے قرآن پاک کی اشاعت کرتے ہیں' مگر درست اعداد و شمار دستیاب نہیں ہیں۔

شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلکس

قرآن پاک کی اشاعت اور مختلف زبانوں میں اس کے تراجم و تفاسیر کی اشاعت کی غرض سے شاہ فہد بن عبد العزیز نے مدینہ منورہ میں اس کمپلکس کی بنیاد ۱۶ محرم ۱۴۰۳ھ (۱۹۸۲ء) کو رکھی۔ اس کمپلکس میں سالانہ ایک کروڑ سے لے کر ۳ کروڑ تک قرآن کے نسخوں کی اشاعت کی گنجائش ہے۔ اس کمپلکس سے شائع ہونے والی مختلف قسم کی مطبوعات کی تعداد ۹۰ ہے۔ ۱۴۲۲ھ ماہ صفر کے اختتام تک یہ ادارہ ۱۶ کروڑ ۵۰ لاکھ قرآنی نسخے شائع کر چکا تھا۔

اس مرکز کا احاطہ ڈھائی لاکھ مربع میٹر پر پھیلا ہوا ہے۔ مترجم قرآن ان زبانوں میں شائع کیے جاتے ہیں: اُردو' اسپینی' اسپانی' انڈونیشی' انگریزی' انگوا نگوری' پشتو' براہوی' بنگالی' بوسنیائی' برماوی' تامل' ترکی' تھائی لینڈی' زولو' صومالی' چینی' فارسی' فرانسیسی' قازاقی (سیریلکی حروف میں)' کشمیری' کوریائی' مقدونی' ملیباری' ہوسا' یوربا' یونانی' ایرانونی۔

جن مزید زبانوں میں مترجم قرآن کی اشاعت کا کام تکمیل کے مراحل میں ہے ان میں شیشو' مندری' پرتگالی' ویتنامی' گجری' سندھی' روسی اور جرمن شامل ہیں۔ مزید زبانوں میں تراجم کی اشاعت کا کام بھی مختلف مراحل میں ہے۔[1]

---

[1] www.qurancomplex.gov.s a/display.asp section = 7 & 1 = urd & f= nobza10.htmltrans

قرآن پاک کے حفاظ

قرآن دنیا کی واحد آسمانی کتاب (Holy Book) ہے جسے زبانی یاد کرنے کی روایت موجود ہے۔ یہ روایت بے حد توانا ہے۔ افریقہ، مشرق بعید اور عرب دنیا تک ہی محدود نہیں' بلکہ یورپ اور شمالی امریکہ کے بیشتر ممالک اور مقامات پر حفظ قرآن کے مراکز موجود ہیں۔ ان مراکز میں صبح و شام مسلمان اور خاص طور پر کمسن بچے حفظ قرآن میں مصروف رہتے ہیں' جو چند سالوں سے لے کر چند ماہ کے عرصے میں پورا قرآن حفظ کر لیتے ہیں۔ حفاظ کی تعداد کے بارے میں بھی کوئی باقاعدہ اعداد و شمار دستیاب نہیں ہیں۔ مگر یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ یہ تعداد لاکھوں (Millions) میں ضرور ہے۔

سیرت رسول ﷺ

سردارِ دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی حیات طیبہ پر دنیا کی مختلف زبانوں میں ہزاروں کتابیں موجود ہیں۔ ان کتابوں کے لکھاریوں میں اسلام کے دوست بھی ہیں اور دشمن بھی۔ تمام مصنفین اس بات کو متفقہ طور پر تسلیم کرتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ ایک بہت ہی عظیم انسان ہیں' چاہے غیر مسلم مصنفین اس بات کو ناپسند کریں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا مذہب اُن کے مذہب کے مخالف ہے۔ جن لکھاریوں نے ارادتاً جان بوجھ کر محمد رسول اللہ ﷺ کی حیات و تعلیمات کو اپنی مرضی کے معانی و مفہوم کا غلط رنگ دے کر پیش کیا ہے وہ بھی درحقیقت آپ ﷺ کو بالواسطہ خراج تحسین پیش کر رہے ہیں اور ایسے لکھاریوں کی ایک معقول تعداد موجود ہے۔ ایسے لکھاری محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات وارشادات کو اس لیے مسخ کر کے بیان کرتے ہیں' کیونکہ وہ اس بات سے خوفزدہ ہیں کہ اگر انہوں نے دین اسلام کی صحیح تصویر پیش کر دی' تو ان کے ہم مذہب گمراہ ہو جائیں گے جنہیں وہ مشرف بہ اسلام ہونے سے روکنے کے لیے محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں فرضی اور من گھڑت کہانیاں و قصے بناتے رہتے ہیں۔ اس طرح کی ذہنی و تحریری بددیانتی آج بھی جاری و ساری ہے۔

یہ بات حیرت آفریں ہے کہ جدید مغرب کے بے انتہا مادی و اشتہاری وسائل کے باوجود محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات پاک کے خلاف پراپیگنڈہ مخالفین کے مطلوبہ نتائج کے حصول میں ناکام و نامراد رہا ہے کہ جس کی توقع اتنی کثیر تعداد میں کتب کی اشاعت' ریڈیو' ٹی

وی کی نشریات اور فلموں کی نمائش کے بعد کی جاسکتی ہے۔ ہمیں اس بات کا اندازہ نہیں کہ اگر اسلام کو اتنے وسائل حاصل ہوتے جس قدر عیسائی مذہبی مبلغین اور کمیونسٹوں کو میسر ہیں' تو پھر دنیا کا رُخ کیا ہوتا؟ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود یہ حقیقت واضح ہے کہ مسیحی اور کمیونسٹ مغرب دونوں میں اسلام انتہائی تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد ۳۰ سال کے عرصہ کے دوران ہی انگلستان میں ۱۰۰ سے زائد مساجد تعمیر ہوئی ہیں۔ جرمنی اور فرانس میں بھی یہی صورت حال ہے۔ سفید فام امریکیوں کے مشرف بہ اسلام ہونے کے واقعات بھی بڑھ رہے ہیں۔ دائرہ اسلام میں داخل ہونے والوں میں سفیروں اور پروفیسروں کے ساتھ ساتھ دوسرے معزز پیشوں سے متعلق افراد بھی شامل ہیں۔ یہ کوئی حیران کن امر نہیں کہ ہر سال سینکڑوں کی تعداد میں سیاح صرف استنبول میں ہی مشرف بہ اسلام ہوتے ہیں حالانکہ یہاں اناطولیہ کی نسبت مذہبی جوش وخروش زیادہ نہیں ہے۔ [1]

اسم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی کثرت

آج دنیا کا مقبول ترین نام "محمد" (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے۔ آج کی دنیا میں سب سے زیادہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نام کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ وہ ممالک جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے کا تو ذکر ہی کیا۔ وہ ممالک جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں مثلاً برطانیہ' ویلز' ناروے میں بھی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نام ہی مقبول ترین نام ہے۔ اس بارے میں اعداد وشمار اور حوالہ اس کتاب کے باب "نام نامی اسم گرامی" میں موجود ہے۔ یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ آج کروڑوں انسانوں کے نام "محمد" ہیں۔

سالانہ ایک کروڑ سے زائد افراد کی سلامی (Salute)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ پاک پر سالانہ ایک کروڑ سے زائد افراد سلامی کے لیے حاضر ہوتے ہیں اور اپنی محبت وعقیدت کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ یہ اعداد وشمار اس کتاب کے باب "آپ سے سب سے زیادہ پیار کیا گیا" میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ سلام پیش کرنے کا یہ سلسلہ ۲۴ گھنٹے سال کے ۳۶۵ دن بغیر کسی توقف کے جاری رہتا ہے (ماسوائے نماز کے وقفوں کے)۔

---

[1] محمد رسول اللہ' ڈاکٹر محمد حمید اللہ' ص ۳۰۴' بیکن بکس لاہور' ۲۰۱۳ء

درود پاک

(الف) آپ ﷺ پر درود (Blessings) کے بے شمار مجموعے لکھے گئے محفوظ کیے گئے اور ان کی اشاعت کی گئی۔ تفصیلات کے لیے اس کتاب کا باب ''درود وسلام'' ملاحظہ کیجیے۔

(ب) ۱۴۰۰ سال سے کروڑوں انسان روزانہ کی بنیاد پر اپنے نبی ﷺ پر درودوں کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ پانچ وقت کی نمازوں میں درود پڑھنا' تو نماز کا حصہ ہے ہی اور اس کے بغیر مسلمان کی نماز مکمل نہیں ہوتی ہے۔ مگر رضا کارانہ طور پر اپنے جذبہ محبت اور رشتۂ غلامی کی تسکین کے لیے مسلمانوں میں اپنے نبی پر درود بھیجنے اور بھیجتے رہنے کی خوبصورت روایت موجود ہے۔ مسلمان ایک دن میں چند مرتبہ سے لے کر سینکڑوں اور ہزاروں مرتبہ تک اپنی سب سے محبوب ہستی پر درود بھیجنے کا خوبصورت عمل کرتا ہے۔ اس ضمن میں نمونے کے طور پر کچھ اعداد وشمار اور حوالہ جات اس کتاب کے باب ''آپ کی ثنا سب سے زیادہ کی گئی'' میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

اسم محمد ﷺ قصائد اور نعتیہ شاعری میں

عربی' فارسی' اُردو' سواحلی اور دیگر عالمی زبانوں میں آپ ﷺ کی مدح میں کروڑوں اشعار کہے گئے ہیں۔ ان نعتوں اور قصائد میں نام نامی اسم گرامی ''محمد'' ﷺ کا ذکر اور تکرار ہوتا ہے۔ بعض قصائد اور نعتیں ایسی بھی ہیں جن کے ہر شعر میں نام محمد ﷺ آتا ہے' جیسے قصیدہ محمدیہ' جو کہ معروف صوفی شاعر امام ابو عبداللہ محمد بن سعید بوصیری (۱۲۱۱ء-۱۲۹۴ء) کا قصیدہ بردہ کے علاوہ ایک اور عظیم الشان قصیدہ ہے۔ اس قصیدہ کی خاص بات یہ ہے کہ اس کے ہر شعر کا آغاز نبی کریم ﷺ کے خوبصورت نام محمد (ﷺ) سے ہوتا ہے۔

ذخیرہ قصائد و نعت

دنیا کی مختلف زبانوں میں آپ ﷺ کی مدح اور توصیف میں جتنے قصائد' نعت اور مجموعہ ہائے کلام لکھے گئے ہیں اس کا احاطہ ایک سعی لاحاصل ہے۔ اس کا اندازہ کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ دنیا کی دیگر زبانوں کا تو ذکر ہی کیا اگر صرف اُردو کی ہی مثال کو سامنے رکھیں' تو ہمیں درج ذیل نکات کو پیش نظر رکھنا چاہیے:

ابھی تک اُردو نعت کے موضوع پر کوئی جامع (Comprehensive) کتابیات

(Bibliography) دستیاب نہیں ہے۔ اس ضمن میں اب تک جو انفرادی اور نامکمل کاوشیں کی گئی ہیں اس کا اندازہ لگانے کے لیے میں چند نکات کی جانب اشارہ کرنا چاہتا ہوں:

(الف) معروف نعت گو شاعر اور نعتیہ ادب کے قلم کار و ناقد جناب سید صبیح رحمانی کا قائم کردہ ادارہ نعت ریسرچ سینٹر ہے۔ اس ادارے کی ایک لائبریری بھی ہے' اس لائبریری میں موجود کتابوں کی ایک فہرست ''فہرست کتب خانہ نعت ریسرچ سینٹر'' کے نام سے شائع ہوئی ہے' جسے محمد طاہر قریشی نے مرتب کیا ہے۔ ۳۸۷ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں نعتیہ مجموعوں اور نعت کے موضوع پر جو کتب موجود ہیں ان کی تعداد ۱۸۰۰ سے زائد شمار کی گئی ہے۔

(ب) ۱۳ ضخیم جلدوں میں شائع ہونے والے ''نقوش'' رسول نمبر کی جلد ۱۰ کو نعت کے ذکر کے لیے مخصوص کیا گیا ہے۔ ۵۷۶ صفحات پر مشتمل اس جلد میں نعت کے موضوع پر تحقیقی مقالات کے علاوہ' عربی انتخاب نعت' فارسی انتخاب نعت' درود و سلام' قصائد' مثنوی' مسدس' مخمس' نظمیں' آزاد نظم' تضامین' رباعیات' قطعات' متعلقات اور نعتیہ غزل کے عنوانات کے تحت گرانقدر معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ ''پاکستانی نعت نگار'' کے زیر عنوان اُردو میں شائع شدہ مجموعہ ہائے نعت (دیوان) کی ایک (نامکمل) فہرست بھی شامل کی گئی ہے' اس فہرست میں ۱۳۲ مجموعہ ہائے نعت کی فہرست مرتب کی گئی ہے۔ فہرست میں شاعر کا نام' مجموعہ نعت کا نام اور سنِ اشاعت درج ہے۔

(ج) ڈاکٹر شہزاد احمد جنہوں نے ''اردو نعت پاکستان میں'' کے موضوع پر پی ایچ ڈی کی ہے' ان کا یہ مقالہ اسی عنوان سے اب کتابی شکل میں شائع ہو چکا ہے جو اس وقت میرے پیش نظر ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے حمد و نعت ریسرچ فاؤنڈیشن کے زیر انتظام ایک کتب خانہ (Library) بھی قائم کیا ہے۔ اس کتاب کا ایک باب فہرست کتب پر مشتمل ہے۔ ۱۴۸ صفحات پر مشتمل اس فہرست میں مجموعہ ہائے نعت اور نعت کے موضوع پر مشتمل کتابوں کی تعداد ۱۳۵۰ ہے۔

(د) ان گنت اہل قلم اور شعراء ایسے ہیں جنہوں نے رسول خدا ﷺ کی مدح میں نعت یا نعتیں اور قصائد لکھے ہیں۔ ہزاروں وہ ہیں جنہوں نے پورے دیوان اور مجموعۂ کلام

مرتب کیے ہیں۔ ہزاروں مجموعہ ہائے کلام زیور طباعت سے آراستہ ہوئے اور ہزاروں مجموعۂ کلام ایسے بھی ہیں جو زیور طباعت سے آراستہ نہ ہو سکے۔ کئی ایسے بھی شعراء ہیں جن کے کئی مجموعہ ہائے کلام زیور طباعت سے آراستہ ہو سکے ہیں۔ ان میں لاہور کے جناب راجہ رشید محمود ہیں جن کے ۶۷ مجموعۂ کلام شائع ہو چکے ہیں۔ اسی طرح حافظ لدھیانوی کے ۳۶ مجموعے رفیع الدین ذکی قریشی کے ۲۴ مجموعے اور ریاض حسین چودھری کے ۱۳ مجموعے طبع ہو کر منظر عام پر آ چکے ہیں۔

۱۵۰ جلدوں پر مشتمل سیرت انسائیکلوپیڈیا

کراچی پاکستان میں "سیرت انسائیکلوپیڈیا پروجیکٹ" کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا ہے جس کے روح رواں (Director General) ڈاکٹر حبیب الرحمن ہیں۔ اس ادارے میں ایک سیرت لائبریری بھی قائم کی گئی ہے۔ بہت سے ریسرچ اسکالرز کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ مترجمین بھی موجود ہیں۔ اس کے علاوہ کمپوزنگ (Typing) پروف ریڈنگ کرنے والے اور دفتری عملہ بھی موجود ہے۔

سیرت النبی ﷺ پر انسائیکلوپیڈیا کی تدوین، تشکیل اور ترتیب کے لیے منصوبہ کی خاکہ نویسی کی گئی ہے۔ منصوبے کے مطابق اردو، عربی اور انگریزی ہر ایک زبان میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ صفحات اور مجموعی طور پر پانچ لاکھ صفحات پر مشتمل اس انسائیکلوپیڈیا کی ایک سو پچاس سے زائد جلدیں ہوں گی۔ ہر جلد کم از کم ۵۰۰ صفحات پر مشتمل ہو گی۔ اس ادارے میں روزانہ کی بنیاد پر کام جاری ہے۔ کچھ کام تحریری مرحلہ میں ہے، کچھ اداراتی (Editing) کے مرحلے میں، کچھ کمپوزنگ کے مرحلے میں، کچھ پروف ریڈنگ کے مرحلے میں، کچھ اشاعت کے مرحلے میں ہیں اور کئی جلدیں شائع بھی ہو چکی ہیں۔

امید کی جاسکتی ہے کہ جب یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچے گا تو یہ کام اپنی نوعیت کا منفرد، یکتا اور ممتاز کام ہوگا اور یہ بات یقین کے ساتھ کہی جا سکے گی کہ تاریخ انسانی کی عظیم شخصیت خواہ وہ نبی و رسول ہوں، یا پھر سلاطین و حکمران، صدور وزیراعظم ہوں یا پھر موجد و سائنسدان کسی کا بھی تذکرہ اتنا تفصیلی، جامع اور وقیع نہیں جتنا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے۔

دنیا کے ۵۴ ممالک میں یوم میلاد (Prophet's Birthday) پر سرکاری تعطیل

دنیا کے کم از کم ۵۴ ممالک ایسے ہیں جہاں یوم میلاد النبی ﷺ (Birthday of Prophet) پر سرکاری تعطیل ہوتی ہے۔ ان ممالک میں یہ دن قومی تہوار (Public Holiday) کے طور پر منایا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ ان ۵۴ ممالک میں کم از کم ۱۲ ممالک ایسے بھی ہیں جہاں مسلمانوں کی اکثریت نہیں ہے۔ مگر پھر بھی یہ دن قومی تہوار قرار پایا ہے۔ ایسے ممالک میں انڈیا اور سری لنکا شامل ہیں۔ ان ممالک کی تفصیل درج ذیل ہے:

افریقہ

الجزائر' بینین' برکینا فاسو' کیمرون' کوموروس' جبوتی' مصر' اریٹریا' ایتھوپیا' گیمبیا' گنی' آوری کوسٹ' لیبیا' مالی' ماریطانیہ' مراکش' نائیجر' نائیجیریا' سینیگال' سیری یون' صومالیہ' سوڈان' تنزانیہ' تیونس' ٹوگو اور گھانا (۲۶ ممالک)۔

مشرق وسطیٰ

اومان' ایران' بحرین' اردن' کویت' لبنان' فلسطین' شام' متحدہ عرب امارات' عراق اور یمن (۱۱ ممالک)۔

یورپ

ترکی' چیچنیا' روس' داغستان' آذربائیجان (۵ ممالک)۔

ایشیا

افغانستان' بنگلہ دیش' برونائی' پاکستان' انڈونیشیا' بھارت' ملائیشیا' سری لنکا' ازبکستان' مالدیپ (۱۰ ممالک)۔

دیگر

فی جی' گیانا (۲ ممالک)۔ [1]

آپ ﷺ کی کئی احادیث میں امت محمدیہ ﷺ کی کثرت کی خبر دی گئی ہے۔ مثلاً:

آقائے تاجدار ﷺ نے خبر دی کہ قیامت کے دن آپ ﷺ کے پیروکار تمام انبیاء

---

[1] www.islam.stackexchange.com/celebration-of-the-birthday

سے زیادہ ہوں گے۔ متبعین کی اتنی کثرت کسی اور نبی کو عطا نہیں ہوگی' بلکہ انبیاء O میں سے بعض نبی ایسے ہوں گے کہ ان کے متبعین بالکل تھوڑی تعداد میں ہوں گے' کسی کا ایک پیروکار ہوگا' کسی کے تین اور کسی کے دس۔

حضرت ابوہریرہ t سے مروی ہے کہ رحمتِ دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کو ایسی نشانیاں عطا کی گئی ہیں جن پر لوگ ایمان لے آئیں اور مجھ کو جو نشانی عطا کی گئی وہ وحی ہے جو کہ اللہ نے میری طرف کی۔ پس میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے متبعین تمام انبیاء سے زیادہ ہوں گے۔ [۱]

اپنی تعداد بڑھانے کے لیے نکاح کرو' کیونکہ (بروز قیامت) تمہارے ذریعہ میں دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔ [۲]

اور حضرت انس t سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جتنی میری تصدیق کی گئی اتنی انبیاء(O) میں سے کسی نبی کی تصدیق نہیں کی گئی اور انبیاء(O) میں سے بعض نبی ایسے ہیں کہ اُن کی امت میں سے صرف ایک آدمی نے اُن کی تصدیق کی۔ [۳]

حضرت ابن عباس W سے مروی ہے کہ آقا p نے فرمایا کہ (قیامت کے دن) میرے سامنے امتوں کو پیش کیا جائے گا' تو میں کسی نبی کو دیکھوں گا کہ اس کے ساتھ ایک چھوٹی سی جماعت ہے اور کوئی نبی ایسا ہوگا کہ اس کے ساتھ ایک آدمی ہوگا' کوئی نبی ایسا ہوگا کہ اس کے ساتھ دو آدمی ہوں گے اور کوئی نبی ایسا بھی ہوگا کہ اُس کے ساتھ ایک آدمی بھی نہیں ہوگا۔ اچانک میرے سامنے ایک عظیم اکثریت لائی جائے گی' تو میں گمان کروں گا کہ شاید یہ میری امت ہے۔ اس پر مجھ سے کہا جائے گا کہ یہ حضرت موسیٰ اور ان کی قوم ہے۔ آپ کنارۂ آسمان کی طرف دیکھیں' تو میں دیکھوں گا کہ لوگوں کی ایک بہت بڑی کثرت ہے۔ پھر مجھ سے کہا جائے گا کہ آسمان کے دوسرے کنارے کی طرف دیکھو۔ میں دیکھوں گا کہ اُس طرف بھی لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد ہے۔ اس پر مجھ سے کہا جائے گا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان کے ساتھ ستر

---

[۱] البخاری' کتاب فضائل القرآن

[۲] سنن ابن ماجہ' ج ۱' ص ۵۹۲' رقم: ۱۸۴۶۔ ارواء الغلیل' محمد ناصر الدین البانی' رقم: ۱۷۸۴

[۳] صحیح مسلم' کتاب الایمان

ہزار وہ آدمی بھی ہیں جو کہ بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ [1]

جبکہ بخاری شریف میں ہے کہ مجھ سے کہا جائے گا کہ آسمان کے کنارے کی طرف دیکھئے۔ (میں دیکھوں گا کہ) آدمیوں کی بہت بڑی تعداد ہے جس نے آسمان کے کنارے کو بھر دیا ہے۔ پھر مجھ سے کہا جائے گا کہ آسمان کے اس کنارے کو بھی دیکھئے' تو میں دیکھوں گا کہ آدمیوں کی کثرت نے آسمان کے کنارے کو بھر دیا ہے۔ پھر مجھ سے کہا جائے گا کہ یہ آپ کی امت ہے۔ [2]

بروز قیامت لوگوں کی ۱۲۰ صفیں ہوں گی' ان میں سے ۸۰ صفیں میری امت کے لوگوں کی ہوں گی۔ [3]

آج زمینی حقائق یہ ہیں کہ اکثر عیسائی آبادیوں' یورپ وامریکہ میں شادیاں کم ہو گئی ہیں۔ افراد میں اپنے خاندان کو بڑھانے کا جذبہ ختم ہوتا جا رہا ہے۔ کہیں شرح نمو کم ہو گئی ہے' کہیں رک گئی ہے اور کہیں یہ منفی ہو گئی ہے۔ دوسری جانب امت محمدیہ میں شرح نمو زیادہ ہے' بلکہ روز افزوں ترقی پر ہے۔

ذرائع ابلاغ کی زہر سامانیوں اور ۱۱/۹ کے بعد تمام تر منفی پروپیگنڈہ کے باوجود نہ صرف یہ کہ اسلام کی طرف لوگوں کی رغبت بڑھی ہے' بلکہ اعداد و شمار یہ بتاتے ہیں کہ اب اسلام کے بارے میں جاننے کا تجسس پہلے سے بھی زیادہ ہے۔ آج پہلے سے زیادہ قرآن خریدا اور پڑھا جاتا ہے اور اب لوگ پہلے سے بھی زیادہ تعداد میں دائرہ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔

تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ دوسرے تمام انبیاء ورسل کو اپنی ظاہری حیات میں وہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی اور بہت قلیل لوگوں نے ان کی تبلیغ پر لبیک کہہ کر ان کا دین قبول کیا۔ ان کے دین کو ان کی وفات کے بعد ہی وسعت ملی۔ آج اسلام اپنے پیروکاروں کی تعداد کے حساب سے دنیا کا سب سے بڑا مذہب نہیں ہے۔ لیکن یاد رہنا چاہیے کہ عمر کے اعتبار سے اسلام ان تمام مذاہب میں سب سے کم عمر ہے اور یہ کہ یہ دین ایک زندہ اور فروغ پذیر دین ہے۔

---

[1] صحیح مسلم' ج ۱' ص ۱۹۹' رقم: ۲۲۰

[2] صحیح بخاری' ج ۷' ص ۱۳۴' رقم: ۵۷۵۲

[3] سنن ترمذی' ج ۴' ص ۶۸۳' رقم: ۲۵۴۶

اس ضمن میں چند نکات پیش کرنا چاہتا ہوں جن کا جاننا زیر بحث موضوع کے لیے اہم ہے:

حضرت نوح u سے لے کر حضرت عیسیٰ u تک ایک ایک پیغمبر کا کارنامہ دیکھ جاؤ' حضرت موسیٰ u کے سوا ایک بھی ایسا نہ ملے گا جس کے ماننے والے سو بھی ہوں' حضرت موسیٰ u کی کوششوں کی جولانگاہ صرف بنی اسرائیل کے چند ہزار نفوس تھے جو قدم قدم پر راہِ حق سے ہٹ ہٹ جاتے تھے۔[1]

حضرت یحییٰ u کو کوئی ساتھی نہیں ملا اور وہ قتل کر دیئے گئے۔ حضرت لوط u نے اپنی قوم کو چھوڑا تو ان کے ساتھ ان کی صرف دو لڑکیاں تھیں۔ حضرت نوح u کے ساتھ ان کی کشتی کا قافلہ توریت کے بیان کے مطابق صرف آٹھ افراد پر مشتمل تھا۔ حضرت ابراہیم u اپنے وطن عراق سے نکلے تو ان کے ساتھ ان کی بیوی سارہ تھیں اور ان کے بھتیجے لوط u۔ بعد کو اس قافلہ میں ان کے دو بیٹے اسماعیل u اور اسحاق u شامل ہوئے۔ حضرت مسیح کو ساری کوشش کے بعد بارہ آدمی ملے' وہ بھی آخر وقت میں آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔[2] (متی ۲۶:۵۶)

حضرت نوح u کا پیغام ہدایت قبول کرنے والے تھوڑے لوگ تھے اور ان کی یہ قلیل تعداد بھی سالہا سال کی محنت شاقہ اور جہد مسلسل کے بعد وجود میں آئی۔ حضرت ابن عباس W فرماتے ہیں کہ ان کی تعداد عورتوں سمیت اسی (۸۰) تھی۔ حضرت کعب t فرماتے ہیں کہ بہتر (۷۲) افراد تھے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ دس (۱۰) افراد تھے۔[3]

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن العساکر لکھتے ہیں:

حضرت عیسیٰ u کی عمر تیرہ سال تھی اللہ تعالیٰ نے ان پر انجیل نازل کی اور جس وقت ان کو آسمان پر اٹھایا گیا' تو ان کی عمر چونتیس سال تھی اور ان کی نبوت کا زمانہ بیس سال تھا۔[4]

حضرت عیسیٰ u نے بچپن مصر میں گزارا اور تیس سال کی عمر تک یہودیوں کی حالت پر غور کرنے کے بعد انہوں نے اپنی نبوت کی تبلیغ شروع کی۔ تین سال بعد ان کو رفع الی السماء

---

[1] سیرت النبی' سید سلیمان ندوی' ج ۳' ص ۵۱۴' الفیصل' لاہور' ۲۰۰۵ء

[2] پیغمبر انقلاب' وحید الدین خان' ص ۱۷' فکشن ہاؤس' کراچی' ۲۰۱۴ء

[3] قصص الانبیاء' امام ابن کثیر' اردو ترجمہ' ص ۱۰۳' شبیر برادرز' لاہور' ۲۰۰۳ء

[4] تبیان القرآن' غلام رسول سعیدی' ج ۲' ص ۱۷۰' فرید بک سٹال' لاہور' ۲۰۱۲ء

حاصل ہوا (یعنی آسمان پر اٹھا لیا گیا)۔ اس عرصہ میں ان کو صرف بارہ شاگرد ملے جن میں سے ایک غدار نکلا۔ کتاب الاعمال کے مصنف لوقا کا خیال ہے کہ کل ۱۲۴ تعداد ایسے اشخاص کی مل جاتی ہے جو ان کے معتقد تھے۔ [۱]

حضرت عیسیٰ ؑ کی تبلیغ کے نتیجہ میں ۱۲۰ تا ۳۰۰ افراد نے ہی ان کا دین قبول کیا۔ [۲]

عیسائیت (آج) بہ لحاظ آبادی دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہے۔ اس کے پیروکار دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں پائے جاتے ہیں اور کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں عیسائیت کے قدم نہ پہنچے ہوں۔ [۳]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی حیات طیبہ میں جو کامیابی ملی اور جو پذیرائی حاصل ہوئی تاریخ انسانی اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصل فضیلت اور کمال یہ ہے کہ آپ نے سب نبیوں سے کم تبلیغ کا زمانہ پایا اور سب سے زیادہ پیروکار چھوڑے اور اپنے مشن اور نصب العین کو سب سے زیادہ پورا کیا۔ [۴]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب جنگ حنین میں تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ بارہ ہزار آدمی (صحابہ) تھے۔ جنگ تبوک میں تیس ہزار صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم رکاب تھے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ چالیس ہزار نفوس قدسیہ (صحابہ) نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں حج ادا کیا۔

زرقانی کی روایت کے مطابق حجۃ الوداع کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت میں جو حضرات مکہ معظمہ میں داخل ہوئے ان کی تعداد ایک لاکھ تیس ہزار تھی۔ یہ تعداد ان مسلمانوں کے علاوہ تھی جو مکہ میں ہی رہائش پذیر تھے اور جو یمن سے حضرت علی t اور حضرت ابو موسیٰ

---

[۱] رحمت للعالمین، قاضی محمد سلیمان منصور پوری، ج ۳، ص ۱۱۲-۱۱۳، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

[۲] پیغمبر اسلام، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ص ۲۲۷، بیکن بکس لاہور ۲۰۱۱ء

[۳] یہودیت، عیسائیت اور اسلام، شیخ احمد دیدات، ص ۱۲۹، عبداللہ اکیڈمی لاہور ۲۰۱۰ء

[۴] شرح صحیح مسلم، غلام رسول سعیدی، ج ۵، ص ۱۰۰، فرید بک اسٹال لاہور ۲۰۱۰ء

اشعری t کے ہمراہ آئے تھے۔ [1]

آپ ﷺ کی ۲۳ سالہ تبلیغ کے نتیجہ میں ایک اندازے کے مطابق کئی لاکھ افراد مسلمان ہو چکے تھے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حجۃ الوداع (۱۰ھ) کے موقع پر تقریباً ایک لاکھ چالیس ہزار صحابہ نے آپ ﷺ کی اقتداء میں حج ادا کیا۔ [2] جبکہ اس تعداد سے کئی گنا زیادہ مسلمان اپنے گھروں میں موجود تھے۔ اولاً یہ کہ مسلمانوں پر ہر سال حج فرض نہیں اور ثانیاً یہ کہ یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ کسی خاص سال لازماً حج کے لیے جائیں۔ اس وقت ہزاروں لاکھوں مزید صحابہ، صحابیات، بوڑھے، بچے، جوان وہ ہوں گے جو اس حج میں حاضر نہیں ہو سکے اور اپنے اپنے علاقوں اور ملکوں میں موجود ہوں گے، مگر اسلام کے جھنڈے تلے آ چکے ہوں گے۔ جب حضور ﷺ نے پردہ فرمایا تو اس وقت پانچ لاکھ لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔ [3] صحابہ کرام کی تعداد چار لاکھ کے قریب تھی۔ [4]

یاد رہنا چاہیے کہ یہ تعداد صحابہ کی بیان کی جا رہی ہے۔ صحابی کی تعریف یہ ہے کہ وہ شخص جس نے بہ حالت ایمان حضور ﷺ کی زیارت کی ہو۔ لیکن بہت سے افراد ایسے بھی تھے جو حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں مسلمان تو ہو چکے تھے، مگر انہیں حضور ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل نہیں ہوا تھا، جیسے مشہور تابعی حضرت اویس قرنی h۔

اس مقام پر کثرت کے حوالے سے ایک اور نکتہ بھی پیش کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ محدثین (حدیث کا علم حاصل کرنے والے افراد) کی جماعت میں کیسے کیسے نابغہ روزگار لوگ پیدا ہوئے اور انہوں نے کثیر احادیث کا علم حاصل کرنے، انہیں یاد کرنے اور ان کے راویوں کے بارے میں مکمل آگہی حاصل کرنے کے ضمن میں کیسے کیسے کارنامے انجام دیئے ہیں۔ یہ تفصیلات ناقابل یقین ہیں:

(الف) حافظ حدیث: ایسے محدث کو کہتے ہیں جو کم از کم ایک لاکھ احادیث کا پورا علم رکھتا ہو۔

---

[1] شرح مواہب اللدنیہ، محمد الزرقانی، ج ۳، ص ۱۰۵

[2] تمام کتب سیرت

[3] نگارشات ڈاکٹر محمد حمید اللہ، محمد عالم مختار حق، ص ۲۴۷، بیکن بکس، لاہور، ۲۰۰۹ء

[4] آئینہ معلومات حدیث، نصرت علی اثیر، ص ۹۵، الفیصل، لاہور، ۲۰۰۹ء

(ب) حجۃ الحدیث: وہ محدث جسے تین لاکھ احادیث کا مکمل علم ہو۔

(ج) امام الحدیث: علم حدیث کا ایسا ماہر و کامل جس کی اس علم میں اقتداء کی جائے۔

(د) امیر المومنین فی حدیث: یہ محدثین کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔ یہ لقب ان محدثین کے حصے میں آتا ہے جو فن حدیث کی جملہ معلومات میں اپنے زمانے کے تمام دوسرے محدثین میں کامل و فائق ہوں۔

ان سب حقیقتوں کے باوجود صحابہ کے تذکرہ نویسوں نے صرف اسی قدر (یعنی دس بارہ ہزار) نفوس کا ذکر کیا ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ جن صحابہ نے احادیث کی روایتیں کی ہیں' ان کے اسماء گرامی محفوظ کر لیے گئے اور جن صحابہ نے کسی بھی حدیث کی روایت نہیں کی وہ اس فہرست میں شامل نہیں ہو سکے۔ [1]

امام ابوالحسن علی الجزری ابن اثیر h نے اپنی مایہ ناز کتاب "اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ" میں آٹھ ہزار صحابہ وصحابیات کا ذکر کیا ہے اور ان کے حالات قلم بند کیے ہیں۔ ہم اس کتاب کو آٹھ ہزار صحابہ کا انسائیکلوپیڈیا کہہ سکتے ہیں۔ اصل عربی کتاب ۱۱ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کا اردو ترجمہ تین جلدوں میں شائع کیا گیا ہے۔ جلد اوّل ۹۹۲ صفحات' جلد دوم ۸۸۸ صفحات اور جلد سوئم ۱۰۲۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ جو یہاں موجود نہیں ہیں ان تک یہ باتیں پہنچا دینا' ظاہر کرتا ہے کہ مسلمانوں کی ایک تعداد ایسی بھی تھی جو اس دن وہاں موجود نہیں تھی۔

حضرت محمد ﷺ حضرت عیسیٰ u کے ۶۰۰ سال بعد دنیا میں تشریف لائے۔ یوں عیسائیت کے مقابلے میں اسلام ۶۰۰ سال نیا (Yonger) مذہب ہے۔

ایک غیر مسلم مورخ نے اسی حقیقت کو یوں بیان ہے:

The coming of Islam six hundred years after Christ, was the new, powerful impulse. It started as a local event, uncertain in its outcome, but once Muhammad conquered Makkah in 630 AD, it took the southern world by storm. In a hundred years,

---

[1] اسد الغابہ' ابوالحسن علی الجزری ابن اثیر' ج ۱' ص ۹۳' اردو ترجمہ' عبداللہ اکیڈمی لاہور

Islam conquered Alexandria, established a fabulous city of learning in Baghdad and thrust its frontier to the east beyond Isfahan in Persia. By 730 AD the Muslim Empire reached from Spain and Southern France to the borders of China and India. An empire of spectacular strength and grace while Europe lapsed into the Dark Age Muhammad had been firm that Islam was not to be a religion of miracles, it became in intellectual content a pattern of contemplation and analysis. (۱)

حضرت عیسیٰ u کے چھ سو برس بعد اسلام کا ظہور ایک نئی توانا تحریک کے طور پر ہوا۔ اُس کا آغاز ایک مقامی حیثیت سے ہوا اور شروع میں نتائج کے اعتبار سے صورتِ حال غیر یقینی تھی' مگر جب نبی اکرم ﷺ ۶۳۰ء میں جونہی فاتح بن کر مکہ میں داخل ہوئے تو دنیا کے جنوبی حصے میں حیرت انگیز تبدیلی واقع ہوئی۔ ایک صدی کے اندر اسکندریہ فتح ہوا' بغداد اسلامی علم و فضل کا شاندار مرکز بنا اور اسلامی حدوں کی وسعت مشرقی ایران کے شہر اصفہان سے آگے نکل گئی۔ ۷۳۰ء تک اسلامی سلطنت' اندلس اور جنوبی فرانس کو سمیٹتی ہوئی چین اور ہندوستان کی سرحدوں تک جا پہنچی۔ طاقت اور وقار کی اس امتیازی شان کے ساتھ جہاں مسلم سلطنت اپنے عروج پر تھی وہاں یورپ اُس وقت پستی اور تنزل کے تاریک دور سے گزر رہا تھا۔ حضرت محمد ﷺ نے اسلام کو معجزات کے محدود دائرہ میں رکھنے کی بجائے اُسے غور و فکر اور تجزیہ کی نمایاں عقلی و فکری چھاپ عطا کی۔

معروف مبلغ اور مناظر شیخ احمد دیدات اپنی کتاب "The Choice" میں لکھتے ہیں کہ

Chronologically, Islam s six hundred years behind Chnstianity, but amazingly it is a very close second and is catching up fast - the fastest growing religion n the world today.

One Billion the figure is outstanding and the sincerity and practice of the Believers astonishing! (۲)

---

(۱) مقدمہ سیرۃ الرسول' محمد طاہر القادری' ج ۱' ص ۵۷۳-۵۷۴' منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور' ۲۰۱۲ء

بحوالہ: Bronowski, J., The Ascent of Man, pp. 165-166.

(۲) The Choice, Ahmed Deedat, P. 146, Fahil Khar, Saudi Arabia: 1994.

تاریخی لحاظ سے اسلام عیسائیت سے ۶۰۰ سال بعد دنیا میں آیا ہے' لیکن حیرت انگیز طور پر (اس کے پیروکار) قریب ترین دوسرے نمبر پر ہیں اور تیزی سے اس کا (عیسائیت) کا تعاقب کر رہے ہیں۔ دنیا میں سب سے تیزی سے پھیلنے والا دین اسلام ہی ہے۔ ایک ارب (تازہ اعداد و شمار ایک ارب اسی کروڑ) کی تعداد غیر معمولی ہے۔ اسلام کے ماننے والوں کا اخلاص اور ان کا اپنے دین پر عمل پیرا ہونا حیران کن ہے۔

کیا اسلام بزور شمشیر پھیلا؟

انڈونیشیا میں گیارہ کروڑ' ملایا میں ایک کروڑ' جزائر بحر الکاہل میں اسی لاکھ' چین میں آٹھ کروڑ' افریقہ میں بائیس کروڑ مسلمان کہاں سے آ گئے۔ ان ملکوں میں تو نہ اسلامی فوج آئی نہ ہی تلواروں نے اپنی جھنکار دکھائی۔ البتہ علماء' اولیاء' ایماندار تاجر اور اچھے کردار کے مسلمان ضرور گئے اور انہوں نے اپنے اچھے اور مخلص عمل سے ہی لوگوں کو متاثر کیا۔ لوگ اسلام سے قریب آتے گئے اور یہ دین قبول کرتے گئے۔ [1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اپنی تعداد بڑھانے کے لیے نکاح کرو' کیونکہ میں تمہارے ذریعہ دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔ [2]

بھارت کی مشہور قومی رہنما مسز سروجنی نائیڈو کہتی ہیں: قرآن شریف غیر مسلموں سے بے تعصبی اور رواداری سکھاتا ہے۔ اس کے اصول کی پیروی سے دنیا خوشحال ہو سکتی ہے اور دنیا کا آئندہ مذہب اسلام ہوگا۔ [3]

ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور فرماتے ہیں: وہ وقت دور نہیں جب کہ قرآن اپنی مسلمہ صداقتوں اور روحانی کرشموں سے سب کو اپنے اندر جذب کر لے گا۔ وہ زمانہ بھی دور نہیں جب کہ اسلام ہندو مذہب پر غالب آ جائے گا اور ہندوستان میں ایک ہی مذہب ہوگا۔ [4]

---

[1] نور سرمدی' محمد فتح اللہ گولن' ص ۳۷۸' ہارمنی پبلی کیشنز' اسلام آباد' ۲۰۱۳ء بحوالہ فیض القدیر' المناوی' ج ۳' ص ۲۶۹

[2] سنن ابن ماجہ' ج ۱' ص ۵۹۲' رقم: ۱۸۴۶

[3] سیارہ ڈائجسٹ' قرآن نمبر' ج ۳' ص ۳۵۵' لاہور' مئی ۲۰۱۳ء

[4] ایضاً' ص ۳۵۴

The Rev. Canon Isac Taylor said that over a large portion of the world Islamism as a missionary religion is more successful than Christianity.

The faith of Islam extends from Morocco to Java, from Zanzibar to China and is spreading across Africa with giant strides. It has acquired a footing on the Congo and the Zambesi, while Uganda, the most powerful of the negro states, has just become Mohammedan. In India, Western civilization which is sapping Hinduism, only prepares the way for Islam. Of the 255 millions in India, 50 millions are already Moslems and of the whole population of Africa more than half. It is not the first propagation of Islam that has to be explained, but it is the permanency with which it retains its hold upon its converts. [1]

معروف پادری کینن آئیزک ٹیلر کہتا ہے کہ دنیا کے ایک وسیع حصہ میں تبلیغی اعتبار سے عیسائیت کے مقابلے میں اسلام زیادہ کامیاب مذہب ہے۔ دین اسلام مراکش سے لے کر جاوا (انڈونیشیا)، زنزیبار سے لے کر چین تک اور پورے افریقہ تک سیلاب کی طرح پھیل رہا ہے۔ اسلام نے کونگو اور زمبیسی میں اپنی جڑیں جمالی ہیں۔ یوگنڈا جو کہ سیاہ فام ممالک میں سب سے طاقتور ملک ہے میں بھی اسلام اپنا اثر ونفوذ بڑھا رہا ہے۔ بھارت جہاں کہ مغربی تہذیبیں اپنی عملداری بڑھانے کی سرتوڑ کوششیں کررہی ہیں دراصل اسلام کی راہ ہموار کر رہی ہیں۔ ساڑھے پچیس کروڑ آبادی کے ملک بھارت (آج ۱ ارب ۳۵ کروڑ) میں مسلمان ۵ کروڑ (آج ۱۷ کروڑ ۷۰ لاکھ) ہیں۔ اسی طرح افریقہ کی مجموعی آبادی کا نصف سے زائد حصہ مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ میں نے صرف اسلام کے پھیلاؤ کی ہی وضاحت نہیں کی ہے، بلکہ اسلام نئے مسلمانوں پر اپنا اثر ونفوذ برقرار رکھنے کے معاملے میں بھی مستقل مزاج واقع ہوا ہے۔

ایک امریکی رین کراس نے ۱۹۳۹ء میں رسالہ کرنٹ ہسٹری (The Current History) میں دنیائے اسلام کی بیداری کے زیر عنوان لکھا ہے:

---

[1] Muhammad The Glory of the Ages، ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن انصاری، ص ۱۵۳، ڈی بی ایف سیرت ریسرچ سینٹر کراچی، ۲۰۱۷ء

ہر جمعہ کے روز نیو یارک کے پچیس ہزار مسلمان رو بہ قبلہ ہو کر نماز باجماعت ادا کرتے ہیں اور یہ صرف نیو یارک میں نہیں ہوتا' بلکہ دنیا بھر کے مسلمان جو مراکو سے لے کر جزیرہ سندا تک اور مڈغاسکر سے لے کر منگولیا تک پھیلے ہوئے ہیں ہر جمعہ کے دن اکٹھے ہو کر ایک خدا کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں۔ جزائر فلپائن میں' مصر کی یونیورسٹیوں میں' مشرقی ایوان ہائے حکومت اور تاتاری خانہ بدوشوں کے خیمہ میں' یوگوسلاویہ کی پارلیمنٹ کے بنچوں پر' افریقہ کی گونڈ کوسٹ کی نو آبادی میں' حبشیوں کی جھونپڑیوں میں' غرض ہر جگہ اور ہر وقت یہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ اسلام اور اس کے پیرو ازسر نو جدید زندگی اور طاقت حاصل کر رہے ہیں۔

اسلام کی طاقت کا پہلا سنگ بنیاد تو اس کی مذہبی یگانگت وقوت ہے۔ لیکن دوسرا اہم ترین ذریعہ اس کی بے مثال قوت تولید میں مضمر ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ایشیا کی بیشتر اقوام کی شرح پیدائش کافی ہے' لیکن مسلمان تو خرگوش کی طرح اس سرعت سے بڑھ رہے ہیں کہ اس کا اندازہ کرنا محال ہو رہا ہے۔ بطور مثال کے مصر کو دیکھئے اس کی آبادی اس تیزی سے بڑھ رہی ہے کہ صرف ایک صدی میں وہ چوگنا ہو جائے گا اور اگر ترقی کی یہی رفتار جاری رہی تو ماہرین حساب کا بیان ہے کہ چار سو پچیس برس کے عرصہ میں مصر کی آبادی اتنی بڑھ جائے گی جتنی اس وقت دنیا بھر کی ہے۔ [1]

دنیا بھر میں بالعموم اور امریکہ میں بالخصوص اسلام سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا دین ہے۔ اس بارے میں درج ذیل مشاہدات توجہ طلب ہیں:

Islam is the fastest-growing religion in America, a guide and pillar of stability for many of our people... (Hillary Rodham Clinton, Los Angeles Times). [2]

اسلام امریکہ میں سب سے تیزی سے پھیلنے والا دین ہے۔ یہ دین ہمارے عوام کے لیے رہنما اور ان کے استحکام کے لیے ستون کی حیثیت رکھتا ہے۔

Moslems are the world's fastest-growing group... (The

---

[1] نقوش' رسول نمبر' ج ۹' ص ۳۶۱' ادارہ فروغ اردو' لاہور' ۱۹۸۳ء

[2] Larry B. Stammer, Times Religion Writer, First Lady Breaks Ground With Muslims, Los Angeles Times, Home Edition, Metro Section, Part B, May 31,1996,P.3

Population Reference Bureau, USA Today). [1]

مسلمان دنیا میں سب سے تیز پھیلنے والا گروہ ہے۔

....Islam is the fastest-growing religion in the country. (Geraldine Baum; Newsday Religion Writer, Newsday). [2]

اسلام ملک (امریکہ) میں سب سے تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے۔

Islam, the fastest-growing religion in the United States... (Ari L. Goldman, New York Times). [3]

اسلام امریکہ میں سب سے تیز وسعت پذیر مذہب ہے۔

Great numbers of Americans have entered the fold of Islam. They are from different classes: the rich, the poor, the educated and the illiterate. Today, there are about five and a half mill on Musl ms in the United States. [4]

کثیر تعداد میں امریکیوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ ان کا تعلق مختلف طبقات سے ہے: امیر و غریب، تعلیم یافتہ اور ان پڑھ۔ آج امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً ۵۵ لاکھ (موجودہ ۶۸ لاکھ) ہے۔

Islam is the fastest growing religion in the world. The overall increase of all the sects and denominations of Christianity was a staggering 138 per cent with the incredible increase of Islam by 235 per cent in the same period of time of half-a-century. It is further affirmed that in Britain and the United States of America, Islam is the fastest growing faith. It is said that in Britain "There are more Muslims than Methodists in the country." You have a right to ask, "What sword?" The answer is "The sword indeed!" (Thomas Carlyle) It is the sword

---

[1] Timothy Kenny, Elsewhere n the World, USA Today, Final Edition, News Sections, February 17,1989,P.4A.

[2] Geraldine Baum, For Love of Allah, Newsday, Nassau and Suffolk Edition, Part II, March 7,1989,P.4

[3] Ari L. Goldman, Mainstream Islam Rapidly Embraced By Black Americans. New York Times, Late City Final Ed tion, February 21,1989,P.1

[4] The world Almanac and Book of Facts 1996,Famighetti, P.644

of the intellect! It is the fulfilment of yet another prophecy. [1]

اسلام دنیا میں سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا دین ہے۔ مجموعی طور پر تمام مسیحی فرقوں کے ماننے والوں کی تعداد میں اضافہ ۱۳۸ فیصد ہے' جب کہ نصف صدی میں مسلمانوں کی تعداد میں حیرت انگیز طور پر ۲۳۵ فیصد اضافہ نوٹ کیا گیا ہے۔ مزید برآں یہ بات بھی تسلیم کی گئی ہے کہ برطانیہ اور امریکہ میں سب سے تیز وسعت پذیر مذہب اسلام ہے۔ یہ بات کہی گئی ہے کہ برطانیہ میں کٹر مذہبی عیسائیوں سے زیادہ مسلمان ہیں۔ آپ یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ آخر ایسا کیوں ہے؟ کیا طاقت یا تلوار کے زور پر؟ تھامس کارلائل کے الفاظ میں ''یقیناً تلوار ہی کے زور پر''۔ مگر تلوار کی یہ زور آوری دراصل فہم وفراست کی قوت ہے' پیغمبرانہ الہامی گفتگو کی تکمیل ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے مغرب میں اسلام کی کشش' پذیرائی' قبولیت اور وسعت پذیری کی حیرت انگیز وجہ بیان کی ہے۔ وہ تمام افراد جو انفرادی طور پر اور وہ تمام ادارے جو اجتماعی حیثیت میں تبلیغی کام کر رہے ہیں ان کے لیے لازم ہے کہ وہ اس تحقیق وانکشاف پر اپنی توجہ کو مرکوز کریں:

آج یورپ اور امریکہ کو ہم نہ اپنے علم سے مرعوب کر سکتے ہیں اور نہ اپنی کمانوں کے تکلوں سے' اس کے باوجود ہر روز کثرت سے فرنگی مسلمان ہو رہے ہیں۔ انگلستان' فرانس' جرمنی' سوئٹزرلینڈ' ہالینڈ' بلجیئم' ڈنمارک' شمالی وجنوبی امریکہ کوئی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے پتا چلایا کہ ان کا ننانوے فیصد حصہ تصوف اور صوفیاء کی تعلیم کے باعث اسلام قبول کر رہا ہے' عقل پرستوں کی لایعنی تفسیروں اور تحریروں کے باعث نہیں۔ مسدس صوفیہ کی چیزیں اب آہستہ آہستہ فرنگی زبانوں میں ترجمہ یا تالیف ہو رہی ہیں۔ میں خود عقلیت کا دلدادہ تھا' یہاں آ کر اپنی ہار ماننی پڑی۔ اسلام دل کے راستے سے ہی پھیل سکتا ہے۔ دل را بدل رہیست۔ دل کی زبان میں جو تاثیر ہے' جو سحر ہے وہ کسی اور چیز میں نہیں۔ [2]

---

[1] The Choice, Ahmed Deedat, P. 132,Fahil Khair, Saudi Arabia: 1994

[2] نگارشات ڈاکٹر محمد حمید اللہ' محمد عالم مختار حق' حصہ دوم' ص ۱۲۰ الفیصل بکس لاہور ۲۰۰۳ء

ایک اور اہم نکتہ جو قابل توجہ اور نوٹ کرنے کے قابل ہے وہ یہ کہ دیگر مذاہب کے پیروکاروں کی اکثریت اپنے مذہب کے ساتھ اتنی مضبوطی سے جڑی ہوئی نہیں ہے جتنی مضبوطی کے ساتھ اسلام کا ماننے والا اپنے مذہب سے جڑا ہوا ہے۔ چرچ میں عیسائی ہفتہ میں ایک دن بھی مشکل ہی سے جاتے ہیں۔ کچھ مستثنیات کو چھوڑ کر مسلمان ایک دن میں پانچ مرتبہ سال کے ۳۶۵ روز سربسجود ہوتا ہے وہ اپنے مذہبی احکامات کا زیادہ پابند اور عامل ہے۔

گویا دنیا میں غیر مخلص عیسائی غیر مخلص مسلمانوں سے زیادہ ہیں۔ لیکن دنیا میں عامل مسلمان عامل عیسائیوں سے زیادہ ہیں۔

"Thomas Carlyle" اپنی مشہور کتاب "Heroes and Heroworship" میں بھی اعتراف کرتا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کا پیروکار اپنے دین کے ساتھ زیادہ مضبوطی سے جڑا ہوا اور اپنے دین پر زیادہ استقامت کے ساتھ عمل پیرا ہے:

Look not at the falsehood of it, look at the truth of it. For these twelve centuries, it has been the religion and life-guidance of the fifth part of the whole kindred of Mankind. Above all things, it has been a religion heartily believed. These Arabs believe their religion and try to live by it. No Christinas, since the early ages, or only perhaps the English Puritans in modern times, have ever stood by their faith as the Moslem do by theirs, - believing it wholly, fronting Time with it and Eternity with it. [1]

اس کی (اسلام کی) خامیوں کی طرف مت دیکھئے بلکہ اس کی اچھائیوں کی طرف نظر کیجئے یہ دنیا کی کل آبادی کے پانچویں حصہ کا دین اور ضابطۂ حیات رہا ہے۔ ہر چیز سے قطع نظر اس دین پر دل سے یقین کیا گیا ہے۔ یہ عرب (مسلمان) اپنے دین پر ایمان رکھتے ہیں اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کوئی بھی عیسائی خواہ اس کا تعلق قرون اولی سے ہو یا پھر جدید دور کے پیوری ٹین فرقہ سے ان کی وابستگی اپنے دین سے کبھی بھی ویسی نہیں رہی ہے جیسی کہ مسلمانوں کی اپنے دین سے رہی ہے یعنی یقین کامل اس کے اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرنا

---

[1] Heroes and Hero-worship, Thomas Carlyle, P. 104, Henry Altemus, Philadelphia: 1899.

اور اس میں ہمیشگی اختیار کرنا۔

دنیا کے کل ۱۹۶ ممالک میں ۵۱ مسلم اکثریتی ممالک ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ ایسے ممالک بھی ہیں جہاں مسلمان اکثریت میں تو نہیں، مگر وہ ملکی آبادی کا قابل قدر حصہ ہیں۔ یعنی کہیں لاکھوں اور کہیں کروڑوں میں ہونے کے باوجود وہ اکثریت میں نہیں ہیں۔ مثلاً بھارت میں آج (۲۰۱۷ء) ۱۸۹۰۰۰۰۰۰ مسلمان آباد ہیں، مگر وہ اکثریت میں نہیں ہیں۔

اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی کل تعداد ایک ارب اسی کروڑ (۱۸۰۰۰۰۰۰۰۰) ہے۔ وہ خطے جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں ان میں وسطی ایشیا، انڈونیشیا، مشرق وسطی، شمالی افریقہ، "SAHEL" اور ایشیا کے کچھ مزید علاقے شامل ہیں۔ مغربی یورپی ممالک میں اسلام عیسائیت کے بعد دوسرا بڑا مذہب ہے۔

"CNBC" کی رپورٹ کے مطابق آج تناسب کے اعتبار سے عیسائی مائیں سب سے زیادہ بچوں کو جنم دیتی ہیں، مگر ۲۰۳۵ء میں یہ تناسب تبدیل ہو جائے گا اور مسلمان مائیں زیادہ بچوں کو جنم دیا کریں گی۔ ۲۰۱۰ء اور ۲۰۱۵ء کے درمیانی عرصہ میں ۲۲ کروڑ ۳۰ لاکھ عیسائی بچے پیدا ہوئے جبکہ اسی عرصہ میں ۲۱ کروڑ ۳۰ لاکھ مسلمان بچوں نے جنم لیا۔ ۲۰۳۵ء میں یہ صورتحال تبدیل ہو جائے گی اور پانچ سالوں کے دوران ۲۲ کروڑ ۵۰ لاکھ مسلمان بچے پیدا ہوں گے جبکہ اسی عرصہ میں ۲۲ کروڑ ۴۰ لاکھ عیسائی بچے جنم لیں گے۔ [1]

"PEW RESEARCH CENTER" کی رپورٹ

یہ ادارہ امریکی دارالحکومت واشنگٹن میں واقع ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ یہ ایک تحقیقاتی ادارہ (Fact Tank) ہے۔ اس کا دائرہ کار امریکی سیاست و انتخابات، مذاہب عالم، سماجی مسائل و رجحانات، عالمی آبادی، شرح نمو، معاشیات، خارجہ امور، صحت، بین الاقوامی ادارے، خانگی امور، خبر و میڈیا اور سماجیت جیسے شعبوں پر مشتمل ہے۔

اس ادارے کی تحقیق پر مشتمل رپورٹ جسے ۲۳۴ ممالک میں ۹ سالہ تحقیق کے بعد

[1] www.cnbc.com/2017/04/06/islam-to-become-the-worlds-largest-religion-as-muslim-births-increase.html

مرتب کیا گیا ہے اور جو ۲۰۱۷ء میں شائع ہوئی ہے کو دنیا کے بیشتر اخبارات اور نشریاتی اداروں نے اپنی خبروں' اداریوں اور رپورٹس کا موضوع بنایا ہے۔ ذیل میں ہم "CNN" "USA TODAY"اور روزنامہ جنگ کراچی میں شائع ہونے والی تفصیلات کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں:

☆ ۲۰۱۰ء میں عیسائی ۲ ارب ۲۰ کروڑ اور مسلمان ۱ارب ۶۰ کروڑ تھے۔

☆ اسلام دنیا کا سب سے زیادہ تیزی سے قبول کیا جانے والا دین ہے۔ مسلمانوں میں شرح نمو بھی سب سے زیادہ ہے۔ لہٰذا دنیا میں مسلمانوں کی تعداد اور تناسب میں نمایاں اضافہ ہو رہا ہے۔

☆ ۲۰۵۰ء میں عیسائی اور مسلمان آبادی قریب قریب مساوی ہو جائے گی۔

☆ ۲۰۷۰ء میں دنیا کی تاریخ میں پہلی بار اسلام کے ماننے والے کسی بھی دوسرے مذہب کے ماننے والوں سے زیادہ ہو جائیں گے۔ یہ انسانی تاریخ کا سنگ میل ہوگا' کیونکہ اسلام عیسائیت کے مقابلہ میں چھ سو سال بعد کا مذہب ہے۔

☆ مسلم آبادی میں تیزی سے اضافہ کے باعث ۲۰۵۰ء میں دنیا میں مسلمانوں کی آبادی ۲ ارب ۷۶ کروڑ ہو جائے گی۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس سال دنیا کے ہر دس میں سے چھ یا تو مسلمان ہوں گے یا عیسائی اور شاید انسانی تاریخ میں پہلی بار عیسائی اور مسلمان آبادی قریب قریب مساوی ہو جائے گی۔

☆ اس عرصہ میں دنیا کے تمام ہی اہم مذاہب کے ماننے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا' مگر مسلمان آبادی میں نوجوانوں کے زیادہ تناسب اور شرح نمو کے باعث حیرت انگیز طور پر ۷۳ فیصد کا اچھال آئے گا' جبکہ اسی عرصہ میں عیسائی آبادی میں اضافہ ۳۵ فیصد ہوگا۔ یہودیوں اور ہندوؤں کے ہاں بھی شرح نمو زیادہ ہے' مگر ان کا شرح نمو دنیا کے اوسط شرح نمو سے کم یعنی ۲.۵' عیسائیوں میں ۲.۷ اور مسلمانوں میں ۳.۱ بچے فی ماں رہے گا۔

☆ اگلی نصف صدی دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ کی رفتار دگنی ہوگی۔ نتیجتاً برطانیہ' فرانس اور آسٹریا جیسے ممالک عیسائی اکثریتی ممالک کی حیثیت کھو بیٹھیں گے۔

☆ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں بھی عیسائی آبادی ۷۸ فیصد سے گھٹ کر ۶۶ فیصد پر آ جائے گی' جبکہ مسلمان یہودیوں سے تعداد میں بڑھ جائیں گے اور سب سے بڑی غیر عیسائی برادری بن جائیں گے۔

☆ یورپ میں ۱۰ فیصد سے زائد مسلمان ہوں گے اور یورپ میں عیسائیوں کی کل تعداد میں ۱۰ کروڑ کی کمی واقع ہو جائے گی۔

☆ تعداد کے اعتبار سے سب سے بڑی مسلم آبادی انڈونیشیا سے تبدیل ہو کر بھارت میں ہوگی' مگر پھر بھی یہاں ہندو اکثریت میں ہوں گے۔

☆ ۵۱ ممالک جن میں میسی ڈونیا اور نائیجیریا بھی شامل ہیں ۵۰ فیصد سے زائد آبادی مسلمان ہوگی۔[1]

درج بالا تحقیق' اعداد و شمار اور تجزیہ سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ باوجود یہ کہ اسلام عیسائیت کے مقابلے میں چھ سو سال نیا (Yonger) مذہب ہے' اسلام کے خلاف میڈیا میں زہریلا پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے۔ مگر اسلام کے ماننے والے دن بہ دن بڑھ رہے ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو مسلمانوں میں شرح نمو کا زیادہ ہونا ہے' مگر اس کی دوسری اہم وجہ اسلامی تعلیمات اور دین اسلام میں پوشیدہ توانائی اور قبولیت عام حاصل کرنے کی صلاحیت ہے۔ اس صلاحیت نے بہت سے قلوب و اذہان کو نہ صرف راغب کیا ہے' بلکہ اپنا گرویدہ بنایا ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ میں روز قیامت اپنی امت کی کثرت پر فخر کروں گا۔ اس گفتگو کا خلاصہ یہ ہوگا کہ آنے والی صدی (بلکہ صدیاں) اسلام کی صدی ہے۔

---

[1] (الف)Islam Projected to be World's largest religion by 2070, USA TODAY, April 02,2015.
(ب)The World's Fastest-Growing Religion is... Daniel Brook, CNN relig on editor, CNN, April 03,2016.
(ج) روزنامہ جنگ' کراچی' ادارتی نوٹ' ۳ مارچ ۲۰۱۷ء

جو چیز آپ ﷺ سے جڑی امر ہوگی

پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ تاریخ انسانی کی وہ واحد شخصیت ہیں جن کی زندگی کے ایک ایک لمحے کو محفوظ کیا گیا اور جن کی ایک ایک ادا کو ریکارڈ کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کی نشست و برخاست' آپ ﷺ کا سونا و جاگنا' آپ ﷺ کا چلنا و پھرنا' آپ ﷺ کی پسندیدگی و خفگی کی تفصیلات کو احادیث اور کتب سیرت میں محفوظ کر لیا گیا۔ ہر وہ شخص اور ہر وہ چیز جو آپ ﷺ سے جڑی وہ بھی محفوظ کر لی گئی۔ غرض یہ کہ آپ ﷺ سے وابستہ ہر شے نہ صرف محفوظ کی گئی' بلکہ تاریخ کے صفحات میں امر ہوگئی۔

آپ ﷺ کے والدین' آباء و اجداد' صاحبزادے' صاحبزادیاں' چچا' پھوپھیاں' رضاعی امہات' رضاعی بھائی بہنیں' ازواج مطہرات' کنیزیں' باندیاں' آزاد کردہ باندیاں' خدام' محافظین' قاصد' عمال' کاتبان وحی' مؤذن' خطیب' شعراء' شاعرات' حدی خواں' صحابہ کرام' غلام' آزاد کردہ غلام' آپ سے وابستہ شہر' زیر استعمال رہنے والے جانور' مویشی' اسلحہ اور آلات حرب' لباس' برتن' انگشتری' جبہ' موزے' عمامہ' نعلین پاک' خوشبوئیں' برتن' پسندیدہ کھانے' ناپسندیدہ کھانے (لہسن' پیاز)' تابعین' تبع تابعین اور پانچ لاکھ اسماء الرجال کا تذکرہ' غرض یہ کہ آپ ﷺ سے وابستہ ہر شخصیت اور آپ ﷺ سے جڑی ہوئی ہر چھوٹی بڑی چیز محفوظ کر لی گئی' ریکارڈ کر لی گئی اور دستاویزات کے ذریعہ آنے والی نسلوں تک منتقل کر دی گئی۔ چشم فلک نے یہ منظر اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا کہ کسی ذات سے وابستہ جزئیات کو اتنی اہمیت ملی ہو' انہیں اتنا متبرک جانا گیا ہو اور عقیدت کے ساتھ انہیں محفوظ کر لیا گیا ہو۔

چکی کے پاٹن دیکھ کر اور دیا کبیرا روئے
جو پاٹن میں آگیا سو ان میں بچ نہ کوئے
چکی چکی سب کہیں اور کیلی کہے نہ کوئے
جو کیلی سے لاگا اس کا بال نہ بیکا ہوئے

آپ ﷺ نے غلاموں کو مولا' چرواہوں کو حکمران اور بلال حبشی جیسے مظلوم غلام کو عزت

وعظمت کا حامل بنا دیا۔ خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظم t انہیں سیدنا بلال کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے۔

شجرہ مبارک

بعض علماء نے آپ ﷺ کا نسب مبارک حضرت آدم U تک بیان کیا ہے اور بعض نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ U تک۔ لیکن درست قول یہ ہے کہ حضرت عبداللہ سے لے کر حضرت معد بن عدنان تک آپ ﷺ کا شجرۂ نسب محقق ہے، کیونکہ خود نبی کریم ﷺ نے شجرۂ مبارک کے اسماء گرامی یہاں تک ہی بیان فرمائے ہیں:

نبی اکرم ﷺ جب نسب بیان فرماتے تو معد بن عدنان بن اُدد تک بیان کر کے رک جاتے تھے۔ آگے کا نسب نامہ بیان نہیں فرماتے تھے۔ [1]

نسب نبوی کا دوسرا حصہ معد بن عدنان سے حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم A تک ہے۔ مگر اس حصہ نسب کی درمیانی کڑیوں کے بارے میں اختلاف ہے۔

معد سے لے کر حضرت اسمٰعیل U تک تیس چالیس کے قریب آباء واجداد ہیں۔ [2]

شجرۂ مبارک بیان کرنے والے تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ عدنان حضرت اسماعیل U کی اولاد میں سے تھے یعنی آپ ﷺ کا نسب مبارک حضرت اسماعیل U سے جا ملتا ہے۔

آپ ﷺ سے وابستہ افراد اور جد امجد کی تفصیلات تاریخ کے صفحات میں محفوظ کر لی گئی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ سے لے کر آپ کے جد امجد عدنان تک اہم اور بنیادی امور سے متعلق ہر ایک چیز محفوظ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی دادیاں کون تھیں، نانیاں کون تھیں، پھوپھیاں کون تھیں؟ یہ سب معلومات علم الانساب کی کتابوں میں ملیں گی۔ [3]

گویا حضور ﷺ کی حضرت عبداللہ t سے لے کر حضرت عدنان تک اجداد میں

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۵۶

[2] ایضاً

[3] محاضرات حدیث، ڈاکٹر محمود احمد غازی، ص ۶۴، الفیصل، لاہور، ۲۰۱۲ء

اکیس پشتیں ہیں۔

عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم، بن عبدمناف، بن قصی، بن کلاب، بن مرۃ بن کعب، بن لوئی، بن غالب، بن فہر الملقب بہ قریش، بن مالک، بن نضر، بن کنانۃ بن خزیمہ، بن مدرکہ بن الیاس، بن مضر، بن نزار، بن معد، بن عدنان۔ [1]

یہاں تک (درجہ بالا) سلسلہ نسب میں ارباب سیر اور اصحاب انساب سب کا اتفاق ہے اور اس سے اوپر معلوم و صحیح نہیں ہے۔ (البتہ) اس میں اتفاق ہے کہ حضور اکرم ﷺ اولاد حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہیں اور حضرت ابراہیم، حضرت نوح، حضرت ادریس صلوات اللہ علیہم وسلامہ آپ کے اجداد میں ہیں۔ [2]

عدنان سے اوپر حضرت آدم علیہ السلام تک آپ ﷺ کے اجداد کے معاملے میں اختلاف موجود ہے، کہیں ناموں میں فرق ہے، کہیں مقدم و مؤخر ہیں۔ لیکن حضرت اسماعیل، حضرت ابراہیم، حضرت ہود، حضرت نوح، حضرت ادریس، حضرت شیث صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا حضور ﷺ کے اجداد ہونا بلا شک و ریب ہے اور اس میں کسی کو کسی قسم کا کوئی کلام نہیں۔ [3]

والد : حضرت عبداللہ

والدہ : حضرت آمنہ

دادا : حضرت عبدالمطلب (ان کا نام شیبہ تھا اور کنیت ابوالحارث)

دادی : فاطمہ

نانا : وہب بن عبدمناف

نانی : برہ بنت عبدالعزی

---

[1] (الف) تاریخ طبری، ابی جعفر بن محمد بن جریر طبری، اردو ترجمہ، ج ۲، ص ۲۶۔۴۳، نفیس اکیڈمی کراچی، ۲۰۰۴ء۔

(ب) الروض الانف، عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی، اردو ترجمہ، ج ۱، ص ۳۳۔۴۱ اور ۲۲۴۔۲۵۵، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۵ء

[2] مدارج النبوت، شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی، اردو ترجمہ، ج ۲، ص ۱۸، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۸ء

[3] مولائے کل، محمد لطیف زار نوشاہی، ص ۲۴۳، ادارہ معارف نوشاہیہ لاہور، ۲۰۱۵ء

آپ ﷺ کے چچا

(۱) حضرت زبیر

(۲) حضرت ابوطالب (ان کا نام عبدمناف تھا)

(۳) عبدالکعبہ (بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے)

(۴) حضرت حمزہ

(۵) مقوم

(۶) حجل (اصل نام مغیرہ)

(۷) حضرت عباس

(۸) ضرار

(۹) حارث (حضرت عبدالمطلب کی اولاد میں سب سے بڑے تھے اور ان ہی کی وجہ سے عبدالمطلب کی کنیت ابوالحارث تھی)

(۱۰) قثم

(۱۱) عبدالعزیٰ (کنیت ابولہب)

(۱۲) غیداق (اصل نام نوفل) [1]

حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ بی بی آمنہ ۲ کا نسب پاک

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ بی بی آمنہ ۲ کا نسب پاک (ان کا ددھیالی اور ننھیالی) بھی محفوظ ہے۔ علامہ کلبی سیرت ابن ہشام کے حوالے سے لکھتے ہیں:

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت آمنہ ۲ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر تھا۔ حضرت آمنہ ۲ کی والدہ کا نام برہ بنت عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر تھا۔ حضرت آمنہ ۲ کی نانی کا نام ام حبیب بنت

---

[1] نوٹ: (الف) آپ ﷺ کے چچاؤں میں حضرت حمزہ اور حضرت عباس مشرف بہ اسلام ہوئے۔
(ب) ان میں حضرت عبداللہ (آپ ﷺ کے والد)، حضرت ابوطالب اور حضرت زبیر سگے بھائی (جن کی ماں ایک تھیں یعنی فاطمہ بنت عمرو مخزومیہ) تھے۔

اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر تھا۔ اُم حبیب کی والدہ کا نام برہ بنت عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر تھا۔ [1]

بی بی آمنہ i اور حضرت عبداللہ t دونوں کے نسب کلاب بن مرہ میں جا کے مل جاتے ہیں۔ [2]

پھوپھیاں

عاتکہ' امیمہ' اروی' ام حکیم بیضاء' برہ' صفیہ۔

چچی

ام فضل' ام جمیل۔

چچازاد اور خالہ زاد (Cousins) وغیرہ

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس	چچازاد بھائی
(۲) حضرت جعفر طیار	چچازاد بھائی
(۳) حضرت عقیل	چچازاد بھائی
(۴) حضرت علی	چچازاد بھائی
(۵) قثم	چچازاد بھائی
(۶) متصل	چچازاد بھائی
(۷) معبد	چچازاد بھائی
(۸) عتبہ بن ابولہب	چچازاد بھائی
(۹) عتیبہ بن ابولہب	چچازاد بھائی
(۱۰) ابوعلی	چچازاد بھائی
(۱۱) نوفل بن حارث	چچازاد بھائی

---

[1] الروض الانف' عبدالرحمن بن عبداللہ سہیلی' اردو ترجمہ ج ۱' ص ۲۵۶-۲۵۷' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور' ۲۰۰۵ء

[2] اسد الغابہ' امام ابی الحسن علی الجزری ابن اثیر' ج ۱' ص ۴۳' اردو ترجمہ' عبداللہ اکیڈمی لاہور

(۱۲) طلیب بن ابو طالب	چچازاد بھائی
(۱۳) جمانہ	چچازاد بہن
(۱۴) ماجہ	چچازاد بہن
(۱۵) امامہ	چچازاد بہن
(۱۶) عمارہ	چچازاد بہن
(۱۷) ام حبیب	چچازاد بہن
(۱۸) اُم ہانی	چچازاد بہن
(۱۹) عامر بن اُم حکیم بیضاء	پھوپھی زاد بھائی
(۲۰) ابو سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد مخزومی	پھوپھی زاد بھائی
(۲۱) زبیر بن العوام	پھوپھی زاد بھائی
(۲۲) عبداللہ بن اُمیہ	پھوپھی زاد بھائی
(۲۳) طلیب بن عُمیر	پھوپھی زاد بھائی
(۲۴) زینب بنت جحش	پھوپھی زاد بہن

ازواج مطہرات

(۱) حضرت خدیجہ بنت خویلد ؓ

(۲) حضرت زینب بنت خزیمہ ؓ ام المساکین

(۳) حضرت صفیہ بنت حیی ؓ

(۴) حضرت سودہ بنت زمعہ ؓ

(۵) حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابی ابکر صدیق ؓ

(۶) حضرت حفصہ بنت عمر ؓ

(۷) حضرت اُم سلمٰی بنت ابی اُمیہ ؓ

(۸) حضرت زینب بنت جحش ؓ

(۹) حضرت جویریہ بنت حارث ؓ (پہلے آپ کا نام برہ تھا)

(۱۰) حضرت اُم حبیبہ بنت ابوسفیان ؓ

(۱۱) حضرت میمونہ بنت حارث r

کنیزیں (باندیاں)

(۱) حضرت ماریہ قبطیہ r

(۲) حضرت ریحانہ بنت شمعون قرظیہ r

(۳) حضرت نفیسہ r

(۴) حضرت جمیلہ r

حضرت خدیجہ r کا نسب

آپ کا نسب نامہ یوں بیان کیا جاتا ہے: خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ بن الاصم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوی بن غالب بن فہر۔ فاطمہ کی والدہ کا نام ہالہ بنت عبد مناف بن حارث بن عمرو بن منقذ بن عمرو بن معیص بن عامر بن لوی بن غالب بن فہر تھا۔ ہالہ کی والدہ کا نام قلابۃ بنت سعید بن سعد بن سہم بن عمرو بن حصیص بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر تھا۔[1]

گویا حضرت خدیجہ r کا نسب شریف قصی بن کلاب پر سید الانبیاء u کے نسب پاک سے جا ملتا ہے۔ یعنی خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب اور دوسری جانب سلطان کائنات ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب۔[2]

آپ ﷺ کے خسر

(۱) خویلد بن اسد (والد سیدہ خدیجۃ الکبریٰ r)

(۲) سیدنا ابوبکر صدیق t (والد سیدہ عائشہ صدیقہ r)

(۳) زمعہ بن قیس (والد سیدہ سودہ r)

(۴) خزیمہ بن حارث (والد سیدہ زینب بنت خزیمہ r)

---

[1] الروض الانف، عبدالرحمن بن عبداللہ سہیلی، اردو ترجمہ، ج۱، ص۲۱۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۵ء

[2] مولائے کل، محمد لطیف زار نوشاہی، ص۲۷۸، ادارہ معارف نوشاہیہ لاہور، ۲۰۱۵ء

(۵) ابی اُمیہ سہیل بن مغیرہ (والد سیدہ اُم سلمہ r)

(۶) جحش بن رباب (یا رائب) (والد سیدہ زینب بنت جحش r)

(۷) سیدنا حضرت عمر فاروق t (والد سیدہ حفصہ r)

(۸) حارث بن ابی ضرار t (والد سیدہ جویریہ r)

(۹) حارث بن حزن (والد سیدہ میمونہ r)

(۱۰) حیی بن اخطب (والد سیدہ صفیہ r)

(۱۱) حضرت ابو سفیان بن حرب t (والد سیدہ اُم حبیبہ r)

داماد رسول ﷺ

(۱) حضرت ابو العاص بن ربیع t (شوہر حضرت سیدہ زینب r)

(۲) سیدنا حضرت عثمان غنی t (شوہر سیدہ رقیہ r اور سیدہ ام کلثوم r)

(۳) سیدنا حضرت علی مرتضیٰ t (شوہر سیدہ فاطمہ r)

اولاد پاک

بیٹے

(۱) حضرت قاسم t (انہی کی وجہ سے آپ ﷺ کی کنیت ابو القاسم ہے)

(۲) حضرت عبداللہ t (حضرت عبداللہ کے القاب طاہر اور طیب بھی ہیں)

(۳) حضرت ابراہیم t

نوٹ: بعض کے نزدیک حضرت قاسم کا نام طاہر اور حضرت عبداللہ کا نام طیب ہے۔

بیٹیاں

(۱) حضرت زینب r

(۲) حضرت اُم کلثوم r

(۳) حضرت رقیہ r

(۴) حضرت فاطمہ r

نوٹ: حضرت ابراہیم t کے علاوہ باقی تمام اولادیں حضرت خدیجۃ الکبریٰ r کے بطن سے تھیں، جبکہ حضرت ابراہیم t حضرت ماریہ قبطیہ r کے بطن سے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے اور نواسیاں

(۱) حضرت سیدنا علی بن ابو العاص t

(۲) حضرت امامہ r (بنت ابو العاص بن ربیع t)

(۳) حضرت عبداللہ بن عثمان t

(۴) حضرت سیدنا امام حسن t (بن علی t)

(۵) حضرت سیدنا امام حسین t (بن علی t)

(۶) حضرت سیدنا امام محسن t (بن علی t)

(۷) حضرت زینب r (بنت علی t)

(۸) حضرت ام کلثوم r (بنت علی t)

رضائی مائیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کل آٹھ خواتین کا دودھ پیا۔ ان میں والدہ ماجدہ بی بی آمنہ r کے علاوہ حلیمہ سعدیہ، ثویبہ، اُم ایمن، شفاء اور عاتکہ شامل ہیں۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے والی قبیلہ بنی سلیم کی تین مختلف خواتین کا نام عاتکہ ہے)۔

رضائی بہن بھائی

(۱) حلیمہ سعدیہ کی اولادیں: عبداللہ، انیسہ، صدیقہ، شیما (جدامہ)

(۲) حضرت ثویبہ نے جن کو دودھ پلایا: مسروح بن ثویبہ، ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی، امیر حمزہ، حذیفہ، ابوسفیان بن حارث۔

غلامان وخدام

(۱) حضرت زید بن حارثہ t (۲) حضرت ابومویہ t

(۳) حضرت انس بن مالک t (۴) حضرت شقران t

(۵) حضرت سفینہ t (اصل نام حضرت کیسان)

(۶) حضرت عبداللہ بن مسعود t (۷) حضرت ایمن بن ام ایمن t

(۸) حضرت ابوضمیرہ t (۹) حضرت عقبہ بن عامر t

(۱۰) حضرت اسلع بن شریک t (۱۱) حضرت ابوذر غفاری t

(۱۲) حضرت ابواسامہ t (۱۳) حضرت رباح اسود t

(۱۴) حضرت یسار t (۱۵) حضرت بذل t

(۱۶) حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ t (۱۷) حضرت ابوکبشہ t

(۱۸) حضرت ابورافع القبطی t (۱۹) حضرت سلمان فارسی t

(۲۰) حضرت مدعم t (۲۱) حضرت ابورافع اسلم t

(۲۲) حضرت حسنین باح نوبی t (۲۳) حضرت سعد مولیٰ t

(۲۴) حضرت مہاجر مولیٰ سیدہ ام سلمیٰ t (۲۵) حضرت انجشہ t

(۲۶) حضرت نفیع بن حارث t (۲۷) حضرت اسلم بن عبید t

(۲۸) حضرت واقد (یا ابوواقد) t (۲۹) حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی t

(۳۰) حضرت نعیم بن ربیعہ اسلمی t (۳۱) حضرت ذومخمر t

(۳۲) حضرت بکیر بن شداخ لیثی t (۳۳) حضرت ثوبان بن بجدو t

(۳۴) حضرت شریک t (۳۵) حضرت اسعد بن مالک اسدی t

(۳۶) حضرت ثعلبہ بن عبدالرحمٰن انصاری t

(۳۷) حضرت جذرہ بن مالک t (۳۸) حضرت سابق بن حاطب t

(۳۹) حضرت ابوعبیدہ t

(۴۰) حضرت ابوالحمراء t (ان کا نام ہلال بن حارث یا ابن ظفر ہے)

(۴۱) حضرت رفاعہ بن زید جزامی t

(۴۲) حضرت شمعون بن زید ابوریحانہ t

(۴۳) حضرت ابوبکرہ نفیع بن حارث بن کلدہ t

خادمائیں اور دایہ

اس فہرست میں شامل وہ خادمائیں اور دایہ ہیں جنہوں نے کبھی نہ کبھی آپ ﷺ کی خدمت کی۔ ان سب کو آپ ﷺ نے آزاد کر دیا تھا۔

(۱) حضرت ام ایمن حبشیہ r (۲) حضرت خولہ r

(۳) حضرت ام رافع ۲(اصل نام شمامہ یا سلمی)

(۴) حضرت اُم سلمیٰ ۲ (۵) اُم الرباب حضرت ماریہ ۲

(۶) حضرت میمونہ بنت سعد ۲ (۷) حضرت اُم عیاش ۲

(۸) حضرت امت اللہ بنت رزینہ ۲ (۹) حضرت صفیہ ۲

(۱۰) حضرت خضرتیٰ ۲ (۱۱) حضرت رزبیہ ۲

(۱۲) حضرت سیدہ ماریہ قبطیہ ۲ (۱۳) حضرت ریحانہ ۲

(۱۴) حضرت شفاء ۲

(۱۵) حضرت لیلیٰ ۲(حضرت عائشہ صدیقہ ۲ کی خادمہ)

(۱۶) حضرت شیریں ۲(حضرت ماریہ قبطیہ ۲ کی ہمشیرہ جنہیں آپ ﷺ نے حضرت حسان کو بخش دیا تھا)۔

(۱۷) حضرت سلامہ ۲(جو آپ کے بیٹے حضرت ابراہیم کی دایہ تھیں)۔

(۱۸) حضرت رزینہ ۲(حضرت صفیہ ۲ کی خادمہ)

(۱۹) حضرت عنقودہ ۲(حضرت عائشہ صدیقہ ۲ کی خادمہ)

(۲۰) حضرت فروہ ۲

(۲۱) حضرت سدیسہ انصاریہ ۲ (۲۲) حضرت سائبہ ۲

(۲۳) حضرت امیمہ ۲ (۲۴) حضرت خضیہ ۲

(۲۵) حضرت رضویٰ ۲ (۲۶) حضرت میمونہ بنت ابی عنبسہ یا عنبہ ۲

(۲۷) حضرت ام ضمرہ ۲ (۲۸) حضرت ام عیاش ۲

پہریداران (دربان)

(۱) حضرت سعد بن معاذ t (۲) حضرت ابوبکر صدیق t

(۳) حضرت محمد بن مسلمہ t (۴) حضرت مغیرہ بن شعبہ t

(۵) حضرت بلال t (۶) حضرت ابوایوب انصاری t

(۷) حضرت ابن ابی مرثد غنوی t (۸) حضرت عمر فاروق t

(۹) حضرت ذکوان بن عبداللہ بن قیس t

(۱۰) حضرت عباد بن بشر t (۱۱) حضرت سعد بن ابی وقاص t

(۱۲) حضرت زبیر بن العوام t

موذن

(۱) حضرت بلال بن رباح t (۲) حضرت عبداللہ بن ام مکتوم t

(۳) حضرت سعد القرظ t (سعد بن عائذ یا ابن عبدالرحمٰن)

(۴) حضرت ابو محذورہ t (۵) حضرت زیاد بن حرث t

قاصد

(۱) ابو حذیفہ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی t

(۲) حضرت عمر بن امیہ ضمری t (۳) حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی t

(۴) حضرت حاطب بن ابی بلتعہ t (۵) حضرت علاء بن الحضرمی t

(۶) حضرت شجاع بن وہب t (۷) حضرت عبداللہ بن جریر t

(۸) حضرت عمرو بن العاص t (۹) حضرت خبیب بن زید t

(۱۰) حضرت سلیط بن عمرو t (۱۱) حضرت خراش بن امیہ t

(۱۲) حضرت عمرو بن امیہ ضمری t (۱۳) حضرت جریر بن عبداللہ t

(۱۴) حضرت مہاجر بن امیہ t (۱۵) حضرت عروہ بن مسعود ثقفی t

(۱۶) حضرت ابو موسیٰ اشعری t (۱۷) حضرت معاذ بن جبل t

(۱۸) حضرت وبرہ بن محصن t (۱۹) حضرت عباد بن بشر t

(۲۰) حضرت بریدہ t (۲۱) حضرت رافع بن مکیث t

(۲۲) حضرت ضحاک بن سفیان t (۲۳) حضرت بشر بن سفیان t

(۲۴) حضرت عبداللہ بن لبید t (۲۵) حضرت حارث بن عمیر t

(۲۶) حضرت عیینہ بن حصین فزاری t

عمال (اموال وصدقات وصول کرنے والے)

(۱) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف t (۲) حضرت عدی بن حاتم t

(۳) حضرت عیینہ بن حصین t (۴) حضرت ایاس بن قیس اسدی t

(۵) حضرت ولید بن عقبہ t
(۶) حضرت حارث بن عوف حزنی t
(۷) حضرت مسعود بن رخیل t
(۸) حضرت انجم بن سفیان t
(۹) حضرت عباس بن مرداس t
(۱۰) حضرت لبید بن حاطب t
(۱۱) حضرت عامر بن مالک t
(۱۲) حضرت سعد بن مالک t
(۱۳) حضرت عوف بن مالک نصری t
(۱۴) حضرت ضحاک کلابی t

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شعراء

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ وصحابیات میں ۲۷۱ تک ایسے نام ملتے ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں اشعار کہے ہیں۔ ان حضرات میں خلفاء راشدین اور اہل بیت اطہر بھی شامل ہیں۔ ان میں حضرت حمزہ، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عبداللہ ابن رواحہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت کعب بن مالک، حضرت مالک بن نمط اور حضرت عباس بن مرداس اور عورتوں میں حضرت عاتکہ بنت عبدالمطلب، حضرت فاطمہ زہرہ، حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب Y بہت نمایاں مقام کی حامل ہیں۔[1]

ان کے علاوہ حضرت حسان بن ثابت، حضرت ابوعمرو دوسی، حضرت کعب بن زہیر، حضرت ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب، حضرت نابغہ جعدی، حضرت عدی بن حاتم الطائی، حضرت حمید بن ثور الہلالی، حضرت ایمن بن خزیم اسدی، حضرت اعشیٰ بن مازن، حضرت اسود بن سریع، حضرت لبید بن ربیعہ Y اور صحابیات میں حضرت خنساء بنت عمرو 2 کے نام بہت نمایاں ہیں۔[2]

خطیب

حضرت ثابت بن قیس بن شماس خزرجی t

حدی خواں

اونٹوں کے ساتھ چلتے ہوئے جو اشعار پڑھے جاتے ہیں انہیں "الحداء" (حدی) کہتے

---

[1] اردو نعت پاکستان میں، ڈاکٹر شہزاد احمد، ص ۳۱، حمد و نعت ریسرچ فاؤنڈیشن، کراچی، ۲۰۱۴ء

[2] مدارج النبوت، شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی، ج ۲، ص ۶۷۰-۶۷۱، اردو ترجمہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی، شبیر برادرز لاہور، ۲۰۰۴ء

ہیں اور انہیں پڑھنے والا حدی خوان کہلاتا ہے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن رواحہ t (۲) حضرت عامر بن اکوع t

(۳) حضرت انجشہ t (۴) حضرت براء بن مالک t

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ

ہم پچھلے باب میں ذکر کر آئے ہیں کہ حجۃ الوداع (۱۰ھ) کے موقع پر ایک لاکھ چالیس ہزار نفوس قدسیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا میں حج ادا کیا۔ ظاہر ہے کہ تمام صحابہ کرام اس سفر حج میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم سفر نہیں تھے۔ ایک اندازے کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کی تعداد چار تا پانچ لاکھ تھی۔ ان صحابہ کے حالات زندگی اور ان کی شخصیت کے موضوع پر متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں۔ بارہ سے پندرہ ہزار صحابہ کے نام اور ان کے حالات زندگی ان کتابوں میں ملتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخاطبین اور ہمراہیوں یعنی صحابہ کرام Y کے حالات محفوظ رکھے گئے۔ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ کم و بیش پندرہ ہزار صحابہ کرام Y کے حالات محفوظ اور موجود ہیں اور جو صحابی t جتنے قریب تھے ان کے حالات اسی قدر تفصیل اور دقت نظر کے ساتھ محفوظ ہیں۔[1]

کاتبان وحی

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب قرآن کو ضبط تحریر میں لانے کا کام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہی شروع ہو چکا تھا۔ مختلف کتابوں میں ایسے صحابہ (کاتبان وحی) کی تعداد ستر تک آئی ہے۔ کتابوں میں ایسے صحابہ کے ناموں کی فہرست بھی ملتی ہے۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اپنی کتاب ''آخری پیغام'' میں کاتبان وحی صحابہ کی تعداد چالیس سے زیادہ بتائی ہے اور پھر قابل ذکر کاتبان وحی کے پچیس ناموں کی فہرست درج کی ہے۔ ان ناموں کی تفصیل تو اس کتاب کے باب ''قرآن سب سے بڑا معجزہ'' میں دیکھی جا سکتی ہے۔ یہاں اس ذکر کا مقصد صرف یہ ہے کہ کاتبان وحی بھی چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب کی کتابت کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جڑے ہوئے ہیں اور تاریخ نے ان کے نام اور کام (خدمات) کو بھی محفوظ کر لیا ہے تو اس باب میں بھی ان ہستیوں کا تذکرہ ہو جائے۔

---

[1] محاضرات حدیث، ڈاکٹر محمود احمد غازی، ص ۶۵، الفیصل، لاہور، ۲۰۱۲ء

علامہ علی بن برہان الدین حلبی نے "سیرت حلبیہ" میں دو مختلف حوالوں سے کاتبانِ وحی کی تعداد چھبیس اور بیالیس بتائی ہے۔[1]

آپ ﷺ کے مقرر کردہ جلاد

(۱) حضرت علی کرم اللہ وجہہ	(۲) حضرت زبیر بن عوام t
(۳) حضرت مقداد بن عمرو t	(۴) حضرت محمد بن مسلمہ t
(۵) حضرت عاصم بن ثابت t	(۶) حضرت ضحاک بن سفیان t[2]

دیگر اُمور کے لیے

☆ حضرت قیس بن سعد بن عبادہ t' آپ ﷺ کے یے پولیس والے کی طرح تھے۔

☆ حضرت بلال t خازن تھے۔

☆ حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی t آپ کی مہر لگانے پر مامور تھے۔

☆ حضرت ابن مسعود t' آپ کی مسواک اور نعلین مبارک پر مامور تھے۔

☆ حضرت ابو رافع t جن کا نام اسلم ہے آپ ﷺ کے سامان کے لیے مقرر تھے۔

☆ قیامِ غارِ ثور کے دنوں میں بکری کا دودھ پہنچانے والے: عامر بن فہیرہ t۔

☆ حضور ﷺ کی تلاش میں نکلنے والے جن کے گھوڑے نے دو بار ٹھوکر کھائی: سراقہ بن جعشم t۔

☆ سفرِ ہجرت کے دوران بوڑھی عورت جس کے خیمے سے بکری کا دودھ حاصل کیا: اُم معبد t۔

☆ قباء میں میزبان: حضرت کلثوم بن ہدم t۔

☆ مدینہ منورہ میں میزبان: حضرت ابو ایوب انصاری t۔

☆ پہلوان: رکانہ عبداللہ جمحی t۔

غزوات

غزوات ان جنگوں (Battles) کو کہتے ہیں جن میں خود نبی کریم ﷺ بہ نفسِ نفیس

[1] سیرۃ حلبیہ' علی بن برہان الدین حلبی' اردو ترجمہ' ج ۶' ص ۳۴۴' دار الاشاعت' کراچی' ۲۰۰۹ء

[2] سیرۃ حلبیہ' علی بن برہان الدین حلبی' اردو ترجمہ' ج ۶' ص ۳۴۸' دار الاشاعت' کراچی' ۲۰۰۹ء

شریک رہے ہوں۔ ان کی تعداد ۲۷ ہے:

(۱) غزوہ ودان یا الابواء	۲۰ صفر ۲ھ
(۲) غزوہ بواط	ربیع الاوّل ۲ھ
(۳) غزوہ سفوان اسے غزوہ بدر الاولیٰ بھی کہا جاتا ہے	ربیع الاوّل ۲ھ
(۴) غزوہ ذی العشیرہ	جمادی الآخر ۲ھ
(۵) غزوہ بدر عظمیٰ	۲۸ رمضان ۲ھ
(۶) غزوہ بنی قینقاع	۳۰ شوال ۲ھ
(۷) غزوہ سویق	۱۰ ذی الحجہ ۲ھ
(۸) غزوہ قرقرۃ الکدر	شوال ۲ھ
(۹) غزوہ غطفان	۲۳ ربیع الاوّل ۳ھ
(۱۰) غزوہ بحران یا بنی سلیم	۱۶ جمادی الاوّل ۳ھ
(۱۱) غزوہ اُحد	۷ شوال ۳ھ
(۱۲) غزوہ حمراء الاسد	۱۳ شوال ۳ھ
(۱۳) غزوہ بنی النضیر	ربیع الاوّل ۴ھ
(۱۴) غزوہ ذات الرقاع	۱۲ ذیقعدہ ۴ھ
(۱۵) غزوہ بدر الموعد	۲۵ محرم ۵ھ
(۱۶) غزوہ دومۃ الجندل	۲۰ ربیع الثانی ۵ھ
(۱۷) غزوہ المریسیع یا بنی مصطلق	۳۰ شعبان ۵ھ
(۱۸) غزوہ الاحزاب یا خندق	ذیقعدہ ۵ھ
(۱۹) غزوہ بنی قریظہ	ذی الحجہ ۵ھ
(۲۰) غزوہ بنی لحیان	۱۲ ربیع الاوّل ۶ھ
(۲۱) غزوہ غابہ یا قرد	۲۳ ربیع الاوّل ۶ھ
(۲۲) غزوہ یا صلح حدیبیہ	ذیقعدہ ۶ھ
(۲۳) غزوہ خیبر	ربیع الاوّل ۷ھ

(۲۴) غزوہ فتح مکۃ المکرمہ	۲۰ رمضان ۸ھ
(۲۵) غزوہ حنین یا ھوازن	۱۱ شوال ۸ھ
(۲۶) غزوہ طائف	ا ذیقعدہ ۸ھ
(۲۷) غزوہ تبوک	رمضان ۹ھ

سرایہ

ان جنگوں یا معرکوں (Expeditions) کو کہتے ہیں جن کا حکم خود رسول کریم ﷺ نے دیا مگر ان معرکوں میں آپ ﷺ بہ نفس نفیس شریک نہیں تھے۔ان سرایہ کی فہرست بمع سن ہجری کچھ اس طرح ہے:

(۱) سریہ حضرت حمزہ t	۱ھ
(۲) سریہ عبیدہ بن حارث t	۱ھ
(۳) سریہ سعد بن ابی وقاص t	۱ھ
(۴) سریہ عبداللہ بن جحش الاسدی t	۲ھ
(۵) سریہ سالم بن عمیر t	۲ھ
(۶) سریہ زید بن حارثہ t	۳ھ
(۷) سریہ ابی سلمہ t قطن کی جانب	۴ھ
(۸) سریہ عبداللہ بن انیس t وادی عرنہ	۴ھ
(۹) سریہ عمرو بن امیہ ضمری t	۴ھ
(۱۰) سریہ محمد بن مسلمہ الاشہلی t	۶ھ
(۱۱) سریہ عکاشہ بن محصن الاسدی t	۶ھ
(۱۲) سریہ محمد بن مسلمہ t	۶ھ
(۱۳) سریہ ابی عبیدہ بن الجراح t	۶ھ
(۱۴) سریہ عبدالرحمٰن بن عوف t	۶ھ
(۱۵) سریہ زید بن ثابت t	۶ھ
(۱۶) سریہ کرز بن جابر t	۶ھ

(۱۷) سریا سیدنا علی مرتضی t ۶ھ

(۱۸) سریا زید بن حارثہ t اُم قرفہ کی طرف ۶ھ

(۱۹) سریہ سیدنا ابوبکر صدیق t ۷ھ

(۲۰) سریہ فاروق اعظم t ۷ھ

(۲۱) سریہ عبداللہ بن رواحہ t ۷ھ

(۲۲) سریہ بشیر بن سعد الانصاری t ۷ھ

(۲۳) سریہ غالب بن عبداللہ اللیثی t ۷ھ

(۲۴) سریہ بشیر بن سعد الانصاری t (دوسرا سریہ) ۷ھ

(۲۵) سریہ ابی حدرد الاسلمی t ۷ھ

(۲۶) سریہ عبداللہ بن حذافہ السہمی t ۷ھ

(۲۷) سریہ بنی غطفان ۷ھ

(۲۸) سریہ عمرو بن العاص t (سریہ ذات السلاسل) ۸ھ

(۲۹) سریہ ابی عبیدہ بن جراح t ۸ھ

(۳۰) سریہ عیینہ بن حصن t ۹ھ

(۳۱) سریہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط t ۹ھ

(۳۲) سریہ قطبہ بن عامر t ۹ھ

(۳۳) سریہ ضحاک بن سفیان الکلابی t ۹ھ

(۳۴) سریہ علقمہ بن مجزر t ۹ھ

(۳۵) سریہ علی بن ابی طالب t ۹ھ

(۳۶) سریہ خالد بن ولید t نجران کی طرف ۹ھ

(۳۷) سریہ اسامہ بن زید t ۱۱ھ

آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے والے وفود

(۱) ہوازن کا وفد (۲) ثقیف کا وفد

(۳) بنو عامر کا وفد (۴) عبدالقیس کا وفد

(۵) بنو حنیفہ کا وفد
(۶) قبیلہ طے کا وفد
(۷) کندہ کا وفد
(۸) اشعریوں کا وفد
(۹) اہل یمن کا وفد
(۱۰) صرد الازدی کا وفد
(۱۱) بنو حارث کا وفد
(۱۲) ہمدان کا وفد
(۱۳) مزنیہ کا وفد
(۱۴) دوس کا وفد
(۱۵) نجران کے عیسائیوں کا وفد
(۱۶) فروہ بن عمرو الجذامی کے قاصد کی آمد
(۱۷) بنو سعد بن بکر کا وفد
(۱۸) طارق بن عبداللہ اور ان کی قوم کا وفد
(۱۹) وفد تجیب
(۲۰) بنو سعد ہذیم کا وفد
(۲۱) بنو فزارہ کا وفد
(۲۲) بنو اسد کا وفد
(۲۳) یمن سے وفد بہراء
(۲۴) وفد عذرہ
(۲۵) وفد بلی
(۲۶) بنو مرہ کا وفد
(۲۷) وفد خولان
(۲۸) وفد محارب
(۲۹) وفد صداء
(۳۰) وفد غسان
(۳۱) وفد سلامان
(۳۲) وفد بنو عبس
(۳۳) وفد غامد
(۳۴) وفد ازد
(۳۵) وفد بنو المستفق
(۳۶) وفد النخع [1]

سواریاں اور جانور

☆ معراج کی شب سواری: براق

☆ اونٹنیاں (۳): القصواء، العضباء، الجدعاء مخلوق

حضور ﷺ کے پاس پینتالیس اونٹنیاں تھیں جو حضرت سعد بن عبادہ t نے بھیجی تھیں۔ ان میں سے بعض کے نام احلال، اطراف، بردہ، برکہ، البغوم، الحناء، زمزہ، الریاء، السعدیہ، سقیا، السمراء، الشقراء، عجرہ، العریس، غوثہ اور یہ بھی کہا گیا ہے: غیثہ، قمر، مروہ، مہرہ، ورشا العسیر ہ۔ [2]

---

[1] المواہب اللدنیہ، امام احمد بن محمد قسطلانی، ج ا، ص ۶۳۵-۶۷۹، فرید بک سٹال لاہور

[2] المواہب اللدنیہ، امام احمد بن محمد قسطلانی، اردو ترجمہ ج ا، ص ۶۴۳، فرید بک سٹال لاہور

گھوڑے

(۱) السکب　(۲) المرتجز　(۳) اللزاز
(۴) اللحیف　(۵) الورد　(۶) فریس
(۷) الظرب　(۸) المرواح　(۹) السجہ
(۱۰) بحر　(۱۱) ذوالعقال　(۱۲) شحاء
(۱۳) السجل　(۱۳) ذواللمہ　(۱۴) السرحان
(۱۵) الطرف　(۱۶) المرتجل　(۱۷) الملاوح
(۱۸) المندوب　(۱۹) النجیب　(۲۰) الیعبوب یا العیسوب

خچر

دُلدُل' ایلیہ' فضہ' یعفور

دراز گوش (گدھے)

عفیر' ماموز' یعفور (عفور)

بکریاں

عجوہ' زمزم' سقیا' برکہ' وُرسہ' اطلال' اطراف

زرہیں

ذات الفضول' السعدیہ (اسے صعدیہ بھی لکھتے ہیں)' ذات الوشاح' ذات الحواشی' الفضہ (غالباً اسی زرہ کا نام سعدیہ بھی ہے)' السغدیہ' البتراء' الخرنق۔

کمانیں

الکتوم' البیضاء' الزوراء' الروحاء' الصفراء' الشوحط' السداد۔

ترکش

کافور' ذوالجمع۔

تیر

موتصلہ۔

ڈھالیں

الزلوق' الفتق' الدوفر۔

خود (مغفر)

الموشح' السبوغ یا ذات سبوغ (ذو السبوغ)۔

حربے (بغدے)

النبعہ' البیضاء' العنزہ۔

تلواریں

الذوالفقار' الماثور' القلس' العضب' الحتف' الصمصامہ' الرسوب' البتار' القفر الحفر' القلعی' التبار' المخذم' القضیب۔

چھڑی

الممشوق۔

سوٹا

عرجون ممشوق (شوحط درخت کی)' القمر۔

نیزے

بعاء' المثوی المشوی۔

چھاگل

الصادر۔

جنگی خیمہ

الکن زری۔

پیالہ

ریان' مغیث' مضیب' عیدان' زجاج' مخضب' صادرہ۔

آئینہ

مدلہ۔

پسندیدہ لباس

سفید رنگ' سبز رنگ۔

دیگر لباس

یمن کی دھاری دار چادر۔

جوتے

الناسومہ: چمڑے کی چپٹی سی ہوئی جس پر دو تسمے تھے۔

بستر

چمڑے کا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی' لمبائی دو گز' چوڑائی ایک گز ایک بالشت۔

تکیہ

چمڑے کا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

پسندیدہ غذائیں

حلوہ: مجمع' حیس' شہد۔

گوشت: دستی' پیٹھ۔

ثرید' کدو' لپنا یا خزیرہ' سرکہ' دودھ' پنیر' جو' ستو۔

پھل: خشک وتر کھجور' اراک (پیلو کا پھل)' خربوزہ' تربوز' ککڑی' انگور' چقندر۔

غار

غار حراء (جبل نور): جائے مراقبہ وعبادت' پہلی وحی کے نزول کی جگہ۔

غار ثور (جبل ثور): ہجرت کے وقت تین دن تک قیام فرمایا/ پڑاؤ کیا۔

شہر

مکہ معظمہ' مدینہ منورہ' طائف' شام کے دو اسفار۔

حبشہ ہجرت (آپ ﷺ کے صحابہ صحابیات نے ہجرت کی)۔

پہاڑ

جبل نور' جبل ثور' جبل ابوقبیس' جبل احد۔

ستون

یہ مقامات ستون کی شکل میں آج بھی ریاض الجنۃ مسجد نبوی شریف میں محفوظ ہیں۔

(۱) ستون حنانہ: وہ ستون جس سے حضور ﷺ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

(۲) ستون عائشہ صدیقہ: رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق میری مسجد میں ایسی جگہ ہے کہ اگر لوگوں کو اس مقام پر نماز پڑھنے کی فضیلت کا پتہ چل جائے تو وہ قرعہ اندازی کیا کریں۔ اس مقام کی نشاندہی حضرت عائشہ صدیقہ r نے کی۔ یہ ستون' ستون عائشہ کہلایا۔

(۳) ستون ابی لبابہ: صحابیٔ رسول حضرت ابی لبابہ t کا قصور معاف ہونے کی جگہ۔

(۴) ستون وفود: اس مقام پر حضور ﷺ باہر سے آنے والے وفود سے ملاقاتیں فرمایا کرتے تھے۔

(۵) ستون حرس: اس مقام پر حضرت علی t سرکار دو عالم ﷺ کی پاسبانی فرمایا کرتے تھے۔ اس کو ستون علی بھی کہتے ہیں۔

(۶) ستون سریر: اس مقام پر حضور ﷺ اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور رات کو یہاں پر حضور ﷺ کا بستر بچھا دیا جاتا تھا۔

(۷) ستون تہجد: نبی کریم ﷺ اس جگہ تہجد کی نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔

آپ ﷺ سے وابستہ ہر شے کا نہ صرف نام محفوظ کیا گیا اور ان کا اجمالی ذکر ہوا' بلکہ ان اشیاء کی باریک سے باریک تفصیلات اور چھوٹی سے چھوٹی جزیات کو بھی محفوظ کر لیا گیا۔

ایک صحابی t نے منبر ڈیزائن کیا کہ جس پر آپ ﷺ بیٹھ بھی سکیں اور اگر کھڑے ہونا چاہیں تو کھڑے بھی ہو سکیں۔ چنانچہ وہ منبر بنا کر لے آئے۔ اب بظاہر اتنا کافی ہے' یعنی معلومات اور رہنمائی کے لیے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں۔ لیکن یہ تفصیلات کہ یہ منبر کس لکڑی کا تھا' وہ منبر کس نے بنایا تھا' اس کا سائز کیا تھا' اس کا ڈیزائن کیا تھا' وہ لکڑی کس نے کاٹی تھی' کس جنگل سے کاٹ کر لائی گئی تھی' کہاں بیٹھ کر منبر بنایا گیا؟ اس پر لوگوں نے معلومات جمع

گئیں اور کتابیں لکھیں اور سیرت پر جو قدیم لٹریچر ہے اس میں تقریباً بیس کتابوں کا تذکرہ ملتا ہے جو منبر کے ڈیزائن اور اس کے بارے میں تیار ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ جوتا کیسا استعمال فرماتے تھے، نعل مبارک اس کی شکل کیسی تھی، وہ چمڑے کا تھا کہ ربڑ کا تھا، کون بناتا تھا، کس سے خریدتے تھے، نعل مبارک ٹوٹ جاتا تھا تو کس سے مرمت کراتے تھے؟ اس پر کتابیں موجود ہیں اور ایک چھوٹا رسالہ اُردو میں بھی دستیاب ہے۔ [1]

[1] محاضرات حدیث، ڈاکٹر محمود احمد غازی، ص ۶۵، الفیصل، لاہور، ۲۰۰۴ء

رسول اللہ ﷺ اولین قانون دینے والے
(Law giver)

قانون کے معانی

قانون کا لفظ لغوی اعتبار سے کانون سے ماخوذ ہے جو کہ سریانی زبان سے عربی میں داخل ہوا۔ اس کے معنی سیدھی سلاخ یا مسطر کے تھے' پھر اس کا اطلاق قاعدہ پر ہونے لگا۔ آج کل یہ لفظ یورپی زبانوں میں بمعنی قانون کلیسا مستعمل ہے۔ فقہ اسلامی میں قانون کے بجائے شرع' شریعت یا حکم شرعی کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ سلطنت عثمانیہ میں لفظ قانون کا اطلاق اکثر ان سرکاری احکام پر ہوتا تھا' جنھیں حکومت جاری کرتی تھی تاکہ احکام شرع سے ان کی تمیز ہو سکے۔ [1]

پیغمبر اسلام کو تاریخ انسانی کے ان اولین لوگوں میں شمار کیا جائے گا جنھوں نے نوع انسانی کو قانون دیا۔ آپ ﷺ کے دیئے ہوئے قوانین اور ضابطۂ حیات نے ۱۴۰۰ سال قبل پستی اور جہل میں ڈوبی ہوئی قوم کو کامیابی اور جہانگیری کی بلندیوں تک پہنچا دیا۔ آپ ﷺ کے دیئے ہوئے قوانین کی خاص بات یہ تھی کہ یہ قوانین صرف اس بدوی معاشرے کے لیے نہیں تھے' بلکہ پوری دنیا اور آنے والی صدیوں کے لیے تھے۔ ذیل کی سطور میں اجمالی طور پر ہم اس بات کو جاننے کی کوشش کریں گے کہ آپ ﷺ نے کس طرح بہ حیثیت آئین ساز اور اولین قانون دینے والے کے رہنمائی کی ہے اور رہتی دنیا کے لیے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔

آپ ﷺ نے میثاق مدینہ کے نام سے مسلمانوں اور مدینہ میں آباد یہودیوں اور غیر مسلموں کے ساتھ جو معاہدہ کیا وہ تاریخ انسانی کا پہلا تحریری دستور (Written constitution) تھا۔ اس معاہدے میں آپ ﷺ نے مسلمانوں' یہودیوں اور کافروں کو ایک وحدت قرار دیا۔ آپ ﷺ نے کبھی بھی جنگ میں پہل نہیں کی' بلکہ آپ ﷺ کی تمام جنگیں دفاعی مقاصد کے لیے تھیں۔ آپ ﷺ نے غذائی مقاصد کے علاوہ جانوروں کو مارنے اور درختوں کو نقصان

---

[1] رسول اللہ کے عہد میں نظام عدل' نقوش' رسول نمبر' ج ۳' ص ۴۵۲' ادارہ فروغ اردو' لاہور' ۱۹۸۳ء

پہنچانے سے منع فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی قیدیوں کے کھانے لباس اور علاج معالجے کو لازمی قرار دیا۔ جنگی کارروائیوں کے دوران عورتوں بچوں اور غیر متحارب لوگوں کو مارنے سے منع فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کو آلودہ کرنے سے منع فرمایا اور جانوروں کو بھوکا رکھنے اور بے جا مشقت لینے سے بھی منع فرمایا۔ غذا کی غرض سے جانوروں کو ذبح کرنے کے لیے تیز دھار چھری کو لازمی قرار دیا تاکہ جانور کو بے جا تکلیف نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذاتی معاملات مثلاً اخفاء رازداری جنسی تعلق شادی طلاق اور وراثت سے متعلق واضح احکامات دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیرات کی حوصلہ افزائی کی۔ کارندوں اور ملازموں کے حقوق کا تعین کیا اور ان کے استحصال سے منع کیا۔ دولت کے ارتکاز کو منع کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قانون کی تشریح کرنے والوں یعنی ماہرین فقہ کو حکم دیا کہ عامۃ الناس کے لیے مشکلات کی بجائے آسانیاں پیدا کریں۔ نکاح' طلاق' خلع (عورت کا حق طلاق)' لعان (زوجین کا ایک دوسرے پر اتہام)' نان نفقہ' بچوں کو دودھ پلانے' وراثت' چوری' قزاقی' قتل' دیت' اصول مزارعت' مضاربت' شراکت' مال غنیمت کی تقسیم' خمس' شہادت (گواہی) اور غلام و آزاد لوگوں کے حقوق کی بابت واضح احکامات دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر جو احکامات دیئے وہ حقوق انسانی کا عالمی منشور ہے جو تاریخی' مثالی' جامع' ہمہ گیر اور دائمی دستاویز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدوں کی پاسداری' انصاف کے حصول کے لیے علم بلند کرنے اور ظلم کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے پر خصوصیت سے زور دیا اور مثال قائم کی۔

ویسے تو زمانہ قبل مسیح تمام تہذیبوں میں بھی قانون کسی نہ کسی شکل میں موجود تھا۔ مگر ان کی حیثیت منضبط' مدون اور تحریری نہ تھی۔ رومیوں کا وضع کردہ "Justinian" قانون موجود تھا' مگر یہ قانون ہمہ گیر نہیں تھا۔ مثلاً ایک اہم شعبہ حیات یعنی دینی امور اور عبادات کے بارے میں وہ خاموش نظر آتا ہے۔

جسٹینین کوڈ ایک ملک کا داخلی قانون تھا' کوئی آئین یا دستور نہیں تھا۔ اس میں بادشاہ کے حقوق اور شہریوں کے حقوق نہیں لکھے گئے تھے۔ "Constitution" فرد اور ریاست کے درمیان تعلق کو منضبط کرنے کا کام سرانجام دیتا ہے۔

جسٹینین کوڈ آج چھپا ہوا دستیاب ہے۔ اس میں افراد کے باہمی تعلق یعنی بین دین، شادی بیاہ اور تجارت وغیرہ کو مربوط کیا گیا ہے، مگر اس میں ریاست اور فرد کے تعلق کو منضبط نہیں کیا گیا ہے، اس لیے آپ اسے دستور (Constitution) نہیں کہہ سکتے ہیں۔ رومن بھی اپنے اس کوڈ کے پہلا دستور ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے ہیں۔ [1]

جسٹینین قانون کے دائرہ عمل اور اس کے مندرجات کے بارے میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ کہتے ہیں:

As we know, the characteristic feature of the Greek system was that it concerned itself with the limited number of city-states, situated in the Greek Peninsula and inhabited by people of one and the same race, speaking the same tongue, believing in the same religion, and observing the same customs, though independent of each other and jealously guarding this exclusive existence of theirs at no small cost. The Greek states had, in fact, two separate and distinct sets of the rules of international law, vis., one to be observed in relation to Greek people and the other regarding the rest of the world. This latter set of rules was less developed and scarcely systematised. [2]

جیسا کہ ہم جانتے ہیں، یونانی نظام کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ اس نے اپنے آپ کو شہری حکومتوں کی محدود تعداد کے ساتھ جوڑا ہوا تھا جو کہ جزیرہ نما یونان میں واقع تھے اور سب کے سب ایک ہی نسل، زبان، مذہب اور روایات کے حامل تھے، یہ شہری حکومتیں جدا جدا ہونے اور باہمی رقابت کے باوجود ایک دوسرے کے مفادات کی محافظ تھیں۔ درحقیقت یونانی حکومتوں نے دو متوازی بین الاقوامی قوانین بنا رکھے تھے، ایک یونانیوں کے باہمی تعلق کے لیے اور دوسرا باقی ساری دنیا کے لیے۔ دوسرا مجموعہ قوانین کم ترقی یافتہ اور کم ہی مربوط تھا۔

جس وقت حضورﷺ مبعوث ہوئے تو اس وقت ایک بڑا سوال یہ تھا کہ کیا کوئی

---

[1] محاضرات سیرت، ڈاکٹر محمود احمد غازی، ص ۳۸۶، الفیصل، لاہور، ۲۰۰۹ء

[2] Muslim Conduct of State, Dr, Muhammad Hamidullah, P.61 ,Sh, Muhammad Ashraf, Lahore: 1945

جسٹینین قانون سے بہتر اور بڑھ کر قانون پیش کرسکتا ہے جو کامل بھی ہو اور ہر شعبۂ حیات کا احاطہ بھی کرتا ہو؟ ایسا قانون جو صرف دورِ حاضر کے لیے کارگر نہ ہو' بلکہ آنے والے زمانوں اور ان کے مسائل کا حل بھی پیش کرتا ہو' اس میں پائیداری اور دوام ہو؟

ملت اسلامیہ کے ایک عظیم فقیہ امام ابوحنیفہ h نے اپنی تحقیق اور جستجو' سالہا سال کی محنت شاقہ اور اپنے معاونین (Team work) کی مدد سے ایسے جامع قوانین مرتب کیے اور ان کی جزئیات طے کیں جن کے بارے میں ہم پورے یقین اور اطمینان سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ قانون اس وقت تک موجود تمام قوانین بشمول جسٹینین قانون سے بدرجہا بہتر اور مکمل ہے۔

اب ذرا جسٹینین کے قانون کا رسول اللہ ﷺ کی عطا فرمودہ شریعت سے موازنہ کریں۔ عرب میں قانون کا کوئی تصور نہیں تھا۔ قانون کے نام پر ایک صفحہ' بلکہ ایک جملہ بھی کہیں لکھا ہوا موجود نہیں تھا۔ عرب میں قانون سازی یا قانون پر عمل درآمد کا کوئی نمونہ موجود نہیں تھا۔ لیکن حضور ﷺ نے ایسا قانون عطا فرمایا کہ دنیا سے حضور ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد پندرہ سال کے اندر اندر دنیا کے تین براعظموں میں وہ قانون پھیل گیا۔ سیدنا عمر فاروق t کے زمانے میں مسلمان ہمارے برصغیر میں پہنچے۔ حضرت عثمان غنی t کے زمانے میں اسپین میں مسلمانوں کی آبادی وجود میں آ گئی تھی۔ تین براعظموں میں اسلام کا پیغام حضرت عثمان کے زمانے میں پہنچ گیا تھا اور یہ تمام آبادیاں اسلامی قانون پر عمل کر رہی تھیں۔ اس حکومت میں جو سیدنا عثمان غنی t کی تھی' آج اس میں ایک درجن سے زیادہ مسلمان حکومتیں ہیں۔ ان سب کا نظام قانون شریعت کے مطابق چل رہا تھا۔ جسٹینین کے قانون کو اتنی وسعت اور وقعت کبھی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ [1]

علم قانون پر دنیا کی پہلی کتاب

امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس الشافعی (وفات ۸۲۰ء) شافعی مسلک کے بانی ہیں۔ آپ کی مشہور تصانیف "الام" اور "الرسالہ" ہیں۔ الرسالہ کا انگریزی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ علم قانون پر یہ دنیا کی پہلی کتاب ہے۔

---

[1] محاضرات سیرت' ڈاکٹر محمود احمد غازی' ص ۷۰۳' الفیصل' لاہور' ۲۰۰۹ء

جمہوری مساوات کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ کے کردار کو ایک عیسائی مصنف نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

حضرت محمد ﷺ کی قیادت میں ایک ایسا مکمل جمہوری مساوات کا نظام وجود میں آیا جس سے زیادہ مکمل نظام دنیا میں آج تک کہیں موجود نہ تھا۔ [1]

میثاق مدینہ دنیا کا پہلا تحریری دستور

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ آمد کے فوری بعد ایک اعلامیہ جاری کیا۔ اس اعلامیہ کو ماہرین رسول اللہ ﷺ کے دستور کا نام دیتے ہیں۔

معروف اسکالر ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا ایک تحقیقی مکمل مضمون (Article) بعنوان "THE FIRST WRITTEN CONSTITUTION OF THE WORLD" چھپا ہوا موجود ہے۔ پہلی بار یہ مضمون ۱۹۴۱ء میں شائع ہوا تھا۔ اس وقت اس مضمون کے تراجم فرانسیسی، اُردو اور دنیا کی دیگر زبانوں میں دستیاب ہیں۔ اُردو ترجمہ کا نام "دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور" ہے۔ اس مضمون میں مستند حوالوں کے ساتھ میثاق مدینہ کا اصل متن بھی شامل کیا گیا ہے۔

تاریخ انسانی میں جو اولین اور قدیم ترین تحریری دستور ملتا ہے وہ ایک امی نبی ﷺ کا مدون اور نافذ کیا ہوا دستوری قانون ہے۔ جب آپ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو وہاں کسی مملکت کا وجود نہ تھا اور ایک سیاسی خلا تھا۔ وہاں مختلف قبائل آباد تھے اور برسوں سے باہمی جنگ میں مبتلا تھے۔ مدینہ میں جلوہ گر ہوتے ہی آپ ﷺ نے مسلمانوں، ہمدردوں اور اتحادیوں کو منظم کیا اور ایک ریاست کی بنیاد ڈالی۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے نمائندوں کو مدعو کیا اور تجویز پیش کی کہ ایک شہری حکومت (City Government) قائم کرلو۔ اس باہمی ربط سے تمام ہی گروہوں کا فائدہ ہوگا۔ اس شہری حکومت کا دستور مرتب کر کے سب کے سامنے پیش کیا گیا اور باہمی مشورے سے اسے تحریری شکل دی گئی۔ یہ دستور حکمرانوں اور رعایا کے باہمی حقوق و فرائض پر مشتمل ایک دستاویز تھی۔ یہ دستور باہمی مشورت سے ہی منظور کیا گیا۔ اس دستور کو کتاب اور صحیفہ کے نام سے بھی یاد کیا گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب آپ ﷺ نے اپنے ذاتی اقوال و ہدایات کو تحریر کرنے کی ممانعت کردی تھی؛

---

[1] نقوش، رسول نمبر، ج ۴، ص ۲۴ بحوالہ محمد ﷺ میریڈتھ ناؤ نسنڈ، ادارہ فروغ اُردو، لاہور، ۱۹۸۳ء

بعد ازاں اس کی اجازت دے دی تھی کہ مبادا یہ تحریر قرآنی آیتوں سے خلط ملط ہو جائے۔ مگر اس کے باوجود میثاق مدینہ کا لکھا جانا معنی خیز اور اہمیت کا حامل ہے۔ دراصل شہر مدینہ کو پہلی مرتبہ شہری مملکت قرار دینا اور اس کا انتظامی ڈھانچہ و دستور مرتب کرنا پیش نظر تھا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کہتے ہیں کہ دستور مملکت کو عام قوانین سے علیحدہ تحریری صورت میں لانا' اس کی نظیر باوجود بڑی تلاش کے مجھے عہد نبوی سے پہلے نہیں مل سکی۔ [1]

یہ بات بجا طور پر کہی جا سکتی ہے کہ میثاق مدینہ دنیا کا پہلا تحریری دستور ہے' اس سے پہلے اس موضوع کی کتب کی نوعیت یا تو نصابی کتب کی تھی یا شہزادوں کے لیے ہدایت ناموں کی یا بعض علاقوں کی دستوری عملداری کے تاریخی بیان کی۔ ان میں سے کسی کو بھی کسی ریاست کے مختار دستور کی حیثیت حاصل نہ تھی جسے ایک ملک کے فرمانروا نے باقاعدہ طور پر جاری کیا ہو۔ [2]

یہ دستور جسے رسول خدا ﷺ نے ۱ھ میں مرتب فرمایا تھا ۵۳ جملوں جنہیں قانونی زبان میں دفعات کہتے ہیں' پر مشتمل تھا۔ یہ تحریر قانونی عبارت اور دستاویز نویسی کا نادر واچھوتا نمونہ ہے۔ اس کی اہمیت کا ادراک و اقرار مسلمانوں سے زیادہ یورپی مورخوں نے کیا ہے۔ ولہاوزن' میور' گریمے' اشپرنگر' وینسنگ' کایتانی' بول وغیرہ کے علاوہ ایک انگریز مورخ نے مختصر تاریخ عالم لکھتے ہوئے بھی اس دستاویز کا تفصیلی ذکر کرنا ضروری سمجھا ہے۔ [3]

درپیش صورت حال میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام y کے ساتھ ساتھ اپنے غیر مسلم ہم وطنوں سے بھی مشورہ کیا۔ سب لوگ حضرت انس t کے مکان پر جمع ہوئے (بخاری ۹۶/۱۲' نمبر ۱۸) اور مدینہ کو ایک شہری ریاست بنانے کا فیصلہ کیا۔ ایک آئینی دستاویز تیار کی گئی جو خوش قسمتی سے آج تک مکمل حالت میں محفوظ ہے۔ عربی متن کے لیے ملاحظہ ہو ابن ہشام' ابوعبید اور ابن ابی خیثمہ جن کا حوالہ میری کتاب الوثائق السیاسیۃ میں بھی دیا گیا ہے' جب کہ اس کا انگریزی ترجمہ میری کتاب "FIRST WRITTEN

---

[1] ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی بہترین تحریریں' سید قاسم محمود' ص ۲۴۹' بیکن بکس' لاہور' ۲۰۱۱ء

[2] نقوش' رسول نمبر' ج ۱۱' ص ۶۲۲' ادارہ فروغ اردو' لاہور' ۱۹۸۵ء

[3] ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی بہترین تحریریں' سید قاسم محمود' ص ۲۵۰' بیکن بکس' لاہور' ۲۰۱۱ء

"CONSTITUTION IN THE WORLD میں اور فرانسیسی ترجمہ اور تشریح میری کتاب "DOCUMENTS & CORPUS" میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ [1]

میثاق مدینہ ۵۲ دفعات پر مشتمل دنیا کا پہلا تحریری دستور ہے۔ اس سے پہلے کوئی دستور تحریری طور پر مرتب نہیں ہوا۔ دنیا کی کسی قوم میں اس طرح کی کسی تحریری اور مدون دستوری قانون کی اس سے پہلے کوئی مثال نہیں ملتی' یہ دستاویز کسی مدون دستور کی پہلی مثال ہے۔ یہ حضور ﷺ نے لکھا' لوگوں نے اپنے پاس محفوظ رکھا۔ آج اس کا متن کتب حدیث میں موجود ہے۔ صحیح بخاری میں اس کا بالواسطہ حوالہ ہے۔ سنن ابوداؤد میں اس کے بعض حوالے اور سیرت ابن ہشام میں اس کا پورے کا پورا متن نقل ہوا ہے۔ یہ اس بات کی ایک اور مثال ہے کہ عہد نبوی میں حدیثیں لکھی گئیں اور رسول اللہ ﷺ کے حکم سے لکھی گئیں۔ [2]

اینی میری شمل نے بھی میثاق مدینہ کو جدید جمہوری دنیا کا نمونہ (Model) قرار دیا ہے:

His constitution of Medina, which is praised today as a model of modern democratic institutions [3]

آپ (ﷺ) کے میثاق مدینہ کو آج کے دور میں ایک جدید مثالی جمہوری اداروں کا دستور قرار دیا جا رہا ہے۔

اس معاہدے کی رو سے مدینہ پر حملہ کی صورت میں تمام شرکاء معاہدہ (جماعت وافراد) حملہ آور کی مداخلت کے خلاف دوسرے فریقوں کی حمایت ومدد کے پابند تھے۔ دشمن سے صلح کی صورت میں ہر طرح کی منفعت میں بھی مسلمانوں کے ساتھ ساتھ دوسرے شرکاء بھی متمتع ہونے کا حق رکھتے تھے۔

تاریخ گواہی دے رہی ہے کہ میثاق مدینہ کا مسودہ پوری ثقاہت اور متن کی صحت کے ساتھ محفوظ کیا گیا اور نسلاً بعد نسلٍ ہم تک پہنچا ہے۔

دستور مدینہ ایک مکمل دستاویز ہے۔ اس کا متن' اسلوب' طرز تحریر اور قدیم ادب عربی

---

[1] پیغمبر اسلام' ڈاکٹر محمد حمید اللہ' ص ۲۰۳' بیکن بکس لاہور ۲۰۱۱ء

[2] محاضرات حدیث' ڈاکٹر محمود احمد غازی' ص ۲۷۳' الفیصل لاہور ۲۰۱۲ء

[3] And Muhammad is His messenger, Annemarie Schimmel, P.53, The University of North Carolina Press, USA: 1985

اور زبان و بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایک ہی مصنف کی تصنیف ہے۔ یہ ایک مستند دستاویز ہے۔ ابن اسحاق کے علاوہ اس کا پورا متن معتبر ترین راویوں نے بیان کیا ہے جن میں الزہری اور ابن خیثمہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ابن زنجویہ اور ابن سید الناس نے بالترتیب ان کا حوالہ دیا ہے۔ اس دستور کی اہم دفعات حدیث کی کتب صحاح ستہ بخاری' مسلم' ترمذی' نسائی' ابوداؤد' ابن ماجہ میں روایت کی گئی ہیں۔ امام احمد بن حنبل کی مسند' سنن داری اور عبدالرزاق کی المصنف میں بھی اس دستور کا حوالہ موجود ہے۔ ابن سعد' الطبری' البلاذری' الخطیب' البغدادی' المقدسی' الزرقانی' المقریزی جیسے نامور مورخین نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ عظیم لغت نویس ابن منظور نے اپنی شہرۂ آفاق لغت "لسان العرب" میں اس کا ذکر کیا ہے۔

مستشرقین میں سے ویلہاؤزن نے اس دستاویز کا تفصیلی مطالعہ کیا ہے اور اس کے مستند ہونے کے دلائل پیش کیے ہیں۔ منٹگمری واٹ بھی اس کی صحت کو تسلیم کرتا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ ایک محتاط نقاد نے بغیر وجوہ بیان کیے اس کی صحت کے متعلق استثناء کا اظہار کیا ہے۔ وہ دستور کی دفعہ ۲۶ کو قبول کرنے کے لیے اپنے آپ کو آمادہ نہیں کر سکے' جس میں یہود کو مومنین کے ساتھ ایک امت کی حیثیت سے بیان کیا گیا ہے (وان یہود بنی عوف امة مع المؤمنین) حالانکہ یہاں اُمت سے مراد ایک سیاسی وحدت ہے نظریاتی لحاظ سے یہود توحید کے قائل تھے اور ایک خدا کی وحدانیت پر ایمان رکھتے تھے۔ [1]

یہودی جب اس چارٹر میں غزوہ بدر کے بعد شامل ہو گئے تو ان کے لیے بعد میں ۲۴ مزید دفعات کا اضافہ کیا گیا۔ ان میں پہلی دفعہ میں ہے "وان یہود بنی عوف امة مع المومنین" بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ساتھ "Along with the Muslims" ایک الگ امت ہوں گے۔ "للیھود دینھم وللمسلمین دینھم"۔ یہودیوں کا اپنا دین ہوگا اور مسلمانوں کا اپنا دین ہوگا۔ دونوں جنگ کے دوران اپنے اخراجات برداشت کریں گے۔

یہ میثاق جو سنہ دو ہجری میں جاری ہوا انسانی تاریخ میں پہلا تحریری اور مدون دستور ہے۔ حجاز اور عرب کی تاریخ میں بھی پہلی مرتبہ ایک دستاویز مرتب ہوئی۔ صحابہ کرام کے پاس اس دستاویز کی

---

[1] نقوش' رسول نمبر' ج ۱۱' ص ۶۲۹' ادارہ فروغ اردو' لاہور' ۱۹۸۵ء

نقلیں موجود ہیں۔ صحابہ کے خاندانوں میں ان نقول کی بہت اہتمام سے حفاظت کی جاتی تھی۔ امام بیہقی نے ایک جگہ لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق t کے خاندان میں ایک صاحب کے پاس میں نے اس کی نقل دیکھی ہے۔ امام بیہقی کا انتقال ۴۵۸ھ میں ہوا تھا۔ اس سے پتہ چلا کہ ۴۵۸ھ تک اس کی نقلیں صحابہ کے خاندانوں میں موجود تھیں۔ یہ ایک کثیر القبائل یعنی "Multi-tribal" اور کثیر المذہبی یعنی "Multi-Religious" اور کثیر الثقافتی یعنی "Multi-Cultural" حکومت تھی جس میں بالادستی شریعت کو حاصل تھی۔ آخری قانون اللہ اور اس کے پیغمبر کا فرمان تھا۔ حضور p کو اس میں بطور حاکم اعلیٰ تسلیم کیا گیا۔ تمام فریقوں کو داخلی خودمختاری بھی دی گئی اور سابقہ روایات کی اچھی چیزوں کو اس میں جگہ دی گئی۔ [1]

In the main early source (apart from the Quran) for the career of Muhammad there is found a document which may conveniently be called the Constitution of Medina [2]

اسلام کے ابتدائی دور میں قرآن حکیم کے علاوہ بھی ایک ایسا document پایا جاتا ہے جسے عام طور پر دستورِ مدینہ کہا جاتا ہے۔

Thus the term "Messenger of God" in contrast to 'Prophet' may indicate that the practical and political activity in which Muhammad engaged was commissioned by God. If we look more generally at the relation between religion and politics, it is helpful to consider first the place of religion in the life of an individual. In the case of a person to whom religion means something and is not a merely nominal adherence, two points may be emphasized. First, the ideas of his religion constitute the intellectual frame - work within which he sees all his activity taking place. It is from this relationship to a wider context that his activities gain their significance, and a consideration of this relationship may influence his general plan for his life in

---

[1] محاضرات سیرت، ڈاکٹر محمود احمد غازی، ص ۳۴۳، الفیصل، لاہور، ۲۰۰۹ء

[2] مقدمہ سیرۃ الرسول، محمد طاہر القادری، ج ۱، ص ۲۶۰-۲۶۱، منہاج القرآن پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۱۲ء

بحوالہ Islamic political thought. The Basic Concepts, Montgomery Watt, P 4

particular ways. Secondly, because religion brings an awareness of this wider context in which the possible aims for a man's life are set, it may often generate the motives for his activity; indeed, without the motives given by religion some activities cannot be carried out. From these two points it is seen that religion has a central position in a man's life, not because it determines many of the details (though in some cases it may), but because it gives him general aims in life and helps to concentrate his energies in the pursuit of these aims. [1]

نبی(Prophet) کی بجائے پیغمبر خدا(Messenger of God) کی اصطلاح کا استعمال واضح کرتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ جن عملی وسیاسی سرگرمیوں میں مشغول تھے وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کی گئی تھیں۔ اگر ہم مذہب وسیاست کے باہمی تعلق پر غور کریں تو فرد کی زندگی میں مذہب کے مقام کا تعین کرنا سہل ہوگا۔ جس شخص کے نزدیک مذہب صرف برائے نام وابستگی کی حیثیت نہیں رکھتا' بلکہ واقعتاً کچھ وقعت رکھتا ہے' اس کے بارے میں دو نکات قابل غور ہیں:

(۱) اس کے مذہبی نظریات اس کا عقلی ڈھانچہ ترتیب دیتے ہیں' جس میں وہ اپنے تمام اعمال پرکھتا ہے۔ اسی تعلق کے وسیع تناظر میں اس کی سرگرمیاں اپنی اہمیت اختیار کرتی ہیں اور اسی تعلق پر غور وفکر اس کی زندگی کے خاص گوشوں کو عمومی طور پر متاثر کرتا ہے۔

(۲) چونکہ مذہب اس وسیع تناظر کے بارے میں شعور پیدا کرتا ہے' جس میں آدمی کے مقاصد حیات متعین ہوتے ہیں اس لیے یہ اس کے اعمال کا محرک بھی ہوتا ہے۔ درحقیقت مذہبی ترغیب کے بغیر کئی سرگرمیاں جاری نہیں رکھی جاسکتیں۔

پروفیسر محمد طاہر القادری کے مطابق دستور مدینہ کا مطالعہ درج ذیل عنوانات کے تحت کیا جاسکتا ہے:

(۱) مبادیات(Preliminaries)

(۲) ریاست کا اقتدار اعلیٰ(Supreme Authority of State)

---

[1] ایضاً' ص ۲۸

(۳) عمومی اُصول(Fundamental Principles)

(۴) بنیادی حقوق(Fundamental Rights)

(۵) قانون سازی(Legislation)

(۶) عدلیہ(Judiciary)

(۷) انتظامی معاملات(Executive Matters)

(۸) دفاع(State defence)

(۹) خارجہ اُمور(Foreign Affairs)

(۱۰) اقلیتیں(Minorities)

(۱۱) نظام کا تسلسل(Continuity of System)

(۱۲) آئین مدینہ اور دساتیرِ عالم: ارتقاء ونفاذ کا جائزہ(Constitution of Madina & World Constitutions: Development & Execution)[1]

گویا یہ دستور اپنے اندر درج بالا عنوانات اور امور سمیٹے ہوئے ہے۔

میثاقِ مدینہ سے پہلے دنیا میں موجود دیگر دساتیر محدود نوعیت کی تحریریں تھیں۔ انہیں پند و نصائح قرار دینا حقیقت سے زیادہ قریب ہوگا۔

جدید مغربی دنیا کا آئینی و دستوری سفر ۱۲۱۵ء میں اُس وقت شروع ہوا جب شاہِ انگلستان King John نے محضرِ کبیر(Magna Carta) پر دستخط کیے' جبکہ اُس سے ۵۹۳ سال قبل ہجرت کے پہلے سال ۶۲۲ء میں ریاست مدینہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف سے انسانیت کو معاشی و سماجی عدل اور مساوات پر مشتمل ایک جامع تحریری دستور دیا جا چکا تھا۔ یہ دنیا کا سب سے پہلا تحریری آئین(Written Constitution) ہے' جس سے قبل تاریخِ عالم میں باقاعدہ اور باضابطہ ریاستی دستور کے تحریر کیے جانے کی ایک مثال بھی نہیں ملتی۔ یہ تاریخِ علم و قانون اور تاریخِ سیاسیات میں حضور نبی اکرم ﷺ کا پہلا کارنامہ ہے۔ اس سے پہلے شہری ریاستوں اور ہندوستان کے دساتیر سمیت منوسمرتی (۵۰۰ ق م)' آرتھ شاستر (۳۰۰ ق م) اور ارسطو (۳۲۲ ق م) کی تصانیف میں جو کچھ ملتا ہے وہ سب پند و

[1] ایضاً' ص ۲۶۱-۲۶۲

نصائح پر مشتمل درسی اور تعلیمی نوعیت کا کام ہے۔ ارسطو کا شہر ایتھنز کا دستور (Athenian Constitution) جو گزشتہ صدی میں مصر سے دریافت ہوا اور ۱۸۹۱ء میں شائع ہوا' وہ بھی اسی نوعیت کا کام ہے جو مسلمانوں کے ہاں 'نصیحت الملوک' جیسی کتابوں میں عام پایا جاتا ہے' جن میں کسی ریاست کا نظام چلانے کے سلسلے میں بادشاہوں کے لیے پند و نصائح شامل ہیں۔ کسی سربراہِ ریاست یا حکومت کی طرف سے ارسطو کی یہ دستاویزات باقاعدہ دستور کے طور پر نافذ ہوئیں اور نہ ہی وہ اس نوعیت کی دستاویز تھیں کہ انہیں نافذ کیا جاتا۔ یہ شان سب سے پہلے میثاقِ مدینہ کو حاصل ہوئی اور یہ امر سیرتِ محمدی ﷺ کا ایک درخشندہ تاریخی باب ہے۔ [1]

اسی طرح کامن لاء پر باقاعدہ فقہی و قانونی مجموعات (Juristic and Legal Codes) بھی اسلام کی دوسری صدی کے اوائل میں مرتب ہونا شروع ہو گئے تھے جنہیں باقاعدہ حصص اور ابواب (Parts and Chapters) میں تقسیم کیا جاتا تھا' عبادات (Religious Laws)' مناکحات (Family Laws)' معاملات و معاہدات (Civil and Contractual Laws)' عقوبات (Penal Laws)' مالیات (Fiscal Laws)' قضاء و شہادات (Procedural and Evidence Laws) وغیرہ کی باقاعدہ قانونی تقسیم بھی عمل میں آچکی تھی۔ یہ سب وہ علمی نظم تھا جو مسلمانوں کو اوائلِ اسلام سے ہی حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور سنتِ مبارکہ کے ذریعے میسر آگیا تھا جب کہ اس وقت مغربی دنیا بنیادی علم و آگہی کے تصور سے ہی محروم تھی۔ [2]

خطبۂ حجۃ الوداع' انسانیت کا منشورِ آزادی (Charter of rights)

۱۴۳۹ سال قبل عرب کی بنجر اور سنگلاخ وادیوں میں ایک خطبہ دیا جا رہا تھا' خطبہ دینے والا اللہ کا آخری رسول تھا۔ سامعین اس کے ایک لاکھ چالیس ہزار جانثار تھے۔ یہ خطبہ شرف

---

[1] مقدمہ سیرۃ الرسول' محمد طاہر القادری' ج ۱' ص ۵۸۲' منہاج القرآن پبلیکیشنز' لاہور' ۲۰۱۲ء۔ بحوالہ:

i. D.S. Margoliouth, Mohammed and the Rise of Islam, P.215,216.

ii. Francesco Gabrieli, Muhammad and the Conquests of Islam, P.21

iii. G M. Draycott, Mahomet, P.414.

[2] سیرۃ الرسول' محمد طاہر القادری' ج ۱' ص ۲۱۱' منہاج القرآن پبلیکیشنز' لاہور' ۲۰۰۵ء۔

انسانیت کا علم بردار اور عظمت انسانیت کا اعلان تھا۔ اس خطبے میں یہ بتایا گیا تھا کہ نوع انسانی رنگ ونسل سے بالا ہے اور ان کے حقوق برابر ہیں۔ کسی بالا دست کو کسی زیر دست کے استحصال کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی ہے۔

مغربی پروپیگنڈے سے متاثر اکثر لوگ آج یہ خیال کرتے ہیں کہ انسانی حقوق کی تحریک کا آغاز "Magna Carta" (مجریہ ۱۵ جون ۱۲۱۵ء) سے ہوا جسے وہ لبرٹی منشور آزادی یا منشور اعظم بھی قرار دیتے ہیں سے ہوا ہے اور اس کی انتہا اقوام متحدہ کا منشور انسانی حقوق (مجریہ ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء) ہے۔ لیکن اگر آپ حقیقت کی نظر سے دیکھیں' تو اقوام متحدہ کے منشور انسانی حقوق کی بیشتر دفعات خطبہ حجۃ الوداع کا چربہ نظر آئیں گی۔

آج کی مہذب اور ترقی یافتہ دنیا کا یہ حال ہے کہ اقوام عالم ایک جگہ بیٹھتی ہیں۔ ان کے سینکڑوں تعلیم یافتہ اور روشن خیال نمایندے باہمی مشاورت سے "Charter of Human rights" مرتب کرتے ہیں۔ اس پر لمبی چوڑی تقریریں کرتے ہیں' مگر اپنی روح کے ساتھ اس کا نفاذ نہیں کر پاتے ہیں۔ پرفریب نعرے لگائے جاتے ہیں اور استحصال جاری رہتا ہے۔ بالا دست بالا دست اور زیر دست زیر دست ہی رہتا ہے۔ لیکن مدینے کے تاجدار نے چودہ صدیاں پہلے انسانیت کو جو منشور آزادی اور انسانی حقوق کا پروانہ دیا اس کی صدائے بازگشت آج بھی سنائی دے رہی ہے۔ اس ذات والا صفات نے نہ صرف اس منشور کا اعلان کیا' بلکہ اس کا نفاذ بھی کر کے دکھایا۔

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی کے الفاظ میں:

یہ منشور انسانی حقوق دراصل حقوق انسانی کے اولین اور مثالی علمبردار' انسانیت کے تاجدار' محسن اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پوری انسانی دنیا کی صلاح وفلاح اور حقوق وفرائض کا سرمدی' حتمی اور عملی منشور' حقیقتاً مظلوم' سسکتی اور دم توڑتی' طبقاتی اور نسلی ونسبی عصبیتوں کی غیر انسانی اور ظالمانہ تقسیم کی شکار مظلوم انسانیت کے نام تاریخی اور انقلابی فرمان اور مژدۂ جاں فزا تھا۔ [1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خطبہ جو صحابہ کرام کے عظیم اجتماع میں دیا کسی وقتی جذبہ کی بنیاد پر نہ

---

[1] محسن انسانیت اور انسانی حقوق' ڈاکٹر حافظ محمد ثانی' ص ۱۵۵' دارالاشاعت' کراچی' ۱۹۹۹ء

تھا' نہ ہی کسی سیاسی مصلحت کی بناء پر تھا۔ اس کا لب لباب یہ تھا کہ جاہلانہ دور کا ظالمانہ نظام آج ختم ہونے جا رہا ہے۔ اسلامک ورلڈ آرڈر کے تحت عدل' انصاف اور مساوات کے ایک نئے دور کا آغاز ہونے جا رہا ہے۔ آج کے بعد ہر شخص کے بنیادی حقوق یعنی جان' مال' عزت و آبرو کی ضمانت دی جائے گی' معاشی و اقتصادی استحصال کا خاتمہ ہوگا' عورتوں کو حقوق اور احترام کی خلعت عطاء ہوگی۔ امانت کی واپسی اور قرض کی ادائیگی لازمی ہوگی' سود لینے اور دینے کی ممانعت ہوگی' قتل عمد کے لیے قصاص اور شبہ عمد کے لیے دیت کا نظام ہوگا' زوجین کے باہمی حقوق و فرائض کا خیال رکھا جائے گا' انسانوں کے درمیان شرف کا معیار رنگ و نسل کی بجائے تقویٰ ہوگا' وراثت کے معاملے میں قرآن کے متعین کردہ ضابطے کی پابندی کی جائے گی اور وصیت کی حد کل میراث کے ایک تہائی سے زیادہ نہ ہوگی۔

جمعہ ۹ ذی الحجہ ۱۰ھ کو جبل الرحمۃ پر سے میدانِ عرفات کے ایک لاکھ چالیس ہزار حاضرین کو حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اکرم ﷺ نے جو خطاب فرمایا تھا' اسے تاریخ نے خوش قسمتی سے محفوظ رکھا ہے' اس خطاب کو انسانیت کا منشورِ اعظم کہا جا سکتا ہے' اس کا ترجمہ یہ ہے:

(۱) سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے' ہم اسی کی حمد کرتے ہیں' اسی سے مدد چاہتے ہیں' اسی سے معافی مانگتے ہیں' اسی کے پاس توبہ کرتے ہیں اور ہم اللہ ہی کے ہاں اپنے نفسوں کی برائیوں اور اپنے اعمال کی خرابیوں سے پناہ مانگتے ہیں' جسے اللہ ہدایت دے تو پھر کوئی اسے بھٹکا نہیں سکتا اور جسے اللہ ضلالت عطا کرے تو پھر کوئی اس کو ہدایت پر نہیں لا سکتا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کا بندہ اور رسول ہے۔

(۲) اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی تاکید اور اس کی اطاعت پر پرزور طور پر آمادہ کرتا ہوں اور میں ابتدا اسی سے کرنا چاہتا ہوں جو بھلائی ہے۔

(۳) امابعد۔ لوگو! مجھ سے سنو میں تمہیں بتاتا ہوں' کیونکہ اللہ جانتا ہے شاید اس سال کے بعد میں اس جگہ تم سے پھر نہ مل سکوں۔

(۴) لوگو! تمہارے خون' تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں تمہارے لیے (ایک دوسرے پر) اپنے رب سے ملنے (قیامت) تک حرام ہیں۔ ایسے ہی حرام و محترم جیسے تمہارے آج

کے مہینے اور اس مقام کی حرمت ہے۔ ہاں! کیا میں نے پہنچا دیا؟ اے اللہ! تو گواہ رہنا۔

(۵) جس کے پاس کوئی امانت ہو تو وہ اسے ادا کر دے جس نے وہ اس کے پاس امانت رکھائی۔

(۶) خبردار! جاہلیت کا سود گرا دیا جاتا ہے۔ البتہ تمہارے لیے راس المال پر حق ہوگا' نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ اللہ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ کوئی سود نہ رہنے پائے اور پہلا سود جس سے میں (اس کی) ابتدا کرتا ہوں وہ میرے چچا عباس بن عبدالمطلب کا ہے۔

(۷) خبردار! جاہلیت کے خون گرا دیے جاتے ہیں اور پہلا خون جس سے میں (اس کی) ابتدا کرتا ہوں وہ (میرے چچا زاد بھائی کے بیٹے) عامر بن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب کا ہے۔

(۸) خبردار! جاہلیت کے آثار اور عہدے گرا دیے جاتے ہیں' بجز (خانہ کعبہ کی) رکھوالی اور (حجاج کو) پلائی پلانے کے۔

(۹) قتل عمد پر قصاص ہے۔ مشابہ عمد وہ ہے جس میں لٹھ اور پتھر سے موت واقع ہو۔ اس میں سو اونٹ بطور خون بہا ہیں۔ جو اس میں زیادتی (کا مطالبہ) کرے تو وہ جاہلیت والا ہے۔ ہاں! کیا میں نے پہنچا دیا؟ اے اللہ! تو گواہ رہنا۔

(۱۰) امابعد۔ لوگو! شیطان اس سے تو مایوس ہو گیا ہے کہ اب تمہاری اس سرزمین میں اس کی پوجا ہو' لیکن وہ اس پر راضی ہے کہ اس کے سوا دیگر ایسی باتوں میں اس کی اطاعت کی جائے جن کو تم اپنے اعمال میں بہتر سمجھتے ہو اس لیے اپنے دین کے متعلق اس (شیطان) سے محتاط رہو۔

(۱۱) لوگو! سال کی کبیسہ گری کفر میں ایک زیادتی ہے' جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ اس کے باعث بہکائے جا رہے ہیں' وہ اسے ایک سال حلال کر لیتے ہیں اور ایک سال حرام تاکہ اس تعداد کا تکملہ کر لیں جو خدا نے حرام کر رکھی ہے' اس طرح وہ خدا کی حرام کردہ چیز کو حلال کر لیتے ہیں اور حلال کردہ چیز کو حرام۔ حقیقت میں اب زمانہ چکر لگا کر پھر اسی شکل پر آ گیا ہے' جیسے کہ خدا کے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے کے دن تھا۔ بے شک

مہینوں کی تعداد اللہ کے پاس اللہ کی کتاب میں اس کے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے کے دن بارہ مہینے لکھی ہے' ان میں چار حرام ہیں تین پے در پے اور ایک تنہا۔ ذوالقعدہ ذوالحجہ اور محرم اور (قبائل) مضر کا رجب جو جمدی الآخر اور شعبان کے بیچ میں ہے۔ کیا میں نے پہنچا دیا؟ اے اللہ! تو گواہ رہنا۔

(۱۲) امابعد لوگو! تمہاری عورتوں کے لیے تمہارے اوپر ایک حق ہے اور تمہارے لیے ان کے اوپر ایک حق ہے۔ تمہارے یے ان کے اوپر یہ کہ وہ تمہارے بستر کو تمہارے سوا کسی اور سے نہ روندوائیں اور تمہارے گھر میں تمہاری اجازت کے بغیر کسی کو داخل نہ ہونے دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور کوئی برے فحش کام کا ارتکاب نہ کریں۔ اگر وہ ایسا کریں تو اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم ان پر سختی کرو۔ ان کے ساتھ سونا بند کرو ان کو غیر شدید ضرب پہنچاؤ۔ اگر وہ باز آجائیں اور تمہاری اجاعت کرنے لگیں تو تم پر ان کا اچھے دستور سے کھلانا اور پہنانا لازم ہے۔ عورتوں کے متعلق بھلائی کی تمہیں تاکید ہے' کیونکہ وہ تمہارے پاس قیدی سی ہوتی ہیں اور اپنے لیے کسی چیز کی مالک نہیں ہوتیں' اور تم ان کو اللہ کی امانت کے طور پر اللہ کے بول پر ان سے تمتع اپنے لیے حلال کرتے ہو' اس لیے عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو' ان سے بھلائی کی تمہیں تاکید ہے۔ ہاں! کیا میں نے پہنچا دیا؟ اے اللہ! تو گواہ رہنا۔

(۱۳) لوگو' تمام مومن بھائی بھائی ہیں۔ کسی شخص کے لیے اپنے بھائی کا مال حلال نہیں' بجز اس کے کہ وہ اس کی طبعی خوشی سے ہو۔

(۱۴) لہذا میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو' میں نے ایک ایسی چیز چھوڑی ہے کہ جب تک تم اسے تھامے رہو گے میرے بعد تم گمراہ نہ ہو گے' کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ۔ ہاں' کیا میں نے پہنچا دیا؟ اے اللہ! تو گواہ رہنا۔

(۱۵) لوگو! تمہارا رب بھی ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک۔ تم سب آدم علیہ السلام سے ہو اور آدم مٹی سے' تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے مکرم وہ ہے جو تم میں سب سے متقی ہو۔ کسی عربی کو کسی عجمی کو کوئی فضیلت نہیں بجز تقویٰ کے۔ ہاں! کیا میں نے پہنچا دیا؟ اے اللہ! تو گواہ رہنا۔ لوگوں نے کہا: ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسم نے فرمایا: تو پھر حاضر کو چاہیے کہ

غائب تک پہنچا دے۔

(۱۶) لوگو! اللہ نے ہر وارث کے لیے ورثے میں اس کا حصہ مقرر کر دیا ہے۔ اب وراثت کے لیے کسی مزید وصیت کی اجازت نہیں اور کسی اور کے حق میں بھی ایک تہائی (مال) سے زیادہ کی وصیت جائز نہیں۔ بچہ بستر (کے مالک) کا ہوگا اور زانی کو پتھر ملیں گے' جو شخص اپنے باپ کے سوا کسی اور کی طرف اپنے کو منسوب کرے یا اپنے مولا (معاہداتی بھائی) کے سوا کسی اور کو مولیٰ بنائے' تو اللہ اور فرشتوں اور انسانوں سب کی اس پر لعنت ہے۔ اس سے (تلافی کے لیے) کوئی خرچ اور کوئی بدلہ قبول نہیں ہوگا۔ والسلام علیکم [1]

اس کے عربی متن کے لیے دیکھیے جاحظ کی البیان والتبیین ۲ / ۲۴ ۔ ۲۵' سیرۃ ابن ہشام ص ۹۶۸' تاریخ یعقوبی ۲ / ۲۲ ۔ ۲۳' طبری ص ۱۷۵۳ تا ۱۷۵۵' سنن دار قطنی' کتاب الحج۔

رومانیہ کے مشہور غیر مسلم ادیب و سیرت نگار کونسٹن ویرژیل جارج خطبہ حجۃ الوداع کی دعوتی و تبلیغی اہمیت کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جب ہم یہ خطبہ پڑھتے ہیں تو باوجود یہ کہ ہم یورپی ہیں اور پیغمبر اسلام (ﷺ) کی آواز ہم نے نہیں سنی اور نہ ہی ہم اس مقام پر اس اجتماع میں موجود تھے پھر بھی ہم اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے ہیں۔ [2]

سیر یا قانون بین الممالک (International Law)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے سیر یعنی قانون بین الممالک کی تعریف اور اس کا پس منظر یوں بیان کیا ہے:

دو خود مختار سیاسی وحدتوں کے تعلقات جن قواعد کے تحت جاری رہتے ہیں' ان کو مسلمان فقہاء نے (عربی میں) سیر کا نام دیا تھا (جو سیرۃ کی جمع اور جس کے معنی طرز عمل اور برتاؤ کے ہیں)۔ قدیم زمانے میں اسے قانون بین القبائل کا نام دے سکتے تھے۔ پھر شہری مملکتوں کے زمانے میں اسے بین البلدیات کہہ سکتے تھے۔ ایک زمانے میں جب قوم کا مفہوم سیاسی تھا نسلی

---

[1] رسول اکرم کی سیاسی زندگی' ڈاکٹر محمد حمید اللہ' ص ۳۳۹ ۔ ۳۴۲' دارالاشاعت' کراچی' ۲۰۰۳ء

[2] محمد رسول اللہ' کونسٹن ویرژیل جارج' ترجمہ عبدالصمد صارم الازہری' ص ۲۲۶' مکتبہ معین الادب' لاہور' ۱۹۷۴ء

نہیں، بین الاقوام کی اصطلاح کا اس پر اطلاق ہو سکتا تھا۔ اب اسے بین الممالک یا بین الدول کے سوا کوئی اور نام نہیں دے سکتے۔

اس پس منظر سے معلوم ہوگا کہ سیر کا وجود انسانی سماج میں زمانہ ماقبل تاریخ سے ہو چکا ہونا چاہیے۔ لیکن تاریخی نقطۂ نظر سے ان قواعد کے نہیں، بلکہ ان قواعد کے علم کے موجد پہلی اور دوسری صدی ہجری کے مسلمان فقہاء ہیں۔

مسلمان ہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے علم سیر کے قواعد کا اطلاق عالمگیر کر دیا اور دنیا کی کسی بھی قوم یا مملکت کو اس سے مستثنیٰ نہ رکھا۔ بین الممالک تعلقات کے قواعد کا ذکر میرے علم میں اسلام سے پہلے مستقل علم کے طور پر کبھی نہیں ہوا۔ مسلمانوں نے یا تو اس پر خصوصی کتابیں لکھیں یا ان کو قانون (فقہ) کی کتابوں میں ایک باب کے طور پر درج کیا۔ دوسرے الفاظ میں یہ قواعد اسلامی قانون کا جزو تھے، مسلمان حاکم کی صوابدید کا مسئلہ نہیں۔ غرض مسلمانوں نے اسے قانون بھی بنایا، بین الممالک و عالمگیر اور ایک مستقل علم بھی۔ [1]

حضور ﷺ نے اپنے مدنی دور میں مختلف قبائل اور اقوام سے معاہدات کیے۔ اکثر معاہدے مشرکین، یہودیوں اور عیسائیوں سے کیے گئے۔ غیر مسلموں کو خصوصی مراعات بھی دی گئیں۔ ان معاہدات اور امور کو بنیاد بناتے ہوئے فقہائے اسلام نے ایک نئے علم (قانون) کی بنیاد رکھی۔ اس علم کے لیے سیر کا لفظ استعمال کیا گیا، جس کے معنی سیرت یا طریقِ عمل کے لیے جا سکتے ہیں۔ اسے ہم قانون بین الممالک قرار دے سکتے ہیں۔ یہ قانون قرآنی احکامات، احادیث مبارکہ اور حضور ﷺ کی سنتوں کو بنیاد بنا کر تشکیل دیا گیا ہے۔

عام طور پر مغربی دنیا ہیوگو گروشیس (Hugo Grotius) کو بین الاقوامی قانون کا باوا آدم سمجھتی ہے، مگر گروشیس سے تقریباً ایک ہزار سال قبل فقہائے اسلام نے قانون بین الممالک کی ترتیب و تدوین کا کام شروع کر دیا تھا۔ گروشیس سے ۸۶۰ سال قبل امام شیبانی نے اس موضوع پر تین کتابیں لکھیں۔ یہ تینوں کتابیں آج بھی دستیاب ہیں۔ دوسری صدی ہجری کے اختتام سے پہلے اس موضوع پر متعدد مبسوط کتابیں لکھی جا چکی تھیں۔ [2]

---

[1] نگارشات، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، محمد عالم مختار حق، ص ۳۴۷، ۳۴۹، بیکن بکس، لاہور، ۲۰۰۹ء

[2] محاضرات سیرت، ڈاکٹر محمد احمد غازی، ص ۱۸، الفیصل، لاہور، ۲۰۰۹ء

مسلمان ہی سیر یا قانون بین الممالک کے اولین معمار ہیں۔ اس قانون کو مسلمانوں نے ہی سب سے پہلے ایک مستقل علم (شعبہ) کا درجہ دیا ہے اور انہوں نے ہی اس مضمون پر کتابیں لکھی ہیں۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کہتے ہیں:

یہ کہنا تو دشوار ہے کہ سب سے پہلے کس مسلمان فقیہ نے علم سیر سے بحث کی۔ صحابہ کرام کو چھوڑ بھی دیں تو علقمہ نخعی' ابراہیم نخعی' حماد' ابن سیرین وغیرہ کی کتابیں اب نہیں ملتیں۔ زید بن علی زین العابدین کی وفات ۱۲۰ھ میں ہوئی (۱۲۲ھ بھی بیان کی جاتی ہے)' ان کی کتاب ''المجموع فی الفقہ'' البتہ مل گئی اور چھپ گئی ہے۔ اس میں کتاب السیر کے عنوان سے ایک خاصا طویل باب ہے اور مسلمانوں کی خانہ جنگیوں ہی سے نہیں' بلکہ اجنبی غیر مسلم ممالک سے جنگ اور صلح کے قواعد سے بحث کرتا ہے۔ اس دور کے بعد ہمیں سیر پر دو طرح کا مواد ملتا ہے۔ ایک تو مستقل کتابیں مثلاً امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام محمد کی کتاب السیر الصغیر اور کتاب السیر الکبیر۔ مذکورہ بالا ائمہ کے علاوہ زفر' ابراہیم الفزاری' واقدی وغیرہ بھی اس موضوع پر کتابیں لکھتے ہیں اور اب فزاری کی کتاب کے ٹکڑے اور واقدی کے اقتباسات ملتے ہیں۔ [1]

امام زید t (متوفی ۱۲۰ھ) زیدیہ فرقہ کے بانی اور امام حسین t کے پوتے اور امام زین العابدین کے بیٹے تھے' زید بن علی زین العابدین بہت بڑے عالم تھے۔ انہوں نے المجموع فی الفقہ کے نام سے جو کتاب لکھی ہے' اس میں ایک باب انٹرنیشنل لا سے متعلق ہے جس کو کتاب السیر کا نام دیا گیا ہے۔ [2]

امام محمد کی کتاب السیر الکبیر جس کا ذکر اوپر گزرا کو اسلام کے بین الاقوامی قانون کے انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت حاصل ہے۔ اس میں نہ صرف بین الریاستی تعلقات کی بابت قوانین بیان کیے گئے ہیں' بلکہ ان قوانین پر بھی بحث کی گئی ہے کہ اگر غیر ملک کے باشندے کسی اسلامی ملک میں رہ رہے ہوں تو ان پر قوانین کا اطلاق کس طرح ہوگا؟ یہ کتاب اتنی ضخیم تھی کہ جب اس کی ایک کاپی کو تحفہ کے طور پر پیش کرنے کے لیے خلیفہ وقت ہارون الرشید کے پاس لایا گیا تو ایک گاڑی میں لاد کر لے جایا گیا۔

---

[1] نگارشات' ڈاکٹر محمد حمید اللہ' محمد عالم مختار حق' ص ۳۴۹۔۳۵۱ بیکن بکس' لاہور' ۲۰۰۹ء

[2] خطبات بہاولپور' ڈاکٹر محمد حمید اللہ' ص ۳۴۶ بیکن بکس' لاہور' ۲۰۰۵ء

امام سرخسی جو پانچویں صدی ہجری کے مشہور حنفی فقیہ گزرے ہیں نے کتاب السیر الکبیر کی شرح لکھی ہے جو چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ یاد رہے کہ امام سرخسی نے یہ کتاب اس وقت تالیف کی جب وہ ایک کنوئیں میں قید تھے۔ یہ پوری کتاب انہوں نے کنوئیں کے اندر سے ہی املا کروائی۔ امام سرخسی نے اپنے چودہ سالہ قید کے عرصہ میں متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب المبسوط بھی ہے جو تیس جلدوں پر مشتمل ہے۔ شرح سیر الکبیر کی اہمیت کے پیش نظر یونیسکو (Unesco) نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کتاب کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا جائے۔ ترجمہ کا کام ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے سپرد کیا گیا اور انہوں نے اپنی زندگی میں ہی ترجمہ کا کام مکمل کرلیا تھا۔ [1]

انٹرنیشنل لا کے قانون میں امن (Law of Peace) کا تعلق سفارت سے ہے۔ قدیم زمانے میں سفیر مستقل نہیں ہوتے تھے' بلکہ معینہ غرض کے لیے معینہ مدت کے لیے بھیجے جاتے تھے اور کام سرانجام دینے کے بعد واپس آجاتے تھے' اس سلسلے میں امیر علی نے "History of saracens" میں لکھا ہے کہ مستقل سفیروں کا آغاز یورپ سے دو سو سال پہلے مسلمانوں میں ہوا۔ [2]

قانون بین الممالک کے لیے عربی میں کبھی کبھی بین الدول کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ یہ قانون بھی ایک ایسا علم ہے جو مسلمانوں کا ہی رہین منت ہے اور مسلمانوں ہی نے سب سے پہلے اس کو وجود بخشا ہے۔ [3]

اسلام کے قانون بین الاقوامی کا ماخذ قرآن اور سیرت نبوی ﷺ ہیں۔ پچھلے تیس چالیس سالوں میں "International Humanitanan Law" کے نام سے بین الاقوامی قانون کی ایک نئی شاخ قائم ہوئی ہے۔ اس قانون کا مقصد جنگ سے متاثر ہونے والے زخمی' شہری' پناہ گزین' قیدی اور اس طرح کے غیر متحارب (Non-combatants) گروہوں کے حقوق کا تحفظ ہے۔ اس موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ انہی امور کے فیصلوں کے

---

[1] ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی بہترین تحریریں' سید قاسم محمود' ص ۱۲۰' ہیکن بکس لاہور' ۲۰۱۱ء

[2] خطبات بہاولپور' ڈاکٹر محمد حمید اللہ' ص ۱۴۴' ہیکن بکس لاہور' ۲۰۰۵ء

[3] خطبات بہاولپور' ڈاکٹر محمد حمید اللہ' ص ۱۴۹' ہیکن بکس لاہور' ۲۰۰۵ء

لیے International Criminal Court بھی قائم ہوئی ہے۔لیکن تاریخ انسانی میں پہلی مرتبہ ان موضوعات پر واضح احکامات زبان رسول ﷺ سے دیئے گئے ہیں۔آپ ﷺ کے فرمودات کے چار اہم نکات یہ ہیں:

(الف) میدان جنگ میں زخمی ہونے والے دشمن کے فوجی کو قتل نہیں کیا جائے۔

(ب) اگر کوئی فرار ہو جائے تو پیچھا کر کے اس کو پکڑنے یا مارنے کی کوشش نہ کی جائے۔

(ج) کوئی جنگی قیدی قتل نہیں کیا جائے۔

(د) اگر کوئی اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے تو اسے بھی امان دے دی جائے۔

یہ وہی نکات ہیں جو آج آئی ایچ ایل کے چار بڑے معاہدات میں بھی شامل کیے گئے ہیں۔رسول اللہ ﷺ جب کوئی دستہ بھیجتے تھے تو چار ہدایتیں دیتے تھے۔یعنی دھوکہ مت دینا' مال میں ہیرا پھیری مت کرنا' کسی سے غدر' خیانت اور وعدہ شکنی مت کرنا' کسی مردہ کی لاش کی بے حرمتی مت کرنا' کسی بچے کو قتل مت کرنا نہ کسی عورت' پادری یا مذہبی شخصیت کو قتل کرنا۔[1]

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کہتے ہیں کہ یونانیوں اور رومیوں نے بھی کچھ قواعد بنا رکھے تھے' مگر ان کا اطلاق انٹرنیشنل لاء پر نہیں ہوتا تھا۔وہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ایک یونانی شہر جو خود مختار مملکت کی صورت رکھتا' دوسرے یونانی شہر کے ساتھ تعلقات میں چند معین قواعد پر عمل کرتا' مگر باقی ساری دنیا کے متعلق اپنی اپنی صوابدید کے سوا کوئی معین ضابطہ یا قاعدہ نہیں تھا۔کبھی کچھ برتاؤ ہوتا اور کبھی کچھ' کوئی اس سے باز پرس کا حق نہیں رکھتا تھا۔یونانی قانون بین الممالک میں خامی یہ تھی کہ وہ صرف ایک محدود تعداد کے انسانوں سے متعلق تھا باقی ساری دنیا کو وحشی قرار دے کر یونانی اس قابل نہیں سمجھتے تھے کہ ان کے ساتھ کسی معینہ قاعدے پر عمل کریں۔یہ معینہ قاعدے جو ہم وطن اور ہم نسل لوگوں سے متعلق تھے' وہ بھی آج ہمیں وحشت کے حامل نظر آتے ہیں کہ انٹرنیشنل لا کے آغاز میں قدیم ترین مثالیں ہم کو یونان میں ملتی ہیں' جہاں خود مختار شہری مملکتیں حالت امن و جنگ میں چند معینہ قواعد پر عمل کرتی تھیں۔لیکن وہ صحیح معنوں میں انٹرنیشنل نہ تھا۔

---

[1] محاضرات سیرت' ڈاکٹر محمد احمد غازی' ص ۵۰-۳۵۱' الفیصل' لاہور ۲۰۰۹ء

اس کے بعد فرنگی مصنفین کے نزدیک انٹرنیشنل لاء کے ضمن میں رومی دور قابل ذکر ہے۔ اس دور میں شہری مملکتیں باقی نہیں رہی تھیں' لیکن شہر روما جو ابتداً ایک خودمختار شہر تھا' ایک بڑی وسیع سلطنت کے پایہ تخت کی حیثیت اختیار کر چکا تھا جو یورپ کے علاوہ شمالی افریقہ اور ایشیا تک کے کچھ علاقوں پر مشتمل تھی۔ اس دور میں جنگ بھی ہوتی رہی اور پرامن تعلقات بھی ہوتے رہے' لیکن میں اس دور کو بھی قانون بین الممالک کے لیے موزوں نہیں سمجھتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فرنگی مصنفوں کے بیان کے مطابق' رومی سلطنت اگر جنگ یا امن کے زمانے میں معین قواعد پر عمل کرتی تو ساری دنیا کے ساتھ نہیں' بلکہ صرف ان سلطنتوں کے ساتھ جن سے اس کے معاہدے رہے ہوں۔ مثلاً ایک سلطنت سے اس کے تعلقات پیدا ہوئے' دوستانہ معاہدہ ہوا اور پھر بعد میں کسی وجہ سے جنگ چھڑی تو وہ اس قابل سمجھی جاتی تھی کہ اس کے ساتھ معینہ قواعد پر عمل کیا جائے۔ باقی دنیا کے لیے کوئی قاعدہ نہیں تھا' صرف ذاتی صوابدید پر عمل ہوتا تھا۔ لیکن اس موضوع کے سلسلے میں نہ صرف یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ ہم رومی عہد کو بھی انٹرنیشنل لا کے لیے موزوں قرار نہیں دیتے۔ ان کا قانون اگرچہ جنگ و امن کے متعلق ہی تھا' لیکن وہ اسے ساری دنیا کے لیے یکساں نہیں برتتے تھے۔

۱۸۵۶ء تک معینہ قاعدوں پر یورپ میں صرف عیسائی سلطنتوں کے آپس کے تعلقات کے ضمن میں عمل کیا جاتا رہا۔ غیر عیسائی سلطنتوں کے لیے ان معینہ قواعد پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔ ۱۸۵۶ء میں پہلی مرتبہ مجبوراً یورپی عیسائی سلطنتوں نے اعتراف کیا کہ اس قاعدے کا اطلاق ایک غیر عیسائی سلطنت یعنی ترکی کے ساتھ بھی ہوگا' اس کے بعد تقریباً ساٹھ ستر سال کا وقفہ پڑا اور دوسری سلطنت جس کو یورپی حکومتوں نے انٹرنیشنل لا کے قواعد کا اہل سمجھا وہ جاپان تھا' جب اس نے ۱۹۰۵ء کی جنگ میں روس کو شکست دی۔ اس کے بعد پہلی جنگ عظیم شروع ہوتی ہے' اس وقت کچھ اور سلطنتوں کو بھی اس کا اہل سمجھا گیا۔ اس سلسلے میں کچھ شرطیں رکھی گئیں' جن کو پورا کرنے کے بعد کسی سلطنت کو لیگ آف نیشنز کا رکن بنایا جاتا تھا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد لیگ آف نیشنز کی بجائے ''مجلس اقوام متحدہ'' کا قیام عمل میں آیا۔ اس میں بھی ہر ملک کو اپنی ذاتی حیثیت سے رکن نہیں بنایا جاتا جب تک کہ کم سے کم دو ایسی سلطنتیں جو پہلے سے مجلس اقوام متحدہ کی ممبر ہوں' سفارش نہ کریں اور یہ اطمینان نہ

دلائیں کہ یہ واقعی ایک متمدن ملک ہے' انٹرنیشنل لا پر عمل کرتا ہے اور اس کا مستحق ہے کہ اس کے ساتھ انٹرنیشنل لا کے مطابق عمل کیا جائے۔

ان حالات میں' میں اپنے اس ابتدائی بیان کو دہراتا ہوں کہ اگر انٹرنیشنل لا چند مخصوص قوموں کے لیے نہیں' بلکہ اس کا اطلاق دنیا کے تمام ملکوں پر یکساں ہونا چاہیے' تو اس قانون کا آغاز مسلمانوں سے ہوا اور شاید اب بھی مسلمانوں ہی کے ہاں وہ قانون ہے' کسی دوسرے کے پاس تاحال نہیں آیا' جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا ہے کہ اس وقت مجلس اقوام متحدہ کا خود بخود یا بہ استحقاق خود ممبر بننا کسی سلطنت کے لیے ممکن نہیں ہے' جب تک دو ممبر سلطنتیں اس کی سفارش نہ کریں اور اس کی ذمہ داری نہ لیں کہ یہ واقعی ایک متمدن سلطنت ہے۔ اس کے برعکس اسلامی قانون میں اس فرق و امتیاز کی گنجائش نہیں کہ کوئی ملک مسلمانوں کے معیار کے قواعد پر عمل کرتا ہے یا نہیں کرتا' حتیٰ کہ ہم دیکھیں گے کہ اگر کوئی دشمن ہمارے ساتھ غیر انسانی برتاؤ بھی کرے' تب بھی ہم اس کے ساتھ اپنے قواعد کے مطابق انسانیت کا برتاؤ کریں گے۔ ان حالات میں مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ قانون بین الممالک' جو حقیقت میں بین الممالک بھی ہو اور قانون بھی ہو مسلمانوں سے شروع ہوتا ہے۔ [1]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مدینہ کے قبائل خصوصاً اوس اور خزرج کے مابین ۱۲۰ سالوں سے آپس کی لڑائی جاری تھی اور وہاں کوئی مرکزی حکومت نہیں تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجویز پر تمام گروہ جن کی اکثریت مسلمان نہیں تھی نے اس بات کو قبول کیا کہ وہ ایک میثاق کے ذریعے اکٹھے ہو جائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سردار مان لیں۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ ۲ ہجری میں میدان بدر میں جو معرکہ ہوا وہ دو شہری مملکتوں یعنی مکہ کے کفار اور مدینہ کے مسلمانوں کے درمیان ہوا۔ اس جنگ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرز عمل سے ہمیں چند جنگی قوانین ملے یعنی اعلان جنگ کیا جائے یا نہ کیا جائے؟ جنگ میں صرف بالغ مردوں کو قتل کیا جائے جو ہتھیار اٹھا کر حملہ کر سکتے ہیں یا دشمن کے ہر فرد کو' بچے کو بھی بیمار کو بھی' عورت کو بھی' غلام کو بھی قتل کر سکتے ہیں؟ صرف میدان جنگ میں قتل کیا جائے یا میدان جنگ کے باہر بھی اسے قتل کیا جا سکتا ہے؟ اسی طرح اگر مثلاً دشمن کے آدمیوں کو ہم جنگ میں

---

[1] خطبات بہاولپور' ڈاکٹر محمد حمید اللہ' ص ۱۳۱-۱۳۳' بیکن بکس' لاہور' ۲۰۰۵ء

گرفتار کریں، تو جنگی قیدیوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے؟ کیا انہیں قتل کردیا جائے؟ یا انہیں مفت رہا کردیا جائے یا انہیں فدیہ لے کر رہا کردیا جائے یا انہیں تبادلہ اسیران کے طور پر یعنی ہمارا جو قیدی ان کے پاس ہے اس کے معاوضے میں دشمن کا قیدی جو ہمارے پاس ہے رہا کریں وغیرہ۔[1]

فقہ، اصول فقہ، اجتہاد (Jurisprudence)

فقہ ایک عربی لفظ ہے، جس کے لغوی معنی جاننا ہے اور اس کے اصطلاحی معنی قانون کے ہیں۔ دنیاوی زندگی کے مختلف پہلو اسلامی قوانین کے دائرہ میں آتے ہیں جسے ہم فقہ کہتے ہیں۔ فقہ میں نہ صرف عبادات سے متعلق تفصیلات ملتی ہیں، بلکہ اس میں جرم و سزا، لین دین، پرسنل لا، حق وراثت، آئین و دستور، جنگ و امن، بین المالک قوانین و ضابطے وغیرہ کا احاطہ بھی شامل ہوتا ہے۔

فقہ کے کل چار ماخذ ہیں۔ دو اہم ترین ماخذ قرآن اور حدیث ہیں۔ فقہ دراصل ان دو بنیادی ماخذ اور پیش آمدہ مسئلہ میں تطبیق کا نام ہے۔ جب یہ بات طے ہے کہ فقہ کی اساس انہی دو چیزوں پر ہے تو فوراً یہ سوال ذہن میں آتا ہے کہ اسلام میں قانون سازی کی اجازت اور گنجائش کہاں تک ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ چند مخصوص امور کے بارے میں تو قرآن میں بالتصریح احکامات موجود ہیں، لیکن بیشتر امور کے بارے میں ہمیں اصولی رہنمائی ملتی ہے۔ ان امور کی جزئیات کے تعین کا کام زمان و مکان کے اعتبار سے اہل علم (مفتیان کرام) کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے تاکہ اسلام کا ماننے والا کسی بندگلی میں قید ہوکر نہ رہ جائے، بلکہ ہر نئے آنے والے مسئلہ پر اس وقت کے حالات اور واقعات کی روشنی میں راہ عمل نکالی جاسکے۔ بس اس شرط کے ساتھ کہ یہ جزئیاتی قواعد قرآن کے اساسی اصولوں اور روح دین کے خلاف نہ ہوں۔

ایک بہت اہم سوال یہ تھا کہ اگر کسی معاملے میں قرآن و حدیث خاموش ہوں اور ان میں کسی مسئلہ کے حل کے لیے واضح احکامات موجود نہ ہوں تو پھر کیا کیا جائے؟ اس سوال کے جواب میں صحابی رسول حضرت معاذ بن جبل t سے منسوب حدیث ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ ذیل تو

---

[1] ایضاً، ص ۱۳۵

وہ تھے ہی‘ رسول اللہ ﷺ نے ان کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا۔ بوقت رخصت حضور ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ اے معاذ! تم اپنے فیصلے کس طرح کیا کرو گے؟ تو انہوں نے جواب دیا :بکتاب اللہ (اللہ کی کتاب کے مطابق)۔ حضور ﷺ نے پوچھا: اگر اس میں جواب نہ پاؤ تو؟ حضرت معاذ نے کہا:”بسنة رسول اللہ“ (رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق)۔ حضور ﷺ نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے پوچھا:”فان لم تجد“ (اگر تم اس میں بھی جواب نہ پاؤ تو کیا کرو گے؟) تو حضرت معاذ نے فرمایا:”اجتهد برأيي ولا آلوا“ (یعنی میں اپنی رائے کے مطابق کوشش کروں گا)۔ اس جواب پر حضور ﷺ بہت خوش ہوئے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا: اے اللہ‘ تیرے رسول کے ایلچی نے جو بات بیان کی ہے وہ اللہ کے رسول کو پسند ہے۔ یہ کہہ کر آپ ﷺ نے حضرت معاذ t کو دعائیں دیں۔

اس اصول نے اسلامی قانونی وفقہ کی تدوین میں مینارۂ نور کا کام دیا۔ اگر یہ اصول نہ ہوتا تو فقہ کا کام منجمد ہو کر رہ جاتا‘ بہت سے مسائل اور سوالات کا جواب نہ مل پاتا اور مسلمان غیر اسلامی قوانین کو اختیار کرنے پر مجبور ہوتے۔ اجتہاد کے اس اصول کی وجہ سے ہر نئی صورت حال کے بارے میں قانون سازی اور راہ عمل اپنانے کا جواز مہیا ہو گیا۔

اسی ماخذ یعنی اجتہاد کے لیے کہیں قیاس‘ کہیں استدلال اور کہیں استصلاح کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں۔ یہ الفاظ مکمل طور پر مترادف نہیں‘ بلکہ ان میں باہم لطیف سا فرق پایا جاتا ہے۔

اصول فقہ کی کتابوں میں ایک چوتھا ماخذ بھی ذکر ہوا ہے اور وہ اجماع ہے۔ یعنی کسی بات پر علماء امت کا متفق ہو جانا۔ عہد رسالت مآب ﷺ میں اس ماخذ کی چنداں ضرورت نہیں تھی‘ اس لیے کہ جوں ہی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا لوگ فوراً رسول خدا ﷺ سے رجوع کر لیتے‘ رسول خدا ﷺ اس کا فیصلہ فرما دیتے جو ظاہر ہے کہ حرف آخر ہوتا تھا۔

تاہم انسانوں کی متفقہ رائے کو بھی دائمی اور خطاء سے پاک قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ماہرین فقہ تسلیم کرتے ہیں کہ ایک اجماع کو دوسرے اجماع سے منسوخ کیا جا سکتا ہے۔ یہ بنیادی اصول پیش نظر رہنا چاہیے کہ جس قانون کو کوئی مجاز ادارہ نافذ کرتا ہے‘ وہی مجاز ادارہ یا پھر اس سے بالائی مجاز ادارہ اس قانون پر خط تنسیخ پھیر دینے کا حق رکھتا ہے۔ قرآن پاک کا حکم

ایک نئے حکم (وحی) سے منسوخ ہو سکتا تھا۔ اسی طرح کسی فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تبدیلی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نئے فرمان کے ذریعہ ممکن تھی۔ لیکن یہ بات عیاں ہے کہ علاوہ قرآن و حدیث کے دیئے ہوئے احکامات میں ردو بدل کے مجاز نہیں ہیں۔ تاہم ایک عالم کی رائے (فتویٰ) سے دوسرے عالم کی رائے (فتویٰ) مختلف ہو سکتی ہے' کسی مسئلہ میں ایک عالم کا استنباط دوسرے عالم سے مختلف ہو سکتا ہے۔ اس اصول سے نئے آنے والے مسائل کے حل کے لیے نئی نئی راہیں کھلیں اور اسلامی قانون میں لچک (Flexibility) بھی رہی کہ قانون انسان کے لیے ہے انسان قانون کے لیے نہیں ہے۔ اسلامی قانون کے بہت سے اجزاء انسانوں یعنی فقہا کے استنباط کردہ ہیں اور ایک فقیہ کا حکم دوسرا فقیہ قبول بھی کر سکتا ہے اور نہ قبول کرتے ہوئے اپنی رائے بھی دے سکتا ہے۔

دنیاوی طور پر بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ ایک قانون ساز اسمبلی کا بنایا ہوا قانون وہی اسمبلی یا پھر منتخب ہو کر آنے والی نئی اسمبلی تبدیل کر دیتی ہے۔ یہ بات یاد رہنی چاہیے کہ اسلامی قوانین میں اجتہاد و استنباط کے ذریعہ کسی خلاء کو پر کرنے کا کام حکومتوں کا نہیں' بلکہ علماء اور فقہاء کا رہا ہے۔

مسلمان (علم) اصول فقہ (قانون) کے بانی ہیں۔ اسے مسلمانوں کا سب سے بڑا علمی کارنامہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ تاریخ انسانی میں قانون کے موضوع پر جو اولین کتابیں ملتی ہیں وہ مسلمانوں کی مرہونِ منت ہیں۔

میرے علم میں اصول قانون پر دنیا میں سب سے پہلی کتاب مسلمانوں نے لکھی۔ چونکہ وہ قانون کو فقہ کہتے ہیں' اس لیے اس دوسرے علم کو وہ اصول فقہ سے موسوم کرتے ہیں۔ اس بارے میں قدیم ترین کتابیں امام ابو حنیفہ h (ف ۷۶۷ء) اور ان کے دونوں شاگردوں امام ابو یوسف اور امام محمد شیبانی ; (اصول الفقہ) کی طرف منسوب ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی اب دستیاب نہیں ہوتی کہ اس کی تحصیل کی جا سکے۔ آج کل موجود سب سے قدیم کتاب امام محمد شیبانی کے شاگرد امام شافعی کی ہے۔ اس کا نام ہے: ''الرسالہ''۔ اس کا انگریزی ترجمہ ایک عراقی عیسائی مجید خدوری نے امریکا میں شائع بھی کیا ہے۔ اس میں فلسفۂ قانون' ماخذ ہائے قانون' تعبیر' استنباط و اطلاق قانون اور مماثل چیزوں سے بحث اور ان کا اسلامی

قانون پر اطلاق کیا گیا ہے۔اس کے بعد سے اس موضوع پر مسلمانوں نے سینکڑوں کتابیں لکھی ہیں اور دینی مدارس میں آج تک یہ موضوع نصاب کا جزو ہے۔اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ قانون تو نہیں' قانونیات کا آغاز مسلمانوں سے ہوا۔ [1]

مسلمانوں سے پہلے بھی دنیا میں قانون موجود تھا' مگر اصول فقہ جیسی چیز دنیا میں نہیں تھی۔ مغرب میں اصول قانون (Jurisprudence) حالیہ صدیوں کی بات ہے' جبکہ مسلمانوں میں یہ علم پہلی صدی ہجری کے اواخر سے ملتا ہے۔ یہ بحث کہ قانون کیا ہے' قانون کس طرح بنتا ہے' کس طرح بدلا جا سکتا ہے' کس طرح اضافہ کیا جاسکتا ہے' کس طرح سمجھا (Interpret) جاسکتا ہے؟ اسی طرح اگر قانون کے دو احکامات میں تضاد ہو تو کیا کرنا چاہیے اور کس قاعدے پر عمل کرنا چاہیے؟ اصول فقہ کا اطلاق صرف اسلامی قانون پر ہی نہیں ہوتا ہے' بلکہ اس کا اطلاق دوسرے قوانین پر بھی یکساں طور پر ہوتا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ h (متوفی ۱۵۰ھ) نے اپنی تحقیق و جستجو سے دوسری صدی ہجری میں اسلامی فقہ و قانون میں اتنا اہم اور نادر اضافہ کیا جو صدیاں گزرنے کے باوجود آج بھی اتنا ہی کار آمد (Relevant) ہے جتنا کہ اس وقت تھا۔امام ابوحنیفہ نے اسلامی قانون کی تاریخ میں جو کارِ نمایاں انجام دیا وہ سب سے اہم اور یادگار ہے۔

امام ابوحنیفہ h نے سوچا کہ انفرادی کوشش کی جگہ' اسلامی قانون کی تدوین اگر اجتماعی طور پر کی جائے تو بہتر ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے بہت سے شاگردوں میں چالیس ماہرین قانون منتخب کر کے ایک اکیڈمی قائم کی۔ انتخاب میں اس بات کا خیال رکھا کہ جو لوگ قانون کے علاوہ دیگر علوم اور معاملات کے ماہر ہوں' انہیں اکیڈمی کا رکن بنایا جائے۔

ان میں سے ہر ایک قانون کے ایک شعبے کا ماہر تھا جیسے قرآن اور حدیث کی تشریح' منطق' لغت نویسی وغیرہ۔ غرض مختلف صلاحیتوں کے ماہرین کو اس اکیڈمی میں جمع کیا۔ اصول یہ تھا کہ ایک فرضی سوال پیش کیا جائے' کہ اگر یوں ہو تو کیا کرنا چاہیے؟ اس مسئلے پر بحث ہوتی۔ بعض اوقات ایک سوال پر ایک ایک ماہ تک بحث ہوتی اور بالآخر جب سب لوگ ایک نتیجے پر پہنچ جاتے تو اس اکیڈمی کے سیکرٹری امام ابو یوسف اسے لکھ لیا کرتے تھے۔ اس ادارے نے اس دور کے

---

[1] نگارشات ڈاکٹر محمد حمید اللہ' محمد عالم مختار حق' ص ۸۷ ۴ ' بیکن بکس' لاہور' ۲۰۰۹ء

نظیری قانون کی جانچ پرکھ اور قوانین کی تدوین کی ذمہ داری اٹھائی۔ انہوں نے مسلم لاء میں پائے جانے والے اس خلا کو بھی پر کرنے کی کوشش کی جہاں بعض معاملات کے بارے میں نظیری قانون کے متن اور روایت میں کوئی تذکرہ اور رائے نہیں دی گئی تھی۔ ابوحنیفہ h کے ایک سوانح نگار کا کہنا ہے کہ انہوں نے کوئی پانچ لاکھ ضوابط وضع کیے تھے۔ (الموفق: ۱۱'ے ۱۳)[1]

امام ابوحنیفہ h اور ان کے ماہرین کی جماعت نے برس ہا برس کی محنت شاقہ سے جو قوانین مرتب کیے اس کے بارے میں یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ وہ مجموعہ قوانین اپنی کمیت (quantity) اور کیفیت (quality) کے اعتبار سے مغرب میں موجود "Justinian Code" سے بہتر اور کامل تھا۔ اس بات کے دعویدار صرف مسلمان ہی نہیں' بلکہ اہل مغرب بھی اس کے معترف ہیں:

چالیس سال سے زیادہ عرصہ ہوا جب میں ۱۹۲۸ء میں یونیورسٹی لاء کالج میں طالب علم تھا' ان دنوں ایک کتاب شائع ہوئی تھی جس کا نام ہے: "Angorah Reforms" یہ انگریزی زبان میں ایک فرانسیسی پروفیسر کی تالیف تھی۔ لندن یونیورسٹی کی صد سالہ سالگرہ کی تقریب میں اسی فرانسیسی پروفیسر کو دعوت دی گئی تھی۔ اس نے وہاں تین لیکچر دیئے' جن میں پہلے لیکچر کا موضوع "Angorah Reforms" تھا' اتاترک مصطفیٰ کمال پاشا نے ترکی میں پرانی چیزوں کو منسوخ کر کے نئے قوانین نافذ کیے۔ مثلاً سوئٹزرلینڈ کے کوڈ اور اٹلی کے کوڈ وغیرہ وہاں نافذ کیے گئے اور اسلامی قاعدے قوانین رد کر دیئے گئے اور دیگر چیزیں جو ترکی میں آئی تھیں مثلاً ترکی ٹوپی کی جگہ ہیٹ (Hat) کا استعمال وغیرہ' یہ لیکچر انہی چیزوں کے بارے میں تھا۔ چونکہ "Angorah Reforms" ایک نئی چیز تھی' اس لیے اس زمانے میں اس کا بڑا چرچا تھا۔ دوسرے مضمون کا عنوان "Roots of Law" یعنی قانون کی جڑیں تھا۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ پہلی بار اس دوسرے مقالے کو پڑھ کر مجھے اپنی میراث کا علم ہوا کہ مسلمانوں نے کیا خاص کارنامہ (Contribution) انجام دیا ہے۔ چونکہ کاؤنٹ اوسٹروروگ (Ostrorog) نے جو اس کتاب کا مؤلف ہے' بیان کیا ہے کہ یہ کسی اور قوم میں نہیں پایا جاتا اور یہ مسلمانوں کی

---

[1] اسلام کیا ہے؟' ڈاکٹر محمد حمید اللہ' ص ۱۹۱' بیکن بکس' لاہور' ۲۰۱۰ء۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی بہترین تحریریں' سید قاسم محمود' بیکن بکس' لاہور' ۲۰۱۱ء

عطا ہے اور اس میں ان چیزوں سے بحث ہوتی ہے'یہ اسلامی کارنامہ (Contribution) جو دنیاوی علم قانون پر روشنی ڈالتا ہے وہ اصول فقہ کہلاتا ہے۔ [1]

رومی حکمران جسٹینین جو رسول اللہ ﷺ کی ولادت سے چار پانچ سال پہلے فوت ہوا' نے جو قانون مرتب کرنے کی کوشش کی اس کی مثال فتاوائے عالمگیری سے دی جا سکتی ہے۔ لیکن یاد رہنا چاہیے کہ اس قانون میں وہ وسعت اور ہمہ گیری نہیں جو اسلامی قانون میں نظر آتی ہے۔ مثلاً اسلامی قانون دینی امور اور عبادات کا احاطہ بھی کرتا ہے اور جسٹینین قانون اس بارے میں خاموش نظر آتا ہے۔

"J.N.D. Anderson" اپنی کتاب "Islamic Law in the Modern World" میں لکھتا ہے:

It should also be observed that there is no aspect of law in which the logical and technical excellencies of the Islamic system are more adantageously displayed than in the law of inheritance. Indeed there is a famous dictum attributed to the Prophet that a knowledge of the shares alloted to the heirs under this system constitutes the equivalent of one-half of all human knowledge. However it may be, it would, I suppose, be true to any that there is no system of inheritance that has been worked out with detailed thoroughness, the meticulous precision and the religious which has been accorded so lavishly by Muslim jurists to the Islamic Law of succession. [2]

یہ بات نوٹ کرنی چاہیے کہ کسی بھی پہلو سے دنیا میں کوئی بھی قانون ایسا نہیں ہے جس میں قانون وراثت کو زیادہ بہتر طور پر منطقی اور تکنیکی اعتبار سے زیادہ مہارت کے ساتھ پیش کیا گیا ہو۔ درحقیقت یہ بات بجا طور پر پیغمبر (اسلام) کی بابت کی گئی ہے کہ وارثوں میں حصے بخرے (وراثت) کا قانون جو اس (اسلامی) قانون وراثت سے منسوب ہے کل انسانی علم کا نصف ہے۔ بہرحال یہ بات ممکن ہے' ممکن ہو گی اور میں سمجھتا ہوں کہ ایسا ہی ہے کہ دنیا میں کوئی

---

[1] خطبات بہاولپور' ڈاکٹر محمد حمید اللہ' ص ۱۰۶۔۱۰۷' بیکن بکس' لاہور' ۲۰۰۵ء

[2] Islamic Law in the Modern World, J.N.D, Anderson, P.60,New York University Press, New York: 1959

اور ضابطۂ وراثت اپنی جزئیات کے ساتھ اتنا کامل' اتنا ٹھیک ٹھیک (Acurate)' اتنی موزونیت کا حامل اور اتنا مذہبی نہیں۔ اس قانون کو اسلامی ماہرین قانون وراثت نے وسعت اور موزونیت سے مرتب کیا ہے۔

"Alarmic کا مصنف "Mohammadan Law of Inheritance"
"Rumsey لکھتا ہے:

The Moohammudan law of inheritance comprises, beyond questions, the most refined and elaborate system of rules for the devolution of property that is known to the civilized world and its beauty and symmetry are such that it is worthy to be studied, not only by lawyers with a view to its practical application, but for its own sake and by those who have no other object in view than their intellectual culture and gratification.

The Hedaya from which most of the information as to wills, marriage and dower, is taken and which also furnishes a good deal of supplementary matter relating to inheritance proper., is a treatise dating from our own King Henry II., having been composed by Sheikh Burhanuddin Ali, a volum nous and highly esteemed legal writer, who was born at Marghina, a city of Maveraine'r (the ancient Transonxiana) in the year 530 of the Hegira and died in 591 of the same era. Thus, at a time when our own law was as yet in embryo rather than in infancy, the elborate system brought into life by the Arabian Prophet and his followers had already arrived at a state of maturity [1]

محمد (ﷺ) کا عطاء کردہ قانون وراثت بلاشبہ سب سے ترقی یافتہ ہے' اس کا جائیداد کی تقسیم کا قانون مہذب دنیا کے تمام قوانین سے زیادہ مفصل ہے' اس کی خوبصورتی اور موزونیت کا تقاضا ہے کہ اس کا مطالعہ کیا جائے' نہ صرف ماہرین قانون کو اس کی عملیت کی بناء پر اس کا مطالعہ کرنا چاہیے' بلکہ ہر روشن خیال شخص کو تہذیبی تسکین کے لیے بھی اس کا

---

[1] السیرۃ عالمی' ش ۱۸' ص ۵۵' زوار اکیڈمی' کراچی' ۲۰۰۷ء بحوالہ Mohammadan Law of Inheritance

مطالعہ کرنا چاہیے۔

شیخ برہان الدین علی (پ ۵۳۰ھ م ۵۹۱ھ) کی کتاب ھدایہ جو کہ کنگ ہنری دوم کے زمانے میں لکھی گئی' شیخ کا تعلق مرغینا' ماوراء النہر سے تھا' قانون کے موضوع پر ان کی کتاب بہت ضخیم اور وقیع ہے۔ اس کتاب میں قانون' وراثت' شادی' جہیز پر تفصیلی ہدایات ہیں۔ ایک ایسے وقت میں جب کہ ہمارے (مغربی) قوانین جو کہ نہ صرف ابھی نوزائیدہ تھے' بلکہ ابھی انڈوں میں بند تھے رسولِ عربی اور ان کے متبعین کی جانب سے پیش کردہ قوانین اپنی بلوغت کو پہنچ چکے تھے۔

اسلامی قوانین میں کتنی وسعت' ہمہ گیری اور لچک ہے اس کا اندازہ کرنے کے لیے اسلام کے قانون وراثت کی مثال دی جاسکتی ہے۔ یہ قانون وراثت قرآن پاک کی تین آیتوں پر مشتمل ہے۔

انجینئر بشیر بگوی صاحب نے اسلام کے قانون وراثت کی تین کروڑ صورتیں فرض کی ہیں۔ ان کے کمپیوٹر پروگرام کی مدد سے ان تین آیات کی روشنی میں ان تین کروڑ صورتوں کے جوابات تلاش کیے جا سکتے ہیں جو کمپیوٹرائزڈ ہیں اور کمپیوٹر کی فنگر ٹپ سے آپ کو مل سکتے ہیں۔ اب یہ بات کہ تین آیات سے اتنی صورتیں فرض کر کے کمپیوٹرائز کر دی گئی ہوں' یہ ہمارے سامنے ہے۔ اس کا اعتراف بڑے بڑے مغربی ماہرین نے بھی کیا ہے۔ لندن یونیورسٹی کے پروفیسر این جے کولسن (جنہوں نے اسلامی قانون پر کئی کتابیں لکھی ہیں) کا جملہ اس حوالے سے بڑا اہم ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ۔۔۔

Judicially, the law of succession is a solid technical achievement and Muslim scholars take a justifiable pride in mathematical precision with which rights of various heirs in any given situation can be calculated. [1]

عدالتی طور پر قانون وراثت ایک ٹھوس کارہائے نمایاں ہے اور مسلمان محققین کو بجا طور پر اس بات کا فخر حاصل ہے کہ انہوں نے حسابی طور پر وارثوں کے حقوق کی مختلف النوع صورت حال کے بارے میں جو تحقیق کی ہے اس کی مدد سے وراثت کی ہر پیش آمدہ صورت

---

[1] محاضرات شریعت' ڈاکٹر محمود احمد غازی' ص ۵۰۴' الفیصل' لاہور' ۲۰۰۹ء

حال کا حساب کتاب (تخمینہ) لگایا جا سکتا ہے۔

علم فقہ کا دامن کتنا وسیع ہے' اس شعبہ میں کتنا کام ہو چکا ہے اور کتنے مزید کام کی گنجائش ہے؟ اس بات کا اندازہ لگانے کے لیے فتاویٰ کے ذخیرے سے صرف ایک مثال ہی کافی ہے اور وہ مثال ہے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی h [1] کے فتاویٰ رضویہ کی۔ ابتداءً یہ فتاویٰ ۱۲ جلدوں پر مشتمل تھا۔ اس میں عربی و فارسی رسائل بھی کثیر تعداد میں شامل تھے' عام طور پر فتویٰ نویسی میں عبارت آرائی سے گریز کیا جاتا ہے غالباً اختصار کے پیش نظر اعلیٰ حضرت نے حوالہ جاتی کتابوں کے صرف ناموں کے ذکر تک اپنی تالیف کو محدود رکھا۔ حاشیہ عشرہ میں اس بات کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے تمام حوالہ جات کو مروجہ طریقہ کے مطابق تفصیلاً درج کیا گیا' جو عربی یا فارسی رسائل تھے' ان کے تراجم کرکے انہیں بھی شامل متن کر دیا

---

[1] اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی' یوپی' انڈیا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے جد امجد قندھار' افغانستان سے پہلے لاہور آئے اور پھر بریلی میں آباد ہو گئے۔ مروجہ علوم دینیہ مثلاً تفسیر' حدیث' فقہ' کلام' تصوف' تاریخ' سیرت' معانی' بیان' بدیع' عروض' ریاضی' توقیت' منطق' فلسفہ وغیرہ کے یکتائے زمانہ فاضل تھے۔ ان کے علاوہ علم طب' جفر' تکسیر' جبر و مقابلہ' لوگارتھم' جیومیٹری وغیرہ میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔ یہ وہ علوم ہیں جن سے کئی علماء عام طور پر شغف ہی نہیں رکھتے ہیں۔ انہوں نے تصنیف کی صورت میں جو علمی ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے وہ پچاس سے زیادہ علوم و فنون کا احاطہ کرتا ہے۔ گویا ایک فقیہ کے لیے جن علوم و فنون کا جاننا ضروری ہوتا ہے وہ سارے علوم آپ کی ذات میں ہمیں یکجا نظر آتے ہیں۔ آپ کا لکھا ہوا ترجمہ قرآن کنز الایمان کم و بیش ۷۰۰ اردو تراجم قرآن میں یکتا اور منفرد ہے جو اپنی گوناگوں خصوصیت کی بناء پر اہل علم سے اپنے اعلیٰ ہونے کی سند حاصل کر چکا ہے۔ اس ترجمہ قرآن پر ایک سے زائد Ph.D. کے مقالے لکھے گئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی لکھی گئی کتابوں کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہے۔ علامہ شامی کی رد المختار پر پانچ جلدوں میں حاشیہ لکھا ہے۔ ان کا سب سے اہم کارنامہ ان کا مشہور فتاویٰ رضویہ ہے۔ اعلیٰ حضرت کی اردو نعتیہ شاعری کا مجموعہ حدائق بخشش بھی اردو نعتیہ شاعری میں منفرد و اعلیٰ مقام کا حامل ہے۔ اس مجموعے میں شامل ان کا سلام "مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" نے عالمی شہرت و پذیرائی حاصل کی ہے۔ ان کے نام کو تا ابد زندہ و تابندہ رکھنے کے لیے ان کا لکھا ہوا سلام ہی کافی ہے۔ آپ نے ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو وصال فرمایا۔

گیا۔ چنانچہ اب اس فتاویٰ کی ۳۰ جلدیں ہیں' مگر جلد اوّل کی ضخامت کی بناء پر اس کو دو جلدوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس طرح اس کی جلدوں کی تعداد ۳۱ ہو گئی ہے۔ پھر ایک علیحدہ جلد فہرست عنوانات اور ایک اور علیحدہ جلد اشاریہ مشمولات کی شائع کی گئی۔ اس طرح کل ۳۳ جلدیں بنتی ہیں۔ کل صفحات ۲۱۹۷۰ ہیں۔ دریافت کیے گئے سوالات (اور جوابات) کی تعداد ۴۴۹۴' جبکہ علماء و دانشوروں کے استفسارات کی تعداد ۱۰۶۱ ہے' علاوہ ازیں اس مجموعے میں ۲۰۶ رسائل بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ ہزاروں مزید مسائل ایسے بھی ہیں جو ضمناً زیر بحث آئے ہیں۔

اسلامی قانون کی توضیح اور اصول فقہ کو وسعت دینے کا کام ایک مسلسل عمل ہے۔ یہ کام کبھی رکا نہیں' بلکہ ہر آنے والے وقت کے ساتھ وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا ہے۔

زمانہ حال میں اس میں اگر کسی نے نئی چیز پیدا کرنے کی کوشش کی ہے تو وہ ہمارے مرحوم سر عبدالرحیم تھے' جو ایک زمانے میں ہندوستان کی اسمبلی کے صدر بھی رہ چکے ہیں۔ بعد میں وہ پاکستان میں بھی رہے' انہوں نے قانونی حیثیت سے پاکستان کی بڑی خدمت کی ہے۔ ایک زمانے میں جب وہ مدراس ہائی کورٹ کے جج تھے' تو کلکتہ یونیورسٹی کی دعوت پر غالباً ٹیگور لا لیکچرز کے سلسلے میں' انہوں نے اصول فقہ پر کچھ لیکچر دیئے تھے جو محمڈن جیورسپروڈنس (Muhammadan Jurisprudence) کے نام سے کتابی صورت میں چھپ گئے ہیں۔ ان میں انہوں نے ایک تھوڑی سی جدت کی ہے اور یہ کہ پرانی اصول فقہ کی کتابوں کے بیانات کو اور مواد کو بھی بیان کر دیا ہے اور حالیہ زمانے میں یورپ میں فلسفہ قانون وغیرہ کے موضوع پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں' ان سے بھی استفادہ کر کے اسلامی اور یورپی اصول قانون کے موازنے کی کوشش کی ہے۔ اس لحاظ سے عبدالرحیم کی محمڈن جیورسپروڈنس اصول فقہ کی ایک ایسی کتاب ہے جو ہمارے پرانے اصول فقہ کی کتابوں میں ایک نیا باب کھولتی ہے۔ اس میں ہمیں ایسی چیزیں بھی ملتی ہیں جن کا ذکر پرانی اصول فقہ کی کتابوں میں نہیں ملتا۔ مثال کے طور پر پرانی اصول فقہ کی کتابوں میں پہلا سوال یہ ہوگا کہ قانون کے ماخذ کیا ہیں؟ وہ کہیں گے کہ قرآن وحدیث اور اجماع وقیاس۔ ان میں یہ ذکر نہیں ہوگا کہ قوانین کس کس موضوع کے ہوتے ہیں؟ کچھ عبادات ہیں' کچھ معاملات ہیں' کچھ قانون تعزیرات وقانون وراثت ہے۔ لیکن اور بھی چیزیں ہیں جیسے انٹرنیشنل لا

اور کانسٹی ٹیوشنل لا وغیرہ۔ ہماری پرانی فقہ کی کتابوں میں ان کا کوئی ذکر نہیں آیا۔ جسٹس سر عبدالرحیم نے اصول قانون کے یورپی مؤلفین کی طرح ان قوانین کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ ان کا علمی کارنامہ ہے کہ قدیم وجدید معلومات کو اپنی جامع کتاب میں سمو دیا ہے۔ [1]

حقوق نسواں اور اسلامی قانون

اسلام سے پہلے عورت محض ایک جنس تھی' جائیداد تھی یا پھر محض حصول لذت کا ذریعہ۔

The Quran was attempting to give women a legal status that most Western women would not enjoy until the nineteenth century. [2]

قرآن نے قانونی طور پر عورتوں کو جو مقام دیا مغربی عورتیں انیسویں صدی تک ان حقوق سے محروم تھیں۔

With a few notable exceptions (like Khadija), women in pre-Islamic Arabia could neither own property nor inherit it from their husbands. Actually, a wife was herself considered property, and both she and her dowry would be inherited by the male heir of her deceased husband. If the male heir was uninterested in the widow, he could hand her over to his kin a brother or a nephew who could then marry her and take control of her dead husband's property But if she was too old to marry again, or if no one was interested in her, she and her dowry would revert to the clan. The same was true for all female orphans, as well as those male orphans who. like Muhammad when his parents died, were considered too young to inherit property from their fathers. [3]

چند مستثنیات (مثلاً حضرت خدیجہ ؓ) کو چھوڑ کر اسلام سے قبل عرب میں عورتیں جائیداد کی مالک نہیں بن سکتی تھیں اور نہ ہی اپنے مرحوم شوہر کا ورثہ پاتی تھیں۔ دراصل بیوی کی

---

[1] خطبات بہاولپور' ڈاکٹر محمد حمید اللہ' ص ۱۱۴' بیکن بکس لاہور' ۲۰۰۵ء۔

[2] Muhammad A Prophet for Our Time, Karen Armstrong, P.147, Atlas Books, New York: 2006,

[3] No God but God, Reza Aslan, P.61,Random House, New York: 2005.

حیثیت خود ایک جائیداد (ملکیت) کی سی تھی اور وہ خود (بیوی) اور اس کا جہیز مرنے والے کے مرد وارث کو چلا جاتا تھا۔ اگر وہ مرد وارث بیوہ میں دلچسپی نہ رکھتا ہو تو وہ اسے اپنے بھائی یا بھتیجہ کے سپرد کر دیتا تھا جو اس سے شادی رچا لیتے تھے اور وہ خود جائیداد کا مالک بن بیٹھتا تھا۔ لیکن اگر بیوہ کافی عمر رسیدہ ہونے کے سبب زوجیت کے قابل نہ ہو تو وہ عورت اور اس کا جہیز متعلقہ قبیلہ کو لوٹا دیا جاتا تھا۔ یہی صورت حال یتیم بچوں کے لیے تھی اور ان یتیم بچوں کے لیے بھی' جیسے محمد (ﷺ) کہ جب ان کے والدین وفات پا جاتے تو وہ کمسنی کے سبب اپنے باپ کی طرف سے چھوڑے گئے ترکے کی وراثت حاصل نہیں کر سکتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے عرب کے اس رواج کو ختم کیا جس کے مطابق مرنے والے کی میراث خاندان کے صرف ان افراد کا حق تھی جو تلوار اٹھانے کے قابل تھے۔ عورت' بیٹی' بہن اور کم سن بچوں کا اس میں کوئی حق نہ تھا۔ بلکہ اسلامی قانون تو ایک عورت کو بیٹی ہونے کے ناطے باپ کی جائیداد سے' بہن ہونے کے ناطے بھائی کی جائیداد سے' بیوی ہونے کے ناطے شوہر کی جائیداد سے اور ماں ہونے کے ناطے اولاد کی جائیداد سے متعدد حصے دلاتا ہے۔ حضور ﷺ کے نافذ کردہ اس قانون میراث کو بہت سے غیر مسلم معاشروں نے بھی اپنایا ہے۔

تیرہ سو سال ہوئے حضرت محمد (ﷺ) نے عورتوں کو یہ حق دیا تھا کہ وہ جائیداد کی مالک بن سکیں۔ یہ وہ حق تھا جو انگلستان نے ۱۸۷۵ء سے پہلے عورتوں کو نہیں دیا تھا۔ [1]

اسلامی معاشرے میں عورت قانون وراثت کی رو سے نہ صرف جائیداد (ترکہ) میں حصہ پاتی ہے' بلکہ زمین اور جائیداد کی مالک بھی بن سکتی ہے۔

ڈی ایس مارگولیتھ (پ ۱۸۵۸ء' م ۱۹۴۰ء) "Church of England" کا پادری "University of Oxford" میں عربی کا پروفیسر عبرانی' فارسی' ترکی اور آرمینین زبانوں کا ماہر "Mohammed and the Rise of Islam" سمیت متعدد کتب کا مصنف تھا اقرار کرتا ہے کہ دور جاہلیت کے عرب تو ایک طرف رہے' عیسائیت اور ہندومت میں بھی یہ تصور تک نہ کیا جا سکتا تھا کہ عورت بھی صاحب حیثیت اور صاحب جائیداد ہو سکتی ہے۔ یہ مذاہب عورت کو اس کی اجازت ہی نہیں دیتے تھے کہ وہ مرد کی طرح معاشی اعتبار سے خوشحال

---

[1] حضرت محمد بطور معلم' رابرٹ ایل گلک' ص ۹۰' لاہور ۱۹۷۵ء

ہو سکے۔ عورت کی حقیقی حیثیت ان مذاہب اور ثقافتوں اور معاشروں میں ایک باندی کی سی تھی' جو مرد کے رحم و کرم پر اپنی زندگی بسر کرتی تھی۔ محمد ﷺ نے عورت کو آزادی عطا کی' خود مختاری دی اور اسے خود اعتمادی سے جینے کا حق دیا۔[1]

"Annie Besant" ایک برطانوی مصلح' حقوق نسواں کی علم بردار اور "Weekly National Reformer" کی مدیرہ رہی ہیں' وہ فرماتی ہیں:

I often think that woman is more free in Islam than in Christianity. Woman is more protected by Islam than by the faith which preaches monogamy. In Al-Quran the law about woman is juster and more liberal. It is only twenty years that Christian England has recognised the right of women to property, while Islam has allowed this right from all times. Says Al-Quran. "Be kind to your wives; be just to them if there is a quarrel, seek a reconciliation before divorce". The period of divorce is intentionally prolonged so that the parties may come to a better understanding in the interval. Muhammadan law in its relation to women, is a pattern to European law. Look back to the history of Islam and you will find that women have often taken leading places - on the throne, in the battle-field, in politics, in literature, poetry, etc. [2]

میں اکثر سوچتی ہوں کہ اسلام میں عورت کو زیادہ آزادی حاصل ہے۔ ایک بیوی (Monogamy) کا پرچار کرنے والے مذاہب کے مقابلے میں اسلام میں عورت زیادہ محفوظ ہے۔ عورت کے بارے میں قرآنی ضابطے زیادہ آزاد خیال اور عادلانہ ہیں۔ اس بات کو صرف بیس سال ہی ہوئے ہیں کہ عیسائی انگلستان نے جائیداد میں عورت کے حق ملکیت کو تسلیم کیا ہے' جب کہ اسلام میں عورت کو یہ حق ہمیشہ سے حاصل رہا ہے۔ قرآن کہتا ہے: اپنی ازواج کے معاملے میں رحم دلی اور عدل اختیار کرو۔ اگر کوئی تنازعہ پیدا ہو جائے تو طلاق سے

---

[1] محسن انسانیت اور انسانی حقوق' ڈاکٹر حافظ محمد ثانی' ص ۲۱۵' دارالاشاعت' کراچی' ۱۹۹۹ء
بحوالہ Mohammed And The Rise of Islam, D.S. Margoliouth, G.P Putman's Sons, New York, 1905

[2] The Life And Teachings of Muhammad, Anne Besant, P.26, Theosophical Publishing House, Madras India: 1932.

پہلے صلح کی حتی المقدور کوشش کرو۔ طلاق کی مدت قصداً طویل رکھی گئی ہے تاکہ اس وقفہ میں فریقین مفاہمت کا راستہ اپنا سکیں۔ عورتوں کے بارے میں محمد (ﷺ) کا لایا ہوا قانون یورپ کے لیے نمونہ ہے۔ اگر آپ اسلامی تاریخ کی طرف دیکھیں تو آپ کو جا بجا ایسی مثالیں نظر آئیں گی کہ عورتوں نے قائدانہ کردار ادا کیا ہے' مسند حکومت پر' میدان جنگ میں' سیاست میں' ادب اور شاعری وغیرہ میں۔

اینی بسنت مزید کہتی ہیں:

Note the liberality and inclus veness of Islam. It is declared in Europe that Islam sanctions polygamy and leads to the degradation of woman. ..... It is very easy to try to pick holes in another man's faith, but what western shall dare to speak against the limited polygamy of the East so long as there is prostitution in the West! There is no monogamy as yet in the world save here and there among the purer-living men. It s not monogamy when there is one legal wife and mistresses out of sight. [1]

اسلام کی فراخی اور جامعیت ملاحظہ کیجیے۔ یورپ میں یہ بات مشہور کی جاتی ہے کہ اسلام نے کثرت ازدواج کو جائز قرار دیا ہے جو کہ عورت کو کم تر درجے پر متمکن کرنے کی جانب ایک قدم ہے۔ دوسروں کے عقائد میں کیڑے نکالنا بڑا آسان کام ہے' کیا اہل مغرب اپنے یہاں موجود عصمت فروشی کے مقابلے میں اسلام کی محدود کثرت ازدواج کے بارے میں بات کرنے کی جرأت کریں گے؟ عملی طور پر دنیا میں کہیں بھی خالص یک زوجگی کا وجود نہیں ہے۔ یہ یک زوجگی نہیں ہے کہ بیوی تو ایک ہو اور نظروں سے اوجھل بہت سی داشتائیں ہوں۔

مغربی دانشور "Robert Gullick" لکھتے ہیں:

تیرہ سو سال قبل حضرت محمد (ﷺ) نے عورتوں کو جائیداد کی ملکیت اور وراثت کے حق سے نوازا تھا۔ یہ وہ حق تھا کہ جو انگلستان نے ۱۸۷۵ء سے قبل عورتوں کو نہیں دیا تھا۔ [2]

---

[1] ایضاً' ص ۲۵-۲۶

[2] محسن انسانیت اور انسانی حقوق' ڈاکٹر حافظ محمد ثانی' ص ۳۱۹' دارالاشاعت' کراچی' ۱۹۹۹ء
بحوالہ "Mohammad The Educator", Robert Gullick, P.50, Lahore: 1975.

مشہور فرانسیسی محقق ڈاکٹر گستاؤلی بان (Dr. G. Lebon) لکھتا ہے:

میراث کے وہ اصول جو قرآن میں آئے ہیں عدل و انصاف کا ایک واضح مظہر ہیں' ان کے اور ان حقوق و قوانین کے درمیان مقابلہ کرنے سے جو فرانس و انگلستان میں عورت کے بارے میں ہیں' صاف ظاہر ہوتا ہے کہ شریعت اسلامی نے شادی شدہ خواتین کو (جن کے بارہ میں مغرب میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ مسلمان ان کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے) میراث کے وہ حقوق دیئے ہیں جن کی نظیر ہمارے قوانین میں نہیں ملتی۔ اسلام کا اثر مشرق میں عورت کی پوزیشن پر بہت گہرا اور وسیع تھا' اس نے عورت کی معاشرتی پوزیشن کو گھٹانے کی بجائے بہت بلند کر دیا' ان تمام دعاوی و مزعومات کے خلاف جو بغیر کسی دلیل و مطالعہ کے یورپ میں دہرائے جاتے ہیں قرآن نے عورت کو وہ وراثتی حقوق عطا کیے ہیں جو ہمارے مغربی قوانین سے کہیں بہتر ہیں' اسلام میں عورتوں کے مرتبہ و اہمیت پر اس سے بھی روشنی پڑتی ہے کہ عربوں کے تمدن کے عروج کے زمانہ میں ان میں کثرت سے ایسی خواتین نظر آتی ہیں جو بلند علمی و ادبی مقام رکھتی تھیں۔ [1]

اسلام سے پہلے عورت خوں بہا پانے کی حقدار بھی نہ تھی۔ اگر کنبہ کے کفیل کو قتل کر دیا گیا ہو تو جہاں وہ اپنے کفیل سے محروم ہو جاتی تھی' نظام کی ناانصافی اور عدم معقولیت کے سبب وہ مرنے والے کا خوں بہا بھی نہ پاتی تھی۔

ایک شخص کو قتل کر دیا جاتا ہے' اس کا خون بہا کس کو دیا جائے؟ پرانے زمانے میں عرب میں رواج تھا کہ خون بہا مقتول کے مرد رشتہ داروں کو دیا جاتا تھا' یعنی بیٹے کو' باپ کو' بھتیجے کو وغیرہ۔ مقتول کی بیوہ کو اس میں سے کوئی حصہ نہ ملتا تھا۔ اس کی اطلاع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کے ضحاک نامی ایک گورنر کو قاضی کے فیصلے کے متعلق خط بھیجا کہ فلاں شخص کے خون بہا سے اس کی بیوہ کو بھی اسی تناسب سے حصہ ملنا چاہیے جس تناسب سے وراثت میں اس کا حصہ ہے۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر نہیں تھا' حدیث میں بھی اس وقت اس کا ذکر نہیں تھا' جب تک یہ واقعہ پیش نہ آیا۔ اس کے بعد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کے ذریعہ سے یہ

---

[1] محسن انسانیت اور انسانی حقوق' ڈاکٹر حافظ محمد ثانی' ص ۳۱۲' دارالاشاعت' کراچی' ۱۹۹۹ء بحوالہ تمدن عرب' گستاؤلی بان' ص ۳۶۵-۳۶۸

نیا اضافہ سامنے آتا ہے۔ہم دیکھتے ہیں رسول ﷺ کی حیات طیبہ میں اسلامی قانون کے دو مستقل غیر تبدل پذیر ماخذ یعنی قرآن و حدیث مکمل ہو جاتے ہیں۔قانونی نقطہ نظر سے جب کوئی نئی گتھی پیدا ہوتی تو اسے سلجھانے کے لیے مسلمان سب سے پہلے قرآن اور پھر حدیث سے رجوع کرتے اور اگر ان دونوں میں کوئی حل نہ ملتا تو پیغمبر کے عطا کردہ عظیم الشان اصول یعنی اجتہاد پر عمل کرتے۔ یہ اصول بعد میں مسلمانوں کے بہت کام آیا ورنہ اسلامی قانون منجمد ہو جاتا اور مسلمان اسے ناکافی پا کر شاید غیر اسلامی قوانین اختیار کر لینے پر مجبور ہوتے۔ اجتہاد کے ذریعے سے ہر نئی چیز کے بارے میں قانون بنانے کا موقع مل گیا۔ [1]

قرآن پاک کی سورۃ النساء آیات ۷ تا ۱۲ میں مردوں کی وراثت سے بیوی، بیٹی، ماں، بہن، والدین اور دوسرے رشتہ داروں اور عورتوں کے حقوق کا تعین کیا گیا ہے۔ترکہ کے یہ اصول اتنے واضح ہیں کہ اس میں ردوبدل اور ہیرا پھیری ممکن نہیں ہے۔ان واضح ہدایات نے قانون وراثت میں عظیم انقلابی تبدیلیاں کی ہیں جو رہتی دنیا تک صنف نازک کے حقوق کی ضمانت فراہم کرتی رہیں گی۔

Women n the Ummah were, for the first time, given the right both to inherit the property of their husbands and to keep their dowries as their own personal property throughout their marriage. [2]

مسلمان عورتوں کو تاریخ میں پہلی مرتبہ یہ حق دیا گیا کہ وہ اپنے شوہر کی جائیداد کی وارث بن سکتی ہیں اور اپنے جہیز کو تا حیات اپنی ملکیت میں رکھ سکتی ہیں۔

مردوں کے لیے اس (مال) میں حصہ ہے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے اور عورتوں کے لیے (بھی) حصہ ہے اس (مال) سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے (خواہ) وہ تھوڑا ہو یا بہت۔ حصہ مقرر کیا ہوا اور جب (ترکہ) تقسیم ہوتے وقت (غیر وارث) رشتے دار اور یتیم اور محتاج آ جائیں تو انہیں (بھی) اس میں سے کچھ دے دو اور ان سے اچھی بات کہو۔اور وہ لوگ (یہ سمجھ کر) ڈریں کہ اگر وہ چھوڑ جاتے اپنے پیچھے کمزور (بے سہارا) اولاد

---

[1] خطبات بہاولپور، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ص ۸۸ بیکن بکس لاہور، ۲۰۰۵ء

[2] No god but God, Reza Aslam, P. 61,Random House, New York: 2005,

(تو) انہیں (کیسا) خوف ہوتا ان پر، تو انہیں چاہیے کہ وہ اللہ سے ڈریں اور سیدھی بات کہیں۔ بے شک جو لوگ کھاتے ہیں یتیموں کے مال ناحق وہ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھر رہے ہیں اور عنقریب وہ پہنچیں گے بھڑکتی ہوئی آگ میں۔ حکم دیتا ہے تمہیں اللہ تمہاری اولاد کے (حصوں کے) بارے میں۔ لڑکے کے لیے دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے۔ پھر اگر لڑکیاں ہی ہوں (دو یا) دو سے اُوپر تو ان کے لیے ترکہ کی دو تہائی ہے اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کے لیے آدھا اور میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے ترکہ کا چھٹا حصہ ہے اگر میت کی کوئی اولاد ہو۔ پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور اس کے ماں باپ (ہی) اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں کے لیے تہائی ہے، پھر اگر اس کے بھائی (بہن) ہوں تو اس کی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے (یہ تقسیم ہے) بعد (ادا کرنے) وصیت کے جو وہ کر جاتا ہے اور (بعد ادائے) قرض کے۔ تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے، تم نہیں جانتے ان میں سے تمہارے فائدہ کے لیے کون تم سے زیادہ قریب ہے۔ حصہ مقرر کیا ہوا اللہ کی طرف سے۔ بے شک اللہ (تمہاری بھلائی کو) خوب جاننے والا بہت حکمت والا ہے۔ اور تمہارے لیے آدھا (مال) ہے اس کا جو چھوڑ جائیں تمہاری بیویاں اگر ان کی کوئی اولاد نہ ہو۔ اور اگر ان کی اولاد ہو تو تمہارے لیے ان کے ترکہ کا چوتھائی حصہ ہے (یہ تقسیم ہے) بعد (ادا کرنے) وصیت کے جو وہ کر جاتی ہیں یا (بعد ادائے) قرض کے اور تمہاری بیویوں کے لیے چوتھا حصہ ہے اس (مال) سے جو تم نے چھوڑا اگر تمہاری کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر تمہاری کوئی اولاد ہو تو بیویوں کے لیے آٹھواں حصہ ہے اس (مال) سے جو تم نے چھوڑا بعد وصیت کے جو تم کر جاتے ہو یا (بعد ادائے) قرض کے اور اگر کسی ایسے مرد کا ترکہ تقسیم ہوتا ہے، یا عورت کا جس نے باپ یا اولاد میں سے کسی کو نہ چھوڑا ہو اور (ماں کی طرف سے) اس کا بھائی یا بہن ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے اگر تو وہ ایک سے زیادہ ہوں، تو سب شریک ہیں تہائی میں بعد وصیت کے جو کی جاتی ہے یا (بعد ادائے) قرض کے۔ (وصیت میں کسی کو) نقصان نہ پہنچایا گیا ہو، حکم اللہ کی طرف سے اور اللہ خوب جاننے والا نہایت حلم والا ہے۔ [ترجمہ قرآن (النساء ۴: ۹-۱۲)]

اسلام نے پہلی بار عورتوں کو ملکیت اور وراثت کے حقوق دیئے۔ عورتوں کے حقوق کے بارے میں متعدد احادیث میں ہدایات موجود ہیں۔ مثلاً صحیحین کی حدیث میں ہے:

بیوہ عورت کا نکاح نہ کیا جائے جب تک اس سے اجازت حاصل نہ کر لی جائے اور کنواری عورت کا نکاح نہ کیا جائے جب تک اس سے دریافت نہ کر لیا جائے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ کنواری عورت کی خاموشی ہی رضامندی سمجھی جائے گی۔ترمذی' ابوداؤد' نسائی اور دارمی نے حضرت ابوموسیٰ t سے روایت کیا کہ اگر کنواری لڑکی انکار کرے تو اس پر جبر جائز نہیں۔

حضرت ابن عباس W سے مروی ہے کہ ایک کنواری لڑکی نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے باپ نے میری رضامندی کے بغیر میرا نکاح کر دیا ہے۔آپ نے اس کو چھوڑ دینے کا اختیار دیا۔حضور ﷺ نے خلع کا حق ثابت بن قیس t کی بیوی کو دلوایا اور فیصلہ محض اس کی ذاتی نفرت کی بنا پر دیا۔شرط یہ رکھی گئی کہ مہر میں جو باغ اسے شوہر نے دیا تھا' وہ شوہر کو واپس کر دے۔

انجیل میں طلاق کو حرام قرار دیا ہے جبکہ اسلام میں طلاق کی آزادی ہے اور اس کا طریقہ سہل ہے۔مغرب نے طویل تجربات کے بعد کشوری قانون کے ذریعہ اب یورپ اور امریکہ میں طلاق کی اجازت دے دی ہے۔یہ طریقہ طلاق عدالتی ہے۔مگر اس طلاق میں وقت بھی زیادہ لگتا ہے اور یہ گراں بھی ہے۔دوسری جانب ان ممالک میں "Common Law Partner" کے قانون کے تحت دو افراد ایک ساتھ رہ بھی سکتے ہیں اور بالرضا جنسی تعلق بھی قائم کر سکتے ہیں۔اس کا نتیجہ یہ ہے کہ لاکھوں مرد اور عورتیں طلاق کے بغیر اور شادی کے بندھن سے آزاد رہ کر ساتھ زندگی گزارتے ہیں۔فرنگی قانون میں طلاق کی صرف ایک صورت ہے یعنی عدالتی تفریق' جبکہ اسلام میں اس کی پانچ صورتیں ہیں:

(۱) یک طرفہ شوہر کی مرضی پر۔

(۲) یک طرفہ بیوی کی مرضی پر (عقد نکاح میں تفویض کردہ طلاق کے حق کے ذریعہ سے)۔

(۳) طرفین کی رضامندی (خلع کے ذریعہ سے)۔

(۴) تحکیم اور ثالثی کے فیصلہ پر۔

(۵) تفریق بحکم قاضی (یعنی عدالتی ذریعہ سے)۔ [1]

---

[1] نگارشات ڈاکٹر محمد حمید اللہ' محمد عالم مختار حق' حصہ دوم' ص ۳۰۲-۳۰۳' بیکن بکس لاہور' ۲۰۱۳ء

اسی طرح بچوں کی نگہبانی (Custody) اور کفالت کے لیے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ حقیقت پسندانہ اور عملی فیصلے کیے۔ طلاق کی صورت میں حضانت کا حق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صغرسن بچوں کی ماں کو دلوایا۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکے کو اس بات کا اختیار دیا کہ وہ ماں کے پاس رہے یا باپ کے ساتھ۔

اسلامی قانون کے بنیادی نکات

قانون سے کوئی بھی بالاتر نہیں

انگریزی قانون کا ایک بنیادی نکتہ یہ ہے کہ بادشاہ کے خلاف کوئی مقدمہ دائر نہیں کیا جا سکتا ہے' کیونکہ "King can do no wrong"۔ لیکن اسلام کسی انسان کو خطاء سے مبراء نہیں سمجھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی ذات کے خلاف ٹارٹ اور دیوانی دونوں قسم کے متعدد مقدمات سے اور مدعیوں کے حق میں فیصلے صادر کیے۔ [1]

اس قسم کی مزید مثالیں حضرت ابوبکر' عمر' عثمان اور علی Y کے زمانے میں ملتی ہیں۔ [2]' بلکہ خلفائے بنی امیہ و بنی عباس بھی اپنے آپ کو اس سے مستثنیٰ نہیں سمجھتے تھے۔ مثال کے لیے عبدالملک اور منصور کا عدالت میں مدعا علیہ بن کر جواب دہی کے لیے حاضر ہونا کافی ہے۔ [3]

باہمی رضامندی

آج دنیا میں جتنے بھی مذہب اور ترقی یافتہ قانونی نظام رائج ہیں ان میں معاہدوں کا سب سے اساسی نکتہ باہمی رضامندی (Mutual Understanding) ہوتا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ لین دین باہمی رضامندی سے ہونا چاہیے اور دباؤ' دھوکہ و فریب سے پاک ہونا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ میری امت کو اس ذمہ داری سے سبکدوش کر دیا گیا ہے جو کسی قسم کے دباؤ' فریب اور غلطی سے ظہور میں آتی ہے۔

---

[1] نگارشات ڈاکٹر محمد حمید' محمد عالم مختار حق' حصہ دوم' ص ۲۸۷' بیکن بکس لاہور' ۲۰۱۳ء بحوالہ ابن ہشام ص ۳۴۴ و ابن الاثیر' ج ۲' ص ۲۳۱

[2] ایضاً' ص ۲۸۸' بحوالہ مبسوط' ج ۱۶' ص ۶۳' ۷۴' ۱۴۴

[3] ایضاً' بحوالہ ولاۃ مصر للکندی' ص ۳۵۶۔۳۵۷

دوسرے فریق کا موقف

ترقی یافتہ دنیا کے تمام دوسرے قوانین کی طرح ۱۴ سو سال پہلے اسلام نے فریق ثانی کے موقف کو سنے اور جانے بغیر کسی مقدمہ کا فیصلہ کرنے سے منع کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب دو اشخاص کوئی معاملہ لے کر تیرے پاس آئیں تو پہلے شخص یعنی مدعی کے حق میں اس وقت تک فیصلہ نہ کرو جب تک کہ فریق ثانی کے بیان کو نہ سن لو اس لیے کہ مدعا علیہ کا بیان تمہیں حکم دینے (فیصلہ کرنے) میں مدد دے گا۔

جب تیرے پاس دو جھگڑنے والے آئیں تو تُو اس وقت تک ان کا فیصلہ صادر نہ کر جب تک کہ تو پہلے اور دوسرے دونوں کا بیان نہ سن لے۔ تجھے اس طرح صحیح فیصلے کا سجھائی دینا زیادہ ممکن ہے۔ (حضرت علی فرماتے ہیں:) اس کے بعد سے میں ہمیشہ فیصلے کرتا رہا ہوں اور فیصلے کرنے میں مجھے کبھی شک اور ہچکچاہٹ نہیں محسوس ہوئی۔ [1]

ثبوت مدعی کا ذمہ ہے

رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ ثبوت مدعی کا ذمہ ہے اور قسم مدعا علیہ پر۔ اگر مدعی ثبوت پیش نہ کر سکے، تو دعوے کے منکر یعنی مدعا علیہ کو قسم دی جائے۔ [2]

ہر دعوے کو صحیح ثابت کرنے کے لیے ثبوت ضروری ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو لوگوں کی جان اور مال محفوظ نہ رہ سکیں گے۔ [3] اسی طرح شہادت کی جانچ کے لیے بھی آنحضرت ﷺ کے بہت سے اصولی اور ذیلی احکامات ہمیں ملتے ہیں۔ ناحق فریق کی سحر بیانی کی بابت ایک حدیث شریف میں آتا ہے:

"انما انا بشر وانکم تختصمون الی ولعل بعضکم ان یکون الحن بحجته من بعض فاقضی له نحو ما اسمع منه فمن قضیت له بشیء من حق اخیه فلا یاخذ منه شیئا فانما اقطع له قطعة من النار"۔ [4]

---

[1] ترمذی ۱۳،۵، ابوداؤد ۶:۲۳، ابن حنبل، ج ۱، ص ۹۰، ۹۶، ۱۱۱، ۱۴۹، ۱۵۰

[2] ابن حنبل، ج ۱، ص ۲۸۸، بخاری ۶:۳۸، ۲:۵۴، مسلم ۱:۳۰، ۲

[3] ابن حنبل، ج ۱، ص ۳۴۳، ۳۶۳

[4] بخاری ۳۰:۴-۷، ترمذی ۳:۱۱۷، ابوداؤد ۳۳:۷، ابن ماجہ ۵:۱۴

بے شبہ میں صرف ایک انسان ہوں۔ تم میرے پاس جھگڑتے آتے ہو اور یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص دلیل بہ نسبت دوسرے کے زیادہ چرب زبانی کے ساتھ پیش کرے اور میں جو کچھ سنوں اسی کے مطابق فیصلہ صادر کروں۔ اگر کسی کو میرے (اس طرح کے) فیصلے سے (ناحق) کچھ ملے تو وہ اس سے استفادہ نہ کرے کیونکہ میں جو کچھ دیتا ہوں وہ آگ کے ایک ٹکڑے کے سوا کچھ نہیں۔

گواہی (شہادت)

ایک حدیث میں ہے:

"قل الحق ولو علی نفسك" سچ بولو خواہ تمہارے اپنے خلاف ہو۔

شہادت تمام عدالتی نظاموں کا جزولاینفک ہے۔ اسے کسی بھی عدالتی نظام میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ شہادت کے بغیر نہ ہی کوئی دعویٰ ثابت ہو سکتا ہے نہ ہی انصاف کا قیام ممکن ہے۔ اس ضمن میں قرآن ہمیں درج ذیل بنیادی نکات فراہم کرتا ہے:

دو گواہوں کی ضرورت

زنا کو چھوڑ کر باقی تمام دیوانی و فوجداری جرائم کے ثبوت کے لیے دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ قرآن کریم میں دو مختلف مقامات پر اس کا ذکر موجود ہے:

شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ أَوْ آخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ (المائدہ:۱۰۶)

جب تم میں سے کسی کو موت آئے تو وصیت کے وقت دو دیانت دار گواہ ضروری ہیں جو تمہارے خاندان کے ہوں یا غیر۔

آیت طلاق یہ ہے:

فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ (الطلاق:۲)

جب مطلقہ عورتیں عدت گزرنے کے قریب پہنچ جائیں تو تمہیں اختیار ہے کہ یا تو انہیں قاعدے کے موافق اپنے نکاح میں رہنے دو یا باقاعدہ انہیں چھوڑ دو اور اپنے میں سے دو معتبر گواہ بنالو اور اللہ کے لیے شہادت قائم کرو۔

دو گواہوں کے لزوم پر سنت سے دلیل یہ حدیث ہے:

"شاهداك او يمينه" (صحیح بخاری نیز شرح عینی ج ۱۳ ص ۲۴۳ '۲۴۸)

اے مدعی! تیرے دو گواہ یا مدعا علیہ کی قسم ہے۔

زنا کا جرم ثابت ہونے کے لیے چار گواہوں کی ضرورت

اسلام کے تمام فقہی مذاہب زنا کا جرم ثابت کرنے کے لیے کم از کم چار گواہوں کی گواہی کو ضروری سمجھتے ہیں۔ اس ضمن میں قرآن پاک کی یہ دلیل موجود ہے:

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ (النساء:۱۵)

جو کوئی بدکاری کرے تمہاری عورتوں میں سے ان پر چار گواہ لاؤ۔

اسی طرح جو لوگ کسی پر زنا کا الزام لگائیں اور چار گواہ پیش نہ کر سکیں ان پر بھی حد جاری کرنے کا حکم دیا ہے۔

وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا (النور:۴)

جو لوگ باعصمت عورتوں پر تہمت لگائیں' پھر چار گواہ پیش نہ کریں انہیں اسی کوڑے لگاؤ' ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو۔

السرخسی نے زنا کے لیے گواہوں کی زیادہ تعداد کی وجوہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ خدا خلوت کی حفاظت پسند کرتا ہے (یحب الستر) اور بے حیائی پھیلانا نہیں چاہتا (لا یرضی باشاعة الفاحشة)۔

اگرچہ وصیت اور طلاق دونوں کا تعلق دیوانی معاملات سے ہے' مگر فقہ نے چار گواہوں کی ضرورت کو صرف زنا کے مقدمے تک محدود رکھا ہے۔

اپیل کا حق

آج کے ترقی یافتہ قانونی نظاموں کی طرح محمد رسول اللہ ﷺ کے دیئے ہوئے قانون میں بھی اپیل کے حق کو تسلیم کیا گیا ہے۔ جب اسلامی عملداری مدینہ طیبہ کی حدود سے تجاوز کر گئی' تو حضور ﷺ نے مدینہ طیبہ کے لیے چند قاضی مقرر فرمائے۔ ان قاضیوں کے فیصلوں کے خلاف حضور ﷺ کے دربار میں اپیل بھی کی جا سکتی تھی۔ کتانی کی کتاب "التراتیب الاداریہ" میں ابن

الجوزی اور موطا امام مالک کے حوالوں سے ان مثالوں کا ذکر موجود ہے۔

برابری کا انصاف، انتقام کی ممانعت

قرآن کا حکم ہے کہ اے ایمان والو! تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ لو، آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت ہی قتل کیے جائیں۔ (البقرہ:۱۷۸)

بابل کے حکمران حمورابی کے زمانے میں یہ قانون تھا کہ کسی کی بیٹی یا بیٹے کے قتل پر قاتل کی بھی بیٹی یا بیٹے کو قتل کیا جائے اور اصل قاتل محفوظ رہے۔ قانون حمورابی کے بعد اس کے قانون قصاص اعضاء کا کچھ حصہ قانون حضرت موسیٰ u (توریت) میں بھی ملتا ہے جس میں آنکھ کے عوض آنکھ اور کان کے عوض کان کا طریقہ قائم کیا گیا تھا مگر یہ عہد اسلام کی، آنحضرت ﷺ کے زمانے کی ترقی ہے کہ عمد، مشابہ عمد اور خطا میں فرق کیا جانے لگا اور نیت سب سے پہلے دیکھی جانے لگی۔ اس کے علاوہ بہت سی صورتوں میں ضمن یعنی ثالث مقرر کر دیا گیا اور ہر جے کا معاوضہ بجائے مساوی انتقام کے رقمی یا مادی صورت میں دلایا جانے لگا اور سخت قانونی انصاف کی جگہ استحسان یا نصفت کو عدالتیں روا رکھنے لگیں۔ مطلب یہ ہے کہ انصاف کے ساتھ رحم کو بالکل نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور حالات و واقعات کے لحاظ سے برموقع مناسب رعایت بھی کی جا سکتی ہے اور ذمہ داری کو ''شخصی'' قرار دیا گیا، نیابتی نہیں کہ ایک کا بار دوسرے پر لاد دیا جائے۔ اس طرح شبہے کا فائدہ ملزم کو دینا اور غلطی سے سزا دینے کی جگہ غلطی سے رہا کرنا، اصول قرار دیا گیا۔[۱۱]

---

۱۱ نگارشات ڈاکٹر محمد حمید اللہ، محمد عالم مختار حق، حصہ دوم، ص ۲۸۰۔۲۸۱، بیکن بکس لاہور، ۲۰۱۳ء

بحوالہ (الف) قانون حمورابی دفعات ۱۱۶، ۱۹۶، ۱۹۷، ۲۰۰، ۲۱۰، ۲۳۰

(ب) المائدہ:۴۵

(ج) llamrabi Code, P.IX, 111, 143, anLeya Cock, The Moses and The Code of nmurapi, .n Loco, The (Reviewed in 012, Berlin 904, by Kohler)

(د) خطبہ حجۃ الوداع (ر) حدیث: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، صحاح ستہ

(ز) موطا، باب العقول (س) المائدہ:۴۵

(ش) الانعام:۱۶۴، بنی اسرائیل:۱۵، فاطر:۱۸، ۲۸، الزمر:۷

قتل کی سزا اور قصاص

قتل کے فوجداری مقدمے میں سزا کے لیے قصاص کے طور پر درج ذیل عمر کے سو جانور مقرر فرمائے:

(الف) ایک سال کی عمر کی بیس اونٹنیاں۔

(ب) دو سال عمر کی بیس اونٹنیاں۔

(ج) تین سال عمر کی بیس اونٹنیاں۔

(د) چار سال عمر کی بیس اونٹنیاں۔

(ر) ایک سال عمر کے بیس اونٹ۔

قتل عمد اور قتل خطاء میں فرق

حضرت محمد ﷺ کو سب سے پہلا منصف ہونے کا اعزاز حاصل ہے جنہوں نے پہلے سے سوچے سمجھے ہوئے بالارادہ قتل اور اچانک ہلاکت کے درمیان خط امتیاز کھینچا۔ مسلمان ماہر قانون سے یہ تقاضا کیا جاتا تھا کہ وہ فریقین کے بیانات سننے کے بعد عدالت میں پیش کردہ ریکارڈ کو مدنظر رکھ کر کسی مقدمہ کا فیصلہ کرے۔ [1]

شک کا فائدہ (Benefit of Doubt)

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک منصف کے لیے بہتر ہے کہ وہ غلطی سے مجرم کو بری کر دے بہ نسبت اس کے کہ وہ غلطی سے کسی کو سزا دے۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان تمام جدید نظام ہائے قانون میں بھی موجود ہے۔

سود

سود سرمایہ دارانہ نظام کی اساس ہے۔ اس نظام کا نتیجہ یہ ہے کہ امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا جاتا ہے۔ سود کی ممانعت قرآن کریم میں آئی ہے:

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو سود باقی رہ گیا ہے اگر مسلمان ہو، پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کر لو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا۔ (البقرۃ: ۲۷۸-۲۷۹)

---

[1] حضرت محمد بطور معلم/رابرٹ ایل گلک/ص ۹۰/لاہور/۱۹۷۵ء

اے ایمان والو! سود در سود نہ کھاؤ کہ (اصل میں مل مل کر) دگنا چوگنا (ہوتا چلا جائے) اور اللہ سے ڈرو اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ○ (آل عمران: ۱۳۰)

حضورﷺ نے ایک ہی جنس کی کم و بیش مقدار کا تبادلہ ممنوع قرار دے دیا تاکہ ربا کا امکان نہ رہے۔ صرف برابر مقدار کے جنسی سودے کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

رشوت

رشوت کو سختی سے ممنوع قرار دے دیا گیا۔ آپﷺ نے فرمایا: رشوت لینے والا اور رشوت دینے والا دونوں جہنم میں جائیں گے۔

ذخیرہ اندوزی

ناجائز طور پر قیمتوں کو بڑھانے' مصنوعی طور پر اشیاء کی قلت پیدا کرنے اور ناجائز اور نامناسب منافع خوری کے لیے اناج کی ذخیرہ اندوزی کرنے کو ممنوع قرار دیا گیا۔ گراں فروشی کے لیے غلے کو روک رکھنے والے کو حضورﷺ نے ملعون قرار دیا ہے۔

قانون دیوالیہ

ایک شخص کے قرضے (Debts) اس کے اثاثہ جات سے زیادہ تھے۔ حضورﷺ نے اس شخص کے اثاثے قرض خواہوں میں تقسیم کر دینے کا حکم فرمایا۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی دیوالیہ کا ایسا قانون ہی رائج ہے۔

مالک' ملازم اور اُجرت

رسول اکرمﷺ نے اجرت کی ادائیگی کے عوض خدمت لینے کو جائز قرار دیا' مگر اس خدمت کو اجرت کی بروقت ادائیگی سے مشروط رکھا اور فرمایا کہ مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔ [1]

کسی جنس کے سودے کے لیے اس کا موجود ہونا ضروری ہے

رسول اکرمﷺ نے فروخت کی جانے والی چیز کے لیے اس کا موقع پر موجود ہونا لازم قرار دیا ہے تاکہ وہ معائنے کے لیے پیش کی جا سکے اور اگر بعد میں پیش کی جاتی ہو تو واضح طور

---

[1] سنن ابن ماجہ' ج ۳' کتاب الرھون' باب اجرالاجراء' رقم: ۲۴۴۳

پرخوبی اور مقدار کی تفصیل ظاہر کر دی جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فروخت کی جانے والی چیز فروخت کنندہ کے قبضہ میں ہونی چاہیے۔

نقص اور خامی کا ظاہر کرنا لازم

آپ ﷺ نے فروخت کی جانے والی شے میں موجود نقص اور خامی کو بوقت فروخت ظاہر کرنا لازم قرار دیا۔ اگر کسی سودے میں نقص یا خامی کا علم بعد میں ہو تو خریدنے والے شخص کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ سودے کو منسوخ کر دے۔

ممنوع سودے

ایسے جانور جو شکم مادر میں ہوں' ایسے پھل جو غیر پختہ ہوں' ایسی مچھلیاں جو پانی میں ہوں یعنی ابھی پانی سے نکالی نہیں گئی ہوں کی فروخت ممنوع قرار دی گئی۔ پھلوں کو فروخت کرنے کی اجازت اس صورت میں دی گئی جب وہ توڑے جانے کے قابل ہو چکے ہوں۔

غیر ہم جنس اشیاء کا تبادلہ ممنوع

تازہ کھجوروں کا خشک کھجوروں سے تبادلہ یا ایسی کھجوروں کا ڈھیر جو حقیقتاً جل چکی ہوں' کا تبادلہ کرنا ممنوع قرار پایا۔

قدرتی آفات سے تباہ ہونے والے پھل

اگر درخت پر لگے ہوئے پھل فروخت کر دیئے جائیں اور پیشتر اس کے کہ ان کو توڑ کر جمع کیا جائے وہ کسی قدرتی آفت سے تباہ ہو جائیں' تو خریدار کو اپنی رقم واپس لینے کا حق ہوگا۔

ایسا مال جو دو خریداروں کو بیچا گیا ہو

اگر بیچنے والے نے ایک ہی مال دو مختلف خریداروں کو فروخت کر دیا ہو تو پہلے خریدار کو اسے حاصل کرنے کا حق ہوگا۔

حق شفعہ

حق شفعہ کے قانون کے تحت کسی جائیداد' غیر منقولہ زمین یا مکان کے ایک حصہ دار کو ترجیحی بنیاد پر یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے ساجھی (Partner) کا حصہ خود خرید لے۔

بٹے پر اراضی

عرب میں یہ رواج عام تھا کہ جب کوئی اراضی کاشت کی غرض سے کسی کو بٹے پر دی جاتی تو اس کرایہ دار کا حصہ متعین کرنے کا یہ طریقہ ہوتا کہ اس کھیت کا حصہ اس کے لیے مخصوص ہو جاتا کہ اس حصۂ اراضی کی پیداوار سے وہ اپنا حصہ حاصل کر لیتا۔ لیکن اس میں قباحت یہ تھی کہ کبھی اس حصہ کی پیداوار خراب یا ضائع ہو جاتی جو مالک زمین کے لیے مخصوص تھی ور کبھی اس حصہ پر پیداوار نہ ہوتی جو مزدور کے لیے مخصوص تھی۔ یہ بھی ایک طرح کا جوا تھا' حضور ﷺ نے اس رواج کو ممنوع قرار دے دیا اور یہ قانون بنایا کہ کل پیداوار ایک جگہ جمع کی جائے اور پھر مالک و کرایہ دار کے درمیان طے پانے والے تناسب کے اعتبار سے وہ پیداوار تقسیم کر دی جائے۔

ایفائے عہد' معاہدوں کی پاسداری

بین الاقوامی معاہدوں' دو جماعتوں یا دو افراد کے درمیان طے پانے والے معاہدہ کی پاسداری لازمی قرار دی گئی۔ صلح حدیبیہ کی مثال اس کی دلیل ہے۔ اس معاہدے کی ایک شق کے مطابق اگر مکہ سے کوئی شخص اپنے سربراہ خاندان کی اجازت کے بغیر مسلمان ہو کر مدینہ چلا آئے تو اسے مکہ واپس لوٹا دینا ضروری ہوگا۔ اس کے برعکس اگر کوئی شخص اسلام ترک کر کے مکہ چلا جائے تو قریش اس شخص کی واپسی کے ذمہ دار نہ ہوں گے۔ بظاہر یہ شق غیر مساویانہ نظر آتی تھی' لیکن اس کے باوجود اس شق کی پاسداری کی گئی۔ جب ابو بصیر مکہ سے فرار ہو کر مدینہ پہنچے تو حضور ﷺ نے اہل مکہ کے دو ایلچیوں کے ہمراہ انہیں واپس روانہ کر دیا۔

وراثت

اسلام نے وراثت کی تقسیم کے معاملے میں منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد میں کوئی فرق نہیں رکھا اور حکم دیا کہ وراثتی جائیداد کی ہر چیز قانونی وارثوں میں تقسیم کر دی جائے۔ ایسی وصیت کو بھی اسلام نے ناجائز قرار دے دیا جو وارثوں کو ان کے حق سے محروم رکھ کر اجنبیوں کو دی گئی ہو۔ قانونی ورثاء وصیت کے بغیر ہی اپنا حق حاصل کر سکتے ہیں اور وصیت کے ذریعہ ورثاء کے مقررہ حصے میں ردو بدل بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔ وصیت صرف ان رشتہ داروں کے حق میں کی جا سکتی ہے جنہیں قانونی طریقہ سے وراثت میں حصہ نہیں مل رہا ہو اور اس کے لیے بھی ایک حد مقرر کی گئی کہ زیادہ سے زیادہ اتنا حصہ وہ غیر وارثوں کے لیے مخصوص کر سکتا ہے اور یہ حصہ کل

جائیداد کا ایک تہائی ہے۔ باقی دو تہائی حصہ ہر صورت میں قانونی وارثوں میں ہی تقسیم ہوگا۔ ایک تہائی سے زیادہ جائیداد کی وصیت صرف اس صورت میں قابل عمل ہوگی جبکہ ورثہ متفقہ طور پر ایسا کرنے کے لیے رضامند ہوں۔

گلیوں کی چوڑائی

حضور ﷺ نے شہری ضابطہ (City Law) بھی دیا اور اس کی ایک مثال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ شہر کے اندر تم گلیوں کو اتنا چوڑا رکھو کہ سامان سے لدے ہوئے دو جانور بہ آسانی گزر سکیں۔ یعنی آج کے دور میں دو گاڑیاں بہ آسانی ایک ساتھ گزر سکیں۔

دین میں زبردستی نہیں

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (البقرہ:۲۵۶)

دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہے' صحیح بات غلط خیالات سے چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔

یہ طریقہ مدینہ' دمشق' بغداد اور قسطنطنیہ ہی میں نہیں' بلکہ دہلی اور حیدر آباد میں بھی تھا' کیا ہندو بتا سکتے ہیں کہ مسلمانوں کے ہزار سالہ دور حکومت میں حکومت نے کبھی ہندوؤں پر ان کے شخصی مسائل میں اپنا قانون جاری کیا ہو؟ نکاح' طلاق' وراثت' عقد' بیوگان اور اس کے مماثل دوسرے معاملات میں ہمالیہ سے لے کر لنکا تک ہر فرقہ اور ہر مذہب اپنے قانون پر عمل کرتا رہا۔[1]

امریکی سپریم کورٹ کی جانب سے عظیم قانون عطاء کرنے والے محمد ﷺ کی عظمت کا اعتراف

انسانیت کو قانون عطاء کرنے والوں کی فہرست میں محمد ﷺ کا نام بلند تر نظر آتا ہے۔ اگر آپ ﷺ کے دیئے ہوئے قوانین کے نسل انسانی پر مرتب ہونے والے اثرات کا جائزہ لیں تو بھی آپ اس نتیجہ پر ہی پہنچیں گے کہ ان قوانین نے قانون کے ارتقاء اور انسانی نسل پر بہ حیثیت مجموعی دور رس اور گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امریکی سپریم کورٹ نے ۱۹۳۵ء میں آپ ﷺ کو عظیم ترین قانون عطاء کرنے والوں میں شامل کیا ہے۔

---

[1] نگارشات ڈاکٹر محمد حمید اللہ' محمد عالم مختار حق' حصہ دوم' ص ۳۰۲ بیکن بکس لاہور' ۲۰۱۳ء

امریکی سپریم کورٹ کے جج جب سپریم کورٹ کی عمارت میں اپنی اپنی نشستوں پر تشریف فرما ہوتے ہیں تو ان کے سامنے دائیں طرف اور بائیں طرف دنیا کے ۱۸ عظیم ترین قانون دینے والوں کے مجسمے لگے ہوئے ہیں۔ دائیں طرف سے دوسرا مجسمہ ایک ایسے شخص کا ہے جس نے اپنے ہاتھوں میں قرآن اٹھا رکھا ہے۔ اس کا مقصد ایک عظیم قانون عطا کرنے والے کی حیثیت سے محمد ﷺ کی عظمت کا اعتراف ہے۔ بقیہ لوگوں میں حضرت موسیٰ U ' حضرت سلیمان U حمورابی اور کنفیوشس وغیرہ شامل ہیں۔

امریکی سپریم کورٹ نے اپنی ویب سائٹ پر اس مجسمہ کے بارے میں درج ذیل وضاحت کی ہے:

Muhammad (C. 570 - 632) The Prophet of Islam. He is depicted holding the Quran. The Quran provides the primary source of Islamic Law. Prophet Muhammad's teachings explain and implement Quranic principles. The figure above is a well-intentioned attempt by the sculptor, Adolph Weinman, to honor Muhammad and it bears no resemblance to Muhammad. Mulsims generally have a strong aversion to sculptured or pictured representations of their Prophet. [1]

محمد ﷺ (۵۷۰ء-۶۳۲ء) مذہب اسلام کے نبی ہیں۔ قرآن آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی نمائندگی کرتا ہے اور قرآن ہی اسلامی قوانین کا اوّلین ماخذ ہے۔ نبی محمد ﷺ کی تعلیمات قرآنی اصولوں کی تشریح کرتی ہیں۔ سپریم کورٹ میں نصب کردہ مجسمہ کی کوئی مشابہت اصل میں نبی محمد ﷺ کے خدوخال سے نہیں ہے۔ یہ محض مجسمہ ساز "Adolph We nman" کی جانب سے آپ ﷺ کی عظمت کا اعتراف ہے یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس مجسمہ کی کوئی مشابہت محمد ﷺ سے نہیں ہے' مسلمان عمومی طور پر اپنے نبی محمد ﷺ کے مجسمے یا تصویر بنانے کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

اس باب کا اختتام میں ابن قیم کے ان الفاظ پر کرنا چاہتا ہوں:

شریعت کی اساس و بنیاد حکمت پر اور بندوں کے معاشی و مادی مفادات پر قائم ہے۔

---

[1] www.khutbahbank.org.uk/v2/?P=5889

شریعت کلیۃً عدل، ہمہ تن رحمت اور سراپا حکمت ہے۔ پس جو مسئلہ بھی عدل سے نکل کر ظلم کی طرف یا رحمت سے عدم رحمت کی طرف یا صلاح سے فساد کی طرف یا حکمت سے نامعقولیت کی طرف جا رہا ہو وہ شریعت ہی نہیں اگرچہ اسے بدلائل داخل شریعت کر دیا گیا ہو۔[1]

---

[1] نقوش، رسول نمبر، ص ۶۶۵، ج ۳، ادارہ فروغ اردو لاہور، ۱۹۸۳ء

معجزہ ہے میرے سرکار کا اُمی ہونا

دنیا میں حضور ﷺ کا کوئی استاد نہ تھا اور دنیا میں حضور ﷺ کسی بندہ بشر کے شاگرد نہیں تھے۔

حضور ﷺ کا اُمی ہونا دراصل آپ ﷺ کا معجزہ اور آپ ﷺ کی منفرد خصوصیت ہے۔ اس زمانے میں آپ ﷺ کی جائے ولادت یعنی مکہ میں نہ کوئی مدرسہ تھا نہ کتب خانہ نہ تعلیم کا چرچا تھا نہ علوم وفنون کا دور دورہ۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا۔

پیدائش سے لے کر اعلان نبوت تک کسی بندہ بشر کے شاگرد نہیں بنے

۴۰ سال کے عرصہ میں آپ ﷺ نے کسی درسگاہ میں تعلیم حاصل نہیں کی' نہ لکھنا پڑھنا سیکھا' نہ کسی اُستاد کے آگے زانوئے تلمذ تہ کیا' نہ کوئی کتاب پڑھی' نہ قلم ہاتھ میں لیا' نہ علمی مجلسوں میں بیٹھے' نہ اپنے عہد کی متداول کتابوں میں سے کوئی کتاب پڑھی' نہ ہی کبھی اہل مکہ کی آنکھوں سے اوجھل ہوئے' نہ ہی کسی دوسری جگہ جا کر تعلیم حاصل کی۔ کسی مسلم یا غیر مسلم مورخ نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ آپ ﷺ نے دور طفولیت' دور شباب یا بعد ازاں کسی استاد سے تعلم وتلمذ کا ربط رکھا ہو۔

اہل کتاب کے علماء میں سے کسی کی صحبت اختیار نہیں کی اور کبھی کوئی شعر نہیں کہا۔ پھر یکا یک آپ ﷺ کی زبان معجز بیان پر ایک کلام جاری ہوتا ہے جس کی فصاحت اور بلاغت کے آگے اہل زبان کی زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں۔ اس کلام میں بیسیوں پیشینگوئیاں کی گئی تھیں اور بہت سی خبریں دی گئی تھیں' جن میں سے بیشتر تو پوری ہو چکی ہیں اور کچھ پیشینگوئیاں جن کا تعلق آنے والے وقتوں' قیامت کی نشانیوں' قیامت کے احوال اور اس کی ہولناکیوں سے متعلق ہے اپنے اپنے وقت پر پوری ہوں گی۔ مولانا عبدالرحمن جامی نے کہا:

اُمی و دقیقہ دانِ عالم
بے سایہ و سائبانِ عالم

کسی بھی عام انسان کے لیے ان پڑھ ہونا اس کا نقص اور اس کی جہالت کی دلیل ہے۔ مگر آپ ﷺ کا اُمی ہونا آپ ﷺ کا کمال اور آپ ﷺ کی امتیازی خصوصیت ہے۔

چند مرتبہ آپ ﷺ نے سفر ضرور اختیار کیا۔ مگر یہ سفر ملک شام کے تجارتی سفر تک محدود تھا۔ اگر کوئی یہ خیال کرے کہ ان اسفار میں آپ ﷺ کی ملاقات چند اہل علم سے ہوئی تھی اور آپ ﷺ نے تہذیب و تمدن کا مشاہدہ بھی فرمایا تھا' تو بھی یہ بات قرین قیاس نہیں کہ ان بکھری ہوئی معلومات اور ان منتشر مشاہدات کی بنیاد پر کوئی شخص ایک مربوط اور منضبط نظام کی اساس رکھ سکے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ بات ان کے ہم وطن اہل مکہ سے کیونکر پوشیدہ رہ سکتی تھی اور ایسا کہنے میں انہیں کوئی چیز مانع نہ ہوتی کہ ان ملاقاتوں اور مشاہدات کو بنیاد بنا کر محمد (ﷺ) نے یہ کلام قرآن خود لکھ لیا ہو اور یہ دین اسلام خود ایجاد کر لیا ہو۔

اس سارے پس منظر اور ان ساری حقیقتوں کے باوجود آپ ﷺ نے وہ خبریں بیان کیں جو تورات' انجیل' صحف ابراہیم و صحف موسیٰ اور دیگر صحائف انبیاء ؑ میں تھیں۔ اُمی ہونے کے باوجود آپ ﷺ نے جو معلومات فراہم کیں ان کا تعلق ماضی کے واقعات اور پچھلی قوموں کے حالات سے بھی تھا اور مستقبل میں رونما ہونے والے معاملات اور واقعات سے بھی تھا۔ آپ ﷺ نے جو پیشینگوئیاں فرمائیں ان میں سے اکثر پوری ہو چکیں اور کچھ ابھی پوری ہونا باقی ہیں' جو اپنے اپنے مقررہ وقت پر پوری ہوں گی۔ ماضی' حال اور مستقبل کے بارے میں علوم کا سرچشمہ کسبی نہ تھا۔ دراصل یہ انتظام خداوندی تھا کہ آنے والے وقتوں میں کوئی شخص یہ کہہ کر دلیل قائم نہ کر سکے کہ آپ ﷺ نے مروجہ طریقوں سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی' انہیں زبان و بیان پر ملکہ حاصل تھا اور یہ کہ قرآن دراصل آپ ﷺ کا قلمی شاہکار ہے۔

قرآن نے آپ ﷺ کو اُمی نبی کہا:

الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ (الاعراف: ۱۵۷)

وہ رسول نبی امی ہیں۔

عربی زبان کی سب سے مستند اور ضخیم لغت ابن منظور افریقی کی لسان العرب ہے۔

''لسان العرب'' (جلد ۱۲' صفحہ ۳۴) میں ''اَلْاُمِّیّ'' کی تشریح کرتے ہوئے مصنف نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

"اَلْاُمِّیُّ الَّذِیْ لَا یَکْتُبُ" یعنی امی وہ ہے جو لکھنا نہ جانے۔

پھر اور وضاحت کی کہ یہ لکھنا اکتسابی ہے۔ بعد ازاں حدیث سے سند پیش کرتے ہوئے عبارت نقل کرتے ہیں:

(۱) "اِنَّا اُمَّةٌ اُمِّیَّةٌ لَا نَکْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ" یعنی ہم اَن پڑھ لوگ ہیں، نہ لکھنا جانتے ہیں نہ حساب۔

(۲) "بُعِثْتُ اِلٰی اُمَّةٍ اُمِّیَّةٍ" یعنی میں ایک ان پڑھ قوم میں مبعوث ہوا ہوں۔

شیخ علی المہائمی اپنی تفسیر تبصیر الرحمن میں لکھتے ہیں کہ اُمّی لوگوں کو رسول کی زیادہ ضرورت تھی اور اُمّی نبی سے بلند مرتبہ علوم کا اظہار در اصل معجزہ تھا تا کہ لوگ یہ جان سکیں کہ یہ کوئی انسانی کاوش نہیں، بلکہ تعلیم ربانی ہے۔ [1]

امام طبری سورۂ اعراف کی آیت ۱۵۷ کی تفسیر کرتے ہوئے اُمّی کی یہی تشریح لکھ کر فرماتے ہیں:

وقال ابن عباس t: کَانَ نَبِیُّکُمْ ﷺ اُمِّیًّا لَا یَکْتُبُ وَلَا یَقْرَأُ وَلَا یَحْسُبُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: وَمَا کُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ کِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِکَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ۝ [2]

یعنی حضرت ابن عباس W فرماتے ہیں کہ تمہارے پیغمبر ﷺ اُمّی تھے، آپ ﷺ لکھنے پڑھنے اور حساب سے ناواقف تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ اے پیغمبر! تم اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ لکھنا جانتے تھے، اگر ایسا ہوتا تو اہل باطل جو آپ کو جھٹلاتے ہیں ضرور شک کرنے لگتے۝ (العنکبوت: ۴۸)

مستشرق ول ڈیورانٹ اپنی کتاب "تہذیب و تمدن کی کہانی" (قصۃ الحضارۃ) میں لکھتا ہے:

ظاہر ہے کہ کوئی بھی ایسا نہ تھا جسے آنحضرت ﷺ کی تعلیم و تدریس (یعنی لکھانے پڑھانے) کی فکر لاحق ہوتی۔ عربوں کی نظر میں کتابت و قراءت کی چنداں اہمیت نہ تھی اسی

---

[1] نقوش، رسول نمبر، ج ۶، ص ۵۰۸، ادارۂ فروغ اردو، لاہور، ۱۹۸۳ء

[2] تفسیر القرطبی، عبداللہ القرطبی، ج ۷، ص ۲۹۸

لیے اس زمانے میں لکھنا پڑھنا جاننے والوں کی تعداد سترہ سے متجاوز نہ تھی اور ہمارے علم میں یہ بات نہیں ہے کہ محمد ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کوئی چیز لکھی ہو۔ (نبوت کے بعد آپ ﷺ کے پاس کاتب خاص تھے) اس کے باوجود عربی کی معروف ترین اور مشہور ترین کتاب (القرآن) آپ ﷺ کی زبان پر جاری ہوئی اور اکثر معلمین کی بہ نسبت آپ ﷺ حقائق و دقائق اشیاء کا علم زیادہ رکھتے تھے۔ [1]

جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب "الاعتذار الی محمد ﷺ والقرآن" (Apology) میں رقم طراز ہے کہ معروف علمی و تہذیبی دنیا بالاجماع اس بات کی معتقد ہے کہ محمد ﷺ نے کوئی تعلیم حاصل نہیں کی اور آپ ﷺ صرف وہی کچھ جانتے تھے جو آپ ﷺ کے قبیلے میں متداول تھا۔ [2]

کارلائل اپنی کتاب "الرجال (Heroes)" میں لکھتا ہے:

ہمیں یہ چیز فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ محمد (ﷺ) نے کسی معلم سے کسی قسم کی تعلیم حاصل نہیں کی' کیونکہ اس وقت قبائل عرب میں لکھنے کا رواج بہت کم تھا اور یہ حقیقت ہے کہ محمد ﷺ لکھنا نہیں جانتے تھے اور آپ صرف صحرائی طرز زندگی سے آشنا تھے۔ [3]

عرب عام طور پر لکھے پڑھے نہ تھے۔ ان میں لکھنے پڑھنے کا رواج کم کم تھا۔ امام طبرانی نے "النبی الاُمّی" کی ایک مختلف تعریف کی ہے اور اس لفظ اُمّی کو ایک مختلف زاویہ سے بیان کیا ہے:

Muslim tradition has tended to focus on al-Tabari's definition of iqra ("recite"), mostly to emphasize the notion that the Prophet was illiterate, which some say is validated by the Quran's epithet for Muhammad. an-nabi al-ummi, traditionally understood as meaning "the unlettered Prophet". But while Muhammad's illiteracy may enhance the miracle of the Quran, there is no historical justification for it. As Kenneth Cragg and many others have demonstrated, an-nabi al-ummi should more properly be understood as "the Prophet for the unlettered" (that

---

[1] نقوش' رسول نمبر' ج ۷' ص ۲۲۷' ادارۂ فروغ اردو' لاہور' ۱۹۸۳ء

[2] ایضاً

[3] النبی الامی' آیت اللہ مرتضیٰ المطہری' ص ۳۸' مکتبہ تعمیر انسانیت' لاہور' ۱۹۹۰ء

is, the Scriptureless), a translation consistent both with the grammar of the sentence and with Muhammad's view that the Quran is the Revelation for a people without a sacred book: "We did not give [the Arabs] any previous books to study, nor sent them any previous Warners before you. [1]

مسلمانوں میں ''اقرأ'' (پڑھئے) کا مفہوم طبری کے بیان کردہ مفہوم کے مطابق ہی لیا جاتا ہے' اکثر کا گمان یہ ہے کہ آپ (ﷺ) بے پڑھے تھے' جیسا کہ قرآن نے کہا ہے النبی الامی۔ روایتی طور پر یہی سمجھ گیا کہ بے پڑھے نبی۔ لیکن نبی کا بے پڑھا ہونا قرآن کے معجزہ کو اور بھی بڑھا تا ہے' اس بات کی کوئی اور تاریخی توضیح نہیں کی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ کینتھ کریگ اور بہت سے دوسروں نے سمجھا ہے ''النبی الامی'' کا زیادہ بہتر مفہوم یہ ہونا چاہیے کہ بے پڑھوں کے نبی (یعنی جن پر پہلے کتاب وحی نہیں آئی)۔ گویا ایک بہتر مفہوم یہ ہوسکتا ہے کہ قرآن ایسے لوگوں کی طرف اترا جو پہلے کوئی آسمانی صحیفہ نہیں رکھتے تھے' نہ ہی ان کی طرف کوئی کتاب آئی اور نہ ہی کوئی ڈر سنانے والا آیا۔

وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝ (البقرہ:۱۵۱)

اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔

رب کائنات نے قرآن خود آپ ﷺ کے قلب اطہر پر القا کیا ہے۔ رب تعالیٰ نے خود یہ علم آپ ﷺ کو سکھایا ہے۔ ایسا علم کہ جس کی بناء پر آپ ﷺ علم کا شہر ٹھہرے۔ [۲] اور دنیا اس منبع علم کے در کی گدائی پر مجبور ہوئی۔ قرآن نے اس علم کو علم لدنّی بتایا ہے جو رب نے آپ ﷺ کو انعام کے طور پر عطاء فرمایا ہے۔ [۳]

''السلام اے اُمّی و استاذِ کُل''۔

''عِلم لَدُنّی'' اس علم کو کہتے ہیں جو مخلوق کے واسطے سے حاصل نہ کیا گیا ہو' بلکہ وہ کسی

---

1 No god but God, Reza Aslan, P.35, Random House, New York: 2005.

[۲] ''انا مدینة العلم و علی بابها'' یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں (ترمذی' ص ۱۸۱' مستدرک' ج ۳' ص ۱۲۶-۱۲۷)

[۳] ہم نے اپنے پاس سے بندے کو رحمت دی اور اسے علم لدنی عطا کیا۔ (الکہف:۶۵)

ظاہری و خارجی اسباب کے بغیر رب کی جانب سے براہ راست دلوں پر اتارا گیا ہو۔

آپ ﷺ جو علوم و معرفت ظاہر فرما رہے تھے اس میں سارا کمال' ساری جلوہ آرائی تو اسی "علم لدنی" کی وجہ سے تھی۔

وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْكَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ ۚ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا ﴿۱۱۳﴾ (النساء: ۱۱۳)

اور اللہ نے آپ پر کتاب و حکمت نازل فرمائی اور آپ کو وہ سب کچھ سکھ دیا جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے ○

یہاں لفظ "علمك" ظاہر کرتا ہے کہ آپ ﷺ کو رب تعالیٰ نے خود تعلیم دی اور اس آیت کریمہ میں رب تعالیٰ نے علم کی نہ تخصیص فرمائی نہ حد مقرر کی کہ آپ کو شریعت کا علم دیا یا یہ دیا اور وہ نہیں دیا' بلکہ فرمایا: "مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ" یعنی جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے وہ سب کچھ آپ کو سکھا دیا۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓی ﴿۶﴾ (الاعلیٰ: ۶)

ہم تجھے پڑھائیں گے اور پھر تو نہ بھولے گا ○

پھر فرمایا:

عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی ﴿۵﴾ (النجم: ۵)

انہیں سکھایا سخت قوتوں والے نے ○

وہ رسول جو خود تو اُمّی ہے' مگر وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ۔ (البقرہ: ۱۵۱)' یعنی وہ کتاب بھی سکھاتا ہے اور حکمت بھی۔

وَیُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ (البقرہ: ۱۵۱)

نبی تم کو وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے ○

وہ نبی جو شانِ اُمیت کا حامل ہے۔ آپ ﷺ کی دی ہوئی تعلیمات ایک بحر بے کراں ہیں۔ جس سے ہزاروں علوم' حکمت' معرفت' رموز اور اسرار رکھتے ہیں۔ کمال حیرت یہ ہے کہ وہ شخص جو دنیا میں کسی کا شاگرد نہیں وہ ایک عالم کا معلم ہے۔ اس نے اللہ کے سوا کسی سے کچھ

نہیں پڑھا، مگر وہ جمیع جن وانس سے زیادہ جانتا ہے۔ اس نے کسی بندہ بشر کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ نہیں کیا، مگر وہ انسانی حیات کا ایک نیا باب تخلیق کر رہا ہے۔ نیا انسان، نیا معاشرہ، نئی تہذیب، نیا تمدن، نئے اخلاقیات، نئے عمرانی اور عائلی زندگی کے اصول اور نظام متعارف کرا رہا ہے۔ نہ لکھنا ہمارے نبی کا معجزہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اُمّی ہونے کے باوجود آپ ﷺ، استاذ الاساتذہ ہیں، معلم اعظم ہیں۔ نبی اُمّی کا ترجمہ ان پڑھ کرنا بعید از قیاس، بلکہ بہت بڑی زیادتی ہے۔

معجزہ ہے میرے سرکار کا اُمّی ہونا
آپ پڑھنے نہیں آئے تھے پڑھانے آئے

(مولانا حسن رضا خان)

آپ ﷺ کے اسماء صفاتی میں سے ایک اسم اُمّی بھی ہے۔ درود کے بعض صیغوں میں بھی نبی اُمّی کا استعمال ہوتا ہے اور یہ خاصیت کسی اور نبی و رسول کے حصہ میں نہیں آئی ہے۔

اور قرآن کے نزول سے پہلے اے پیغمبر! نہ تو تم کوئی کتاب پڑھ سکتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے اس کو لکھ سکتے تھے اگر ایسا ہوتا تو یہ باطل پرست شک کر سکتے تھے۔ (العنکبوت:۴۸)

کفار اور منکرین نے ہر طرح کی ہرزہ سرائی کی، مگر یہ کہنے کی جرأت کوئی نہ کر سکا کہ آپ ﷺ اُمّی نہیں ہیں اور یہ کہ قرآن آپ کا اپنا تحریر کردہ ہے۔ آپ ﷺ کا اُمّی ہونا اور پھر "مَا كَانَ وَمَا يَكُوْن" کی خبریں دینا آپ ﷺ کے نبی برحق ہونے کی واضح دلیل ہے۔

آپ ﷺ خاص ہیں، آپ ﷺ منفرد ہیں اور آپ ﷺ یکتا ہیں، آپ ﷺ نے براہ راست اپنے رب سے پڑھا ہے اور آپ ﷺ کی یہ خصوصیت کسی اور انسان میں نہیں پائی جاتی ہے۔

مختلف آسمانی کتابوں کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ سابقہ امتوں کے بارے میں وہ قصے جو قرآن میں مذکور ہیں ان میں اور دیگر آسمانی کتابوں میں تضاد و تفاوت پایا جاتا ہے۔ یہ اختلاف بھی دراصل قرآن کی حقانیت اور حامل قرآن کی سچائی کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے پہلے سے موجود آسمانی کتابوں کی نقل نہیں کی، بلکہ جو کچھ بھی بیان کیا ہے وہ براہ راست اپنے

رب سے حاصل کر کے بیان کیا ہے۔

معروف مستشرقہ اینی میری شمل لکھتی ہیں کہ:

For the Muslims, the differences between the biblical and the Koranic versions of certain stones are nothing but further proof that the Koran is indeed God's word. The Prophet Muhammad, being ummi (a word generally interpreted in the Islamic tradition as "unlettered, illiterate"), chould not read and hence could not know the contents of the biblical stories: how could he have utilized them if they were not directly inspired? But contrary to the traditional acceptance of Muhammad's ignorance concerning the earlier sources, the German scholar Gunther Luling claims that the Prophet was well aware of the Judaeo-Christian tradition, wh ch he then utilized ingeniously [1]

مسلمانوں کے نزدیک انجیل اور قرآن میں موجود بعض کہانیوں میں تفاوت دراصل اس بات کا مزید ثبوت ہے کہ یقیناً قرآن اللہ کا نازل کردہ ہے۔ نبی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نبی امی تھے جو پڑھ نہیں سکتے تھے' چنانچہ وہ بذات خود نہیں جان سکتے تھے کہ انجیل میں ان کہانیوں کی بابت کیا لکھا ہے اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کا ماخذ انجیل نہیں تھی' تو انہوں نے یہ علوم کیسے جانے؟ لیکن روایتی طور پر یہ سمجھے جانے کے برعکس کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پچھلے ماخذوں سے لاعلم تھے جرمن فاضل گنتھر لولن دعویٰ کرتا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہود و نصاریٰ کے روایتی علوم سے آگاہ تھے اور انہوں نے ان علوم کا استعمال بہت عمدگی اور خوبصورتی سے کیا۔

اسی سے ملتی جلتی بات اینی میری شمل نے ایک اور جگہ بھی کی ہے:

Though European scholars are divided concerning whether Muhammad could read or write (even two of his wives were literate!). Muslim theologians and especially mystics found in the concept of ummi as "illiterate" a marvelous proof for the truth of Muhammad's message and its true inspiration. For how could he, who was unable to write or to read, have

---

[1] And Muhammad is His Messenger, AnneMarie Schimmel, P.17, The University of North Carolina Press, USA: 1985.

knowledge of so many events of the past and the future as are noted down in the Koran? Does not this very quality of ummi indeed guarantee that the Koran was God's true word. [1]

حالانکہ یورپی فاضلین اس بات پر منقسم ہیں کہ محمد (ﷺ) لکھنا پڑھنا جانتے تھے یا نہیں (یہاں تک کہ ان کی دو ازواج لکھنا پڑھنا جانتی تھیں)۔ اسلامی علوم کے ماہرین اور خاص طور پر صوفیہ یقین کرتے ہیں کہ آپ (ﷺ) کا امی یعنی بے پڑھا ہونا دراصل محمد (ﷺ) کے پیغام کی سچائی کی مزید دلیل ہے۔ ایک ایسا شخص جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو ماضی اور مستقبل کی متعدد اور متنوع معلومات کیونکر رکھتا تھا۔ کیا امی ہونے کی یہ خصوصیت اس بات کی مزید دلیل نہیں ہے کہ قرآن دراصل رب کا نازل کردہ ہے۔

کچھ علماء نے آپ ﷺ کو نبی اُمّی کہنے کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ آپ ﷺ شہر مکہ میں پیدا ہوئے اور اپنی حیات طیبہ کے ۵۳ سال آپ نے اسی شہر میں گزارے۔ رب تعالیٰ نے شہر مکہ کو "أُمَّ الْقُرَىٰ" سے خطاب کیا ہے:

وَلِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا (الانعام:۹۲)

کہ تم ڈر سناؤ ام القریٰ (مکہ) اور اس کے گرداگرد کی بستیوں کو۔

تفسیر مدارک میں ہے کہ ام القریٰ سے مراد مکہ ہے۔ اسے ام القریٰ اسی لیے کہتے ہیں کہ یہ زمین کی ناف (مرکز) ہے اور تمام بستیوں کے مکینوں کا قبلہ ہے اس لیے یہ شان وعظمت والا ہے۔ [2]

لفظ اُمّی اس شخص کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جو اُمّ القریٰ یعنی اُمّ المدن یعنی مرکزی شہر کا باشندہ ہو۔ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں اہلیانِ عرب شہر مکہ کو اس صفت کا حامل سمجھتے تھے اس لیے مکہ کے رہنے والے کو امی کہتے تھے۔

اس آیت میں مکہ مکرمہ کو اللہ تعالیٰ نے ام القریٰ فرمایا ہے، ام القریٰ کا لفظی معنی ہے: شہروں کی ماں۔ حضرت ابن عباس W نے فرمایا مکہ مکرمہ کو ام القریٰ اس لیے فرمایا ہے کہ تمام زمینیں اس کے نیچے سے نکال کر پھیلائی گئی ہیں اور ابوبکر اصم نے کہا ہے کہ مکہ تمام دنیا والوں

---

[1] And Muhammad is His Messenger, AnneMarie Schimmel, P.71, The University of North Carolina Press, USA: 1985.

[2] تفسیر مدارک ۱: ۲۸۷

سے پہلے آباد ہوا ہے' تو گویا یہی اصل ہے اور باقی تمام شہر اور قصبات اس کے تابع ہیں۔ نیز تمام دنیا کے مسلمانوں کی ہر دور میں مرکزی عبادت حج ہے اور حج مکہ مکرمہ میں ہوتا ہے اور اس وجہ سے تمام مخلوق مکہ مکرمہ میں جمع ہوتی ہے جیسے بچے ماں کے گرد جمع ہوتے ہیں' اس لیے اس کو ام القریٰ فرمایا۔ نیز حج کی وجہ سے مکہ مکرمہ میں انواع واقسام کی تجارت ہوتی ہے اور اس شہر میں کسب معاش اور روزی حاصل کرنے کے ذرائع دوسرے شہروں کی بہ نسبت زیادہ ہیں' اس لیے اس کو ام القریٰ فرمایا اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ کی عبادت کا پہلا گھر مکہ مکرمہ میں بنایا گیا' اس لیے اس کو ام القریٰ فرمایا۔ [1]

بعثت نبوی کے وقت مکہ مکرمہ علاقہ کا اہم ترین مرکزی شہر (Metropolitan C ty) تھا اور اس کی آبادی کئی لاکھ نفوس پر مشتمل تھی۔ [2] اس وقت اس شہر میں علم کا کتنا چرچا تھا اور جتنے لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے انہیں انگلیوں پر گنا جا سکتا تھا۔

کہتے ہیں کہ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت شہر مکہ میں سولہ سترہ سے زیادہ آدمی لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ شہر مدینہ میں تو اس سے بھی کم عرب یہ فن جانتے تھے۔ [3]

تفصیل کے لیے بلاذری' فتوح البلدان ص: ۴۷۲ باب خط کی ابتداء ملاحظہ ہو۔ مورخ بلاذری نے ان سترہ آدمیوں کے نام بھی گنوائے ہیں۔ [4]

ان حوالہ جات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آبادی کے کتنے فیصد افراد لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کا زمانہ صرف ۲۳ سالوں پر مشتمل تھا۔ اس عرصہ میں کتنے اہل علم' مبلغ' مفسر' محدث اور فقیہ پیدا ہوئے۔ یہ سارا علمی انقلاب ایک نبی اُمی کا مرہون منت تھا۔

جزیرہ نمائے عرب کے طول وعرض میں اٹھائے جانے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقدامات اس بات کی دلیل ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قدسی طاقت کی پشت پناہی حاصل تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختصر سے عرصے میں صحرائے عرب کی غیر مہذب' اپنی عادات کے بارے میں متعصب اور

---

[1] تبیان القرآن' غلام رسول سعیدی' ج ۳' ص ۵۸۹۔۵۹۰' فرید بک سٹال' لاہور' ۲۰۰۰ء

[2] سیرۃ الرسول' محمد طاہر القادری' ج ۳' ص ۲۶۱' منہاج القرآن پبلیکیشنز' لاہور' ۲۰۰۷ء

[3] دنیا کا قدیم ترین مجموعۂ حدیث' ڈاکٹر محمد حمید اللہ' ص ۱۸' الفیصل بکس' لاہور' ۲۰۱۱ء

[4] ایضاً' حاشیہ

عصبیت اور لڑائی جھگڑے میں ضدی قوم کو تمام غیر مہذب اور برے اخلاق سے پاک کر کے اعلیٰ درجے کے اخلاق حسنہ سے مزین کیا اور دنیا بھر کی متمدن اقوام کا معلم بنا دیا۔ آپ ﷺ کی حکمرانی صرف ظاہر پر نہ تھی، بلکہ آپ ﷺ نے دلوں اور ذہنوں کو فتح اور روحوں اور نفوس کو مسخر کیا، جس کے نتیجے میں آپ ﷺ ہر دل عزیز، علمی و روحانی معلم اور دلوں کے حکمران بن گئے۔ [1]

صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود t، عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں منصب شاگردی عطاء کر کے ایسا عظیم مرشد بنا دیا جسے کوفی مکتب فکر کا بانی و امام کہا جا سکتا ہے۔ یہ وہی مکتب فکر ہے جس سے علقمہ، حماد، ثوری اور ابو حنیفہ S جیسے نابغہ روزگار لوگ وابستہ ہوئے اور ان میں سے ہر ایک علم و معرفت کا درخشندہ ستارہ بنا۔ ایک اُمّی رسول کی صحبت اور تربیت نے بکریوں کے ایک چرواہے کو دنیائے علم کا عبقری شخص بنا دیا۔ [2]

دنیا محو حیرت ہے، اہل علم ششدر ہیں کہ ۲۳ سال کے مختصر سے عرصے میں علم و معرفت کا اتنا عظیم انقلاب لانا کیونکر ممکن ہو سکا ہے؟ اس گفتگو کو سمیٹنے (Conclude) کے لیے میں اس سے بہتر الفاظ نہیں پاتا ہوں:

یہ امکان کی حدود کو عبور کرنے کے مترادف ہے۔ موضوع کی مناسبت سے (August Comte) کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ اثباتی فلسفے (Positivism) کے بانیوں میں سے تھا اور اس کی تمام عمر مذہب دشمنی میں گزری تھی، کیونکہ اس کی رائے میں جو بھی چیز سائنسی تجربے سے ثابت نہ ہو سکتی وہ فضول اور لایعنی چیز ہوتی تھی۔ "تاریخ مراد" میں اس کے بارے میں لکھا ہے کہ جب وہ اندلس گیا اور وہاں مسلمانوں کے تعمیر کردہ آثار اور اسلامی فنون کے شاہکار دیکھے تو ششدر رہ گیا اور ایک مدت تک انتہائی حیرت کے ساتھ انہیں دیکھتا رہا، پھر اس نے وہاں کے بعض لوگوں سے اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرنا شروع کیں اور

---

[1] نور سرمدی، محمد فتح اللہ گولن، ص ۱۴۷، ہارمنی پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۲۰۱۴ء، بحوالہ الکلمات، بدیع الزماں سعید نورسی، ص ۲۵۵-۲۵۶

[2] نور سرمدی، محمد فتح اللہ گولن، ص ۷۵، ۳، ہارمنی پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۲۰۱۴ء

جب اسے بتایا گیا کہ محمد ﷺ ایک اُمی انسان تھے تو وہ حیرت کے مارے سکتے میں چلا گیا اور اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد وہ روم گیا اور پاپائے روم تھم سے حلفیہ طور پر اس بارے میں پوچھا اور جب پوپ نے بھی اس بات کی تصدیق کر دی تو وہ بے ساختہ بول اٹھا:
اگر چہ محمد خدا نہیں ہیں، لیکن وہ بشر بھی نہیں ہیں۔ [1]

''مَآ اَنَا بِقَارِئٍ'' کی حقیقت

پہلی نزول وحی کے موقع پر حدیث میں جو الفاظ آئے ہیں وہ ''ما انا بقارئ'' ہیں۔ یعنی میں (تم سے یعنی جبرئیل سے) پڑھنے والا نہیں ہوں۔ لیکن جب جبرئیل نے کہا کہ اپنے رب کے نام سے پڑھیے تو آپ ﷺ نے وہی آیت بآسانی پڑھ کر سنا دی۔

آپ ﷺ پر جو پہلی وحی نازل ہوئی وہ سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات تھیں:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۞ (العلق:۱-۵)

اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا ہے ٥ انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ہے ٥ پڑھیے اور آپ کا رب ہی زیادہ کریم ہے ٥ جس نے قلم سے (لکھنا) سکھایا ٥ انسان کو وہ سکھایا جس کو وہ نہیں جانتا تھا ٥

پہلی وحی کے نزول کے حوالے سے جو حدیث ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی روایت سے آئی ہے اور جسے امام بخاری و امام مسلم نے صحیحین میں روایت کیا ہے اس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے:

وحی کی ابتداء سچے خوابوں سے ہوئی۔ رسول ﷺ جو خواب دیکھتے اس کی تعبیر روشن صبح کی طرح ظاہر ہو جاتی۔ پھر حضور ﷺ کے دل میں خلوت نشینی کی محبت پیدا کی گئی اور آپ ﷺ مکہ کے قریب واقع غار حراء میں جا کر تنہائی میں عبادت کرنے لگے۔ آپ ﷺ کئی کئی روز تک وہاں مصروف عبادت رہتے۔ پھر گھر لوٹ آتے اور کچھ وقت ٹھہرتے اور کھانے پینے کی کچھ چیزیں لینے کے بعد پھر سے حراء کی تنہائیوں میں مصروف عبادت ہو جاتے۔ ایک رات آپ ﷺ اسی غار میں مصروف عبادت تھے کہ جبرئیل امین آئے اور کہا:

---

[1] ایضاً ص۲۰۶

''اِقْرَأْ'' آپ پڑھیے۔ حضور نے فرمایا: ''مَااَنَا بِقَارِئٍ'' میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ جبرئیل نے آپ کو سینہ سے لگا کر خوب زور سے بھینچا جس سے آپ کو کافی تکلیف پہنچی۔ پھر جبرئیل نے کہا: ''اقرأ''۔ آپ نے اب بھی وہی جواب دیا۔ جبرئیل نے دوسری بار پھر سینہ سے لگا کر خوب بھینچا اور کہا: ''اقرأ''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی وہی جواب دیا۔ جبرئیل نے تیسری بار بھی زور سے سینے سے لگا کر بھینچا اور کہا: ''اقرأ باسم ربك'' تا ''مالم يعلم''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پانچ آیتیں تلاوت فرما دیں۔ [1]

علامہ غلام رسول سعیدی ''مااَنا بقارئٍ'' کی تحقیق کے زیر عنوان حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ......

جبرئیل نے آپ سے کہا: ''اقرأ'' پڑھیے' آپ نے فرمایا: ''ما انا بقاری'' میں اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا اور جب تین بار آپ نے یہی فرمایا' تو جبرئیل نے کہا: ''اقرا باسم ربك'' یعنی آپ اپنی قوت اور اپنی معرفت سے نہ پڑھیں' بلکہ آپ اپنے رب کی طاقت اور اس کی اعانت سے پڑھیں' اس نے جس طرح آپ کو پیدا کیا ہے وہ آپ کو پڑھنا سکھائے گا۔ [2]

علامہ طیبی نے کہا: یہ ترکیب تقویت اور تاکید کا تقاضا کرتی ہے اور اس کا معنی ہے: میں یقیناً قراءت کرنے والا (پڑھنے والا) نہیں ہوں۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ نے تین بار ''ما انا بقارئٍ'' کیوں فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی بار کا معنی یہ ہے کہ میں پڑھ نہیں سکتا' دوسری بار کا معنی ہے: میں پڑھتا نہیں ہوں اور تیسری بار کا معنی ہے: میں کیا پڑھوں؟ اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابوالاسود نے مغازی میں عروہ سے روایت کی ہے: ''کیف اقرء'' میں کیسے پڑھوں؟ اور سیرت ابن اسحاق میں عبید بن عمیر سے روایت ہے: ''ماذا اقرء'' میں کیا پڑھوں؟ اور دلائل بیہقی میں زہری سے مرسلاً روایت ہے ''کیف اقرء'' میں کیسے پڑھوں؟ اور ان تمام روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ یہ ''ما'' استفہامیہ ہے۔ [3]

یعنی مفہوم یہ ہوگا کہ میں کیوں پڑھوں' یہ نہیں کہا: میں پڑھ نہیں سکتا۔ لیکن جب جبرئیل

---

[1] صحیح بخاری' رقم: ۳' صحیح مسلم' رقم: ۱۶۰

[2] تبیان القرآن' غلام رسول سعیدی' ج ۱۲' ص ۸۷۹' فرید بک سٹال' لاہور' ۲۰۰۹ء

[3] ایضاً' ص ۸۸۰ بحوالہ فتح الباری ج ۱' ص ۲۳-۲۴' دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ

نے کہا کہ اپنے رب کے نام سے پڑھیے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (قرآن) پڑھ دیا۔ گویا میں رب کے نام کے ساتھ یا رب کی تائید کے ساتھ پڑھوں گا۔

علامہ غلام رسول سعیدی نے اس نہ پڑھنے کا سبب بیان کیا ہے۔ وہ ایک مختلف نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی h کے حوالے سے لکھتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں اس لیے مجھ سے پڑھا نہیں جا سکتا' ہو سکتا ہے کہ اچانک فرشتے کو دیکھنے سے آپ کو سخت دہشت اور خوف لاحق ہوا اور اس خوف اور دہشت کی وجہ سے آپ نے فرمایا ہو میں پڑھا ہوا نہیں ہوں اور اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ آپ نے اُمّی ہونے کی وجہ سے یہ فرمایا' کیونکہ جو شخص پڑھا ہوا نہ ہو وہ دوسرے کے پڑھانے سے پڑھ سکتا ہے اور کسی کی تعلیم سے پڑھنا اُمیت کے منافی نہیں ہے خصوصاً جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غایت درجہ کے فصیح و بلیغ تھے ہاں کسی لکھی ہوئی چیز کو دیکھ کر پڑھنا اُمیت کے منافی ہے۔ قاموس میں لکھا ہے کہ اُمّی اس شخص کو کہتے ہیں جو لکھنا نہ جانتا ہو اور لکھی ہوئی چیز کو نہ پڑھ سکتا ہو اور بعض روایات میں ہے کہ جبرئیل جواہر سے آراستہ ایک ریشم کا صحیفہ لائے تھے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں وہ صحیفہ رکھ کر کہا: پڑھیے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں' تو اس نامہ اور نوشتہ میں لکھی ہوئی چیز کو کیسے پڑھوں؟ یہ معنی زیادہ مناسب اور زیادہ ظاہر ہے۔[1]

''مَا اَنَا بِقَارِئٍ'' کا ترجمہ عام طور پر کیا جاتا ہے کہ میں پڑھا ہوا نہیں۔ لیکن ہمارے مشائخ نے یہ ترجمہ کرایا: میں نہیں پڑھتا (I AM NOT GOING TO READ) یہ ترجمہ زیادہ انسب و راجح ہے اس لیے کہ غار حراء میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مشاہدہ ذات و صفت الٰہی میں اتنے مستغرق تھے کہ وہاں کسی کی گنجائش ہی نہیں تھی' جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا:

''لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ''۔

اللہ کے ساتھ میرا ایک وقت ہوتا ہے کہ اس میں ملک مقرب اور نبی مرسل کی بھی گنجائش نہیں ہوتی۔

---

[1] شرح صحیح مسلم' غلام رسول سعیدی' ج ۱' ص ۷۶۱' فرید بک سٹال' لاہور
بحوالہ اشعۃ اللمعات' شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی' ج ۴' ص ۵۰۶۔۵۰۷' مکتبہ تیج کمار' لکھنؤ

جیسا کہ فتح مکہ سے پہلے جب ابو سفیان تجدید صلح کے لیے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور حضرت ابو بکر صدیق t کے پاس پہنچ کر ان سے درخواست کی کہ آنحضورﷺ کی خدمت میں سفارش کر دیں' تو حضرت صدیق اکبر نے فرمایا: ''مَا اَنَا بِفَاعِلٍ'' (سیرۃ ابن ہشام) میں نہیں کروں گا بار بار بھینچے سے لگا کر دبانے سے اس استغراق میں کمی ہوئی' تو جبرئیل نے عرض کیا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ (العلق:۱)

اپنے رب کے نام سے پڑھیے۔

تو بلا تامل پڑھ کسی کے استغراق کو ختم کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ اسے بار بار جھنجھوڑا جائے۔ [1]

لیکن آپ ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد پڑھا بھی اور لکھا بھی۔ یہ مضمون متعدد احادیث میں آیا ہے۔ آپ ﷺ کا نہ پڑھنا بھی معجزہ تھا کہ بغیر کسی دنیاوی استاد سے پڑھے لکھے اتنے عظیم علوم بیان کیے اور پھر ازاں بعد آپ ﷺ کا پڑھنا لکھنا بھی معجزہ تھا کہ کسی دنیاوی استاد کے سکھائے بغیر بھی آپ ﷺ نے پڑھا بھی اور لکھا بھی۔

صلح حدیبیہ کا ایک واقعہ یہ ہے کہ قریش اور مسلمانوں کے درمیان عہد نامہ مرتب ہو رہا تھا' حضرت علی t عہد نامہ لکھ رہے تھے۔ عہد نامہ کی عبارت یہ تھی کہ یہ وہ شرائط ہیں جن کو خدا کے رسول محمد نے منظور کیا۔ قریش نے کہا: اگر ہم آپ کو خدا کا رسول مانتے تو اس لڑائی کی نوبت ہی کیوں آتی؟ اس لفظ کو مٹا دیں اور اپنے باپ کا نام لکھیے' آپ ﷺ نے حضرت علی t کو فرمایا کہ ان کی حسب خواہش ترمیم کر دو' حضرت علی t نے کہا: مجھ سے یہ گستاخی نہیں ہو سکتی' آپ نے پوچھا: وہ الفاظ کہاں ہیں؟ حضرت علی t نے انگلی رکھ کر بتایا تو آپ ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے رسول اللہ کا لفظ مٹا دیا اور محمد بن عبداللہ لکھ دیا۔ یہ واقعہ بخاری' مسلم' نسائی' مسند ابن حنبل اور تمام کتب سیر میں مذکور ہے' اسی کے ساتھ بخاری میں یہ تصریح ہے کہ ''ولیس یحسن یکتب''۔ اور مسند احمد میں بروایت اسرائیل یہ الفاظ ہیں: ''ولیس یحسن ان یکتب''۔ یعنی آپ ﷺ لکھنا نہیں جانتے تھے' لیکن باوجود اس کے تمام احادیث و سیر میں

---

[1] نزہۃ القاری' مفتی محمد شریف الحق امجدی' ج ۱' ص ۲۴۷-۲۴۸' فرید بک سٹال لاہور' ۲۰۰۸ء

یہ ہے کہ آپ نے محمد بن عبداللہ کے الفاظ لکھ دیئے۔ روایت کے ظاہری معنی سے بعضوں کو یہ شبہ ہوا کہ آپ نے خود اپنے دستِ مبارک سے یہ الفاظ لکھے اور آپ ﷺ نے شاید اخیر زمانہ میں لکھنا سیکھ لیا تھا۔ ابن ابی شیبہ نے مجاہد کے واسطہ سے یہ روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے اس وقت تک وفات نہیں پائی جب تک آپ ﷺ کو لکھنا پڑھنا نہ آ گیا' اور ایک اور روایت (بواسطہ بن میسرہ عن ابی کبشۃ السلولی عن سہل بن الحنظلیہ) نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت امیر معاویہ ؓ سے ایک فرمان لکھوا کر اقرع اور عیینہ کو عنایت فرمایا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے آ کر کہا کہ معلوم نہیں اس میں کیا لکھا ہے؟ آپ ﷺ نے اس پر ایک نظر ڈال کر فرمایا: وہی لکھا ہے جو میں نے حکم دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا لکھنا معجزہ ہے' کیونکہ جس طرح نبی ﷺ نے بغیر کسی سے پڑھنے اور کسب کے علم اولین و آخرین کو جان لیا' اسی طرح آپ نے بغیر کسب کے لکھنا پڑھنا جان لیا اور یہ آپ کا بہت بڑا معجزہ اور بہت عظیم فضیلت ہے اور لکھنے کی وجہ سے آپ کے امی ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ (اگر آپ نے مخلوق سے لکھنا پڑھنا سیکھا ہوتا تو یہ آپ کے امی ہونے کے منافی ہوتا)۔ [1]

مولانا غلام رسول سعیدی علامہ قرطبی کا درج بالا حوالہ پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اُمّی ہونے کا فقط اتنا مفاد ہے کہ آپ نے کسی مخلوق سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا' اللہ تعالیٰ نے آپ کو براہِ راست یہ علم عطا فرمایا ہے اور بعثت سے پہلے آپ لکھنے اور پڑھنے میں مشغول نہیں رہے تاکہ آپ کی نبوت میں کسی کو شبہ نہ ہو اور بعثت کے بعد آپ نے پڑھا اور لکھا اور یہ ایک الگ معجزہ ہے' کیونکہ بغیر کسی مخلوق سے کسب فیض کے پڑھنا اور لکھنا خلافِ عادت ہے۔ [2]

اس بات میں تو کوئی اختلاف اور دو رائے موجود نہیں ہیں کہ اعلان نبوت اور نزول وحی کے آغاز تک آپ ﷺ لکھنا نہیں جانتے تھے۔ لیکن بعد ازاں آپ ﷺ نے لکھنا جان لیا۔ لیکن اس کے لیے بھی آپ ﷺ نے کسی بندہ بشر سے مدد نہیں لی۔ اس بارے میں مولانا

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی (متوفی ۶۸۵ھ)' الجامع لاحکام القرآن' ج ۱۳' ص ۳۵۲' مطبوعہ انتشارات خسرو' ایران

[2] شرح صحیح مسلم' غلام رسول سعیدی' ج ۵' ص ۵۳۹' فرید بک سٹال' لاہور' ۲۰۰۲ء

غلام رسول سعیدی صاحب نے اپنی شرح صحیح مسلم میں تحقیقی بحث کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ متعدد احادیث میں رسول اللہ ﷺ کے لکھنے کا ثبوت موجود ہے۔ ان تمام احادیث کو بلا ضرورت مجاز پر محمول کرنا درست نہیں اور عدل کے منافی ہے۔ اس مضمون پر قرآن اور حدیث سے دلائل قائم کرنے کے بعد انہوں نے جید فقہاء اسلام کے اقوال بھی پیش کیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ.....

بعض علماء کا یہ دعوی ہے کہ پہلے آپ لکھنا نہیں جانتے تھے' لیکن بعد میں آپ نے لکھنا جان لیا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''وما کنت تتلوا من قبلہ الآیۃ'' آپ اس سے پہلے نہ کسی کتاب کو پڑھتے تھے نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے' اور اس سے پہلے کی قید کا یہ معنی ہے کہ بعد میں آپ نے اس کو جان لیا' کیونکہ آپ کا پہلے نہ جاننا معجزہ کے سبب سے تھا اور جب اسلام پھیل گیا اور لوگوں کے شکوک کا خطرہ نہ رہا تو پھر آپ نے اس کو جان لیا' اور امام ابن ابی شیبہ اور دیگر محدثین نے مجاہد سے روایت کیا ہے: ''مامات رسول اللہ ﷺ حتی کتب وقرأ'' رسول اللہ ﷺ اس وقت تک فوت نہیں ہوئے جب تک کہ آپ نے لکھ نہیں لیا اور پڑھ نہیں لیا' اور مجاہد نے شعبی سے کہا: اس آیت میں اس کے خلاف نہیں ہے۔ ابن دحیہ نے کہا کہ علامہ ابوذر' علامہ ابوالفتح نیشاپوری اور علامہ باجی مالکی کا بھی یہی نظریہ ہے۔ علامہ باجی نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے' بعض افریقی علماء نے بھی علامہ باجی کی موافقت کی ہے اور کہا ہے کہ امی ہونے کے بعد لکھنے کو جان لینا معجزہ کے منافی نہیں ہے' بلکہ یہ آپ کا دوسرا معجزہ ہے' کیونکہ بغیر کسی انسان کے سکھائے کتاب کو پڑھنا اور لکھنا بھی معجزہ ہے۔

وَقَالُوٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ (فرقان:۵)

اور انہوں نے کہا: یہ پہلے لوگوں کے لکھے ہوئے قصے ہیں جو اس (رسول) نے لکھوا لیے ہیں سو وہ صبح و شام اس پر پڑھے جاتے ہیں ۝

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے لکھنے اور پڑھنے کی نفی کو آپ کے اعلان نبوت سے پہلے کی قید سے مقید کیا ہے اور یہی مقصود ہے' کیونکہ اگر اعلان نبوت اور نزول قرآن سے پہلے آپ کا لکھنا پڑھنا ثابت ہوتا تو اس شبہ کی راہ نکل سکتی تھی اور اس آیت سے آپ کی نبوت اور قرآن مجید کے منزل من اللہ ہونے پر استدلال نہ ہو سکتا اور اس قید لگانے کا یہ تقاضا ہے کہ

اعلان نبوت کے بعد آپ سے لکھنے اور پڑھنے کا صدور ہوسکتا ہے اور بعد میں آپ کا لکھنا اور پڑھنا اس استدلال کے منافی نہیں ہے۔

صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۴۵۱۶ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی t سے فرمایا: وہ جگہ دکھاؤ' پھر آپ نے وہ لفظ مٹا دیا اور ابن عبداللہ لکھ دیا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ بعض علماء نے ان الفاظ سے نبی ﷺ کے لکھنے پر استدلال کیا ہے اور امام بخاری نے بھی ابواسحاق سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکتوب لیا اور لکھا۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ جو علماء آپ کے لکھنے کے قائل ہیں انہوں نے قرآن مجید کی اس آیت کا یہ جواب دیا ہے کہ اللہ کی تعلیم سے پہلے آپ نے لکھا نہ پڑھا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (من قبلہ) کی قید لگائی ہے' سو جس طرح تعلیم الٰہی سے پڑھنا جائز ہے (تلاوت کرنا) اسی طرح تعلیم الٰہی سے لکھنا بھی جائز ہے اور یہ آپ کے امی ہونے کے منافی نہیں ہے' کیونکہ آپ کا فقط امی ہونا معجزہ نہیں ہے (بلکہ معجزہ یہ ہے کہ باوجود امی ہونے کے پڑھا اور لکھا) پھر آپ پر قرآن مجید نازل ہوا اور آپ نے وہ علوم بیان کیے جن کو لوگ نہیں جانتے تھے اور صحیح بخاری کی روایت "ولا یحسن ان یکتب فکتب" آپ کے لکھنے پر نص صریح ہے اور اس کو لکھنے کے حکم دینے پر محمول کرنا مجاز ہے اور بلا ضرورت الفاظ کو مجاز پر محمول نہیں کیا جاتا۔

رسول اللہ ﷺ کے اُمّی ہونے کی تشریح میں نے بہت تفصیل اور تحقیق کے ساتھ بیان کی ہے' کیونکہ میں نے دیکھا اس زمانہ میں بعض لوگ بہت بے باک اور گستاخ ہیں اور حضور کے اُمّی ہونے کا معنی "ان پڑھ" کرتے ہیں اور حضور کو اعلان نبوت کے بعد بھی لکھنے اور پڑھنے سے عاری کہتے ہیں' اس لیے میں نے قرآن مجید' احادیث صحیحہ اور فقہاء اسلام کے اقوال کی روشنی میں آپ کے اُمّی ہونے کا مطلب واضح کیا کہ آپ کا کوئی دنیاوی استاذ نہیں تھا اور اعلان نبوت سے پہلے آپ لکھتے پڑھتے نہیں تھے لیکن اعلان نبوت کے بعد آپ نے بعض مواقع پر لکھا اور پڑھا اور یہ آپ کا ایک الگ معجزہ ہے۔[1]

---

[1] شرح صحیح مسلم غلام رسول سعیدی' ج ۵' ص ۵۳۲-۵۳۶' فرید بک سٹال لاہور' ۲۰۰۲ء

افصح العرب ... ان کے بول بہاروں جیسے

مثالی فصاحت و بلاغت

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ قولِ بلیغ کی دو قسمیں ہیں: ایک تو یہ کہ کلام بذاتہٖ فصیح و بلیغ ہو، جس کے بنیادی اوصاف تین ہیں:

(الف) لغوی اعتبار سے کلام درست ہو۔

(ب) الفاظ کے معنی مقصود سے مطابقت رکھتے ہوں۔

(ج) یہ کلام فی ذاتہٖ صحیح و صادق ہو۔

قولِ بلیغ کی دوسری قسم یہ ہے کہ بات کہنے والا خود بھی بلیغ ہو اور مخاطب پر اس کے اثرات بھی مرتب ہوں۔ [1]

اکثر سیرت نگاروں نے آپ ﷺ کی فصاحت و بلاغت کو اپنا موضوع بنایا ہے۔ اسی طرح اندلس سے تعلق رکھنے والے مشہور عالم قاضی عیاض مالکی h نے سیرت پر لکھی گئی اپنی اہم کتاب ''الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ'' جو کہ دو جلدوں پر مشتمل ہے، کے ایک پورے باب کو آپ ﷺ کی فصاحت و بلاغت اور جوامع الکلم کے لیے مختص کیا ہے۔ [2]

حقیقت یہ ہے کہ رب کائنات نے آپ جیسا فصیح، شیریں بیان اور جوامع الکلم کوئی دوسرا پیدا ہی نہیں فرمایا۔

تاریخ انسانی میں قیادت اور خطابت کا چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ یہ الفاظ ہی ہیں جن کا آپ ابلاغ (Communication) کرتے ہیں۔ یہی الفاظ آپ کے مخاطب تک پہنچتے ہیں اور اپنے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ زبان کی تاثیر اور شعلہ بیانی ہی وہ وصف ہے جو مخاطب میں جوش، ولولہ اور کچھ کر گزرنے کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام داعیان، مصلحین اور قائدین نے نطق اور بیان کے جوہر کو ہی آزمایا ہے۔ اگر گروہ انبیاء o پر نظر ڈالیں تو ان کے یہاں بھی خطابت، فصاحت اور بلاغت کا وصف نمایاں نظر آتا ہے۔ خاتم النبیین ﷺ جو کہ اُمّی ہیں، مگر فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز نظر آتے ہیں۔ نبی اُمّی ﷺ کو قرآن کی

---

[1] فصاحت نبوی، ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، ص ۱۵۹، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، ۱۹۸۸ء

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ، ابوالفضل قاضی عیاض مالکی، اردو ترجمہ، مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور ۲۰۰۴ء

صورت میں جو غیر فانی معجزہ عطاء کیا گیا تھا اس کا تعلق بھی فصاحت اور بلاغت سے ہی تھا۔

آپ ﷺ کو جس قوم میں مبعوث کیا گیا تھا اور انسانوں کا وہ گروہ جو آپ ﷺ کا اوّلین مخاطب تھا اس کا طرۂ امتیاز اور منتہاء کمال یہی فصاحت وبلاغت اور شعر و خطاب تھا۔ اس معاشرے میں جہاں اوروں کی فصاحت و بلاغت ختم ہو جاتی تھی وہاں سے آپ ﷺ کی فصاحت و بلاغت شروع ہوتی تھی۔ آپ ﷺ کے سامنے وہ اہل زبان وبے لچے اور گونگے نظر آتے ہیں۔

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحی عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں، بلکہ جسم میں جاں نہیں

قاضی عیاض نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام y نے عرض کیا: "ما راینا الذی ھو افصح منك" ہم نے کہیں آپ سے بڑھ کر فصیح و بلیغ شخص کبھی نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا تھا:

"وَمَا يَمْنَعُنِيْ، وَاِنَّمَا اُنْزِلَ الْقُرْاٰنُ بِلِسَانِيْ لِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ وَقَالَ مَرَّةً اُخْرٰى: اَنَا اَفْصَحُ الْعَرَبِ بَيْدَ اَنِّيْ مِنْ قُرَيْشٍ وَنَشَاْتُ فِيْ بَنِيْ سَعْدٍ"۔ [1]

میری فصاحت میں کیا چیز مانع آسکتی ہے؟ قرآن مجید میری زبان میں نازل ہوا جو "لسان عربی مبین" یا منجھی ہوئی عربی زبان ہے! پھر ایک اور موقع پر فرمایا: میں افصح العرب ہوں، مگر (اس پر مستزاد یہ ہے کہ) میں قبیلہ قریش سے تعلق رکھتا ہوں اور میری نشوونما قبیلہ بنو سعد میں ہوئی ہے۔

یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ بنو سعد بن بکر بن ہوازن جملہ بدوی عرب قبائل میں سب سے زیادہ فصیح اللسان تھے اور شرفاء قریش اپنے بچوں کی رضاعت اور پرورش کے لیے عموماً اسی قبیلے کو ترجیح دیتے تھے۔

طبرانی کے الفاظ یوں ہیں:

"اَنَا اَعْرَبُ الْعَرَبِ وَلِدْتُ فِيْ قُرَيْشٍ وَنَشَاْتُ فِيْ بَنِيْ سَعْدٍ فَاَنّٰى يَاْتِيْنِيْ

---

[1] الشفاء، قاضی عیاض مالکی، ج ۱ ص ۱۷۷

اللَّحْنُ"[1]

میں تمام عربوں سے زیادہ کھول کر بات کرنے والا ہوں' میں قریش میں پیدا ہوا' میری پرورش بنو سعد میں ہوئی تو اب میرے کلام میں لحن کہاں سے آئے؟ میری فصاحت و بلاغت میں نقص کہاں سے آئے؟

آنحضرت ﷺ کے حسن بیان اور اعجاز کلام کے سلسلے میں حضرت ابوبکر صدیق t کا قول ہے:

"لَقَدْ طُفْتُ فِي الْعَرَبِ وَسَمِعْتُ فُصَحَاءَهُمْ فَمَا سَمِعْتُ أَفْصَحَ مِنْكَ فَمَنْ أَدَّبَكَ، قَالَ: أَدَّبَنِي رَبِّي فَأَحْسَنَ تَأْدِيبِي"۔[2]

یعنی میں نے قبائل عرب میں پھر کر ان کے فصحاء کو دیکھا ہے' مگر آپ ﷺ سے بڑھ کر فصیح میں نے کسی کو نہیں پایا' آپ کو یہ ادب کس نے سکھایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے تو میرے رب نے سکھایا ہے اور خوب اچھے طریقے سے سکھایا ہے۔

حضرت ابوہریرہ t سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ"۔[3]

میں جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں۔

آپ ﷺ فصاحت و بلاغت کا پیکر اور عظیم ادیب تھے۔ آپ ﷺ انوکھے طرز بیان کے مالک تھے۔ آپ ﷺ کی گفتگو میں نہ تو کوئی غیر ضروری یا فالتو بات ہوتی تھی اور نہ ہی کسی کمی' کجی یا کوتاہی کا احساس ہوتا تھا۔ اس ضمن میں ام معبد کا قول کلاسیکی حیثیت کا حامل ہے' جس میں ام معبد نے آپ ﷺ کے حسن بیان' شیریں کلام اور آپ کے بلند آہنگ کا نقشہ کھینچا ہے:

"حلو المنطق بين فصل، لا نذر ولا هذر، كأن منطقه خرزات نظمن، وكان جهير الصوت، حسن النغمة"۔[4]

---

[1] ایضاً' ج ۱' ص ۱۷۸

[2] فصاحت نبوی' ڈاکٹر ظہور احمد اظہر' ص ۲۵۳' اسلامک پبلیکیشنز لاہور' ۱۹۸۸ء

[3] صحیح بخاری' کتاب الجہاد والسیر' ج ۵' ص ۵۳' رقم ۲۹۸۸

[4] المعجم الاوسط' طبرانی' ج ۳' ص ۲۵۷

آپ ﷺ شیریں کلام تھے، آپ کی ہر بات نہایت واضح ہوتی تھی، نہ قلیل الکلام تھے نہ فضول الکلام تھے، آپ ﷺ کا کلام تو موتی تھا جو لڑی میں پرو دیا گیا ہو، آپ کی آواز بلند و گرج دار تھی جس میں پرکشش نغمگی پائی جاتی تھی۔

اسی طرح امام غزالی h نے بھی آپ ﷺ کی فصاحت کا ذکر یوں کیا ہے:

آپ ﷺ سب سے زیادہ فصیح تھے۔ آپ ﷺ کا کلام سب سے زیادہ شیریں تھا اور کہا کرتے: میں افصح العرب ہوں۔ اہل جنت محمد ﷺ کی زبان میں گفتگو کریں گے۔ آپ ﷺ کم بولنے والے آسانی سے گفتگو کرنے والے تھے۔ جب بھی بولتے تو نہ آپ ﷺ فضول بات کرتے نہ بیکار، یوں لگتا تھا کہ آپ ﷺ کا کلام موتی ہیں جو لڑی میں پرو دیئے گئے ہیں۔ حضرت عائشہ I فرماتی ہیں: آپ ﷺ سب سے زیادہ مختصر کلام کرنے والے تھے۔ یہی کچھ آپ ﷺ کے لیے جبرئیل لاتے تھے۔ اختصار کے ساتھ آپ کا کلام حسب ضرورت جامع بھی ہوتا تھا۔ آپ ﷺ جوامع الکلم کے انداز میں بات کرتے تھے۔ جس میں نہ فالتو بات ہوتی نہ کوئی نقص۔ یوں لگتا تھا جیسے الفاظ ایک دوسرے کے پیچھے چلے آرہے ہیں۔ آپ ﷺ کے کلام میں وقفہ ہوتا تھا جس سے سننے والا آپ ﷺ کی بات کو حفظ کر لیتا۔ آپ بلند آواز اور سب سے زیادہ خوش آواز تھے۔ آپ ﷺ کافی دیر تک خاموش رہتے تھے۔ بغیر ضرورت آپ ﷺ بات نہ کرتے تھے۔ [1]

مختصر الفاظ میں زیادہ معنی سمو دینا کسی بھی قادر الکلام خطیب کا خاصہ ہوتا ہے۔ الفاظ کے استعمال میں کفایت شعاری کے ساتھ مدعا کا اظہار اس کا بنیادی وصف ہوتا ہے۔ یہ خوبی بھی آپ ﷺ کی گفتگو میں بدرجہ اتم موجود ہوتی تھی کہ الفاظ کی تعداد تو کم ہو، مگر معانی کی مقدار زیادہ ہو جیسے کوزے میں دریا کو سمو دیا گیا ہو۔ ایسی مثالوں کی کثیر فہرست میں سے چند منتخب مثالیں اگلے صفحات میں آرہی ہیں۔

آپ ﷺ ہمیشہ جامع الفاظ اور بھرپور جملے ارشاد فرماتے تھے۔ یعنی کلام مختصر ہوتا تھا، مگر اس کے معنی اور مطالب وسیع ہوتے تھے۔ فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے حضور ﷺ اعلیٰ ترین مقام پر فائز نظر آتے ہیں۔ آپ ﷺ کی گفتگو مختصر، مگر جامع ہوتی تھی۔ بلا تکلف کلام

---

[1] احیاء العلوم، امام غزالی، کتاب آداب المعیشۃ واخلاق النبوۃ، ج ۲، ص ۳۶۷

فرماتے اور تصنع سے پرہیز کرتے۔ آپ ﷺ کو محاورات عرب پر عبور حاصل تھا۔ یہاں تک کہ عرب کے ہر قبیلہ سے اس کی اپنی زبان، محاورات اور ذخیرہ الفاظ (Vocabulary) میں گفتگو فرماتے تھے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ جو شخص بھی آپ ﷺ کے ارشادات (احادیث کریمہ) پر غور و فکر کرے گا وہ اس کو جان لے گا اور اس کو محقق ہو جائے گا کہ آپ ﷺ جس طرح قریش و انصار سے کلام فرماتے تھے ویسا اہل حجاز و نجد سے نہ فرماتے تھے، جیسا کہ آپ ﷺ نے ذی الشعار ہمدانی، طہفۃ النہدی، قطن بن حارثہ علیمی، اشعث بن قیس، وائل بن حجر کندی وغیرہ جو حضر موت کے سردار اور یمن کے بادشاہ تھے، سے کلام فرمایا۔ [1]

آپ ﷺ کے گرد موجود صحابہ کرام نے یہ بات محسوس کی کہ آپ ﷺ مختلف قبائل سے تعلق رکھنے والے افراد سے علیحدہ علیحدہ لہجہ اور ذخیرۂ الفاظ میں گفتگو فرماتے تھے۔ صحابہ کے لیے وہ الفاظ اجنبی اور نامانوس ہوتے تھے جبکہ آپ ﷺ ان الفاظ کا استعمال بہت مہارت سے فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کی اسی خصوصیت کو قاضی عیاض نے اس طرح بیان کیا ہے:

آپ ﷺ کو جوامع الکلم عطا کیے گئے، انوکھی پر حکمت باتیں آپ کے خصائص میں سے تھیں اور آپ کو عربی کے تمام لہجوں کا علم دیا گیا تھا، چنانچہ آپ ہر قبیلے سے اس کی اپنی زبان (ذخیرۂ الفاظ) اور لہجے (Accent) میں بات کرتے تھے، ان کی ہی زبان کے محاورات استعمال کرتے اور ان کی فصاحت و بلاغت کے مطابق معنی پیدا کر کے برتری ثابت کرتے تھے، حتی کہ آپ کے بہت سے صحابہ کرام اکثر مواقع پر آپ سے آپ کے کلام و اقوال کی تشریح و تفسیر دریافت کرتے تھے، آپ کی حدیث و سیرت کو دیکھنے والا اس بات کو محسوس کر سکتا ہے اور اس کی حقیقت کو جان سکتا ہے۔ [2]

معروف مصری ادیب و انشاء پرداز استاذ احمد حسن زیات فصاحت نبوی ﷺ اور احادیث نبویہ کے امتیازی خصائص و محاسن کی وضاحت کرتے ہوئے حدیث نبوی کے اسلوب اور معیار بلاغت کے متعلق لکھتے ہیں:

آپ ﷺ کی فصاحت الہام و فیضان کے مشابہ معلوم ہوتی ہے جس میں آپ نے

---

[1] الشفاء، قاضی عیاض مالکی، اردو ترجمہ، ج ۱، ص ۸۱، مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور، ۲۰۰۴ء

[2] الشفاء، قاضی عیاض مالکی، اردو ترجمہ، ج ۱، ص ۸۱، مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور، ۲۰۰۴ء

مشقت یا تکلف سے کبھی کام نہیں لیا اور نہ کبھی اس کے لیے آپ نے کوشش کی' بلکہ الفاظ آپ کے سامنے فرش راہ تھے اور معانی آپ کے حضور میں سرنگوں تھے' آپ کی زبان سے نہ تو کبھی کوئی ناگوار لفظ ادا ہوا اور نہ آپ کے اسلوب بیان میں کبھی ناہمواری نظر آئی' آپ عربی کے تمام اسالیب اور تمام عربی قبائل کے لہجوں سے واقف تھے۔ [1]

استاذ محمود مصطفیٰ فصاحت نبوی کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

آپ کا کلام پاکیزہ الفاظ' واضح اسلوب' خوبصورت اختصار اور حسین اطناب کا حامل تھا جو ناپسندیدہ تسجیع سے خالی تھا اور بلند معانی پر مشتمل تھا' آپ کے ارشادات اس لائق ہیں کہ ان سے فضل وکمال کا اکتساب کیا جا سکے' یہی وجہ ہے کہ آپ کا کلام قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ فصیح وبلیغ تھا۔ [2]

عربی زبان کے معروف ادیب ونا قد ڈاکٹر شوقی ضیف فصاحت نبوی کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی فصاحت وبلاغت عطا کی تھی جس کے طفیل آپ دلوں کی باگ ڈور کے مالک بن گئے تھے اور یوں لگتا تھا کہ معانی واسالیب آپ کے حضور میں حاضر ہونے کے لیے منتظر کھڑے تھے' تاکہ ان میں سے آپ ایسا اسلوب ومعنی منتخب کریں جس سے لوگوں کی قوت سامعہ کو مسرت وانبساط حاصل ہو اور ان کے دل ہمہ تن گوش ہو جائیں۔ [3]

اختصار کے باوجود آپ ﷺ کا کلام اثر پذیری کی خوبی سے مالا مال ہوتا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے آپ ﷺ نے لوگوں کے دلوں کی دھڑکنوں کو سنبھال رکھا ہو' اور آپ ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہونے والے الفاظ سامعین کی روحوں میں سرایت کر رہے ہوں۔

جدید عربی ادب کے قدامت پسند اور راسخ العقیدہ مشہور صاحب اسلوب' انشاء پرداز ادیب علامہ مصطفیٰ صادق رافعی نے کلام نبوت کے جلال وکمال کا نقشہ پیش کرتے ہوئے خوب لکھا ہے:

---

[1] علوم الحدیث' سید عبد الماجد غوری' ص ۹۳' زم زم پبلشرز کراچی' ۲۰۱۰ء

[2] ایضاً

[3] ایضاً' ص ۹۳' بحوالہ تاریخ الادب العربی' ص ۹۴-۹۵

الفاظ نبوت ایسے ہیں کہ انہیں ایک ایسے دل نے تعمیر کیا ہے جو اپنے خالق کے جلال سے لگاؤ رکھتا ہے' ان الفاظ کو ایک ایسی زبان نے صیقل کیا ہے جس پر قرآن کریم اپنے حقائق سمیت نازل ہوا تھا' یہ الفاظ اگرچہ وحی نہیں' لیکن یہ آئے وحی کے راستے سے ہیں۔ [1]

نبی اُمی ﷺ کی فصاحت و بلاغت کے عناصر ترکیبی میں سے بعض کا تعلق ماحول سے تھا' بعض کا آپ کی ذات والاصفات سے اور بعض کا عطائے ربانی سے۔

قاضی عیاض فصاحت نبوی کا ایک جامع خاکہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس طرح (قریش میں پیدائش اور بنو سعد میں پرورش سے) آپ ﷺ کے اندر فصاحت و بلاغت میں صحرا نشینی کی قوت بیان اور عمدہ لفظی اسلوب کے ساتھ شہری علاقے کے الفاظ کی چمک دمک اور اندازِ گفتگو کی رونق ایک ساتھ جمع ہو گئی تھی' اس کے علاوہ تائید الٰہی بھی آپ کے شاملِ حال تھی' جس کی امداد اس وحی ربانی سے ہوئی تھی جس کا احاطہ انسانی قدرتِ علم سے باہر ہے۔ [2]

محدثین کی کثیر جماعت نے اپنی زندگیوں کو وقف کر کے احادیث کا جو گرانقدر ذخیرہ جمع کیا ہے' ان احادیث میں آپ ﷺ کے خطبے' فرمودات' جوابات' دعائیں اور وعیدیں سب ہی کو سامنے رکھا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ فصیح و بلیغ کلام آپ ﷺ سے ہی مخصوص ہے۔ یہ انداز اتنا مختصر' جامع اور منفرد ہے کہ کسی اور کلام کو اس سے تشبیہ نہیں دی جا سکتی ہے۔

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر لکھتے ہیں کہ اگر کوئی ادبیات عالیہ کا ذوق سلیم رکھنے والا انسان ہو تو اسے اس اسلوب میں بلاغت عرب کی چاشنی اور لفظ و معنی کا حسین امتزاج نظر آئے گا۔ [3]

یہی وجہ تھی کہ شب و روز کے رفیق حضرت صدیق اکبر t پکار اٹھے:

''ما رایت افصح منك یا رسول الله''۔ [4]

حضور! میں نے آپ سے زیادہ فصیح کسی کو نہیں دیکھا۔

---

[1] ایضاً' ص ۹۳

[2] الشفاء' قاضی عیاض مالکی' ج ۱' ص ۱۷۸

[3] فصاحت نبوی' ڈاکٹر ظہور احمد اظہر' ص ۳۸۲' اسلامک پبلیکیشنز' لاہور' ۱۹۸۸ء

[4] سیرۃ حلبیہ' ج ۱' ص ۸۹

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کا آخری اہم خطبہ حجۃ الوداع جو مختصر اور جامع ہونے کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فصاحت کا لاجواب مرقع ہے:

''کلکم ادم وادم من تراب''۔

تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔

پھر انسان کے فضل وکمال کا معیار بھی بتا دیا:

''ان اکرمکم عند اللہ اتقکم''۔ [۱]

اللہ کے نزدیک تو سب سے زیادہ عزت دار تم میں سے سب سے زیادہ متقی ہے۔

فصاحت نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چند مثالیں

☆ مومن ایک بل سے دوبارہ ڈسا نہیں جاتا ہے۔ [۲]

☆ اللہ کے نزدیک سب عملوں میں وہ عمل زیادہ محبوب ہے جو دائمی ہو اگرچہ تھوڑا ہو۔ [۳]

☆ میں آخری نبی ہوں' میرے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ [۴]

☆ پاک رہنا آدھا ایمان ہے۔ [۵]

☆ بے شک تم میں وہ شخص مجھے زیادہ محبوب ہے اور قیامت کے دن وہ میرے زیادہ قریب ہوگا جس کے اخلاق اچھے ہیں۔ [۶]

☆ لوگ کنگھی کے دانتوں کی طرح ہیں اور آدمی اس کے زمرہ میں ہے جس سے وہ محبت رکھتا ہے' اس شخص کی صحبت میں بھلائی نہیں جو تیرے لیے وہ پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے اور لوگ کانیں (معدن) ہیں اور وہ آدمی ہلاک نہیں ہوتا جو اپنی قدر پہچانتا ہے' جس سے مشورہ طلب کیا جاتا ہے' وہ امانت دار ہوتا ہے۔ وہ جب تک کلام نہ کرے مختار ہے۔ اللہ اس پر رحم

---

[۱] خطبہ حجۃ الوداع' سید فضل الرحمن' ص ۲۲' بحوالہ ترغیب وترہیب' راوی جابر بن عبداللہ' دار اکیڈمی' کراچی

[۲] بخاری' ج ۸' ص ۳۱' رقم: ۶۱۳۳

[۳] بخاری' ج ۷' ص ۱۵۵' رقم: ۵۸۶۱

[۴] بخاری' ج ۴' ص ۱۶۹' رقم: ۳۴۵۵

[۵] مسلم' ج ۱' ص ۲۰۳' رقم: ۲۲۳

[۶] سنن ترمذی' ج ۳' ص ۳۴۹

کرے جو اچھی بات کہے تو وہ غنیمت ہے یا خاموش رہا تو سلامتی ہے۔ [1]

کسی بھی کلام یا گفتگو کی سب سے بڑی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ مختصر بھی ہو اور جامع بھی۔ آپ ﷺ کی گفتگو میں یہ وصف بدرجہ اتم موجود ہوا کرتا تھا۔ آپ ﷺ عمدہ ترین الفاظ استعمال کیا کرتے تھے۔ الفاظ کا استعمال بروقت اور موزوں تر ہوا کرتا تھا۔ آپ ﷺ کی گفتگو صاف اور واضح (Crystal clear) ہوا کرتی تھی خواہ نجی محفل اور انفرادی گفتگو ہو یا پھر عمومی محفل یا جلسۂ عام۔

آپ ﷺ کے ارشادات گرامی جو الفاظ کے اعتبار سے مختصر، مگر معنی اور مفہوم کے اعتبار سے جامع اور وسیع ہیں، محدثین اور عربی لغت کی اصطلاح میں ایسے کلام کو جوامع الکلم کہتے ہیں۔ یہ اصطلاح دراصل آپ ﷺ کے ارشاد پر مبنی ہے:

”نصرت بالصبا وأوتيت جوامع الكلم“۔ [2]

اللہ نے (غزوہ خندق میں) میری باد صبا کے ذریعے مدد فرمائی اور مجھے جامع کلمات بھی عطا کیے گئے ہیں۔

بخاری میں یہ الفاظ آئے ہیں:

”بعثت بجوامع الكلم“۔ [3]

مجھے جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث کیا گیا۔

صحیح مسلم کی روایت یوں ہے:

”وأوتيت جوامع الكلم“۔

مجھے جوامع الکلم عطا کیا گیا۔

امام بخاری نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد جوامع الکلم کا معنی بیان کرتے ہوئے کہا کہ وہ طویل گفتگوئیں جو حضور ﷺ سے پہلے انبیاء O کی کتب میں موجود تھیں انہیں آپ ﷺ چند الفاظ میں بیان فرمانے پر قادر تھے۔

---

[1] بخاری، ج ۸، ص ۳۳۔ مسلم، ج ۷، رقم: ۲۰۳۳
[2] البیان والتبیین، ج ۳، ص ۲۹
[3] بخاری، کتاب الجہاد والسیر، ج ۴، ص ۵۴، رقم: ۲۹۸۸

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کو جن نعمتوں سے نوازا تھا آپ ﷺ کو ان کا ادراک تھا اور آپ ﷺ تشکر کے طور پر ان کے اظہار میں حرج محسوس نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ

☆ مجھے فواتح الکلم' جوامع الکلم اور خواتم الکلم عطا کیے گئے ہیں۔ [1]

☆ مجھے آغاز کرنے والا اور اختتام کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے' نیز مجھے جوامع الکلم اور فواتح الکلم عطا کیے گئے ہیں۔ [2]

☆ آپ ﷺ اُمّی تھے' مگر آپ ﷺ فصاحت کے بلند ترین مقام پر فائز تھے۔ آپ ﷺ نے جو قرآن پیش کیا وہ فصاحت کے نئے معیارات مقرر کر رہا تھا اور آپ ﷺ نے جو گفتگو فرمائی وہ بھی نئے معیارات قائم کر رہی تھی۔

محمد فتح اللہ گولن فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ مختصر الفاظ میں اتنے زیادہ اور اتنی گہرائی کے حامل معانی کا ابلاغ فرماتے تھے کہ ان کی وضاحت کے لیے مکمل کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ عربی زبان کے قواعد وضوابط اور علم بیان وبدیع کے اسالیب پر غور کرنے سے ہم پر ایسے ایسے معانی کا انکشاف ہوتا ہے' جن کی طرف اس سے پہلے ہمارا ذہن نہیں گیا ہوتا' لہٰذا احادیث نبویہ کو پڑھنے والا یہ کہہ اٹھتا ہے: اس جیسا کلام کہنا تو کسی بھی عبقری شخصیت کے لیے ممکن نہیں' چہ جائیکہ صحابہ کرام سے اس کی توقع رکھی جاتی' جنہوں نے اسی ماحول میں پرورش پائی اور سب کچھ آپ ﷺ سے ہی حاصل کیا۔ یہ احادیث ایسے جواہرات کی مانند ہیں' جن کی قدر ومنزلت اور صداقت قیامت تک برقرار رہے گی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انہیں وحی الٰہی کی تائید حاصل ہے۔ [3]

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے لافانی کلام کی ترجمانی کے لیے آپ ﷺ کا انتخاب کیا تھا۔ رہتی دنیا تک آپ ﷺ کو حق کی ترجمانی کرنی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ کو جوامع الکلم عطا کیا گیا تاکہ آپ ﷺ کو تمام اہل بلاغت کی قیادت حاصل رہے۔ آج تک روئے

---

[1] المسند' امام احمد بن حنبل' ج ۲' ص ۲۱۴

[2] المستدرک' الحاکم' ج ۱' ص ۳۹۷' رقم: ۹۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۹۹۰ء

[3] نور سرمدی' محمد فتح اللہ گولن' ص ۷۹۳' عارف پبلی کیشنز' اسلام آباد' ۲۰۱۴ء

زمین پر جتنے بھی فصیح و بلیغ لوگ آئے ہیں بلاشبہ آپ ﷺ ان سب کے سرخیل و امام ہیں۔

آپ ﷺ بلغاء کے امام، فصحاء کے سلطان، حکمت و دانائی کے سرخیل اور حکمت الٰہی کے ترجمان تھے۔ آپ ﷺ جس قوم اور جس زمانے میں مبعوث ہوئے اس وقت وجہ کمال فصاحت و بلاغت کو ہی سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کو مختصر اور جامع گفتگو کرنے پر ملکہ حاصل تھا۔ آپ ﷺ دریائے معانی کو الفاظ کے کوزے میں سمونے کے فن کے ماہر تھے۔ عربی لسانیات کے ماہر جاحظ (وفات ۲۵۵ھ) نے رسول اللہ ﷺ کے جوامع الکلم ہونے کو یوں بیان کیا ہے:

"وھو (الکلام) القلیل الجامع للکثیر"۔[1]

کلام نبوت کے جوامع الکلم سے مراد ایسا کلام ہے جو قلیل الالفاظ ہوتے ہوئے بھی کثیر المعانی ہوتا ہے۔

حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: ہم نے آپ سے بڑھ کر فصیح و بلیغ شخص کبھی نہیں دیکھا۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: "وما یمنعنی، وانما أنزل القرآن بلسانی واللہ یقول لسان عربی مبین" میری فصاحت میں کیا چیز مانع ہو سکتی ہے؟ قرآن مجید میری زبان میں نازل ہوا جو ایک نہایت ہی واضح و فصیح عربی زبان ہے۔[2]

شیخ احمد دیدات نے ایک اور نکتے کی نشاندہی کی ہے کہ چھٹی صدی عیسوی میں جب کہ حضور ﷺ مبعوث ہوئے اس وقت تورات اور انجیل کا کوئی عربی متن روئے زمین پر موجود نہ تھا کہ کسی کو یہ شائبہ ہو کہ آپ ﷺ کی زبان و بیان نے ان کا کچھ اثر قبول کیا تھا۔

It may be noted that there were no Arabic Bibles in existence in the 6th century of the christian era when Muhammed lived, and preached..... and dictated the Quran. [3]

---

[1] فصاحت نبوی، ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، ص ۲۵۰، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، ۱۹۸۸ء
بحوالہ البیان والتبیین، ج ۳، ص ۲۹

[2] علوم الحدیث، سید عبدالماجد غوری، ص ۵۸، زمزم پبلشرز کراچی، ۲۰۱۰ء بحوالہ تفسیر ابن کثیر، ج ۳، ص ۳۴۸

[3] The Choice, Ahmed Deedat, Vol, 1,P, 19 and 20, Fahil Khair, Saudi Arabia: 1994,

یہ بات نوٹ کی جانی چاہیے کہ چھٹی صدی عیسوی میں عربی زبان میں انجیل موجود نہ تھی جس وقت کہ محمد ﷺ تبلیغ فرما رہے تھے اور قرآن کریم بیان کر رہے تھے۔

نبی اُمّی ﷺ کے کلام کی یہ خصوصیت بھی منفرد و ممتاز ہے کہ آپ ﷺ کے ارشادات عربی ادب میں ضرب المثل بن گئے ہیں۔ اہل علم' دانشور' خطیب اور ادیب آپ ﷺ کے ارشادات سے اپنے کلام کو مزین کرنا باعث فخر سمجھتے ہیں اور آپ ﷺ کی گفتگو پر مبنی اقتباسات (Quotations) اور حوالہ جات کو اپنے کلام کا حصہ بنانے پر مجبور نظر آتے ہیں۔ صاحب شفاء قاضی عیاض نے کہا کہ لوگوں نے آپ ﷺ کے جوامع الکلم سے اپنے دفاتر انشاء کو سجایا اور ان کی تفہیم پر کتابوں کی کتابیں لکھ ڈالی ہیں:

"اما کلامه المعتاد و فصاحته المعلومة و جوامع کلمه و حکمه المأثورة فقد الف الناس فيها الدواوين وجمعت فى الفاظها و معانيها الكتب"۔ [1]

جہاں تک آپ ﷺ کے معمول کے کلام' آپ ﷺ کی مشہور فصاحت' جامع کلمات اور منقول کلمات حکمت کا تعلق ہے' تو ان کے متعلق لوگوں نے دیوان ودفاتر تصنیف کر ڈالے ہیں اور ان کے الفاظ و معانی کے بارے میں کتابیں جمع کر دی گئی ہیں۔

مزید یہ کہ "أوتی جوامع الكلم وخص ببدائع الحكم"۔ [2]

آپ کو جامع کلمات عطا کیے گئے اور انوکھی حکمت بھری باتیں آپ کے خصائص نبوت میں سے ہیں۔

عربی لسانیات کے ماہر جاحظ نے کہا ہے کہ آپ ﷺ کی زبان معجز بیان سے ادا ہونے والے بعض کلمات تو ایسے ہیں جن کا آپ ﷺ سے پہلے عربی زبان میں کہیں وجود ہی نہ تھا' مگر بعد ازاں وہ عربی کلمات ضرب المثل کی شکل اختیار کر گئے ہیں۔

"وَسَنَذْكُرُ مِنْ كَلَامِ رَسُولِ اللهِ ﷺ مِمَّا لَمْ يَسْبِقْهُ إِلَيْهِ عَرَبِيٌّ وَلَا شَارَكَهُ فِي ذٰلِكَ أَعْجَمِيٌّ وَلَمْ يَدَّعِ لِأَحَدٍ وَلَا ادَّعَاهُ أَحَدٌ مِمَّا صَارَ مُسْتَعْمَلًا

---

[1] الشفاء ج ١' ص ١٧٣

[2] ایضاً' ج ١' ص ١٩٧

وَّمَثَلًا سَائِرًا"۔

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں سے کچھ ایسے اقوال ذکر کریں گے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی عرب نے کبھی نہیں بولے تھے ان میں کوئی غیر عرب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک نہ تھا' نہ تو ان اقوال کی کسی کی طرف نسبت کی گئی ہے اور نہ ان کا کسی نے کبھی دعویٰ کیا ہے' مگر اب یہ اقوال حکمت مستعمل ہیں اور مشہور ضرب الامثال کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ مثلاً:

(۱) "یَاخَیْلَ اللّٰہِ ارْکَبِیْ"۔

اے اللہ کے شہسوارو! سوار ہو جاؤ!

(۲) "مَاتَ حَتْفَ اَنْفِہٖ"۔

وہ اپنی ناک سے کھود کر مرا' یعنی اپنی موت کا سامان خود کیا' اپنے پاؤں پر کلہاڑا خود مارا۔

(۳) "لَا تَنْتَطِحُ فِیْہِ عَنْزَانِ"۔

اس میں دو مینڈھے ایک دوسرے کو سینگ نہیں مارتے' یعنی اس بات میں کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا۔

(۴) "اَلْاٰنَ حَمِیَ الْوَطِیْسُ"۔

اب تنور گرم ہو گیا ہے یعنی اب معرکہ کارزار گرم ہو گیا ہے۔

یہ محاورات سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ادا ہوئے' مگر اب شعر و نثر میں زبان زد خلائق ہیں۔ [1]

اس معجزانہ اسلوب کا اعتراف مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم اہل عرب نے بھی کیا ہے اور وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلاغت اور جامع الکلامی کو خراج تحسین پیش کرتے رہے ہیں۔

"المعرفة رأس مالي والعقل اصل ديني والحب اساسي' والشوق مركبي' وذكر الله انيسي' والثقة كنزي' والحزن رفيقي' والعلم سلاحي' والصبر ردائي' والرضا غنيمتي' والفقر فخري' والزهد حرفتي' واليقين قوتي' والصدق شفيعي' والطاعة حسبي' والجهاد خلقي' وقرة عيني في

---

[1] فصاحت نبوی' ڈاکٹر ظہور احمد اظہر' ص ۲۵۲-۲۵۳' اسلامک پبلیکیشنز' لاہور' ۱۹۸۸ء
بحوالہ البیان والتبیین' ج ۲' ص ۱۶-۱۷

الصلوۃ۔[1]

معرفت میرا راس المال (سرمایہ) ہے' عقل میرے دین کی اصل ہے' محبت میری بنیاد ہے' شوق میری سواری ہے' ذکر الٰہی میرا انیس ہے' اعتماد میرا خزانہ ہے' غم میرا رفیق ہے' علم میرا ہتھیار ہے' صبر میرا لباس ہے' رضا میرا مال غنیمت ہے' فقر میرا فخر ہے' زہد میرا پیشہ ہے' یقین میری قوت (غذا) ہے' صدق میری سفارش ہے' طاعت میری کفایت کرنے والی ہے' جہاد میرا خلق ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

"الید العلیا خیر من الید السفلی وابدا بمن تعول"۔

اوپر والا (دینے والا) ہاتھ نیچے والے (لینے والے) ہاتھ سے بہتر ہے اور سب سے پہلے اسے دو جس کی تم پر ذمہ داری آتی ہے۔

"اَلْخَيْرُ فِي السَّيْفِ وَالْخَيْرُ مَعَ السَّيْفِ وَالْخَيْرُ بِالسَّيْفِ"۔

بھلائی تلوار میں ہے' بھلائی تلوار کے ساتھ رہتی ہے اور بھلائی تلوار کے ذریعے حاصل ہوتی ہے (تلوار یا قوت سراسر بھلائی ہے)۔

"لَنْ يَّهْلِكَ امْرُؤٌ بَعْدَ مَشُوْرَةٍ"۔[2]

مشورہ کر لینے کے بعد کبھی کوئی انسان تباہ نہیں ہوگا۔

"يَقُوْلُ ابْنُ اٰدَمَ: مَالِيْ مَالِيْ وَاِنَّمَا لَكَ مِنْ مَّالِكَ مَا اَكَلْتَ فَاَفْنَيْتَ اَوْلَبِسْتَ فَاَبْلَيْتَ اَوْوَهَبْتَ فَاَمْضَيْتَ"۔[3]

انسان کہتا ہے: میرا مال! میرا مال! حالانکہ تیرا مال تو صرف وہی ہے جو تو نے کھا کر ختم کر دیا یا پہن کر بوسیدہ کر دیا یا بخش دیا اور آگے بھیج دیا۔

"اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ دُعَاءٍ لَّا يُسْمَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ وَمِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ"۔[4]

---

[1] الشفاء قاضی عیاض مالکی' ج ۱' ص ۱۱۶

[2] مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۵' ص ۲۲۱' رقم: ۲۵۴۲۸

[3] النسائی' سنن کبریٰ' ج ۶' ص ۱۴۸' رقم: ۹۳۰۷

[4] السنن' ترمذی' ج ۵' ص ۵۱۹' رقم: ۳۴۸۲

میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس دُعا سے جو قبول نہیں ہوتی اور اس دل سے جو اللہ کا خوف نہیں رکھتا اور اس علم سے جو نفع نہیں دیتا۔

"إِنَّ قَوْمًا رَكِبُوا سَفِينَةً فِي الْبَحْرِ فَاقْتَسَمُوا فَصَارَ لِكُلِّ رَجُلٍ مَّوْضِعٌ فَنَقَرَ رَجُلٌ مَوْضِعَهُ بِفَأْسٍ فَقَالُوا: مَا تَصْنَعُ؟ قَالَ هُوَ مَكَانِي أَصْنَعُ بِهِ مَا شِئْتُ فَإِنْ أَخَذُوا عَلَى يَدَيْهِ نَجَا وَنَجَوْا وَإِنْ تَرَكُوهُ هَلَكَ وَهَلَكُوا"۔ [۱]

کچھ لوگ ایک کشتی میں سمندری سفر پر روانہ ہوئے' سب نے اپنی اپنی جگہ سنبھال لی (تقسیم کرلیا' ہر ایک کے لیے ایک ایک جگہ ہوگئی) ایک شخص نے کلہاڑے سے اپنی جگہ سوراخ کرنا شروع کیا' تو لوگوں نے کہا: یہ کیا کررہے ہو؟ بولا: یہ تو میری جگہ ہے جو چاہوں کروں؟ اگر تو لوگوں نے اسے روک دیا تو وہ بھی بچ جائے گا اور لوگ بھی اور اگر اسے نہ روکا' تو وہ بھی ہلاک ہوجائے گا اور لوگ بھی! (مختصر لفظوں میں کتنی بڑی تمثیل ہے' کتنی بڑی معاشرتی ذمہ داری کا احساس دلایا گیا ہے!)

"بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ"۔ [۲]

مجھے بلند اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔

"إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا"۔ [۳]

تم میں سے بھلے لوگ وہ ہیں جو تم میں سب سے زیادہ خوش اخلاق ہوں۔

"إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوَى"۔ [۴]

اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہوتا ہے' اس لیے جو شخص جیسی نیت کرے گا ویسی جزا پائے گا۔

"لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ"۔ [۵]

---

[۱] ابن ابی الدنیا' الامر بالمعروف والنھی عن المنکر' ج ۱' ص ۱۰۳

[۲] السنن الکبریٰ' بیہقی' ج ۱۰' ص ۱۹۱' رقم: ۲۰۵۷۱

[۳] صحیح بخاری' ج ۴' ص ۱۸۹' رقم: ۳۵۵۹

[۴] صحیح بخاری' ج ۱' ص ۶' رقم: ۱

[۵] صحیح بخاری' باب الحذر من الغضب' ج ۸' ص ۲۸' رقم: ۶۱۱۴۔ صحیح مسلم' باب فضل من یملک نفسہ عند الغضب وبای شیء یذھب الغضب' ج ۴' ص ۲۰۱۴' رقم: ۲۶۰۹

سخت جان (قوی) وہ نہیں جو لوگوں کو کشتی میں پچھاڑ دیتا ہو بلکہ وہ شخص قوی ہوتا ہے جو غصے کے عالم میں اپنے اوپر قابو رکھے۔

"اَلْمَرْاَةُ كَالضِّلَعِ الْعَوْجَآءِ اِنْ قَوَّمْتَهَا كَسَرْتَهَا وَاِنْ دَارَيْتَهَا اِسْتَمْتَعْتَ بِهَا"۔ [1]

عورت کی مثال ٹیڑھی پسلی کی سی ہے اگر تم اسے سیدھا کرنے لگو گے تو اسے توڑ دو گے اور اگر اس کی دل داری کرو گے تو اس سے فائدہ اٹھاؤ گے۔

"اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ عِنْدَ اللّٰهِ اَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ"۔ [2]

اللہ کے نزدیک بہترین کام وہ ہے جس میں باقاعدگی ہو اگرچہ تھوڑا ہو۔

"قَالَ فِيْ مَعْنَى الْاِحْسَانِ: اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهُ يَرَاكَ"۔ [3]

احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی اس طرح عبادت کر کہ گویا تو اللہ کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو کم سے کم یہ تصور کر کہ اللہ تو ہر حال میں تجھے دیکھ رہا ہے۔

---

[1] صحیح بخاری، ج ۴، ص ۱۳۳، رقم: ۳۳۳۱

[2] صحیح بخاری، ج ۸، ص ۹۸، رقم: ۶۴۶۴

[3] صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۹، رقم: ۵۰

اُن کی رحمت نہیں فقط ہم پر
پیغمبر اسلام اور ماحولیات

ماحول کی تعریف ہم یوں کر سکتے ہیں:

(a) The surroundings or conditions in which a person, animal, or plant lives or operates.

وہ اطراف و حالات جن میں کوئی انسان' جانور یا پودہ و درخت زندہ رہتا ہے یا کام کرتا ہے۔

(b) The natural world, as a whole or in a particular geographical area, especially as affected by human activity. [1]

قدرتی دنیا' ایک اکائی کے طور پر یا پھر کوئی مخصوص علاقہ جو انسانی سرگرمیوں سے متاثر ہوتا ہے۔

گو کہ ماحول کے بارے میں انسانی تشویش صدیوں سے رہی ہے' مگر اس تحریک میں شعور نو اور شدت انیسویں صدی کے آخری حصہ میں پیدا ہوئی ہے۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مطابق:

By the 1960s and 70s, as scientific knowledge of the causes and consequences of environmental degradation was becoming more extensive and sophisticated, there was increasing concern among some scientists, intellectuals and activists about the Earth's ability to absorb the detritus of human economic activity and indeed to sustain human life. This concern contributed to the growth of grassroots environmental activism in a number of countries the establishment of new environmental nongovernmental organizations and the formation of environmental ("green") political parties in a number of Western democracies. As political leaders gradually came to appreciate the seriousness of environmental problems, governments entered into negotiations in the early 1970s that

---

[1] www.en.oxforddictionaries.com

led to the adoption of a growing number of international environmental agreements. [1]

۱۹۶۰ء اور ۱۹۷۰ء کے عشرہ میں جب ماحولیاتی انحطاط کے اسباب اور اس کے نتائج کے بارے میں آگہی اور سائنسی علم پھیلا' مسئلہ کی شدت اور باریکی کو سمجھا گیا تو سائنسدانوں' ارباب دانش اور (ماحولیاتی) کارکنوں نے انسانی 'معاشی (اور صنعتی) سرگرمیوں کے نتیجے میں وجود میں آنے والے فضلہ اور زمین کے اس فضلہ کو جذب کرنے کی (محدود) صلاحیت کے بارے میں شعور بیدار ہوا کہ آخر کب تک انسان اس انحطاط کو سہار سکے گا؟ اس فکر نے بنیادی سطح سے لے کر حکومتی سطح تک ماحولیاتی تحریک کو جنم دیا' جس کے نتیجہ میں NGOs بنیں اور کئی مغربی جمہوریتوں میں (سبز) سیاسی پارٹیوں نے جنم لیا۔ سیاسی رہنماؤں نے ماحولیات کے مسئلہ کو زیادہ سنجیدگی سے لینا شروع کیا اور حکومتوں نے ۱۹۷۰ء کے اوائل میں گفت وشنید اور کئی بین الاقوامی معاہدوں کو اپنانا شروع کیا۔

ماحولیات کو بطور مضمون پڑھانے کا آغاز اس کے بعد ہی ہوا ہے۔

آج کی ترقی یافتہ دنیا نے ماحولیات' جنگلات اور جنگلی حیات کی اہمیت اور اس کے بے جا وغیر متوازن استعمال کی بناء پر پیدا ہونے والی صورت حال کی سنگینی کا احساس کیا ہے اور اس ضمن میں مختلف تجاویز سامنے آئی ہیں اور اقدامات بھی کیے جا رہے ہیں۔ مگر یہ سارا قصہ گزشتہ ایک صدی کا ہے' جب کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ نے ساڑھے چودہ سو سال قبل نہ صرف اس مسئلہ کی نشاندہی کی تھی' بلکہ اس ضمن میں عملی اقدامات بھی کیے تھے۔ ان کی لائی ہوئی کتاب قرآن اور ان کے فرمودات (احادیث) میں باغات' کھیت کھلیان' درختوں' فصلوں' پھل و میوہ جات کا تذکرہ بار بار اور مختلف انداز میں کیا گیا ہے۔

حضرت جابر t سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کوئی مسلمان جب کوئی پودا لگاتا ہے تو جو کچھ اس کے پھل سے خود کھا لیتا ہے وہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے اور اگر اس سے کوئی چوری کر لیتا ہے وہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے اور جو کچھ اس سے درندے کھا لیتے ہیں وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے اور جو کچھ اس سے پرندے کھا لیتے ہیں وہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے اور اگر کوئی اسے نقصان پہنچاتا ہے وہ بھی اس کے

[1] www.britannica.com/topic/environmentalism

لیے صدقہ ہوتا ہے۔ [1]

ابوایوب t سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: جو آدمی پودا لگاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے پودا لگانے پر اتنا ثواب لکھتا ہے کہ جتنی صلاحیت اس پودے کے اندر میوہ جات دینے کی ہوتی مقدار میں گویا کہ اس شخص نے راہ خدا میں صدقہ کیا۔ [2]

حضرت ابودردا t اخروٹ کا درخت لگا رہے تھے تو ایک شخص نے کہا: آپ تو اب بوڑھے ہو گئے ہیں اور اس کا پھل تو نامعلوم کتنے سال بعد کھانے جیسا ہوگا؟ انہوں نے کہا: جب دوسرے اس کا پھل کھائیں گے تو کیا مجھے اس کا اجر نہیں ملے گا۔ [3]

مولانا امیر الدین مہر علامہ سرخسی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ہمارے اکثر مشائخ اس بات پر متفق ہیں کہ شجر کاری اور کاشت کاری حلال تجارت سے افضل ہے اس لیے کہ اس کا فائدہ بہت عام ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں میں افضل ترین انسان وہ ہے جو دوسرے لوگوں کے لیے مفید اور فائدہ رساں ہو لہٰذا ایسا پیشہ اختیار کرنا جن کا نفع بہت عام اور وسیع ہو لہٰذا بہ نسبت دوسرے پیشوں کے کاشت کاری افضل ہے کہ اس کا فائدہ ہر شخص بلکہ چرند اور پرند کو پہنچتا ہے۔ [4]

اللہ رب العزت قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا ہے۔ (الانبیاء ۳۰)

پانی اللہ کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ یہ زندگی کا جوہر ہے اور اسی پر ہر ذی روح کا انحصار ہے۔

پانی روئے زمین پر پائے جانے والے وسائل (Resources) میں سے ایک اہم وسیلہ اور نعمت غیر مترقبہ ہے۔ قرآن پاک میں لفظ پانی (ماء) ۶۰ مرتبہ دریا ۵۰ سے زائد مرتبہ بحر ۴۰ سے زائد مرتبہ آیا ہے۔

---

[1] کنز العمال ج ۳ ص ۸۹۲

[2] ایضاً

[3] التراتیب الاداریہ عبدالحی کتانی

[4] حضرت محمد اور رفاہی کام السیر ۃ عالمی ش ۱۸ امیر الدین مہر ص ۲۶۷ زوار اکیڈمی کراچی ۲۰۰۷ء

زمین پر پانی اور دیگر وسائل لامتناہی نہیں ہیں۔ ان کے بے جا استعمال سے ان وسائل کو ناقابل تلافی (Irreversible) نقصان پہنچ رہا ہے۔

رب کائنات نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے۔ (البقرۃ: ۳۰)

اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں نائب بنایا اور تم میں سے ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی دی تا کہ وہ تمہیں آزمائے اس چیز میں جو تمہیں عطاء کی۔ (الانعام: ۱۶۵)

نہ صرف اپنا نائب بنایا ہے بلکہ امین بھی بنایا ہے۔ (الاحزاب: ۷۲)

یہ زمین اس کی وسعتیں سمندر لق ودق صحراء بلند و بالا پہاڑ گھنے جنگلات کھیت کھلیان اور میدان و بیابان انسانی تصرف میں دیئے گئے ہیں۔ اسے تسخیر کا حق بھی دیا گیا ہے اور برتنے کی اجازت بھی عطاء کی گئی ہے۔ بے شک وہ رب کا خلیفہ بھی ہے نائب بھی اور امین بھی مگر وہ ان کا مالک نہیں کہ وہ جو چاہے کرتا پھرے۔ وہ اپنے اعمال و افعال کے لیے رب کو جواب دہ ہے کہ اس نے اس امانت داری کا حق ادا کیا یا نہیں۔ حقائق اور اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ اس نے نہ صرف یہ کہ اس امانت داری کا حق ادا نہیں کیا بلکہ اس کے استعمال میں تجاوز کیا ہے حالانکہ عدل کا تقاضہ تھا کہ انسان پانی غذاء توانائی غرض یہ کہ ہر شے کے استعمال میں انصاف اور احتیاط کا خیال رکھے استعمال اور اسراف کے فرق کو ملحوظ رکھے نیابت اور امانت کے منصب جلیلہ کا احترام کرے۔

رب فرماتا ہے:

اور رحمن کے بندے زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔ (الفرقان: ۶۳)

قرآن کریم کا فرمان ہے کہ رب کائنات نے کائنات کی ہر شے کو نپے تلے انداز میں ایک نظم کے ساتھ توازن تناسب اور میزان پر تخلیق کیا ہے:

سورج اور چاند حساب سے ہیں اور سبزے اور پیڑ سجدہ کرتے ہیں اور آسمان کو اللہ نے بلند کیا اور ترازو رکھی کہ ترازو میں بے اعتدالی نہ کرو۔ (الرحمن: ۵-۸)

خالق کائنات نے اس زمین کو اور اس کی ہواؤں اور فضاؤں کو توازن کے ساتھ تخلیق فرمایا ہے۔ یہ توازن اس کا حسن بھی ہے اور اس کی بقاء کا ضامن بھی۔ مگر انسان نے اپنی حرص و ہوس کی بناء پر اس خوبصورت توازن کو بگاڑ دیا ہے اور روز بہ روز یہ بگاڑ بڑھتا ہی جا رہا ہے۔

انسان نے زمین پر موجود وسائل کو نہ صرف استعمال کیا ہے' بلکہ ان کا بے جا استعمال یعنی اسراف (Over consume) کیا ہے۔ اس نے ان نعمتوں کے استعمال اور زیاں کے فرق کو ملحوظ نہیں رکھا۔ گویا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انسان قدرت کی جس شاخ پر بیٹھا تھا اس نے اسی شاخ کو اپنی ہوس کی وجہ سے کمزور کر ڈالا ہے' اپنے ماحول سے ناانصافی کی اور اس کے قدرتی توازن کو بگاڑ دیا' اس نے عطیہ خداوندی کی قدر نہیں کی۔ موجود وسائل کو اپنا حق تو سمجھا' مگر اس کے نتیجہ میں لاگو ہونے والے فرائض کو در خور اعتناء نہ جانا۔ رب نے تو ان نعمتوں کو ایک خوبصورت توازن دیا تھا' مگر انسان نے اس توازن کو بگاڑ ڈالا۔ فضائی آلودگی سے فضاء میں زہر گھل رہا ہے' آبی آلودگی سے آبی حیات کی بقاء پر سوالیہ نشان لگ گیا ہے' صوتی اور شعاعی آلودگی سب ہی اسی بے اعتدالی کا شاخسانہ ہیں۔ کارخانوں سے کاربن ڈائی آکسائیڈ کے اخراج اور صنعتی فضلہ نے نہ صرف فضاء کو آلودہ کیا ہے' بلکہ پانی اور خشکی (زمین) کو بھی آلودہ کر دیا ہے۔ یہ آلودگی دن بہ دن بڑھتی جا رہی ہے۔ کرۂ ارض کو سورج کی بنفشی (Ultraviolet) شعاعوں سے محفوظ رکھنے والی اوزون کی پرت (Shield) میں جگہ جگہ شگاف پڑنے کی وجہ سے زمینی درجۂ حرارت (Global Warming) ہر آنے والے دن میں بڑھ رہا ہے' جس نے موسموں میں عدم توازن پیدا کر دیا ہے۔ اس نئی صورت حال نے نہ صرف انسانی صحت اور انسانی جانوں کو نقصان پہنچایا ہے' بلکہ زمین پر چلنے والے جانور' پانی میں موجود آبی حیات اور فضاء میں اڑنے والے پرندوں سب ہی کو متاثر کیا ہے۔ جنگلوں کی بے تحاشا کٹائی کی وجہ سے آج جنگلی حیات کی بہت سی قسمیں معدومی (Extinction of wild life) کے مسئلہ سے دو چار ہیں۔ ماہرین علم حیاتیات سیمرغ (Dudo) ماریشیس میں پایا جانے والا بڑا پرندہ جو اب نایاب ہو چلا ہے)' افریقی گینڈا' ہاتھی اور بھارتی شیر کی نسل کی معدومی کے خطرے سے پریشان ہیں کہ آئندہ انسانی نسلیں قدرت (رب) کے ان شاہکاروں کو دیکھ بھی پائیں گی یا نہیں؟

۱۹۰۰ء سے لے کر اب تک سمندری سطح ۱۹ سینٹی میٹر بلند ہو چکی ہے' جس کی وجہ سے جزائر' شہر اور ملک جو یا تو سطح سمندر سے نیچے ہیں اور یا پھر نسبتاً کم اونچائی پر واقع ہیں' غرقاب ہونے کے قریب ہیں۔ کیمیائی کھاد اور جراثیم کش ادویات کے کثرت استعمال سے پھلوں اور سبزیوں میں زہر سرایت کر رہا ہے جو نت نئی بیماریوں میں اضافہ کا باعث بن رہا ہے' جس کا

نتیجہ انسانی آبادیوں کی بقاء کے لیے چیلنج بن گیا ہے۔ جنگلات کا حجم تیزی سے کم ہو رہا ہے اور جنگلی حیات معدومی کے خطرے سے دوچار ہے۔ ماحولیاتی کثافت بڑھتی جا رہی ہے' جانداروں کے لیے سانس کا لینا دشوار ہو گیا ہے' صنعتی فضلہ کی وجہ سے پانی آلودہ ہو گیا ہے اور کئی مقامات پر تو پانی استعمال کے قابل ہی نہیں رہا ہے۔ صنعتی گیسوں نے فضاء کو کثیف کر دیا ہے اور اوزون کی حفاظتی تہ ٹوٹ پھوٹ سے دوچار ہے۔

سورج اور چاند حساب سے ہیں۔ (الرحمن:۵)

اور ترازو (میزان' Balance) رکھی کہ ترازو میں بے اعتدالی نہ کرو۔ (الرحمن:۷-۸)

یہاں استعمال ہونے والے لفظ میزان کا مفہوم یہ ہے کہ انسان رب کی عطاء کردہ نعمتوں کے استعمال اور انہیں برتنے کے بارے میں اعتدال' توازن اور عدل قائم کرے۔

اور بے جا خرچ نہ کرو۔ (بنی اسرائیل:۲۶)

اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو بے شک حد سے بڑھنے والے اسے (رب کو) پسند نہیں○ (الاعراف:۳۱)

انسان کے لیے اتنی مقدار میں کھانا پینا فرض ہے جس سے اس کی زندگی کا سلسلہ برقرار رہ سکے اور اس کی توانائی برقرار رہ سکے۔ بسیار خوری (Over eating) ناپسندیدہ اور گناہ ہے۔ زیادہ کھانے سے اپنی صحت اور جان کو خطرہ ہے اور روئے زمین پر دوسرے بسنے والوں کی حق تلفی بھی۔

آج کا انسان جن مسائل کا شکار ہے ان میں ماحولیاتی آلودگی سرفہرست ہے۔ ماحولیاتی آلودگی کی تباہ کاریوں نے انسانی بقاء کے لیے سوالیہ نشان کھڑا کر دیا ہے۔ یہ مسئلہ صرف آج کے انسان کا مسئلہ نہیں ہے' بلکہ آنے والی نسلوں کا مسئلہ بھی ہے۔ یہ مسئلہ کسی خاص خطے یا صرف مغرب کا مسئلہ نہیں' بلکہ عالمی مسئلہ ہے جو کہ اب تباہ کن مرحلہ میں داخل ہو گیا ہے۔

آج کی دنیا خاص طور پر ترقی یافتہ ممالک میں سیاسی قائدین اور مذہبی رہنماؤں نے زمین کی حفاظت' آلودگی سے بچاؤ اور انسانی زندگی کو درپیش خطرات جیسے مسائل کو اپنی گفتگو اور جدوجہد کا موضوع بنایا ہے۔ مگر اس بات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ وہ اس ضمن میں کوئی قابل قدر کام بھی کر پائے ہیں یا نہیں؟ یا پھر باتیں زیادہ اور عملی اقدامات کم ہیں۔

رب کائنات ارشاد فرماتا ہے:

اور جب پیٹھ پھیرے تو زمین میں فساد ڈالتا پھرے اور کھیتی اور جانیں تباہ کرے اور اللہ فساد سے راضی نہیں۔ (البقرہ: ۲۰۵)

خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے باعث فساد پھیل گیا ہے تاکہ اللہ ان کو ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے عجب نہیں کہ وہ باز آجائیں۔ (الروم: ۴۱)

اللہ کے رزق میں سے کھاؤ اور پیو اور زمین پر فساد کرتے ہوئے نہ پھرو۔ (البقرہ، ۶۰)

یہاں فساد سے مراد ہر وہ عمل اور ہر وہ خرابی ہے جس سے انسانی معاشرے کی فلاح اور امن و سکون، صحت و سلامتی کو نقصان پہنچتا ہو۔

اس عنوان پر چند بنیادی باتیں کرنے کے بعد اب میں اپنے اصل مدعا کی طرف آنا چاہتا ہوں۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ نے ۱۴۳۸ سال قبل اپنی لائی ہوئی کتاب قرآن میں اپنے فرمودات (حدیث) اور اپنی سنت (نبوی طریقہ) کے ذریعہ قدرت (Nature) اور ماحولیات (Environment) کے بارے میں جو کچھ فرمایا، جو اصول دیئے، جن حدود کا تعین کیا، جن چیزوں سے منع فرمایا اور جو ترغیبات دیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ جن موضوعات پر دنیا انیسویں اور بیسویں صدی میں بات کر رہی ہے ان مسائل کی نشاندہی اور ان سے عہدہ برا ہونے کے طریقے آپ ﷺ صدیوں پہلے بتا گئے ہیں۔ ان امور سے متعلق آپ ﷺ کے احکامات اور تعلیمات واضح اور حیران کن ہیں۔

قرآن وہ واحد آسمانی کتاب ہے جس میں جا بجا قدرت اور قدرت کی نشانیوں کی بات کی گئی ہے۔ کئی صورتوں کے نام اس کی غمازی کرتے ہیں، جیسے البقرہ، العنکبوت، النمل وغیرہ۔ اسی طرح کئی مقامات پر ان نشانیوں کا ذکر اور کئی مقامات پر رب ان کی قسم فرماتا ہے، جیسے:

''وَالنَّجْمِ، وَالضُّحٰی، وَالَّیْلِ، وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ، وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ''۔

آپ ﷺ کی سیرت میں دو غاروں یعنی حراء اور ثور کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ حراء آپ ﷺ کے رب سے لو لگانے (Meditation) کی پسندیدہ ترین جگہ تھی اور ثور ہجرت مدینہ کے درمیان پڑاؤ کا مقام تھا۔

مدینہ طیبہ کی حدود میں واقع جبل احد، جہاں تاریخ اسلام کی ایک اہم معرکہ آرائی ہوئی،

کے بارے میں رسول خدا ﷺ کا فرمان ہے کہ میں اُحد سے پیار کرتا ہوں اور اُحد مجھ سے پیار کرتا ہے۔

حضرت ابو حمید ساعدی t بیان کرتے ہیں کہ ہم غزوہ تبوک سے واپسی کے دوران حضور نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ جب ہم مدینہ منورہ کے نزدیک پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ طابہ (یعنی مدینہ منورہ) ہے اور یہ اُحد پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔[1]

مسلمانوں کو سبز رنگ سے قدرتی اور خصوصی لگاؤ ہے۔ سبز رنگ آپ ﷺ کا پسندیدہ رنگ تھا۔ جنتیوں کا لباس بھی سبز ہوگا۔ (الکہف:۳۱) روضہ رسول ﷺ کا گنبد بھی سبز ہے۔

آج ہر طرف "Green Movement" یعنی سبز تحریک اور قدرت (Nature) کی باتیں ہو رہی ہے، مگر سبز رنگ سے محبت چودہ سو سال پہلے ہی سکھائی گئی ہے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کا پسندیدہ رنگ بھی سبز تھا۔ مسلمانوں کی رغبت اور چاہت سبز رنگ کے ساتھ بہت خاص ہے۔ اکثر اسلامی ممالک کے جھنڈے (Flag) کا رنگ سبز ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ روضہ رسول ﷺ کے گنبد کا رنگ بھی سبز ہے۔

آپ ﷺ کی زندگی سادگی سے پُر اور قدرت (Nature) سے قریب تر تھی۔ آپ ﷺ کی سادگی اپنی مثال آپ تھی۔

آپ ﷺ اپنے ذاتی کام خود انجام دیتے تھے۔ کبھی کبھی کاشانہ اقدس کی صفائی بھی فرما دیتے تھے، اپنے اونٹ کے گھٹنے باندھتے، اپنی اونٹنی کو چارہ ڈالتے، خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے، حضرت عائشہ I کے ساتھ آٹا گوندھتے اور بازار سے اپنا سودا سلف خود اٹھا لاتے تھے۔[2]

فرمانِ رسول ﷺ ہے:

"كل مولود يولد على الفطرة"۔[3]

ہر شے فطرت پر پیدا کی گئی ہے۔

---

[1] بخاری، کتاب المغازی، باب نزول النبی ﷺ الحجر، ج ۳، ص ۱۶۱۰، رقم: ۴۱۶۰

[2] ضیاء النبی، پیر محمد کرم شاہ الازہری، ج ۵، ص ۳۳۵-۳۳۶، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۲۰ھ

[3] بخاری، ج ۲، ص ۱۰۰، رقم ۱۳۸۵

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ ہم پر ایسا مہینہ آتا تھا کہ پورا مہینہ آگ نہیں جلتی تھی، ہم صرف کھجور کھاتے تھے اور پانی پیتے تھے الا یہ کہ کبھی گوشت آ جاتا۔[1]

دو دو ماہ تک گھر میں چولھا نہیں جلتا تھا، صرف کھجوروں اور پانی پر گزار ہوتا۔

اور کبھی تھوڑی کھجوریں کھانا، پانی پی کر پھر رہ جانا
دو دو مہینہ یوں ہی گزارہ ﷺ
قبضہ میں جس کے ساری خدائی اس کا بچھونا ایک چٹائی
نظروں میں کتنی ہیچ ہے دنیا ﷺ
کھانا جو دیکھو جو کی روٹی، ان چھنا آٹا روٹی موٹی
وہ بھی شکم بھر روز نہ کھانا ﷺ

جو بھی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کی ہیں ان کو ضرورت اور انصاف کے مطابق خرچ کرنا اور حسب ضرورت ان سے استفادہ کرنا پسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ لیکن ان نعمتوں کا اسراف کرنا، حرص و ہوس کی وجہ سے انہیں زیادہ استعمال کرنا اور نعمتوں کے ضائع کرنے کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے، جیسے:

کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو بے شک حد سے بڑھنے والے اُسے پسند نہیں۔ (الاعراف: ۳۱)

کھاؤ اس کا (باغ) پھل جب پھل لائے اور اس کا حق دو جس دن کٹے اور بے جا نہ خرچو، بے شک بے جا خرچنے والے اسے پسند نہیں۔ (الانعام: ۱۴۱)

اور بے شک ہم نے ان تمام چیزوں کو جو زمین پر ہیں اس کے لیے باعث زینت (و آرائش) بنایا تاکہ ہم ان لوگوں کو (جو زمین کے باسی ہیں) آزمائیں کہ ان میں سے بہ اعتبار عمل کون بہتر ہے۔ (الکہف: ۷)

پیٹ کا ایک تہائی حصہ کھانے کے لیے رکھو، ایک تہائی حصہ پانی کے لیے اور ایک تہائی سانس لینے کے لیے۔[2]

حضرت لجلاج فرماتے ہیں کہ جب سے میں اسلام لایا ہوں، میں نے کبھی پیٹ بھر

---

[1] تبیان القرآن، غلام رسول سعیدی، ج ۳، ص ۵۰۵، فرید بک سٹال، لاہور، ۲۰۱۲ء

[2] سنن ترمذی، ج ۴، رقم: ۲۳۸۷، سنن کبریٰ نسائی، رقم: ۶۷۶۹

کر نہیں کھایا' میں صرف اتنا کھاتا پیتا ہوں جس سے میری حیات باقی رہ سکے۔ [۱]

آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ''وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا''۔ [۲]

پوری زمین میرے لیے مسجد بنائی گئی ہے۔

یعنی پوری زمین ایسی مقدس ہے جیسا کہ اللہ کا گھر اور عبادت کی جگہ مسجد مقدس ہے۔ اس کی صفائی اور پاکیزگی کا اتنا ہی خیال رکھنا ضروری ہے جتنا کہ مسجد کا۔ زمین کے تقدس کا تقاضا ہے کہ اس کا خیال (Care) رکھا جائے اور اس کو اوروں کے برتنے (Sharing) کے لیے بھی دستیاب رکھا جائے۔

ایک حدیث کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ نے فتح مکہ کے موقعے پر فرمایا:

اسے تقدس حاصل ہے کہ اللہ نے اسے روز قیامت تک مقدس قرار دیا ہے۔ یہاں کے کانٹے نہ کاٹے جائیں' یہاں کے جانوروں کا شکار نہ کیا جائے اور یہاں کوئی چیز کھو جائے تو اسے کوئی نہ اٹھائے' سوائے اس کے کہ جو اسے اٹھا کر اس کا اعلان کرے اور یہاں کے سبزۂ نو دمیدہ کو کاٹا نہ جائے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عباس W نے مشورہ دیا کہ اے اللہ کے رسول! سوائے اذخر (جو ایک خاص طرح کی گھاس ہے) کے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: سوائے اذخر کے۔ [۳]

اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ نے مدینہ منورہ کے اطراف کے علاقے کو بھی حرم قرار دیا۔ فرمان نبوی ﷺ ہے:

بے شک ابراہیم u نے مکہ کو حرم قرار دیا اور میں مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں یہاں کے درخت نہ کاٹے جائیں اور یہاں کے جانوروں کا شکار نہ کیا جائے۔ [۴]

گویا کہ اگر آج کے دور کی زبان میں بات کی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ ﷺ نے حرم کی زمین کو قومی باغ "National Park or Conservation area"

---

[۱] المعجم الکبیر' ج ۱۹' رقم: ۳۸۷

[۲] البخاری' ج ۱' ص ۷۴' رقم: ۳۳۵

[۳] مسلم' کتاب الحج' باب تحریم مکہ وصیدھا وخلاھا شجرھا ولقطتھا

[۴] مسلم' بروایت جابر بن عبداللہ

قرار دے کر اس کی حفاظت اور اس میں بسنے والی مخلوقات (Creatures) کی بقاء کا سامان مہیا کر دیا۔

اسی طرح حکم دیا کہ جنگ کے دوران درختوں کو نہ کاٹو' کھیتوں کو نہ اجاڑو' بہتے پانی کو گندا (Polute) نہ کرو اور یہ کہ پانی کے صاف (Pure) اور پاکیزہ رکھنے کو یقینی بناؤ۔ اس لیے کہ رب نے انسان کو زمین پر اپنا نائب اور امین بنایا ہے۔

بی بی سی کی ایک رپورٹ میں زمینی پانی کے بارے میں چند بنیادی حقائق اور اعداد و شمار بیان کیے گئے ہیں:

☆ زمین کی سطح کا ۷۰ فیصد حصہ پانی پر مشتمل ہے۔
☆ زمین پر پانی کا حجم مستقل ایک جیسا ہی رہتا ہے یعنی ۱۳۸۶۰۰۰۰۰۰ مربع کلومیٹر۔
☆ اس پانی کا ۹۷.۵ فیصد حصہ سمندری (نمکین یا بھاری) پانی پر مشتمل ہے جو کہ انسانی استعمال یعنی پینے' کھانے' کپڑے و برتن دھونے کے لیے ناقابل استعمال ہے۔ صرف ۲.۵ فیصد پانی ہی غیر نمکین اور انسانی استعمال کے قابل ہے۔
☆ یہ بات یاد رہنی چاہیے کہ دنیا کی آبادی میں مستقل اضافہ ہو رہا ہے۔ ساتھ ساتھ عالمی درجہ حرارت میں بھی سال بہ سال اضافہ ہو رہا ہے۔
☆ سن ۲۰۰۰ء سے سن ۲۰۵۰ء کے درمیان پانی کی طلب میں ۵۵ فیصد اضافہ کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔
☆ قابل استعمال (میٹھے پانی) کا ۷۰ فیصد حصہ زرعی مقاصد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔
☆ سن ۲۰۳۵ء تک غذائی طلب اور پیداوار میں ۶۹ فیصد اضافہ ہونا ہے۔
☆ ساتھ ہی ساتھ توانائی (بجلی) کی پیداوار اور بجلی پیدا کرنے والے اسٹیشن کو ٹھنڈا رکھنے کے لیے جو پانی روکا جاتا ہے اس میں بھی ۲۰ فیصد اضافہ کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔
☆ تحقیق کے مطابق زیر زمین آبی ذخائر میں سے ہر ۳۷ میں سے ۲۱ ذخائر روز بروز کمی کا شکار ہیں۔
☆ بھارت میں دریائے گنگا کا پانی ہر سال ۶.۳۱ سینٹی میٹر کم ہو جاتا ہے۔
☆ "NASA" سے تعلق رکھنے والے سینئر سائنسدان "Jay Famiglietti" متنبہ کر چکے

ہیں کہ عالمی سطح پر پانی کی دستیابی روز بروز گھٹ رہی ہے جبکہ پانی کی دستیابی لامحدود نہیں ہے۔

☆ بعض تخمینوں (Hypothesis) کے مطابق قابل استعمال پانی کی روز افزوں کمی انسانی آبادیوں کو جنگوں میں مبتلا کرنے والی ہے۔

☆ کیا بڑے پیمانے پر سمندری پانی کو میٹھا بنانے کا عمل (Desalination) اس ضرورت کو پورا کر سکتا ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس طرح پانی کو قابل استعمال بنانے کے عمل (Process) پر ٥ سے ٧ گنا خرچہ آتا ہے۔ علاوہ ازیں اس عمل کے نتیجے میں رونما ہونے والی تبدیلیوں سے حیاتیات (Ecology) اور ماحولیات کو شدید خطرات درپیش ہیں۔[١]

کرۂ زمین ٧٠ فیصد پانی پر مشتمل ہے۔ اس پانی کا ٧٥ فیصد حصہ نمکین یعنی استعمال کے قابل نہیں ہے۔ باقی ٢٥ فیصد قابل استعمال پانی کا ٣/٢ حصہ جما ہوا (Frozen) ہے۔ گویا زمین پر موجود صرف ایک فیصد پانی پر ہی انسانی زندگیوں کا انحصار ہے۔[٢]

آج کی ترقی یافتہ دنیا میں حفظان صحت (Hygiene) کے نام پر باتھ روم کلچر اور فلش سسٹم کو متعارف کرایا گیا ہے۔ اسے انسانی خود غرضی کا شاخسانہ اور قدرت سے مذاق کی سب سے بڑی مثال قرار دیا جا سکتا ہے۔

اس وقت دنیا کی کل آبادی ٧ ارب ٦٠ کروڑ نفوس پر مشتمل ہے۔ اوسطاً ہر آدمی ٥ سے ٦ مرتبہ تک یومیہ ٹوائلٹ استعمال کرتا ہے۔ ایک مرتبہ کے استعمال میں اوسطاً ٥ لیٹر پانی بہایا جاتا ہے۔ گویا دنیا کی کل آبادی کو اس نظام کے حساب سے

یومیہ کل درکار پانی لیٹر		لیٹر		مرتبہ		آبادی
١٩٠٠٠٠٠٠٠٠٠	=	٥	x	٥	x	٧٦٠٠٠٠٠٠٠٠

ایک کھرب ٩٠ ارب لیٹر پانی یومیہ صرف فلش سسٹم کی ضروریات پوری کرنے کے لیے چاہیے۔ کھانا پینا، پکانا اور نہانا اس میں شامل نہیں ہے۔ کیا دنیا کے آبی ذخائر اس ضرورت کو پورا

---

[١] Water, Our Thirsty World, National Geographic, P.32, Apr.2010

[٢] IS THE WORLD RUNNING OUT OF FRESH WATER, www.bbc.com/future/story/20170412-is-the-word-running-out-of-fresh-water

کر سکتے ہیں؟ ایک ایسی دنیا میں جہاں کروڑوں انسانوں کو پینے کا صاف پانی دستیاب نہ ہو ایسے میں کیا دنیا کے وسائل ایسی عیاشی اور شاہ خرچی کے متحمل ہو سکتے ہیں؟

اقوام متحدہ کے ادارہ "FOOD AND AGRICULTRE ORGANIZATION" کی ویب سائٹ پر موجود اعداد و شمار کے مطابق:

☆ انسانی استعمال کے لیے عالمی سطح پر غذائی پیداوار کا تقریباً ۱/۳ حصہ جو تقریباً ۱.۳ ارب ٹن بنتا ہے ضائع ہو جاتا ہے۔

☆ ضائع ہونے والی غذائی اجناس کا تخمینہ صنعتی ممالک میں ۶۸۰ ارب اور ترقی پذیر ممالک میں ۳۱۰ ارب امریکی ڈالر لگایا گیا ہے۔

☆ صنعتی ممالک ۶۷۰۰۰۰۰۰۰ ٹن اور ترقی پذیر ممالک ۶۳۰۰۰۰۰۰۰ ٹن پھل اور سبزیاں ضائع کرتے ہیں۔

☆ ہر سال امیر ممالک میں صارفین ۲۲۲۰۰۰۰۰۰ ٹن غذا ضائع کرتے ہیں۔

☆ عالمی سطح پر یورپ اور شمالی امریکہ میں صارفین ۹۵ تا ۱۱۵ کلوگرام جبکہ صحرائے افریقہ اور جنوب مشرقی ایشیا میں ۶ تا ۱۱ کلوگرام فی شہری سالانہ غذاء کو ضائع کرتا ہے۔

☆ لاطینی امریکہ میں ضائع کی جانے والی غذا سے ۳۰ کروڑ، یورپ میں ضائع کی جانے والی غذاء سے ۲۰ کروڑ اور افریقہ میں ضائع کی جانے والی غذاء سے ۳۰ کروڑ انسانوں کی غذائی ضروریات پوری کی جاسکتی ہیں۔

☆ عالمی سطح پر ضائع کی جانے والی غذاء کا اگر صرف 1/4 بچا لیا جائے تو یہ ۸۷۰۰۰۰۰۰۰ بھوکے انسانوں کی بھوک کو مٹانے کے لیے کافی ہوگا۔ [۱]

غذاء کو ضرورت کے مطابق استعمال (کھانے) کرنے، مناسب مقدار اور حسب ضرورت اسے کھانے، اسے نعمت خداوندی سمجھنے، اس کی قدر کرنے اور اسے ضائع نہ کرنے کے ضمن میں پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ جب کھانا کھاؤ تو اپنی پلیٹ کا ایک ایک دانہ صاف کرو۔ روٹی کا ٹکڑا زمین پر گرا ہو تو اسے اٹھا لو اور اسے صاف کر کے کھالو۔ [۲] کھانا

---

[۱] www.fao.org/save-food/resources/keyfindings/en/

[۲] مسلم، رقم: ۲۰۳۳

کھاتے ہوئے اپنی بھوک (پیٹ) کے تین حصے کرو۔ ۱/۳ کھانے کے لیے ۱/۳ پینے کے لیے اور ۱/۳ سانس لینے کے لیے۔[1]

جوں جوں عالمی آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے' مقامی طور پر پانی کی ضرورت اور اس کی مانگ میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ اس طلب و رسد کا براہ راست اثر صحت' ماحولیات' غذائی پیداوار اور توانائی کی فراہمی پر پڑتا ہے۔ اقوام متحدہ کی شائع کردہ "THE UNITED NATIONS WORLD WATER REPORT 2015" میں "WATER FOR A SUSTAINABLE WORLD" کے ضمن میں کہا گیا ہے کہ

The fact is there is enough water available to meet the world's growing needs, but not without dramatically changing the way water is used, managed and shared. The global water crisis is one of governance, much more than of resource availability and this is where the bulk of the action is required in order to achieve a water secure world.[2]

حقیقت یہ ہے کہ روز افزوں بڑھتی ہوئی پانی کی مانگ کو پورا کرنے کے لیے پانی تو دستیاب ہے' لیکن پانی کے استعمال' انتظام اور اس کے حصہ داری کے عمل میں انقلابی تبدیلیوں کے بغیر یہ ممکن نہیں۔ پانی کے عالمی بحران کا مسئلہ اس کی دستیابی سے زیادہ اس کا انتظامی مسئلہ ہے اور اس ضمن میں عملی اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔

اس رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ.....

Demand for water is expected to increase in all sectors of production (WWAP, 2012). By 2030, the world is projected to face a 40% global water deficit under the business-as-usual (BAU) scenario (2030 WRG, 2009).[3]

پانی کی مانگ میں اضافہ ہر پیداواری شعبہ میں ہے۔ (اگر یہی روش رہی تو) سن ۲۰۳۰ تک پانی کی دستیابی میں ۴۰ فیصد تک کمی متوقع ہے تاکہ کارحیات کو اس کی اصل

---

[1] قانون شریعت' احمد شمس الدین جعفری رضوی جونپوری' حصہ دوم' ص ۳۴۹' بحوالہ ترمذی و ابن ماجہ

[2] www.unesdoc.unesco.org/images/0023/002318/231823E.pdf

[3] ایضاً

حالت میں چلایا جا سکے۔

اس مقام پر ۲۰۰۸ء میں بننے والی دستاویزی فلم (Documentary) یعنی "BLUE GOLD: WORLD WATER WARS" کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ اس فلم میں بتایا گیا ہے کہ:

- ☆ مستقبل کی جنگیں پانی کے مسئلہ پر لڑی جائیں گی۔

سائنس، سیاست اور زمین پر پانی کے مستقبل کے بارے میں کہا گیا ہے کہ

- ☆ آج زیر زمین پانی پہلے کے مقابلہ میں ۱۵ گنا زیادہ نکالا جا رہا ہے۔
- ☆ آج کا انسان پانی کو پہلے سے کہیں زیادہ آلودہ کر رہا ہے۔
- ☆ کارپوریٹ کمپنیوں نے اپنے فائدے اور خود غرضی کی بناء پر پوری دنیا اور اس کی آبادی کی بقاء پر سوالیہ نشان کھڑا کر دیا ہے۔
- ☆ ورلڈ بینک کے نائب صدر نے اعتراف کیا ہے کہ آئندہ جنگیں پانی کے مسئلہ پر لڑی جائیں گی۔

صحافی امریتا گپتا نے بھی متنبہ کیا ہے کہ:۔

The third world war is at our gate, and it will be about water. [1]

تیسری عالمی جنگ ہمارے دروازے پر دستک دے رہی ہے اور یہ جنگ پانی کے مسئلہ پر ہوگی۔

اسلام میں عبادات جیسے کہ نماز کی ادائیگی کے لیے وضو (Ritual cleaning) لازمی شرط (Pre-requisite) ہے۔ اسلام میں صفائی کو نصف ایمان قرار دیا گیا ہے۔ انسانوں، جانوروں، درختوں، کھیتوں کو زندہ رہنے کے لیے پانی درکار ہے۔

اسلام نے تمام ضروریات زندگی کے مطابق وسائل کو استعمال کرنے بالخصوص پانی کے ضرورت کے مطابق استعمال کو جائز قرار دیا ہے اور اس کے بے جا استعمال یعنی اسراف (Wastage) کو ممنوع قرار دیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ t سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت اللہ رب

---

[1] World War III will be fought over water, Amrita Gupta, www.sbs.com

العزت ایسے شخص سے التفات نہیں فرمائے گا جس نے اپنی ضرورت سے زیادہ پانی مانگنے والے کو نہیں دیا۔ [1]

رب کائنات ارشاد فرماتا ہے:

کہو کہ بھلا دیکھو تو اگر تمہارا پانی (جو تم پیتے اور برتتے ہو) خشک ہو جائے' تو (اللہ کے سوا) کون ہے جو تمہارے لیے شیریں پانی کا چشمہ بہالائے۔(الملک:۳۰)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص t سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ حضرت سعد بن ابی وقاص t کے پاس سے گزرے' تو دیکھا کہ وہ وضو کر رہے تھے فرمایا: ''لَا تُسْرِفْ بِالْمَاءِ'' پانی میں اسراف نہ کرو' اور ایک روایت میں ہے کہ ''مَاهٰذَا السَّرَفُ يَاسَعْدُ'' اے سعد t! یہ کیا اسراف ہے؟ حضرت سعد t نے عرض کیا: ''هَلْ فِي الْمَاءِ إِسْرَافٌ'' کیا پانی میں بھی اسراف ہے؟ کیونکہ پانی میں کوئی چیز کیاب اور عزیز الوجود نہیں ہے' اسراف کیسے ہوگا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ''نَعَمْ وَإِنْ كُنْتَ عَلٰى نَهْرٍ جَارٍ'' ہاں پانی میں بھی اسراف ہے' اگرچہ تم نہر جاری پر ہو۔ [2]

رسول خدا ﷺ کا ایک اور ارشاد گرامی ہے:

تم میں سے کوئی شخص کھڑے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے۔ [3]

اسی پانی کی وجہ سے آج دنیا ایک بحرانی کیفیت سے دوچار ہے۔ احوال (Environment) اور جانوروں (Creatures) کے حقوق کی بات اسلام نے چودہ سو سال پہلے کی۔ چودہ سو سال پہلے جانوروں کے حقوق کی بات کون کرتا اس وقت تو انسان خود جانوروں سے بدتر صورت حال سے دوچار تھا۔ سیرت رسول خدا ﷺ میں ہمیں بے زبان جانوروں یعنی اونٹ' ہرن' بوجھ لادنے والے جانور' بلی' کتے' یہاں تک کہ حشرات الارض (insects) کے حقوق اور تحفظ کے بارے میں احکامات (Guidelines) ملتے ہیں۔ کیونکہ ہوا میں اڑنے والے

---

[1] بخاری' ج ۳' ص ۱۱۲' رقم: ۲۳۶۹

[2] ابن ماجہ' کتاب الطہارت' باب ماء فی القصد فی الوضوء و کراھیۃ التعدی فیھا' ج ۱' ص ۱۴۷

[3] بخاری' کتاب الوضوء' باب البول فی الماء الدائم

پرندے (طائر) ہوں یا پھر زمین پر رینگنے والے حشرات الارض (دابہ) ہوں سب ہی رب تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ ان مخلوقات کو بے جا ستانے یہاں تک کہ جنگ کی حالت میں بھی درختوں اور فصلوں کو نقصان پہنچانے کی ممانعت کی گئی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپ کی سیرت مبارکہ میں ہمیں یہ تعلیم بھی ملتی ہے کہ لوگوں کا استقبال کیسے (How to greet) کیا جائے اور لوگوں یہاں تک کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مخلوقات سے برتاؤ (How to treat) کیسے کیا جائے۔ اور کھایا پیا کیسے جائے (How to eat) کھانے پینے اور اپنی صفائی کے لیے پانی کے استعمال کے بارے میں تنبیہیں کی گئی ہیں کہ ان کا استعمال ضرورت کے مطابق کیا جائے' اسراف نہ کیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلیوں سے خصوصی پیار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو ابوہریرہ یعنی بلیوں کا باپ کا خطاب دیا ہوا تھا' کیونکہ ابوہریرہ بلیوں کو اپنی قمیض کی آستینوں میں لیے پھرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماحولیات اور لوگوں کی تکلیف کا کتنا خیال تھا اس کا اندازہ لگانے کے لیے یہ حدیث ہی کافی ہے کہ راستے سے تکلیف پہنچانے والی چیزیں (کانٹا' پتھر' ہڈی' شیشے کے ٹکڑے) ہٹانا بھی صدقہ (Charity) ہے۔[1]

ان دو باتوں سے پرہیز کرو جو لعنت کا سبب ہیں۔ پوچھا گیا کہ وہ کیا ہیں؟ فرمایا: لوگوں کے راستے اور سائے کی جگہ غلاظت کرنا۔ دوسری روایت میں مسجد میں تھوکنے سے منع فرمایا۔[2]

حضرت جابر بن عبداللہ W بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم سرسبز زمین پر چلو' تو اپنی سواریوں کو سبزہ (وغیرہ) کھانے دو اور گھروں سے (بہت زیادہ) دور نہ نکل جایا کرو۔ جب خشک اور بنجر زمین پر سے گزرو' تو جلدی سے گزر جایا کرو اور اول رات میں سفر شروع کیا کرو' کیونکہ رات کو زمین لپیٹ (سکیڑ) دی جاتی ہے اور (دورانِ سفر) جب تمہیں جن بھوت وغیرہ بھٹکا دیں' تو اذان دیا کرو۔ راستوں کے درمیان نماز پڑھنے سے بچا کرو اور اُن میں پڑاؤ ڈالنے سے بھی بچا کرو' کیونکہ یہ سانپوں اور درندوں کی پناہ گاہ ہوتے

---

[1] سنن ترمذی' ج ۴' ص ۳۳۹' رقم: ۱۹۵۶

[2] نسائی' کتاب المساجد

ہیں۔ اسی طرح راستے کے درمیان قضائے حاجت کرنا لعنت کی جگہ ہے۔ [1]

ان کی رحمت نہیں فقط ہم پر

غلام کو آزاد کرنا ہو یا فقر و فاقہ کے دن رشتے دار یتیم یا خاک میں پڑے غریب کو کھانا کھلانا' وہ حیوان ہی کیوں نہ ہو' رسول رحمت ﷺ کی نظر میں اللہ نے ہر چیز پر احسان کرنا فرض کیا ہے۔ [2]

آپ ﷺ تمام عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے۔ اس رحمت کا تقاضا تھا کہ اس کی چھاؤں صرف بنی نوع انسان تک ہی محدود نہ ہو' بلکہ سب ہی جاندار اس کے زیر سایہ ہوں۔ آپ ﷺ نے جانوروں' درختوں اور کھیت و کھلیان کے ساتھ عمدہ برتاؤ کی تلقین فرمائی ہے۔ چنانچہ ذخیرہ حدیث میں ایسی بہت سی احادیث مبارکہ ملتی ہیں جن میں جانور' درخت' یہاں تک کہ چیونٹیوں تک کا خیال رکھنے کی تلقین اور تاکید کی گئی ہے۔ ان احادیث میں سے چند منتخب احادیث یہاں درج کی جارہی ہیں:

بلی پناہ لینے کے لیے دروازہ ہلاتی تو خود اٹھ کر اس کے لیے کواڑ کھولتے۔ ایک مرتبہ پالتو مرغ بیمار پڑ گیا اور آپ اس کی دیکھ بھال فرماتے رہے۔ اپنی سواری کو آستین کی پشت سے سہلایا کرتے۔ جب ام المومنین عائشہ r نے اپنے ناقہ کو سختی سے ہانکنا چاہا تو فرمایا: ''علیك بالرفق!'' (اس سے نرم سلوک کیجیے!)۔ [3]

حضرت ابوہریرہ t' حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک عورت اپنی بلی ہی کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہوگئی' جسے اس نے باندھ کر رکھا تھا' اُسے نہ تو خود کھلایا اور نہ ہی چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھالیتی حتیٰ کہ وہ کمزوری سے مرگئی۔ [4]

حضرت ابوہریرہ t سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک کتا کسی

---

[1] المسند احمد بن حنبل' ج ۳' ص ۳۰۵' رقم: ۱۴۳۱۶

[2] مسلم' کتاب الصید

[3] حیات محمد' محمد حسین ہیکل' ص ۲۷۵' ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور' ۱۹۹۰ء

[4] مسلم' کتاب البر والصلۃ والآداب' باب تحریم تعذیب الهرة و نحوها من الحیوان الذی لا یوذی' ج ۴' ص ۲۱۱۰' رقم: ۲۶۱۹

کنوئیں کے گرد گھوم رہا تھا۔ قریب تھا کہ وہ پیاس سے مر جائے گا۔ اچانک اُسے بنی اسرائیل کی ایک بدکار عورت نے دیکھ لیا۔ اُس نے اپنا موزہ اُتارا اور اُس سے پانی نکال کر کتے کو پلا دیا۔ اُس کے اس عمل کی وجہ سے اُس کی مغفرت فرما دی گئی۔ [1]

حضرت عبداللہ بن جعفر t بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک انصاری شخص کے باغ میں داخل ہوئے' تو وہاں ایک اُونٹ تھا۔ جب اُس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو وہ رو پڑا اور اُس کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے پاس تشریف لے گئے اور اُس کے سر پر دستِ شفقت پھیرا تو وہ خاموش ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: اس اُونٹ کا مالک کون ہے' یہ کس کا اُونٹ ہے؟ انصار کا ایک نوجوان حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! یہ میرا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بے زبان جانور کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں مالک بنایا ہے۔ اس نے مجھے شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور اس سے بہت زیادہ کام لیتے ہو۔ [2]

حضرت شداد بن اوس t بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو باتیں یاد رکھی ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا ہے' سو جب تم کسی شے کا شکار کرو تو اُسے احسن طریقہ سے شکار کرو اور جب تم ذبح کرو تو احسن طریقہ سے ذبح کرو' تم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ چھری تیز کرے اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچائے۔ [3]

حضرت ابوامامہ t بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے (کسی چیز پر) رحم کیا خواہ چڑیا کے ذبیحہ پر ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اُس پر رحم کرے گا۔ [4]

---

[1] البخاری' کتاب أحادیث الانبیاء' باب حدیث الغار' ج ۳' ص ۱۲۷۹' رقم ۳۲۸۰
[2] ابوداؤد' کتاب الجہاد' باب یؤمر بہ من القیام علی الدواب والبہائم' ج ۳' ص ۲۳' رقم: ۲۵۴۹
[3] مسلم' کتاب الصید والذبائح' باب الامر باحسان الذبح والقتل وتحدید الشفرۃ' ج ۳' ص ۱۵۴۸' رقم: ۱۹۵۵
[4] الطبرانی فی المعجم الکبیر' ج ۸' ص ۲۳۴' رقم: ۷۹۱۵

اسلام سے پہلے عرب میں ایک دستور یہ بھی تھا کہ جب کوئی مرجاتا' تو اس کی سواری کے جانور کو اس کی قبر پر باندھتے تھے اور اس کو دانہ گھاس اور پانی نہیں دیتے تھے اور وہ اسی حالت میں سوکھ کر مرجاتا ایسے جانور کو بیہ کہتے تھے۔ اسلام آیا تو اس نے اس سنگ دلی کو مٹا دیا۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عمرو W بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو بھیڑ کا دودھ دوہ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے اُس سے فرمایا: اے فلاں! جب تم دودھ نکالو تو اِس کے بچے کے لیے بھی چھوڑ دو یہ جانوروں کے ساتھ سب سے بڑی نیکی ہے۔ [2]

حضرت انس t بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب زمین سرسبز ہو تو اپنی سواری سے اُتر جایا کرو اور اُسے سبزہ کھانے کا حق دیا کرو اور جب زمین خشک (اور بنجر) ہو تو جلدی سے وہاں سے اپنی سواری کو جب تک وہ طاقتور اور چست ہو (اس خشک حصے سے) گزار لیا کرو۔ رات کے پہلے حصہ میں سفر کا آغاز کیا کرو' کیونکہ زمین رات کو لپیٹ دی جاتی ہے۔ [3]

حضرت عبداللہ بن عمر W بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے چھریوں کو تیز کرنے اور جانور سے انہیں چھپانے کا حکم دیا ہے اور مزید فرمایا: جب تم میں سے کوئی (جانور) ذبح کرے' تو تیزی سے ذبح کرے۔ [4]

جانوروں کو ذبح کرنے کی چھری لازمی طور پر تیز ہو' (جانور کے سامنے چھری تیز نہیں کی جائے)' ذبح کرنے کا عمل تیزی سے سرانجام دیا جائے اور کسی جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح نہ کیا جائے۔ [5]

پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے قبل اور اسلام کی روشنی پھیلنے سے پہلے عرب حد درجہ وحشی اور سفاک تھے کہ وہ زندہ جانوروں کے اعضاء کاٹ کر کھالیتے اور جانوروں کے

---

[1] سیرۃ النبی' سید سلیمان ندوی' ج ۶' ص ۱۹۴' الفیصل' لاہور' ۲۰۰۵ء

[2] الطبرانی فی المعجم الاوسط' ج ۱' ص ۲۷۱' رقم: ۸۸۵

[3] ابو یعلی' المسند' ج ۶' ص ۳۰۱' رقم: ۳۶۱۸

[4] ابن ماجہ' کتاب الذبائح' باب اذا ذبحتم فاحسنوا الذبح' ج ۲' ص ۱۰۵۹' رقم: ۳۱۷۲

[5] مسلم' شرح نووی' باب الامر فی احسان' ج ۶' ص ۲۴۲۔ ۲۴۳

کان وغیرہ کاٹ کر انہیں عیب دار کر دینا روا سمجھتے تھے۔ حضور ﷺ نے ایسی تمام بے رحم حرکتوں کا مداوا کیا۔

حضرت ابو واقد لیثی t سے روایت ہے کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے (تو دیکھا کہ) وہاں کے لوگ زندہ اُونٹوں کی کوہان اور زندہ دُنبوں کی چکیاں کاٹتے ہیں' آپ ﷺ نے فرمایا: زندہ جانور سے جو حصہ کاٹا جائے وہ مردار ہے۔ [1]

حضرت عبد اللہ بن عمر W سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اُس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو جانوروں کا مثلہ کرے (یعنی اُن کے ناک کان وغیرہ کاٹے)۔ [2]

انسان کی عظمت تو بہت زیادہ ہے۔ درخت' کھیت اور جانور بھی آپ ﷺ کی رحمت و شفقت سے فیضیاب ہو رہے ہیں' یہاں تک کہ پرندوں اور چیونٹیوں جیسی (بظاہر) حقیر مخلوق بھی آپ ﷺ کی عاطفت کے زیرِ سایہ ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود t سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے چیونٹیوں کا ایک بل دیکھا جسے ہم نے جلا دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اِسے کس نے جلایا ہے؟ ہم عرض گزار ہوئے: (یا رسول اللہ!) ہم نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آگ کے ساتھ عذاب دینا' آگ کے (پیدا کرنے والے) رب کے سوا کسی اور کے لیے روا نہیں ہے۔ [3]

حضرت عبد اللہ بن مسعود t بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے' ہم ایک درخت کے پاس سے گزرے جس میں چنڈول (ایک خوش آواز چڑیا) کے دو بچے تھے' ہم نے وہ دو بچے اُٹھا لیے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ وہ چنڈول حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں شکایت کرتے ہوئے حاضر ہوئی' تو آپ ﷺ نے فرمایا: کس نے اس چنڈول کو اس کے بچوں کی وجہ سے تکلیف دی ہے؟ راوی بیان کرتے ہیں: ہم نے عرض کیا: ہم نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے بچے اسے لوٹا دو۔ [4]

---

[1] ترمذی' کتاب الصید' باب ما قطع من الحي فهو ميت' ج ۴' ص ۷۴' رقم: ۱۴۸۰

[2] بخاری' کتاب الذبائح والصید' باب ما يكره من المثلة و المصبورة والمجثمة' ج ۵' ص ۲۱۰۰' رقم: ۵۱۹۶

[3] ابو داؤد' کتاب الجهاد' باب في كراهية حرق العدو بالنار' ج ۳' ص ۵۵' رقم: ۲۶۷۵

[4] المستدرک للحاکم' کتاب الذبائح' ج ۴' ص ۲۶۷' رقم: ۵۷۹۹

فتح مکہ کی مہم کے دنوں میں کوچ کے دوران رسول اللہ ﷺ نے ایک کتیا کو دیکھا جو راستے میں اپنے نوزائیدہ بچوں کو سینے سے چمٹائے دودھ پلا رہی تھی۔ آپ ﷺ کو اندیشہ ہوا کہ گزرتے ہوئے لشکر کے باعث اس کتیا کو پریشانی نہ ہو۔ اس لیے آپ ﷺ نے ضمرہ کے جعیل t کی ذمہ داری لگائی کہ وہ تمام لشکر کے گزرنے تک اس کے پاس کھڑے ہو کر نگرانی کریں۔ [۱]

اسلام نے چودہ سو سال قبل ایک قاعدہ یہ بھی مقرر کیا کہ انسانی غذائی ضرورت کے لیے جانور یا پرندوں کا شکار اور ان کا غذائی استعمال جائز وروا ہے۔ (الحج: ۳۶) مگر محض تفریح (Hunting for Fun) یا پھر شوقیہ طور پر جانداروں کا شکار بہ حیثیت کھیل (Sports) ممنوع ہے۔ اسی طرح جانوروں کا باہم لڑانا بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس W بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کسی جاندار کو (تیر اندازی کے لیے) ہدف مت بناؤ۔ [۲]

حضرت عبداللہ بن عمرو W راوی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے چڑیا یا اُس سے بھی چھوٹا جانور ناحق قتل کیا' تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے اُس کے متعلق بھی پوچھے گا (تو نے یہ جان ناحق کیوں لی)۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اُس کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا حق یہ ہے کہ وہ اُسے ذبح کرے اور کھائے اور (بلا ضرورت صرف شوقِ شکار میں) اُس کا سر کاٹ کر نہ پھینک دے۔ [۳]

حضرت عبداللہ بن عباس W بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے جانوروں کو باہم لڑانے سے منع فرمایا۔ [۴]

آج انسان تیزی سے کم ہوتے ہوئے جنگلات اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی صورت حال یعنی جنگلی حیات کی معدومی' موسموں میں تبدیلی اور عالمی درجہ حرارت میں اضافہ جیسی صورت حال اور ان کے نتائج کے بارے میں فکرمند اور پریشان ہے۔ پیغمبر اسلام

---

[۱] محمد ابوبکر سراج الدین' ص ۳۱۰' آفاق پبلی کیشنز' تورانٹو' کینیڈا بحوالہ کتاب المغازی' واقدی' ص ۸۰۴

[۲] مسلم' کتاب الصید والذبائح' باب النهي عن صبر البهائم' ج ۳' ص ۱۵۴۹' رقم: ۱۹۵۷

[۳] النسائي' کتاب الصید والذبائح' باب اباحة اکل العصافیر' ج ۷' ص ۲۰۶' رقم: ۴۳۴۹

[۴] ترمذي' کتاب الجهاد' باب ما جاء في كراهية التحريش بين البهائم و الضرب والوسم في الوجه' ج ۴' ص ۲۱۰' رقم: ۱۷۰۸

حضرت محمد ﷺ نے اس جانب بھی چودہ سو سال قبل ہماری رہنمائی فرمائی تھی۔

اگر قیامت کی گھڑی آجائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں پودا ہے اور وہ اس کو لگا سکتا ہے تو لگائے بغیر کھڑا نہ ہو۔ [1]

جو مسلمان درخت لگائے پھر اس میں سے کوئی کھائے' تو لگانے والے کو صدقے کا ثواب ملے گا۔ [2]

حضرت عبداللہ بن حبشی t روایت بیان فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے بیری کے درخت (مراد ہے کوئی بھی پھل دار درخت) کو کاٹا تو اللہ اس کا سر دوزخ میں جھکا دے گا۔ حضرت ابوداؤد سے اس حدیث کے معنی پوچھے گئے' تو انہوں نے کہا: یہ حدیث مختصر ہے' اس کی تفصیل یہ ہے کہ جس نے جنگل و بیابان میں یا صحراء میں لگے ایسے درخت کو ظلم کرتے ہوئے بے ضرورت کاٹ دیا جس کے سائے میں راہ چلتے مسافر یا جانور وغیرہ آرام کرتے (اور اس کا پھل کھاتے) ہوں' تو اللہ اس کا سر دوزخ میں جھکا دے گا (کہ اس نے لوگوں کے سروں سے ان کا سایہ چھینا)۔ [3]

اسلام کے دو مقدس ترین مقامات یعنی مکہ معظمہ میں مسجد حرام اور مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے وضو خانوں میں جو پانی استعمال ہوتا ہے اسے دوبارہ استعمال (Recycle) کے قابل بنایا جاتا ہے۔ [4]

دوبارہ استعمال کے قابل بنائے جانے والے پانی کو "Gray water" کہتے ہیں۔

برطانیہ میں "Islamic Foundation for Ecology and Environment Science" نے "Eco-mosques" یعنی توانائی کے استعمال کے اعتبار سے کفایت شعار مسجد

---

[1] المسند احمد بن حنبل' ج ۳' ص ۱۹۱' رقم: ۳۰۰۴

[2] مسلم' کتاب المساقاۃ' باب فضل الغرس والزرع' ج ۳' ص ۱۱۸۸' رقم: ۱۵۵۲

[3] ابوداؤد فی السنن' کتاب الادب' باب فضل قطع السدر' ج ۴' ص ۳۶۱

[4] Naser I. Faruqui, Islam and Water Management: Overview and Principles, International Development Research Centre, www.idrc.ca/en/ev-93948-201-1-DO_TOPIC.html

مساجد کا تصور متعارف کرایا ہے۔ [۱]

ابوظہبی، متحدہ عرب امارات کے طلبہ کے ایک گروپ نے مسجد کا ایک ایسا ڈیزائن بنایا ہے جو روایتی بجلی استعمال نہیں کرتا ہے، بلکہ سورج کی شعاعوں (Solar) اور ہوا کے پنکھوں (Wind towers) اور ہوا کے قدرتی آمد و رفت کے نظام سے بجلی کے استعمال میں کفایت شعاری کو یقینی بنایا جاتا ہے۔ [۲]

سنگاپور کی ایک مسجد نے مسجد کی دیواروں پر چڑھنے (Climbing Plants) والے درخت سے ان دیواروں کو ڈھک دیا ہے تاکہ عمارت کو دھوپ کی تمازت سے محفوظ رکھ کر بجلی کے استعمال میں کمی لائی جا سکے۔ [۳]

مانچسٹر اور برطانیہ میں قائم کی جانے والی مسجد ''المرکز الحجی'' نے بھی ابوظہبی کی مسجد کی طرز پر بجلی کی فراہمی کا انتظام کیا ہے اور مسجد میں کم بجلی استعمال کرنے والے "Low Energy Bulbs" استعمال کیے ہیں۔ [۴]

اوک لینڈ، کیلیفورنیا، امریکہ میں واقع ایک مسجد، جہاں کم آمدن والے لوگ آباد ہیں، نے ۲۰۰۹ء کے ماہ رمضان میں "Green Iftar" کا طریقہ اختیار کیا، جس کا مقصد صرف ایک بار استعمال ہونے والے برتنوں (Disposable Plates) کی جگہ اسٹیل کی پلیٹوں کو متعارف کرانا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ دیکھنے میں آیا کہ اکثر لوگ پلیٹیں اپنے گھروں سے لانے اور لے جانے لگے۔ اور اس طرح فوم کے کپ اور پلیٹوں (Styrofoam) کے استعمال میں کمی کی گئی جو کہ ماحولیات کے لیے ایک بہت بڑا خطرہ (Threat) ہیں۔ [۵]

"(ADAMS) All Dulles Area Muslim Society" نے اپنے مرکز جو کہ واشنگٹن، ڈی سی، امریکہ کے نواح میں واقع ہے، نے "Green Muslim Identity" یعنی

---

[۱] Green Deen, Ibrahim Abdul-Matin, P.64 ,Berrett Koehler Publishers, San Francisco, USA: 2010

[۲] ایضاً

[۳] ایضاً

[۴] ایضاً

[۵] ایضاً، ص ۶۹

ماحول دوست مسلمان شناخت کے ضمن میں ۲۰۰۹ء میں رہنما اصول شائع کیے۔ ان پر عمل درآمد کے ذریعہ ۲۰۱۰ء تک بجلی اور پانی کے استعمال میں ۱۰ فیصد اور ۲۰۱۳ء تک ۲۵ فیصد تک کمی لائی جائے گی۔ [۱]

میرے شہر مسی ساگا' کینیڈا میں قائم مسجد اور اسلامی مرکز خدیجہ سینٹر میں بھی توانائی یعنی بجلی اور پانی کے استعمال میں کفایت شعاری (Green energy and water) کو یقینی بنایا گیا ہے۔

آج انسانی زندگی' جنگلی حیات' جنگلات' پانی (کی ضرورت اور مانگ میں اضافہ اور دستیابی میں کمی) کو جن مسائل کا سامنا ہے ان کے تدارک کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چودہ سو سال پہلے رہنما اصول دے گئے ہیں:

(۱) پانی کو کفایت کے ساتھ اور حسب ضرورت استعمال کرو اُسے ضائع مت کرو۔
(۲) آبی ذخائر کو آلودہ مت کرو۔
(۳) کھاتے' پیتے اور برتنے میں اسراف نہ کرو۔
(۴) جانوروں سے عمدہ سلوک کرو اور ان کی زندگی اور فلاح کو یقینی بناؤ۔
(۵) اپنی گزرگاہوں کو صاف ستھرا رکھو۔
(۶) کھیت مت اجاڑو یہاں تک کہ حالت جنگ میں بھی ایسا مت کرو۔
(۷) بے جا اور بے ضرورت درختوں کو مت کاٹو۔
(۸) شجر کاری اور کھیتی باڑی کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔

ماحولیات کی اہمیت کو سمجھنا اور اس کی آگہی ایک جدید موضوع ہے۔ مگر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی اہمیت کو چودہ سو سال پہلے اجاگر کیا تھا۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اولین ماحولیات کی بات کرنے والے (Environmentalist) تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ

راستہ سے کانٹا' ہڈی' پتھر ہٹانا بھی صدقہ ہے۔ [۲]

---

[۱] ایضاً' ص ۷

[۲] سنن ترمذی' ج ۴' ص ۳۳۹' رقم: ۱۹۵۶

وہ جیسے ہیں کوئی ویسا نہیں ہے
غیر مسلم دانشوروں کے اعترافات

تاریخ انسانی میں آپ ﷺ کی ذات گرامی آسمان کی طرح وسیع اور بلند ہے۔ جب بھی کوئی تاریخ دان آنکھیں کھولے گا' تو آپ ﷺ کو دیکھے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ وہ آپ ﷺ کی ذات' آپ کی کارکردگی اور انسانی تاریخ و تمدن پر اس کے اثرات کو صرف نظر کرنا بھی چاہے تو نہیں کر سکے گا۔

عرب کا مشہور مقولہ ہے: ''الفضل ماشهدت به الاعداء'' اصل بزرگی اور فضیلت یہ ہے کہ اس کی گواہی غیر اور دشمن بھی دے۔

ہر زمانے اور ہر قوم کی طرف اللہ تعالیٰ رسول مبعوث فرماتا رہا ہے اور وہ رسول اپنی اپنی قوم کو ان کی اپنی زبان میں پیغام حق سناتے رہے ہیں' مگر گروہ انبیاء کی قیادت کا تاج محمد ﷺ کے حصے میں ہی آیا ہے۔ بقول بوزر زاسمتھ:

محمد (ﷺ) علی الاطلاق دنیا کے مصلح اعظم ہیں۔ [1]

ڈاکٹر ہیوگو حامد ماکس (Hugo Hamid Macus) جو برلن یونیورسٹی سے Ph.D کی ڈگری رکھتے ہیں' کہتے ہیں:

Islam is the youngest of all the great revealed religions of mankind. It is also the most modern of them, that is to say, the most advanced and progressive. [2]

اسلام بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے نازل ہونے والے آسمانی مذاہب میں سب سے کم سن ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ان سب میں جدید ترین یعنی سب سے زیادہ ترقی یافتہ

---

[1] اسلامی زندگی' احمد دیدات' ص ۹۰' عبداللہ اکیڈمی لاہور' ۲۰۱۰ء

[2] "Muhammad The Glory of the Ages" ڈاکٹر محمد فضل الرحمن انصاری' ص ۱۹۳' ڈی بی ایف سیرت ریسرچ سینٹر کراچی' ۲۰۱۷ء

اور ترقی پسند ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی جدوجہد کا نتیجہ عظیم الشان کامیابی کی شکل میں ظاہر ہوا۔ کسی بھی قائد کی کامیابی اور کمال کا اندازہ اس کی دعوت کی ہمہ گیری' جامعیت اور عالم گیریت سے لگایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح اس کی دعوت کی پذیرائی اور اس کے پیروکاروں کی تعداد بھی قائد کی قائدانہ صلاحیت اور اس کی اثر پذیری کو ظاہر کرتی ہے۔ آپ ﷺ کے تربیت یافتہ شاگردوں نے جو بعد ازاں خود معلم زمانہ ٹھہرے' رشد و ارشاد کے منصب پر فائز ہوئے اور ایک عالم کے مرشد بنے۔ آپ ﷺ کے دین کو مراکش سے لے کر بخارا تک اور سندھ سے لے کر چین تک پھیلا دیا۔ کسی داعی کی عظمت کا اندازہ اس کی بقاء و دوام سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی توانائی اور کشش صدیاں گزر جانے کے بعد بھی کمزور نہیں پڑی' بلکہ رشک آفتاب و رشک ماہتاب بنی ہوئی ہے۔ اس کسوٹی پر اگر تمام پیغمبروں کی کارکردگی اور نوع انسانی پر مرتب ہونے والے اثرات کا جائزہ لیں تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ وہ ذات گرامی محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے جس کے سر پر سیادت کا تاج ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ

وہ جیسے ہیں کوئی ویسا نہیں ہے
یہی لکھا ہے تاریخ بشر میں

انسانی تاریخ اور مغرب سے تعلق رکھنے والے مصنفین بھی یہ کہنے پر مجبور نظر آتے ہیں کہ وہ ذات گرامی آپ ﷺ کی ہی ہے جس نے تاریخ اور نسل انسانی پر سب سے بڑھ کر اثرات مرتب کیے ہیں۔ تاریخ انسانی کی کوئی اور شخصیت کامیابی کے معیار و مقدار' حقیقت و کیفیت' گہرائی و گیرائی میں اس ذات گرامی کی ہم سر نہیں ہے۔ دنیا کے دوسرے بڑے پیشوا اور قائدین کے کام اور پیغام کے اثرات کسی خاص علاقے اور کسی خاص دور تک ہی محدود نظر آتے ہیں۔ لیکن ایسی ذات گرامی جس کے کام کے اثرات علاقے کی حدود اور وقت کی قیود سے آزاد ہوں' جس کے اثرات ہر علاقے اور ہر قوم کے افراد میں ہر براعظم اور ہر ملک میں موجود ہوں اور جس کے اثرات صرف مذہبی سطح پر ہی نہیں' بلکہ زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہوں' ایسی ذات والا صفات تو آپ ﷺ کی ہی ہے۔

اگر وسائل کی قلت اور نتائج کی فراوانی کو پیش نظر رکھ جائے اور اس کا جائزہ لینے کے لیے ایک غیر جانبدار شخص کو مقرر کیا جائے تو وہ بھی اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ کم سے کم وسائل میں زیادہ سے زیادہ کامیابی حاصل کرنے والی ذات رسول اکرم ﷺ کی ہی ہے۔

اگر درجہ بالا نکات و معیارات کو سامنے رکھتے ہوئے آپ پوری تاریخ انسانی کا جائزہ لیں اور پھر آپ ﷺ کے بعد دوسرے نمبر پر آنے والی شخصیت کا تعین کرنا چاہیں، تو آپ ایک نئی مشکل سے دو چار ہوں گے کہ دوسرے نمبر پر آنے والی شخصیت پیچھے نہیں، بلکہ بہت پیچھے (Way behind) نظر آئے گی۔ اس بات کا اندازہ آپ اس باب میں موجود تمام نکات کے مطالعہ کے بعد بخوبی لگا سکیں گے اور آپ بھی یہی کہہ اٹھیں گے کہ

ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ

کسی بھی انقلاب کے برپا کرنے اور ایک نئے معاشرے کی تشکیل کے لیے دس سال کا عرصہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا ہے۔ مگر آپ ﷺ نے اپنی مدنی زندگی کے دس سالوں میں جو عظیم اور ہمہ گیر انقلاب برپا کیا اور جو کارہائے نمایاں انجام دیے تاریخ میں ان کی مثال ملنا مشکل ہے۔ اس قلیل سے عرصہ میں آپ ﷺ نے عرب کی ان پڑھ اور ضدی قوم کو جہانگیری اور جہاں بانی کے گر سکھا کر پوری دنیا کا امام بنا دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے ایسی اجڈ اور درندہ صفت قوم کو ایک متمدن قوم بنا دیا کہ موجودہ متمدن قومیں اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتیں۔ مولیر (Moliere) نے صحیح کہا ہے: پیغمبر اسلام کو جس ناقابل اصلاح قوم سے واسطہ پڑا تھا اس جیسی کسی اور قوم کا پایا جانا اور پھر ایسی قوم کی تیئس سال کے مختصر عرصے میں اصلاح کر کے اسے انسانوں کی صف میں لا کھڑا کرنا محال ہے۔ محمد ﷺ کے سوا کوئی اور یہ کام سرانجام نہ دے سکا۔ [1]

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا مقالہ نگار یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوا کہ

انسانی تاریخ میں بشمول انبیائے کرام ؈ بہت سے مصلحین گزرے ہیں۔ انہیں کسی حد تک کامیابی بھی حاصل ہوئی، لیکن جو کامیابی محمد (ﷺ) کے حصے میں آئی وہ ان میں سے کسی کو بھی نصیب نہ ہوئی۔

---

[1] نور سرمدی، محمد فتح اللہ گولن، ص ۲۷۳، ہارمنی پبلی کیشنز اسلام آباد، ۲۰۱۳ء

Mohammed was the most successful of all religious personalities. [1]

امریکہ سے شائع ہونے والے انسائیکلو پیڈیا جس کا نام Man and his Gods یعنی انسان اور اس کے معبود ہے میں مختلف مذاہب کے بارے میں مقالے شامل ہیں۔ اس میں اسلام کے بارے میں جو مقالہ ہے اس کے عیسائی مقالہ نگار نے اسلامی انقلاب کے بعد پیدا ہونے والے نتائج کے بارے میں لکھا ہے:

Its advent changed the course of human history. (P.389)

اس کے ظہور نے انسانی تاریخ کے رخ کو بدل دیا۔

یہ ایک مستشرق کی زبان سے اسلامی انقلاب کی پیدا کردہ ان تبدیلیوں کا اعتراف ہے جنھوں نے تاریخ میں ایسے دور رس امکانات کھولے جن کے بعد اسلام کو غیر اسلامی ادیان پر غالب و برتر کرنا اسی طرح آسان ہو گیا ہے جس طرح بارش آجانے کے بعد کھیت سے فصل اگانا۔ [2]

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا (دائرۃ المعارف برطانیہ) رقم طراز ہے:

یہ وہ کامیابی ہے جو آپ ﷺ سے قبل کسی دور میں بھی کسی دینی مصلح کو نصیب نہ ہوئی۔ [3]

ایڈورڈ گبن Edward Gibbon (۱۷۳۷ء۔ ۱۷۹۴ء) نامور برطانوی تاریخ نگار لکھتا ہے:

His (i.e., Muhammad's) memory was capacious and retentive, his wit easy and social, his imagination sublime, his judgment clear, rapid and decisive. He possessed the Courage of both thought and action. [4]

ان (محمد ﷺ) کی یادداشت بہت وسیع اور قوی تھی، وہ اچھی فہم و فراست کے مالک اور ملنسار تھے، ان کی پرواز فکر بلند تھی، ان کی قوت فیصلہ واضح اور فیصلہ کن تھی۔ وہ فکر اور عمل دونوں کے پیکر تھے۔

---

[1] Encyclopedia Britannica, 11th Edition

[2] پیغمبر انقلاب، وحید الدین خان، ص ۱۰۲، فکشن ہاؤس لاہور، ۲۰۱۳ء

[3] اسلامی زندگی احمد دیدات، ص ۸۸، عبداللہ اکیڈمی لاہور، ۲۰۱۰ء

[4] History of the Decline and Fall of the Roman Empire, London, 1838, Vol.5, P.335

ایک ناقابل فراموش انقلاب جس نے کرۂ ارض کی تمام قوموں پر ایک دائمی اثر اندازی کی وہ محمد ﷺ کی سیرت و کردار ہیں۔ [1]

امریکی سائنسدان، فلسفی، تاریخ دان اور یونیورسٹی آف نیو یارک کے پروفیسر جون ولیم ڈریپر (John William Draper)(۱۸۱۱ء-۱۸۸۲ء) لکھتے ہیں:

Four years after the death of Justinian, A.D. 569, was born at Mecca, in Arabia, the man who, of all men, has exercised the greatest influence upon the human race. [2]

۵۶۹ء میں جسٹی نین (Justinian) کی موت کے چار سال بعد سرزمین عرب کے شہر مکہ میں وہ شخص (پیغمبر اسلام) پیدا ہوا جس نے نسل انسانی پر سب سے زیادہ اثر ڈالا۔

There is not a single aspect of European growth in which the decesive influence of Islamic culture is not traceable. [3]

یورپی ترقی کا کوئی ایک شعبہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں اسلامی تہذیب کا فیصلہ کن اثر تلاش نہ کیا جا سکے۔

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کہتے ہیں:

می توانی منکر یزداں شدن
منکر از شان نبی نتواں شدن

You can deny God, but you can not deny the Prophet!" (Muhammad ﷺ). [4]

تم رب کا انکار کر سکتے ہو مگر تم رسول (محمد ﷺ) کا انکار نہیں کر سکتے ہو۔

اس بات کی توضیح اس طرح کی جا سکتی ہے کہ کوئی فرد اللہ کے وجود کا انکار یہ کہہ کر سکتا ہے

---

[1] سیرت محمد غیر مسلم مفکرین کی نظر میں، ماہنامہ الحق فروری ۲۰۱۱ء ص ۱۶

[2] A History of the Intellectual Development of the Europe, John William Draper, Vol.1,P.329 ,George Bell and Sons, York Street, Covent Garden: 1875.

[3] The Making of Humanity, Robert Briffault, P.190 ,George Allen and Unwin Ltd, London: 1919

[4] And Muhammad Is His Messanger, Annemarie Schimmel, P.239 ,The University of North Carolina Press, US: 1985.

بحوالہ جاوید نامہ، سطر ۶۰۸

کہ میں جس ذات کا مشاہدہ نہیں کرسکتا ہوں اس پر ایمان کیونکر لاؤں۔ لیکن آپ ایک ایسی ہستی کا انکار کس طرح کرسکتے ہیں جو روئے زمین پر اپنا وجود رکھتی ہو جس سے رب نے کلام فرمایا ہو جو برے لوگوں کے درمیان پیدا ہوا ہو مگر وہ خلق عظیم کا مالک ہو نفاست کا خوگر ہو جو باحیاء ہو جو رحم دل ہو جو بلیوں کے ساتھ نرمی سے پیش آتا ہو لیکن میدان کارزار میں سب سے آگے نظر آتا ہو۔ آپ ایک ایسے شخص کا انکار کس طرح کرسکتے ہیں جس نے تاریخ انسانی میں پہلی بار معاشرے سے طبقاتی تفریق کو کامیابی سے مٹایا ہو جس نے پہلی بار معاشرے کو شراب سے عملی طور پر پاک کردیا ہو جس نے انسانی غلامی کو ختم کرنے کے لیے ٹھوس بنیادیں فراہم کی ہوں جو تاریخ انسانی کی سب سے پراثر شخصیت رہی ہو۔ ان سوالوں کا ایک ہی منطقی جواب ہے کہ وہ رب کا فرستادہ تھا اور اس نے تاریخ و تہذیب پر عالمگیر اثرات مرتب کیے ہیں۔ تم ایک ایسی ہستی کا انکار کیونکر کرسکتے ہو؟

عیسائی اور غیر مسلم مغربی مصنفین ایک ہزار سال تک ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت پیغمبر اسلام کے بارے میں معاندانہ اور تعصب پر مبنی تصویر پیش کرتے رہے ہیں۔ پچھلے سو ڈیڑھ سو سالوں میں اس رویہ میں کچھ تبدیلی دیکھنے میں آئی جب کئی محققین اور مصنفین نے قدرے معروضی انداز اپنایا ہے اور ان کی جانب سے متناسب (Balanced) آراء سامنے آئی ہیں۔

اس باب میں اب جو تفصیلات حوالہ جات اور منقولات (Quotations) آرہی ہیں وہ لغو بے سروپا اور حد درجہ تکلیف دہ ہیں۔ ان اقتباسات کو یہاں درج کرنے سے پہلے میں نے سو مرتبہ سوچا اور پھر بھری دل کے ساتھ ان کو درج کرنے کا فیصلہ کیا کہ انہیں منظر پر لائے بغیر ان کی لغویت دروغ گوئی بعید از حقیقت اور مبنی بر تعصب ہونے کا اندازہ لگانے کے لیے ایسا کرنا ہی ضروری ہے۔ ان نکات کے جوابات نہ صرف مسلمان اہل علم نے دیئے ہیں بلکہ مستشرقین کی ایک جماعت نے بھی ان کے جوابات دیئے ہیں۔

مغرب اور اہل مغرب نے اسلام اور بانی اسلام حضرت محمد ﷺ کے بارے میں جو معاندانہ اور متعصبانہ رویہ اپنائے رکھا اس پورے انقلاب کو تعصب کی عینک سے دیکھتے رہے اور اپنے مخصوص مفادات و نظریات کی بناء پر جو زہریلے پروپیگنڈہ اور تصویر کشی کرتے رہے وہ

بذات خود ایک مضمون یا ایک کتاب کا نہیں' بلکہ ایک پورے دفتر کا متقاضی ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا مصنف رقم طراز ہے:

In striking contrast to the standard Muslim view of the Prophet as a perfect embodiment to virtue and piety, medieval Christian polemicists like the Dominican monk Riccoldo da Montecroce (died 1320) condemned Muhammad as a deliberate imposter and a downright diabolical figure. Stock motifs in such polemics were Muhammad's recourse to violence, the number of his wives, and the alleged indebtedness of his religious message to a Christian heretic. The attitude changed only in the 18th century, when various Western scholars - for instance, the Dutch theologian and Orientalist Adriaan Reland (died 1718) - began calling for a more impartial assessment of Muhammad. The gradual shift is illustrated by the British Orientalist George Sale's (died 1736) translation of the Qur'an into English (1734). even though its declared objective is polemical and the Qur'an is dismissed as "so manifest a forgery," Sale at least leaves it open whether Muhammad's preaching sprang from genuine religious "enthusiasm" or "only a design to raise himself to the supreme government of his country. [1]

مسلمانوں کے اس مسلّمہ نظریہ کہ محمد ﷺ فضیلت اور تقویٰ کا کامل مجسمہ تھے' کے برعکس قرونِ وسطیٰ کے مسیحی عیسائی مناظر پروپیگنڈہ کر رہے تھے۔ مثلاً ڈومینک راہب (Riccoldo da Montecroce) (م ۱۳۲۰ء) نے محمد ﷺ کی تکذیب کی اور الزام تراشی کی کہ انہوں (محمد ﷺ) نے جان بوجھ کر بہروپ اختیار کیا ہے اور یہ کہ وہ واضح طور پر فاسد نظریات کے حامل ہیں۔ ایسے لوگوں نے محمد (ﷺ) پر شدت پسندی' کثرت ازدواج اور عیسائی تعلیمات کی چربہ سازی کے الزامات لگائے۔ یہ رویہ ۱۸ ویں صدی میں جا کر تبدیل ہوا جبکہ متعدد مغربی محققین' مثلاً ولندیزی ماہر الٰہیات اور مستشرق "Adriaan Reland"

[1] Muhammad Prophet of Islam, www.britannica.com/biography/Muhhammad

(م۱۷۱۸ء) نے کہا کہ محمد (ﷺ) کے بارے میں زیادہ غیر جانبدارانہ تخمینہ سازی (Assessment) کی ضرورت ہے۔ اس بہ تدریج تبدیلی کا اظہار برطانوی مستشرق "George Sale" (م۱۷۳۶ء) کے یہاں نظر آتا ہے جس نے قرآن پاک کا انگریزی ترجمہ (۱۷۳۴ء) کیا۔ جس زمانے میں قرآن کو چربہ سازی کا مظہر قرار دیا جاتا تھا' اس وقت جارج سیل نے اس سوال کو کھلا رکھا کہ آیا محمد (ﷺ) کی تعلیمات مذہبی جوش و خروش کا مظہر تھیں یا پھر اپنی قوم پر سیاسی غلبہ و حکمرانی کے حصول کے لیے تھیں۔

سیرت پر لکھی گئی کتاب "ضیاء النبی" کے مؤلف پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اس کتاب کی آخری دو جلدوں (ششم اور ہفتم) کو تحریک استشراق کے پس منظر' اس کی تعریف' تاریخ' طریقۂ کار' قرآن کریم' حدیث رسول اور آپ ﷺ کی سیرت پر کیے گئے اعتراضات کے تجزیۂ اس کے پیچھے چھپے ہوئے مقاصد اور رویہ کے بیان کے لیے مخصوص کیا ہے۔ یہاں میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اس تحقیقی کام کو نکات کی صورت میں آپ کے سامنے رکھوں۔

☆ صلیبی جنگوں کے بعد ان سازشوں نے انتہائی گھناؤنی شکل اختیار کی اور یورپ کی مادی ترقی کے ساتھ ساتھ یورپ میں اسلام دشمنی ایک باقاعدہ سائنس کی شکل اختیار کر گئی۔

☆ ظاہر ہو چکا ہے بغض ان کے مونہوں (یعنی زبان) سے اور جو چھپا رکھا ہے ان کے سینوں نے وہ اس سے بھی بڑا ہے۔ ہم نے صاف بیان کر دیں تمہارے لیے اپنی آیتیں اگر تم سمجھدار ہو۔ (آل عمران:۱۱۸)

☆ ہزاروں یورپی اور امریکی علماء (اسکالرز) نے اپنی زندگیاں اسلامی علوم کے مطالعہ کے لیے وقف کر رکھی ہیں۔

☆ اسلام کے خلاف جو طوفان متعصب عیسائیوں نے اٹھایا تھا' اسی نے آگے چل کر تحریک استشراق کی شکل اختیار کی۔ یہ تحریک زمانے کے ساتھ ساتھ اپنے مقاصد میں بھی ردوبدل کرتی رہی' اس کے طریقہ ہائے واردات میں بھی تبدیلی آتی رہی' مستشرقین کے بھیس بھی بدلتے رہے' لیکن ان کا بنیادی مقصد ہمیشہ ایک ہی رہا کہ کسی طرح شمع اسلام کو گل کر دیا جائے۔

☆ غیر مشرقی لوگوں کا مشرقی زبانوں' تہذیب' فلسفے' ادب اور مذہب کے مطالعے میں

مشغول ہونے کا نام استشراق ہے۔

☆ مغربی اہل کتاب' مسیحی مغرب کی اسلامی مشرق پر نسلی اور ثقافتی برتری کے زعم کی بنیاد پر' مسلمانوں پر اہل مغرب کا تسلط قائم کرنے کے لیے' مسلمانوں کو اسلام کے بارے میں گمراہی اور شک میں مبتلا کرنے اور اسلام کو مسخ شدہ صورت میں پیش کرنے کی غرض سے' مسلمانوں کے عقیدہ' ثقافت' شریعت' تاریخ' نظام اور وسائل و امکانات کا جو مطالعہ غیر جانبدارانہ تحقیق کے دعوے کے ساتھ کرتے ہیں اسے استشراق کہا جاتا ہے۔

☆ استشراق مسلمانوں کے خلاف یہود و نصاریٰ کی قلمی جنگ کا نام ہے۔ اس کا سب سے بڑا مقصد اسلام کے خطرے کا مقابلہ کرنا ہے۔

☆ مستشرقین نے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کو اپنی علمی تحقیق کا نہیں' بلکہ اپنی الزام تراشیوں کا ہدف بنایا۔

☆ Of all the world's great men none has been so much maligned as Muhammad. For centuries Islam was the great enemy of Christianity. [1]

دنیا کے تمام عظیم انسانوں میں سے کسی کو تہمت اور بدگوئی کا اتنا نشانہ نہیں بنایا گیا جتنا محمد (ﷺ) کو بنایا گیا ہے۔ صدیوں تک اسلام عیسائیت کا سب سے بڑا دشمن رہا۔

☆ Christians of medieval times misunderstood Muhammad (Peace be upon him) and considered him a despicable character. The reason as will be shown later, were more historical that is economic and political than ideological. [2]

ازمنہ وسطی کے عیسائیوں نے حضرت محمد ﷺ کو غلط سمجھا اور انہیں ناپسندیدہ کردار تصور کیا تھا۔ جیسا کہ بعد ازاں بتایا جائے گا اس کی وجوہات نظریاتی ہونے سے زیادہ تاریخی یعنی اقتصادی اور سیاسی نوعیت کی تھیں۔

☆ سلمان رشدی کی "Satanic Verses" میں پیغمبر اسلام کی جو تصویر پیش کی گئی ہے وہ انہی مغربی داستانوں کی صدائے بازگشت ہے۔

---

[1] Muhammad, Prophet and Statesman, P.231 ,Mantgomery Watt, OUP-1961

[2] Islam A way of Life, Philip K, Hitti, P.22-23,OUP 1971

☆ اسی پروپیگنڈہ کی بناء پر مغرب میں آج بھی بعض لوگ یہ جان کر حیران ہوتے ہیں کہ مسلمان بھی اسی خدا کی عبادت کرتے ہیں جس کی عبادت یہود و نصاریٰ کرتے ہیں۔

☆ تحریک استشراق نے ایک اور رنگ بدلا اور ایسے مصنفین منظرِ عام پر آنے لگے جنہوں نے اپنے پیش روؤں کی تحریروں پر شدید تنقید کی اور ایسی کتابیں لکھنا شروع کیں جن میں اسلام کی کچھ باتوں کی تعریف کی گئی تھی۔

☆ انہوں نے مسلمانوں کے لیے دہشت گرد اور بنیاد پرست کی اصطلاحات ایجاد کیں۔

☆ تحریک استشراق میں عیسائیوں کے ساتھ یہودی بھی سرگرم تھے۔ "الاستشراق فی الادبیات العربیہ" کے مصنف علی بن ابراہیم النملہ نے ایسے بیالیس مستشرقین کے نام گنوائے ہیں جو یہودی تھے۔

☆ مستشرقین کی تاریخ کے بغور مطالعہ کی بنا پر ان لوگوں کو مندرجہ ذیل طبقات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(۱) خالص علم کے شیدائی مستشرقین۔
(۲) متعصب یہودی اور عیسائی مستشرقین۔
(۳) ملحد مستشرقین۔
(۴) اپنے علم کو پیشہ بنانے والے مستشرقین۔
(۵) ایسے مستشرقین جن کی تحریروں میں اسلام کے متعلق انصاف کی جھلک نظر آتی ہے۔
(۶) وہ لوگ جو مستشرق تھے لیکن حق کا نور دیکھ کر اس کے حلقے میں شامل ہو گئے۔

☆ سولہویں صدی کے اواخر میں یورپ میں ایسے لوگ منظرِ عام پر آئے جنہوں نے کلیسا کی اندھی تقلید کا پٹہ اپنی گردن سے اتار پھینکا اور صدیوں سے مشہور روایات کو عقل کے پیمانوں پر پرکھنے کی طرح ڈالی۔ اس رجحان نے کئی مستشرقین کو اسلام کے حقیقی چہرے کو دیکھنے کی طرف راغب کیا۔ یہ بات پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ ان کا تعلق مغرب سے تھا اور وہ اقوام مشرق کا مطالعہ اور تجزیہ ان پیمانوں سے کرتے تھے جو مغرب میں رائج تھے۔ چنانچہ ان کی تحریروں میں بھی ایسے الزامات نظر آتے ہیں جو اور بھی زیادہ تباہ کن ہیں۔

☆ ان تمام علمی کاوشوں کے پیچھے علم کی خدمت کا جذبہ کارفرما نہ تھا' بلکہ علم کی خدمت کے

لبادے میں دراصل اسلام اور مسلمانوں سے مقابلہ مقصود تھا۔

☆ تحریک مستشرقین کے مقاصد میں سیاسی مقصد سر فہرست تھا۔ یعنی اسلامی دنیا پر سیاسی غلبہ اور مملکت اسرائیل کا قیام۔

☆ جن لوگوں کو میدان میں اتارا گیا ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک طبقہ وہ تھا جنہوں نے علم کے شیدائیوں کا بھیس بدلا۔ اس طبقہ کو مستشرقین کا نام دیا گیا۔ دوسرا گروہ وہ تھا جنہوں نے اہل مشرق خصوصاً مسلمانوں کو مختلف تدبیروں کے ذریعے عیسائیت کی طرف مائل کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ اس گروہ کو ''مبشر'' کا خوبصورت لقب دیا گیا۔

☆ قرآن حکیم کا (مغربی زبانوں میں) پہلا ترجمہ بارہویں صدی عیسوی میں لاطینی زبان میں ہوا۔ اس کے بعد مستشرقین نے مغربی زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کے ڈھیر لگا دیئے۔ چودہ ترجمے جرمن زبان میں' دس انگریزی زبان میں' نو ہسپانوی زبان میں' سات لاطینی زبان میں اور چھ ڈچ زبان میں ہوئے۔

☆ ''المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث'' نے تو مستشرقین کی اہمیت کو اور زیادہ بڑھا دیا ہے۔ حدیث کا کوئی طالب علم خواہ وہ مستشرق ہو یا مسلمان اس معجم سے بے نیاز نہیں ہو سکتا ہے۔[1]

نوٹ: ''ضیاء النبی'' کا پہلا ایڈیشن اس وقت میرے پیش نظر ہے' جس کی اشاعت ۱۴۱۳ھ میں ہوئی ہے۔ اب تک اس کتاب کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ مغربی زبانوں میں کیے گئے قرآن پاک کے تراجم کی تعداد اب اور بھی زیادہ ہو چکی ہے۔

☆ بے شک کافر خرچ کرتے ہیں اپنے مال تاکہ روکیں (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے اور یہ آئندہ بھی (اسی طرح) خرچ کریں گے۔ پھر ہو جائے گا خرچ کرنا ان کے لیے باعث حسرت و افسوس۔ پھر وہ مغلوب کر دیئے جائیں گے۔ (الانفال: ۳۶)

اسی طرح "A History of Medieval Islam" کا مصنف "J.J. Saunders" لکھتا ہے:

Yet it would be idle to deny that the Arab prophet has

---

[1] ضیاء النبی' پیر محمد کرم شاہ الازہری' ج ۶' ص ۱۹' ۲۰۱' ۲۷۵' ۲۸۱' ۲۸۲' ۳۰۶' ۳۰۹' ضیاء القرآن پبلیکیشنز' لاہور' ۱۴۱۸ھ

never been viewed with sympathy and favour by Christians whose ideal has naturally been the milder and purer figure of Jesus. The losses which Islam inflicted on Christendom and the propaganda disseminated during the Crusades were not conducive to an impartial judgment, and down almost to recent times Muhammad has been portrayed in controversial literature as a lying deceiver and a shameless lecher. Absurd stories were circulated and long belived, such as that he trained a dove to pick seeds of corn from his ear so as to persuade the people that he was receiving communications from the Holy Ghost. [1]

حالانکہ یہ کہنا بے بنیاد ہوگا کہ پیغمبر عربی (ﷺ) کو مسیحیوں نے (جن کی مثالی شخصیت قدرتی طور پر مسیح u کی مہربان اور پاک ذات تھی) کبھی ہمدردی اور التفات کی نگاہ سے نہیں دیکھا تھا۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں مسیحیت کو جو نقصان پہنچا تھا اور وہ پروپیگنڈہ جس کی تخم ریزی صلیبی جنگوں کے دوران کی گئی تھی' نے انہیں (عیسائیوں کو) پیغمبر اسلام کے بارے میں کوئی غیر جانبدارانہ رائے قائم کرنے نہیں دی' یہاں تک کہ آج بھی محمد (ﷺ) کی تصویر کشی ایک متنازعہ دروغ گو فریبی اور شہوت پرست (معاذاللہ) شخص کے طور پر کی جاتی ہے۔ اس ذات گرامی کے بارے میں بے سروپا کہانیاں گھڑی گئی ہیں جیسے کہ ایک سدھائی ہوئی فاختہ آپ (ﷺ) کے کان سے مکئی کے دانے نکالا کرتی تھی تاکہ لوگوں کو قائل کیا جا سکے کہ روح القدس کی جانب سے آپ پر وحی آیا کرتی ہے۔

پروفیسر تھومس کارلائل جس کا تعارف اگلے صفحات میں آرہا ہے محمد ﷺ کے بارے میں مغرب کے معاندانہ رویہ اور بے سروپا الزامات جو اس ذات گرامی پر چسپاں کیے جاتے رہے ہیں' کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

When Pococke enquired of Grotius. Where the proof was of the story of the pigeon, trained to pick peas from Muhammad's ear, and pass for an angel dictating to him? Grotius answered that there was no proof! It is really time to

---

[1] A History of Medieval Islam, J.J, Saunders, P 35 ,Routledge and Kegan Paul Ltd. London.1965

dismiss all that. [1]

جب (برطانوی مستشرق) Pococke نے (Hugo) Grotius سے اس کبوتر کی (گھڑیگئی) کہانی کا ثبوت طلب کیا کہ محمد (ﷺ) نے ایک کبوتر سدھا رکھا تھا جو ان کے کان سے مٹر کے دانے نکالا کرتا تھا اور یہ کہ ایک فرشتہ انہیں املا کروایا کرتا تھا جیسی (من گھڑت) باتوں سے آگے بڑھنا چاہیے۔ گروٹیس نے اقرار کیا کہ اس فرضی کہانی کی کوئی اصل نہیں تھی! اب وہ وقت آچکا ہے کہ ایسی تمام (بے سروپا) باتوں کو خیر باد کہہ دیا جائے۔

"George Dawson" (پ ۲۴ فروری ۱۸۲۱ء م ۳۰ نومبر ۱۸۷۶ء) کلیسائے انگلستان سے منحرف مبلغ، مقرر اور سرگرم کارکن تھا۔ اس نے اپنے لیکچر جو بعد ازاں "Biographical Lectures" کے نام سے شائع ہوئے میں یورپ میں محمد ﷺ کے خلاف معاندانہ پروپیگنڈے کا ذکر کرتے ہوئے اور کارلائل کے معروضی اور انصاف پسند علمی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا:

He takes the prophet Mahomet, whom we were taught in our school-days to regards as an impostor, and the greatest hypocrite the world ever had, a men liar and deceiver. To reverse this discision, Carlayle has not laboured in vain. The accepted version of this man's character is mercilessly shown to be false. Carlyle proving him to have been truthful, earnest, deep-hearted son of the desert, who achieved what he did by virtue of his earnestness, by virtue of his adherence to the truth of things... [2]

ہمارے زمانۂ اسکول میں ہمیں پڑھایا جاتا تھا کہ محمد (ﷺ) روئے زمین پر آنے والے سب سے بڑے بہروپیے دروغ گو مکار اور فریبی (نعوذ باللہ) شخص تھے۔ کارلائل کی محنت شاقہ بے نتیجہ نہیں رہی اور اس ذات گرامی محمد (ﷺ) کے کردار کے بارے میں قائم کردہ (جھوٹے) مفروضے کو بے رحمی سے مسترد کر دیا گیا۔ کارلائل نے انہیں سچا، مخلص و ہمدرد

---

1 Heroes Hero-Worship, Thomas Carlyle, P.61 ,Henry Altemus, Philadelphia

2 Biographical Lectures, George Dawson, P.383-384,Regal Paul Trench & Co. London 1886

فرزند صحرا قرار دو یا۔انہوں نے وہ کچھ حاصل کیا جس کی جدو جہد انہوں نے اخلاص' ثابت قدمی اور سچائی کے ساتھ کی۔

"Muhammad A Prophet for our Time" کی مصنفہ "Karen Armstrong" لکھتی ہیں:

We have a long history of Islamophobia in Western culture that dates back to the time of the Crusades. In the twelfth century, Crhistian monks in Europe insisted that Islam was a violent religion of the sword, and that Muhammad was a charlatan who imposed his religion on a reluctant world by force of arms, they called him a lecher and a sexual pervert. Some have gone so far as to claim that he was a terrorist and a pedophile.

Muhammad literally sweated with the effort to bring peace to war-torn Arabia, and we need people who are prepared to do this today. His life was a tireless campaign against greed, injustice, and arrogance.

Strangely, events that took place in seventh-century Arabia have much to teach us about the events of our time and their underlying significance - far more, in fact, than the facile sound bites of politicians. Muhammad was not trying to impose religious orthodoxy - he was not much interested in metaphysics but to change people's hearts and minds. He called the prevailing spirit of his time jahiliyyah. Muslims usually understand this to mean the "Time of Ignorance", that is, the pre-Islamic period in Arabia. But, as recent research shows, Muhammad used the term jahaliyyah to refer not to an historical era but to a state of mind that caused violence and terror in seventh-century Arabia, Jahiliyyah, I would argue, is also much in evidence in the West today as well as in the Muslim world. ①

---

① Muhammad A Prophet for our Time, Karen Armstrong, P.17–20, Harper Collins Publishers, New York.2006

ہمارے مغربی معاشرے میں "اسلام فوبیا" کی ایک طویل تاریخ پائی جاتی ہے جس کی جڑیں صلیبی جنگوں کے دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ بارہویں صدی عیسوی میں یورپ کے عیسائی راہبوں نے اس بات کا پرچار کیا کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلنے والا ایک شدت پسند مذہب ہے اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک جھوٹے (معاذ اللہ) مدعی نبوت تھے جنہوں نے لوگوں کے نہ چاہتے ہوئے بھی طاقت کے زور پر انہیں اپنا مطیع بنایا ہے اور یہ کہ وہ ایک شہوت پرست انسان تھے۔ کچھ لوگ تو بہت دور نکل گئے اور کہنے لگے کہ وہ ایک شدت پسند اور شہوت پرست انسان تھے۔

درحقیقت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جنگ وجدل کی دلدادہ عرب قوم کو امن پسند بنانے کے لیے سردھڑ کی بازی لگا دی۔ آج ایک ایسی ہی ہستی کی ضرورت ہے جو دنیا کو امن کا گہوارہ بنا سکے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی دراصل حرص و ہوس سے دور، ناانصافی اور غرور و تکبر کے خلاف جہد مسلسل سے عبارت تھی۔

ساتویں صدی عیسوی میں سرزمین عرب پر جو واقعات رونما ہوئے ان سے دور حاضر میں سبق حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ان میں آج کے دور کے سہل پسند سیاست دانوں کے لیے بھی نمونہ ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ٹھیٹھ کٹر پن مسلط کرنے کی کوشش نہیں کر رہے تھے ان کی توجہ مابعد الطبیعات سے زیادہ لوگوں کے قلب و ذہن کو تبدیل کرنے پر تھی۔ انہوں نے اپنے دور کے متشدد رویوں کو "جاہلیہ" کا نام دیا۔ عمومی طور پر مسلمان قبل از اسلام پائی جانے والی جاہلیہ کو لاعلمی اور جہل سے تعبیر کرتے ہیں۔ مگر نئی تحقیق نے ثابت کیا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ اصطلاح کسی خاص زمانے کی بجائے ایک مخصوص ذہنی کیفیت کے لیے استعمال کی تھی۔ جس نے سرزمین عرب پر ساتویں صدی عیسوی میں شدت اور دہشت برپا کر رکھی تھی۔ میں اس بات پر زور دینا چاہوں گی کہ یہ "جاہلیہ" آج بھی مغرب اور یہاں تک کہ مسلم دنیا میں پائی جاتی ہے۔

This is not the place to discuss in detail the deformation of the image of Muhammad as found in medieval and even rather modern European literature. There is scarcely any negative judgement that the Western world has not passed upon this man who had set in motion one of the most successful religious movements on earth; and the study of his image as reflected in

history, drama, poetry, and last but not least scholarship would require a voluminous work of its own.[1]

یہ مقام نہیں ہے کہ یہاں پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر کی جانے والی عیب جوئی پر بحث کی جائے جو کہ قرون وسطیٰ اور یہاں تک کہ جدید یورپی ادب (لٹریچر) میں پائی جاتی ہے۔ شاید ہی کوئی ایسی منفی بات بچی ہو جو ایک ایسی ذات پر چسپاں نہ کی گئی ہو جس نے دنیا میں رونما ہونے والی چند انتہائی کامیاب مذہبی تحریکوں میں سے ایک کی بنیاد رکھی تھی۔ آخری لیکن اہمیت کے اعتبار سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ تاریخ، ڈرامہ نویسی اور شاعری میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی) جو تصویر کشی کی گئی ہے اس پر ضخیم اور وقیع علمی کام کی ضرورت ہے۔

اس کے باوجود فاران کی چوٹی سے پھوٹنے والی اس روشنی کے آگے کوئی دیوار حائل نہ ہو سکی، کوئی بند نہیں باندھا جاسکا۔ کیا اپنے اور کیا بیگانے سب ہی یکساں متاثر ہوئے۔ اپنے تو اپنے تھے کہ وہ عقیدت کی عینک سے دیکھ رہے تھے بیگانے بھی جو صرف اٹل حقیقت کو ہی دیکھ سکتے تھے اعتراف حق کیے بغیر نہیں رہ سکے۔

آر۔ وی۔ سی بوڈلے اپنی کتاب "The Messenger" میں لکھتا ہے:

It is strange to note that, without any valid reason, there are more popular misconceptions about Mohammed than about any of the other founders of great faiths.[2]

یہ بات حیرانگی کے ساتھ نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ بغیر کسی حقیقی وجہ کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شخصیت کے بارے میں کسی بھی دوسرے بڑے مذاہب کے بانیوں کے مقابلے میں زیادہ غلط فہمیاں مشہور کی گئی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مذہبی تعصب اور معاندانہ ذہنیت کی وجہ سے مغرب میں ایک شعوری کوشش کے ذریعہ یہ نظریہ عام کرنے کی سعی کی گئی کہ قرآن کریم دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی (خودساختہ) تصنیف ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ نبوت بھی خودساختہ تھا۔ مگر آج مغربی مصنفین یہ اقرار کرنے پر مجبور نظر آتے ہیں کہ دراصل پچھلے مغربی مصنفین کا یہ نظریہ معاندانہ

---

[1] And Muhammad is His Messenger, Annemarie Schimmel, Page 4, The University of North Carolina Press, USA. 1985

[2] The Messenger, R.V.C. Bodley, P.1, Doubleday Company Inc, New York: 1946

اور تعصب پر مبنی تھا اور اس نظریہ کی کوئی ٹھوس دلیل نہیں تھی اور یہ کہ حقائق اس کے برعکس ہی گواہی دیتے ہیں۔ مشہور برطانوی مستشرق منٹگمری واٹ کو یہ اعتراف کرنا ہی پڑا کہ قرونِ وسطیٰ کے یورپ میں یہ تصور عام کیا گیا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک (معاذ اللہ) جھوٹے پیغمبر تھے جو غلط طور پر یہ دعویٰ کرتے تھے کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے، لیکن قرونِ وسطیٰ کے یہ تصورات جو دراصل جنگی پروپیگنڈے کی حیثیت رکھتے تھے، اب آہستہ آہستہ یورپ اور عیسائی دنیا کے ذہنوں سے اتر رہے ہیں۔ [1]

مستشرقہ کیرن آرمسٹرانگ (Karen Armstrong) اسلام کے بارے میں اپنے پیش رووں کے رویہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتی ہے:

Westem scholars denounced Islam as a blasphemous faith and its Prophet Muhammad as the great Pretender, who had founded a violent religion of the word in order to conquer the world. "Mahomet, became a bogy to the people of Europe, used by mothers to frighten, disobedient childen. In Mummers' Plays he was presented as the enemy of westem civ lization, who fought our own brave St. George. This inaccurate image of Islam became one of the received ideas of Europe and it continues to affect our preceptions of the muslim world ...

It is mistake to imagine that Islam is an inherently violent of fanatical faith, as is sometimes suggested· Islam is a universal relig on and there is noth ng agais aggressively oriental or anti-westem about it. [2]

مغربی علماء اسلام پر ایک کافرانہ دین ہونے اور پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جھوٹا مدعی (نبوت) ہونے کا الزام لگاتے ہیں، جس نے دنیا کو فتح کرنے کی خاطر تلوار کے ذریعہ ظالمانہ دین کی بنیاد رکھی۔ "ماہومٹ" اہل مغرب کے لیے ایک بھوت کی شکل اختیار کر گیا جس کا نام

---

[1] علوم القرآن، محمد تقی عثمانی، ص ۳۷۹، مکتبہ دار العلوم، کراچی، ۱۴۱۵ھ
بحوالہ Watt:Bell's Introduction to the Quran, Ch.2, P17

[2] ضیاء النبی، پیر محمد کرم شاہ الازہری، ج ۶، ص ۳۲۷–۳۲۸، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، ۱۴۱۸ھ
بحوالہ Muhammad A Westem Attempt to Understand Islam, P.11

ے کر مائیں نافرمان بچوں کو ڈراتی تھیں۔ ڈراموں میں پیغمبر اسلام (ﷺ) کو مغربی تہذیب کے دشمن کی شکل میں پیش کیا گیا' جس نے ہمارے بہادر ہیرو سینٹ جارج کے خلاف جنگ کی تھی۔ اسلام کے متعلق یہ غلط تصور یورپ میں ایک تسلیم شدہ حقیقت بن گیا اور اب تک دنیائے اسلام کے بارے میں ہمارے خیالات اس غلط تصور سے متاثر ہوتے ہیں یہ سوچنا غلط ہے کہ اسلام تشدد پسند اور متعصب دین ہے جیسا کہ اکثر سمجھا جاتا ہے۔ اسلام ایک عالمگیر دین ہے۔ اس کے بارے میں ایک مغرب دشمن مشرقی مذہب ہونے کا خیال قطعی غلط ہے۔

اگر آپ کسی کی زندگی کے بارے میں پوری طرح واقف نہ ہوں' اس کے حالات کے بارے میں اچھی طرح آگاہ نہ ہوں' تو اس شخص کے بارے میں رائے زنی یا تو قیاس پر مبنی ہوگی اور یا پھر آپ کا تبصرہ کمزور' مبہم' نامکمل اور گمراہ کن ہوگا۔ اس کے برعکس اگر آپ کسی شخصیت کے بارے میں پوری آگاہی رکھتے ہوں گے اور اس کی ذات کے حسن و قبح سے اچھی طرح واقف ہوں گے تو آپ کی رائے مضبوط اور ثقہ کہلائے گی۔ کسی بھی اور پیغمبر U' دنیاوی لیڈر' پیشوا اور رہنما کے مقابلے میں ہمیں حضور ﷺ کی ذات گرامی ہی وہ ہستی نظر آتی ہے جس سے تاریخ کا طالب علم پوری طرح آگاہ ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی کا کوئی گوشہ' کوئی واقعہ اور کوئی صفحہ عدم واقفیت کے باعث نظروں سے اوجھل نہیں ہوا' لاعلمی کی تاریکی میں گم نہیں ہوا' بلکہ آپ ﷺ کے شب و روز' آپ ﷺ کے ماہ و سال' آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا ہر پہلو' ہر زاویہ علم کے اجالے میں روز روشن کی طرح عیاں اور فروزاں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مستشرقین کے گروہ میں ایسے لوگ بھی نظر آتے ہیں کہ اگرچہ انہیں اسلام کی نعمت تو میسر نہ آسکی' مگر وہ بھی نور رسالت کی حقیقت کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکے۔

At about the same time, in the eigth and ninth centuries, the first Muslim historians began to write about the life of the Prophet Muhammad. Muhammad ibn Ishaq (d.767); Muhammad ibn 'Umar al-Waqidi (d.c. 820), Muhammad ibn Sa'd (d.845); and Abu Jarir at-Tabari (d.923). These historians were not simply relying on their own memories and impressions, but were attempting a serious historical reconstruction. They included earlier documents in their narratives, traced oral traditions back to their original source,

and, though they revered Muhammad as a man of God, they were not entirely uncritical. Largely as a result of their efforts, we know more about Muhammad than about nearly any other founder of a major religious tradition.These early sources are indispensable to any biographer of the Prophet, and I will frequently refer to them in these pages. [1]

تقریباً اُسی وقت یعنی آٹھویں اور نویں صدی عیسوی میں پہلے مسلمان تاریخ دانوں نے محمد رسول اللہ (ﷺ) کے حالات زندگی کے بارے میں لکھنا شروع کیا: محمد ابن اسحاق (م ۷۶۷ء)' محمد بن عمر الواقدی (م ۸۲۰ء) محمد ابن سعد (م ۸۴۵ء) اور ابو جریر الطبری (م ۹۲۳ء)۔ ان تاریخ نویسوں نے محض اپنی یادداشتوں اور تاثرات پر انحصار نہیں کیا' بلکہ سنجیدہ تاریخی تعمیر نو کی کوشش کی۔ انہوں نے واقعات کی تدوین کے لیے ابتدائی دستیاب مواد کو شامل کیا' زبانی روایات کا اس کے اصل ماخذ تک سراغ لگایا اور محمد (ﷺ) کی عظمت کو خدا کے رسول کی حیثیت سے اجاگر کیا۔ تدوین تاریخ کے معاملے میں ان کا رویہ کاملاً غیر ناقدانہ نہیں تھا۔ ان لوگوں کی کاوشوں کی وجہ سے آج ہم (دنیا) محمد (ﷺ) کے بارے میں کسی بھی اور دین کے بانی کے مقابلے میں زیادہ جانتے ہیں۔ کسی بھی سوانح نگار کے لیے ان ابتدائی ماخذوں سے بے اعتنائی ممکن نہیں ہے اور میں اس کتاب میں جابجا ان حوالہ جات سے استفادہ کروں گی۔

جان ڈیون پورٹ کی کتاب ''اپالوجی فار محمد اینڈ دی قرآن'' کے تمہیدی الفاظ یہ ہیں:

اس میں کوئی کلام نہیں کہ تمام مقننوں اور فاتحوں میں ایک بھی ایسا نہیں جس کے سوانح حیات محمد ﷺ کے سوانح حیات سے زیادہ مفصل اور سچے ہوں۔ [2]

ایک اور انگریز مترجم و مفسر قرآن محمد مارماڈیوک پکتھال نے ان الفاظ میں اظہار خیال کیا ہے کہ دوسرے پیغمبروں کے خلاف جن کی اصلی تصویر غیر واجب عقیدت مندی کی دھند کے باعث ہم سے پوشیدہ ہے' محمد (ﷺ) ایک روشن اور تاریخی کردار رکھتے ہیں' جن کے

---

[1] Muhammad A Prophet for Our Time , Karen Armstrong, P.14 - 15 Atlas Books New York.2006

[2] اسوۂ حسنہ کا مفہوم' نبی احمد سہا' سیارہ ڈائجسٹ رسول نمبر' ج ۲' ص ۲۰۵' لاہور نومبر ۱۹۷۳ء

طرزِعمل اور طریق زندگی کی پوری تفصیلات روزِ روشن کی طرح خود ان کے معاصرین نے ہمارے لیے جمع کر دی ہیں۔ [۱]

پروفیسر مارگولیس لکھتے ہیں:

محمد (ﷺ) کے سوانح نگاروں کا ایک ایسا طویل سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا ناممکن ہے۔ لیکن اس میں جگہ پانا قابل عزت ہے۔ [۲]

کون سی امت، کون سا گروہ، کون سی قوم اور کون سی جماعت ایسی ہے جس نے اپنے پیغمبر، پیشوا، قائد و رہنما کے ایک ایک قول، ایک ایک فعل اور ایک ایک تعلیم کو نہ صرف جانا ہو بلکہ سپردِ قلم کیا ہو، اس کے ریکارڈ کو محفوظ کیا ہو اور آنے والے انسانوں اور زمانوں کے لیے ان کا ابلاغ کیا ہو۔ یہاں تک کہ آج کی بہت ترقی یافتہ اقوام جن کے پاس نہ سرمائے کی کمی ہے، نہ وسائل کا فقدان ہے اور نہ ٹیکنالوجی کی عدم دستیابی کا عذر ہے اپنے پیغمبروں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ أ کے حالات زندگی کو محفوظ نہ کر سکے۔ توریت اور انجیل کب اور کس طرح محفوظ کی گئیں اس کا کوئی ریکارڈ اور ڈیٹا دستیاب نہیں۔ یہی حال ہندوؤں، جین اور بدھسٹوں کا ہے۔ ہر طرف لاعلمی کی تاریکی اور عدم واقفیت کی دھول پڑی ہے۔

فلکیات، طبیعات اور تاریخ کی سائنس کے پروفیسر مائیکل ہارٹ "Michael H. Hart" (پ ۱۹۳۲ء) جو نسلی طور پر عیسائی ہیں، کی ایک کتاب جو حالیہ سالوں میں چھپی ہے، جس نے کافی شہرت پائی ہے اور کافی زیر بحث رہی ہے۔ کتاب کا نام ہے "The 100"۔ مصنف نے اس کتاب میں ایسی ۱۰۰ عظیم ترین شخصیات کا انتخاب کیا ہے، حالات زندگی اور ان کے کارناموں کا احاطہ کیا ہے جنہوں نے تاریخ انسانی پر سب سے زیادہ گہرے اور دور رس نتائج مرتب کیے ہیں۔ اس کتاب میں مصنف نے اشوک (Asoka)، ارسطو، گوتم بدھ، کنفیوشس، ہٹلر، پیٹو، زرتشت جیسی شخصیات کو شامل کیا ہے۔ اس کتاب میں اس نے ترتیب وار سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والی شخصیت کو نمبر ۱ پر رکھا ہے پھر درجہ بدرجہ ۱۰۰ تک پہنچا ہے۔ اس نے ہر شخصیت کے بارے میں اس کی متعلقہ درجہ بندی کی وضاحت بھی کی ہے اور اس کا سبب

---

[۱] ایضاً

[۲] نقوش، رسول نمبر، ج ۳، ص ۴۸۰، ادارہ فروغ اردو، لاہور، ۱۹۸۳ء

بھی بیان کیا ہے۔ بہ حیثیت قاری آپ کا اس کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے، مگر آپ اس شخص کی تحقیق اور اس کی عرق ریزی کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتے ہیں۔

اس کتاب کی سب سے حیرت انگیز اور چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ اس نے پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کو تاریخ انسانی کی سب سے زیادہ با اثر شخصیات (Most Influencial) کی فہرست میں سب سے پہلی جگہ دی ہے یعنی نمبر ۱ قرار دیا ہے۔

رب کائنات صدیوں پہلے یہ اعلان کر چکا تھا کہ

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" (احزاب:۲۱)

بے شک اللہ کے رسول (کی زندگی) میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

مائیکل ہارٹ نے واضح اور پر زور الفاظ میں اقرار کیا:

My choice of Muhammad to lead the list of the word's most influential persons may surprise some readers and may be questioned by others. But he was the only man in history who was supremely successful on both the religious and secular level. [1]

میری جانب سے تاریخ انسانی کی سب سے با اثر شخصیت کے طور پر محمد (ﷺ) کو منتخب کرنا بعض قارئین کے لیے حیرانگی کا باعث ہو سکتا ہے اور بہت سے لوگ سوالات بھی اٹھا سکتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ محمد ﷺ ہی وہ واحد ہستی ہیں جو دونوں اعتبارات یعنی دینی اور دنیاوی لحاظ سے کامیاب ترین قرار دی جا سکتی ہے۔

The Bedouin Tribesmen of Arabia had a reputation as fierce warriors. But their number was small; and plagued by disunity and internecine warfare, they had been no match for the larger armies of the kingdoms in the settled agricultural areas to the north. However, unified by Muhammad for the first time in history, and inspired by their fervent belief in the one true God, these small Arab armies now embarked upon one of the most astonishing series of conquests in human history. To

---

[1] The 100:A Ranking of Most Incfluential Persons in History, Michael H. Hart, P.3 ,Card Publishing Group, New Jersey, USA 1993

the northeast of Arabia lay the large Neo-Persian Empire of the Sassanids; to the northwest lay the Byzantine, or Eastern Roman Empire, centered in Constantinople, Numerically, the Arabs were no match for their opponents. On the field of battle, though, the inspired Arabs rapidly conquered all of Mesopotamia, Syria, and palestine By 642 Egypt had been wrested from the Byzantine Empire, while the persian armies had been crushed at the key battles of Qadisiya in 637, and Nehavend in 642.

But even these enormous conquests - which were made under the leadership of Muhammad's close friends and immediate successors, Abu Bakr and 'Umar ibn al-Khattab did not mark the end of the Arab advance. By 711, the Arab armies had swept completely across North Africa to the Atlantic Ocean, There they turned north and crossing the strait of Gibraltar, overwhelmed the Visigothic Kingdom in Spain.

For a while, it must have seemed that the Muslems would overwhelm all of Christian Europe. However, in 732, at the famous Battle of Tours, a Muslem army, which had advanced in to the center of France, was at last defeated by the Franks, Nevertheless, in a scant century of fighting, these Bedouin tribesmen, inspired by the word of the Prophet, had carved out an empire stretching from the borders of India to the Atlantic Ocean the largest empire that the world had yet seen. ⁽¹⁾

عرب کے بدو قبیلے کے لوگ خوفناک جنگجو ہونے کے لحاظ سے شہرت رکھتے تھے' لیکن ان کی تعداد تھوڑی تھی اور وہ نااتفاقی کی وبا اور باہمی جنگوں میں پھنس گئے تھے۔ وہ شمالی زرعی علاقوں کی سلطنتوں کی بری افواج کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے' تاہم آنحضرت محمد مصطفی ﷺ کی ذات اقدس کی وجہ سے تاریخ میں پہلی مرتبہ ایمان سے سرشار ہونے اور خدائے واحد پر اپنے پختہ یقین کی وجہ سے ان چھوٹی چھوٹی عرب فوجوں نے حیرت انگیز طور پر انسانی تاریخ میں

ف The 100:A Ranking of Most Incfluential Persons in History, Michael H, Hart, P.4-5,Card Publishing Group, New Jersey, USA:1993

فتوحات کا ایسا تسلسل قائم کیا کہ عقل انسانی دنگ رہ گئی۔ عرب کے شمال مشرق میں ساسانیوں کی وسیع و عریض سلطنت تھی۔ شمال مغرب میں بازنطینی یا مشرقی رومی سلطنت تھی جس کا مرکز قسطنطنیہ تھا۔ تعداد کے لحاظ سے عربوں کا اپنے مخالفوں سے مقابلہ کیا ہی نہیں جا سکتا تھا۔

تاہم میدان جنگ میں اپنے جذبہ ایمانی' جوش اور ولولے سے عربوں نے بہت جلد عراق' شام اور فلسطین کو فتح کر لیا۔ ۶۴۲ء میں مصر کو بازنطینی حکومت سے چھین لیا گیا جبکہ ایرانی افواج کو ۶۳۷ء میں قادسیہ اور نہاوند کی جنگوں میں فیصلہ کن شکستیں دیئے کے بعد تباہ و برباد کر دیا گیا۔ لیکن ان بے پناہ اور لاتعداد فتوحات کے باوجود جو کہ محمد ﷺ کے انتہائی قریبی رفقاء اور خلفاء حضرت ابوبکر t اور حضرت عمر بن خطاب t نے کیں' عربوں کی فتوحات رکی نہیں۔ ۷۱۱ء تک عرب افواج نے شمالی افریقہ کو بحر اوقیانوس تک فتح کر لیا۔ وہاں سے وہ شمال کی طرف مڑے اور آبنائے جبل الطارق کو عبور کر کے انہوں نے سپین کی گوتھک سلطنت کو بھی ختم کر ڈالا۔ کچھ وقت کے لیے تو یوں لگتا تھا کہ مسلمان سارے عیسائی یورپ کو فتح کر لیں گے۔ تاہم ۷۳۲ء میں تورس کی مشہور جنگ میں جب مسلمان فوج فرانس کے مرکز تک پہنچ گئی تھی' فرانسیسیوں نے انہیں شکست دے دی۔ بایں ہمہ صدی کی بکھری ہوئی جنگوں کے دوران حضور اکرم ﷺ کے فرامین سے متاثر ان بدو قبائل نے وہ سلطنت تشکیل دی جو ہندوستان اور بحر اوقیانوس تک پھیلی ہوئی تھی' دنیا کی سب سے عظیم اور وسیع سلطنت جسے چشم فلک نے آج تک دیکھا ہے۔ [1]

پروفیسر محمد طاہر القادری کہتے ہیں:

یہ اعزاز و امتیاز تاریخ میں صرف رسالت و سیرت محمدی ﷺ کو ہی نصیب ہوا کہ اپنی ظاہری حیات مبارکہ کے اندر ہی اپنے مشن کو ہر جہت اور ہر اعتبار سے پایہ تکمیل تک پہنچا دیا اور "**لیظھرہ علی الدین کلہ**" کا وہ تاریخ ساز انقلابی اعلان جو آپ ﷺ کے مقصد بعثت کے طور پر کیا گیا تھا اس کی حتمی کامیابی کے نتائج صحیفہ ارضی پر مرتسم ہو گئے۔ پھر کامیابی اور نتیجہ خیزی کا یہ عمل تسلسل کے ساتھ حضور ﷺ کی وفات کے بعد بھی صدیوں تک جاری رہا۔ بالآخر فروغ دعوت حق کا یہ سلسلہ روئے زمین کی ان حدود تک جا پہنچا جن کا مشاہدہ

---

[1] ترجمہ از محمد طاہر القادری' مقدمہ سیرۃ الرسول' ج ۱' ص ۴۸۸

حضور ﷺ کو کروایا گیا تھا۔ [1]

My choice of Muhammad to lead the list of the world's most influential persons may surprise some readers and may be questioned by others, but he was the only man in history who was supremely successful on both the religious and secular levels despite of humble origins, Muhammad founded and promulgated one of the worlds great religions and became immensely effective political leader. Today, thirteen centuries after his death, his influence is still powerful and pervasive.

It may initially seem strange that Muhammad has been ranked higher than Jesus. There are two principal reasons for that decision. First, Muhammad played a far more important role in the development of islam than that done by Jesus for Christianity Furthermore, Muhammad (unlike Jesus) was a secular as well as a religious leader. In fact, as the driving force behind the Arab conquests, he may well rank as the most influential political leader of all time.

It is this unparalled combination of secular and religious influence which I feel entitles Muhammad to be considerd the most influential single figure in human history. [2]

دنیا کی سب ذی اثر شخصیات میں سے محمد ﷺ کا میرا پہلا انتخاب' کچھ قارئین کو حیران کر دے گا اور ہو سکتا ہے بعض حلقوں کی طرف سے اس پر سوال کیا جائے' لیکن حقیقت یہ ہے کہ ذات محمد ﷺ ہی وہ ذات اقدس ہے جو دنیوی و مادی اور مذہبی و روحانی دونوں سطحوں پر سب سے بڑھ کر کامیاب رہی۔ ایک انتہائی متوسط خاندان سے تعلق رکھنے والے محمد ﷺ نے نہ صرف دنیا کے ایک عظیم مذہب کی بنیاد رکھی' بلکہ اس کی اشاعت بھی کی اور ایک انتہائی سحر انگیز سیاسی موثر رہنما بن گئے۔ ان کی وفات کے تیرہ سو سال بعد ان کا اثر آج بھی پائیدار' مضبوط اور اسی طرح جاری و ساری ہے۔

---

[1] مقدمہ سیرۃ الرسول' ج ۲' ص ۸۸-۸۹' محمد طاہر القادری' منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور' ۲۰۱۲ء

[2] The 100:A Ranking of Most Influential Persons in History, Dr. Michael H. Hart, P.33, Heart Publishing Company Inc., New York.1978

ابتدائی طور پر یہ بات حیرت انگیز ہو سکتی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رتبہ و مرتبہ حضرت عیسیٰ ؑ سے بلند تر ہے۔ اس فیصلے کی دو بنیادی وجوہات ہیں: اول یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشاعت اسلام اور اس کی ترویج و ترقی میں جو کچھ کیا وہ حضرت عیسیٰ ؑ کی عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت سے کہیں بڑھ کر ہے۔

علاوہ ازیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عیسیٰ ؑ کے برعکس مذہبی ولا دینی سبھی لوگوں کے رہنما تھے۔ فی الحقیقت عربوں کی فتوحات کے پیچھے انہی کی زبردست قوت کام کر رہی تھی۔ انہیں بلا تامل تاریخ کی ایسی اثر انگیز اور موثر شخصیت کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے جن کی مثال نہیں ملتی اور نہ ہی مل سکتی ہے۔

مذہب و دنیاوی زندگی پر ان کے دو عظیم اور گہرے اثرات ہیں جن کی وجہ سے میں سمجھتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاریخ انسانی کی واحد مثال ہیں۔

اس امر کا بیان "A.J. Arberry" نے ان الفاظ میں کیا ہے:

When he (Muhammad) died in 634, Islam was secure as the paramount religion and political system of all Arabia.

From the Atlantic coast, to the borders of China the call to prayer, in the tongue of Maca, rang out from minaret, summoning the faithful to prostrate themselves to the Lord of the world The rapidity spread of Islam, through extensive provices which had long been Christian, is a crucial fact of history which has naturally engaged the speculative allousion of many critical investigator, ⁽¹⁾

جب ۶۳۴ء میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا اس وقت اسلام پورے خطہ عرب میں ایک غالب دین اور سیاسی نظام کے طور پر مستحکم ہو چکا تھا۔

وادی مکہ سے اٹھنے والی حق کی یہ آواز ہر طرف پھیل چکی تھی۔ بحر اوقیانوس کے ساحل سے لے کر چین کی سرحدوں تک مساجد کے میناروں سے بلند ہونے والی صدائے دلنواز اہل ایمان کو رب کائنات کے حضور سربسجود ہونے کی دعوت دے رہی تھی۔ اسلام کی اس درجہ تیزی

ؔ Aspects of Islamic Civilization: As Depicted in the Original Texts, A.J. Arberry, P11-12,University of Michigan Press, USA:1967

سے اشاعت خصوصاً ان دور دراز علاقوں میں جو عرصہ دراز سے عیسائی رہ چکے تھے ایک ایسی اٹل تاریخی حقیقت ہے جس نے بہت سے نقاد تاریخ نگاروں کی توجہ کو بدیہی طور پر اپنی طرف مبذول کر لیا ہے۔

اس وقت عالمی اعداد و شمار یہ بتاتے ہیں کہ آج دنیا میں عیسائی مسلمانوں سے تقریباً ڈیڑھ گنا زیادہ تعداد میں موجود ہیں' مگر اس کے باوجود مائیکل ہارٹ پیغمبر اسلام محمد ﷺ کو سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والی شخصیات میں پہلے نمبر پر رکھنے کا دفاع کرتے ہوئے اور اس کی وجوہات بتاتے ہوئے کہتا ہے:

Since there are roughly twice as many Christians in the world. It may initially seem strange that Muhammad has been ranked higher than Jesus.

There are two principal reasons for that decision.

First, Muhammad played a far more important role in the development of Islam than Jesus did in the development of Christianity.

Although Jesus was responisb'le for the main ethical and moral precepts of Christianity (Insofar as these differed from Judaism), St. Paul was the main developer of Christian Theology. Its principal proselytizer and the author of a large portion of the new testament.

Muhammad, However, was responsible for both the theology of Islam and its main ethical and moral principles. In addition, he played the key role in proselytizing the new faith, and in establishing the religious practices of Islam. [1]

اس حقیقت کے باوجود کہ اس وقت دنیا میں مسلمانوں کے مقابلے میں دو گنے عیسائی آباد ہیں محمد (ﷺ) کو حضرت عیسیٰ (u) سے بلند تر مقام پر فائز کرنا حیرانگی کا باعث بنے گا۔ لیکن ایسا کرنے کے دو بنیادی عوامل ہیں:

پہلا یہ کہ اسلام کی ترقی میں محمد (ﷺ) نے زیادہ اہم کردار ادا کیا ہے بہ نسبت حضرت مسیح (u) کے کردار کے جو انہوں نے عیسائیت کی ترویج کے لیے ادا کیا ہے۔

---

[1] Michael H, Hart in his book"The 100" P.38 -39

باوجود یہ کہ مسیحیت کے اصول اور اخلاقیات کے تعین میں حضرت مسیح ؑ کا کردار ہے' مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ سینٹ پال ہی مسیحیت کی الٰہیات' نظریات اور نئے معتقدات کی تشکیل اور عہد نامہ جدید (بائبل) کی تالیف کا اصل کردار ہے۔ بہر حال محمد (ﷺ) نے بذات خود اسلامی الٰہیات' اخلاقیات اور نظریات کی ترویج کی ہے۔ مزید برآں انہوں (محمد ﷺ) نے ہی نئے معتقدات کی تبلیغ و ترویج اور اسلامی تعلیمات کو روبہ عمل لانے میں اساسی کردار ادا کیا ہے۔

Who were History's Great Leaders"Time", July 15,1974

معروف امریکی جریدہ "Time" نے اپنی ۱۵ جولائی ۱۹۷۴ء کی اشاعت میں ایک کور اسٹوری (Cover Story) شائع کی جس کا عنوان تھا "تاریخ کا عظیم رہنما کون"۔ اس اشاعت میں اس طرح کے عنوانات "What makes a great leader?" (عظیم رہنما کی خصوصیت کیا ہوتی ہیں؟) "Throghout History, Who Qualifies" (تاریخی اعتبار سے ان خصوصیات پر کون پورا اترتا ہے) جیسے موضوعات پر بہت سے مضامین شامل کیے گئے تھے۔ جریدے نے تاریخ دانوں' قلم کاروں' فوجی جرنیلوں' کاروباری حضرات اور دیگر شعبہ ہائے حیات سے تعلق رکھنے والوں سے ان کی آراء معلوم کیں۔ اس بحث میں حصہ لینے والوں نے حتی الامکان معروضی طور پر ان سوالات کے جوابات دینے کی کوشش کی۔ شرکاء بحث کی آراء ان کی علمی استعداد اور متعصب ذہن (Prejudice) کی بھی غمازی کرتی تھی۔

اس بحث میں حصہ لینے والوں میں سے کوئی بھی پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کو نظر انداز نہیں کر سکا۔ ان خیالات کا اظہار کرنے والوں میں سے چند کی منتخب آراء ہم ذیل کی سطور میں پیش کر رہے ہیں:

ولیم میک نیل (William McNeill) جو ایک تاریخ دان ہیں اور ان کا تعلق یونیورسٹی آف شکاگو سے ہے' لکھتے ہیں:

If you measure leadership by impact, then you would have to name Jesus, Buddha, Mohammad, Confucius, The Great Prophets of the world.

اگر آپ دنیا میں اثر پذیری کے اعتبار سے شخصیت کو ناپنا چاہیں تو آپ کو حضرت مسیح (u)، بدھا، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، کنفیوشس کی شخصیات نمایاں نظر آئیں گی۔

جیمس گیون (James Gavin) امریکی فوج کے ریٹائرڈ لیفٹیننٹ جنرل لکھتے ہیں:

Among leaders who have made the greatest impact through ages. I would consider Mohammed, Jesus Christ, maybe Lenin, possibly Mao.

ایسے قائد ورہنما جنہوں نے عہد بہ عہد عظیم اثرات مرتب کیے ہیں، میں (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، (حضرت) مسیح (u) اور شاید لینن اور ممکنہ طور پر ماؤ کا نام لوں گا۔

جولس میزرمین (Jules Masserman) جو انسانی نفسیات کے تجربہ کار اور شکاگو یونیورسٹی کے پروفیسر ہیں، نے دوسرے شرکائے بحث کے برخلاف اپنے انتخاب کی وجوہات بھی گنوائی ہیں کہ اس کے عظیم ترین قائد کے انتخاب کی وجوہات کیا تھیں۔ اس نے کہا کہ پہلے اس معیار (Standard) کا تعین کیا جانا چاہیے جس کی بنیاد پر ہم کسی کو عظمت کا تاج پہنا سکتے ہیں۔ اس ضمن میں اس نے تین معیارات گنوائے ہیں:

(1) The leader must provide for the well-being of the lead...

یعنی کسی بھی قائد کے یے ضروری ہے کہ وہ اپنی قوم کی فلاح کا ضامن ہو۔

(2) The leader or would be leader must provide a social organization in which people feel relatively secure...

جو شخص بھی قائد ہو یا قائد بننا چاہتا ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی اتباع کرنے والوں کی فلاح کے لیے اجتماعی سماجی ڈھانچہ تشکیل دے تا کہ وابستہ افراد میں احساس تحفظ پیدا ہو۔ وہ ذاتی مفاد سے بالاتر ہو، لالچی نہ ہو اور نسلی تعصب سے پاک ہو۔

(3) That this leader must provide his people with one set of beliefs...

وہ اپنے پیروکاروں کو اعتقادات کا ایک مجموعہ فراہم کرتا ہو۔

ان نکات کا حوالہ (Quote) دینے کے بعد احمد دیدات لکھتے ہیں کہ ان کے ملک جنوبی افریقہ میں سفید فام یورپی عیسائیوں کے ایک ہزار جبکہ سیاہ فام افریقی عیسائیوں کے تین ہزار فرقے ہیں۔ حالانکہ آج سفید فاموں کے چرچ سیاہ فام پادریوں کی پرورش (Spawn ng) کر رہے ہیں۔ مگر یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ (جنوبی افریقہ میں) اپنے ۳۰۰ سالہ دور

اقتدار میں انہوں نے ایک بھی سیاہ فام پادری پیدا نہیں کیا ہے۔ آج بھی یہ عالم ہے کہ سفید فام اور سیاہ فام یا براؤن یعنی بھارت سے تعلق رکھنے والے عیسائی زیادہ تر "Dutch reformed churches" میں اکٹھے عبادت نہیں کر سکتے ہیں۔ [1]

عیسائی فرقوں کے باہمی تعصب کا تذکرہ کرتے ہوئے عیسائی "Emperor Julian" کہتا ہے:

No wild beasts are so hostile to man as Christian sects in general are to one another. [2]

کوئی بھی جنگلی وحشی اتنی دشمنی اور مخالفت نہیں رکھتا ہے جتنا کہ عیسائیوں کے فرقے آپس میں رکھتے ہیں۔

جولس میزرمین نے عظیم قائد کے اوصاف کا معیار مقرر کرنے کے بعد یہ نتیجہ پیش کیا ہے:

Perhaps the greatest leader of all times was Muhammed, who combined all three functions (and) to a lesser degree Moses did the same.

شاید تاریخ کے عظیم ترین قائد محمد (ﷺ) ہیں جنہوں نے درج بالا تینوں معیارات کو اپنے مشن میں سمو دیا تھا اور ان سے قریب تر موسیٰ (u) ہیں۔

درج بالا اقتباسات پیش کرنے کے بعد شیخ احمد دیدات سوال اٹھاتے ہیں کہ آخر کیوں میزرمین ایک امریکی یہودی اور سرکاری ملازم ہونے کے باوجود اپنے ملک میں بسنے والے ۲۰ کروڑ عیسائیوں اور یہودیوں کے جذبات کی پروا کیے بغیر یہ کہنے پر مجبور ہوا ہے کہ "The greatest leader of all times" تمام زمانوں کے عظیم ترین قائد حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ u نہیں، بلکہ حضرت محمد ﷺ ہیں۔ [3]

پادری "Canon Isaac Taylor" "The Times" London کے شمارہ ۱۸ اکتوبر ۱۸۸۷ء میں لکھتا ہے:

Over a large portion of the world Islamism as a missionary

---

[1] The Choice, Ahmed Deedat, P.113,Fahl Khair, Saudi Arabia: 1994

[2] Spirit of Islam, Sayed Amir Ali, P.iii

[3] The Choice, Ahmed Deedat, P.114 ,Fahl Khair, Saudi Arabia 1994

religion is more successful than Christianity. Not only are the Moslem converts from paganism more numerous than the Christian converts, but Christianity in some regions is actually receding before Islam, while attempts to proselytise Mohammedan nations are notoriously unsuccessful. We not only do not gain ground, but even fail to hold our own. The faith of Islam extends from Morocco to Java, from Zanzibar to China, and is spreading across Africa with giant strides. It has acquired a footing on the Congo and the Zambesi, while Uganda, the most powerful of the Negro states, has just become Mohammedan. In India, western civilization which is sapping Hinduism only prepares the way for Islam. Of the 255 millions in India, 50 millions are already Moslems, and of the whole population of Africa more than half. It is not the first propagation of Islam that has to be explained, but it is the permanency with which it retains its hold upon its converts. Christianity is less tenacious in its grasp. While in India and Africa it is receding before Islam, and in Jamaica the negroes, nominally Christian, are lapsing into Oboeism, it may be affirmed that an African tribe, once converted to Islam, never reverts to paganism, and never embraces Christianity.

Islam has done more for civilization than Christianity. I confess I am somewhat suspicious of the accounts of missionaries but take the statements of English officials, or of lay travellers, such as Burton, Pope Hennessy, Galton, Palgrave, Thompson, or Reade, as to the practical results of Islam. When Mohammedanism is embraced by a negro tribe, paganism, devil-worship, fetishism, cannibalism, human sacrifice, infanticide, witchcraft, at once disappear. The natives begin to dress, filth is replaced by cleanliness, and they acquire personal dignity and self-respect. Hospitality becomes a religious duty, drunkenness becomes rare, gambling is forbidden, immodest dances and the promiscuous intercourse of the sexes cease, female chastity is regarded as a virtue,

industry replaces idleness,licence gives place to law, order and sobriety prevail, blood-feuds, cruelty to animals and to slaves are forbidden. A feeling of humanity, benevolence and brotherhood is inculcated Polygamy and slavery are regulated and their evils are restrained. Islam, above all, is the most powerful total abstinence association in the world, whereas the extension of European trade means the extension of drunkenness and vice and the degradation of people while Islam introduces a civilization of no low order, including a knowledge of reading and writing, decent clothing, personal cleanliness, veracity and self-respect. It's restraining and civilizing effects are marvellous. How little have we to show for the vast sums of money and all the precious lives lavished upon Africa' Christian converts are reckoned by thousands, Moslem converts by millions. These are the stern facts we have to face. They are extremely unpleasant facts. It is folly to ignore them. Islam was a replica of the faith of Abraham and Moses, with Christian elements. Judaism was exclusive. Islam is cosmopoliton-not like Judaism, confined to one race, but extended to the whole world...There is nothing in the teaching of Mohammed antagonistic to Christianity. It is midway between Judaism and Christianity. This reformed Judaism swept so swiftly over Africa and Asia because the African and Syrian doctors had substituted metaphysical dogmas for religion of Christ. They tried to combat licentiousness by celibacy and virginity. Seclusion from the world was the road to holiness, and dirt was the characteristic of monkish sanctity. The people were practically polytheists, worshipping a crowd of martyrs, saints and angels. Islam swept away this mass of corruption and superstition. It was a revolt against empty theological polemics, it was a masculine protest against the exaltation of celibacy as a crown of piety. It brought out the fundamental dogmas of religion-the unity and greatness of God. It replaced monkishness by manliness. It gave hope to

the slave, brotherhood of mankind and recognition to the fundamental facts of human nature. The virtues which Islam linculcates are what the lower races can be brought to understand–temperance, cleanliness, chastity, jutice, fortitude, courage, benevolence, hospitality, varacity, and resignation. They can be taught to cultivate the four cardinal virtues, and to abjure the seven deadly sins. The Christian ideal of the brotherhood of man is the highest, but Islam preaches a practical brotherhood–the social equality of all Moslems. This is the great bribe which Islam offers. The convert is admitted at once to an excuslive social caste: he becomes a member of a vast confraternity of 150,000,000. A Christian convert is not regarded as a social equal, but the Moslem brotherhood is a reality. We have overmuch dearly beloved brethren in the reading desk but very little in daily life.

Let us remember that in some respects Moslem morality is better than our own. In resignation to God's will, in temperance, charity, veracity, and in the brotherhood of believers, they set us a pattern we should do well to follow. Islam has abolished drunkenness, gambling and prostitution, the three curses of Christian Lands. [1]

دنیا کے وسیع علاقوں میں ایک تبلیغی دین ہونے کی حیثیت سے اسلام عیسائیت سے زیادہ کامیاب مذہب ہے۔ نہ صرف یہ کہ بت پرستی ترک کر کے اسلام قبول کرنے والے عیسائیت قبول کرنے والوں کے مقابلے میں زیادہ کثیر تعداد میں ہیں بلکہ بعض خطوں میں درحقیقت عیسائیت اسلام کے مقابلے میں پسپائی جاری ہے، جبکہ محمد (ﷺ) کی قوم کا مذہب تبدیل کرانے کی تمام کوششیں ناکام ثابت ہوئی ہیں۔ نہ صرف یہ کہ ہمیں کامیابی کے لیے بنیاد فراہم نہیں ہوئی ہے، بلکہ ہم اپنے دین کی بقاء کو قائم رکھنے میں ناکام رہے ہیں۔ مذہب اسلام مراکش سے لے کر جاوا تک، زنجبار سے لے کر چین تک اور تمام افریقہ تک بڑی سرعت سے آگے بڑھ رہا ہے۔ اس نے اپنے قدم کونگو اور زمبیزی میں جما لیے ہیں، جبکہ یوگنڈا جو کہ تمام سیاہ

[1] السیرۃ عالمی، ش ۱۸، ص ۲۹۔۳۲، زوار اکیڈمی، کراچی، ۲۰۰۷ء

فام ممالک میں سب سے طاقتور ہے' نے بھی حال ہی میں اسلام کو اپنا لیا ہے۔ ہندوستان میں' جہاں کہ مغربی تہذیب ہندوؤں کا خون چوس رہی ہے دراصل اسلام کی راہ ہموار کر رہی ہے۔ ہندوستان کی ساڑھے پچیس کروڑ کی آبادی میں سے پانچ کروڑ افراد پہلے ہی مسلمان ہیں اور افریقہ کی کل آبادی کا پچاس فیصد سے زیادہ مسلمان ہے۔ یہ اسلام کی پائیداری ہے کہ وہ کس طرح اپنے اندر شامل ہونے والوں کو اپنا بنائے رکھتا ہے۔ عیسائیت اپنے ماننے والوں پر اپنی گرفت قائم رکھنے کے معاملے میں کمزور ثابت ہوئی ہے۔ جبکہ یہ ہندوستان اور افریقہ میں اسلام کے مقابلے میں سست رہی ہے' جبکہ جمیکا (ویسٹ انڈیز) کے سیاہ فام برائے نام عیسائی ہیں اور ہر بانسری بجانے والے کے سامنے بہے جا رہے ہیں۔ یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ جب کوئی افریقی قبیلہ ایک بار اسلام قبول کر لیتا ہے' تو پھر کبھی بت پرستی یا عیسائیت کی طرف نہیں پلٹتا ہے۔

اسلام نے دنیا میں تہذیب و تمدن کے لیے عیسائیت سے بڑھ کر کام کیا ہے۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں (عیسائی) تبلیغی اداروں کی کارکردگی کی بابت شکوک میں مبتلا ہوں' ہم انگریز سرکاری اہل کاروں اور عام سیاحوں کی رائے کو دیکھ لیتے ہیں' جو وہ اسلام کی کارکردگی کے بارے میں رکھتے ہیں' جیسے برٹن' پوپ ہینیسی' گالٹن' پالگریو' تھامسن یا ریڈ جیسے لوگ۔ جب کوئی سیاہ فام قبیلہ اسلام قبول کر لیتا ہے' تو بت پرستی' بھوت پرستی' شجر و حجر کی پرستش' مردم خوری' انسانی جانوں کے چڑھاوے' طفل کشی' جادو ٹونا یک بیک کافور ہو جاتے ہیں۔ جنم جنم کے وحشی قبیلے پوشاک پہننے لگتے ہیں' غلاظت پاکیزگی میں بدل جاتی ہے اور وہی لوگ مرتبہ' غیرت اور خودداری کا شاہکار بن جاتے ہیں۔ مہمان نوازی ایک دینی فریضہ بن جاتی ہے' شراب نوشی معدوم ہو جاتی ہے' جوا ممنوع قرار پاتا ہے' ناشائستہ رقص اور مخلوط جنسی تعلق کا خاتمہ ہو جاتا ہے' عورتوں کی پاک دامنی وصف قرار پاتی ہے' آرام طلبی محنت و مشقت میں بدل جاتی ہے' بے لگامی کو قانون میسر آ جاتا ہے' قرینہ اور متانت غالب آ جاتے ہیں' خونی دشمنی' جانوروں اور غلاموں سے سفاکی ممنوع قرار پاتی ہے۔ انسانیت' خیر خواہی اور بھائی چارہ اخلاقیات کا حصہ بن جاتے ہیں۔ کثرت ازدواج اور غلامی قاعدہ و قانون کے پابند بن جاتے ہیں اور ان کی برائی روک دی جاتی ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلام دنیا میں مکمل پرہیزگاری

حاصل کرنے کا سب سے طاقتور ادارہ ہے' جبکہ یورپی سوداگری (Trade) کے معنی ہی شراب خوری' بدمستی' بری عادت اور عوام کو کم تر رتبے کا حامل سمجھنا ہے' جبکہ اسلام ایک ایسی تہذیب کو متعارف کرواتا ہے جس میں کوئی بھی انسان کم تر درجے کا شہری نہیں ہوتا ہے' وہ لکھنے پڑھنے کا ہنر سکھاتا ہے' معقول لباس زیب تن کرنا' ذاتی صفائی' راست گوئی اور خودداری کی خو پیدا کرنا اس کی بنیادی صفات ہیں۔ اس کے برداشت' ضبط نفس اور تہذیبی اثرات نادر ہیں۔ ہم نے کثیر دولت اور پر تعیش زندگی جو افریقہ کی بدولت پائی ہے وہاں (افریقہ میں) عیسائیت قبول کرنے والے ہزاروں ہیں جبکہ اسلام قبول کرنے والے لاکھوں میں ملیں گے۔ یہ وہ بے رحم حقیقت ہے جس کا ہمیں سامنا کرنا ہے۔ یہ انتہائی ناخوشگوار حقیقتیں ہیں جن کا سامنا نہ کرنا' صریح نادانی ہوگی۔ اسلام دین ابراہیمی اور دین موسوی کا نقش ثانی اور عیسائیت کی خصوصیات کا حامل مذہب تھا۔ یہودیت مخصوص لوگوں کا دین ہے جبکہ یہودیت کے برخلاف اسلام ایک آفاقی مذہب ہے جس کا پھیلاؤ پوری دنیا تک ہے۔ اسلامی تعلیمات میں کوئی بھی بات عیسائیت کے مخالف نہیں ہے۔ اسلام یہودیت اور عیسائیت کے بین بین ہے۔ اصلاح شدہ یہودیت (عیسائیت) نے افریقہ اور ایشیا میں بڑی تیزی سے کامیابی حاصل کی' اس لیے کہ افریقہ اور شام سے تعلق رکھنے والے فضلاء نے عیسائیت کے دقیق علم الٰہیات کو سہل بنا کر پیش کیا۔ انہوں نے بدکاری کا مقابلہ پاک دامنی اور دوشیزگی سے کیا۔ دنیاداری کو ترک کرنا تقدس حاصل کرنے کا راستہ تھا اور نجاست راہبانہ پاکبازی کی صفت تھی۔ عملی طور پر لوگ مشرک تھے' جو شہداء کے جم غفیر' ولیوں اور فرشتوں کی پرستش کرتے تھے' اسلام خرابی کے اس ڈھیر اور اوہام پرستی کو بہا لے گیا۔ یہ کھوکھلے علم الٰہیات کے خلاف بغاوت تھی۔ یہ تجرد پسندی جسے پارسائی کی انتہا سمجھا جاتا تھا کے خلاف پرزور احتجاج تھا۔ یہ (اسلام) خدا کی وحدانیت اور عظمت کے بنیادی عقیدے کو لے کر آیا۔ اس نے راہبانہ زندگی کو انسانی اوصاف سے بدل دیا۔ اس نے غلاموں کو امید' انسانی بھائی چارہ اور انسانی مزاج کے بنیادی اوصاف کی پہچان عطاء کی۔ وہ اوصاف جو اسلام نچلے طبقات کو ذہن نشین کرانا چاہتا ہے میانہ روی' پاکیزگی' پاک دامنی' انصاف' تحمل' ضبط نفس' جرأت' خیرخواہی' مہمان نوازی' راست گوئی' سچائی' تابعداری اور قناعت ہیں۔ انہیں چار بنیادی اوصاف (حمیدہ) سکھائے جا سکتے ہیں اور سات ہلاکت خیز

گناہوں سے بچنے کی تعلیم دی جاسکتی ہے۔ بھائی چارہ کے بارے میں عیسائی تعلیمات مثالی ہیں' لیکن اسلام ایک عملی بھائی چارے کا درس دیتا ہے یعنی تمام مسلمانوں کے لیے سماجی مساوات۔ یہ وہ عظیم رشوت (ترغیب) ہے جو اسلام پیش کرتا ہے۔ اسلام قبول کرنے والا بہ یک جنبش قلم ایک بڑی سماجی برادری کا حصہ بن جاتا ہے' ایک ایسی جماعت کا حصہ جو ۱۵۰۰۰۰۰۰۰۰ (آج ۱۸۰۰۰۰۰۰۰۰) نفوس پر مشتمل ہے۔ عیسائیت قبول کرنے والا سماجی طور پر مساوات کا حامل نہیں سمجھا جاتا ہے' جبکہ اسلامی مساوات ایک حقیقت ہے۔ ہم لوگ کہنے کی حد تک آپس میں بے حد پیارے اور محبوب بھائی ہیں' مگر عملی طور پر ایسا کم ہی ہوتا ہے۔

ہمیں یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ اسلامی اخلاقیات کئی اعتبار سے ہماری اخلاقیات سے بہتر ہیں۔ رب کی رضا پر سر تسلیم خم کرنا' اعتدال و میانہ روی' انسانی ہمدردی و سخاوت' راست گوئی' باہمی بھائی چارہ وہ مثالیں ہیں جنہیں ہمیں اپنانا چاہیے۔ اسلام نے شراب نوشی' جوا اور عصمت فروشی کا قلع قمع کر دیا ہے' عیسائیت کی سرزمین کی یہی تین لعنتیں ہیں۔

مسیحی برکات کا مخزن کبھی کسی غیر یورپین کو تسلیم نہیں کیا گیا اور ایشیائی نسل کا کوئی شخص کبھی پوپ نہیں بنایا گیا۔ ہندو قوم میں بھی کبھی کوئی مغربی نسل کا شخص رشی یا مہارشی' بلکہ مندر کا پجاری بھی نہیں بنایا گیا۔ [1]

جب کہ اسلامی تاریخ اور اسلامی دنیا میں الزام کی حد تک بھی یہ بات نہیں کہی جاسکتی ہے کہ علاقائیت' زبان' رنگ و نسل کی بنیاد پر یہاں کوئی تفریق برتی گئی ہو' عز و شرف کی بنیاد رکھی گئی ہو' عظیم و حقیر جانا گیا ہو۔ یہ ایسا انقلاب تھا جس نے رنگ و نسل کے تمام بت پاش پاش کر دیئے' علاقائیت اور وطنیت کے محل مسمار کر دیے۔ اگر کوئی چیز معیار قرار پائی' تو وہ تقویٰ' للّٰہیت' اخلاص' علم اور اہلیت تھی۔ عظیم و حقیر' بلند تر و کم تر ہونے کا یہ معیار (Standard)' پیمانہ (Scale) انسانیت کے لیے پیغمبر اسلام کا ہی تحفہ ہے۔ آج انسانی مساوات مدینہ کے تاجدار کے ہی دم سے ہے اور انسانیت کا شرف اسی کی وجہ سے قائم ہے۔

---

[1] رحمت للعالمین' قاضی محمد سلیمان منصور پوری' ج ۳' ص ۸۳' شیخ غلام علی اینڈ سنز' لاہور

جارج برنارڈ شا (George Bernard Shaw)

جارج برنارڈ شا ۲۶ جولائی ۱۸۵۶ء کو ڈبلن، آئرلینڈ میں پیدا ہوا۔ خاندانی طور پر اس کا تعلق ایک عیسائی پروٹسٹنٹ گھرانے سے تھا۔ وہ مصنف، ڈرامہ نویس، مزاح نگار، صحافی اور سوشلسٹ نظریات کا پرچار کرنے والا تھا۔ اس کے لکھے گئے ابتدائی افسانوں کو نشریاتی اداروں کی طرف سے پذیرائی حاصل نہیں ہوئی۔ برسوں کی محنت شاقہ رنگ لائی اور پھر اس کے لکھے ہوئے کالموں اور ڈراموں نے جن میں سے اکثر اسٹیج کی زینت بنے، خاص و عام سے پذیرائی حاصل کی۔[1]

آپ ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے ۱۳۰۰ سال بعد جارج برنارڈ شا جیسے قدآور انسان کو اعتراف کرنا پڑا کہ محمد ﷺ ہی انسانیت کے نجات دہندہ ہیں۔

برنارڈ شا اپنی تصنیف "The Genuine Islam" میں لکھتا ہے:

He must be called the Savior of Humanity. I believe that if a man like him were to assume the dictatorship of the modern world, he would succeed in solving its problems in a way that would bring it much needed peace and happiness.[2]

میری بڑی تمنا ہے کہ میں انہیں (محمد ﷺ کو) انسانیت کے نجات دہندہ کے طور پر دیکھوں۔ میرا تو یہ اعتقاد ہے کہ محمد (ﷺ) کو اگر آج کے دور جدید کی حکمرانی سپرد کر دی جائے تو وہ آج دنیا میں موجود مشکلات کا حل تلاش کریں گے اور دنیا میں امن اور سلامتی کا دور دورہ ہو جائے گا۔

جارج برنارڈ شا مزید لکھتے ہیں:

I have always held the religion of Muhammad in high estimation because of its wonderful vitality. It is the only religion which appears to me to possess that assimilating capability to the changing phase of existence which can make itself appeal to every age. The world must doubtless attach high value to the predictions of great men like me. I have prophecies about the

---

[1] Encyclopaedia Britannica, www.britannica.com/biography/George-Bernard-shaw

[2] The Genuine Islam, George Bernard Shaw, Vol.1, P 8, Singapore: 1936

faith of Muhammad that it would be acceptable to the Europe of to-morrow as it is beginning to be acceptable to the Europe of to-day. The mediaeval ecclesiastics, either through ignorance or bigotry, painted Muhammedanism in the darkest colours. They were in fact trained both to hate the man Muhammad and his religion. To them Muhammad was Anti-Christ. I have studied him - the wounderful man, and in my opinion for from being an Anti-Christ, he must be called the Saviour of Humanity. It was in the 19th century that honest thinkers like Carlyle, Goethe and Gibbon perceived intrinsic worth in the religion of Muhammad, and thus there was some change for the better in the European attitude towards Islam. But the Europe of the present century is far advanced. It is beginning to be enamoured of the creed of Muhammad. [1]

محمد (ﷺ) کے لائے ہوئے دین میں مضمر اس کی شاندار قوت حیات کی بناء پر میں نے ہمیشہ اسے بلند مرتبہ دیا ہے۔ میری نظر میں اسلام ہی وہ واحد دین ہے جو زندگی کی تغیر پذیر حقیقتوں سے ہم آہنگ ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے اور ہر زمانے کے لوگوں کے لیے قابل قبول ہو سکتا ہے۔ دنیا کو مجھ جیسے (عظیم و جہاندیدہ) شخص کی پیش گوئی پر ضرور کان دھرنا چاہیے۔ میرا وجدان مجھے کہتا ہے کہ محمد (ﷺ) کے معتقدات کو آج کے یورپ نے قبول کرنا شروع کیا ہے اور مستقبل میں بھی یہ دین پذیرائی حاصل کرے گا۔ قرون وسطی سے تعلق رکھنے والے اہل کلیسا نے یا تو ناواقفیت کی بناء پر یا پھر تنگ نظری و تعصب کی وجہ سے محمد (ﷺ) کے لائے ہوئے دین کی قبیح تصویر کشی کی تھی۔ دراصل ان لوگوں کی تربیت ہی ایسے ماحول میں ہوئی تھی جو محمد (ﷺ) اور ان کے لائے ہوئے دین سے نفرت سکھاتا تھا۔ ان کی نظر میں محمد (ﷺ) مسیح علیہ السلام کے مخالف تھے۔ میں نے اس حیرت انگیز شخص (محمد ﷺ) کا مطالعہ کیا ہے۔ میری نظر میں نہ صرف یہ کہ وہ مسیح مخالف نہیں تھے بلکہ وہ انسانیت کے نجات دہندہ تھے۔

انیسویں صدی میں جا کر کارلائل، گوئٹے اور گبن جیسے مخلص و دیانتدار مفکرین نے محمد (ﷺ) کے دین کی حقیقت کو جانا اور تب جا کر یورپ میں اسلام کے بارے میں رویہ تبدیل ہوا۔ اس

---

[1] "Muhammad the Glory of The Ages" ڈاکٹر محمد فضل الرحمن انصاری، ص ۱۶۴۔ ۱۶۵، ڈی بی ایف سیرت ریسرچ سینٹر، کراچی، ۲۰۱۷ء

صدی کا یورپ بہت ترقی یافتہ ہے۔ یہ محمد (ﷺ) کے معتقدات سے مسحور اور ان سے گرویدہ ہونے کا نقطہ آغاز ہے۔

جارج برنارڈ شاہ ۱۹۳۵ء میں بحری راستے سے ساؤتھ افریقہ جا رہے تھے۔ ان کا جہاز "THE UNION CASTLE LINER, LINLITHGOW" ممباسا کے جزیرے پر رکا۔ یہاں وہ حاکم ممباسا کے مہمان تھے۔ اس موقع پر عالمی شہرت کے حامل مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی h سے ان کی ملاقات ہوئی۔ دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو "A SHAVIAN AND A THEOLOGIAN" کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ اس موقع پر جارج برنارڈ شا نے کہا کہ

THE FUTURE RELIGION OF THE EDUCATED, CULTURED AND ENLIGHTENED PEOPLE WILL BE ISLAM. [۱]

مستقبل کے پڑھے لکھے، تہذیب یافتہ اور روشن خیال لوگوں کا مذہب اسلام ہوگا۔

گوئٹے (JOHANN WOLFGANG VON GOETHE)

جرمن شاعر، کہانی نویس، ڈرامہ نگار، سائنس دان، سیاست دان، ناٹک (Theater) ڈائریکٹر، نقاد اور شوقیہ فن کار جوہان ولف گوئٹے کو جدید جرمن ادب کی عظیم شخصیت سمجھا جاتا ہے۔ گوئٹے ۲۸ اگست ۱۷۴۹ء کو فرینکفرٹ، جرمنی میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ پیشے کے اعتبار سے وکیل تھا اور ماں حاکم شہر کی بیٹی تھی۔ گوئٹے کو جرمن ادب میں کلاسیکل حیثیت کا حامل سمجھا جاتا ہے۔ وہ جرمن ادب کا سب سے عظیم شاعر ہے اور اسے جرمنی کے قومی شاعر جیسی اہمیت حاصل ہے۔ اس کے لکھے گئے دس ہزار خطوط اور تین ہزار نقاشی (Drawing) کے نمونوں کا سراغ آج بھی ملتا ہے۔ گوئٹے کا انتقال ۲۲ مارچ ۱۸۳۲ء کو ہوا۔ [۲]

جس قدر برطانوی شیکسپیئر کے علم و دانش اور زبان و ادب پر فخر کرتے ہیں اسی طرح جرمن گوئٹے پر فخر کرتے ہیں۔ گوئٹے کو اپنی نوجوانی ہی سے مشرق اور اسلام سے دلچسپی تھی۔ اسی شوق کی وجہ سے اس نے عربی زبان بھی سیکھی۔ اس کی نظر میں ادب اور مذہب کسی بھی ثقافت کو سمجھنے کا موثر ترین ذریعہ ہیں۔ ۱۸۱۴ء۔ ۱۸۲۷ء وہ زمانہ تھا جب اس نے مشرق اور

---

۱. A Shavian and A Theologian, M.A.A, Siddiqui, Islamic Research and Advisory Bureau, Karachi, Pakistan, P.18

۲. www.britannica.com/biography/Johann-Wolfgang-Von-Goethe

اسلامی علوم کا مطالعہ کیا، رومی اور حافظ کی شاعری کو پڑھا۔ اس کے دیوان کو مشرق اور مغرب کے ادب کا حسین امتزاج قرار دیا جا سکتا ہے۔

زیر نظر نظم نغمۂ محمدی گوئٹے کی شہرۂ آفاق نظم ہے۔ چونکہ گوئٹے کو جرمنی کے قومی شاعر ہونے کا اعزاز حاصل تھا اس لیے اس کی اس نظم کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا گیا اور اس نے ایک عالم کو متاثر کیا۔ یہ نظم گوئٹے نے غالباً ۱۷۷۲ء یا ۱۷۷۳ء میں لکھی تھی جو سب سے پہلے "GOTTINGER MUSENALMANACH" میں ۱۷۷۴ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس نظم میں تاریخ کی ایک نابغۂ روزگار شخصیت حضرت محمد ﷺ کے لیے ایک جوئے آب کی علامت اور استعارہ استعمال کیا گیا ہے، جسے دھیرے دھیرے ایک عظیم دریا کی شکل اختیار کرتے دکھایا گیا ہے۔ یہ نظم دراصل آپ ﷺ کی سیرت پر گوئٹے کے ایک غیر مطبوعہ ڈرامے کا حصہ تھی، جسے پلے کرنے کا اس کا ارادہ تھا۔ وہ ڈرامہ تو اسٹیج نہ ہو سکا، لیکن پیغمبر اسلام سے اس کے اخلاص نے اس نظم کو عالمی شہرت عطا کر دی۔ شاعر مشرق علامہ محمد اقبال نے گوئٹے کی مشہور تصنیف پیغام مغرب سے متاثر ہو کر پیام مشرق تخلیق کی۔ علامہ اقبال نے گوئٹے کی نظم "MOHAMET'S GESANG" کا آزاد ترجمہ بعنوان جوئے آب کیا ہے، یہ ترجمہ فارسی زبان میں ہے۔ بعد ازاں جامعہ کراچی کے پروفیسر اور اُردو ادب کی نامور شخصیت شان الحق حقی نے اسے اُردو کا قالب عطا کیا۔ جرمن زبان سے اسے انگریزی زبان میں لیسلی نورس (LESLIE NORRIS) نے ڈھالا ہے۔ [۱۲]

سب سے پہلے اصل جرمن زبان میں یہ نظم ملاحظہ کیجیے۔

MAHOMAET'S GESANG

Johanne Wolfgong van Goethe

Seht den Felsenquell,
Freudehell,
Wie ein Sternenblick;
Uber Wolken
Nahrten seine Jugend

---

۱۲ گوئٹے کی نظم نغمۂ محمدی کے تین تراجم، خان حسین عاقب، نعت رنگ، شمارہ ۲۷، ص ۷۹-۸۰، کراچی، ۲۰۱۷ء

Gute Geister
Zwischen Klippen im Gebusch
Junglingsfrisch
Tanzt er aus der Wolke
Auf die Marmorfelsen nieder,
Jauchzet wieder
Nach dem Himmel
Durch die Gipfelgange
Jagt er bunten Kieseln nach,
Und mit fruhem Fuhrertritt
Reibt er seine Bruderquellen
Mit sich fort.
Drunten werden in dem Tal
Unter seinem Fubtritt Blumen,
Und die Wiese
Lebt von seinem Hauch.
Doch ibn hait kein Schattental,
Keine Blumen,
Die ihm seine Knie umschlingen,
Ihm mit Liebesaugen schmeicheln:
Nach der Ebne dringt sein Lauf
Schlangenwandelnd.
Bache schmiegen
Sich geselling an. Nun tritt er
In die Ebne silberprangend,
Und die Ebne prangt mit ihm,
Und die Flusse von der Ebne
Und die Bache von den Bergen
Jauchzen ihm und refen. Bruder!
Bruder, nimm die Bruder mit,
Mit zu deinem alten Vater
Zu dem ewgen Ozean,
Der mit ausgespannten Armen
Unser wartet

Die sich, ach! Vergebens offnen,
Seine Schnenden zu fassen;
Denn uns frbt in oder Wuste
Gierger Sand; die Sonne droben
Saugt an unserm Blut; ein Hugel
Hemmet uns zum Teiche! Bruder,
Nimm die Bruder von der Ebne,
Nimm die Bruder von den Bergen
Mit, zu deinem Vater mit!
Kommt ihr alle!
Und nun schwillt er
Herrlicher; ein ganz Geschlechte
Tragt den Fursten hoch empor!
Und im rollenden Triumphe
Gibt er Landern Namen, Stadte
Werden unter seinem Fub,
Unaufhaltsam reuscht er weiter,
Labt der Turme Flammengipfel,
Marmorhauser, eine Schopfung
Seiner Fulle, hinter sich.
Zedernhauser tragt der Atlas
Auf den Riesenschultern, sausend
Wehen Uber seinem Haupte
Tausend Flaggen durch d e Lufte,
Zeugen seiner Herrlichkeit,
Und so tragt er seine Bruder,
Seine Schatze, seine Kinder
Dem erwartenden Erzeuger
Freudebrausend an das Herz.

اب اس نظم کا انگریزی ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

Mahomet's Song
Leslie Norris

See the mountain spring

Sparkle with joy,
Like the light of stars!
Above the clouds
Generous spirits
Nourished his freshets
In thickets among crags.
Brisk with young vigor
From the clouds he dances
Down to marble boulders,
Exultant, he leaps again
Uptoward heaven
Through gaps between peaks
He rolls his bright pebbles,
And with a leader's strides
Carries his sibling streams
Onwards and downwards.
And then, in the valley,
Flowers blaze in his footsteps,
And the green fields breathe
With the life of his breath
No dark valley can hold him,
Nor can flowers
Bent at his knees
Contain him with adoring glances:
He bursts his way to the flat land
Like a snake uncoiling.
Little streams nestle,
Flocking to his side; and now
He enters, glittering,
Into his meadows
And the land shines with his light,
The lowland rivers
The mountain brooks
Cheer for him, shouting. Brother,

Brother, take us with you,
Take us to your ancient Father,
To the everlasting ocean,
Who waits for us
With open arms;
Open, alas, in vain
To embrace his eager ones:
For in the avid desert
Dry sand eats us,
The sun above us
Will suck our blood, a hill
Dams us to a pond! Brother,
Take your lowland brothers with you,
Take your brothers from the mountains
With you, with you, to your father!
Come, all of you!
Majestically
He rises; a noble family,
They bear aloft this royal lord,
And on he rolls, triumphant,
Naming whole countries, the cities
Which come to life at his feet.
Unstoppable now, he rides in thunder,
Leaving behind him turrets tipped
With flame, marble places,
Evidence of his abundance.
Like Atlas, he carries great ships
On his giant shoulders. The flutter
Of a thousand whistling sails
Testify to his might and majesty.
So he carries his brother,
His children, his treasures,
In roaring tides of joy
To their father's waiting heart.

اس کے بعد علامہ اقبال کا ترجمہ بزبان فارسی ملاحظہ ہو:

جوئے آب

بنگر کہ جوئے آب چہ مستانہ می رود — مانند کہکشاں بہ گریبانِ مرغزار
در خوابِ ناز بود بہ گہوارۂ سحاب — وا کرد چشمِ شوق بہ آغوشِ کوہسار
از سنگریزہ نغمہ کشاید خرامِ او — سیمائے او چو آئینہ بے رنگ و بے غبار

زی بحرِ بے کرانہ چہ مستانہ می رود
در خود یگانہ از ہمہ بیگانہ می رود

در راہِ او بہار پری خانہ آفرید — نرگس دمید و لالہ دمید و سمن دمید
گل عشوہ داد و گفت یکی پیشِ ما بایست — خندید غنچہ و سرِ دامانِ او کشید
نا آشنائی جلوہ فروشانِ سبز پوش — صحرا برید و سینۂ کوہ و کمر درید

زی بحرِ بے کرانہ چہ مستانہ می رود
در خود یگانہ از ہمہ بیگانہ می رود

صد جوئے دشت و مرغ و کہستان و باغ و راغ — گفتند اے بسیطِ زمیں با تو سازگار
ما را کہ راہ از تنک آبی نبردہ ایم — از دست بردِ ریگِ بیاباں نگاہ دار
وا کردہ سینہ را بہ ہواہائے شرق و غرب — در بر گرفتہ ہمسفرانِ زبون و زار

زی بحرِ بے کرانہ چہ مستانہ می رود
در خود یگانہ از ہمہ بیگانہ می رود

دریائے پر خروش ز بند و شکن گذشت — از تنگنائے وادی و کوہ و دمن گذشت
یکساں چوں سیل کردہ نشیب و فراز را — از کاخِ شاہ و بارہ و کشت و چمن گذشت
بیتاب و تند و تیز و جگر سوز و بے قرار — در ہر زماں بہ تازہ رسید از کہن گذشت

زی بحرِ بے کرانہ چہ مستانہ می رود
در خود یگانہ از ہمہ بیگانہ می رود

اور اب اُردو میں شان الحق حقی کا ترجمہ پیش خدمت ہے:

نغمۂ محمدی

وہ پاکیزہ چشمہ

جو اوجِ فلک سے چٹانوں پر اُترا

درخشاں ستاروں کی تھی جوت جس کے بدن میں

سحابوں سے اوپر بلند آسماں میں پُر افشاں ملائک کی

چشمِ نگہ دار کے سائے سائے

چٹانوں کی آغوش میں عہدِ برنائی تک جوئے جولاں بنا

چٹانوں سے نیچے اترتے اترتے

وہ کتنے ہی صد رنگ انمول خزف ریزے

دامانِ شفقت میں اپنے سمیٹے

بہت سے سسکتے ہوئے رینگتے سست، کم مایہ سوتوں کو

چونکاتا، للکارتا، ساتھ لیتا ہوا خوش خراماں چلا

بے نمو وادیاں جاگ اٹھیں، لہلہانے لگیں

جس طرف اس کا رُخ پھر گیا

اس کے فیضِ قدم سے بہار آ گئی

اس کے آگے ابھی دور صحرا بھی تھے

خشک لہریں بھی تھیں، اترے دریا بھی تھے

سب اسی سیلِ جاں بخش کے منتظر

جوق در جوق پاس اس کے آنے لگے

شور آمد کا اس کی اُٹھانے لگے

راہبر ساتھ ہم کو بھی لیتے چلو

کب سے تھیں پستیاں ہم کو جکڑے ہوئے

راہ روکے ہوئے، پاؤں پکڑے ہوئے

یاد آتا ہے مسکن پرانا ہمیں

آسمانوں کی جانب ہے جانا ہمیں
ورنہ یونہی نشیبوں میں دھنس جائیں گے
جال میں اُن زمینوں کے پھنس جائیں گے
اپنے خالق کی آواز کانوں میں ہے
اپنی منزل وہیں آسمانوں میں ہے
گرد آلود ہیں پاک کر دے ہمیں
آ! ہم آغوشِ افلاک کر دے ہمیں
وہ رواں ہے رواں ہے رواں اب بھی ہے
ساتھ ساتھ اس کے اک کارواں ایسا بھی ہے
شہر آتے رہے شہر جاتے رہے
اس کے دم سے سبھی فیض پاتے رہے
اُس کے ہر موڑ پر ایک دنیا نئی
ہر قدم پر طلوع ایک فردا نئی
قصر اُبھرا کیے خواب ہوتے گئے
شاہ اور شاہیاں خواب ہوتی گئیں
عظمتیں کتنی نایاب ہوتی گئیں
ہے وہ رحمت کا دھارا مسلسل رواں
از فلک تا زمیں
از زمیں تا فلک
از ازل تا ابد جاوداں بے کراں
دشت و در گلشن و گل سے بے واسطہ
فیض یاب اس سے کل
اور خود کل سے بے واسطہ

درج بالا تفصیل خان حسنین خان کے مضمون گوئٹے کی نظم نغمہ محمدی کے تین تراجم سے

ماخوذ ہے۔[1]

پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں گوئٹے کی عقیدت اور اعتراف عظمت کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر فتح محمد ملک اپنے مضمون اقبال اور گوئٹے کا نغمہ محمدی میں لکھتے ہیں:

آغاز شباب ہی میں گوئٹے نے یہودیت، عیسائیت اور اسلام پر تین سلسلہ وار ڈرامے تخلیق کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ اسلام کے موضوع پر اپنے مجوزہ ڈراما میں گوئٹے نے آنحضور ﷺ کی سیرت و کردار کو مرکزی حیثیت دینے کا ارادہ کیا تھا۔ اپنی خودنوشت بعنوان شاعری اور صداقت میں گوئٹے نے دو صفحات پر پھیلے ہوئے ایک بیانیہ میں اس تمنا کی صورت گری کی ہے۔ لکھتے ہیں:

میرے دل میں یہ خیال تقویت پکڑتا گیا کہ محمد ﷺ کی حیات طیبہ پر لکھوں، جنہیں میں نے ہمیشہ صادق پایا اور جن کے نکتہ چینوں کو میں نے ہمیشہ گمراہ سمجھا۔ جب یہ خیال میرے دل میں آیا تو میں اس کام کے لیے بخوبی تیار تھا کیونکہ میں اس سے پیشتر آنحضور ﷺ کی حیات و کردار کا بنظر غائر مطالعہ کر چکا تھا۔ یہ تحریک ایک مناجات سے شروع ہوتی ہے۔[2]

---

[1] نعت رنگ، شمارہ ۲۷، ص ۷۹۔۸۸، کراچی، ۲۰۱۷ء بحوالہ

(الف) پیام مشرق، علامہ اقبال، اقبال اکیڈمی پاکستان

(ب) قند پارسی، رایزنی فرہنگی جمہوری اسلامی ایران، نئی دہلی، شمارہ ۹۱، ستمبر۔دسمبر ۲۰۰۲ء

(ج) عالمی نعتیہ انتخاب، اطیب اعجاز، حیدرآباد

(د) Oxford Companion to German literature

(ر) Wikisource

(ز) A Leslie Norris Translation of Selected Poem by Johann Wolfgang von Goethe: Leslie Norris and Alan F Keele

(س) Yearbook of the Goethe Society of India, 1999-2000, S. 184-201.

(ش) www.goethezeitportal.de/db/wiss/goethe/bhatti_iqbal.pdf

(ص) Annemarie Schimmel, Gabriel's Wing A Study into the Religious Ideas of Sir Mohammad Iqbal.

(ض) Anil Bhatti: Iqbal and Goethe J.N.U. New Delhi.

[2] نعت رنگ، ش ۲۷، ص ۱۰۸، کراچی، ۲۰۱۷ء

نپولین بونا پارٹ (Napolean Bonaparte)

نامور فرانسیسی فاتح (پیدائش ۱۵/اگست ۱۷۶۹ء' انتقال ۵/مئی ۱۸۲۱ء) کہتا ہے:

Mohammad, in reality, was a great leader. His followers conquered half of the world in a short time and the discipline which they maintained under his leadership was simply marvellous and so was their bravery, courage and devotion to the cause which they loved and cherished. This, coupled with the contempt for death as taught by their leader, made them great soldiers and fighters like of whom history rarely produces. I simply marvel at the achievements of this son of the Desert within a period of 15 years only a thing which Moses and Christ could not do in fifteen hundred years.

I salute this great-man; I salute his qualities of head and heart. [1]

محمد (ﷺ) درحقیقت بنی نوع انسان کے ایک عظیم رہنما تھے۔ آپ کے پیروکاروں نے مختصر عرصے میں آدھی دنیا کو فتح کر لیا اور وہ نظم اور پابندی قانون جس کو انہوں نے آپ (ﷺ) کی رہنمائی میں برقرار رکھا حیران کن تھی جس طرح ان کی جرأت و بہادری اور مقصد سے لگن تھی جس کو وہ دل و جان سے عزیز رکھتے۔ ان کے اس شعار اور موت کو حقیر سمجھنے کے عمل نے جس کی تعلیم ان کے ہادی نے انہیں دی تھی ان کو عظیم سپاہی اور مجاہد بنا دیا جن کی نظیر تاریخ شاذ ہی پیش کر سکتی ہے۔ میں پندرہ سال کے محدود عرصے میں فرزند صحرا کی نمایاں کامیابیوں پر انگشت بدنداں ہوں۔ یہ ایسا کارنامہ ہے جو موسیٰ (u) اور عیسیٰ (u) پندرہ سو سالوں میں بھی انجام نہ دے سکے۔ میں اس عظیم انسان کو سلام کرتا ہوں۔ میں ان کی دل و دماغ کی صفات حمیدہ کو سلام کرتا ہوں۔

"John Davenport" کا تعلق برطانیہ سے تھا' متعدد کتب کا مصنف اپنی مشہور کتاب "An Apology for Mohammed and the Koran" میں لکھتا ہے:

He possessed talents of a superior order - his preception was quick and active, his memory capacious and retentive, his imagination lively and daring,his judgement clear and

---

[1] سیرۃ الرسول' محمد طاہر القادری' ج ۷' ص ۵۸۹-۵۹۰' منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۷ء

perspicuous his courage dauntless and whatever may be the opinion of some as to the sincerity of his convictions, his tenacity of purpose in the pursuit of the great object of his life and his patient endurance, cannot but extort the admiration of all. His natural eloquence was enhanced by the use of the purest dialect of Arabia and adorned by the charm of a graceful elocution.

Such was Mohammed, the hero-prophet, whose enthusiasm and genius founded a religion which was to reduce the followers of Zoroaster to a few scattered communities, invade India, to overpower the ancient Brahmanism, as well as the more wide-spread Buddhism even beyond the Ganges, to wrest her most ancient and venerable provinces form Christiantiy, to subjugate by degrees the whole of her Eastern dominions and roman Africa, from Egypt to the straits of Gibralter, to assail Europe at its western extremity, to possess the greater part of Spain and to advance to the borders of Loire, which was to make the elder Rome tremble for her security and finally, to establish itself in triumph, within the new Rome of Constantinople. [1]

وہ ایک اعلیٰ استعداد کا حامل شخص تھا' فوری اور مستعد ادراک کا حامل' وسیع اور قوی حافظہ کا مالک' اس کی پرواز فکر زندہ دلی اور جرأت سے عبارت تھی' اس کی قوت فیصلہ واضح اور غیر مبہم تھی' اس کی شجاعت شک سے بالاتر تھی' کوئی اس ذات گرامی کے بارے میں کچھ بھی رائے رکھتا ہو' مگر حقیقت میں اس کے عظیم مقصد حیات کے بارے میں اس کا غیر متزلزل یقین' مستقل مزاجی وقوت برداشت کے اوصاف ہر ایک کو اس کا گرویدہ بنا لیتے ہیں۔ صناعی سے پاک (قدرتی) فصاحت جسے اس کی خاص عربی زبان دانی نے مہمیز کر دیا تھا اور جسے اس کی فریفتہ کر دینے والی مسجع خطابت نے دلکشی بخشی تھی

محمد (ﷺ) ایسے باکمال (Hero) رسول تھے جن کی ولولہ انگیز فہم و فراست نے ایک ایسے دین کی بنیاد رکھی جس نے زرتشت (آتش پرستوں) کے پیروکاروں کو سمیٹ کر چند منتشر

[1] An Apology for Mohammed And The Koran, John Davenport, P.11 and 55, J, Davy and Sons, Long Acre, London: 1869

آبادیوں تک محدود کر دیا' ہندوستان کے حاکم بن گئے' ہندومت کو زیر نگیں کر لیا' قدیم بدھ مت جس کی وسعتیں دریائے گنگا کے اس پار تک تھیں کو مغلوب کر لیا' عیسائیوں سے ان کے قدیم اور معزز صوبے چھین لیے' ان کے زیر تسلط ان کی عملداری میں موجود تمام تر مشرقی علاقے اور رومن افریقہ' مصر سے لے کر تنگن جبل الطارق تک چڑھ دوڑے' اسپین کے وسیع علاقوں پر قبضہ کر لیا' وادی لوئر (مرکزی فرانس) کی سرحدوں تک پیش قدمی کر لی' جس نے قدیم روم کو اس کی بقاء کے بارے میں لرزہ براندام کر دیا اور بالآخر اپنے آپ کو رومی سلطنت کے مرکز قسطنطنیہ کا فاتح بنا لیا۔

مہندس کرم چند گاندھی (Mohandas Karamchand Gandhi)

(۱۸۶۹ء–۱۹۴۸ء)

انڈیا کے بابائے قوم (Father of the Nation) گاندھی جی یا مہاتما گاندھی نے پیغمبر اسلام کے بارے میں کہا:

I wanted to know the best of one who holds today undisputed sway over the hearts of millions of mankind .... I became more than convinced that it was not the sword that won a place for Islam in those days in the scheme of life. It was the rigid simplicity, the utter self-effacement of the Prophet, the scrupulous regard for his pledges, his intense devotion to his friends and followers, his intrepidity, his fearlessnes, his absolute trust in God and in his own mission. These and not the sword carried everything before them and surmounted every obstacle. When I closed the 2nd volume (of the Prophet's biography), I was sorry there was not more for me to read of the great life.

میں اس ہستی کے بارے میں جاننا چاہتا تھا جو کروڑوں انسانوں کے دلوں پر بلا اختلاف حکمرانی کرتی ہے .... میں اس بات کا قائل ہو چکا ہوں کہ اسلام کو جو سربلندی ملی ہے وہ تلوار کی مرہون منت نہیں ہے۔ یہ پیغمبر اسلام (ﷺ) کی کمال سادگی' منکسر مزاجی' باریک بین یقین دہانی اور اپنے دوستوں اور پیروکاروں سے وفاداری تھی' ان کا دلیری اور خوف سے عاری ہونا

📖 Young India, 1924

تھا' ان کا اپنے مشن اور اپنے خدا پر کامل بھروسہ تھا۔ یہ صرف تلوار نہیں تھی جس نے کارہائے نمایاں انجام دیئے اور راستے کی ہر رکاوٹ کو عبور کیا۔ جب میں نے سیرت رسول کی دوسری جلد ختم کی مجھے کہنا پڑا کہ اب مجھے مزید کچھ پڑھنے کی ضرورت نہیں رہی ہے۔

دیوان چند شرما (Diwan Chand Sharma) نے اپنی تالیف "The Prophets of the East" میں لکھا:

Muhammad was the soul of kindness and his influence was felt and never forgotten by those around him. [1]

محمد (ﷺ) شفقت اور لطف و کرم کا پیکر تھے' جو افراد ان کے گرد تھے وہ ہمیشہ ان کی شخصیت کے زیر اثر رہے اور انہوں نے اپنے ہادی کو کبھی فراموش نہیں کیا۔

مشہور روسی دانشور ٹالسٹائی رقم طراز ہے:

اس میں کوئی شک نہیں کہ محمد ﷺ ان مصلحین میں سے ہیں جنہوں نے ہیئت اجتماعیہ کی شاندار خدمات انجام دی ہیں۔ وہ سب سے بڑے اور عظیم ترین مصلح تھے۔ ان کا یہ کارنامہ انتہائی فخر کے قابل ہے کہ انہوں نے دنیا کی جاہل ترین قوم کو نور ہدایت سے منور کر کے صلح و آشتی کا ملجا و ماویٰ بنا دیا۔ [2]

جسٹینین کی وفات کے چار سال بعد ۵۶۹ء میں' مکہ میں وہ آدمی پیدا ہوا جس نے انسانیت پر تمام انسانوں میں سب سے زیادہ اثر ڈالا۔ [3]

پروفیسر تھومس کارلائل (Thomas Carlyle)

کارلائل جو خود عیسائی ہے' انیسویں صدی کا نامور انگریز مصنف' مورخ اور مفکر تھا' زبان دانی کا ماہر اور کیمبرج یونیورسٹی انگلستان کا استاد تھا۔ اس کے خطبات (Lectures) کا مجموعہ "Hero and Hero-worship" بہت مشہور ہے۔ ایک ایسے دور میں جب کہ اہل مغرب نے پیغمبر اسلام کے بارے میں تعصب کی عینک پہن رکھی تھی اور مذہبی تعصب اور تنگ نظری میں مبتلا تھے کارلائل کا پیغمبر اسلام کے بارے میں اعتراف حقیقت اس کی معروضیت'

---

[1] The Prophets of the East, D.C. Sharma, P.12, Calcutta 1935

[2] یہودیت' عیسائیت اور اسلام' شیخ احمد دیدات' ص ۲۵۴' عبداللہ اکیڈمی' لاہور' ۲۰۱۰ء

[3] A History of the Intellectual Development of Europe, John William Draper, V.1, P.329, London: 1875

سچائی، خلوص، بالغ نظری اور روشن ضمیری کی دلیل ہے۔

اسے انبیاء کرام کی جماعت میں سے کسی ایک نام کا انتخاب کرنا تھا' تو اس نے محمد مصطفی ﷺ کا انتخاب کیا۔ یہی مصنف جب شعراء، دانشوروں اور فلسفیوں کے ذکر پر آیا تو وہ ہر صنف میں سے کسی ایک ہی نام کے ذکر پر محدود نہیں ہوا۔ حالانکہ اگر وہ چاہتا تو ایسا کر سکتا تھا۔ جب آسمان نبوت پر چمکتے ہوئے آفتاب و ماہتاب کو دیکھا تو اسے ایک ہی ماہتاب ایسا نظر آیا جو اس منصب عالی پر متمکن ہونے کا استحقاق رکھتا تھا۔

کارلائل نے ایسے نام نہاد متعصب دانشوروں کے لیے ایک سوال بلند کیا:

A false man found a rel gion? he exclaims, speaking of Mohammad Why a false man cannot build a brick house! If he do not know and follow truly the properties of mortar, burnt clay and what else he works in, it is no house that he makes, but a rubbish-heap. It will not stand for twelve centuries, to lodge a hundred-and-eighty million; it will fail straightway. [1]

کیا ایک دروغ گو نے دین کی بنیاد رکھی؟ محمد (ﷺ) کے بارے میں بات کرتے ہوئے کارلائل پکار اٹھا کہ آخر ایک جھوٹا انسان اینٹوں کا مکان کیوں تعمیر نہیں کر سکتا ہے! اگر اسے گارے، مٹی کا علم نہ ہو تو وہ ملبے کا انبار تو اکٹھا کر سکتا ہے، لیکن ایک معمار نہیں بن سکتا ہے۔ اور پھر وہ عمارت ۱۲ صدیوں (اب ۱۴ صدیاں) تک کھڑی نہیں رہ سکتی ہے جس میں کروڑوں لوگ رہائش پذیر ہوں۔ ایسی عمارت تو چشم زدن میں زمیں بوس ہو جائے گی۔

کارلائل آپ ﷺ کے صبر و تحمل، سادہ بود و باش اور کفایت شعاری کے بارے میں یوں کہتا ہے:

Mahomet himself, after all that can be said about him, was not a sensual man... His household was of the frugalest; his common diet barley-bread and water; sometimes for months there was not a fire once ligted on his hearth. They record with just pride that he would mend his own shoes, patch his won cloak .... careless of what vulgar men toil for something better

---

[1] The Life of Mohammad The Prophet of Allah, E. Dinet and Sliman Ben Ibrahim, P 50-51,Taj Company Ltd., Karachi

in him than hunger of any sort, or these wild Arab men, fighting and jostling three and twenty years at his hand in close contact with him always, would not have reverenced him so! They were wild men, bursting ever and anon with quarrel with all kinds of fierce sincerity, without right worht and manhood, no man could have commanded them .. No emperor with his baras was obeyed as this man in a cloak of his own clouting. During three and twenty years of rough actual trial, I find something of a veritable hero necessary for that it-self. [1]

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کچھ بھی کہا جائے وہ ہوا و ہوس کے دلدادہ اور شہوت پرست نہیں تھے۔ آپ کے گھرانے کا شمار انتہائی کفایت شعار گھرانوں میں ہوتا تھا ان کی غذا جو کی روٹی اور پانی پر مشتمل ہوتی اور بعض اوقات مہینوں ان کے گھر کا چولہا روشن نہ ہوتا۔ آپ کے وقائع نگار فخر سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اپنے جوتے خود مرمت کر لیتے اور اپنے جبے میں خود پیوند لگا لیتے تھے اور اس بات سے قطعی طور پر بے نیاز تھے کہ ان کے اس فقر و فاقہ کا اجڈ گنوار لوگوں پر کیا اثر ہوگا؟ یا وہ غیر مہذب عرب جو تیئس سال ان سے برسر پیکار رہے اور ہمیشہ ان سے بہت قریب رہے وہ اس بنا پر ان کے ساتھ عزت و تکریم سے پیش نہیں آئیں گے۔ وہ کندہ ناتراش لوگ تہذیب و تمدن جن کے قریب تک نہیں پھٹکا تھا اور ہمیشہ منتقم مزاجی اور شدت سے بات بات پر لڑائی جھگڑے پر آمادہ رہتے کوئی انسان انہیں اپنا فرماں بردار نہیں بنا سکتا تھا۔ کسی شہنشاہ کی اپنے طرہ کلاہ و تاج کے ساتھ اس طرح اطاعت نہیں کی گئی جتنی کہ اس کملی پوش انسان کی ہوئی۔ اپنی تیئس سالہ مشقت و آزمائش سے بھری زندگی میں مجھے وہ قابل رشک جیتے جاگتے اصلی ہیرو کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔

کارلائل اپنے اس تاریخی لیکچر کا اختتام ان الفاظ میں کرتا ہے:

To the Arab Nation it was as a birth from darkness into light, Arabia first became alive by means of it; A poor shepherd people roaming unnoticed in its deserts since the creation of the world; a Hero-Prophet was sent down to them with a word they could believe, see, the unnoticed becomes world-notable,

[1] Hero and Hero-Worship, Thomas Carlyle, P97_98, Henry Altemus, Philadelphia, USA ترجمہ: پروفیسر محمد طاہر القادری/ سیرۃ الرسول

the small has become world-great; within one century afterwards, Arabia is at Granada on this hand and at Delhi on that; glancing in valour and splendour and the light of genius, Arabia shines through long ages over a great section of the world. Belief is great, life giving. These Arabs, the man Mahomet, and that one century, - is it not as if a spark had fallen, one spark, on a world of what seemed black unnoticeable sand, but lo, the sand proves explosive powder, blazes heaven-high from Delhi to Granada! I said, the Great Man was always as lightning out of Heaven. the rest of men waited for him like fuel and then they too would flame. [1]

عرب قوم کے لیے جیسے یہ اندھیروں سے اُجالوں میں جنم لینا تھا" (اس انقلاب سے) عرب جیسے جی اٹھے تھے وہ غریب چرواہے جو دنیا کے وجود میں آنے سے لے کر اب تک بے نام پھرتے تھے ان کی جانب ایک اولوالعزم رسول ایک ایسے پیغام کے ساتھ جس پر وہ یقین کر سکتے تھے وہ بے نام نامور بن گئے چھوٹی سی جمعیت عظیم بن گئی اس کے ایک صدی بعد ان کی حکومت ایک جانب غرناطہ اور دوسری جانب دہلی تک وسیع ہو چکی تھی عربوں کی دیری کے جلوے اور غیر معمولی قابلیت کی چکا چوند طویل زمانوں تک اور کرۂ ارض کے بہت بڑے حصوں پر اپنا وجود منواتے رہے۔ ان کے معتقدات عظیم اور حیات بخش تھے۔ یہ (بندہ) محمد (ﷺ) اہل عرب اور ایک صدی بے نام سیہ خطۂ ارض کے تلے ایک چنگاری ہی نہیں تھے بلکہ ایک بارود سے اٹھنے والا شعلۂ جوالہ تھا جس نے دہلی سے لے کر غرناطہ تک کو بقعۂ نور بنا دیا" یہ عظیم انسان ایسا تھا جیسے کہ جنت سے اتری ہوئی بجلی کی کڑک ہو اور باقی دنیا ایندھن کی طرح اس کی منتظر ہو کہ کب بجلی کڑکے اور ہم شعلہ بار ہوں۔

الفونسے ڈی لامارٹن (Alphonse De Lamartine)

(۱۷۹۰ء-۱۸۶۹ء)

عالمی شہرت یافتہ فرانسیسی مصنف شاعر اور سیاست دان لامارٹن (پ ۲۱ اکتوبر ۱۷۹۰ء؛ م ۲۸ فروری ۱۸۶۹ء) نے پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی خوبیوں اور کامیابیوں کا اعتراف جن

---

[1] ایضاً، ص ۱۰۵

الفاظ میں کیا ہے وہ نہ صرف تحیر خیز ہے بلکہ وجد آفرین ہے۔ اس نے ۱۸۵۴ء میں ترکی کی تاریخ پر ایک کتاب لکھی جو پیرس سے شائع ہوئی۔ اس کتاب میں مصنف نے تاریخ کے علاوہ ترکوں کے مذہب اور بانی اسلام کے بارے میں بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا:

Never did man undertake, with resources so feeble, a task so disproportioned to human forces, since he had, in the conception and the execution of so vast a project, no other instrument than himself and no other auxiliaries than a handful of barbarians in the corner of a desert.

Never, in fine, did man accomplish, in less of time so immense and so durable a revolution in the world, since in less than two centuries after his preaching, Islamism, Preached and armed, reigned over the three Arabias, conquered to the unity of the Godhead, Persia, Khorassan, Transoxiana, Western India, Syria, Egypt, Ethiopia all the known continents of North Africa, serveral islands of Mediterranean Spain and a part of Gaul ... the conquest of one third the world to his doctrine was his miracle; or rather, it was not the miracle of a man, but that of reason. ـ

کسی انسان نے اپنے قلیل ترین وسائل کے ساتھ اتنا جلیل ترین کارنامہ انجام نہیں دیا' جو انسانی ہمت و طاقت سے اس قدر ماوراء تھا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی فکر کے ہر دائرے اور اپنے عمل کے ہر نقشہ میں' جس بڑے منصوبہ کو روبہ عمل لائے' اس کی صورت گری بجز ان کے' کسی کی مرہون منت نہ تھی اور مٹھی بھر صحرائیوں کے سوا ان کا کوئی معاون و مددگار نہ تھا اور آخر کار ایک اتنے بڑے' مگر دیرپا انقلاب کو برپا کر دیا' جو اس دنیا میں کسی انسان سے ممکن نہ ہو سکا۔ کیونکہ اپنے ظہور سے لے کر اگلی دو صدیوں سے بھی کم عرصہ میں اسلام' فکر و عقیدہ اور طاقت و اسلحہ دونوں اعتبار سے سارے عرب پر اور پھر ایک اللہ کا پرچم بلند کرتے ہوئے فارس' خراسان' ماوراء النہر' مغربی ہند' شام' مصر' حبشہ' شمالی افریقہ کے تمام معلوم علاقوں پر بحر متوسط کے جزیروں پر اور اندلس کے ایک حصہ پر بھی چھا گیا۔ ان کے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نظریات کی کرۂ زمین کے ایک تہائی پر فتح مندی ان کا معجزہ تھا' یہ معجزہ شخصی معجزہ نہیں' بلکہ دلیل اور منطق کا معجزہ

① History of Turkey, A, De Lamartine, V.1,P.154,D, Appleton and Company, New York: 1855.

تھا جو وہ پیش کر رہے تھے۔

Philosopher, orator, apostle, lawgiver, warrior, conqueror of ideas, restorer of rational dogmas, of a worhsip without images, founder of twenty terrestrial empires and of one spiritual empire-such was Mahomet!

What man was greater, by all the scales on which we measure human greatness? There is no greater except him.[1]

عالم الٰہیات، فصاحت و بلاغت میں یکتائے روزگار، رسول (بانی مذہب)، آئین و قانون ساز (شارع)، سپہ سالار، فاتح اصول و نظریات، معقول عقاید کو جلا بخشنے والے، بلا تصویر مذہب کے مبلغ، بیسیوں علاقائی سلطنتوں کے معمار، دینی روحانی حکومت کے مؤسس، یہ ہیں محمد رسول اللہ (ﷺ) (جن کے سامنے پوری انسانیت کی عظمتیں ہیچ ہیں) اور انسانی عظمت کے ہر پیمانے کو سامنے رکھ کر ہم پوچھ سکتے ہیں ہے کوئی جو اُن سے زیادہ بڑا اُن سے بڑھ کر عظیم ہو؟ (محمد ﷺ) کے سوا کوئی نہیں۔

ریورنڈ بوسورتھ سمتھ (Reverend Bosworth Smith)

(۱۷۹۴ء۔۱۸۸۴ء)

پادری بوسورتھ اسمتھ نے ۱۸۷۴ء میں ROYAL INSTITUTION OF GREAT BRITAIN میں لیکچر دیا تھا جو بعد ازاں MOHAMMED AND MOHAMMEDANISM کے نام سے لندن سے کتابی شکل میں شائع ہوا۔ اس کتاب میں مصنف نے پیغمبر اسلام کے کردار اور ان کی اثر پذیری کے موضوع پر بے لاگ تبصرے کیے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

By a fortune absolutely unique in his tory, Mohammed is a threefold founder of a nation, of an empire and of a religion.[2]

تاریخ انسانی میں یہ منفرد اور کامل خوش بختی محمد (ﷺ) کے حصے میں آئی ہے۔ ان کی شخصیت سہ پہلو ہے۔ وہ ایک قوم کے بانی، مملکت کے حاکم اور ایک مذہب کے پیشوا ہیں۔

Head of the state as well as the Church, he was Caesar and Pope in one, but, he was pope without the pope's and Caesar

[1] ایضاً، ص ۱۵۵

[2] Mohammed and Mohammedanism, R. Bosworth Smith, P.237, Smith, Elder and Co, London: 1874.

without the legions of Caesar. Wtihout a standing army, without a bodyguard, without a palace, without a fixed revenue. [1]

وہ سربراہ مملکت اور پیشوائے دین بھی تھے، حکومت کا اقتدار اور مذہب کا اختیار دونوں ان کی ذات میں سمٹا ہوا تھا۔ وہ ایک ایسے حکمران تھے جنہیں دعویٰ حاکمیت نہ تھا ان کی کوئی باقاعدہ فوج نہ تھی، کوئی محافظ نہ تھا، کوئی محل نہ تھا اور کوئی مستقل ذرائع آمدنی (محصولات) نہ تھے۔

We know indeed some fragments of a fragment of Christ's life; but who can lift the veil of the thirty years that prepared the way for the three? What we do know indeed has renovated a third of the world and may yet renovate much more; an ideal of life at once remote and near; possible and impossible; but how much we do not know! What do we know of His mother, of His home life, of His early friends and His relation to them, of the gradual dawning, or, it may be, the sudden revelation, of His divine mission? How many questions about Him occur to each of us that must always remain questions!

But in Mohammedanism everything is different; here instead of the shadowy and the mysterious we have history. We know as much of Mohammed as we do even of Luther and Milton. The mythical, the legendary, the supernatural is almost wanting in the original Arab authorities, or at all events can easily be distinguished from what is historical. Nobody here is the dupe of himself or of others; there is the full light of day upon all that light can ever reach at all. The abysmal depths of personality indeed are and must always remain, beyond the reach of any line and plummet of ours. But we know everything of the external history of Mohammed his youth, his appearance, his relations, his habits; the first idea and the gradual growth, intermittent though it was, of his great revelation. while for his internal history, after his mission had been proclaimed, we have a book absolutely unique in its origin, in its preservation and in the chaos of its contents, but on the authenticity of which no one has ever been able to cast

[1] ایضاً، ص ۲۳۵

a serious doubt. [1]

یہ صحیح ہے کہ تاریخ کی روشنی میں ہم حیاتِ مسیح کے کچھ واقعات دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن اُن تیس سالوں سے کون پردہ اٹھا سکتا ہے جو اُنھوں نے (نبوت سے پہلے) گزارے۔ جو کچھ ہم جانتے ہیں، اس نے اگرچہ دنیا کی معلومات میں کسی حد تک اضافہ کر دیا ہے اور آئندہ مزید انکشافات متوقع ہیں، تاہم ایک مثالی زندگی، کون جانے کتنی قریب ہے کتنی دور! کتنی ممکن ہے اور کتنی ناممکن! ہم ابھی بہت کچھ نہیں جانتے۔ ہم اُن کی ماں کے بارے میں، ان کی گھریلو زندگی کے بارے میں، ان کے ابتدائی دوست احباب اور ان کے تعلقات باہم کے بارے میں اور اس سلسلہ میں بھلا کیا جانتے ہیں کہ مسندِ نبوت پر وہ بتدریج فائز ہوئے یا وحی پا کر یک دم خدائی مشن کے حامل بن گئے؟ بہر حال کتنے ہی سوال ایسے ہیں جو ہم میں سے اکثر کے ذہنوں سے ٹکراتے ہیں، مگر وہ بس سوالات ہیں، جواب کے بغیر!

البتہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معاملہ میں صورت یکسر مختلف ہے۔ یہاں ہمارے پاس اندھیروں کے بجائے تاریخ کی روشنی ہے۔ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں اتنا ہی جانتے ہیں جتنا کہ لوتھر اور ملٹن کے بارے میں۔ یہاں واقعات کا دامن خیالِ محض، قیاس، تخمین وظن، ماورائے فطرت روایات اور فسانہ وفسوں سے آلودہ ہونے کے بجائے حقائق سے آراستہ ہے اور ہم بآسانی معلوم کر سکتے ہیں کہ اصل حقیقت کیا ہے؟ یہاں کوئی شخص نہ خود اپنے آپ کو دجل وفریب میں مبتلا کر سکتا ہے نہ دوسروں کو۔ یہاں ہر چیز دن کی پوری روشنی میں جگمگا رہی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اُن کی شخصیت کے بہت سے پرت ہیں اور ان میں سے ہر ایک تک ہماری رسائی ممکن نہیں ہے، تاہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی کے متعلق ہم ہر چیز جانتے ہیں۔ اُن کی جوانی، اُن کی اٹھان، اُن کے تعلقات، اُن کی عادتیں، ابتدائی حالات اور پہلی وحی کے نازل ہونے تک کا لمحہ، ذہنی سفر اور ارتقاء وغیرہ۔ نیز ان کی داخلی، باطنی زندگی کے متعلق بھی اور یہ کہ جب اعلانِ نبوت کر چکے تو پھر ہم ایک ایسی مکمل کتاب پاتے ہیں جو اپنی ابتداء، اپنی حفاظت اور متن وغیرہ کے کئی پہلوؤں کے لحاظ سے بالکل ممتاز ومنفرد ہے اور اب تک ایسی کوئی معقول ومستند وجہ سامنے نہیں آئی جس کی بنیاد پر اس کتاب کے خلاف کوئی شدید اعتراض کیا جا سکے۔ [2]

---

[1] ایضاً، ص ۱۶-۱۷

[2] ایضاً، ص ۱۶-۱۷

On the whole the wonder is to me not how much, but how little, under different circumstances, Mohammed differed from himself. In the shepherd of the desert, in the Syrian trader, in the solitary of Mount Hira, in the reformer in the minority of one, in the exile of Medina, in the acknowledged conqueror, in the equal of the Persian Chosroes and the Greek Heraclius, we can still trace a substantial unity. I doubt whether any other man, whose external conditions changed so much, ever himself changed less to meet them. the accidents are changed, the essence seems to me to be the same in all. [۱]

مجموعی طور پر مجھے یہ حیرانگی نہیں کہ حضرت محمد (ﷺ) مختلف حالات کے تحت ظاہر طور پر کتنے مختلف تھے' بلکہ تعجب تو یہ ہے کہ ان کی شخصیت میں کتنی کم تبدیلی پیدا ہوئی تھی۔ صحرائی گلہ بان' شامی تاجر' غار حرا کے خلوت گزین' اقلیتی جماعت کے مصلح' مدنی مہاجر' مسلمہ فاتح' ایرانی بادشاہوں اور یونانی ہیرکلیس (Heraclius) کا ہم مرتبہ ہونے کے باوجود ہم ان کی شخصیت میں ٹھوس وحدت کا سراغ پاسکتے ہیں۔ مجھے شک ہے کہ اگر کسی اور آدمی کے خارجی حالات اس قدر زیادہ بدل جاتے تو اس کی ذات میں اس قدر کم تبدیلی رونما ہوتی۔ حضرت محمد (ﷺ) کے خارجی حالات تو تبدیل ہوتے رہے' مگر ان تمام حالتوں میں مجھے ان کی ذات کا جوہر ایک جیسا ہی دکھائی دیتا ہے۔

Such, very briefly, was the condition of Arabs when, to use an expression of Voltaire, quoted by Berthelme St. Hilaire, The turn of Arabia, came when the hour already struck for the most complete that has ever come over any nation upon earth. [۲]

بہر حال یہ عربوں کے مختصر حالات تھے۔ اگر مجھے والٹیر کے الفاظ استعمال کرنے کی اجازت دی جائے جو برتھیلم سینٹ ہیلری نے نقل کیے ہیں کہ عرب کا رخ یکسر بدل گیا' انقلاب آگیا' ایک ایسا کامل انقلاب جس کا نظارہ اس سے قبل دنیا کی کسی قوم نے نہ دیکھا تھا۔

"J.M. Rodwell" کیمبرج' برطانیہ کے رہنے والے تھے (پ ۱۸۰۸ء م ۱۹۰۰ء)

---

[۱] ایضاً' ص ۹۳

[۲] ایضاً' ص ۶۸۔۶۹

ان کا تعلق چرچ آف انگلینڈ سے تھا۔ انہوں نے قرآن پاک کا انگریزی زبان میں "The Koran" کے نام سے ترجمہ کیا۔ وہ اس ترجمہ کے ابتدائیہ میں لکھتے ہیں:

They had conquered Persia in the seventh century, the northern coasts of Africa and a large portion of Spain in the eighth, the Punjab and nearly the whole of India in the ninth. The simple shepherds and wandering Bedouins of Arabia, are transformed as if by a magician's wand, into the founders of empires, the builders of cities, the collectors of more libraries than they at first destroyed.... [1]

انہوں نے ساتویں صدی عیسوی میں فارس کو فتح کیا' آٹھویں صدی عیسوی میں افریقہ کے شمالی علاقوں اور اسپین کے بیشتر علاقوں کو نویں صدی عیسوی میں پنجاب اور قریباً سارے ہندوستان کو عرب کے عام بدو چرواہوں کو جیسے کسی جادوئی چھڑی نے بانی مملکت' شہروں کے معمار اور بہت سے کتب خانوں کا قائم کرنے والا بنا دیا تھا۔

لائف انٹرنیشنل نیویارک کا مدیر لکھتا ہے:

اسلام جو دنیا کے عظیم اور عالم گیر مذاہب میں سے سب سے کم سن ہے۔ مذہب اسلام کے داعی حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو مسیحا تھے اور نہ ہی فقط نجات دہندہ' بلکہ انہیں خدا نے اپنا پیغام بندوں تک پہنچانے کے لیے منتخب کیا تھا۔ دوسرے مذاہب کے برعکس جن کی پیدائش کی روایت مبہم اور داستانی ہیں اور جو طویل دست ارتقاء کا نتیجہ ہیں' اسلام تاریخ کی پوری روشنی میں وجود میں آیا اور طوفان کی رفتار سے پھیلا۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وفات (۶۳۲ء) کے چند ہی سال بعد اسلام تمام مشرق وسطی پر چھا گیا اور تقریباً ایک صدی کے اندر اس کی حدود اقتدار جبل الطارق سے لے کر ہمالیہ تک پھیل گئیں۔ آج اس دین کے ماننے والے تقریباً تیس کروڑ (اب ایک ارب اسی کروڑ سے زیادہ) مقلدین ہیں' جو مجموعی طور پر دنیا کی آبادی کا ساتواں حصہ ہیں۔ [2]

بیروت اور لبنان کے مسیحی اخبار الوطن نے ۱۹۱۱ء میں لاکھوں عرب عیسائیوں کے سامنے

---

[1] السیرۃ عالمی' ش ۱۳' ص ۳۵' زوار اکیڈمی' کراچی' ۲۰۰۵ء

[2] حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیر مسلم دانشوروں کی نظر میں' ساجد امین خان' ص ۱۱۹۔ ۱۲۰' سویرا پبلیشرز' لاہور' ۲۰۰۳ء بحوالہ لائف انٹرنیشنل' نیویارک' ۸ راگست ۱۹۵۵ء

یہ سوال پیش کیا تھا کہ دنیا کی تاریخ کا سب سے بڑا انسان کون ہے؟ اس کے جواب میں ایک مسیحی عالم داور مجاعص نے یہ تبصرہ لکھا:

دنیا کا سب سے بڑا انسان وہ ہے' جس نے دس برس کے مختصر زمانہ (آپ ﷺ کا مدنی دور) میں ایک نئے مذہب' ایک نئے فلسفے' ایک نئی شریعت' ایک نئے تمدن کی بنیاد رکھی' جنگ کا قانون بدل دیا اور ایک نئی قوم پیدا کی اور ایک نئی طویل العمر سلطنت قائم کردی۔ لیکن ان تمام کارناموں کے باوجود وہ اُمّی اور ناخواندہ تھا' وہ کون؟ محمد بن عبداللہ قریشی' عرب اور اسلام کا پیغمبر! اس پیغمبر نے اپنی عظیم الشان تحریک کی ہر ضرورت کو خود ہی پورا کر دیا اور اپنی قوم اور اپنے پیروؤں کے لیے اور اس سلطنت کے لیے' جس کو اس نے قائم کیا' ترقی اور دوام کے اسباب بھی خود مہیا کردیے۔[1]

پادری جارج بش(REVEREND GEOGRE BUSH)اپنی تصنیف LIFE, OF MUHAMMAD" میں بڑے واضح طور پر لکھتا ہے کہ:

No revolution in h story, it we accept that effected by the religion of the Gospel, has introduced greater changes into the state of the civilised world than that which has grown out of the rise, progress and permanence of Muhammadanism.[2]

الہامی کتابوں کے حوالہ سے کوئی بھی تاریخی انقلاب اتنے ہمہ گیر اثرات کا حامل نہیں جس قدر وہ انقلاب جو پیغمبر اسلام نے پائیدار بنیادوں سے اٹھایا اور بتدریج استوار کیا۔

ایک اور پادری آرمیک گریگر لکھتا ہے:

ایک خدا یعنی اللہ کی عبادت کے تحت عرب کے جنگجو قبائل کو متحد کرنے میں حضرت محمد (ﷺ) کی یادگار کامیابی اور اللہ کے رسول کی حیثیت سے اپنے نام کو باقی رکھنے کی کامرانی ہمارے دلوں میں حیرانی اور تعریف کے جذبات کو ابھارے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ انہوں نے مدینہ میں سخت غربت کو جس بہادری کے ساتھ برداشت کیا تھا وہ سب کو معلوم ہے۔ ان کی رہائش ایک ایسی جھونپڑی میں تھی جہاں کم سے کم فرنیچر تھا حضرت محمد (ﷺ) ایسے انسان تھے جو اپنے پیروکاروں کے اندر جوش و خروش اور اپنی ذات کے لیے محبت پیدا کرسکتے

[1] سیرت النبی' سید سلیمان ندوی' ج ۴' ص ۲۷۱' الفیصل' لاہور' ۲۰۰۵ء

[2] سیرۃ الرسول' محمد طاہر القادری' ج ۱' ص ۲۴۵' منہاج القرآن پبلیکیشنز' لاہور' ۲۰۰۵ء

تھے۔ وہ خطرات میں پرسکون رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے انہوں نے غار ثور میں ابوبکر کو یہ یقین دلایا تھا کہ خدا ہمارے ساتھ ہے...... شراب نوشی اور فحاشی کا قلع قمع کر کے انہوں نے بلاشبہ عرب والوں کی زندگیوں کی اصلاح کر دی تھی۔ [1]

جیمز اے۔ میکنر (James A. Mechener)

جیمز اے۔ میکنر اپنی کتاب "اسلام مخالفوں کا شکار مذہب" (Islam: The Misunderstood Religion) میں لکھتا ہے:

Forced now to fight in defence of the freedom of conscience which he preached, he became an accomplished military leader. Although he repeatedly went into battle outnumbered and soutspeard as much as five to one, he won some spectacular victories. [2]

آزادی ضمیر کے دفاع جس کے وہ مبلغ تھے، کی خاطر جنگ کرنے پر مجبور ہونے کے بعد وہ ایک بلند پایہ عسکری سپہ سالار بن گئے۔ اگرچہ وہ بار بار اس حال میں جنگ آزما ہوئے کہ ان کے مدمقابل کو تعداد اور اسلحہ کے لحاظ سے ایک کے مقابلے میں پانچ کی برتری حاصل تھی، انہیں بعض قابلِ ذکر بے مثال فتوحات نصیب ہوئیں۔

معروف امریکی اسکالر اور ادیب "Washington Irving" (1859ء۔ 1783ء) لکھتا ہے:

He was sober and abstemious in his diet and a rigorous observer of fasts. He indulged in no magnificence of apparel, the ostentation of a petty mind; neither was his simplicity in dress affected, but the result of a real disregard to distinction from so trivial a source .... In his private dealings he was just. He treated friends and strangers, the rich and poor, the powerful and the weak, with equity and was beloved by the common people for the affability with which he received them and listened to their complaints .... His military triumphs

---

[1] آر۔ سیف گرگر، پارک شائر پوسٹ، ۸ جون ۱۹۳۵ء

[2] سیرۃ الرسول، محمد طاہر القادری، ج ۷، ص ۵۸۲، منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۰۷ء

awakened no pride nor vain glory, as they would have done had they been effected for selfish purposes. In the time of his greatest power he maintained the same simplicity of manners and appearance as in the days of his adversity. So far from affecting regal state, he was displeased if, on entering a room, any unusual testimonial of respect were shown to him. ١

وہ (ﷺ) کھانے پینے کے معاملے میں محتاط اور قناعت پسند تھے۔ وہ روزہ رکھنے کی مشقت برداشت کرتے تھے۔ ان کا پہناوا کروفر اور طمطراق سے دور تھا۔ ان کی سادہ مزاجی نے تفاخر کی کبھی پروا نہیں کی۔ ان کی نجی زندگی بھی ٹھیک تھی اور انہوں نے دوستوں اور بے گانوں' امیر و غریب' طاقتور اور کمزور سب سے یکساں عمدہ برتاؤ کیا۔ وہ خاص و عام کے محبوب تھے' وہ ہر ایک سے خوش خلقی سے ملتے تھے اور ان کی تکلیفوں کو توجہ سے سنتے تھے ان کی عسکری کامیابیوں نے انہیں کبھی تفاخر میں مبتلا نہیں کیا' کیونکہ ان کا جہاد ذاتی مقصد کے لیے نہیں تھا اور جب وہ اقتدار کی طاقت کے حامل ہوئے تب بھی انہوں نے اسی پچھلی سادگی کو برقرار رکھا اور اپنی خوش خلقی میں سر مو فرق نہیں آنے دیا' انہوں نے شاہانہ انداز اور خسروانہ تکلفات کو ہمیشہ ناپسند کیا۔

"Washington Irving" نے "Professor E. Vemon Amold" کی کتاب "Life of Mahomet" کے دیباچہ میں لکھا:

Mahomet proclaimed a new faith and yet a faith in which nothing was new and the new faith created a mighty empire. That empire crushed by force within its own limits polytheism and idolatory. ٢

محمد (ﷺ) نے ایک نئے دین کا پرچار کیا' اس دین میں کچھ بھی نیا نہیں تھا (بلکہ سابقہ ادیان کی تعلیمات کا ہی تسلسل تھا)' اس نئے دین نے ایک عظیم الشان حکومت کی بنیاد رکھی۔ اس فرمانروائی نے اپنی حدود میں بت پرستی اور شرک کو کچل کر رکھ دیا۔

---

١ Life of Mahomet, Washington Irving, P.192-193 and 199, J.M. Dent and Sons Ltd. London: 1889.

٢ السیرۃ العالمی' ش ۱۳' ص ۱۳۱' زوار اکیڈمی' کراچی' ۲۰۰۵ء

اینی بسنت (پ ۱۸۴۷ء م ۱۹۳۳ء) (Annie Besant)

اینی بسنت ایک برطانوی مصلح، حقوق نسواں کی علمبردار بھارتی قومیت کا پرچار کرنے والی تھیں۔ وہ "WEEKLY NATIONAL REFORMER" کی مدیرہ رہیں اور بعد ازاں انڈین نیشنل کانگریس کی بھی ممبر رہیں۔ اینی کہتی ہیں:

It is impossible for anyone who studies the life and character of the great Prophet of Arabia, who knows how he taught and how he lived, to feel anything but reverence for that mighty Prophet, one of the great messengers of the Supreme. And although in what I put to you I shall say many things which may be familiar to many, yet I myself feel whenever I re-read them, a new way of admiration, a new sense of reverence for that mighty Arabian teacher. [1]

ہر وہ شخص جس نے عرب کے عظیم پیغمبر کی زندگی اور کردار کا مطالعہ کیا ہے یہ جانتا ہے کہ انہوں نے کیسی زندگی گزاری اور کیا تعلیم دی ہے؟ وہ اپنے دل میں جلیل القدر پیغمبروں میں سے ایک (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں احترام کے جذبات محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔ میں اس ذات کے بارے میں جو کچھ بھی کہوں ممکن ہے کہ وہ آپ کے لیے نیا نہ ہو مگر میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ میں جب بھی اس ذات گرامی کا مطالعہ کرتی ہوں ایک نئی تعجب خیز پسندیدگی اور ایک نیا احساس تعظیم پاتی ہوں۔

"Sir William Muir" (پ ۲۷ اپریل ۱۸۱۹ء م ۱۱ جولائی ۱۹۰۵ء) اسکاٹ لینڈ سے تعلق رکھتا تھا، مشہور مستشرق "University of Edinburgh" کا پرنسپل اور غیر منقسم ہندوستان میں یو پی کا لیفٹیننٹ گورنر اور متعدد کتابوں کا مصنف تھا۔ اپنی مشہور ترین کتاب "Life of Mahomet" میں وہ لکھتا ہے:

Mahomet were distinguished by a corresponding strength and urgency. Being also a master in eloquence, his language was cast in the purest and most persuasive style of Arabian oratory. His fine poetical genius exhausted the imagery of nature in the illustration of spiritual truths; and a vivid

---

[1] The Life And Teachings of Muhammad, P.5, Anne Besant, Theosophical Publishing House, Madras, India- 1932

imagination enabled him to bring before his auditory the Resurrection and the Day of Judgement, the joys of believers in Paradise and the agonies of lost spirits in hell, as close and impending realities. In ordinary address, his speech was slow, distinct and emphatic; but when he preached, "his eye would redden, his voice rise high and loud and his whole frame become agitated with passion, even as if he were warning the people of an enemy about to fall on them the next morning or that very night". In this thorough earnestness lay the secret of his success. [1]

طاقت، جرأت اور فوری عمل پیرا ہونے کی صلاحیت میں مطابقت نے محمد (ﷺ) کو ممیز اور ممتاز کیا ہے۔ وہ خالص، موثر اور ترغیب سے پُر عربی زبان میں خطاب کا ملکہ رکھتے تھے۔ روحانی حقیقتوں کے اظہار میں شاعرانہ تخیل سازی اور واضح تصویر کشی کے فن نے انہیں روز قیامت کی منظر کشی کا خوگر بنایا تھا، جنت میں اہل ایمان کی خوشی اور جہنم میں منکرین کے کرب کو ان کے سامعین محسوس کر سکتے تھے۔ عام خطاب میں ان کی تقریر دھیمی، واضح اور پرزور ہوا کرتی تھی، جبکہ تبلیغ کے وقت ان کی آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں، ان کی آواز بلند ہو جاتی تھی اور ان کا پورا وجود جذبات کا ترجمان بن جاتا تھا، جیسے کہ جب وہ اپنی قوم کو ڈرا رہے تھے کہ دشمن کی فوج ان پر حملہ کرنا چاہتی ہے۔ اس مستعدی میں ہی ان کی کامیابی کا راز پنہاں ہے۔

مونٹگمری واٹ(William Montgomery Watt)

مونٹگمری واٹ ۱۴ مارچ ۱۹۰۹ء کو پیدا ہوا، اس کا تعلق اسکاٹ لینڈ سے تھا۔ وہ ایک تاریخ دان، مستشرق، کلیسائے انگلستان (Anglican Church) کا پادری، عربی اور علوم اسلامی کا پروفیسر، ایڈن برگ یونیورسٹی کا استاد اور متعدد اہم کتب کا مصنف تھا۔ مغربی دنیا میں اسلام کا اہم ترین شارح اور علوم اسلامی کا بااثر محقق مانا جاتا ہے۔ اسے آخری مستشرق ہونے کا خطاب بھی دیا گیا ہے۔ وہ یونیورسٹی آف ٹورانٹو کینیڈا، دی کالج آف فرانس اور جارج ٹاؤن یونیورسٹی کا وزٹنگ پروفیسر بھی تھا۔ اسلام اور بانی اسلام پر لکھی گئی تصانیف کی تفصیل درج کی جا رہی ہے:

[1] The Life of Mahomet, William Muir, Vol4,P.316,Smith Elder and Co, London: 1861,

- ☆ The faith and practice of al-Ghazali (1953)
- ☆ Muhammad at Mecca (1953)
- ☆ Muhammad at Medina (1956)
- ☆ Muhammad: Prophet and Statesman (1961)
- ☆ Islamic Philosophy and Theology (1962)
- ☆ Muhammad: Seal of the Prophets
- ☆ Islamic Political Thought (1968)
- ☆ Islamic Surveys: The Influence of Islam on Medieval Europe (1972)
- ☆ The Majesty That Was Islam (1976)
- ☆ What is Islam? (1980)
- ☆ Muhammad's Mecca (1988)
- ☆ Muslim-Christian Encounters: Perceptions and Misperceptions (1991)
- ☆ Early Islam (1991)
- ☆ Islamic Philosphy and Theology (1987)
- ☆ Islamic Creeds (1994)
- ☆ History of Islamic Spain (1996)
- ☆ Islamic Political Thought (1998)
- ☆ Islam and the Intergration of Society (1998)
- ☆ Islam: A Short History (1999)
- ☆ A Christian Faith For Today (2002)

منٹگمری واٹ کہتا ہے:

The more one reflects on the history of Muhammad and of early Islam, the more one is amazed at the vastness of his achievement. Circumstances presented him with an opportunity such as few men have had, but the man was fully matched with the hour. Had it not been for his gifts as seer, statesman and administrator and behind these, his trust in God and firm belief that God had sent him, a notable chapter in the history of mankind would have remained unwritten.

---

[1] مقدمہ سیرۃ الرسول، ج ۱، ص ۳۴۹-۳۵۰، محمد طاہر القادری، منہاج القرآن پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۱۲ء
بحوالہ W.Montgomery Watt, Muhammad Prophet and Statesman, P.237

کوئی جتنا زیادہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی ابتدائی تاریخ پر غور و فکر کرتا ہے اتنا ہی زیادہ وہ آپ کی کامیابیوں کی وسعت پر حیرت زدہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ حالات نے آپ کو ایسا موقعہ فراہم کیا جو چند ہی لوگوں کو میسر آسکا' لیکن آپ کی شخصیت ان حالات کے تقاضوں کو بہ درجہ کمال پورا کرنے والی تھی' اگر آپ بطور پیغمبر' سیاستدان اور منتظم کے اعلیٰ اوصاف سے متصف نہ ہوتے اور ان سب سے بڑھ کر اگر آپ کو خدا پر اور اس بات پر یقین نہ ہوتا کہ اللہ ہی نے آپ کو بھیجا ہے تو انسانی تاریخ کا ایک انتہائی اہم باب کبھی بھی نہ لکھا جاتا۔

امریکی معلم' مصنف اور "Raddiffe College"(Cambridge, Massachusetts) کا بانی "Arthur Gilman" (پ ۲۲ جون ۱۸۳۷ء م ۲۷ دسمبر ۱۹۰۹ء) اپنی مشہور کتاب Saracens میں لکھتا ہے:

In comparison, for example, with the cruelty of the Crusaders, who, in 1099, put seventy thousand Muslims, men, women and helpless children to death when Jerusalem fell into their hands, or with that of the English army, also fighting under the Cross, which in the year of grace, 1874, burned an African capital, in its war on the Gold Coast. Mohammad's victory was in very truth one of religion and not of politics, he rejected every token of personal homage and declined all regal authroity and when the haughty chiefs of the Korishites appeared before him he asked:

What can you expect at my hands?
Mercy, O generous brother.
Be it so; you are free he exclaimed. [1]

موازنہ کرنے سے صلیبی جنگ بازوں کی وہ مثال سامنے آتی ہے جس میں انہوں نے ۱۰۹۹ء میں ستر ہزار مسلمان' مردوں' عورتوں اور بے یار و مددگار بچوں کو یروشلم پر قبضہ کرنے کے بعد موت کے گھاٹ اتار دیا تھا' یا صلیب کے زیر سایہ لڑتی ہوئی انگریز فوج کی مثال جس نے ۱۸۷۴ء کے خدائی انعام کے سال میں ایک افریقی دار الحکومت کو گولڈ کوسٹ کے معرکے میں نذر آتش کر دیا تھا۔ (اس کے مقابلے میں) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فتح' حق گوئی سے کام لیا

[1] The Saracens, Arthur Gilman, P 184-185, T. Fisher Unwin, London: 1887.

جائے مذہب کی فتح تھی نہ کہ سیاست کی۔ انھوں نے اپنی ذات کے لیے ذاتی تفاخر کے ہر اظہار کو رد کر دیا اور شاہی جاہ و جلال کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا اور جب قریش کے متکبر اور مغرور سرداران کے سامنے حاضر ہوئے تو ان سے پوچھا:

تم مجھ سے کس قسم کے سلوک کی توقع رکھتے ہو؟ رحمدلی کی' اے فیاض و مہربان بھائی' وہ کہنے لگے: آپ (ﷺ) اس پر بے ساختہ پکار اٹھے: ایسا ہی ہوگا' جاؤ تم سب آزاد ہو۔

رومانیہ کے وزیر خارجہ کونستانس جورجیو کے تاثرات

فاتح قلوب وعقول ﷺ نے جس روز کعبہ مقدسہ کو اصنام کی نجاستوں سے پاک کیا اور مکہ کی شرک آلود فضاؤں میں پرچم اسلام کو لہرایا' اس روز کعبہ کے مخزن میں چار سو بیس مثقال زر خالص موجود تھا۔ صادق و امین نبی نے اعلان فرمایا کہ اس زر خالص کو کوئی ہاتھ تک نہ لگائے۔ یہ بدستور کعبہ کے خزانہ میں محفوظ رہے گا اور اسے بیت اللہ شریف پر خرچ کیا جائے گا۔

فتح مکہ کے بعد دس روز کی مدت میں دو ہزار قریشیوں نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ جو قریشی اسلام قبول کرنا چاہتا وہ سیدنا فاروق اعظم t کے سامنے سے گزرتا' کلمہ شہادت پڑھتا اور یہ وعدہ بھی کرتا کہ وہ آئندہ کسی پاک دامن خاتون کے ساتھ بدکاری نہیں کرے گا۔ بدکاری سے اجتناب کا اعلان ہر مسلم کے لیے اس لیے ضروری قرار دیا گیا کہ مکہ میں زناکاری کا رواج عام تھا۔ پیشہ ور عورتوں کے مکانوں پر جھنڈا لہرایا کرتا جو اس بات کا اعلان تھا کہ یہاں فساق و فجار مردوں کے استقبال کے لیے ان جیسی بازاری خواتین موجود ہیں۔ وہاں جا کر بدکاری کرنے سے کسی کو شرمانے کی ضرورت نہ تھی' اس لیے ہر نومسلم جو پاکیزہ مسلم معاشرہ کا فرد بننا چاہتا تھا' اس کے لیے ضروری تھا کہ وہ شہادتین کے اعلان کے ساتھ یہ بھی اعلان کرے کہ وہ آئندہ اپنے دامن عفت کو ہرگز آلودہ نہیں ہونے دے گا۔ مکہ کا شہر جو اس زمانہ میں سیاسی کاروباری مرکز ہونے کے ساتھ ساتھ مذہبی مرکز بھی تھا' وہاں فسق و فجور کا دور دورہ تھا۔ اسلام کے نور کے پھیلنے سے صرف بتوں کی خدائی کا ہی تختہ الٹ نہیں گیا تھا' بلکہ فسق و فجور پر بھی پابندی لگا دی گئی تھی۔ تقوی و پارسائی کے عہد کا بھی آغاز کر دیا گیا تھا۔ مکہ کے اہل ثروت کھلے بندوں مے خواری کا شوق پورا کیا کرتے اور قمار بازی سے اپنے دلوں کو لبھایا کرتے۔ مکہ کے افق پر اسلام کے آفتاب کے طلوع ہونے سے ان قباحتوں کو ہمیشہ ہمیشہ

کے لیے ختم کر دیا گیا۔

فتح مکہ کے بعد سرور عالم ﷺ پندرہ روز تک یہاں تشریف فرما رہے۔ حضور کی طلعت زیبا کے نور کی کرنیں قلوب و اذہان کو مطلع انوار بناتی رہیں۔ اس عرصہ میں مکہ کے تقریباً تمام باشندوں نے اسلام قبول کر لیا "جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا" کا دل افروز منظر مکہ کے گوشہ گوشہ میں دکھائی دینے لگا۔[۱]

ہیرلڈ اے نٹلینڈ (HEROLD A. NETLAND)

ڈاکٹر ہیرلڈ نٹلینڈ اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

At Medina, through his considerable diplomatic and leadership skills, he became the leading statesman, legislator and judge. Under his leadership Medina was transformed into the first Muslim Theocracy and the religious and social structures of early Islam began to take definitive form.[۲]

مدینہ میں اپنی غیر معمولی حکمت اور قائدانہ صلاحیتوں سے آپ ﷺ سیاست دان، قانون ساز اور منصف کے قائدانہ منصب پر فائز ہو گئے۔ آپ ﷺ کی قیادت میں مدینہ پہلی اسلامی، مذہبی اور دینی ریاست بنا اور ابتدائی اسلام کے مذہبی اور سماجی ڈھانچے کی عملی صورت کا آغاز ہوا۔

اگنس گولڈ زیہر (پ ۱۸۵۰ء م ۱۹۲۱ء)(Ignaz Goldziher)

اگر حضرت محمد (ﷺ) کے مذہبی کارنامہ اور کامرانی کے کسی حصے کو انوکھا کہا جا سکتا ہے، تو وہ ان کی نبوت کا وہ حصہ ہے جس نے عرب کی سابقہ حالت کو بدل دیا تھا۔ انہوں نے بت پرست عربوں کی سوسائٹی اور پرستش کی تمام وحشیانہ نفرتوں، ان کی قبائلی زندگی اور ان کے تصور دنیا کا خاتمہ کر دیا تھا۔ علاوہ ازیں انہوں نے اسلامی اطوار کی مخالف اس وحشت و بربریت کا قلع قمع کر دیا جسے قرآن جاہلیہ (جہالت) کہتا ہے۔[۳]

---

[۱] ضیاء النبی، پیر محمد کرم شاہ الازہری، ج ۴، ص ۴۸۵، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۱۴۲۰ھ بحوالہ نظرۃ جدیدہ، ص ۳۵۹-۳۶۰

[۲] Dissonant Voices Religious Pluralism the Question of Truth, Herold A. Netland, P. 79

[۳] اسلامی الہیات اور قانون کا تعارف، اگنز گولڈ زیہر، ترجمہ از اینڈرس اور روتھ، ص ۱۳، امریکہ ۱۹۸۱ء

"The Messenger" کا مصنف "R.V.C, Bodley" (پ ۳ مارچ ۱۸۹۲ء م ۲۶ مئی ۱۹۷۰ء) برطانوی آرمی کا افسر مصنف اور صحافی لکھتا ہے:

However, whether it was epilepsy, or malana or a spiritual trance does not seem to matter, inspite of all that has been said on the subject. Epilepsy never made anyone into a prophet or a law-giver or raised anyone to positions of esteem and power. In those days, specially, such a state would suggest someone possessed or insane. If there was a man who was clearly sane, it was Mohammed. [١]

اس ضمن میں جو کچھ بھی کہا جاتا رہا ہے، بہرکیف وہ مرگی تھا، ملیریا اور یا پھر روحانی وارفتگی یہ سب کچھ چنداں اہمیت نہیں رکھتا ہے۔ مرگی نے کسی کو پیغمبر یا پھر قانون عطاء کرنے والا نہیں بنایا ہے، نہ ہی کسی کو یہ عالی منصبی اور طاقت و عظمت عطاء کی ہے، اس مرتبہ کا کوئی انسان کیا ایک دیوانہ شخص ہوسکتا ہے۔ اگر کوئی شخص دانائے کل ہوسکتا تھا تو وہ محمد (ﷺ) کی ذات گرامی ہی تھی۔

As previously remarked, how Mohammad became acquainted with the Jewish Christian scriptures has remained obscure. There is this translation attnbuted to Waraka, but there is not the smallest evidence that Mohammed ever had access to it. His talks with Waraka were confined to theological generalities, for the primary reason that Waraka died before Mohammed began to formulate what Gabnel had told him and long before he started to compile the Koran. The earliest known Arabic edition of the Old Testament was published nine hundred years after Christ, nearly three hundred years after Mohammed's death while the first official translation of the New Testament was some two centuries later. Arabs have amazingly retentive memories and it is possible that Mohammed was able to store in his mind all that he had heard during his travels. It seems a stupendous feat, but it is the only feasible explanation, unless we accept unreservedly the divine origin of the Koran. [٢]

---

١ The Messenger, R.V.C, Bodley, P,80, Doubleday and Company Inc, New York. 1946.

٢ ایضاً، ص ۲۲۰

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ محمد (ﷺ) موسوی اور عیسوی صحیفوں (تورات و انجیل) کے مندرجات سے کیونکر آگاہ ہوئے مبہم اور غیر واضح ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ورقہ (بن نوفل) نے ان صحائف کا ترجمہ کیا تھا' مگر اس بات کی خفیف سی شہادت بھی نہیں ملتی ہے کہ ان تراجم تک محمد (ﷺ) کی کبھی بھی رسائی رہی ہو۔ ورقہ بن نوفل سے آپ (ﷺ) کی گفتگو علم الٰہیات کی عمومی باتوں تک محدود تھی' جبریل نے جو کچھ آپ (ﷺ) تک پہنچایا اس کی تدوین سے پہلے ہی ورقہ انتقال کر چکے تھے۔ تورات کا پہلا معلوم ترجمہ عربی میں حضرت مسیح (u) کے نو سو سال بعد یعنی کہ محمد (ﷺ) کے پردہ فرمانے کے تقریباً تین سو سال بعد شائع ہوا ہے' جبکہ انجیل کا پہلا سرکاری عربی ترجمہ مزید دو سو سال بعد شائع ہوا۔ عرب حیرت انگیز حافظے کے مالک تھے اور یہ بات مان لیتے ہیں کہ محمد (ﷺ) نے اپنے اسفار کے دوران جو کچھ بھی سنا اسے اپنے حافظے میں محفوظ کر لیا تھا۔ یہ ایک انتہائی حیرت انگیز کمال دکھائی دیتا ہے' مگر یہی واحد ممکنہ توضیح ہے اس بات کی اگر ہم یہ نہیں مان لیں کہ جو کچھ قرآن بیان کر رہا تھا وہ سب آسمانی و ربانی علم تھا۔

بوڈلے مزید لکھتا ہے:

Why did his doctrines spread so much more rapidly than those of the Jews or Christians? What was the difference in Mohammed's teaching and that of Moses and Jesus? Why is the ratio of practicing Moslems greater than the ratio of practicing Jews or Christians? [1]

The greatest evidence of the democratic policies of Islam is in the pilgrimage to Mecca. Here Europeans and Asiatics and Africans, coolies, princes, merchants and warriros meet in the same humble garb, which Mohammed and his followers wore for the last pilgrimage in 632. They all eat the same food, share the same tents and are treated with no distinction whether they come from the docks of Sierra Leone or the Nizam's palace in Hyderabad. They are Moslems. That is sufficient distinction. They follow the example of the founder of

---

[1] ایضاً، ص ۸۳

their faith who rules Arabia but had no compunction about dining with a slave or sharing his dates with a beggar.

Could a man who was not inspired have brought such an intemtional brotherhood into being! Does not the scoffing of the anti-Moslems rather reflect on themselves! Why should an imposter have left a creed, which has grown ever since he died! Today the number of followers of the Moslems faith increase by a quarter of a million every year! And this is without any persuasive disciples to preach the message of Islam.

ان کا (مسلمانوں کا) نظریہ (دین) یہودیوں اور عیسائیوں کے مقابلے میں اس قدر تیز رفتاری سے کیوں پھیلا ہے؟ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) موسیٰ و عیسیٰ (i) کی تعلیمات کا فرق کیا تھا؟ عامل مسلمانوں کا تناسب عامل یہودیوں اور عیسائیوں سے زیادہ کیوں ہے؟

مکہ میں کیا جانے والا حج اسلام کے جمہوری طرز عمل کا واضح اظہار ہے۔ یہاں یورپی، ایشیائی، افریقی، قلی، ملکہ، تاجر اور مجاہد سب ہی ایک جیسا عاجزی والا لباس (احرام) پہنتے ہیں جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے صحابہ نے ۶۳۲ء میں حجۃ الوداع کے موقع پر زیب تن کیا تھا۔ وہ سب ایک جیسا کھانا کھاتے ہیں، ایک جیسے خیموں میں رہتے ہیں اور ان کے درمیان کوئی امتیازی برتاؤ نہیں کیا جاتا ہے خواہ وہ سیرالیون کی بندرگاہ سے آئے ہوں یا پھر نظام حیدرآباد کے محل سے تشریف لائے ہوں، وہ مسلمان ہیں۔ یہ پہچان ہی کافی ہے۔ وہ بانی اسلام کی چھوڑی ہوئی مثال پر عمل پیرا ہیں، جنہوں نے عرب پر حکمرانی کی اور کبھی بھی کسی غلام کے ساتھ کھانا کھانے یا پھر کسی بھکاری کے ساتھ اپنی کھجوروں میں حصہ دار بنانے میں عار محسوس نہیں کی۔

کیا ایک آدمی جس کی کارکردگی متاثر کن نہ تھی، نے بین الاقوامی بھائی چارے کی بنیاد رکھی تھی؟ کیا مسلمانوں کے خلاف طعن و تشنیع ان کے (خبث) باطن کی نشاندہی نہیں کرتی ہے! ایک بہروپیا کیسے اپنے پیچھے عقیدت مندوں کی جماعت چھوڑ گیا، جو اس کے انتقال کے بعد مسلسل بڑھتی رہی ہے! آج مسلمانوں کی تعداد میں سالانہ ڈھائی لاکھ نفوس کا اضافہ ہو رہا ہے! اور ایسا اس کے پیروؤں کی جانب سے کسی ترغیب و تحریص کے بغیر ہو رہا ہے۔

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

"Philip Khuri Hitti" (پ ۲۲ جون ۱۸۸۶ء م ۲۴ دسمبر ۱۹۷۸ء) ایک لبنانی امریکی پروفیسر، پرنسٹن اور ہارورڈ یونیورسٹی کا فاضل، عرب مشرق وسطیٰ، اسلامی تاریخ اور علوم اسلامیہ کا ماہر تھا، متعدد کتابوں کا مصنف اپنی کتاب "History of The Arabs" میں لکھتا ہے:

Within a brief span of mortal life Muhammad called forth out of unpromising material a nation never united before, in a country that was hitherto but a geographical expression; established a religion which in vast areas superceded Christainity and Judaism and still claims the adherence of a goodly portion of the human race, and laid the basis of an empire that was soon to embrace within its far-flung boundaries the fairest provinces of the then civilized world. Himself an unschooled man, Muhammad was nevertheless responsible for a book still considered by one-eighth of mankind as the embodiment of all science, wisdom and theology. [1]

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی مختصر سی طبعی زندگی میں ایک ایسی قوم جس سے ترقی کی امید نہیں کی جاسکتی تھی، وہ قوم جو ایک جغرافیائی حقیقت کے سوا کچھ نہ تھی، کے درمیان ایک ایسے دین کی بنیاد رکھی جس کی عمل داری ان وسیع علاقوں پر پھیل گئی جہاں قبل ازیں عیسائیت اور یہودیت کی حکمرانی تھی، ان دور دراز علاقے کے باسیوں نے اس دین کو گلے سے لگایا، یہ علاقے اس زمانے کے مہذب ترین خطے سمجھے جاتے تھے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو خود اُمی تھے، لیکن پھر بھی دنیا کے سامنے ایک ایسی کتاب پیش کی جس پر دنیا کی کل آبادی کا ۸/۱ حصہ (آج ۴/۱ حصہ) ایمان رکھتا ہے کہ یہ کتاب تمام سائنسی علوم، حکمت اور علم الٰہیات کی حامل ہے۔

"Professor Reynold A. Nicholson" (پ ۱۸ اگست ۱۸۶۸ء م ۲۷ اگست ۱۹۴۵ء) انگریز مستشرق، محقق، اسلامی ادب اور علم تصوف کا ماہر۔ "Magnum Opus" کے نام سے مثنوی مولانا روم کا انگریزی ترجمہ اور تشریح لکھی جو آٹھ جلدوں میں شائع ہوئی، داتا گنج بخش حضرت علی ہجویری h کی کشف المحجوب کا انگریزی میں ترجمہ کیا اور علامہ اقبال کی فارسی کتاب اسرار خودی کا ترجمہ "The Secrets of Self" کے نام سے کیا، یونیورسٹی آف کیمبرج میں عربی و فارسی کے استاد رہے۔ اپنی معروف کتاب "A Literary History

---

[1] History of The Arabs, Philip K, Hitti, P.121-122,Tenth Edition, Macmillan Education Limited, London; 1970

"of the Arabs" میں لکھتے ہیں:

The victory of Badr turned all eyes upon Muhammad. However little the Arabs cared for his religion they could not but respect the man who had humbled the lords of Mecca. He was now a power in the land "Muhammad, king of the Hijaz".[1]

جنگ بدر کی کامیابی نے تمام نگاہوں کو محمد (ﷺ) پر مرکوز کر دیا۔ عربوں نے ان کے دین کو شاید اتنی اہمیت نہیں دی جتنا کہ وہ سرداران مکہ کو زیر کیے جانے پر ان کے مداح ہوئے۔ اب وہ سرزمین عرب پر ایک طاقت کے حامل تھے یعنی محمد (ﷺ) حجاز کے (بلا شرکت غیرے) بادشاہ تھے۔

"J.W.H. Stobart" جو کہ "La Martiniere College" لکھنؤ' انڈیا کے پرنسپل رہے اپنی کتاب "Islam & Its Founder" میں رقم طراز ہیں:

Judged by the smallness of the means at his disposal and the extent and permanence of the work he accomplished, no name in the world's history shines with a more specious lustre than that of the Prophet of Mecca. ..... His words have governed the belief of generations, been accepted as their rule in life and their certain guide to the world to come [2]

وسائل کی کمیابی اور نتائج کی وسعت و پائیداری کو پرکھا جائے تو دنیا کی تاریخ میں کوئی اور انسان نظر نہیں آئے گا جو پیغمبر مکہ سے بڑھ کر درخشاں و تاباں ہو' اس کے منہ سے نکلنے والے لفظوں نے نسلوں پر حکمرانی کی ہے' اس کے دیئے ہوئے طریقہ نے آنے والی دنیا (نسلوں) کے لیے ضابطۂ حیات کا کام دیا ہے' رہنما اصول ٹھہرا ہے۔

ایچ۔جی۔ویلز

برطانوی مورخ ایچ۔جی۔ویلز لکھتے ہیں:

محمد (ﷺ) سے قبل عربوں کا ذہن ودماغ مسخ ہو رہا تھا۔ وہ شاعری اور مذہبی مباحث میں مبتلا تھے۔ مگر پیغمبر اسلام کے مبعوث ہوتے ہی ان کی قومی اور نسلی کامیابیوں نے ان میں

[1] A Literary History of the Arabs, Reynold A. Nicholson, P.174-175,Charles Scribner's Sons, New York: 1907

[2] Islam and Its Founder, J.W.H. Stobart, P.228, Society For Promoting Christian Knowledge, London: 1875.

وہ ولولہ پیدا کر دیا کہ تھوڑے ہی دنوں کے اندر اُن کے ذہن و دماغ میں وہ روشنی اور چمک دمک پیدا ہوگئی کہ یونانیوں کے بہترین دور کے لگ بھگ پہنچ گئی۔ یعنی انہوں نے ایک نئے زاویے اور قوت تازہ کے ساتھ علم کے اس ذخیرہ کو باقاعدہ نشوونما دینی شروع کی' جس کا کام یونانیوں نے شروع کیا تھا اور شروع کر کے چھوڑ دیا تھا۔ ان عربوں ہی نے انسانوں کے اندر سائنس کی تحقیقات کی تحریک کو از سرِ نو زندہ کیا۔ موجودہ دنیا کو علم و اقتدار کی جو نعمتیں حاصل ہوئی ہیں' وہ عربوں کے ذریعے ملی ہیں' جو تاریخ تمام اعلیٰ لٹریچر اور ٹھوس فلسفے کی جزو بنیاد ہے اور یہی مضمون تھا جس میں اولین عرب مصنفین نے امتیاز حاصل کیا۔

اسلام میں فلسفیانہ علوم کا عظیم الشان انبار لگ گیا تھا۔ ان کے علاوہ کوفہ' بغداد' قاہرہ' قرطبہ میں عظیم الشان یونیورسٹیاں قائم تھیں۔ ان یونیورسٹیوں نے چاردانگ عالم میں اجالا کر دیا۔ اسلامی فلسفہ کا رنگ و روغن جامعہ قرطبہ ہی کے ذریعہ سے پیرس اور آکسفورڈ اور شمالی اطالیہ کی یونیورسٹیوں پر چڑھا۔ [1]

"Dr. Henry Stubbe" ۲۸ فروری ۱۶۳۱ء کو "Partney Linconshire" انگلستان میں پیدا ہوا۔ وہ Christ Church of England سے وابستہ رہا۔ زیرِ نظر کتاب اس کے قلمی نسخے کے مطابق اس کے انتقال کے بعد شائع ہوئی ہے۔

ڈاکٹر ہنری لکھتا ہے:

And now we see Mahomet possessed of the Metropolis of Arabia the desert, his enemies subdued and his Armies victorious, yet doth not all this power and series of prosperous Attempts infuse into him new pride or outward Grandeur whatsoever fortune hath put into his hands. [2]

ہم دیکھتے ہیں کہ صحرائے عرب کے سب سے بڑے شہر (مکہ) سے تعلق رکھنے والے محمد (ﷺ) نے اپنے تمام دشمنوں کو مغلوب کر دیا اور اپنی سپاہ کو فتح مندی دلوا دی۔ پے در پے کامیابیوں کے باوجود ان کی شخصیت میں غرور یا امیرانہ ٹھاٹ باٹ پیدا نہ ہوا۔

مزید یہ کہ

Nothing was more mild and gentle than his speech,

---

[1] نقوش' رسول نمبر' ج ۴' ص ۴۶۵' بحوالہ الامان دہلی' ۷ مئی ۱۹۳۶ء' ادارہ فروغ اردو لاہور' ۱۹۸۳ء

[2] Rise and Progress of Mahometanism, Dr. Henry Stubbe, P.128, Luzac and Co, London: 1911

nothing more courteous and obliging than his carriage. he could dexterously accommodate himself to all ages. [1]

ان کی (محمد ﷺ) شیریں گفتاری اور مہربانی بے مثل تھی۔ ان کی روش متواضع اور احسان مند کرنے والی تھی۔ وہ اپنی ہنرمندی کی بناء پر ہر عمر اور ہر طبقے کے لوگوں کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لینے کا فن جانتے تھے۔

"Stanley Lane-Poole" ایک برطانوی مستشرق (پ ۱۸ دسمبر ۱۸۵۴ء م ۲۰ دسمبر ۱۹۳۱ء) لندن میں پیدا ہوا' ۱۸۷۴ء تا ۱۸۹۲ء برٹش میوزیم میں کام کیا' بعد ازاں مصر میں آثار قدیمہ پر تحقیق کرتے رہے' پھر ۱۸۹۷ء سے ۱۹۰۴ء تک ڈبلن یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر کی خدمات انجام دیں۔ وہ اپنی کتاب "Studies in a Mosque" میں لکھتے ہیں:

He who standing alone, braved for years the hatred of his people, is the same who was never the first to withdraw his hand from another's clasp, the beloved of children, who never passed a group of little ones without a smile from his wonderful eyes and a kind word for them, sounding all the kinder in that sweet-toned voice. [2]

وہ ذات والاصفات (محمد ﷺ) جو اپنی ہی قوم کی نفرت کے سامنے بہادری سے کھڑی رہی' یہ وہی ہے جس نے کسی مصافحہ کرنے والے سے ہاتھ کو پہلے نہیں چھڑایا' بچوں کا محبوب' جو کبھی بچوں کے کسی جم گھٹے سے مسکراہٹ جو اس کی خوبصورت آنکھوں سے مترشح تھی اور الفت کے الفاظ ادا کیے بغیر نہ گزرا' وہی جو شیریں کلام اور مہربان تھا۔

"Christiaan Snouck Hurgronje" ایک ولندیزی (Dutch) اسکالر تھا۔ ۸ فروری ۱۸۵۷ء کو پیدا ہوا اور ۲۶ جون ۱۹۳۶ء کو انتقال کیا۔ وہ فراوانی کے ساتھ عربی بولتا تھا اور مشرقی علوم کا ماہر تھا۔ وہ Leiden یونیورسٹی (ہالینڈ) کا استاد تھا۔ وہ کہتا ہے:

The league of Nations founded by the prophet of Islam put the principle of international unity and human brotherhood on such universal foundations as to show candle to other nations.

---

[1] ایضاً

[2] "Studies in a Mosque", Stanley Lane-Poole, P.75-76, W.H. Allen and Co, London. 1883

The fact that no nation of the world can show a parallel to what Islam has done towards the realization of the idea of League of Nations. [1]

پیغمبر اسلام نے جو اقوام متحدہ (League of nations) قائم کی اس کا مقصد بین الاقوامی اتحاد اور انسانی بھائی چارہ تھا' جو دیگر اقوام عالم کے لیے مشعل راہ تھی۔ اسلام نے جو گراں قدر کام کیا کوئی اور قوم وہ گراں قدر کام نہ کر سکی۔ یہ کام اقوام عالم کے اتحاد کا نظریہ تھا۔

"Gustav Weil" (پ ۲۵ اپریل ۱۸۰۸ء م ۲۹ اگست ۱۸۸۹ء) جرمن مستشرق لکھتا ہے:

Muhammad set a shining example to his people. His character was pure and stainless his house, his dress, his food they were characterized by a rare simplicity. So unpretentious was he that he would receive from his compainons no special mark of reverence, nor would he accept any service from his slave he could do himself Often and often he was seen in the market purchasing provisions; often and often he was seen mending his clothes in his room or milking a goat in his courtyard. He was accessible to all and at all times. He visited the sick and was full of sympathy for all. Unlimited was his benevolence and generosity as also was his anxious care for the welfare of the community. [2]

محمد (ﷺ) نے اپنی قوم کے لیے ایک تابندہ مثال قائم کی۔ ان کا کردار خالص اور بے داغ تھا' ان کا گھر' پہناوا اور غذاء سادگی کا نادر نمونہ تھی۔ وہ تصنع سے پاک تھے اور اپنے صحابہ سے کسی خصوصی تعظیم و تکریم کے طلب گار نہ تھے' جو کام وہ خود انجام دے سکتے تھے اسے اپنے غلام (خادم) سے کروانا پسند نہیں کرتے تھے۔ وہ اکثر و بیشتر بازاروں میں سودا سلف خریدتے دیکھے جاتے تھے' وہ اکثر اپنے گھر میں اپنے کپڑے رفو کرتے' اپنے آنگن میں بکری کا دودھ دوہتے۔ ہر وقت ہر شخص کی پہنچ آپ تک تھی۔ وہ بیمار کی مزاج پرسی کرتے اور ہر ایک کے لیے سراپا رحمت و رافت ہوتے۔ ان کی خیر خواہی اور دریا دلی لامحدود تھی اور وہ اپنی رعایا کی

---

[1] السیرۃ العالمی' ش ۱۳' ص ۲۵' زوار اکیڈمی' کراچی' ۲۰۰۵ء
[2] السیرۃ العالمی' ش ۱۶' ص ۲' زوار اکیڈمی' کراچی' ۲۰۰۶ء

بہتری کے لیے بے چین و بے قرار رہتے تھے۔

"E.K. Kellett" اپنی کتاب "A Short History of Religions" جو ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی کے صفحہ ۳۳۳ پر لکھتا ہے:

There is no more astonishing career in history than that of the founder of this religion and scarecely any man has more profoundly influenced the destinies of the world He was of course, favoured by circumstances, but he knew how to turn them to his purposes and he faced adversity with the determ nation to wring success out of failure. [1]

تاریخ انسانی میں اس مذہب کے بانی (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بڑھ کر کسی کا کردار حیران کن نہیں ہے اور شاید ہی کسی انسان نے اس دنیا کی تقدیر بدلنے کے لیے اتنا گہرا اثر ڈالا ہو۔ بے شک حالات بھی ان کے موافق رہے، لیکن وہ جانتے تھے کہ حالات کو اپنی موافقت میں کیسے ڈھالنا ہے؟ وہ مشکل سے مشکل حالات کو اپنے حق میں ڈھال لینے پر کامل یقین رکھتے تھے۔

یورپ سے تعلق رکھنے والا مشہور مصنف پروفیسر یک لکھتا ہے:

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتیموں، مسافروں، پریشان حال لوگوں، مقروضوں اور تمام فقراء و مساکین کے لیے حقیقی رحمت تھے۔ آپ عورتوں کے لیے بھی رحمت تھے جن کو اس زمانے میں اشیائے ضرورت سے زیادہ حیثیت حاصل نہ تھی۔ آپ نے ساری دنیا میں تمام دینوں اور تمام نظاموں سے پہلے عورتوں کو عزت کا مقام عطاء کیا۔ [2]

"Alfred W. Martin" اپنی کتاب "Great Religions Teachers of the East" میں لکھتا ہے:

Nay more, in the fulfilment of that civilizing work Mohammed rendered invaluable services, not only to Arabia, but also to the entire world. [3]

---

[1] السیرۃ العالمی، ش ۱۹، ص ۷، زوار اکیڈمی، کراچی، ۲۰۰۶ء

[2] ضیاء النبی، پیر محمد کرم شاہ الازہری، ج ۶، ص ۲۰۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۴۱۸ھ بحوالہ الاسلام و المستشرقون، ص ۳۳۲-۳۳۳

[3] Great Religious Teachers of the East, Alfred W, Martin, P.265, The Macnillan Company, Tornto, Canada· 1911

مزید یہ کہ تہذیب و تمدن کی تکمیل کے لیے محمد (ﷺ) نے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں نہ صرف سرزمین عرب کے لیے بلکہ پوری دنیا کے لیے۔

عبداللہ بن عبداللہ

ان کے قبول اسلام کا حال پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ جو کہ یونیورسٹی کالج یونیورسٹی آف لندن میں عربی زبان کے پروفیسر تھے نے اپنی کتاب "Preaching of Islam" (دعوت اسلام) میں تفصیل سے لکھا ہے۔ اس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے:

پروفیسر آرنلڈ نے عبداللہ بن عبداللہ کا پرانا عیسائی نام ذکر نہیں کیا' کیونکہ پروفیسر موصوف نے ان کے حالات ان کی خودنوشت سے نقل کیے ہیں جس میں ان کا صرف اسلامی نام مذکور ہے۔

عبداللہ جزیرہ میورقہ میں ایک خوش حال گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کی ابتدائی تعلیم و تربیت اس انداز میں ہوئی کہ وہ بڑے ہو کر عیسائی پادری بن سکیں۔ مختلف یونیورسٹیوں سے دینیات کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد انہوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ ایک عمر رسیدہ پادری کی خدمت میں گزارا۔ اس پادری کو عالم عیسائیت میں بڑی شہرت حاصل تھی اور لوگ اس کے بڑے قدردان تھے۔ پادری کو اپنے اس شاگرد پر بڑا بھروسہ تھا اور اس نے اپنے مال و متاع کی کنجیاں اس کے حوالے کر رکھی تھیں۔

ایک دن پادری اپنی درس گاہ نہ جا سکا۔ اس کی عدم موجودگی میں اس کے شاگرد دیر تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس قول پر بحث کرتے رہے کہ میرے بعد ایک نبی آئے گا جس کا نام فارقلیط ہوگا۔ وہ یہ بحث کرتے رہے کہ اس کلام میں فارقلیط سے مراد کون ہے؟ لیکن وہ کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے۔

عبداللہ نے واپس جا کر پادری کے سامنے اس بحث کا ذکر کیا اور اپنے استاد سے درخواست کی کہ جس طرح انہوں نے اسے علم کے بے بہا موتی عطا فرمائے ہیں اسی طرح اس عقدے کو بھی حل کریں۔ پادری نے رونا شروع کر دیا اور کہا: میرے بیٹے! بے شک تم مجھے بہت عزیز ہو' کیونکہ تم نے میری بہت خدمت کی ہے۔ فی الواقع اس مبارک نام کے معنی دریافت کرنے میں بڑا فائدہ ہے' مگر مجھے خوف ہے کہ اگر میں نے اس کے معنی تم پر ظاہر کر دیئے تو عیسائی تجھے فوراً مار ڈالیں گے۔ عبداللہ نے راز کو افشا نہ کرنے کا وعدہ کیا' تو پادری

نے کہا: میرے فرزند! تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ فارقلیط پیغمبر اسلام محمد ﷺ کے اسمائے مبارکہ میں سے ایک نام ہے اور یہ وہی پیغمبر ہیں جن پر وہ چوتھی کتاب نازل ہوئی جس کا اعلان دانیال کی زبان سے ہوا تھا۔ پیغمبر اسلام ﷺ کا دین یقیناً سچا دین ہے اور ان کا مذہب وہی شاندار اور پرنور مذہب ہے جس کا ذکر انجیل میں آیا ہے۔

پادری نے عبداللہ کو دین اسلام قبول کر لینے کی نصیحت کی' لیکن خود عبداللہ کی منت سماجت کے باوجود اس نعمت کو اپنے دامن میں سجانے سے محروم رہا۔

عبداللہ اپنے استاد سے رخصت ہوا۔ مختلف ممالک سے ہوتا ہوا تیونس جا پہنچا۔ وہاں کے عیسائیوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا' کیونکہ عبداللہ کے علم کی شہرت عالم عیسائیت میں دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہ چار مہینے عیسائیوں کے پاس رہا۔ اس کی بڑی خاطر مدارات کی گئی۔ آخر وہ تیونس کے سلطان ابو العباس احمد کے پاس پہنچے اور اسلام قبول کرنے کے ارادے کا اظہار کیا۔ سلطان نے انہیں خوش آمدید کہا۔

عبداللہ نے درخواست کی کہ سلطان ان کے اسلام قبول کرنے کے اعلان سے پہلے عیسائیوں کی ان کے متعلق رائے دریافت کریں' کیونکہ جو شخص اپنا مذہب تبدیل کرتا ہے اس پر اس کے ہم مذہب ہر قسم کی الزام تراشیوں کو روا رکھتے ہیں۔ سلطان نے کہا: تم نے تو بالکل وہی بات کہی ہے جو حضرت عبداللہ بن سلام ؓ نے اسلام قبول کرنے سے پہلے کہی تھی۔

سلطان نے عبداللہ کی درخواست کے مطابق عیسائیوں کو شاہی دربار میں جمع کیا اور ان سے عبداللہ کے بارے میں پوچھا۔ جب سلطان عیسائیوں سے یہ سوال جواب کر رہے تھے' عبداللہ برابر والے کمرے میں بیٹھے تھے۔ عیسائیوں نے جواب دیا: وہ ہمارے بہت بڑے عالم ہیں۔ ہمارے علماء کہتے ہیں کہ انہوں نے علم و فضل اور پرہیزگاری میں عبداللہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ سلطان نے عیسائیوں سے پوچھا کہ اگر تمہارا یہ پادری مسلمان ہو جائے تو تم اس کی نسبت کیا خیال کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا:

معاذ اللہ! وہ کبھی ایسا نہیں کر سکتا۔ سلطان نے عبداللہ کو اپنے پاس بلایا۔ عبداللہ دوسرے کمرے سے اٹھ کر سلطان کے پاس آئے اور کلمہ شہادت پڑھ کر حلقہ اسلام میں شامل ہو گئے۔

عیسائیوں نے عبداللہ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور کہا: اس شخص نے صرف شادی کے شوق میں یہ حرکت کی ہے' کیونکہ پادری کی حیثیت میں وہ شادی نہیں کر سکتا تھا۔

عبداللہ نے مسلمان ہونے کے بعد ۱۴۲۰ء میں عیسائیوں کے رد میں ایک کتاب لکھی۔ جس کا نام "ھدیۃ الاریب فی الرد علی اھل الصلیب" رکھا۔ پروفیسر آرنلڈ نے عبداللہ کے حالات اسی کتاب کے مقدمے سے نقل کیے ہیں۔ [1]

ڈاکٹر خالد شیلڈرک (Dr. Khalid Sheldrick)

ڈاکٹر خالد شیلڈرک کا تعلق انگلستان سے تھا۔ یہ ایک مشہور اور باصلاحیت صحافی تھے۔ انہوں نے عیسائیت کے مذہبی ماحول میں پرورش پائی، لیکن عیسائیت کے غیر عقلی عقائد انہیں مطمئن نہ کر سکے۔ انہوں نے مختلف مذاہب کا مطالعہ کیا۔ اسلام کے متعلق مستشرقین کی کتابیں پڑھیں جو اسلام کے خلاف الزامات سے پر تھیں اور یہی کتابیں ان کے لیے ہدایت کا سبب بن گئیں۔ وہ خود فرماتے ہیں:

مذاہب عالم پر انگلستان کی لائبریریوں میں مجھے جتنی کتابیں بھی ملیں، میں نے وہ پڑھ ڈالیں۔ اس مرحلے میں ایک عجیب انکشاف ہوا۔ وہ یہ کہ ان کتابوں میں یہودیت، ہندومت اور بدھ مت وغیرہ کے بارے میں تو صرف معلومات ہی تھیں، مگر اسلام کا جہاں بھی ذکر آتا کوئی بھی مصنف طعن وتشنیع کے بغیر نہیں گزرتا تھا۔ اس احساس نے غور وفکر کی راہیں مزید کھول دیں اور یہ بات میرے دل میں بیٹھتی چلی گئی کہ اگر عیسائی مصنفین مذہب اسلام سے خائف نہ ہوتے اور اس کی قوت وحرکت سے مرعوب نہ ہوتے تو اس سے مقابلہ ومجادلہ کی اس قدر فکر نہ کرتے، نہ اٹھتے بیٹھتے اس کی تذلیل کے درپے ہوتے۔ [2]

کالکی اوتار (ہادی عالم)

ہندو مذہب کے ماننے والے اپنے جس کالکی اوتار (ہادی عالم) کا انتظار کر رہے ہیں وہ درحقیقت حضرت محمد (ﷺ) کی ذات اقدس ہے جس کا ظہور آج سے چودہ سو سال قبل ہو چکا ہے۔ لہٰذا ہندوؤں کو اب کسی "کالکی اوتار" کے انتظار میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے اور فوراً

---

[1] ضیاء النبی، پیر محمد کرم شاہ الازہری، ج ۶، ص ۲۱۳-۲۱۵، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۱۴۱۸ھ بحوالہ دعوت اسلام، ص ۲۱۵-۲۲۰

[2] ضیاء النبی، پیر محمد کرم شاہ الازہری، ج ۶، ص ۲۲۶-۲۲۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۱۴۱۸ھ بحوالہ ہم کیوں مسلمان ہوئے؟ ص ۸۵-۸۹

اسلام قبول کر لینا چاہیے۔ اس امر کا انکشاف بھارت میں حال ہی میں چھپنے والی ایک کتاب ''کالکی اوتار'' میں کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا مصنف ایک ہندو برہمن پنڈت وید پرکاش ہے جو سنسکرت کا ممتاز عالم اور الہ آباد یونیورسٹی میں ایک اہم عہدہ پر متمکن ہے۔

مصنف نے اپنی اس تحقیق کو بھارت کے آٹھ بڑے پنڈتوں کے سامنے پیش کیا جو تحقیق کے میدان میں ممتاز مقام رکھتے ہیں اور بھارت کے بڑے مذہبی رہنماؤں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان پنڈتوں نے بھی وید پرکاش کی اس تحقیق کو درست تسلیم کیا ہے۔ مصنف نے اپنے اس دعویٰ کی حمایت میں ہندوؤں کی مقدس کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ مقدس کتاب ''ویدا'' میں درج ہے کہ بھگوان کا آخری پیغمبر (کالکی اوتار) ہوگا جو پوری دنیا کو رہنمائی فراہم کرے گا۔ مصنف کہتا ہے کہ یہ بات صرف حضرت محمد (ﷺ) پر صادق آتی ہے۔ ہندوازم کی پیشین گوئی کے مطابق کالکی اوتار ایک جزیرے میں جنم لے گا اور یہ درحقیقت عرب کا علاقہ ہے جو جزیرۃ العرب کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ویدا میں کالکی اوتار کے باپ کا نام ''وشنو بھگت'' اور ماں کا نام ''سومانب'' تحریر ہے۔ سنسکرت میں ''وشنو اللہ'' اور ''بھگت'' غلام کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس طرح ''وشنو بھگت'' کا عربی ترجمہ ''عبداللہ'' بنتا ہے۔ ''سومانب'' سنسکرت میں امن و آشتی کو کہتے ہیں اور عربی میں اس کا مترادف لفظ آمنہ ہے۔ عبداللہ اور آمنہ حضرت محمد ﷺ کے والد اور والدہ ماجدہ کے نام ہیں۔

کالکی اوتار کے بارے میں مزید کہا گیا ہے کہ بھگوان اپنے خاص پیغام رساں کے ذریعے انہیں ایک غار میں علم سکھائیں گے اور یہ بات بھی صرف حضرت محمد ﷺ پر ہی صادق آتی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے غار حرا میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے علم سے نوازا۔ ہندوؤں کی مقدس کتابوں میں تحریر ہے کہ بھگوان کالکی اوتار کو ایک تیز رفتار گھوڑا دیں گے جس کی مدد سے وہ اس دنیا کے گرد اور ساتوں آسمانوں کی سیر کریں گے۔ حضرت محمد ﷺ کی براق کی سواری اور واقعہ معراج اسی جانب اشارہ کرتا ہے۔ مقدس کتابوں میں تحریر ہے کہ کالکی اوتار گھڑسواری' تیراندازی اور تیغ زنی میں ماہر ہوگا۔ مصنف وید پرکاش کہتا ہے کہ اس پیشین گوئی کی جانب خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے' کیونکہ گھوڑوں' نیزوں اور تلواروں کا دور اب گزر چکا ہے اور اب اس کی جگہ جدید ہتھیاروں ٹینک' میزائل وغیرہ نے لے لی ہے اور ایسی صورت

میں تیزدوں' بھالوں سے مسلح اوتار کا انتظار غیر دانشمندانہ اقدام ہوگا۔ مصنف کہتا ہے کہ کالکی اوتار در حقیقت حضرت محمد ﷺ کی طرف واضح اشارہ ہے جسے اللہ نے آسمانی کتاب قرآن دے کر پوری کائنات کے لیے رہنما بنا کر بھیجا ہذا ہندوؤں کو اب فوراً اسلام قبول کر لینا چاہیے۔ [1]

سردار کرشن سنگھ سکھ مذہب کے بانی گورونانک صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

حضرت محمد صاحب (ﷺ) کی شخصیت عظیم شخصیت تھی۔ چنانچہ ہمارے آقا سردار گرونانک صاحب' جن کی مذہبی رواداری اور بے لاگ انصاف پسندانہ تعلیم کو ایک دنیا نے مانا ہے' انہوں نے حضرت محمد صاحب (ﷺ) کی سیرت کے بعد ان کی تعریف میں جو دوہا لکھا ہے' وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت محمد صاحب (ﷺ) کی شخصیت دنیا کے تمام انصاف پسند اور غیر متعصب مذاہب میں بھی پسندیدہ اور مقبول رہی ہے۔ انہوں نے فرمایا:

ڈٹھا نور محمدی ڈٹھا نبی رسول
نانک قدرت دیکھ کر خودی گئی سب بھول [2]

بدھ مت کے ماننے والے بھی آپ ﷺ کا احترام کرتے ہیں:

حضرت محمد (ﷺ) کا ظہور بنی نوع انسان پر خدا کی ایک رحمت تھا۔ لوگ کتنی ہی انکار کریں' مگر آپ کی اصلاحات عظیمہ سے چشم پوشی ممکن نہیں۔ ہم بدھی لوگ حضرت محمد (ﷺ) سے محبت کرتے ہیں اور ان کا احترام کرتے ہیں۔ [3]

کے۔ ایس۔ راما کرشنا راؤ

بھارتی ہندو پروفیسر آف فلاسفی نے اپنی کتاب "Muhammad the Prophet of Islam" میں آپ ﷺ کو انسانی زندگی کا کامل نمونہ قرار دیا ہے۔

(حضرت) محمد (ﷺ) کی ہمہ گیر شخصیت کا احاطہ کرنا میرے لیے تقریباً ناممکن ہے۔ میں تو اس کی صرف ایک جھلک دیکھ سکتا ہوں۔ آپ (ﷺ) کی شخصیت کے کتنے دل آویز اور

---

[1] نوائے وقت' روزنامہ ۹ دسمبر ۱۹۹۷ء بحوالہ کالکی اوتار' وید پرکاش' ہندوستان

[2] نقوش' رسول نمبر' ج ۴' ص ۳۶۳' ادارہ فروغ اردو لاہور' ۱۹۸۳ء بحوالہ غ زبان ہند' ص ۱۱۷

[3] ایضاً' ص ۳۶۴' بحوالہ معجزات اسلام' ص ۶۶

مختلف النوع مظاہر ہیں۔ (حضرت) محمد (ﷺ) بہ حیثیت سپہ سالار' بہ حیثیت حکمران' بہ حیثیت جنگ آزما' بہ حیثیت تاجر' بہ حیثیت معلم' بہ حیثیت فلسفی' بہ حیثیت سیاستدان' بہ حیثیت خطیب' بہ حیثیت یتیموں کے مربی' بہ حیثیت غلاموں کے محافظ' بہ حیثیت عورتوں کے نجات دہندہ' بہ حیثیت منصف اور بہ حیثیت خدا رسیدہ انسان اور ان تمام شاندار کرداروں اور انسانی سرگرمیوں کے ان تمام شعبوں میں آپ (ﷺ) قابل رشک شخصیت کے مالک تھے۔

یتیمی انتہائی کسمپرسی اور بے چارگی کا دوسرا نام ہے اور اس زمین پر آپ (ﷺ) کی زندگی کا آغاز اسی حالت میں ہوا۔ شہنشاہیت مادی طاقت کا نقطہ عروج ہے اور آپ (ﷺ) کی زندگی اسی حیثیت میں اختتام کو پہنچی۔ ایک یتیم بچے اور ستم رسیدہ مہاجر سے لے کر ایک پوری قوم کے دنیاوی اور روحانی پیشوا اور اس کی قسمت کا مالک ہونے کی حیثیت تک پہنچتے ہیں۔ آپ کو جن آزمائشوں' تحریصوں' تغیرات و انقلابات' اندھیروں اجالوں' نکبت و عظمت اور نشیب و فراز سے گزرنا پڑا' آپ (ﷺ) ان سب سے کامیابی کے ساتھ عہدہ برآ ہوئے اور زندگی کے ہر میدان میں آپ (ﷺ) ایک مثالی انسان ثابت ہوئے۔ آپ (ﷺ) کے کارنامے زندگی کے کسی ایک خاص پہلو تک محدود نہیں' بلکہ تمام شعبہ ہائے حیات پر محیط ہیں۔

اگر عظمت کا راز کسی ایسی قوم کی تطہیر میں پوشیدہ ہے جو سرتاپا وحشت و بربریت کا شکار اور اخلاقی تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی ہو تو وہ شخصیت جس نے عربوں جیسی انتہائی پستیوں میں گری ہوئی قوم کو یکسر بدل کر رکھ دیا' اسے عظمت و شائستگی کے اعلیٰ مقام پر پہنچایا اور علم و تہذیب کا مشعل بردار بنایا ہر لحاظ سے عظیم قرار پاتی ہے۔ اگر کسی معاشرہ کے متصادم عناصر کے درمیان محبت و اخوت کا رشتہ استوار کرنا عظمت کی نشانی ہے' تو یہ امتیاز پیغمبر صحرا کے حصہ میں آتا ہے۔ اگر توہمات کے شکار اور باطل رسومات میں گرفتار لوگوں کی اصلاح کا نام عظمت ہے' تو پیغمبر اسلام نے ہزارہا انسانوں کو توہم پرستی اور بے بنیاد خوف سے نجات دلائی۔ اگر عظمت کا تصور اعلیٰ اخلاق کا مظہر ہونے سے وابستہ ہے' تو (حضرت) محمد (ﷺ) کو ان کے دوست اور دشمن امین اور صادق کہہ کر پکارتے تھے۔ اگر ایک فاتح کو عظیم انسان کہا جا سکتا ہے' تو ہمارے سامنے ایک ایسی شخصیت آتی ہے جس نے اپنی زندگی کا آغاز ایک بے سہارا یتیم اور معمولی انسان کی حیثیت سے کیا اور بالآخر عرب و عجم کی تاجدار کہلائی جس کا مقام قیصر و کسریٰ سے کسی

طرح کم نہ تھا۔ اس نے ایک ایسی مملکت کی بنیاد ڈالی جو چودہ سو سال سے اب تک چلی آ رہی ہے۔ اگر کسی رہنما سے اس کے پیروکاروں کی عقیدت مندی عظمت کا پیمانہ ہے' تو دنیا کے گوشہ گوشہ میں بسنے والے کروڑوں انسانوں کی روحوں کو (حضرت) محمد (ﷺ) کا نام ایک سحر انگیز کیفیت سے سرشار کیے ہوئے ہے۔

حالانکہ آپ نے ایتھنز' روم' فارس' ہند یا چین کی دانش گاہوں میں فلسفہ کی باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی تھی' پھر بھی آپ انسانیت کو لافانی اہمیت کی حامل عظیم ترین صداقتوں سے آگاہ کر سکتے تھے۔ اگرچہ آپ اُمی تھے تاہم آپ کی تقریر اتنی شستہ و رواں ہوتی تھی کہ سننے والوں کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ جاتے تھے۔ یتیم اور دنیوی وسائل سے محروم ہونے کے باوجود آپ سب کی آنکھوں کا تارا تھے۔ آپ کسی ملٹری اکیڈمی کے تربیت یافتہ نہ تھے' لیکن آپ نے سخت مشکلات کے بالمقابل بڑی ذہانت سے اپنی فوجوں کو منظم کیا اور محض اخلاقی و روحانی طاقت کے بل بوتے پر فتوحات حاصل کیں۔ دنیا میں لوگوں کو اخلاقی تعلیم دینے کا ہنر جاننے والے خداداد صلاحیتوں کے حامل افراد شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں۔ دیس قرطیس (Des Cartes) نے ایک مکمل معلم اخلاق کو نایاب ترین انسان قرار دیا ہے۔ ہٹلر نے اپنی مین کامپ (Min Kamp) میں اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ کہتا ہے: ایک نظریاتی انسان شاذ و نادر ہی عظیم قائد ہوتا ہے۔ اس کے بالمقابل ایک تحریکی انسان میں وہ قائدانہ صلاحیتیں زیادہ ہوتی ہیں' وہ ہمیشہ ایک بہتر قائد ثابت ہوگا' کیونکہ قیادت کا مطلب ہے عوام میں عمل کی تحریک پیدا کرنا۔ قائدانہ صلاحیت کا فکر انگیزی سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ مزید کہتا ہے: لیکن اس دنیا میں کسی شخص کا بیک وقت نظریہ پسند' منتظم اور قائد ہونا ایک بے نظیر منظر ہوتا ہے اور اسی میں عظمت کا راز پنہاں ہے۔ پیغمبر اسلام کے پیکر میں یہ عدیم المثال منظر مجسم ہو گیا تھا۔ [1]

ہندی کے ادیب سردار پورن سنگھ (۱۸۸۲ء۔۱۹۳۱ء) کے ایک مقالہ کا عنوان ہے: ''بیرتا''۔ اس میں انہوں نے پیغمبر اسلام کو تاریخ کا سب سے بڑا بیر (بہادر) بتایا ہے'' جو

---

[1] سیرۃ الرسول' ج ۲' محمد طاہر القادری' منہاج القرآن پبلیکیشنز' لاہور' ۲۰۰۷ء بحوالہ اسلام کے پیغمبر محمد' راما کرشنا راؤ' ص ۱۳۔۱۵

عرب کے ریگستان میں بارود کی طرح آگ لگا گئے۔ کل پرتھوی جھے سے کانپ اٹھی' جو لوگ ان کے سامنے آئے وہ ان کے داس بن گئے"۔ وہ بیرتا کیا ہے جو کسی کو اتنا بل والا بنا دیتی ہے' انہیں کے الفاظ میں پڑھیے:

اپنے آپ کو ہر گھڑی ہر پل مہان سے بھی مہان بنانے کا نام بیرتا ہے' کایر پرش کہتے ہیں: آگے بڑھے چلو۔ بیر کہتے ہیں: پیچھے ہٹ چلو۔ کایر کہتے ہیں: اٹھاؤ تلوار۔ بیر کہتے ہیں: سر آگے کرو۔ بیروں کی پالیسی بل کو ہر طرح اکٹھا کرنے اور بڑھانے کی ہوتی ہے۔ بیر تو اپنے اندر ہی اندر مارچ کرتے ہیں' کیونکہ ہردے آکاش کے کیندر میں کھڑے ہو کر دے کل سنسار کو ہلا سکتے ہیں۔ بیر وہ بیر کیا جو تن کے برتن کی طرح جھٹ گرم اور جھٹ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ صدیوں نیچے آگ جلتی رہے تو بھی شاید ہی بیر گرم ہو اور ہزاروں ورش برف اس پر جمتی رہے تو بھی کیا مجال جو اس کی بانی تک ٹھنڈی ہو۔ لوگ کہتے ہیں: کام کرو کام کرو۔ پر ہمیں تو یہ باتیں نرر تھک معلوم ہوتی ہیں۔ پہلے کام کرنے کا بل پیدا کرو' اپنے اندر ہی اندر برچھ کی طرح بڑھو۔ دنیا کسی کوڑے کے ڈھیر پر نہیں کھڑی کہ جس مرغ نے بانگ دی وہی سدھ ہو گیا۔ دنیا دھرم اور اٹل آدھیاتمک نیموں پر کھڑی ہے' جو اپنے آپ کو ان نیموں کے ساتھ ابھید کر کے کھڑا ہوا وہ وجئی ہو گیا۔ (عبدہ چنیکا' مہندر چترویدی)

اس بیرتا یا اندرونی طاقت کا راز پر اسرار عملیات یا روحانی ورزشیں نہیں ہیں جو کونوں یا گوشوں میں بیٹھ کر کی جاتی ہیں۔ عملیات کے ذریعہ جو طاقت حاصل ہوتی ہے وہ جمدات و حیوانات کی دنیا میں کچھ چمتکار دکھا سکتی ہے۔ مگر زندگی کے مقابلوں میں وہ ایک دن بھی انسان کے کام نہیں آتی' جب کہ حقیقی طاقت وہی ہے جو زندگی کے مقابلوں میں آدمی کو فاتح بنائے۔ [1]

معروف صحافی دیوان سنگھ مفتون جنہوں نے حق گوئی' بے باکی اور قلم کے تقدس کے لیے انگریزی حکومت کے دور میں بار بار قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں' کہتے ہیں کہ ان ہونٹوں کی قدر و قیمت کا اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا جن ہونٹوں سے یہ الفاظ نکلے ہوں کہ "افضل جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے"۔ [2]

---

[1] پیغمبر انقلاب' وحید الدین خان' ص ۱۰۵' فکشن ہاؤس لاہور' ۲۰۱۳ء

[2] محمد صلی اللہ علیہ وسلم غیر مسلم دانشوروں کی نظر میں' ساجد امین خان' ص ۷۸' سویرا پبلیکیشنز لاہور' ۲۰۰۳ء

اور یہ فرمان پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کا ہے۔

دیپک چوپڑہ (Deepak Chopra)

کثرت سے فروخت ہونے (Best sellers) والی بہت سی کتابوں کے مصنف دیپک چوپڑہ پکار اٹھے:

In fact Muhammad sensed this aching gap in the world around him. He appeals to me most because he remade the world by going inward. That's the kind of achievement only available on the spiritual path. In the light of what the Prophet achieved, he raises my hopes that all of us who lead everyday lives can be touched by the divine. The Koran deserves its place as a song of the soul to be celebrated wherever the soul matters.[1]

درحقیقت محمد (ﷺ) نے انسانیت کے اس درد کو سمجھا جو ان کے گرد گرد دنیا میں موجود تھا۔ ان کی ذات نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے کیونکہ انہوں نے دلوں میں اتر کر نئی دنیا آباد کی ہے۔ یہ وہ نتیجہ خیزی ہے جو روحانی سطح پر ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس رسول (ﷺ) نے جو روشنی پھیلائی ہے اس نے میرے حوصلوں کو بلند کیا ہے کہ ہم سب ہی اپنی روزمرہ زندگی میں اس الہامی پیغام کا اثر قبول کریں گے۔ قرآن بجا طور پر اس بات کا حق رکھتا ہے کہ اسے روح کا نغمہ قرار دیا جائے اور ہر اس موقع اور محل پر اس کا جشن منایا جائے جہاں روح کو اہمیت حاصل ہو۔

"Arabian Civilization" کا مصنف "Joseph Hell" لکھتا ہے:

It is characteristic of all religions to impress their stamp on human history; and founders, prophets and apostles play their part in the civilization of their age and people. But never, in so rapid and direct a manner, has any religion achieved such world-affecting changes as Islam has achieved. And never has the setter forth of a new religion been so complete a master of his time and people as Mohammed was   Mohamed's personality and his message; his message and politics, his politics and the cultural development of his people, are, as a whole, so closely intertwined in the Islamic edifice, that they

---

[1] Muhammad, Deepak Chopra, Author's note, xi , Harper Collins Publishers, New York: 2011

must be considered together in their alternating interplay. [1]

تمام ادیان کا یہ خاصہ رہا ہے کہ وہ تاریخ انسانی پر اپنی چھاپ چھوڑیں۔ نبی اور رسول اپنے اپنے عہد اور افراد کی تہذیب میں اپنا کردار ادا کرتے رہے ہیں' مگر کسی دین نے بھی اتنے عالمگیر اور تیز تر اثرات مرتب نہیں کیے جتنے کہ اسلام نے کیے ہیں۔ کسی بھی نئے مذہب اور اس کے ماننے والوں نے اس کام میں وہ مہارت تامہ حاصل نہیں کی جیسا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ماننے والوں نے کی ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شخصیت اور ان کا پیغام' ان کا پیغام اور سیاست' عوام کے لیے ان کی سیاست اور تہذیبی ترقی' اسلامی بہبود کے تحت باہم مربوط ہیں۔

"Robert L. Gullick کا مصنف "The World Mohammad Made" Jr." لکھتا ہے:

Muhammad established law and order ever a large portion of the known world and anticipated a significant number of great social movements of the twentieth century; equality of opportunity unrestricted by colour greater freedom for women, emphasis on universal education; consultation as the bedrock of sound administration; even-handed justice; spiritual competition; and on the personal plane, the mastery of the self. The world we live in s, in some of its better aspects, the world, Muhammad made. [2]

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے معلوم دنیا کے ایک وسیع خطے پر امن وامان قائم کیا اور بیسویں صدی میں برپا ہونے والی کئی سماجی تحریکوں کی بنیاد رکھی' جیسے رنگ ونسل سے بالاتر ہوکر مواقع کی یکساں فراہمی' وسیع تر آزادی نسواں' عالمگیر حصول تعلیم پر زور' باہمی مشاورت سے انتظامی امور کی بجا آوری' یکساں انصاف' روحانی مسابقت اور ذاتی سطح پر خود (اپنی ذات) میں کمال پیدا کرنا۔ آج ہم جس دنیا میں جی رہے ہیں اس کے کئی اچھے پہلو وہ ہیں جن کی بنیاد

---

[1] السیرۃ عالمی نمبر ۱۸ ص ۴۷' زوار اکیڈمی کراچی ۲۰۰۷ء بحوالہ "Arabian Civilization" ص ۱۷

[2] السیرۃ عالمی نمبر ۱۸ ص ۵۲' زوار اکیڈمی کراچی ۲۰۰۷ء بحوالہ "The World Mohammad Made" ص ۱۵۰

محمد (ﷺ) نے رکھی ہے۔

مصنفہ کیرن آرمسٹرانگ (Karen Armstrong) نے اپنی کتاب "Muhammad a Prophet For Our Time" کا اختتام ان الفاظ میں کیا ہے:

The brief history of the twenty-first century shows that neither side has mastered these lessons. If we are to avoid catastrophe, the Muslim and Western worlds must learn not merely to tolerate but to appreciate one another. A good place to start is with the figure of Muhammad, a complex man, who resists facile, ideologically-driven categorization, who sometimes did things that were difficult or impossible for us to accept, but who had profound genius and founded a religion and cultural tradition that was not based on the sword but whose name "Islam" signified peace and reconciliation. [1]

اکیسویں صدی کی مختصر تاریخ یہ ظاہر کرتی ہے کہ فریقین میں سے کسی نے بھی سبق نہیں سیکھا ہے۔ اگر ہم نے آنے والے سانحات سے بچنا ہے تو مسلمانوں اور مغربی دنیا کو نہ صرف یہ کہ برداشت کو بڑھانا ہوگا' بلکہ ایک دوسرے کی ستائش بھی کرنی ہوگی۔ ایک بہتر نقطۂ آغاز محمد (ﷺ) کی ذاتِ گرامی ہو سکتی ہے۔ بہت سی خوبیوں کے مالک انسان' جنہوں نے سہل پسندی کی مزاحمت کی' انسانوں کو جنسوں میں تقسیم کرنے سے روکا' ایسے اقدامات اٹھائے جو دشوار تھے اور ہمارے لیے جن کو قبول کرنا مشکل تھا' غیر معمولی ذہانت کے مالک تھے' جنہوں نے ایک ایسے دین اور تہذیب کی بنیاد رکھی جس کی اساس تلوار (زبردستی) پر نہیں تھی' بلکہ اسلام یعنی سلامتی اور صلح جوئی پر تھی۔

یہی مقصود فطرت ہے' یہی رمز مسلمانی
اخوت کی جہانگیری' محبت کی فراوانی

شیخ احمد دیدات نے اپنی کتاب "The Choice" میں حضور ﷺ کے بارے میں بہت سے غیر مسلم اہل علم حضرات کی آراء پیش کرنے کے بعد کچھ سوالات اٹھائے ہیں:

---

[1] Muhammad A Prophet For Our Time, Karen Armstrong, P.214, Atlas Books, New York: 2006

(۱) مائیکل ہارٹ نے اپنی کتاب "The 100" میں انسانی تاریخ پر سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والی شخصیات کی فہرست میں پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے نمبر پر اور اپنے آقا (Lord) حضرت مسیح u کو تیسرے نمبر پر متمکن کیا ہے۔ کیا ایسا کرنے کے لیے اسے کسی نے رشوت دی تھی؟

(۲) ولیم میک نیل نے اپنی تحریر میں جن تین اہم ترین شخصیات کو پیش کیا ہے ان میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شامل کیا ہے۔ کیا ایسا کرنے کے لیے اس نے کسی سے رشوت وصول کی ہے؟

(۳) جیمس گیون نے اہم ترین شخصیات کی فہرست میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عیسیٰ u سے اوپر رکھا ہے۔ کیا ایسا کرنے کے لیے اسے رشوت دی گئی ہے؟

(۴) جولس میزرمین نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نمبر ایک پر متمکن کیا ہے جبکہ خود اپنے مربی حضرت موسیٰ u کو ان کا قریب ترین نمبر دو قرار دیا ہے۔ کیا ایسا کرنے کے لیے اسے کوئی رشوت دی گئی ہے؟ [1]

میں یہی سوالات ان تمام صاحبان علم، صاحبان رائے، جہاندیدہ، پڑھے لکھے اور اہل نظر حضرات کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے کہ انہوں نے اپنی اپنی رائے کسی طمع، لالچ، خوف یا غرض کی بناء پر قائم کی ہے یا پھر ان کی رائے اور اعتراف تعصب اور تنگ نظری سے بالاتر ہو کر انصاف، معروضیت اور روشن خیالی کی وجہ سے ہے۔ اس کی وضاحت ہم اس کے سوا اور کیا کر سکتے ہیں کہ رب کائنات نے یہ اعلان فرما دیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی ہی مخالفت کی جائے کتنا ہی منفی پروپیگنڈہ کیا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کو کتنا ہی چھپانے (Camouflage, Hide) کی کوشش کی جائے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ڈنکا بج کر رہے گا۔ ہر آنے والی گھڑی پہلے سے بڑھ کر ہوگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند سے بلند تر ہو کر رہے گا اور اپنے تو کیا بیگانے بھی اعتراف عظمت کیے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔ رب کا فرمان ہے:

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ﴿۴﴾ (الضحیٰ: ۴)

---

[1] The Choice, Ahmed Deedat, P. 114-115, Fahl Khair, Saudi Arabia; 1994

اور بے شک (ہر) پچھلی گھڑی آپ کے لیے پہلی سے بہتر ہے ○

وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ ۝ (الشرح:۴)

اے محبوب! ہم نے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو بلند کیا ہے ○

چشم فلک ہر گھڑی ہر لحظہ شان "وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ" دیکھ رہی ہے اور تا قیامت دیکھتی رہے گی۔

جامعیت وکاملیت

آپ ﷺ کی شخصیت جامعیت وکاملیت کا مرقع تھی۔ آپ ﷺ کی تعلیمات (Teachings) اور سیرت (Practice) تمام شعبہ ہائے زندگی کا احاطہ کرتی ہیں۔ آپ ﷺ کے اقوال اور افعال میں کہیں بُعد اور تفاوت نظر نہیں آتا ہے۔ کسی انسان کے کامل ترین ہونے کا تقاضا ہے کہ اس کی شخصیت جامعیت سے عبارت ہو۔ ایسا نہ ہو کہ ایک شعبۂ زندگی میں تو وہ کامل ہو اور دوسرے شعبۂ زندگی میں کمزور ہو۔ اگر ان خصوصیت کو کسوٹی ومعیار (Criteria) بناتے ہوئے ہم تاریخ انسانی کا جائزہ لیں تو کامل ترین انسان کی مسند فاخرہ پر ہمیں محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات ہی متمکن نظر آئے گی۔ آپ ﷺ کی کاملیت کا غیر مسلم بھی اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکے۔

اگر آپ کسی ذات کو اس فہرست میں دوسرے نمبر پر فائز کرنا چاہیں تو آپ کو ایک حقیقی دقت کا سامنا کرنا پڑے گا' اس لیے کہ ان دو کے درمیان بُعد وتفاوت اس قدرت زیادہ ہوگا کہ یہ فیصلہ کرنا اور بھی دشوار ہو جائے گا کہ دوسرے نمبر پر کس شخصیت کو رکھا جائے؟

ملک شیر محمد خان اعوان نے اپنی کتاب عظمت مصطفیٰ کے باب دوئم کا عنوان مکمل زندگی مکمل نمونہ رکھا ہے۔ اس باب میں درج ذیل نکات کا احاطہ کیا گیا ہے:

سرور عالم ﷺ بہ حیثیت تاجر' بہ حیثیت مزکی ومربی' بہ حیثیت داعی انقلاب' بہ حیثیت مقنن' قانون پر عمل پیرا شہری کی حیثیت سے' بہ حیثیت منصف' بہ حیثیت سپہ سالار' نظریہ جنگ میں انقلاب' آزادی رائے کے پہلے پیامبر کی حیثیت سے' علمبردار مساوات کی حیثیت سے' حکمران کی حیثیت سے' معلم کی حیثیت سے' غلاموں کے مولیٰ کی حیثیت سے' ایک منتظم اعلیٰ کی حیثیت سے' ایک معلم اخلاق کی حیثیت سے' معراج عظمت کی حیثیت سے' رحمت عالم کی حیثیت سے' ایک مبلغ کی حیثیت سے' ایک سربراہ بیت کی حیثیت سے' امام اقتصادیات کی حیثیت سے' انسان کامل بہ حیثیت خاتم الانبیاء۔[1]

---

[1] عظمت مصطفیٰ' ملک شیر محمد خان اعوان' ص ۳' صدف پبلی کیشنز لاہور' ۱۹۸۹ء

سید سلیمان ندوی کسی کو جامعیت اور کاملیت کے منصب پر فائز کرنے کے لیے اس میں ان خصوصیات کا یکجا ہونا ضروری سمجھتے ہیں:

ہم کو صلح و جنگ' فقر و دولت' ازدواج و تجرد' تعلقات خداوندی و تعلقات عباد' حاکمیت و محکومیت' سکون و غضب' جلوت و خلوت' غرض زندگی کے ہر پہلو کے متعلق عملی مثال چاہیے۔ دنیا کا بیشتر بلکہ تمام تر حصہ انہی مشکلات اور تعلقات میں اُلجھا ہوا ہے' اس لیے لوگوں کو انہی مشکلات کے حل کرنے اور انہی تعلقات کو بوجہ احسن انجام دینے کے لیے عملی مثالوں کی ضرورت ہے' قولی نہیں بلکہ عملی۔ لیکن یہ کہنا شاعری اور خطابت نہیں بلکہ تاریخی واقعہ ہے کہ اس معیار پر بھی سیرت محمدی ﷺ کے سوا کوئی دوسری سیرت پوری نہیں اتر سکتی۔

میں نے آج جو کچھ کہا ہے اس کو اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ میں یہ کہنا اور دکھانا چاہتا ہوں کہ آئیڈیل لائف اور نمونہ تقلید بننے کے لیے جو حیات انسانی منتخب کی جائے ضرور ہے کہ اُس کی سیرت کے موجودہ نقشہ میں یہ چار باتیں پائی جائیں' یعنی تاریخیت' جامعیت' کاملیت اور عملیت۔ میرا یہ مقصد نہیں کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی زندگیاں اُن کے عہد اور زمانہ میں ان خصوصیات سے خالی تھیں' بلکہ یہ مقصد ہے کہ ان کی سیرتیں جو اُن کے بعد عام انسانوں تک پہنچیں' یا جو آج موجود ہیں' وہ ان خصوصیات سے خالی ہیں اور ایسا ہونا مصلحت الٰہی کے مطابق تھا تاکہ یہ ثابت ہو سکے کہ وہ انبیاء محدود زمانہ و متعین قوموں کے لیے تھے' اس لیے ان کی سیرتوں کو دوسری قوموں اور آئندہ زمانوں تک محفوظ رہنے کی ضرورت نہ تھی' صرف محمد رسول اللہ ﷺ تمام دُنیا کی قوموں کے لیے اور قیامت تک کے لیے نمونہ عمل اور قابلِ تقلید بنا کر بھیجے گئے تھے' اس لیے آپ کی سیرت کو ہر حیثیت سے مکمل' دائمی اور ہمیشہ کے لیے محفوظ رہنے کی ضرورت تھی اور یہی ختم نبوت کی سب سے بڑی عملی دلیل ہے۔[1]

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی کاملیت کے عناصر ترکیبی کا ذکر کرتے ہوئے آپ ﷺ کی ذات گرامی کو ان تمام صفات کا حامل قرار دیا ہے جو کسی بھی شخص کو کاملیت کے منصب پر متمکن کرنے کے لیے ضروری ہیں۔

انسانی تاریخ کے منظر میں اس حیرت انگیز انسان کی بلند و بالا شخصیت اتنی اُبھری ہوئی

[1] خطبات مدراس' سید سلیمان ندوی' ص ۴۲' ادارہ اسلامیات' لاہور' ۱۹۸۳ء

نظر آتی ہے کہ ابتدا سے لے کر اب تک بڑے بڑے تاریخی انسان جن کو دنیا اکابر (Heroes) میں شمار کرتی ہے' جب اس کے مقابلے میں لائے جاتے ہیں تو اس کے آگے بونے نظر آتے ہیں۔ دنیا کے اکابر میں کوئی بھی ایسا نہیں جس کے کمالات کی چمک دمک انسانی زندگی کے دو ایک شعبوں سے آگے بڑھ سکی ہو۔ کوئی نظریات کا بادشاہ ہے مگر عملی قوت نہیں رکھتا۔ کوئی عمل کا پتلا ہے مگر فکر میں کمزور ہے۔ کسی کے کمالات سیاسی تدبیر تک محدود ہیں۔ کوئی محض فوجی ذہانت کا مظہر ہے۔ کسی کی نظر اجتماعی زندگی کے ایک پہلو پر اتنی اچھی ہے کہ دوسرے پہلو اوجھل ہو گئے ہیں۔ کسی نے اخلاق اور روحانیت کو لیا تو معیشت و سیاست کو بھلا دیا۔ کسی نے معیشت و سیاست کو لیا تو اخلاق و روحانیت کو نظر انداز کر دیا۔ غرض تاریخ میں ہر طرف یک رُخے ہیرو ہی نظر آتے ہیں۔ مگر تنہا یہی ایک شخصیت ایسی ہے جس میں تمام کمالات جمع ہیں۔ وہ خود ہی فلسفی بھی ہے اور حکیم بھی اور خود ہی اپنے فلسفے کو عملی زندگی میں نافذ کرنے والا بھی۔ وہ سیاسی مدبر بھی ہے فوجی لیڈر بھی ہے' واضع قانون بھی ہے' معلم اخلاق بھی ہے' مذہبی اور روحانی پیشوا بھی ہے۔ اس کی نظر انسان کی پوری زندگی پر پھیلتی ہے ور چھوٹی سے چھوٹی تفصیلات تک جاتی ہے۔ کھانے اور پینے کے آداب اور جسم کی صفائی سے لے کر بین الاقوامی تعلقات تک ایک ایک چیز کے متعلق وہ احکام اور ہدایات دیتا ہے۔ اپنے نظریات کے مطابق ایک مستقل تہذیب (Civilization) وجود میں لا کر دکھا دیتا ہے اور زندگی کے مختلف پہلوؤں میں ایسا صحیح توازن (Equlibrium) قائم کرتا ہے کہ افراط و تفریط کا کہیں نشان تک نظر نہیں آتا۔ کیا اس جامعیت کا کوئی دوسرا شخص تمہاری نظر میں ہے؟[1]

آپ ﷺ کی ذات گرامی میں ہمیں نبوت اور حکمرانی کا خوبصورت امتزاج نظر آتا ہے۔ آپ ﷺ کی شخصیت کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ آپ کا تعلق زندگی کے ہر شعبہ سے استوار ہے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات صرف مابعد الطبیعات امور کی رہنمائی تک محدود نہیں ہیں بلکہ روحانی بالیدگی کے ساتھ ساتھ آپ دنیاوی زندگی کے اصول و قواعد بھی بیان کرتے ہیں' یہاں تک کہ سیاست اور حکمرانی کے پیمانے بھی مقرر کرتے ہیں۔ غرض کسی بھی شعبہ حیات میں وہ ہمیں تنہا نہیں چھوڑتے ہیں۔ اگر دوسرے مذاہب کے بانیوں اور بڑے بڑے حکمرانوں

---

[1] نبوت محمدی کا عقلی ثبوت' سید ابوالاعلیٰ مودودی' سیارہ ڈائجسٹ' رسول نمبر' ج ۱' ص ۷۶' لاہور' نومبر ۱۹۷۳ء

اور نظام حیات دینے کے دعویداروں کی زندگی اور تعلیمات کا جائزہ میں تو آپ پکار اٹھیں گے کہ پیغمبر اسلام کو جو فضیلت اور فوقیت حاصل ہے آپ کی ذات میں جو کاملیت اور جامعیت پنہاں ہے اس کا عشر عشیر بھی ہمیں کہیں اور نظر نہیں آتا ہے۔

واشنگٹن امریکہ میں قائم معروف تحقیقی ادارہ "PEW" (جس کا تعارف کثرت کے باب میں موجود ہے) نے اپنے مذاکرہ جس کا عنوان تھا: "HOW AND WHY MUHAMMAD MADE A DIFFERENCE" (محمد ﷺ نے کیوں اور کیسے تبدیلی پیدا کی)۔ یہ مذاکرہ مئی ۲۰۰۶ء میں "Key West" فلوریڈا امریکہ میں منعقد ہوا جس میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے چیدہ چیدہ اہل فکر ونظر موجود تھے۔ ۲۹ صفحات پر مشتمل اس مذاکرے کی رپورٹ ادارے کی ویب سائٹ پر موجود ہے۔ اس رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ وہ انقلاب جو محمد (ﷺ) نے ۱۴ سو سال پہلے برپا کیا تھا آج بھی توانا ہے، آج بھی متحرک ہے، آج بھی اس کی حرکت انسانی معاشرے میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اس کامیابی کا راز کیا ہے؟ اس کا جواب دو جملوں میں سمو دیا گیا ہے:

He was a successful prophet and a successfu politician.[1]

(وہ ایک کامیاب نبی اور ایک کامیاب سیاست دان تھے)۔

گویا محمد ﷺ کا دائرہ کار اور اس کی نتیجہ خیزی صرف دینی سطح پر ہی نہیں بلکہ دنیاوی سطح پر بھی تھی یعنی دین ودنیا کے خوبصورت امتزاج نے اثر پذیری میں چار چاند لگا دیے تھے، انہیں جامعیت اور کاملیت کا مرقع بنادیا تھا۔

آپ ﷺ اللہ کے رسول بھی تھے اور زیرک و دوراندیش سیاست دان بھی، جج بھی تھے اور کمانڈر انچیف بھی، معلم اخلاق بھی تھے اور مصلح معاشرہ بھی، قانون ساز بھی تھے اور ماہر معاشیات واقتصادیات بھی، مجاہد بھی تھے اور فاتح بھی، حاکم بھی تھے اور مجسٹریٹ بھی، منصوبہ ساز بھی تھے اور منتظم اور جوہر شناس بھی۔ بریں ہمہ وہ تاریخ انسانی کے عظیم ترین انقلاب کے سرخیل ورہنما تھے۔ ہم ایسی ہی شخصیت کو انسان کامل کا تاج پہنا سکتے ہیں جو مجموعۂ کمالات ہو، جس کی استعداد ہر شعبۂ زندگی پر حاوی ہو، جس کی جامعیت اور کاملیت ہر شعبہ حیات کو محیط ہو۔

---

[1] www.pewforum.org/2006/05/22/how-and-why-muhammad-made-a-difference/

کسی شخصیت کا جامع خصوصیات ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا متوازن (Balanced) ہونا بھی ضروری ہے۔ یعنی یہ نہ ہو کہ ایک شعبۂ حیات تو کامل ہو اور دوسرا شعبۂ حیات کمزور۔ خانگی امور سے لے کر بین الاقوامی معاملات تک' مجلسی آداب سے لے کر معاشرتی مسائل تک' فرداً فرداً تعلقات سے لے کر اجتماعی معاشرتی امور تک ہر شعبہ توانا ہو' ہر پہلو کامل ہو۔

آپ ﷺ جیسی مثالی شخصیت تاریخ میں ہمیں نہ آپ سے پہلے کہیں نظر آتی ہے نہ ہی آپ کے بعد ہمیں دکھائی دیتی ہے۔

آپ ﷺ کی ذات میں ہمیں مزدور و کسان کے لیے بھی نمونۂ عمل نظر آئے گا اور حاکم و حکیم کے لیے بھی تقلید کا سامان مہیا ہوگا۔ عالم و جاہل' عربی و عجمی' بادشاہ و رعایا' مرد و زن' بوڑھا و جوان' شہری و دیہاتی' غرض ہر فرد و بشر کے لیے رہنمائی میسر آئے گی۔

ہم نے اکثر ایسا دیکھا ہے کہ لوگ کسی ایک کام میں مہارت تامہ حاصل کرنے کی وجہ سے زندگی کے دوسرے شعبوں میں کمزور رہ جاتے ہیں' کسی ایک شعبہ میں مہارت حاصل کرنے کے لیے دوسرے گوشوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ہم نے اکثر یہ بھی دیکھا ہے کہ لوگوں نے روحانی سکون کی خاطر بیوی بچوں کو چھوڑا' پہاڑوں کا رخ کیا اور گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ دوسرا فرد دنیاداری' بیوی بچوں' عیش و نشاط' محفل اور جام میں اتنا کھو گیا کہ اسے شرف انسانیت کا ہی خیال نہیں رہا اور اس کی اور ایک چوپائے کی زندگی اور مقصد حیات میں کوئی امتیاز نہیں رہ گیا۔

انسانیت کا کمال اور زندگی کا شرف تو یہ ہے کہ وہ اپنی مادی اور اپنی روحانی زندگی میں توازن و اعتدال پیدا کرے۔ کچھ فرائض وہ ہیں جن کا تعلق انسان کی اپنی ذات سے ہے' کچھ فرائض کا تعلق اپنے کنبے اور خاندان سے' کچھ کا تعلق پڑوسیوں اور معاشرے سے اور کچھ کا تعلق وطن و ملک سے۔

اشرف المخلوقات ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ان تمام فرائض کی ادائیگی کرے اور کسی ایک کے ساتھ بھی عدم توجہی' غفلت اور لاپرواہی نہ برتے۔ اس پیمانے سے بھی جب ہم حضور ﷺ کی حیات پاک کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں یہی نظر آتا ہے کہ آپ ﷺ نے کسی ایک فرض کی ادائیگی کے لیے دوسرے فرائض سے کوتاہی نہیں برتی ہے۔

دنیا میں جتنے بھی انقلابات آئے اور جتنی بھی تحریکیں کسی بڑی تبدیلی کے لیے چلی ہیں ان کا

مقصود کوئی ایک شعبہ حیات ہی ہوتا ہے۔ ان میں سے کسی بھی تحریک کو ہم ہمہ گیر اور ہمہ جہت نہیں کہہ سکتے ہیں۔

ساتویں صدی عیسوی میں حضور نبی کریم ﷺ نے عرب میں جو انقلاب برپا کیا تاریخ زمانہ مابعد میں اس کے اثرات اتنے دوررس تھے کہ اسے بعد کے دور کے تمام انقلابات کی بنیاد و اساس قرار دیا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے انسانی افکار و عادات کے دائرہ میں جو تبدیلی پیدا کی تھی وہ بعد کی صدیوں میں جاری رہی اور اس نے کئی جدید تحریکات پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ مثلاً جدید سائنسی تحریک جو گلیلیو اور کیپلر سے شروع ہوتی ہے' جمہوریت کی تحریک جس نے انقلاب فرانس کی شکل اختیار کی اور اشتراکی تحریک جس نے جدید روس اور چین کو جنم دیا' یہ تمام جدید انقلابات رسول اللہ ﷺ کے عطا کردہ افکار کو عملی جامہ پہنانے کی جزوی اور ناقص کوشش ہیں۔ اس دعوے کے ثبوت میں پہلے ہمیں لفظ انقلاب کی توضیح اور اس کے مضمرات کی تصریح کرنی چاہیے۔ اپنے عام مفہوم میں انقلاب سے مراد یہ ہے کہ نظامِ حکومت میں طاقت کے ذریعہ تبدیلی پیدا کی جائے۔ انقلاب کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ معیشت' ثقافت' سماجی ڈھانچہ غرض یہ کہ انسانی مساعی کے کسی شعبہ میں کوئی بنیادی تبدیلی عمل میں لائی جائے۔ [1]

تاریخ انسانی کے مطالعہ سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ روئے زمین پر جتنے بھی انقلابات آئے ان میں سے بعض سیاسی تھے' بعض اقتصادی اور بعض محض ثقافتی۔ مگر مدینہ کے تاجدار کا لایا ہوا انقلاب ہمہ گیر و ہمہ جہت تھا۔

وہ انقلاب جو حضور ﷺ نے اس روئے زمین پر برپا کیا وہ اخلاقی بھی تھا' روحانی بھی تھا' ثقافتی بھی تھا' سیاسی اور اقتصادی بھی تھا' طبیعاتی بھی تھا۔ لینن اور ماؤ کا انقلاب محض اقتصادی اور سیاسی تھا' اخلاقی اور روحانی نہ تھا۔ لینن اور ماؤ جدلیاتی مادیت (Dialectical Materialism) کے قائل ہونے کی وجہ سے مابعد الطبیعات کے سرے سے منکر ہیں۔ پس لینن اور ماؤ کے برپا کئے ہوئے انقلاب بھی ناقص اور ادھورے ہیں۔ مختلف انقلابوں کے تقابلی مطالعہ سے یہ بات مجھ پر منکشف ہوئی کہ حضور ﷺ کے انقلاب سے زیادہ جامع' ہمہ گیر

---

[1] پیغمبر انقلاب' کوثر نیازی' نقوش' رسول نمبر' ج ۴' ص ۱۶' ادارۂ فروغ اردو' لاہور ۱۹۸۳ء بحوالہ انٹرنیشنل انسائیکلوپیڈیا آف سوشل سائنسز' جلد ۱۳

اور بھرپور انقلاب اس روئے زمین پر آج تک برپا نہیں ہوا۔[1]

اسی طرح اگر آج روئے زمین پر موجود صحف آسمانی کی بات کی جائے اور اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ ان میں موجود احکامات و مندرجات زندگی کے کن گوشوں کی جانب رہنمائی کرتے ہیں اور کن شعبہ ہائے حیات کے بارے میں خاموش (Blank) ہیں تو یہ جان کر آپ کو خوشگوار حیرانگی ہوگی کہ محمد ﷺ کی لائی ہوئی کتاب قرآن ہی وہ کتاب ہے جو دین اور دنیا' روحانی و مادی دونوں ہی سطحوں پر یکساں رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

توراۃ قانون شریعت ہے لیکن اخلاق و موعظت نہیں۔ انجیل اخلاق و موعظت ہے' لیکن قانون شریعت نہیں' زبور مخاطبت قلبی اور دعاؤں کا مجموعہ ہے' لیکن دیگر صفات سے خالی' مسیح کے صحیفہ میں خطابت کی ہنگامہ آرائیاں ہیں' مگر استدلال اور فکر و نظر کی دعوت نہیں' صحف انبیاء بنی اسرائیل پیشین گوئیوں سے لبریز ہیں مگر دقائق حکمت اور اسرار ایمان و عمل سے خالی ہیں' دنیا میں ایک ہی کتاب الٰہی ہے جو قانون شریعت بھی ہے اور اخلاق و موعظت بھی' مخاطبات قلبی اور دعاؤں کا گنجینہ بھی ہے اور دیگر کتب الٰہیہ کی مجموعی صفتوں کی حامل بھی' خطابت بھی ہے اور استدلال و فکر بھی' اظہار غیب اور پیشین گوئیوں سے لبریز بھی ہے اور دقائق حکمت و اسرار ایمان و عمل سے معمور بھی۔[2]

حضرت عیسیٰ u کی زندگی حقیقتاً (Technically) روئے زمین پر آباد لوگوں کی اکثریت کی رہنمائی کرنے سے قاصر ہے کیونکہ انہوں نے تجرد کی زندگی بسر کی ہے۔

حضرت عیسیٰ u نے محکومی کی زندگی بسر کی' اس لیے ان کی سیرت تمام حاکمانہ فرائض کی مثالوں سے خالی ہے' وہ متاہل نہ تھے اس لیے ان دو جوڑوں کے لیے جن کے درمیان تورات کے پہلے ہی باب نے ماں باپ سے زیادہ مضبوط رشتہ قائم کیا ہے' حضرت عیسیٰ u کی زندگی تقلید کا کوئی سامان نہیں رکھتی اور چونکہ دنیا کی بیشتر آبادی متاہلانہ زندگی رکھتی ہے' اس لیے اس کے معنی یہ ہیں کہ دنیا کے بیشتر حصہ آبادی کے لیے ان کی سیرت نمونہ نہیں بن سکتی۔ جس نے

---

[1] نقوش' رسول نمبر' ج ۴' ص ۳۳' رحمت عالم کا ہمہ گیر انقلاب' سید ابو بکر غزنوی' ادارہ فروغ اردو' لاہور ۱۹۸۳ء

[2] سیرت النبی' شبلی نعمانی' ج ۳' ص ۳۲۲-۳۲۳' الفیصل' لاہور ۲۰۰۵ء

گھر بار اہل و عیال مال و دولت صلح و جنگ دوست و دشمن کے تعلقات سے کبھی واسطہ ہی نہ رکھا ہو وہ اس دنیا کے لیے جو انہی تعلقات سے معمور ہے کیونکر مثال ہو سکتا ہے۔ اگر آج دنیا یہ زندگی اختیار کر لے تو کل وہ سنسان قبرستان بن جائے تمام ترقیاں دفعۃً رک جائیں اور عیسائی یورپ تو شاید ایک منٹ کے لیے بھی زندہ نہ رہے۔ [1]

اچھے سے اچھے "Ideas" نظریات اور افکار اس وقت تک اہمیت نہیں رکھتے ہیں جب تک کہ وہ عملیت کے پیمانے پر پورے نہیں اترتے ہوں۔ زبانی جمع خرچ لچھے دار تقریروں اور خوبصورت تجویزوں اور منصوبوں سے کیا فرق پڑنے والا ہے جب تک وہ عملیت نہ رکھتے ہوں عمل کے پیمانے پر پورے نہ اترتے ہوں۔

آئیڈیل لائف کا سب سے آخری معیار عملیت ہے۔ عملیت سے یہ مقصود ہے کہ شارع دین اور بانی مذہب جس تعلیم کو پیش کر رہا ہو خود اس کا ذاتی عمل اس کی مثال اور نمونہ ہو اور خود اس کے عمل نے اس کی تعلیم کو عملی یعنی قابل عمل ثابت کیا ہو۔ اب مجھے پوچھنے دیجئے کہ لاکھوں شارعین اور ہزاروں بانیان مذاہب میں سے کون اپنی عملی سیرت کو اس ترازو پر تلوانے کے لیے آگے بڑھ سکتا ہے؟ جس نے اپنے دشمن پر قابو نہ پایا ہو وہ عفو کی عملی مثال کیسے پیش کر سکتا ہے جس کے پاس خود کچھ نہ ہو وہ غریبوں اور مسکینوں اور یتیموں کی مدد کیونکر کر سکتا ہے جو عزیز و اقارب بیوی بچے نہ رکھتا ہو وہ انہی تعلقات سے آباد دنیا کے لیے مثال کیونکر بن سکتا ہے جس نے بیماروں کی تیمارداری اور عیادت نہ کی ہو وہ اس کا وعظ کیونکر کہہ سکتا ہے جس کو خود دوسروں کے معاف کرنے کا موقع نہ ملا ہو اس کی زندگی ہم میں سے غضب ناک اور غصہ ور لوگوں کے لیے نمونہ کیسے بنے گی۔ [2]

جناب مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کے مکتب ورس میں صرف حلم و تحمل صلح و عفو قناعت و تواضع کی تعلیم ہوتی تھی۔ حکومت و فرماں روائی کے لیے جو فضائل و اخلاق درکار ہیں مسیحی تعلیم کی بیاض میں ان سطروں کی جگہ سادی (Blank) ہے۔ حضرت موسیٰ اور نوح ؑ کے اوراق تعلیم میں عفو عام کے صفحے خالی ہیں۔ اس بناء پر ہر قدم پر نئے نئے رہنما کی ضرورت پیش آئی اور اس

---

[1] خطبات مدراس سید سلیمان ندوی ص ۴۰ ادارہ اسلامیات لاہور ۱۹۸۳ء

[2] خطبات مدراس سید سلیمان ندوی ص ۴۰۔۴۱ ادارہ اسلامیات لاہور ۱۹۸۳ء

لیے عالم انسانی اپنی تکمیل کے لیے ہمیشہ ایسے جامع کامل کا محتاج رہا جو صاحب شمشیر و نگین بھی ہو اور گوشہ نشین بھی، فرمان روائے جہاں بھی ہو اور سبحہ گرداں بھی، مفلس قانع بھی ہو اور غنی دریا دل بھی۔ یہ بزرگ کامل، یہ ہستی جامع، یہ صحیفہ یزدانی، عالم کون کی آخری معراج ہے۔ [1]

حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ذات والا صفات تمام شعبہ ہائے زندگی کو محیط ہے۔ آپ کو جس شعبہ کے بارے میں رہنمائی درکار ہو، جس صفحۂ حیات کی تکمیل کرنی ہو اور جس الجھن کو سلجھانا ہو آپ کو ان سب کا جواب سیرت رسول اور تعلیمات رسول ﷺ میں مل جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جس نے جس زاویہ سے آپ ﷺ کی طرف دیکھا اُسے رہنمائی مل گئی۔ گویا آپ ﷺ کی ذات گرامی میں ہر صفت موجزن، ہر خوبی موجود تھی۔

Egyptian prime minister Gamal Abd an-Nasir (Nasser) called the Prophet in 1964 the imam of socialism. Ten years earlier, Fathi Ridwan, minister in Nasser's first cabinet, had pra sed Muhammad as the greatest revolutionary, ath-tha'ir al-a'zam, and at about the same time Muhammad Shalabi had written for Nasser his book Ishtirakiyya Muhammad (Muhammad's Socialisim). Also during Nasser's tenure the noted novelist Abdur Rahman ash-Sharqawi published his outright leftist work Muhammad rasul al-hurriyya (Muhammad, the Messenger of Freedom), in which he shows the Prophet as a kind of Marx before Marx. Such ideas can easily be derived from some earlier works conceming the Prophet. [2]

(سابق) مصری وزیر اعظم جمال عبدالناصر نے ۱۹۶۴ء میں نبی (ﷺ) کو سوشلزم کا امام قرار دیا تھا۔ اس سے دس سال قبل جمال ناصر کی اولین کابینہ کے وزیر فتحی رضوان نے رسول (ﷺ) کو عظیم ترین انقلابی کہہ کر ان کی ستائش کی۔ اسی دور میں محمود شلبی نے اشتراکیہ محمد (محمد ﷺ کی اشتراکیت) نامی کتاب لکھی۔ جمال ناصر کے دور اقتدار میں ہی مشہور ناول نگار عبدالرحمٰن الشرقاوی نے بائیں بازو کے نظریات کی ترجمان کتاب محمد رسول الحریہ

---

[1] سیرت النبی، شبلی نعمانی، ج ۱، ص ۲۵-۲۷، الفیصل، لاہور، ۲۰۰۵ء

[2] And Muhammad is his Messenger, Anne Mane Sch mmel, P.237, The University of North, Carolina Press, USA, 1985

(محمد ﷺ آزادی کے پیامبر یا نجات دہندہ) لکھی۔ اس کتاب میں اس نے یہ بیان کرنے کی کوشش کی کہ رسول ﷺ مارکس سے پہلے ہی مارکس تھے۔ اس طرح کی مزید مثالیں بھی دریافت کی جاسکتی ہیں۔

"R.V.C. Bodley" اپنی کتاب "The Messenger" میں لکھتا ہے:

Islam is the only organization where communism, in its true sense, is observed. It teaches that everything in the world is the common property of all. There can, therefore, be no complete individual ownership of anything. Islam declares the share of the poor in the wealth of the rich as a right. [1]

اسلام وہ واحد ادارہ (دین) ہے جہاں اشتراکیت کو اس کی اصل روح کے ساتھ دیکھا جا سکتا ہے۔ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ اس دنیا میں جو کچھ بھی ہے وہ سب کی مشترکہ ملکیت ہے۔ لہٰذا کوئی بھی چیز کامل طور پر ذاتی ملکیت نہیں ہے۔ اسلامی تعلیم کی رو سے ہر امیر کی دولت میں غریب کے لیے حصہ (زکوٰۃ' عشر وغیرہ) ہے۔

حضور ﷺ بہترین منصوبہ ساز کی حیثیت سے حکمت عملی طے کرتے نظر آتے ہیں' عظیم جرنیل کی حیثیت سے دادِ شجاعت دیتے نظر آتے ہیں' سربراہ مملکت کی حیثیت سے امور مملکت چلاتے ہوئے نظر آتے ہیں' سفارتی سطح پر بھی متحرک نظر آتے ہیں' قانون دینے والے اور مسند عدل پر بھی متمکن نظر آتے ہیں' معاشیات اور اقتصادیات کے رہنما اصول متعین کرتے بھی نظر آتے ہیں۔ قبائل کو شیر وشکر کرتے بھی دکھائی دیتے ہیں۔ گویا آپ ﷺ ہر شعبہ حیات کے لیے رہنما و مشعل راہ ہیں۔ یہاں تک کہ صلح حدیبیہ' جس کی دفعات سے بظاہر ایسا نظر آتا تھا کہ آپ ﷺ نے دباؤ کے تحت ان شرائط کو قبول کیا تھا' مگر حقیقت میں وہ زبردست حکمت عملی تھی' عظیم کامیابیوں کی خشت اول تھی' عظیم فتوحات کی نوید تھی۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ امام سرخسی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

سب جانتے ہیں کہ رسول اکرم نے صلح حدیبیہ بظاہر دب کر کی تھی لیکن کوئی سیرت نگار یا سیاست نگار مؤلف ہمیں نہیں بتاتا کہ اس کی وجہ کیا تھی۔ اب امام سرخسی کی توجیہ کو پڑھیے اور سر

---

[1] The Messenger, R.V.C. Bodley, P. 94, Doubleday & Company Inc. New York, 1946.

دیکھیے: ''لأنه كان فيه نظر للمسلمين لما كان بين أهل مكة وأهل خيبر من المواطأة على ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا توجه الى احد الفريقين اغاز الفريق الآخر على المدينة. فوادع اهل مكة حتى يأمن من جانبهم اذا توجه الى خيبر'' یعنی مدینے کا محل وقوع مکہ اور خیبر کے بیچوں بیچ ہے اور اس وقت نہ صرف دونوں ہی دشمن تھے بلکہ ان دونوں دشمنوں کے درمیان سمجھوتا بھی تھا کہ اگر پیغمبر اسلام ایک پر حملہ کریں تو دوسرا مدینے پر دھاوا بول دے۔ اسی لیے رسول اکرم نے اہل مکہ سے ان کی منھ مانگی شرطوں پر صلح فرمائی تاکہ خیبر پر حملہ کرتے وقت ادھر سے اطمینان رہے۔ [1]

آپ ﷺ کے برپا کیے ہوئے انقلاب اس کی وسعت اور اس کی کاملیت کا ذکر کرتے ہوئے جناب فتح اللہ گولن نے بدیع الزماں سعید نورسی کا درج ذیل حوالہ رقم کیا ہے:

جزیرہ نمائے عرب کے طول وعرض میں اٹھائے جانے والے آپ ﷺ کے اقدامات اس بات کی دلیل ہیں کہ آپ ﷺ کو ایک قدسی طاقت کی پشت پناہی حاصل تھی۔ آپ ﷺ نے مختصر سے عرصے میں صحرائے عرب کی غیر مہذب اپنی عادات کے بارے میں متعصب اور عصبیت اور لڑائی جھگڑے میں ضدی قوم کو تمام غیر مہذب اور برے اخلاق سے پاک کر کے اعلیٰ درجے کے اخلاق حسنہ سے مزین کیا اور دنیا بھر کی متمدن اقوام کا معلم بنا دیا۔ آپ ﷺ کی حکمرانی صرف ظاہر پر نہ تھی بلکہ آپ ﷺ نے دلوں اور ذہنوں کو فتح اور روحوں اور نفوس کو مسخر کیا جس کے نتیجے میں آپ ﷺ ہر دل عزیز علمی وروحانی معلم اور دلوں کے حکمران بن گئے۔ [2]

---

[1] نگارشات ڈاکٹر محمد حمید اللہ، محمد عالم مختار حق، ص ۳۴۴، بیکن بکس لاہور ۲۰۰۹ء

[2] نور سرمدی، محمد فتح اللہ گولن، ص ۱۴۷، پارس پبلیکیشنز اسلام آباد ۲۰۱۴ء بحوالہ الکلمات بدیع الزمان سعید نورسی، ص ۲۵۵-۲۵۶

حضرت نورسی نے یہ مضمون اپنی کتاب المثنوی العربی النوری میں عربی میں لکھا تھا پھر اس کا ترکی زبان میں ترجمہ کر کے اسے انیسواں کلمہ کا نام دیا۔ جب استاذ احسان قاسم صالح نے الکلمات کا عربی زبان میں ترجمہ کیا تو انہوں نے ترکی عبارت کی روشنی میں تقدیم وتاخیر اور حذف واضافے کی ضرورت کے باوجود مؤلف کی اصل عربی عبارت کو برقرار رکھا۔ (عربی مترجم)

آپ ﷺ کے لائے ہوئے نظام مقصد کی سچائی اور برپا کئے ہوئے ہمہ گیر انقلاب کا نتیجہ تھا کہ عوام کی غربت کافور ہوگئی' تھوڑے ہی عرصے میں عرب کی زمین پر زکوٰۃ دینے والے تھے مگر زکوٰۃ لینے والے نہیں ملتے تھے' فاقہ کشی کا خاتمہ ہوا' ڈاکہ زنی کا قلع قمع ہوا اور سلامتی کی ضمانت ملی۔

حضرت عدی بن حاتم فرماتے ہیں کہ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے فاقے کی شکایت کی پھر دوسرا شخص آیا اور اس نے ڈاکہ زنی کا شکوہ کیا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا: اے عدی! کیا تم نے حیرہ دیکھا؟ میں نے کہا کہ دیکھا تو نہیں لیکن سنا ضرور ہے۔ فرمایا: اگر تمہاری عمر نے وفا کی تو تم ضرور دیکھ لوگے کہ ایک بڑھیا (عورت) حیرہ سے چلے گی اور خانہ کعبہ کا طواف کرے گی لیکن اسے خدا کے سوا کسی دوسرے کا خوف نہیں ہوگا۔ [1]

آپ ﷺ نے علمی اور تعلیمی انقلاب بھی برپا کیا۔ آپ ﷺ کی بعثت کے وقت ایسے لوگوں کو جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے انگلیوں پر گنا جا سکتا تھا' مگر چند سالوں میں ہی کایا پلٹ گئی اور تاریخ انسانی نے ایک مختلف مشاہدہ کیا۔

دعوتِ اسلام کے ابتدائی دور میں پڑھے لکھے لوگوں کو انگلیوں پر گنا جا سکتا تھا' لیکن دعوتِ اسلام کے صرف بیس سال بعد کوئی بھی ایسا آدمی نہ تھا' جو لکھنے پڑھنے سے نا آشنا ہو۔ یہ سب رسول اللہ ﷺ کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ [2]

نبی اُمی حضرت محمد ﷺ علم اور تعلیم کی اہمیت سے کس قدر واقف تھے اور اس بات کو کتنا پسند فرماتے تھے اور اس بات کے کتنے خواہش مند تھے کہ ان کی امت علم سیکھے۔ یاد رہنا چاہیے کہ اہل مدینہ میں پڑھے لکھے افراد انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کی دور رس نگاہ انہیں لکھا پڑھا دیکھنا چاہتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اسیران جنگ بدر میں سے جو قیدی فدیہ ادا کرنے کے قابل نہ تھے ان کی رہائی کے لیے ایک ایسی شرط رکھی گئی جس کا منظر اس سے پہلے چشم فلک نے نہ دیکھا تھا۔ وہ انوکھی شرط یہ تھی کہ جو قیدی لکھے پڑھے ہیں وہ مدینے کے دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں اور اپنی رہائی کا پروانہ حاصل کر لیں۔ یہ تھا علم پرور نبی کا علم دوست فیصلہ۔

---

[1] صحیح بخاری' کتاب المناقب' علامات النبوۃ فی الاسلام' ج ۴' ص ۱۹۷' رقم: ۳۵۹۵

[2] نور سرمدی' محمد فتح اللہ گولن' ص ۲۱۷' ہارمنی پبلی کیشنز' اسلام آباد' ۲۰۱۴ء

اسیران بدر کا فدیہ چالیس چالیس اوقیہ تھا۔ جس کے پاس فدیہ نہ تھا' اس نے دس مسلمانوں کو لکھنا سکھا دیا۔ زید بن ثابت t ان سیکھنے والوں میں سے ایک تھے۔[1] یاد رہے کہ یہ زید بن ثابت وہی صحابی ہیں جن کی سربراہی میں قائم کی گئی کمیٹی نے دور صدیقی میں تدوین قرآن کا تاریخی کام سرانجام دیا تھا۔

درج بالا حقائق کی روشنی میں ہر ذی عقل اور انصاف پسند شخص اس بات سے اتفاق کرے گا کہ انسانی تاریخ میں جامعیت کے درجۂ کمال پر اور کاملیت کی معراج پر اگر آپ کسی ہستی کو متمکن کرسکتے ہیں تو وہ نبی اسلام محمد ﷺ کی ذات والا صفات ہی ہے۔ آپ بے نظیر و بے مثال ہیں۔ بایں ہمہ آپ ﷺ تاریخ انسانی کی منفرد ترین و بے مثال شخصیت ہیں۔

[1] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۲۲

◆ خالد علی انصاری نے صرف روایت کو پورا نہیں کیا بلکہ انہوں نے سیرت مبارکہ کے ایک ایک پہلو پر انتہائی مستند اور تفصیلی معلومات یکجا کر دی ہیں۔ اسم گرامی محمد ﷺ کی وضاحت اور تشریح میں جس طرح انہوں نے اپنے قلم کو حب رسول کی روشنائی میں ڈبو کر گلکاری کی ہے اس سے روح وجد میں آ جاتی ہے۔

◆ بہت ساری باتیں سیرت کی کتابوں میں تفصیل سے مل جاتی ہیں، مگر اس کتاب میں بے شمار ایسی باتیں، ایسی معلومات اور ایسے اعداد و شمار آئے ہیں جن سے اُردو دان طبقہ پہلی بار متعارف ہوگا...... "بے مثل و بے مثال" سیرت النبی ﷺ اور تاریخ کی کتابوں میں ہوا کا تازہ جھونکا ہے۔

◆ اس کتاب میں جا بجا غیر مسلموں کے تاثرات بھی درج کیے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ کتاب اپنے قیمتی مضامین، نادر معلومات اور گراں بہا علمی معارف کا ایک ایسا مجموعہ بن گئی ہے جسے ۲۰۱۹ء کا بہترین تحفہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ میں اس کتاب کو سیرت طیبہ کا ایک ایسا انسائیکلوپیڈیا سمجھتا ہوں جو اس موضوع پر تحقیق کرنے والے اسکالرز کو بے شمار کتابوں سے بے نیاز کر سکتا ہے۔

سید محمد فاروق القادری

حامد اینڈ کمپنی مدینہ منزل ۳۸ اردو بازار لاہور